



# الْأَنْوَارِ الْمَحْمَدِيَّةُ

تأليف: علامہ یوسف بن اسماعیل بہمانی، رشتہ

ترجمہ

جناب مفتی غلام ربانی عزیز، ایم کے

پبلسیشنز، لاہور

## مختصات کتاب

نام کتاب :-	انوارِ محمّدیہ
تصنیف :-	علامہ امام یوسف بن اسماعیل بن ہانی قدس سرہ
ترجمہ :-	پروفیسر غلام ربانی عزیز ایم اے
موضوع :-	سیرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم
سائز :-	۱۸ x ۲۲
صفحات :-	۷۵۲
تعداد :-	۱۱۰۰
کتابت :-	حافظ منظور احمد سندھو
طابع :-	مسعود پرنٹرز - لاہور
ناشر :-	مکتبہ نبویہ - گلج بخش روڈ لاہور
سال طباعت ترجمہ بار دوم	۱۹۸۷ء
قیمت مجلد :-	۶۲/- روپے

## موضوعات و مضامین کتاب

صفحہ	موضوع	صفحہ	موضوع
۶۳	۱۸۔ حضور سے مشرکین کے سوالات	۳	۱۔ فہرست مضامین کتاب
۶۵	۱۹۔ ہجرت حبش	۹	۲۔ پیش لفظ
۶۶	۲۰۔ معاشرتی مقاطعہ اور شعب ابی طالب	۱۳	۳۔ مقدمہ
۶۷	۲۱۔ معاشرتی مقاطعہ کا خاتمہ	۱۸	۴۔ ترتیب مضامین کتاب
۶۸	۲۲۔ وفات حضرت ابو طالب	۲۰	۵۔ ضرورت اختصار
۶۹	۲۳۔ حضرت خدیجہ الکبریٰ کی وفات	۲۲	۶۔ المقصد الاول
۶۹	۲۴۔ سفر طائف	۳۱	۷۔ قصہ اصحاب فیل
۷۱	۲۵۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاء	۳۳	۸۔ حضرت عبداللہ کی شادی
۷۲	۲۶۔ معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم	۳۶	۹۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت
۷۳	۲۷۔ بیعت عقبیٰ	۴۲	۱۰۔ ولادت باسعادت
۷۶	۲۸۔ ہجرت مدینہ	۴۳	۱۱۔ رضاعت
۷۷	۲۹۔ بیعتنا ابو بکر آقائے دو عالم کی رکابت میں	۴۷	۱۲۔ شوق صدر
۸۰	۳۰۔ عبداللہ بن اریقظ	۴۹	۱۳۔ بی بی آمنہ کی وفات
۸۱	۳۱۔ سراقہ بن مالک	۵۳	۱۴۔ سفر شام اور بکیرہ راسب
۸۱	۳۲۔ طلحہ البدر علینا	۵۴	۱۵۔ حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا
۸۵	۳۳۔ اذن جہاد	۵۵	۱۶۔ تعمیر کعبہ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
۸۶	۳۴۔ غزوہ بواط	۵۷	۱۷۔ القائے وحی

صفحہ	موضوع	صفحہ	موضوع
۱۲۲	۵۵۔ سریہ عمر بن اُمیہ الضمری	۸۷	۳۵۔ غزوہ عیشہ، غزوہ بدر اولیٰ، غزوہ بدر ثانی
۱۲۳	۵۶۔ صلح حدیبیہ	۹۳	۳۶۔ سریہ عمیر بن عدو
۱۲۹	۵۷۔ غزوہ خیبر	۹۴	۳۷۔ غزوہ بنی قینقاع
۱۳۱	۵۸۔ غزوہ داوی القری	۹۵	۳۸۔ حضرت فاطمہ الزہراء کی خانہ آبادی
۱۳۳	۵۹۔ سریہ حضرت بشر بن سعد الانصاری	۹۶	۳۹۔ غزوہ غطفان
۱۳۶	۶۰۔ سریہ ابن ابی العوجاہ	۹۷	۴۰۔ غزوہ نجران
۱۳۷	۶۱۔ سریہ حضرت شجاع الاسدی	۱۰۲	۴۱۔ غزوہ حراء الاسد
۱۳۷	۶۲۔ سریہ حضرت کعب انصاری	۱۰۵	۴۲۔ غزوہ ابی سلمہ
۱۳۸	۶۳۔ سریہ مؤتہ	۱۰۵	۴۳۔ سریہ عبداللہ بن اُمیس
۱۴۰	۶۴۔ سریہ حضرت عمرو بن العاص	۱۰۷	۴۴۔ غزوہ بنی نضیر
۱۴۲	۶۵۔ سریہ حضرت ابو قتادہ	۱۰۸	۴۵۔ غزوہ ذات الرقاع
۱۴۳	۶۶۔ فتح مکہ	۱۰۹	۴۶۔ غزوہ دو مہ الجندہ
۱۵۳	۶۷۔ سریہ حضرت خالد بن ولید	۱۱۴	۴۷۔ غزوہ بنی قریظہ
۱۵۴	۶۸۔ سریہ حضرت سعد بن زید	۱۱۵	۴۸۔ سریہ محمد بن مسلمہ
۱۵۶	۶۹۔ غزوہ حنین	۱۱۶	۴۹۔ غزوہ بنی لحيان
۱۵۹	۷۰۔ سریہ حضرت ابو عامر الاشعری	۱۱۷	۵۰۔ غزوہ غابہ
۱۶۰	۷۱۔ سریہ حضرت طفیل بن عمر	۱۱۸	۵۱۔ سریہ محمد بن مسلمہ
۱۶۱	۷۲۔ غزوہ طائف	۱۱۹	۵۲۔ سریہ عبداللہ بن ابی العوف
۱۶۶	۷۳۔ سریہ صفاک الکلابی	۱۲۰	۵۳۔ سریہ حضرت علی بن ابی طالب
۱۶۷	۷۴۔ سریہ عکاشہ بن محض	۱۲۱	۵۴۔ سریہ حضرت عبداللہ بن عتیک

صفحہ	موضوع	صفحہ	موضوع
۲۵۹	۹۵۔ کان مبارک	۱۶۶	۷۵۔ قصہ کعب بن زبیر
۲۶۰	۹۶۔ پیشانی مبارک	۱۶۹	۷۶۔ غزوہ تبوک
۲۶۱	۹۶۔ دہان مبارک	۱۷۵	۷۷۔ حضرت ابو بکر امیر الحج
۲۶۳	۹۸۔ فصاحت و بلاغت	۱۸۰	۷۸۔ ساتتے مقدسہ آفتائے دو عالم
۲۶۵	۹۹۔ اقبال کریمہ	۱۹۲	۷۹۔ حضور کی اولاد پاک
۲۶۹	۱۰۰۔ حضور نبی کریم کی خصوصیات	۱۹۷	۸۰۔ حضور کی ازواج مطہرات
۲۷۰	۱۰۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز	۲۰۰	۸۱۔ حضرت عائشہ صدیقہ سے نکاح
۲۷۱	۱۰۲۔ مسکراہٹ	۲۰۱	۸۲۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا
۲۷۲	۱۰۳۔ گریہ و زاری	۲۰۹	۸۳۔ حضور کے چچے
۲۷۳	۱۰۴۔ قلب مبارک	۲۱۲	۸۴۔ حضور کی وادیاں
۲۷۴	۱۰۵۔ قدم مبارک	۲۱۳	۸۵۔ حضور کی تانیاں
۲۷۷	۱۰۶۔ مومتے مبارک	۲۱۵	۸۶۔ حضور کی خدمت گار
۲۸۰	۱۰۷۔ رفتار مبارک	۲۱۶	۸۷۔ حضور کے توذن اور نعت خواں
۲۸۲	۱۰۸۔ پسینہ مبارک	۲۱۷	۸۸۔ حضور کے قاصد اور کاتب
۲۸۴	۱۰۹۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و عادات	۲۲۹	۸۹۔ حضور کے آلات جنگ
۳۰۱	۱۱۰۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شجاعت و دلیری	۲۳۱	۹۰۔ حضور کی سواریاں
۳۰۳	۱۱۱۔ حضور کی فیاضی	۲۳۵	۹۱۔ حضور کے فراسین اور وفود
۳۰۸	۱۱۲۔ حضور کی خوراک اور لباس	۲۵۵	۹۲۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جمال خلقت
۳۲۱	۱۱۳۔ حضور کا بستر مبارک	۲۵۶	۹۳۔ چہرہ مبارک
۳۲۵	۱۱۴۔ حضور کی انگوٹھی مبارک	۲۵۸	۹۴۔ آنکھیں مبارک

صفحہ	موضوع	صفحہ	موضوع
۴۵۷	۱۳۵۔ بشارات کتب سماوی	۳۲۵	۱۱۵۔ حضور کی نعلین مبارک
۴۶۹	۱۳۶۔ خلق عظیم	۳۳۲	۱۱۶۔ حضور پاک کا ازدواج سے سلوک
۴۷۸	۱۳۷۔ حضور کا نور سراج منیر	۳۳۳	۱۱۷۔ حضور کی نیند
۴۷۹	۱۳۸۔ حضور کی اتباع	۳۳۵	۱۱۸۔ معجزات نبی کریم
۴۸۴	۱۳۹۔ حضور کے آداب	۳۳۷	۱۱۹۔ نبوت کے دلائل
۴۸۸	۱۴۰۔ حضور کے دشمنوں کے خلاف آیات	۳۴۳	۱۲۰۔ معجزہ شق القمر
۵۰۲	۱۴۱۔ حضور سے محبت	۳۴۵	۱۲۱۔ سورج کا پلٹنا
۵۰۸	۱۴۲۔ علامات عشق مصطفیٰ	۳۴۶	۱۲۲۔ جمادات کی گفتگو
۵۱۷	۱۴۳۔ محبت اور غلت میں فرق	۳۵۱	۱۲۳۔ ستون مسجد
۵۱۸	۱۴۴۔ حضور پر سلام کا طریقہ	۳۵۳	۱۲۴۔ جانوروں سے گفتگو
۵۳۰	۱۴۵۔ فضیلت جمعہ	۳۵۴	۱۲۵۔ بکری نے حضور کو سجدہ کیا
۵۳۱	۱۴۶۔ فضیلت ورود	۳۵۵	۱۲۶۔ بھیرے سے گفتگو
۵۳۳	۱۴۷۔ اہل بیت سے محبت	۳۵۷	۱۲۷۔ ہرنی کا واقعہ
۵۳۹	۱۴۸۔ فضیلت صحابہ کرام	۳۵۸	۱۲۸۔ انگلیوں سے پانی
۵۴۵	۱۴۹۔ بیماریوں پر کرم	۳۶۹	۱۲۹۔ بیماریوں کی شفاء
۵۴۹	۱۵۰۔ حذاق اطباء کا مقام	۳۷۲	۱۳۰۔ خصوصی معجزات
۵۵۰	۱۵۱۔ روحانی ادویہ	۳۹۸	۱۳۱۔ خصوصیات امت محمدیہ
۵۵۱	۱۵۲۔ دعا کی اہمیت	۴۱۰	۱۳۲۔ اسرارِ مراجیہ
۵۵۲	۱۵۳۔ تعویذ اور اس کا حجاز	۴۳۶	۱۳۳۔ قرآن میں ذکر مصطفیٰ
۵۵۳	۱۵۴۔ نظر بد کا علاج	۴۴۵	۱۳۴۔ میثاق انبیاء

صفحہ	موضوع	صفحہ	موضوع
۵۸۲	۱۷۵۔ لوگوں کی تعبیریں	۵۵۵	۱۵۵۔ جادو کا علاج
۵۸۳	۱۷۶۔ حضور کی غیب دانی	۵۵۶	۱۵۶۔ مصیبت و غم کا علاج
۶۰۱	۱۷۷۔ عبادات رسول خدا	۵۵۹	۱۵۷۔ فقر و افلاس کا علاج
۶۰۲	۱۷۸۔ طہارت کا ذکر	۵۶۰	۱۵۸۔ مرگی کا علاج
۶۰۷	۱۷۹۔ حضور کی نماز کا طریقہ	۵۶۱	۱۵۹۔ جادو کا علاج
۶۰۹	۱۸۰۔ کیفیت نماز	۵۶۲	۱۶۰۔ درد سر کا علاج
۶۱۱	۱۸۱۔ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ۔ نماز صبح	۵۶۳	۱۶۱۔ وائت کے درد کا علاج
۶۱۲	۱۸۲۔ نماز ظہر اور عصر میں قرأت	۵۶۳	۱۶۲۔ بخار کا علاج
۶۱۳	۱۸۳۔ نماز عشاء میں قرأت	۵۶۳	۱۶۳۔ شربلاؤں کا علاج
۶۱۴	۱۸۴۔ رکوع میں تسبیح	۵۶۵	۱۶۴۔ العیال کا علاج، طبی و دوائی
۶۱۵	۱۸۵۔ دعائے سجود	۵۶۵	۱۶۵۔ درد سر اور شقیقہ کا علاج
۶۱۶	۱۸۶۔ دعائے تشہد	۵۶۶	۱۶۶۔ درد چشم کا علاج
۶۱۷	۱۸۷۔ درود و سلام	۵۶۸	۱۶۷۔ قبض کا علاج، دل کی بیماری کا علاج
۶۱۹	۱۸۸۔ دعائے قنوت	۵۶۹	۱۶۸۔ نمونیہ اور استسقاء کا علاج
۶۲۰	۱۸۹۔ سجدہ سہو	۵۶۹	۱۶۹۔ ورم اور عرق النساء کا علاج
۶۲۰	۱۹۰۔ دعا بعد از نماز	۵۷۰	۱۷۰۔ درد کا علاج، طاعون کا علاج
۶۲۲	۱۹۱۔ نماز جمعہ	۵۷۱	۱۷۱۔ بخار کا علاج
۶۲۷	۱۹۲۔ نماز تہجد	۵۷۲	۱۷۲۔ خارش کا علاج
۶۲۹	۱۹۳۔ حضور کا قیام	۵۷۸	۱۷۳۔ خوابوں کی تعبیریں
۶۳۲	۱۹۴۔ صورت نماز	۵۷۹	۱۷۴۔ حضور کی خوابوں کی تعبیریں



صفحہ	موضوع	صفحہ	موضوع
۶۵۳	۲۱۵۔ قیام رمضان	۶۳۳	۱۹۵۔ نصف شعبان کا قیام
۶۵۶	۲۱۶۔ رویت بلال	۶۳۳	۱۹۶۔ ماہ رمضان کا قیام
۶۵۶	۲۱۷۔ رمضان میں اعمال	۶۳۵	۱۹۷۔ نماز وتر
۶۵۷	۲۱۸۔ افطار و اشیا کے افطاری	۶۳۶	۱۹۸۔ نماز اشراق
۶۵۸	۲۱۹۔ سحری	۶۳۷	۱۹۹۔ نماز نوافل
۶۵۹	۲۲۰۔ سفر میں روزہ	۶۳۸	۲۰۰۔ ظہر و عصر کی سنتیں
۶۶۰	۲۲۱۔ عاشورہ اور شعبان کے روزے	۶۳۹	۲۰۱۔ موکدہ سنتیں، جمعہ کی سنتیں
۶۶۲	۲۲۲۔ احتکات اور نبی پاک	۶۳۹	۲۰۲۔ حیدین کی نماز
۶۶۳	۲۲۳۔ حضور کا حج و عمرہ	۶۴۰	۲۰۳۔ اذان و اقامت
۶۶۶	۲۲۴۔ استجابت و دعا	۶۴۱	۲۰۴۔ عید الفطر کی نماز سے پیشتر کھانا
۶۸۳	۲۲۵۔ تلاوت قرآن پاک	۶۴۲	۲۰۵۔ خوف کے نوافل
۶۸۶	۲۲۶۔ ذکر وصال رسول اکرم	۶۴۳	۲۰۶۔ بارش کیلئے نماز
۷۱۰	۲۲۷۔ روزہ مبارک اور مسجد نبوی	۶۴۴	۲۰۷۔ دعا، استسقاء
۷۲۸	۲۲۸۔ عالم بزرج میں حضور کے وصا جلیلہ	۶۴۹	۲۰۸۔ حضور کے روزے کی وساطت میں
۷۴۲	۲۲۹۔ جنت میں حضور کا داخلہ	۶۵۰	۲۰۹۔ نماز سفر۔ قصر نماز
۷۴۵	۲۳۰۔ حضور عرض کوثر پر	۶۵۱	۲۱۰۔ سفر میں اوائے نوافل چارپائے پر نماز
۷۴۷	۲۳۰۔ وسیلہ حضور	۶۵۲	۲۱۱۔ نماز خوف۔ نماز جنازہ
۷۴۹	۲۴۱۔ خاتمہ الکتاب	۶۵۳	۲۱۲۔ قرأت و دعا
		۶۵۳	۲۱۳۔ قبر پر نماز جنازہ
		۶۵۳	۲۱۴۔ فائبانہ نماز جنازہ

## پیش لفظ

حسب تصریح علامہ بنہانی، انوار محمدیہ، علامہ شیخ احمد شہاب الدین بقسطلانی کی شہرہ آفاق تصنیف مہذب اللہیہ کی تلخیص ہے، جسے سیرت کی کتابوں میں خاص اہمیت حاصل ہے۔ چونکہ مہذب اللہیہ میں ضمناً بعض ایسے مسائل بھی زیر بحث آگئے تھے جن سے ایک عام قاری کو کوئی دلچسپی نہیں ہو سکتی تھی، اس لئے علامہ بنہانی نے اس ضخیم تصنیف کو مختصر کر کے کتاب تک حوام اہل زبان کی رسائی کو آسان بنا دیا، اور ساتھ ہی اس امر کا خیال رکھا، کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کا کوئی گوشہ قاری کی نگاہوں سے اوجھل نہ ہونے پائے۔ اس لحاظ سے یہ تلخیص اتنی جامع ہے، کہ اس حجم کی کوئی اور کتاب، بر بنائے جامعیت اسکی بہیم نہیں ہو سکتی۔

جب مکتبہ نبویہ نے انوار محمدیہ کے عربی متن کو اردو زبان میں منتقل کرنے کا ارزاں مجھے بخشا، تو ہر چند میں نے اس کام کو فوراً شروع کر دیا، لیکن میں اس کی افادیت کا اس وقت ہی پورے طور پر قائل ہو سکا، جب سال بھر کی شبانہ روز محنت کے بعد میں ترجمہ کتاب سے فارغ ہوا، ہر چند اردو میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مقدسہ پر کثیر التعداد کتابیں لکھی جا چکی ہیں لیکن متوسط الحجم کتابوں میں، کوئی ایسی کتاب موجود نہیں، جو اتنی جامع ہو۔ دعا ہے کہ مکتبہ نبویہ کی یہ کوشش، دربار رسالت میں خلعت قبولیت سے نوازی جائے، اور خواص و عوام اس کے دل نشین مطالب سے مستفیض ہوں۔

علامہ بنہانی کا تعلق عرب کے ایک بااثر نیشین قبیلے بنو بنہان  
مؤلف کے حالات زندگی سے تھا، یہ لوگ فلسطین کے ایک شمالی گاؤں میں، جس کا نام

اجرام ہے، سکونت پذیر تھے۔ اس قبیلے کے ایک بزرگ رجن کا نام اسماعیل بن یوسف تھا، کے یہاں ایک بچے نے ۱۲۶۵ھ مطابق ۱۸۷۹ء میں جنم لیا۔ باپ نے یوسف نام رکھا۔ پڑھنے لکھنے کی عمر کو پہنچا، توشیح نے حسب دستور عہد، ہونہار بیٹے کو قرآن شریف پڑھایا۔ ادھر سے فراغت ہوئی تو ابتدائی درسی کتابیں پڑھیں۔ اٹھارہ برس کے تھے، کہ جامعہ ازہر میں آگئے۔ اور ۱۲۸۳ھ سے ۱۲۸۹ھ تک کتاب علوم میں مصروف رہے ہر چند جامعہ ازہر کی بہار اجڑ چکی تھی لیکن اس گئے گزرے وقت میں بھی اس کے شاف میں ایسے لیے جلیل القدر علما موجود تھے، کہ جن کے حلقہ درس میں شمولیت کو بہت بڑا امتیاز سمجھا جاتا تھا۔ ان میں سے چند فضلا کا ذکر بعمل نہ ہوگا۔

- |                                   |                                      |
|-----------------------------------|--------------------------------------|
| ۱۔ علامہ سید محمد منہوری          | ۶۔ علامہ شیخ شمس الدین محمد الانبانی |
| ۲۔ علامہ شیخ ابراہیم الزروانخلیلی | ۷۔ علامہ شیخ عبدالرحمان الشریعی      |
| ۳۔ علامہ شیخ احمد الاجہوری نابینا | ۸۔ علامہ شیخ عبدالقادر الراقعی       |
| ۴۔ علامہ شیخ محسن العدوی          | ۹۔ علامہ شیخ یوسف بوقادی             |
| ۵۔ علامہ شیخ سید عبدالہادی        | ۱۰۔ علامہ شیخ ابراہیم السقا          |

جب علامہ نہبانی اس عظیم درگاہ سے فارغ ہوئے، تو اپنے اساتذہ کے جائزے کے مطابق، جامعہ ازہر کے ان باصلاحیت طلبہ میں سے تھے جن کے علم و فضل پر جامعہ بجا طور پر ناز کر سکتی تھی چنانچہ شیخ ابراہیم السقا نے اپنے ہونہار شاگرد کو جو ٹریفکیٹ عطا کیا، اس میں برتلتے قدر دانی و شفقت علامہ نہبانی کو الأمام الفاضل وَالْهَمَامُ الْكَامِلُ، النَّوْزِعِيُّ الْأَدِيبُ وَالْأَلْمَعِيُّ الْأَدِيبُ کے انقاب سے یاد فرمایا۔

زیادہ عرصہ نہیں گزرنے پایا تھا، کہ ان کے علم و فضل کا شہرہ دور دور تک پھیل گیا، اور بیروت میں محکمۃ المحقوق العلماء کے رئیس مقرر کر دیئے گئے۔ اور کافی عرصہ تک یہ خدمات سرانجام دیتے رہے یہ وہ زمانہ ہے، جب یہ سارے علاقے باب عالی حکومت عثمانیہ کے ماتحت

تھے، اور سلطان عبدالحمید سیاہ و سفید کے مالک تھے، ہر چند یورپ کا مرد بیمار آخری دنوں پر تھا لیکن پھر بھی اس کے بازوؤں میں اتنا کس بل ضرور تھا، کہ کوئی مغربی طاقت یکہ و تنہا سلطان کو مخالف میدانِ مبارزت میں اتر سکتی تھی۔ چنانچہ اقوام یورپ نے اپنی ساری توجہ، اندرونی محاذ پر مبذول کر رکھی تھی، مشرق وسطیٰ میں بیروت ان غیر صالح سرگرمیوں کا مرکز تھا، یہ لوگ مسلمانوں کو ان کے مذہب سے بدگمان کرنے کے لئے تحقیق و تدقیق کا ڈھونگ رچا کر اسلام کے خلاف شوشے چھوڑتے رہتے، اور ان کی زبان درازیوں کے زہر میں کھجے ہوئے تیر مسلمانوں کے دلوں میں پیوست ہوئے رہتے تھے۔

قیامِ بیروت کے دوران میں ایسے کئی ناگوار موقعے پیش ہوئے، اگرچہ علمائے اسلام نے معاندین کے بے سرو پا اعتراضات کے جواب میں کبھی تساہل سے کام نہیں لیا، بلکہ سلیقے طریقے سے ہر اعتراض کو عقل اور منطق کی کسوٹی پر پرکھا اور مخالفین کے خبث باطن کی وجھیاں بکھر کر رکھ دیں، لیکن چونکہ یہ سب کچھ ایک خاص مقصد کے حصول کے لئے کیا جا رہا تھا، اس لئے یہ لوگ مسلمانوں کے احتجاج اور غوغا آرائی سے کوئی تاثر نہیں لیتے تھے۔

علامہ نبھانی بھی پادریوں کی ہرزہ سرائی سے سخت آزرده خاطر تھے، چنانچہ انہوں نے سات سو پچاس اشعار پر مشتمل قصیدہ الایۃ الکبریٰ لکھا، جس میں دین اسلام کا ادیانِ عالم سے تقابلی جائزہ پیش کیا، بالخصوص عیسائیوں کے عقیدہ مثلثیت (ایک میں تین اور تین میں ایک) کے بخیے اڑھیر کر رکھ دیئے۔ اس کے بعد ایک اور قصیدہ الایۃ الصغریٰ، جو ساڑھے پانچ سو اشعار پر مشتمل تھا، تصنیف کیا۔ اس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی منقبت، دین اسلام کی برکات، سنت محمدیہ کے اتباع کی اہمیت اور بدعات کے رد پر خاص زور دیا تھا۔

جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں، کہ یہ وہ زمانہ تھا، کہ خلافت عثمانیہ کی باگ ڈور سلطان عبدالحمید کے ہاتھ میں تھی اور نوجوان ترکوں کی معتد بہ تعدا و سلطان کے استبداد کے خلاف زیر زمین معروف عمل تھی، چنانچہ خفیہ پلیس ہمیشہ ان کے تعاقب میں رہتی، سلطان اس

باب میں اتنا حساس ہو گیا تھا، کہ ذرا سے کھٹکے سے چونک اٹھتا، چونکہ قصیدہ رائیہ بصری میں علامہ جمال الدین افغانی اور ان کے شاگرد علامہ محمد عبدہ پر سے دسے کی گئی تھی۔ اور اس عہد میں یہ لوگ دنیائے عرب میں مقبول تھے، بدخواہوں نے موقعہ پا کر علامہ نبہانی کی خلاف سلطان کے کان بھرے، کہ یہ قصیدہ لکھ کر سلطان کی رعایا میں انتشار اور شہست کو ہوا دی گئی ہے، تاکہ امن و امان کی صورت حال خراب ہو، اور افراتفری پھیلے سلطان نوجوان تہوں کی زیر زمین سرگرمیوں سے خائف تو تھا ہی، ماسدول کی لگائی بھائی سے بدک گیا اور ۱۳۳۰ھ/۱۹۱۲ء میں جب علامہ نبہانی وارد مدینہ ہوئے، حکم دیا، کہ مفاد عامہ کی خاطر علامہ موصوف کو نظر بند کر دیا جائے۔

مدینہ منورہ کا گورنر بصری پاشا علامہ نبہانی کے علم و فضل اور زہد تقویٰ کا گرویدہ تھا وہ ان کی خدمت میں حاضر ہوا، اور بہ صدا عزاز و احترام انہیں گورنر ہاؤس میں لے گیا، علامہ کہنے کو تو نظر بند تھے، مگر فی الحقیقت حاکم صوبہ کے معزز مہمان تھے، بہر وقت ان کے پاس معتقدین کا جگمگا رہتا، آنے جانے والوں پر کوئی پابندی نہ تھی، دوست احباب جب چاہتے آتے اور جب تک چاہتے، بیٹھے رہتے۔

چونکہ علامہ نبہانی اپنے علم و فضل کی وجہ سے خاص مقام کے حامل تھے اور مقبول خاص و عام تھے اس لئے ان کی نظر بندی کی ناخوشگوار خبر آگنا نا پھیل گئی، اور حکومت کے اس ناواقبت اندیشانہ اقدام کے خلاف کھسپہ شروع ہو گئی، علامہ سے حقیقت مندوں نے گزارش کی، لاگر آپ اجازت دیں۔ تو سلطان کی خدمت میں محضر نامہ پیش کر کے آپ کی رہائی کی درخواست کی جائے اگر اسے درخور اعتناء سمجھا گیا، تو پھر غور کر لیا جائیگا، کہ اگلا اقدام کیا ہونا چاہیے۔ لیکن علامہ اس تجویز سے متفق نہ تھے، انہوں نے کہا، بجائے اس کے کہ سلطان کی خدمت میں محضر نامہ پیش کر کے اپنی درخواست کو رسوا کریں۔ آپ سلطان الکوین رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ عالیہ میں اپنا استغاثہ پیش کر کے طالب امداد ہوں۔ چنانچہ مندرجہ ذیل درود شریف کا درود صرف تین دن

ہی کرنے پائے تھے، کہ بابِ عالی سے علامہ کی رہائی کے احکام موصول ہو گئے۔

قصہ کوتاہ گشت، ورنہ دوسرے بسیار بود

رَضِيَ اللهُ عَلَى النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ، صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَوةً

وَسَلَامًا عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ! أَقَلَّتْ حِيلَتِي، أَنْتَ وَسَيْلَتِي،

أَدْرِكْتَنِي يَا سَيِّدِي يَا رَسُولَ اللهِ!

علامہ نبہانی کی تصنیفات کی فہرست کافی طویل ہے جس میں کم و بیش باون کتابیں

مذکور ہیں جن میں سے بعض تین تین چار چار جلدوں میں پھیلی ہوئی ہیں۔ فہرست کتب پر

ایک سرسری نگاہ ڈالنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ علامہ کو اسلام اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ

وسلم کی ذاتِ گرامی سے کتنا عشق تھا۔ انہوں نے اپنے اوقات کا ہر لمحہ اور زندگی کا ہر سانس دینِ حسین

کی خدمت میں صرف کر دیا۔ انہیں حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا ولی لگاؤ تھا، کہ غیر مذہب

کے لوگ تو ہے ایک طرف، اگر کسی مسلمان عالم کی تحریر میں کوئی ایسا جملہ لہن کے سامنے آجاتا جس

سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی پر سوائے اوب (العیاذ باللہ) کی پچھائیاں پڑتی دکھائی

دیں، تو علامہ اس شخص کی جلالتِ قدر کا لحاظ کئے بغیر چھپٹ پڑتے، اور جب تک اس کا پورا تعاقب نہ

کر لیتے، اس کا پچھانہ چھوڑتے۔

علامہ نبہانی نے  $\frac{1350}{1932}$  میں بیروت میں وفات پائی۔ اللہ تعالیٰ انہیں اعلیٰ علیین

میں جگہ دے اور ہمیں ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

راقم

غلامِ ربانی عزیز

ایم۔ اے

انک ڈکیمبل پور،  $\frac{12}{81}$

# مقدمہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تعریف ہے اس خدا کی جس نے حضرت آدم، حضرت نوح، آل ابراہیم اور آل عمران کو اہل عالم میں سے پسند فرمایا اور ان میں سے عربوں کو اور ان سے قریش کو اور ان سے بنو ہاشم کو اور ان سے اپنے حبیب حضرت محمد کو سید المرسلین میں، فضیلت دی۔ پس وہ (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) تمام منتخب اور پسندیدہ افراد سے برگزیدہ تر ہیں، نیز منتخب شدہ لوگوں میں سے منتخب اور پسندیدہ انسانوں سے پسندیدہ تر ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی کامل اور دائمی رحمت، جس میں ازل وابد شریک ہوں۔ ان پر نازل ہو، اور اللہ کی مخلوق سے اور کوئی اس باب میں ان کا شریک نہ ہو۔ وہ رحمت جس کا کسی کو علم نہ ہو، تاکہ وہ اندازہ کر سکے۔ کسی کو اندازہ نہ ہو، تاکہ شمار کر سکے۔ وہ رحمت جو مقربین مدگاہ خداوندی کا اعلیٰ ترین درجہ ہے، جس کی ازلی ابتدا ہمک بھی وہ نہیں پہنچ سکتے اور جس کی کوئی ابتدا ہے ہی نہیں، اور جو ہر لمحہ ترقی کرتی ہے اور ہمیشہ کرتی رہے گی اور اس کی کوئی انتہا نہیں۔ اور ان کی مقرب اولاد، اہبات المؤمنین اور صحابہ پر جو راستہ ڈھونڈنے والوں کے ستارے اور حد سے تجاوز کرنے والوں کے لیے باعث سنگساری ہیں، اور ان لوگوں پر جو قیامت تک ان کی پیروی کرتے رہیں گے۔

اما بعد، یہ فقیر گناہ گار یوسف بن اسماعیل نبھانی،  
خدا اس کے قصور معاف کرے اور اس کے اعمال

قبول فرمائے، اور دونوں جہانوں میں اس کی بہترین امیدیں پوری کرے، عرض کرنا ہے، یہ امر کسی سے پوشیدہ نہیں کہ ہمارے سردار، آقا اور نبی ابوالقاسم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہر خوبی میں افضل الانبیاء والرسولین اور ملائکہ مقربین اور خدا کے نیک بندوں اور تمام مخلوق سے انفرادی اور اجتماعی لحاظ سے بہتر ہیں، یعنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے ہر فرد سے انفرادی طور پر اور ان تمام سے اجتماعی طور پر افضل ہیں۔ بایں معنی کہ اگر ان تمام لوگوں کے فضائل، خرازوں کے ایک پڑے میں رکھے جائیں، اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل دوسرے پڑے میں، تو آپ کے فضائل کا پلڑا بھاری ہوگا۔ اور کیا خوب ہے جو میں نے اپنے دوسرے قصیدے کی ابتدا میں کہا جو ان سات قصائد میں سے ایک ہے، جو میں نے اپنی کتاب افضل الصلوات علی سید السادات کے آخر میں درج کیے ہیں۔ اور جو مندرجہ ذیل اسلوب میں سب کی سب بہ اندازِ محسوس ہیں :-

سَيِّدُ الرَّسُلِ قَدْرُهُ مَعْلُومٌ	اَيْنَ مِنْهُ الْمَيْحُ اَيْنَ الْكَلِيمِ
آپ پیروں کے سردار ہیں اور آپ کا مقام لوگوں کو معلوم ہے	مسیح اور کلیم کا ان سے کیا مقابلہ ہے
اَيْنَ نُوحٌ وَاَيْنَ اِبْرَاهِيمَ	كَلِمَتُهُمْ عَنْ مَقَامِهِ مَقْطُومٌ
کہاں نوح اور کہاں ابراہیم	یہ سب لوگ آپ کے مقام تک پہنچنے سے قاصر ہیں
فَعَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ	
آپ پر صلوات و سلام ہو	

اَيْنَ جِبْرِيْلُ اَيْنَ اسْرَافِيْلُ	اَيْنَ مِيكَالُ اَيْنَ عِزْرَافِيْلُ
کہاں جبریل کہاں اسرافیل	کہاں میکائیل اور کہاں عزرائیل
فَعَلَيْهِمْ طَرَا لَهُ التَّفْضِيْلُ	وَبِمِعْرَاجِهِ ذَلِيْلُ قَتَوِيْمِ
ان سب پر آپ کو فضیلت حاصل ہے	اور آپ کا معراج اس کی مضبوط دلیل ہے



فَعَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ

آپ پر صلوٰۃ و سلام ہو

أَيْنَ كُلِّ الْعَوَالِمِ الْعُلُوِّيَّةِ      أَيْنَ كُلِّ الْعَوَالِمِ السُّفَلِيَّةِ

کہاں ہیں تمام آسمانی دنیا میں      اور کہاں ہیں پھلی دنیا میں

أَيْنَ كُلِّ الْوَدَىٰ بِكُلِّ مَرْيَةٍ      إِنَّمَا فَوْقَهُ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ

نیز کہاں ہیں تمام اہل عالم اپنی تمام خوبیوں سمیت      آپ بلند تر تو صرف خدا کے اعلیٰ و برتر ہے

فَعَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ

آپ پر صلوٰۃ و سلام ہو

جب تمہیں یہ بات معلوم ہو گئی ہے تو تمہیں یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ حضور اکرم

کی خوبیوں اور فضائل کا مکمل علم (خواہ آپ کے بغیر تمام لوگ اکٹھے ہو جائیں) حاصل کرنے کی کوئی صورت نہیں۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت اور فضائل کا علم خدا کے علاوہ اور کسی کو نہیں ہو سکتا۔ اور ماہر علمائے آپ کے طوفانی سمندروں کی موجوں میں ہمیشہ غوطہ زن رہے ہیں، اور ان کی تہ سے تابدار موتی اور عجیب و غریب جواہر نکال لائے ہیں۔ ان میں سے بعض وہ لوگ ہیں جنہوں نے ایسے ہار پر وئے، جو زمانے کی گردن کی زینت ہیں۔ اور بعض وہ لوگ ہیں جنہوں نے فرش زمین پر وہ موتی بکھیر دیئے، اور اہل معرفت و ایمان نے تھولیاں بھر لیں۔ انہوں نے کتابیں اور دیوان مدون کیے، اور ہر سچے اور دیانت دار آدمی سے روایات اکٹھی کیں بعض نے اختصار سے کام لیا اور خوب کیا، بعض نے اطناب سے کام لیا، اور لوگوں کو اس سے مسرت ہوئی اور فائدہ اٹھایا بعض نے میانہ روی اختیار کی اور ان کا مسلک اعتدال کی خوبی کو اپناتا تھا مختصر نوٹیوں میں سے ایک امام فاضل قاضی عیاض ہیں۔ اس کے ثبوت میں ان کی کتاب الشفا کافی ہے جو

دنیا بھر میں مشہور ہے اور جس کی مقبولیت پر سب متفق ہیں۔ مطلوبین میں سے  
 امام ہمام حسن بن عبدالرحمان الانصاری ہیں۔ میں نے ان کی کتاب نہیں دیکھی لیکن  
 نفع الطیب کے آخر میں، میں نے وہ عبارت دربارہ اوصاف نبوی لکھی دیکھی،  
 جسے میں نے منہی السؤل فی مدح الرسول کی پچیسویں جلد سے (جسے علامہ حسن بن  
 عبدالرحمان بن عبدالرحیم بن عذرة المغربی الانصاری نے تالیف کیا تھا) نقل کیا۔  
 اعتدال پسندوں میں سے امام علامہ شیخ شہاب الدین احمد قسطلانی ہیں، جنہوں  
 نے ایک کتاب المواہب اللدنیہ بالمنح المحمدیہ تصنیف کی جو دو ضخیم جلدوں میں ہے  
 جنہیں شتر سوار اپنے اپنے ملکوں کو لے اڑے۔ اور اس کتاب سے جامع تر و  
 نافع تر کسی کتاب کا نام نہیں سنا گیا۔ ہاں مگر اس کتاب کے مولف نے (اس پر  
 خدا کی رحمت ہو اور ہمیں اس کتاب سے انتفاع کا موقعہ دے) اس میں زیادہ تر  
 اصول و دلائل، فروعی مسائل، مذہبی نزاع اور اختلافی مسائل کو شامل کیا ہے۔ اور  
 اسے ایسے قیمتی مکتوبوں سے، جو دور دراز کے مقامات سے ملتے تھے، اور ان لذیذ  
 میووں سے جو بے وقت پیدا ہوئے تھے، سجایا ہے۔ چنانچہ مصنف رحمہ اللہ نے  
 مقصد مغتہم کی تیسری فصل میں جہاں وہ اہل بیت رضوان اللہ علیہم کا ذکر کرتا ہے اس  
 کی تصریح کرتا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں، کہ میں نے تفصیل سے کام لیا۔ اور مجھے اس امر  
 پر اس واقعہ نے امام حسن کو حضرت صدیق اکبر نے اٹھا کر حضور سرور کائنات صلی اللہ  
 علیہ وسلم کے کندھے پر رکھا، اس اظناب پر اکسایا۔ پھر چند سطور کے بعد وہ لکھتے  
 ہیں، کہ اس کتاب میں مجھے اکثر و بیشتر یہی صورت پیش آئی لیکن یہ عمدہ فوائد سے خالی  
 نہیں، بایں عمدہ مجموعہ کثیر معلومات پر مشتمل ہے، اور اس کا حجم بہت زیادہ ہے۔  
 چنانچہ اہل علم کے نزدیک اس کتاب کا حصول مشکل ہو گیا، اور اس کا فائدہ  
 کم ہو گیا۔

المقصد الاول میں اس احترام کا ذکر ہے، جو خدا  
ترتیب مضامین کتاب نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اول میں نبوت  
دے کر عطا کیا، نیز آپ کے پاکیزہ نسب، دورانِ حمل کی علامات، ولادت، رضاعت،  
ترتیب، بعثت، ہجرت، مغزوات، سرایا، شکرکشی، سیرت وغیرہ بیان کی جو ترتیب اور  
پیدائش سے وفات تک کے عرصے پر مشتمل ہے۔

المقصد الثانی میں آپ کے مقدس ناموں، آپ کی پاکیزہ اولاد، ازواج مطہرات  
بچاؤں، بچو بھویوں، رضاعی بہنوں، دادیوں، خدام، غلاموں، حفاظت کرنے والے  
چوکیداروں، کاتبوں اور بادشاہانِ عالم کو خطوط، مؤذنون، حضور کے خطیبوں، صدی خزانوں،  
شاعروں، آلاتِ حرب، سواروں اور فوج کا ذکر ہے۔ یہ باب دس فصلوں پر مشتمل ہے۔

المقصد الثالث میں ان فضائل کا ذکر ہے، جو خدا نے تعالیٰ نے آپ کو کمالِ خلقت  
جمالِ صورت، اخلاقِ پسندیدہ، اوصافِ عالیہ کے رنگ میں عطا کیں۔ اس باب میں  
آپ کے تمام اخلاقِ شریفہ کا ذکر ہے اور دس فصلیں ہیں۔

المقصد الرابع میں آپ کے ان معجزات کا ذکر ہے، جو آپ کی نبوت کے ثبوت  
اور صداقت پر دلالت کرتے ہیں اور ان خصوصی علامات اور عجیب و غریب کمالات  
کا بھی ذکر ہے، جو آپ سے مخصوص تھیں اور اس میں دو فصلیں ہیں۔

المقصد الخامس میں آپ کی تخصیص بالمعراج والا سرا کا ذکر ہے، نیز جنابِ باری  
میں آپ کے اس اعزاز کا ذکر ہے، جو آپ کو خدا کے حضور میں شرفِ تکلم اور مشاہدہِ غیبی  
کی وجہ سے حاصل ہوا۔

المقصد السادس میں آپ کی اس عظیم قدر اور رفیع ذکر کا بیان ہے، جو قرآن  
کی آیات میں بیان ہوا ہے۔ نیز آپ کی نبوت کی صداقت پر خدا نے تعالیٰ کی قسموں،  
آپ کے منصب کی بلندی، آپ کی پیروی کے وجوب، سنت کے اتباع، اور عام انبیا

اور معانی کے سورج بادلوں کے نیچے سے نکل آئے ہیں جنورا کرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے فضائل اور حالات اس خلاصے میں جمع کر دیئے ہیں، جو اس حجم کی کتاب میں کہیں نہیں ملے۔ اور اسے برآسانی سمجھنے اور فائدہ حاصل کرنے میں عوام، علماء اور طلباء شریک ہو گئے ہیں۔ میں اللہ تعالیٰ سے جو عرشِ عظیم کا مالک ہے، درخواست کرتا ہوں کہ وہ اسے اپنی محبت اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا وسیلہ بنائے، اور وہ مجھے اور مسلمانوں کو اس سے اسی طرح نفع حاصل کرنے کا موقعہ دے جیسا کہ اصل کتاب سے انتفاع کا موقعہ دیا تھا۔ اور وہ میری اس کوشش کو قبول فرمائے، اور میری تقصیرات کو معاف کر دے، وہ مجھے کافی ہے اور بہترین وسیلہ ہے۔ مگر بایں ہمہ اصل کتاب المواہب اللدنیہ سے استغنا ممکن نہیں اگرچہ میں نے خلاصے میں اصل کتاب سے بڑھ کر مختلف علوم دینیہ کو جمع کر دیا ہے۔ چنانچہ علمائے عظام میں سے کوئی بھی اس سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ ان کا تو کیا ذکر جو ان سے کمتر درجے کے ہیں، میں نے اس خلاصے میں تمام ذرائع سے اجازت لے کر روایات بیان کی ہیں۔ ان میں میرے استاد علامہ امام الشیخ ابراہیم سقا مصری کا طریقہ بھی ہے، جس نے مختلف شیوخ سے جن میں شیخ ثعلیب بھی شامل ہے جو اپنے شیخ احمد الملقوی اور احمد الجواہری سے اور وہ ذوال عبد اللہ بن سالم البصری سے اور وہ شیخ منصور الطوفی سے اور وہ شیخ سلطان المزاجی سے وہ شیخ نور الدین زیادوی اور وہ قطب الوجود ابو الحسن البکری سے روایت کرتا ہے، جو کتاب کے مؤلف شیخ شہاب الدین القسطلانی سے راوی ہے، یہ سب لوگ شافعی علمائے عظام ہیں، اور ما سوائے عبد اللہ بن سالم کے سب کے سب مصری ہیں۔ ان پر خدا کی رحمت ہو اور ہمیں ان سے فائدہ اٹھانے کا موقعہ دے۔ اور میں نے اس خلاصے کی ترتیب اصل کے مطابق رکھی ہے جو دس مقاصد پر مشتمل ہے۔

**مختصر** :- باوجودیکہ جلیل القدر علماء میں یہ کتاب کثرت سے متداول ضرورت اس کے معنی اور اس کے اختصار کی ضرورت خاص و عام کے فائدے کے پیش نظر واضح ہو گئی تھی۔ میری نظر سے کوئی مختصر نسخہ نہیں گزرا اور نہ میں نے اس کے بارے میں کسی سے سنا۔ حالانکہ میں نے بے شمار کتابوں کے نام سن رکھے تھے۔ ہاں جب میں نے اس کا خلاصہ کرنا شروع کیا تو میں نے علامہ شیخ احمد الوارثی کے ذکر میں پڑھا، کہ اس نے اس کا خلاصہ شروع کیا تھا لیکن وہ اس کی تکمیل سے پہلے فوت ہو گیا۔ بہر حال خدا نے مجھے اس کی توفیق عطا کی، چنانچہ میں نے غیر ضروری مباحث کو حذف کر دیا۔ مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات و فوائد سے پورا پورا انصاف کیا۔ میں نے اس کے اختصار میں عرق نکال کر رکھ دیا۔ اور اس کی صیقل شدہ تلوار کو نیا مہ سے نکال لیا۔ نیز اس کے خوبصورت چہرے سے نقاب الٹ دی۔ اور اس کے بدر منیر سے یاد دل کا پردہ اٹھا دیا۔ چنانچہ اس بنا پر کہ اس میں حسن کی تمام خوبیاں موجود تھیں، اور سب اسباب جمع تھے، یہ خلاصہ کافی و شافی ثابت ہوا۔ مجھ کو کتاب کا حجم مع معلومات ضروریہ نصبت رہ گیا۔ نیز کتاب سہل الحصول اور عام فہم ہو گئی۔ کیونکہ میں نے مختلف معلومات اس میں جمع کر دیں۔ اور اسے ایسی صورت میں مرتب کیا کہ کسی مومن کو بھی اس سے بے خبر رہنے کی کوئی معقول وجہ نہیں رہی۔ بایں ہمہ میں نے گوشش کی، کہ علامہ موصوف کی تحریر کو تا بعد امکان نہ بدلا جائے، بسا اوقات میں نے تھوڑی بہت تعویم و تاخیر اور تکمیل و تبدیل سے بھی کام لیا۔ اور بعض اوقات اس کے شائع کی کسی تشریح یا نہایت ابن الاثیر سے کسی تفسیر کا اضافہ کیا۔ اور جن مشکل الفاظ کو بلا تشریح چھوڑ دیا تھا، ان کے معانی بیان کیے۔ جب یہ خلاصہ تیار ہو گیا اور کرنی چکنے لگیں تو میں نے اس کا نام "الانوار المجدیہ من المواہب اللدنیہ" رکھا (اے قاری) تم اس خلاصے کو لے لو، چونکہ اصل کتاب نہایت عمدہ ہے، اس لیے خلاصہ بھی عمدہ ہے

سے اس بات کا میثاق کہ اگر انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا، تو وہ آپ کی امداد کریں گے، اور نیز اوہان سابقہ کی کتب تورات اور انجیل میں آپ کی نبوت کا ذکر ہے۔ اس میں دس فصلیں ہیں۔

المقصد السابع میں آپ کی محبت کا وجوب، سنت کا اتباع اور آپ کی ہدایت کی پیروی کرنا۔ نیز آپ کی اولاد اور اصحاب سے محبت کرنا اور آپ پر صلوة و سلام کا ذکر ہے، اور اس میں تین فصلیں ہیں۔

المقصد الثامن میں مریضوں اور بیماروں کے لیے آپ کی طب، خواہوں کی تعبیر اور غیب کی باتوں کا ذکر ہے اور اس میں تین فصلیں ہیں۔

المقصد التاسع میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادات کے دلچسپ حقائق بیان ہوئے ہیں۔

المقصد العاشر میں خدا کی ان نعمتوں کا ذکر ہے، جو آپ کی وفات کی صورت میں اور نیز آپ کے وصال سے آپ کو عطا کی گئیں۔ اسی طرح حضور کے مقدس روضے اور مبارک مسجد کی زیارت، اور آخرت میں اعلیٰ فضائل اور تمام انبیا کے سامنے قرب خداوندی کی خصوصیت اور نیز اولین و آخرین کے مجمعے میں شفاعت عظمیٰ اور مقام محمود کی تخصیص اور جنت میں اعلیٰ درجات پر فائز ہونے کا ذکر ہے۔

## المقصد الاول

معلوم ہونا چاہیے، جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنے کا ارادہ کیا، تو اس نے اپنے انوار سے حقیقتِ محمدیہ کو پیدا کیا، پھر اس سے علوی اور سفلی دنیا میں پیدا کیں بعدہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اعلان فرمایا، اور حضرت آدم حسب فرمودہ رسول کریم روح اور جسم کی درمیانی حالت میں تھے، اس کے بعد حضور اکرم کی حقیقت سے روتوں کے چستے بھوٹ پڑے۔ اس لحاظ سے آپ نام اجناسِ خلق سے بہتر جنس ہیں اور تمام مخلوقات کے جدِ اعلیٰ ہیں۔ جب وہ زمانہ جس میں حضور اکرم کا نام مخفی چلا آ رہا تھا، آپ کے جسم کے وقوع پذیر ہونے اور اس سے ارتباطِ روح تک آپ بچھا، تو زمانے کی حکومت ظاہری نام کو منتقل کر دی گئی، اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جسم و روح لیے مکمل طور پر ظاہر ہوئے۔ حضور اکرم سے صحیح مسلم میں روایت ہے کہ خدا نے زمین و آسمان کی پیدائش سے پچاس ہزار سال پیشہ مخلوقات کی تقدیریں لکھ دیں اور اس وقت اس کا سرش پانی پر تھا اور جو کچھ اس نے ام الکتاب (ذکر) میں تحریر فرمایا۔ وہ یہ تھا کہ خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ عریاض بن ساریہ، حضور اکرم سے راوی ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں اس وقت بھی خاتم النبیین تھا جب کہ آدم ابھی تک کچھڑ میں نفعِ روح سے پہلے لٹے ہوئے تھے۔ مسیرۃ النبی راوی ہیں، میں نے دریافت کیا، یا رسول اللہ! آپ کو کب نبوت عطا ہوئی، فرمایا، جب آدم روح اور جسم کے درمیان تھا۔ بسیل بن صالح الہمدانی سے روایت ہے، کہ میں نے ابو جعفر محمد بن علی سے پوچھا کہ

حضور اکرم، انبیاء کے سرور کیسے بن گئے، حالانکہ وہ سب سے بعد میں آئے ہیں۔ فرمایا، جب خدا نے بنی آدم کی پشتوں میں سے اس کی اولاد کو ظاہر کر کے اَلنَّاسُ بِرَبِّكُمْ کے جواب میں شہادت طلب کی تو سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا، بنی! اسی بنا پر وہ سب سے آخر میں آکر بھی انبیاء کے سرور قرار پائے۔ شیخ نعمی الدین السبکی راوی ہیں، بلاشبہ یہ روایت ہے، کہ خدا نے روتوں کو جسموں سے پہلے پیدا کیا اس لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے (كُنْتُ نَبِيًّا) مراد آپ کی مقدس روح یا حقیقت ہے۔ اور ہماری عقلیں حقائق کو سمجھنے سے قاصر ہیں، انہیں صرف خدا جان سکتا ہے، یا وہ شخص جسے خدائی نور کی امداد میر ہو پس حقیقتِ محمدیہ کا مطلب یہ ہے کہ خدا نے آپ کو پیشتر از خلق آدم وصفِ نبوت سے سرفراز فرمایا۔ جب آپ کی تخلیق ہوئی تو آپ اس وصف کے لیے تیار کھڑے تھے۔ چنانچہ اسی وقت یہ خلعت آپ کو پہنا دیا گیا۔ آپ پیغمبر ہو گئے اور آپ کا نام عرش پر لکھ دیا گیا اور آپ کی رسالت کا اعلان فرما دیا گیا تاکہ ملائکہ اور باقی مخلوق کو، اللہ کے دربار میں آپ کی قدر و منزلت کا پتہ چل جائے۔ اس بنا پر حقیقتِ محمدیہ اس وقت سے موجود ہے، اگرچہ آپ کا جسم مبارک بعد میں پیدا ہوا۔ شعبی راوی ہیں، ایک شخص نے دریافت کیا، یا رسول اللہ! آپ کو نبوت کب ملی؟ فرمایا، جب مجھ سے میثاق لیا گیا۔ تو آدم علیہ السلام ابھی تک روح اور جسم کے درمیان تھے، چنانچہ آپ تخلیق میں اول اور بخت میں آخر الانبیاء میں بعض علما کا قول ہے، کہ نفع روح سے پیشتر، آپ کو بالخصوص آدم کی پشت سے نکالا گیا۔ کیونکہ نوع انسانی کی تخلیق سے مقصود آپ ہی کی ذات تھی۔ آپ ہی انسانیت کی آئینہ، اس کا جوہر اور مرکزی نقطہ ہیں۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ خدا نے آدم اور ان کے بعد جس پیغمبر کو بھی بھیجا، اس سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں



یہ عہد لیا کہ اگر آپ کی بعثت اس کی زندگی میں ہوئی تو وہ آپ پر ایمان لائے گا  
 آپ کی مدد کرے گا، اور اپنی قوم سے بھی اس امر کا وعدہ لے گا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ  
 نے بھی یہ روایت بیان کی ہے۔ نیز یہ مذکور ہے، کہ جب خدا نے ہمارے پیغمبر علیہ السلام  
 و التسلیم کے نور کو پیدا کیا، تو اسے حتم دیا کہ باقی انبیاء علیہم السلام کے انوار پر ایک نظر ڈال  
 لے، چنانچہ وہ حیران رہ گئے اور پکار اٹھے، یا اللہ! یہ کس کا نور ہے جسے دیکھ کر ہم  
 جلا گئے ہیں، فرمایا یہ محمد بن عبد اللہ کا نور ہے۔ اگر تم آپ پر ایمان لے آؤ، تو میں تم  
 سب کو نبی بنا دوں گا۔ کہنے لگے، ہم آپ پر اور آپ کی نبوت پر ایمان لاتے ہیں  
 فرمایا، میں اس کا گواہ ہوں، کہنے لگے یا اللہ! چنانچہ یہ ہے وہ شہادت جو مندرجہ  
 ذیل میں مذکور ہے: وَإِذَا أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ  
 وَحِكْمَةٍ، تَتَوَجَّأُونَ لَكُمْ رَسُولٌ مُؤْتَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَ  
 لَتَنْصُرُنَّهُ مَا وَآتَا مَعَكُمْ مِنَ الشَّاهِدِينَ۔ عمران ۸۱

شیخ تقی الدین اسکی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ حضور اکرم کی نبوت اور  
 عظمت شان بالکل واضح ہے، مزید برآں اس آیت میں یہ بھی مذکور ہے کہ اگر آپ  
 ان انبیاء کے عہد میں ظہور فرماتے، تو گویا آپ ان کے لیے مبعوث ہوتے اور یوں آپ  
 کی نبوت اور رسالت حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک عامۃ المخلوق  
 کے لیے قرار پاتی، اور تمام انبیاء اپنی امتوں سمیت آپ کی امت میں شمار ہوتے۔  
 اور حضور پروردگار کائنات علیہ السلام و التسلیم کا یہ قول کہ میں تمام انسانوں کی طرف مبعوث  
 ہوا ہوں۔ ان لوگوں سے جو آپ کے زمانے سے قیامت تک پیدا ہوں گے مخصوص  
 نہیں ہوگا، بلکہ اس سے پیشتر کے زمانے پر بھی حاوی ہوگا اس سے حضور نبی کریم علیہ السلام  
 و التسلیم کے اس قول کی رکنت نبیاً و آدم بین الرُّوحِ وَالْجَنِّ وَصَاحِبِ  
 جاتی ہے۔ اس بنا پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کا ثبوت یہ ہے، کہ قیامت کے

دن تمام انبیا آپ کے جھنڈے تلے ہوں گے، اور اسی طرح دنیا میں آپ نے معراج کی راست کو انبیا کی امامت کی۔ اگر حضرات آدم، نوح، ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کے عہد میں حضور کی بعثت متحقق ہوتی، تو انبیا اور ان کی امتوں پر فرض ہوتا، کہ وہ آپ پر ایمان لائیں اور آپ کی امداد کریں۔ کیونکہ خدا نے اسی بات کا ان سے عہد لیا تھا۔

حضرت کعب الاحبار راوی ہیں، کہ جب اللہ نے رسول اکرم کو پیدا کرنے کا ارادہ کیا۔ تو جبریل کو حکم دیا، کہ دنیا سے وہ مٹی اٹھالائے، جسے زمین کا دل، اس کی رونق اور اس کا نور کہنا چاہیے، پس جبریل جنت اور ملائے اعلیٰ کے فرشتوں کی معیت میں زمین پر اترے، اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک کے مقام سے مٹی کی مٹھی اٹھائی، جو سفید اور چمکیلی تھی۔ اور نہر نسیم کے رواں پانی سے گوندھا۔ جو سفید موتی کی طرح بن گئی جس سے زبردست شعاع نکل رہی تھی۔ پھر فرشتوں نے اس مٹی کو لے کر عرش اور کرسی کا طواف کیا، اور نیز اسے یسے آسمانوں، زمین، پہاڑوں اور سمندوں میں گھومے، چنانچہ تمام فرشتوں اور ساری مخلوق کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اوصاف کا علم ہو گیا، قبل اس کے آدم علیہ السلام کو اس کا پتہ چلتا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ راوی ہیں، کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مٹی مکے میں زمین کے مرکز سے اٹھائی گئی اور کعبے کے مقام پر زمین کو کھودا گیا۔ یوں آپ کائنات کی اصل اور کائنات آپ کی فرع قرار پائی۔ عوارف المعارف کے مصنف راوی ہیں کہ جب پانی سے طوفانی حالت میں لہریں اٹھیں، تو اس نے جھاگ کو مختلف اطراف میں پھینک دیا۔ چنانچہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا جوہر اس مقام پر گرا، جہاں مدینے میں آپ کا روضہ مبارک واقع ہے، اور آپ مکی مدنی کہلائے۔ نیز یہ روایت بیان کی جاتی ہے، جب خدا نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا، تو خدا نے انہیں الہام کیا۔ چنانچہ انہوں نے پوچھا، کہ اسے خدا تو نے مجھے ابو محمد کی کنیت سے کیوں یاد

فرمایا۔ کہا، آدم! سر او پر اٹھاؤ۔ انہوں نے سر اٹھایا، تو نور محمدی کو عرش کے پردوں میں چمکتا دیکھا، پوچھا، یہ نور کس کا ہے، فرمایا، یہ تمہاری اولاد میں سے ایک نبی کا نور ہے، کہ آسمانوں میں جن کا نام احمد اور زمین پر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے۔ اگر وہ نہ ہوتا، تو میں نہ تجھے پیدا کرتا، اور نہ آسمانوں کو اور نہ زمین کو۔

عبدالرزاق نے جابر بن عبد اللہ سے روایت کی، وہ کہتے ہیں، میں نے پوچھا یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر خدا ہوں، مجھے یہ بتائیے، کہ خدا نے تمام اشیائے عالم سے پہلے کس چیز کو پیدا کیا، فرمایا، اسے جابر! خدا نے تمام اشیاء سے پہلے اپنے نور سے تیرے نبی کے نور کو پیدا کیا، پھر یہ نور حسب منشاۓ قدرت ادر ادر گھومتا رہا، اس وقت نہ لوح محقی نہ قلم، نہ جنت نہ جہنم، نہ فرشتے نہ آسمان نہ زمین نہ سورج نہ چاند، نہ جن نہ انسان۔ جب خدا نے کائنات کو پیدا کرنا چاہا، تو اس سے اس نور کو چار حصوں میں بانٹ دیا۔ پھر قسم اول سے لوح، دوسرے سے قلم اور تیسرے سے عرش پیدا کیا۔ بعدہ چوتھے جزو کو پھر چار حصوں میں تقسیم کر دیا، حصہ اول سے عرش کو اٹھانے والے فرشتے، دوسرے سے کرسی اور تیسرے سے باقی فرشتے بنائے، پھر چوتھے حصے کو چار اجزا میں بانٹا۔ پہلے جزو سے آسمان، دوسرے سے زمینیں، تیسرے سے جنت اور جہنم پیدا کیے۔ پھر چوتھے جزو کو چار ٹکڑوں میں تقسیم کیا۔ پہلے ٹکڑے سے موزوں کی آنکھوں کا نور، دوسرے سے دلوں کا نور جس سے مراد معرفت الہی ہے اور تیسرے سے نور محبت جسے توحید (لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ) کنا چاہیے، بنائی۔ حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہ اپنے والد سے راوی ہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ آدم علیہ السلام کی پیدائش سے چودہ ہزار سال پیشتر میرا نور خدا کے حضور میں موجود تھا۔ روایت میں ہے، کہ جب خدا نے حضرت آدم علیہ السلام کو بنایا تو میرے نور کو ان کی پشت میں ڈال دیا۔ چنانچہ یہ نور ان کی پیشانی میں یوں چمکا، کہ تمام انوار

پر چھپا جاتا۔ پھر خدا نے اسے تختِ سلطنت پر بٹھایا، اور فرشتوں کے کندھوں پر رکھ کر حکم دیا کہ اسے آسمانوں میں گھمائیں، تاکہ وہ فرشتوں کی دنیا کے عجائبات کا مشاہدہ کرے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ خدا نے حضرت آدم کو بروز جمعہ بعد از زوالِ عصر کے وقت پیدا کیا، پھر ان کی بائیں پل سے سوتے وقت ان کی بیوی حضرت حوا کو نکالا، جب وہ بیدار ہوئے، بیوی کو دیکھا، تو دل میں سکون پیدا ہوا، اور ادھر ہاتھ بڑھایا۔ اس پر فرشتے بول اٹھے، آدم ذرا دم لو، کہا کیوں! خدا نے اسے میرے ہی لیے بنایا ہے، فرشتوں نے کہا، ٹھیک ہے، پہلے مہراوا کرو، پوچھا، کیا ہے اس کا مہر! انہوں نے کہا، حضرت محمد رسول اللہ پر تین دفعہ درود پڑھو، ایک روایت میں ہے بیس دفعہ۔ روایت ہے، کہ جب حضرت آدم جنت سے نکلے تو انہوں نے عرش کے بلند پایوں پر اور نیز جنت میں ہر مقام پر حضرت محمد کے نام کو خدا کے نام کے ساتھ لکھا دیکھا۔ پوچھا اسے خدا! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کون ہیں؟ فرمایا، یہ تمہاری اولاد میں سے ہیں، اگر وہ نہ ہوتے، تو ہم تمہیں بھی پیدا نہ کرتے۔ عرض کیا، اسے خدا، اس فرزند کے صدقے میں مجھ پر رحم فرما۔ ندا آئی، اسے آدم! اگر تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر آسمانوں اور زمین کی شفاعت بھی کرتے، ہم مان لیتے۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ راوی ہیں۔ کہ جب حضرت آدم سے خطا سرزد ہوئی۔ تو کہا، اے اللہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر درخواست گزار ہوں، اور تو معاف نہیں کر رہا۔ خدا نے پوچھا، آدم تجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کیسے پتہ چل گیا، حالانکہ وہ پیدا ہی نہیں ہوا۔ جواب دیا اے خدا جب تو نے مجھے پیدا کیا، اور اپنی روح پھونکی۔ میں نے سراٹھایا تو عرش کے پایوں پر کلمہ طیبہ کو لکھا دیکھا، تو مجھے معلوم ہو گیا، کہ تو اپنے نام کے ساتھ اسی شخص کو جوڑے گا، جو تجھے تمام دنیا سے محبوب تر ہو گا۔ کہا، آدم! تو نے درست کہا، اور چونکہ تو نے اس کے صدقے میں معافی مانگ لی ہے، میں تجھے معاف کرتا ہوں۔ اگر

محمد صلی اللہ علیہ وسلم آتے ہوتے تو میں تجھے بھی پیدا نہ کرتا۔ وہ تیری اولاد میں سے  
 آخری نبی ہوں گے۔ حضرت سلمان کی حدیث میں مذکور ہے، کہ جبریل حضور اکرم کے  
 پاس پیغام لائے، کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اگر میں نے ابراہیم کو خلیل بنایا ہے تو آپ  
 کو حبیب بنانا ہوں، اور تمام مخلوق میں آپ سے عزیز تر اور کوئی نہیں، میں نے دنیا  
 اور اہل دنیا کو اس لیے پیدا کیا ہے تاکہ میں انہیں آپ کی شان و شوکت سے آگاہ  
 کروں۔ اگر آپ نہ ہوتے تو میں دنیا کو کیوں بناتا۔

جناب تو نے حضرت آدم سے بیس باریوں میں چالیس بچے جنے۔ اور ایک  
 بار بہ انتقام رسول اکرم صرف ایک بچہ جنا، اور یوں آپ کا نور حضرت آدم علیہ السلام  
 سے حضرت عیث علیہ السلام کو منتقل ہوا جنہیں حضرت آدم نے وفات سے پہلے اپنی  
 اولاد کا وصی مقرر کیا، حضرت عیث نے اپنے بیٹے کو حضرت آدم کی وصیت بتائی۔  
 کہ وہ اس نور کو صورت پاکیزہ عورت کے رحم میں منتقل کرے۔ اسی طرح یہ وصیت نسل  
 بعد نسل منتقل ہوتی چلی آئی، یہاں تک کہ خدا نے اس نور کو بنایا عبد المطلب اور  
 ان کے صاحبزادے حضرت عبد اللہ تک پہنچا دیا۔ اور اس نسب شریف کو جاہلیت کی  
 گندگی سے بچا لیا جیسا کہ صاحب بولاک صلی اللہ علیہ وسلم سے قابل اعتماد روایات میں  
 مذکور ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نے فرمایا کہ میری  
 ولادت میں جاہلیت کی گندگی شامل نہیں، اور میری پیدائش نکاح اسلامی کے طفیل  
 ہوئی۔ مشام بن محمد انکلی نے اپنے والد سے روایت کی۔ کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم  
 کی پانسو داریوں کی فہرست تیار کی، چنانچہ ان میں نہ تو بدکاری کا نشان ملا اور نہ جاہلیت  
 کی کسی اور ناپسندیدہ حرکت کا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے، حضور نبی کریم  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ میرے اجداد میں کہیں بھی برہمنوں کے زنا ملاپ نہیں ہوا چنانچہ  
 خدا تعالیٰ مجھے پاکیزہ پشتوں سے پاک و صاف رحموں میں منتقل کرتا چلا آیا جہاں بھی نسل

مختلف شاخوں میں مثبتی، میں بہتر شاخ میں ہوتا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ کی (برفتح فا) تلاوت فرمائی، پھر فرمایا، کہ میرے حسب نسب اور سسرال کے لوگ پاکیزہ ترین افراد ہیں، اور میرے اجداد میں آدم علیہ السلام تک بدکاری کا نام و نشان نہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بزبان جبرائیل بیان فرمایا کہ میں زمین کے مشرق و مغرب میں گھوما، مگر کسی انسان کو بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور کسی خاندان کو بنو ہاشم سے بہتر نہیں پایا۔

صحیح بخاری میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں مذکور ہے، حضور نے فرمایا، کہ ہر زمانے میں میری بعثت کا تعلق بنی آدم کے بہترین زمانے سے رہا۔ یہاں تک کہ وہ زمانہ آگیا، جس میں میری بعثت ہوئی۔ واخلاقہ بن الاسقع سے صحیح مسلم میں روایت ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، خدا نے حضرت اسماعیل کی اولاد سے کنانہ کو، اور کنانہ سے قریش کو، اور قریش سے بنو ہاشم اور بنو ہاشم سے مجھے چنا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم نے فرمایا۔ اللہ نے بندوں کو پیدا کیا، اور مجھے ان کے بہترین ذرے میں نجیب الطرفین بنایا، پھر اس نے قبائل کا انتخاب کیا، اور مجھے ان کے بہترین خاندان میں پیدا کیا۔ پس میں انفرادی طور پر نیز خاندانی لحاظ سے ان میں سے روحاً و ذاتاً اور نسباً بہتر ہوں۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ خدا نے اپنی مخلوق میں سے بنی آدم کو چنا۔ ان میں سے عربوں کو اور عربوں میں سے مجھے انتخاب کیا۔ پس میں منتخب لوگوں میں بہترین آدمی چلا آ رہا ہوں، یاد رکھو جس نے عربوں کو اچھا سمجھا اس نے مجھ سے محبت کی وجہ سے ان سے محبت کی۔ اور جس نے انہیں بُرا جانا، اس نے مجھ سے بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھا۔ تمہیں

معلوم ہونا چاہیے، کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین سے کوئی بھائی یا بہن یہ سلسلہ ولادت آپ کا شریک نہیں۔ تاکہ ان کی پاکیزگی آپ کی ذات میں اختتام پذیر اور ان کا سلسلہ نسب آپ کی ذات پر بند ہو جائے۔ تاکہ آپ اس سلسلے میں مخصوص ہوں۔ جسے خدا نے نبوت کی غایت اور تمام عظمتوں کی انتہا بنایا تھا۔ جب تمہیں آپ کے نسب اور مقدس ولادت کی حالت کا علم ہو چکا ہے، تو تمہیں یقین ہو گیا ہوگا، کہ آپ معزز بندگوں کا جوہر ہیں، اور آپ نبی عربی، ابطی، خزئی، ہاشمی، قرشی، بنو ہاشم کا خلاصہ اور بہترین عرب خاندانوں کا پسندیدہ انتخاب، نسب میں سب سے عمدہ، حسب میں سب سے اعلیٰ، جن کی لکڑی تروتازہ اور جن کے سردار بلند بالا ہیں جن کی جڑیں پاکیزہ اور جس کی اصل معزز ہے، جن کی زبان فصیح، جن کا بیان واضح، جن کے ترازو کا پلڑا بھکا ہوا، جن کا ایمان درست، جن کے افراد معزز اور جن کا خاندان از جانب ماورد پدر مکرم ہے، اور جو اللہ کی پسندیدہ بستیوں کے رہنے والے ہیں۔

آپ ہمارے آقا اور سردار محمد بن عبد اللہ الذبیح بن عبد المطلب ہیں۔ جن کا نام شہداء بن ہاشم ہے، اور ان کا عمرو بن عبد مناف، ان کا نام مغیرہ بن قیس، ان کا نام محمد بن کلاب، ان کا نام حکیم بن مرہ بن کعب (جمعہ کے دن قریش ان کے پاس جمع ہوتے، وہ ان سے خطاب کرتے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے تذکرے کے بعد ان کو بتاتے، کہ ان کی اولاد سے ہوں گے، وہ انہیں حضور نبی کریم کے اجتماع اور آپ پر ایمان لانے کی تاکید کرتے، بن لوی بن غالب بن فہر (جن کا نام قریش تھا) بن مالک بن نضر (جن کا نام قیس تھا) بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس (روایت ہے، کہ ایام حج کے دوران میں انہیں اپنی پشت سے حضور اکرم کی لبیک کی آواز سنائی دیتی تھی) بن مضر بن نزار (روایت ہے، انہیں نزار اس لیے کہتے تھے، کہ جب وہ پیدا ہوئے، اور ان کے باپ نے فہر محمدی کو ان کی آنکھوں کے درمیان دیکھا

تو وہ بہت خوش ہوئے اور لوگوں کو دعوت کھلائی۔ بچنے لگے، کہ اس بچے کی عظمت کے پیش نظر یہ ضیافت بہت قلیل ہے چنانچہ ان کا نام نزار پڑ گیا، بن معد بن عدنان۔ ابن دحیہ راوی ہیں، کہ علماء کا اس بات پر اجماع ہے اور اجماع امت اس امر کی دلیل ہے، کہ حضور کا انتساب عدنان سے کیا گیا۔ اور سلسلہ نسب اس سے آگے نہیں بڑھا۔ ابن عباس سے روایت ہے، کہ جب بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے نسب کا ذکر کرتے، تو معد بن عدنان سے آگے نہ بڑھتے، رک جاتے اور فرماتے، کہ نسب دانوں نے دو تین بار تھوٹ بولا ہے۔ ابن عباس راوی ہیں کہ عدنان اور حضرت اسماعیل کے درمیان تیس پشتیں ہیں، جن کا کسی کو علم نہیں۔ کعب الاحبار سے روایت ہے کہ جب نور محمدی جناب عبدالمطلب تک پہنچا اور انہیں پتہ چل گیا، تو ایک دن وہ حجر میں سو گئے، جب جاگے، تو ان کی آنکھوں میں سرمہ تھا، اور بالوں میں تیل اور نہایت عمدہ کپڑوں میں ملبوس تھے، وہ حیران تھے، کہ یہ کس نے کیا۔ انہیں پکڑ کر قریش کے گاہنوں کے پاس لے گئے، انہوں نے مشورہ دیا، کہ ان کا نکاح کر دیا جائے۔ نکاح کر دیا گیا، ان سے خالص کستوری کی خوشبو آتی تھی، اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نودان کی پیشانی سے جہاں تھا چنانچہ جب کبھی سخت فخط پڑتا، تو قریش انہیں پکڑ کر جبل غبیر پہلے جاتے، ان کے ویسٹے سے خدا کے قریب ہونے کی سعی کرتے اور بارش کی دعا مانگتے۔ چنانچہ نور محمدی کی برکت سے بارش ہو جاتی اور وہ سیراب ہو جاتے۔

اصحابِ نبیل۔ جب یمن کا فرمانروا ابرہہ کہے کو گرانے کے لیے آیا اور قریش کو علم ہوا، تو حضرت عبدالمطلب نے ان سے کہا، کہ چونکہ اس گھر کا مالک اس کی حفاظت کرے گا، اس لیے اس کی رسائی وہاں تک نہیں ہو سکے گی۔ بعد ابرہہ قریش کے اونٹ اور بکریاں مالک کر لے گیا۔ ان میں حضرت



عبدالطلب کے چار سواونٹ بھی شامل تھے۔ حضرت عبدالطلب قریش کو لے کر سوار ہوئے، جب جبل تبیر پر پہنچے، تو رسول اکرم کا نود چاند کی طرح ان کی پیشانی پر چمک اٹھا، اور اس کی کرنیں کبے پر پڑنے لگیں۔ حضرت عبدالطلب نے یہ حالت دیکھی تو فرمایا، اے قریش! اب لوٹ چلو، کہ اس معاملے میں بس اتنا ہی کافی ہے کیونکہ مجھ سے اس نود کا ظہور اس امر کی دلیل ہے، کہ فسق ہماری ہوگی۔ پس وہ وہاں سے لوٹے اور بھگ گئے۔ پھر ابرہہ نے اپنا ایک قاصد بھیجا، جب وہ مکے میں داخل ہوا، اور حضرت عبدالطلب کے چہرے پر نگاہ ڈالی، تو ٹھہرا گیا، زبان رک گئی، اور غش کھا گیا، اور یوں ڈکارنے لگا، جس طرح بیل ذبح ہوتے وقت ڈکارتا ہے۔ جب ہوش میں آیا، تو حضرت عبدالطلب کے سامنے احتراماً جھک گیا، اور کہنے لگا، میں شہادت دیتا ہوں، کہ یقیناً آپ قریش کے سردار ہیں۔

یہ بھی مذکور ہے، کہ جب حضرت عبدالطلب ابرہہ سے ملنے گئے، تو ایک سفید عظیم الجثہ ہاتھی نے آپ کے چہرے پر نگاہ ڈالی، تو وہ یوں بیٹھ گیا، جیسے اوتھ بیٹھتا ہے، اور سر زمین پر رکھ دیا۔ پھر خدا نے اسے زبان عطا کی، کہنے لگا، اے عبدالطلب! اس نود پر جو آپ کی پشت میں ہے، سلام ہو۔ جب کبے کے گرانے کے لیے ابرہہ کا لشکر داخل ہوا، تو ہاتھی بیٹھ گیا۔ اور اسے اٹھانے کے لیے انہوں نے اس کے سر پر زبردست چوٹیں لگائیں۔ مگر اس نے اٹھنے سے انکار کر دیا۔ جب اس کا رخ یمن کی طرف موڑا گیا تو اٹھ کھڑا ہوا۔ پھر خدا نے سمندر سے ان پر ابابیل بھیجے۔ ہر جانور کے پاس مسور کے دانے کی طرح تین کٹریاں تھیں۔ ایک چپخ میں اور دو پنجوں میں، جسے بھی لگتی، وہ مر جاتا۔ چنانچہ وہ بھاگ کھڑے ہوئے، اور راستوں پر بکھرے پڑے تھے۔ ابرہہ پر ایک ایسی بیماری کا حملہ ہوا، کہ اس کی انگلیاں ایک ایک کر کے جھڑ گئیں، اور ان سے گندما مواد پیپ اور خون بہنے لگا گیا اور جب

مرا تو اس کا دل پھٹ چکا تھا۔ چنانچہ سورۃ العنیل (اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ) میں اسی واقعے کو بیان کیا گیا ہے۔ اور یہ قصہ ہمارے آقا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شرف اور ان کی نبوت کی اساس کا ثبوت ہے، اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم سے خدائی اعتنا کا جب عربوں کو علم ہوا، تو وہ کمزور پڑ گئے، اور انہیں یقین ہو گیا کہ وہ تمام باقی لوگوں سے خدائی حمایت اور ابرہہ کے شر کے ٹل جانے کی وجہ سے اشرف اور افضل ہیں۔ حالانکہ تمام عرب قبائل میں اس کا سامنا کرنے کی ہمت نہ تھی جب حضرت عبدالمطلب سے بلا ٹل گئی، اور ابرہہ ناکام و نامراد واپس ہوا، تو ایک دن وہ حجر میں سوئے ہوئے تھے، تو انہوں نے ایک عجیب و غریب خواب دیکھا۔ جادگے تو گھبرانے اور ڈرے ہوئے تھے۔ چنانچہ قریش کے کاہنوں سے اپنا خواب بیان کیا۔ انہوں نے کہا، کہ اگر تمہارا خواب سچا ہوا، تو تمہاری پشت سے ایک ایسا آدمی پیدا ہوگا جس پر زمین و آسمان کی ساری مخلوق ایمان لے آئے گی۔ اور وہ انسانوں میں ایک روشن علامت ہوگا۔ چنانچہ انہوں نے جناب فاطمہ سے شادی کر لی، جن سے حضرت عبد اللہ الذریع پیدا ہوئے جن کا واقعہ سب کو معلوم ہے۔

**حضرت عبد اللہ کی شادی :-** جب جناب عبد اللہ اپنے باپ کے ساتھ، ان سوادنٹوں کی قربانی کے بعد جو ایک

خواب کے سلسلے میں جناب عبدالمطلب نے دیکھا تھا، بطور فدیہ دیئے گئے تھے، واپس ہوئے، تو ایک کاہنہ یہودی عورت فاطمہ نامی کے پاس سے، جو ادیان سابقہ کی کتب سے واقف تھی، گزرے۔ چونکہ حضرت عبد اللہ قریش کے خوبصورت ترین آدمی تھے۔ جب اس نے ان کے چہرے پر نگاہ ڈالی، تو اس نے نور نبوت کو ان کے چہرے میں دیکھ لیا۔ اس کے دل میں خواہش پیدا ہوئی، کہ کیوں نہ اس نبی اکرم کو وہ اپنے پیٹ میں لے لے۔ چنانچہ کہنے لگی، کہ اگر تم مجھ سے ابھی جماع کرو، تو میں

تمہیں معاوضہ اتنے اونٹ دوں گی، جتنے تم ذبح کر کے آئے ہو۔ انہوں نے اسے حسب ذیل جواب دیا :-

أَمَّا الْخَوَامُ فَالْمَعَاتُ دُونَهُ وَالْحِلُّ لَا حِلَّ فَاسْتَيْبِنَهُ  
فَكَيْفَ بِالْأَمْرِ الَّذِي تَبْغِيئُهُ يَحْبِي الْكَرِيمُ بَعْرَضَهُ وَدِينَهُ

(ترجمہ) بہر حال حرام (زنا) سے ادھر تو موت کھڑی ہے۔ رہا حلال (نکاح) سو اس کا تو وجود ہی نہیں، تاکہ میں اس کی وضاحت کروں (یعنی گل پیرا ہوں)۔ پس وہ کام جس کی خواہشمند تو ہے، کس طرح وجود پذیر ہو سکتا ہے۔ کیونکہ ہر شریف آدمی اپنی عزت اور دین کی حفاظت کرتا ہے۔

پھر حضرت عبد المطلب انہیں لے کر جناب وہب بن عبد مناف بن زہرہ کے پاس آئے، اور وہ ان دنوں بنو زہرہ کا سردار تھا۔ بلند نسب اور معزز۔ چنانچہ اس کی لڑکی جناب آمنہ سے ان کا نکاح کر دیا۔ اور وہ ان دنوں قریش میں نباہ مرتبہ بہترین خاتون تھیں پس سوموار کے دن ایام منیٰ میں بہ مقام شعب ابی طالب پر قیام پذیر ہوئے اور اسی دور میں حمل ٹھہر گیا۔ پھر جناب عبد اللہ وہاں سے نکلے، اور اس عورت کے پاس سے گزرے، جس نے انہیں گل ایک پیشکش کی تھی۔ انہوں نے دریافت کیا، کہ تو نے گل جو پیشکش کی تھی، آج کیوں نہیں کرتی، اس نے جواب دیا کہ کل جو نور تمہاری پیشانی پر نمایاں تھا، آج وہ تم سے علیحدہ ہو گیا ہے، اس لیے آج مجھے تمہاری ضرورت نہیں۔ میں اس نور کو اپنے اندر لے کر چاہتی تھی، مگر خدا کو یہ منظور نہ تھا۔ اور اس نے جہاں چاہا اسے رکھ دیا۔

جب حضرت آمنہ کو حمل ٹھہر گیا، تو اس کے بعد حضور اکرم شکم مادر میں ہوئے۔ عجیب واقعات کا ظور ہوا۔ اسہل بن عبد اللہ القسری سے روایت ہے کہ جب خدا نے آپ کو ماہِ رجب کی ایک جمعہ کی رات کو طین آمنہ

میں پیدا کرنا چاہا، تو رضوان کو حکم دیا، کہ بہشت کے دروازے کھول دو، اور زمین و آسمان میں منادی کرادو، کہ وہ مخفی نور جس سے نبی مادی نے پیدا ہونا ہے، آج کی رات کو اپنی ماں کے رحم میں منتقل ہو رہا ہے، جہاں اس کی تکمیل ہوگی، اور پھر بشریت نذیرین کر دنیا میں ظاہر ہوگا۔ کعب الاحبار کی روایت میں ہے، کہ اس رات کو آسمان کے کناروں میں اور زمین کے میدانوں میں منادی کی گئی، کہ وہ مخفی نور جس سے محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے پیدا ہونا ہے، حضرت آمنہ بی بی کے رحم میں آج کی رات قرار پا رہا ہے، آمنہ کو مبارک ہو۔ اس رات کو دنیا بھر کے بُت اوندھے ہو گئے۔ ان دنوں قریش سخت قحط میں مبتلا تھے، اور اشیائے خوردنی کی کمی تھی۔ چنانچہ زمین ہری بھری ہو گئی، درخت پھلوں سے لد گئے۔ اور ہر طرف سے انداد موصول ہونے لگی۔ چنانچہ یہ مسرت اور شادمانی کا سال قرار پایا۔ ابن اسحاق سے روایت ہے، جناب آمنہ فرمایا کرتیں، کہ جب آپ میرے پیٹ میں تھے، تو مجھے بار بار کہا گیا، کہ تمہارے پیٹ میں اس قوم کا سردار ہے۔ نیز وہ کہا کرتی تھیں، کہ مجھے معلوم ہی نہ ہو سکا، کہ حمل ٹھہر گیا ہے، کیونکہ عام عورتوں کی طرح نہ تو کبھی بوجھ محسوس ہوا، اور نہ کوئی اور خواہش ہوئی، ہاں البتہ مجھے حیض آنا رک گیا۔ ایک دن میں نیند اور بیداری کی حالت میں تھی، کہ کسی شخص نے مجھے کہا، کیا تمہیں معلوم ہے کہ تمہارے پیٹ میں انسانوں کے سردار ہیں۔ پھر وہ چلا گیا، جب ولادت کا وقت قریب آیا تو پھر آیا، کہنے لگا، کہو، میں اسے ہر جاہد کے شر سے خدائے واحد کی پناہ میں دیتی ہوں۔ اور اس کا نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) رکھنا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ جناب آمنہ کے شکم میں حضور اکرم کے استقرار کی دلیل یہ تھی کہ قریش کے تمام جانور اس رات بولنے لگ گئے، اور کہنے لگے، کہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ماں کے پیٹ میں منتقل ہو گئے ہیں، اور

جناب آمنہ فرمایا کرتی تھیں، کہ جب حمل کے چھ مہینے گزر گئے، تو میں نے خواب میں ایک شخص کو دیکھا، جس نے مجھ سے کہا، آمنہ! تمہارے پیٹ میں جو بچہ ہے، وہ افضل العالمین ہے، جب وہ پیدا ہو، تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نام رکھنا اور یہ راز کسی سے نہ کہنا۔ فرمائی تھیں، جب مجھے وہ صورت حال پیش آئی، جو عورتوں کو پیش آتی ہے، تو نہ مردوں کو اس حالت کا علم تھا، اور نہ عورتوں کو، میں گھر میں اکیلی تھی اور جناب عبدالمطلب طواف کو گئے تھے، تو ایک ایسے زبردست دھماکے کی آواز سنی، کہ میں ڈر گئی، پھر میں نے یوں محسوس کیا، کہ سفید پرندوں نے اپنے بازوؤں سے میرے دل کو چھوا، تو دہشت اور درد کا ملا جاتا رہا۔ پھر میں نے غور کیا، تو مجھے سفید رنگ کا شربت پیش کیا گیا، میں پی گئی، اور میں نے اپنے اندر زبردست خدائی تھلی محسوس کی۔ بعد میں نے کئی بلند بالا عورتیں، جو بعد منات کی عورتوں کی طرح تھیں دیکھیں۔ جو مجھے گھیرے ہوئے تھیں۔ دریں حال میں حیران تھی، اور وا دیا کر رہی تھی کہ انہیں میرے بارے میں کس نے بتایا ہے، وہ کہنے لگیں، کہ ہم میں فلاں خاتون آسیہ زوجہ فرعون اور فلاں مریم دختر عمران ہے، اور باقی بہشت کی حوریں ہیں میری حالت مزید بگڑ گئی، چنانچہ لمحہ بہ لمحہ دھماکوں کی آوازیں آرہی تھیں، کہ ہر دوسرا دھماکہ پہلے سے زیادہ ہولناک ہوتا۔ میں ابھی اس حال میں تھی۔ کہ سفید ریشمی چادر زمین و آسمان کے درمیان تان دی گئی۔ میں نے ایک شخص کو کہتے سنا۔ لوگوں کی نگاہ آپ پر نہ پڑنے دو، پھر میں نے کچھ لوگوں کو اوپر فضائیں کھڑا دیکھا، جن کے ہاتھوں میں چاندی کے لوٹے تھے، پھر میں نے پرندوں کا ایک غول دیکھا، جنہوں نے میرے حجرے کو گھیر لیا، ان کی چوہنچیں زرد کی تھیں، اور بازو یا قوت کے تھے۔ اللہ نے میری آنکھوں سے پردہ اٹھا دیا۔ چنانچہ میں نے مشرق و مغرب کا مشاہدہ کیا۔ اور تین تھنڈے سے گڑے دیکھے۔ ایک مشرق میں، ایک مغرب میں اور ایک کعبے کی چھت پر۔ اس

حال میں مجھے دروزہ شروع ہو گیا، اور آپ کی ولادت ہوئی، دیکھا، کہ آپ سجدے میں پڑے ہیں، اور آپ نے اپنی انگلیاں یوں آسمان کی طرف اٹھائی ہوئی ہیں، جیسے کوئی عجز و نیاز سے زاری کرتا ہے۔ پھر میں نے آسمان سے سفید بادل آنا دیکھا، جس نے آپ کو ڈھانپ لیا اور میری نگاہوں سے چھپا لیا۔ پھر میں نے سنا، ایک منادی کرنے والا کہہ رہا تھا۔ کہ آپ کو مشرق و مغرب میں ہر طرف گھاؤ سمندروں میں لے جاؤ، تاکہ آپ کے نام، اوصاف اور شکل و شباہت سے واقف ہو جائیں۔ پھر وہ آپ سے فوراً علیحدہ ہو گئے۔ خطیب بغدادی راوی ہے جناب آمنہ نے فرمایا، کہ جب آپ کی ولادت ہوئی، میں نے ایک بڑا سا بادل دیکھا، جس کی چمک میں میں نے گھوڑوں کا ہنہانا، پردوں کی سرسراہٹ اور انسانوں کی گفتگو سنی۔ پھر میں نے ایک شخص کو منادی کرتے سنا، کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو تمام دنیا میں لے کر پھراؤ، اور جنوں اور انسانوں کے ہر مقدس فرد اور فرشتوں پرندوں اور وحشی جانوروں سے روشناس کراؤ، اور آپ کو آدم علیہ السلام کا خلق، نوح علیہ السلام کی شجاعت، حضرت ابراہیم کی دوستی، حضرت اسماعیل علیہ السلام کی زبان حضرت اسحاق علیہ السلام کی رضا، حضرت صالح علیہ السلام کی فصاحت، حضرت لوط کی حکمت، حضرت یعقوب علیہ السلام کی بشارت، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سخت گیری حضرت ایوب علیہ السلام کا صبر، حضرت یونس علیہ السلام کی طاعت، حضرت یوشع کا جہاد، حضرت داؤد علیہ السلام کی صیانت، حضرت دانیال علیہ السلام کی محبت، حضرت الیاس علیہ السلام کی وفا، حضرت یحییٰ علیہ السلام کی پرہیزگاری اور حضرت عیسیٰ کا زہد عطا کر دو۔ اور انبیاء کے اخلاق سے سجاد و (صلی اللہ علیہ وسلم) پھر وہ بادل علیحدہ ہو گیا۔ میں نے دیکھا، کہ آپ نے سبز رنگ کا ایک ریشمی کپڑا جو اچھی طرح پیٹا ہوا تھا، اور جس سے پانی ٹپک رہا تھا، مٹھی میں پکڑا ہوا ہے، میں نے آدمی کو کتے سنا۔

رب کعبہ کی قسم کہ آپ دنیا کے امام اور دنیا والوں کے لیے چراغ ہدایت ہیں اور بادشاہان عالم کے تحت اوندھے ہو گئے ہیں، اور مشرق کے جنگلی جانور، مغرب کے جانوروں کو بشارت دینے گئے ہیں، اسی طرح سمندری جانور بھی ایک دوسرے کو مبارک دے رہے ہیں۔ اور جس مہینے آپ کا حمل قرار پایا تھا، ہر سال اس موقع پر زمین اور آسمان میں منادی کرائی جاتی، بشارت ہوتی ہے، کہ مقدس اور مبارک ابوالقاسم کے ظہور کا وقت قریب آگیا ہے۔ ایک اور روایت میں ہے، کہ اس رات کو کوئی گھرایسا نہ تھا، جو روشن نہ ہوا ہو، کوئی مکان ایسا نہ تھا جس میں نورِ محمدی داخل نہ ہوا ہو، اور کوئی جانور ایسا نہ تھا، جو بول نہ اٹھا ہو۔ ابو زکریا یحییٰ بن عائد سے روایت ہے، کہ حضور اکرم مکمل ہوئے اپنی والدہ کے شکم میں رہے مگر حضرت آمنہ نے کسی درد، تنگی یا ریح کی جس سے حاملہ عورتوں کو پالا پڑتا ہے، کبھی شکایت نہیں کی، اور کہا کرتی تھیں، بخدا میں نے ایسا ہلکا اور برکت والا حمل نہیں دیکھا جب حمل کے دو مہینے پورے ہو گئے تو حضرت عبداللہ مدینے میں اپنے نھیال بنی نجار میں دفن پا گئے، اور ابوا میں دفن ہوئے۔ ابن عباس راوی ہیں کہ جب جناب عبداللہ فوت ہو گئے تو فرشتوں نے کہا، اے خدا، تیرا نبی تو یتیم ہو گیا ہے۔ خدا نے کہا، ہم اس کے نگہبان اور مددگار ہیں۔

عمر بن قتیبہ نے اپنے والد سے  
 حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت :- جو عالم و فاضل تھا، سنا، کہ حضرت  
 آمنہ کے وضع حمل کا وقت آیا تو خدا نے فرشتوں سے کہا، کہ آسمانوں اور بہشت کے  
 دروازے کھول دو۔ اس دن سورج کی روشنی میں زبردست اضافہ کر دیا گیا تھا اور  
 رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے تمام دنیا کی عورتوں کو خدا نے حکم دیا کہ اس  
 سال کے دوران میں سب کے سب لڑکے جنمیں۔ ابن عباس سے روایت ہے

سبحان اللہ! محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ساری دنیا کو مٹھی میں لے لیا ہے، اور اہل دنیا میں سے کوئی بھی چیز ان کی مٹھی سے باہر نہیں رہ گئی۔ پھر میں نے آپ کی طرف نگاہ کی، دیکھا، کہ آپ چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہے ہیں، اور آپ سے خالص کستوری کی خوشبو آ رہی ہے، اتنے میں میں نے تین آدمی دیکھے، ایک کے ہاتھ میں چاندی کا لوٹا، دوسرے کے ہاتھ میں زمر کا تھال اور تیسرے کے پاس سفید ریشمی کپڑا تھا۔ کپڑے کو کھولا، تو اس میں سے ایک ایسی انگوٹھی نکلی، جسے دیکھنے سے آنکھیں چندھیا جاتیں۔ اس نے آپ کو لوٹے سے سات مرتبہ نہلایا، آپ کے کندھوں کے درمیان مہر لگائی، آپ کو ریشمی کپڑے میں لپیٹا، تھوڑی دیر کے لیے اپنے پردوں کے نیچے رکھا اور پھر مجھے واپس کر دیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب آپ کی ولادت ہوئی۔ تو رضوان نے آپ کے کان میں کہا۔ اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کو مبارک ہو۔ انبیاء کے تمام علوم آپ کو عطا کیے جا رہے ہیں۔ آپ ان سب سے زیادہ عالم اور زیادہ مضبوط دل والے ہیں۔ جناب آمنہ سے روایت ہے، کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی، تو آپ کے ساتھ ایسا نور تھا جس سے مشرق و مغرب چمک اٹھے، پھر آپ ہاتھوں کے بل زمین پر تشریف لائے۔ مٹی کی مٹھی بھری، اور سر آسمان کی طرف اٹھایا۔ طبرانی سے روایت ہے، کہ جب زمین پر آئے، تو آپ کی مٹھی بند تھی، اور شہادت کی انگلی اٹھانی ہوئی تھی۔ عثمان بن ابی العاص اپنی والدہ فاطمہ سے راوی ہیں، کہ جب آپ کی ولادت ہوئی، تو میں نے دیکھا، کہ کمرہ نور سے بھر گیا اور ستارے اتنے قریب آگئے کہ میں سمجھی، کہ وہ مجھ پر گرنے کو ہیں۔ عرواح بن ساریہ سے روایت ہے۔ آپ نے فرمایا، میں اللہ کا بندہ اور اس وقت سے خاتم النبیین ہوں۔ کہ ابھی آدم کھڑے میں پڑے تھے۔ نیز میں تمہیں بتاتا ہوں کہ میں حضرت ابراہیم کی



دعا حضرت عیسیٰ کی بشارت اور اپنی ماں کا خواب ہوں، جو اس نے اور انبیا کی ماؤں نے دیکھا تھا۔ جب آپ کی ولادت ہوئی، تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ نے ایسا نور دیکھا، کہ انہوں نے اس کی روشنی میں شام کے محلات دیکھ لیے۔ چنانچہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے مندرجہ ذیل اشعار میں اسی کا ذکر کیا ہے۔

وَ اَنْتَ لَمَّا وُلِدْتَ اَشْرَقْتَ الْاَرْضَ وَ هَمَّاءُ بَنُو رِكْ الْاَلْفُوقِ  
فَنَحْنُ فِي ذِيكَ الْبِضَاءِ وَ فِي التُّوْرِ وَ سَبِيلَ الرَّشَادِ نَخْتَرِقُ

ترجمہ (۱) جب آپ کی ولادت ہوئی، زمین چمک اٹھی، اور آسمان کے کنارے جگمگا اٹھے۔

(۲) ہم اسی روشنی اور نور کی بدولت، ہدایت کے راستے پر چلے جا رہے ہیں۔

ابن سعد راوی ہیں، کہ جناب آمنہ نے آپ کو صاف ستھرا جننا، اور آپ کے جسم پر قطعاً کوئی الائنس نہ تھی۔ اور اس نور کی روشنی میں شام کے محلات کے نفاذ سے مراد یہ ہے، کہ شام کو آپ کے نور نبوت سے خاص تعلق حاصل ہے، کیونکہ وہ آپکا دار السلطنت تھا۔ جناب کعب کا بیان ہے، کہ کتب سابقہ میں مذکور ہے، کہ مکہ آپ کا مولد، یثرب مقام ہجرت اور شام دار السلطنت ہوگا۔ اسی وجہ سے حضور معراج کی رات کو بیت المقدس تشریف لے گئے۔ اسی طرح حضرت ابراہیم ہجرت کر کے شام کو گئے تھے۔ وہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا، اور وہیں حشر و نشر برپا ہوگا۔ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ اپنی والدہ السقاء سے راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی، تو میں نے آپ کو ہاتھوں پر لیا، آپ نے کلمہ طیبہ پڑھا، پھر میں نے ایک شخص کو کتے سنا۔ آپ پر خدا کی رحمت ہو۔ پھر مشرق و مغرب تک ساری دنیا چمک اٹھی۔ یہاں تک کہ روم کے بعض محلات میں نے دیکھ لیے، بعد میں نے آپ کو لپیٹا، اور لٹا دیا۔ اتنے میں مجھے اندھیرے، ڈر اور لرزے

نے آیا، پھر آپ میرے پہلو سے غائب ہو گئے، میں نے ایک شخص کو کتے سنا۔  
 تم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہاں لے گئے ہو، کہنے لگے، مشرق کو، یہ واقعہ مدتوں میرے  
 ذہن میں رہا۔ تا آنکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہو گئی، اور میں اولین اسلام  
 لانے والوں میں سے تھی۔ حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ راوی ہیں، میں نو یا دس  
 سال کا لڑکا تھا، جو دیکھتا سنا تھا اسے سمجھتا تھا۔ ایک دن میں نے ایک یہودی کو  
 چلاتے سنا، کہہ رہا تھا، ارے یہودیو! وہ اس کے ارد گرد جمع ہو گئے، میں سن رہا تھا۔  
 وہ کہنے لگے، ارے تمہیں کیا ہو گیا ہے، کہنے لگا، محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)  
 جو آج رات پیدا ہوئے ہیں، کا ستارہ نکل آیا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے  
 روایت ہے کہ وہ یہودی مکے میں رہتا تھا، جس رات کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
 کی ولادت ہوئی، اس نے پوچھا، اسے قریش! آیا آج تمہارے یہاں کوئی بچہ پیدا  
 ہوا ہے، لوگوں نے کہا میں تو معلوم نہیں، کہا، کہ اس رات کو اس قوم کا نبی پیدا ہوا ہے  
 اس کے کندھوں کے درمیان ایک نشان ہے۔ جاؤ اور دریافت کرو۔ معلوم ہوا کہ  
 حضرت عبد اللہ بن عبد المطلب کے گھر ایک لڑکا پیدا ہوا ہے۔ یہودی اس کے ساتھ  
 ہو لیا۔ وہ بچے کو اس کے پاس اٹھا لائے۔ جب یہودی نے وہ نشان دیکھا، بیوش ہو  
 کر گر پڑا، ہوش میں آیا تو کہنے لگا، اے قریش! نبوت بنی اسرائیل کے سلسلے سے نکل  
 گئی ہے، بخدا تا ہم وہ تمہارا ایسا مقابلہ کریں گے کہ دنیا بھر کو معلوم ہو جائے گا۔ یعقوب  
 بن سفیان نے یہ سند حسن اس واقعہ کو بیان کیا ہے جیسا کہ فتوح الباری میں مذکور ہے۔  
 آپ کی ولادت کے عجائبات میں سے ایوان کا بڑا کابڑہ۔ در اس کے  
 چودہ کھنڈوں کا گرنا، بحیرہ طبریہ کے پانی کا خشک ہو جانا اور فارس کے آتشکدے  
 کا بجھ جانا شامل ہے جو گزشتہ ایک ہزار برس سے نہیں بجھا تھا۔ اس باب میں  
 اکثر لوگوں کی روایات مذکور ہیں۔ علاوہ انہیں آسمانوں پر راست میں اضافہ

دیا گیا اور شیطانوں کی تانک جھانک ختم ہو گئی اور کنسولیاں لینے سے انہیں روک دیا گیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قدرتنا مختون تھے اور آپ کی ناف کٹی ہوئی تھی جیسا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے روایت کی ہے، حضور اکرم نے فرمایا مجھ پر اللہ کا یہ کرم ہے کہ میں مختون پیدا ہوا، اور کسی نے میری شرمگاہ نہیں دیکھی۔

حضور اکرم کی ولادت :- اختلاف ہے، اکثر لوگ کہتے ہیں کہ آپ عام

افیل کو پیدا ہوئے۔ مگر واقعہ فیل کے پندرہ دن بعد آپ کی ولادت عام

ربیع الاول کی بارہ تاریخ کو سوموار کے دن طلوع صبح کے قریب واقع ہوئی۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سوموار کو

پیدا ہوئے۔ اسی دن آپ کو نبوت ملی، اسی دن مکے سے مدینے کو ہجرت کی، اسی

دن مدینے میں داخل ہوئے۔ اسی طرح فتح مکہ اور سورہ مائدہ کا نزول بھی اسی دن

ہوا۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مر العکبران

میں ایک شامی راجب عبیس نامی تھا، وہ کہا کرتا، اسے اہل مکہ! جلدی ہی تم میں

ایک نبی پیدا ہوگا، کہ اہل عرب اس کا دین قبول کر لیں گے اور عجم پر اس کی حکومت

ہوگی۔ اور یہی اس کا زمانہ ہے چنانچہ جب بھی مکے میں کوئی بچہ پیدا ہوتا، وہ

اس کے بارے میں استفسار کرتا جس صبح کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے

جناب عبدالمطلب آپ کو لے کر عبیس کے پاس آئے اور اسے آواز دی،

اس نے باہر جھانکا اور پوچھا، کہ اس کا باپ۔ کون ہے؟ یہ وہی بچہ ہے جس

کے بارے میں میں آپ سے گفتگو کیا کرتا تھا کہ وہ سوموار کو پیدا ہوگا، اسی دن

نبوت ملے گی اور اسی دن وفات ہوگی۔ حضرت عبدالمطلب نے کہا یہ بچہ آج

ہی صبح کو ہمارے یہاں پیدا ہوا ہے۔ پوچھا، تم نے کیا نام رکھا ہے، کہا محمد،

کہنے لگا، بخدا میری یہی خواہش تھی، کہ یہ بچہ تمہارے خاندان میں پیدا ہو۔ آج ہی اس کا روشن ستارہ نکلا ہے اور آج ہی اس کی پیدائش ہوئی اور اس کا نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) رکھا ہے۔ شمسی سال کے حساب سے اپریل کا مہینہ تھا اور میں دن گزر چکے تھے یہ روایت بھی ہے، کہ حضور رات کے وقت پیدا ہوئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ مکے میں ایک یہودی تجارت کرتا تھا جب رسول اکرم علیہ التحیۃ والتسلیم کی ولادت کی رات آئی، کہنے لگا، اے قریش! کیا آج تمہارے یہاں کوئی بچہ پیدا ہوا ہے؟ کہنے لگے، ہمیں تو ابھی تک کوئی پتہ نہیں چلا۔ کہنے لگا، آج رات تمہاری جماعت کا نبی پیدا ہوا ہے اس کے دونوں کندھوں کے درمیان ایک نشان ہے، جس پر گھنے بان ہیں، جیسا کہ گھوڑے کے بال پس اس یہودی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ کے پاس لایا گیا۔ کہنے لگا اپنا بچہ ہمیں دکھاؤ، جناب آمنہ نے دکھایا اس نے آپ کی پیٹھ سے کپڑا اٹھایا، وہ نشان دیکھا تو یہودی بیوش ہو کر گر پڑا، جب ہوش آیا تو لوگوں نے پوچھا، تجھے کیا ہو گیا تھا؟ کہنے لگا، بنا نبوت بنی اسرائیل کے خاندان سے نکل آئی ہے۔ حاکم نے اسے روایت کیا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت کی رات لیلة القدر سے پہلے ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکے میں اس مکان میں پیدا ہوئے جو محمد بن یوسف کا تھا۔ (اللہم سبل علیٰ ممتعة بقاءاً دامت فی علم اللہ)۔

**رضعت :-** ابتدا میں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تویبہ نے جو ابولہب کی آزاد کردہ کنیز تھی، دودھ پلایا۔ جب ابولہب کو آپ کی ولادت کی بشارت ملی تو اس نے تویبہ کو آزاد کر دیا تھا۔ ابولہب کو موت کے بعد ہی نے خواب میں دیکھا، پوچھا، کیا حال ہے؟ کہنے لگا، آگ میں جل رہا

ہوں۔ ہاں ہر رات مجھے دو دفعہ تھوڑا سا آرام ملتا ہے اور میں اپنی ان دو انگلیوں کے درمیان سے پانی پیتا ہوں۔ اس لیے کہ جب ثور یہ نے مجھے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ولادت کی خبر دی تھی، تو میں نے اسے آزاد کر دیا تھا اور اس نے پھر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دودھ پلایا تھا۔

ابن الجوزی کہتے ہیں کہ جب ابولیب ایسے کافر کو جس کی قرآن پاک میں مذمت کی گئی ہے، آپ کی ولادت کی خوشی کا بدلہ دیا گیا ہے تو اس مسلم توحید پرست کا جو رسول اکرم کی ولادت پر خوشی کا اظہار کرتا ہے اور حضور کی محبت میں، جو کچھ اسے میسر آتا ہے کرتا ہے۔ کیا حال ہو گا۔ بخدا خدائے کریم کی طرف سے اس کی جزا یہ ہوگی کہ خدا اسے جنت میں جگہ دے گا۔ اہل اسلام ہمیشہ سے حضور اقدس کی ولادت کے موقعہ پر مخلصیوں بپا کرتے ہیں، دعائیں دیتے ہیں، صدقے کرتے ہیں، خوشی اور مسرت کا اظہار کرتے ہیں۔ اور آپ کی ولادت کے واقعات بیان کرتے ہیں۔ خود ان لوگوں پر اپنی رحمت کی بارش برساتا ہے۔ اور یہ بات لوگوں کے تجربے میں آئی ہے کہ ان کا وہ سال امن و امان سے گزرتا ہے۔ اور تمام مقاصد اور خواہشات بہ حسن و جود پوری ہوتی ہیں۔ اللہ اس شخص پر رحم کرے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ماہ ولادت کی راتوں کے دوران میں بطور عید خوشی منائے۔

جناب حلیمہ فرماتی ہیں کہ میں بنو سعد بن ابی بکر کی عورتوں کے ساتھ مکے میں آئی، خشک سالی تھی اور ہمیں شیر خوار بچوں کی تلاش تھی۔ میں ایک گدھی پر سوار تھی۔ ساتھ ایک بچہ تھا، اور ایک اونٹنی جس کے گھٹنوں میں دودھ کا ایک قطرہ بھی نہیں تھا۔ ہم اس رات کو صحیح بچے کے نہ سوسکے، کیونکہ نہ میرے پستانوں میں دودھ تھا اور نہ اونٹنی کے۔ ہم مکے آئے، بخدا کوئی ایسی دودھ پلائی نہ تھی

کہ جس کے سامنے آپ کو نہ لایا گیا ہو۔ اور اس نے اس وجہ سے انکار نہ کر دیا ہو کہ آپ کے والد فوت ہو چکے ہیں اور آپ یتیم ہیں۔ میرے بغیر تمام دودھ پلانے والی عورتوں کو شیر خوار بچے مل گئے، جب مجھے آپ کے بغیر اور کوئی بچہ نہ ملا تو میں نے اپنے میاں سے کہا کہ مجھے بڑا معلوم ہوتا ہے کہ میں ان عورتوں کے ساتھ واپس چلی جاؤں اور میرے پاس کوئی بچہ نہ ہو۔ میں مجبوراً اسی بچے کو لیے چلتی ہوں۔ وہاں گئی تو دیکھا کہ آپ ایک دودھ سے سفید گرم کپڑے میں پلٹے پڑے ہیں اور کستوری کی خوشبو آ رہی ہے۔ آپ کے نیچے سبز ریشمی کپڑا بچھا ہوا ہے اور بیٹھکے بل سوراہے ہیں، چونکہ آپ بڑے حسین و جمیل دکھائی دے رہے تھے، اس لیے میں آپ کو جگانے میں متامل تھی۔ آہستہ آہستہ قریب گئی، اپنا ہاتھ آپ کے سینے پر رکھا، آپ سکرادیئے اور آنکھیں کھول کر مجھے دیکھنے لگے، چنانچہ آپ کی آنکھوں سے ایک ایسا نور نکلا کہ آسمانوں تک پھیل گیا۔ میں نے آپ کی آنکھوں کو بوسہ دیا اور وایاں پستان آپ کے منہ میں ڈال دیا۔ اور آپ نے دودھ پیا۔ پھر میں نے بایاں پستان منہ میں ڈالا، مگر نہ پیا۔ چنانچہ بعد میں بھی آپ کی یہی حالت رہی۔ چنانچہ آپ نے سیر ہو کر پیا اور اسی طرح آپ کے رضاگی بھائی نے بھی۔ پھر میں آپ کو اٹھا کر سواری کے پاس لائی۔ میرے پستانوں میں اسی طرح دودھ بھر گیا۔ اور آپ نے اور آپ کے بھائی نے سیر ہو کر پیا۔ پھر میرا میاں اٹھ کر اونٹنی کے پاس گیا، دیکھا کہ اس کے مختن دودھ سے لبالب بھرے ہیں۔ اس نے دودھ پیا اور بعد میں نے پیا اور ہم سیر ہو گئے۔ اور ہم نے وہ رات آرام سے بسر کی۔ میرا میاں کہنے لگا، اے حلیمہ! بخدا ہمیں مبارک بچہ ملا ہے۔ کیا تو نے محسوس نہیں کیا کہ آج کی رات جب سے ہم نے اس بچے کو لیا ہے کتنے آرام اور برکت سے گزری ہے؟ چنانچہ اسی طرح برکت میں اضافہ ہوتا گیا۔ جناب حلیمہ سے روایت ہے کہ اس کے

بعد میں نے آپ کی والدہ سے رخصت لی، گدھی پر سوار ہوئی۔ آپ کو میں نے گود میں رکھا ہوا تھا۔ میری سواہی، باقی ساتھی گورتوں کی سواہیوں سے آگے نکل گئی۔ وہ اس پر حیران تھیں۔ ہم لوگ بنی سعد کی بستیوں میں پہنچ گئے۔ ہمارے علاقے سے زیادہ بے آب و گیاہ علاقہ اور کوئی نہیں تھا۔ جب سے ہم آپ کو لے کر آئے تھے ہماری بکریاں شام کو گھر لوٹتیں تو ان کے تھن دودھ سے بھرے ہوتے۔ ہم ان کا دودھ دوہتے اور سیر ہو کر پیتے اور کسی آدمی کو دودھ کا ایک قطرہ بھی میسر نہ آتا چنانچہ ہمارے قبیلہ کے لوگ اپنے چرواہوں کو کہتے کہ تم ہماری بکریوں کو دلاں چرایا کرو، جہاں میری بکریاں چرتی ہیں۔ پھر بھی ان کی بکریاں شام کو لوٹتیں تو بھوکی ہوتیں اور دودھ کا ایک قطرہ بھی نہ دیتیں۔ جبکہ میری بکریوں کے تھن دودھ سے بھرے ہوتے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ کے دین میں میرے شامل ہونے کی وجہ آپ کی نبوت کی ایک دلیل تھی۔ میں نے آپ کو پنکھوڑے میں چاند سے سرگوشی کرتے دیکھا، آپ انگلی سے جس طرف اشارہ فرماتے، چاند ادھر کو چلا جاتا۔ آپ نے فرمایا، ہم باہم مصروف گفتگو رہتے اور اس طرح وہ مجھے رونے سے روکے رکھتا اور جب وہ عرش کے نیچے سجدہ ریز ہوتا تو میں اس کی ہلکی ہلکی آواز سناتا۔

فتح الباری میں مذکور ہے کہ آپ ابتدائے ولادت میں بھی گفتگو فرماتے تھے۔ ابن سبع راوی ہیں کہ فرشتے آپ کے پنکھوڑے کو ہلاتے تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، جناب علیمہ کہا کرتی تھیں کہ جب میں نے حضور اکرم کا دودھ پھڑایا تو آپ نے مندرجہ ذیل فقرے فرمائے :- **اللَّهُ أَكْبَرُ كَبِيرًا وَالْحَمْدُ لِلَّهِ كَثِيرًا وَسُبْحَانَ اللَّهِ بُكْرَةً وَأَصِيلًا**۔ جب آپ بڑے ہوئے اور بچوں کو کھیلنے دیکھتے تو ان سے علیحدہ بیٹھ جایا کرتے۔ حضور اکرم

کی رضاعی بہن شیخاراوی ہیں کہ جن دونوں آپ ہمارے یہاں تھے، ایک بادل کا ٹکڑا آپ پر سایہ کیے رہتا، جب آپ کھڑے ہوتے تو ٹھہر جاتا اور چلتے تو چل پڑتا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جوان ہو رہے تھے لیکن باقی لڑکوں سے مختلف تھے۔

**شوقِ صدقہ :-** جنابِ حلیمہ راوی ہیں کہ میں نے آپ کا دودھ پھڑایا، تو ہم آپ کو جنابِ آمنہ کے پاس واپس لائے۔ حالانکہ آپ کی برکت کی وجہ سے ہماری زبردست خواہش تھی کہ آپ ہمارے پاس ہی ٹھہرے رہیں۔ ہم نے آپ کی والدہ سے درخواست کی کہ ابھی آپ کو ہمارے پاس ہی رہنے دیں۔ تاکہ اور تو مند ہو جائیں، ہمیں ڈر ہے کہ مکے کی مسموم آب و ہوا آپ پر ہر انداز نہ ہو۔ ہمارے اصرار پر حضرت آمنہ نے انہیں لٹا دیا اور ہم آپ کو ساتھ لے آئے۔ واپسی کے دو تین ماہ کے بعد کا واقعہ ہے کہ آپ اپنے رضاعی بھائی کے ساتھ ہماری بستی کے پیچھے بھیر بکریوں کے ریوڑ میں تھے کہ آپ کا رضاعی بھائی بھاگتا آیا کہنے لگا کہ سفید کپڑوں میں ملبوس دو آدمی آئے انہوں نے آپ کو نیچے لٹایا اور آپ کے شکم کو شق کر دیا ہے۔ میں اور میرا میاں ادھر کو بھاگے ہم نے آپ کو کھڑا دیکھا اور آپ کا رنگ اڑا ہوا تھا۔ میرے شوہر نے آپ کو گلے سے لگایا، پوچھا، بیٹا کیا واقعہ ہے۔ فرمایا، آج دو آدمی سفید کپڑوں میں ملبوس آئے، انہوں نے مجھے لٹایا، میرے پیٹ کو چیرا، کوئی چیز نکال کر پھینک دی۔ پھر ہم آپ کو ساتھ لے آئے، میرا میاں کہنے لگا، حلیمہ! مجھے ڈر ہے کہ ہمارا بیٹا کسی بلا کی زد میں ہے۔ آؤ ہم قبیل اس کے کہ بچے کو کوئی تکلیف پہنچ جائے آپ کو آپ کے نماندان میں تھوڑے آئیں۔ چنانچہ ہم آپ کو ساتھ لے کر مکے آگئے حضرت آمنہ نے پوچھا، تم تو آپ کے بڑے مشتاق تھے، کیا بات ہوئی کہ واپس



لے آئے ہو۔ کہنے لگے، ہمیں آپ کی جان کا خطرہ پڑ گیا ہے۔ جناب آمنہ کئے لگیں، جو صورت حال پیش آئی ہے مجھے ٹھیک ٹھیک بتاؤ۔ انہوں نے اتنا اصرار کیا کہ مجبوراً ہمیں ساری بات بتانی پڑی۔ کہنے لگیں، کیا تمہیں اس بات کا ڈر ہے کہ شیطان نے آپ پر غلبہ پالیا ہے، بخدا آپ شیطان کی پینچ سے باہر ہیں اور میرے بیٹے کی یہ شان ہمیشہ رہے گی۔ شداد بن اوس سے روایت ہے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا میں بنو سعد بن ابی بکر میں رضاعت کے سلسلے میں ٹھہرا ہوا تھا۔ ایک دن میں ایک وادی میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ بکریاں چرا رہا تھا۔ اچانک میں نے تین آدمیوں کو دیکھا، جن کے پاس ایک پشت تھا، جس میں برف رکھی تھی، مجھے انہوں نے پکڑ لیا اور باقی لڑکے ڈر کر قبیلے کی بستی کی طرف بھاگ گئے۔ پھر انہوں نے مجھے آہستہ سے لٹایا اور سینے سے اوپر سے ناف تک میرا پیٹ چاک کر دیا، میں یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا مگر درد کا کوئی احساس نہ تھا۔ میری انسرٹیاں نکالیں، برف سے دھو کر پھر وہیں رکھ دیں۔ پھر دوسرا آدمی اٹھا، اپنے ساتھی کو پر سے ہٹایا، پھر اس نے ہاتھ میرے پیٹ میں ڈالا۔ دل کو باہر نکالا، اسے بھنچوڑا، اس سے سیاہ رنگ کا گوشت کا ٹکڑا نکالا جسے اس نے پھینک دیا۔ مجھے ایسا معلوم ہوا، کہ اس کے ہاتھ میں کوئی چیز ہے، دیکھا، کہ اس کے پاس ایک نورانی انگلی تھی، جسے دیکھ کر آنکھیں چند میا گئیں۔ پھر اس نے میرے دل پر مہر لگائی، جو نور نبوت و حکمت سے جگمگا تھا۔ بعدہ دل کو اپنی جگہ پر رکھ دیا۔ چنانچہ میں اس مہر کی ٹھنڈک کافی زمانے تک اپنے دل میں محسوس کرتا رہا۔ پھر تیسرے آدمی نے اپنے ساتھی کو ایک طرف ہٹا کر چاک پر ہاتھ پھیرا۔ جو جگہ جڑ گیا، میرا ہاتھ پکڑا اور آہستہ سے مجھے اٹھا دیا۔ پھر اس نے اپنے پہلے ساتھی سے کہا کہ آپ کو اپنی امت

کے دس آدمیوں کے مقابل رکھ کر تولو، میں ان سے بھاری نکلا۔ پھر کہنے لگا اچھا، سو آدمیوں کے مقابلے میں آپ کا وزن کرو، پھر بھی میں بھاری تھا، پھر کہنے لگا، اچھا ہزار آدمیوں کے مقابلے میں آپ کو تولو، پھر بھی میرا وزن زیادہ نکلا۔ اس پر وہ کہنے لگا، رہنے دو اگر ساری امت کو آپ کے مقابل رکھ کر تولو گے جب بھی آپ کا پلڑا بھاری رہے گا۔ پھر انہوں نے مجھے اپنے سینے سے لگایا۔ میرے سر آنکھوں کو چوما اور کہنے لگے، رفیق عزیز! آپ گھبراہٹ نہ، اگر آپ کو اس عمل کی غایت کا علم ہوتا، تو آپ کو حد درجہ مسرت ہوتی۔ اس روایت میں وزن سے مراد وزن اعتباری اور پلڑا بھاری ہونے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا احترام اور فضیلت مراد ہے۔

دوسری دفعہ آپ کا شوق صدر اس وقت ہوا، جب غارِ حرا میں حضرت جبریل علیہ السلام وحی لے کر آئے اور تیسری دفعہ معراج کی رات کو۔ ابو نعیم، الدلائل میں لکھتے ہیں، کہ شوق صدر کے وقت آپ کی عمر بیس برس تھی اور بچپن میں شوق صدر اور گوشت کا ٹکڑا نکالنے کی حکمت یہ تھی، کہ آپ کو جوانی کی الانشوں سے پاک کر دیا جائے، اور بچپن ہی میں تجربہ کار آدمیوں کے اوصاف سے متصف ہو جائیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھوں کے درمیان مہر نبوت لگائی گئی تھی جس سے کستوری کی خوشبو آتی تھی۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے  
 بی بی آمنہ کی وفات :- کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چھ برس کی عمر کو پہنچے، تو آپ کی والدہ آپ کو ساتھ لے کر مدینہ منورہ آئیں، تاکہ آپ کے نضال میں رشتہ داروں سے ملاقات کر سکیں۔ ام ایمن (کنیز) بھی ساتھ تھیں، آمنہ بی بی آپ کے ساتھ ان کے یہاں ایک ماہ تک قیام پذیر رہیں حضور

بعد میں وہاں کی چیزوں کو یاد کیا کرتے تھے۔ آپ نے مکان کو دیکھ کر فرمایا، کہ اس مکان میں میری والدہ فرودکش ہوئی تھیں اور میں اپنے ننھیال کے کنویں میں تیرنا سیکھتا تھا۔ اور یہود کا ایک گروہ مجھے دیکھنے وہاں آیا کرتا تھا۔ حضرت ام امین راوی ہیں کہ میں نے ان میں سے ایک کو کہتے سنا کہ یہ لڑکا اس امت کا نبی ہے اور یہ شہر آپ کی ہجرت گاہ ہے۔ مجھے ان کی یہ باتیں یاد رہ گئیں۔ پھر آمنہ بی بی آپ کو لے کر مکے لوٹیں، جب ابواء کے مقام پر پہنچیں تو فوت ہو گئیں۔ زہری نے اسما بنت رجم سے روایت کی کہ میری ماں، حضرت آمنہ کی بیماری کے دوران میں ان کے پاس موجود تھیں اور حضور جو اس وقت پانچ برس کے بچے تھے، ماں کے پاس تھے۔ آپ نے ماں کے پیر سے کو دیکھا تو حضرت آمنہ نے چند اشعار پڑھے، پھر کہنے لگیں: ہر زندہ چیز کو مرنا ہے، ہر نئی چیز کو پرانا ہونا ہے، ہر کثرت کو فنا ہونا ہے، میں فوت ہو رہی ہوں، مگر میرا نام باقی رہے گا۔ میری نیکی یاد رہے گی اور میں نے پاکیزہ اولاد یا دو گار چھوڑی ہے پھر وہ فوت ہو گئیں اور میں نے جنوں کو آپ کی والدہ کا ماتم کرتے سنا۔ ایک روایت میں ہے کہ جناب آمنہ، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر بعد از وفات ایمان لائیں۔ طبرانی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے، کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بہ مقام حجون اترے اور طول اور پریشان تھے، وہاں کچھ دیر ٹھہرے، واپس آئے، تو خوش و خرم تھے۔ میں نے دریافت کیا، تو فرمایا، میں نے اللہ سے درخواست کی، اس نے میری ماں کو زندہ کر دیا چنانچہ مجھ پر ایمان لائیں اور واپس چلی گئیں۔ اسی طرح جناب عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ماں باپ بردو کو زندہ کیا گیا، چنانچہ انہوں نے ایمان قبول کیا۔ سہیلی اور خطیب نے بھی اس کا ذکر کیا ہے۔ قرطبی

نے تذکرے میں ذکر کیا ہے، کہ آپ کے فضائل اور کرامات پیدائش سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک متواتر ظہور پذیر ہوتی رہیں۔ اس کا تعلق انہی فضائل اور کرامات سے ہے۔ کیونکہ آپ کے والدین کا از سر نو زندہ ہونا اور ایمان لانا عقلاً اور شرعاً محال نہیں ہے۔ قرآن میں بنی اسرائیل کے ایک مقتول کا زندہ ہونا اور اپنے قاتل کے نام بتانا، نیز عیسیٰ علیہ السلام کے ماتحتوں اسیاتے موتی کا ذکر ملتا ہے۔ اسی طرح خدا نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر ایک جماعت کو زندہ کیا۔ جب یہ باتیں درست ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے احیا اور قبول اسلام میں کون سی چیز مانع سے بلکہ ان امور کا تعلق حضور کریم علیہ السلام کی تسلیم کی فضیلت اور کرامت سے ہے۔ امام فخر الدین رازی کا قول ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آباؤ اجداد سب مسلمان تھے، اور اس کی دلیل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ قول ہے کہ میں پاکیزہ اصحاب (پشتوں) سے پاکیزہ ارحام میں منتقل ہوتا آیا ہوں۔ ارشاد باری ہے: اِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ۔ اس لیے ضروری ہے، کہ آپ کے اجداد میں کوئی بھی مشرک نہ ہو۔ حافظ شمس الدین بن ناصر الدین دمشقی نے کیا خوب کہا ہے:-

حَبَّاءُ اللَّهِ النَّبِيُّ مَزِيدٌ فَضِيلٌ      عَلَى فَضْلٍ وَكَانَ بِهِ زَوْفًا  
فَأَحْيَا أُمَّهُ وَكَذًا أَبَاهُ      لِإِيْمَانٍ بِهِ فَضْلًا لَطِيفًا  
فَسَلِمَ فَالْقَدِيمُ بِذَا قَدِيرٍ      وَإِنْ كَانَ الْمَحْدِيثُ بِهِ ضَعِيفًا

ترجمہ :- (۱) خدا نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بے شمار خوبیاں عطا کیں اور وہ آپ پر مہربان تھا۔

(۲) آپ کی والدہ کو زندہ کیا، اور نیز آپ کے والد کو، تاکہ آپ پر ایمان آسکے، اور یہ خدا کا خاص فضل تھا۔

(۳) ان باتوں کو تسلیم کر لو، کیونکہ خدا ان باتوں پر قادر ہے، اگرچہ حدیث ضعیف ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ کی وفات کے بعد حضرت ام امین آپ کی دایہ اور نگران تھیں۔ حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے، ام امین امیری ماں کے بعد تم ہی میری ماں ہو۔ حضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا حضرت عبدالمطلب جو آپ کے کفیل تھے، ایک سو دس سال کی عمر میں، جب کہ حضور کی عمر آٹھ برس تھی، فوت ہو گئے۔ ایک روایت ہے کہ حضرت عبدالمطلب ایک سو چالیس برس کے تھے۔ اس کے بعد حضرت ابوطالب جن کا نام عبدمناف تھا، آپ کے متولی مقرر ہوئے۔ کیونکہ جناب عبدالمطلب نے انہیں اس کی وصیت کی تھی۔ نیز وہ حضرت عبد اللہ کے حقیقی بھائی تھے۔ ابن عساکر جلمہ بن عوف سے راوی ہیں کہ میں مکے میں آیا، اور وہاں قحط پڑا ہوا تھا۔ قریش نے حضرت ابوطالب سے کہا، کہ وادی حجاز میں قحط پڑا ہوا ہے اور لوگ سخت تنگی سے لبر کر رہے ہیں، آؤ، بارش کے لیے دعا کریں۔ جناب ابوطالب شہر سے نکلے اور ان کے ساتھ ایک لڑکا تھا، گویا سورج بادل کے پیچھے سے نکل آیا تھا حضرت ابوطالب نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر آپ کی پیٹھ کبے سے لگا دی۔ بچے نے انگلیوں سے کبے کو چھوا۔ اس وقت آسمان پر بادل کا ایک ٹکڑا بھی نہ تھا۔ اتنے میں ہر طرف سے بادل اٹھے اور خوب زور سے بارش برسی اور ہر طرف جل تھل ہو گیا۔ اور شہری اور دیہاتی نہال ہو گئے۔ اسی موقع پر حضرت ابوطالب نے مندرجہ ذیل شعر کہا :-

وَأَبْيَضُ يَسْتَبِي الْقَامُ بِوَجْهِهِ      نَشَالُ الْيَتَامَى عَصْمَةَ بِلَدَا قَامِ  
(وہ مقدس انسان، کہ جن کی وجہ سے بادل مینہ برساتا ہے، جو یتیموں کے

جانے پناہ اور رائڈ عورتوں کے ننگے پاؤں ہیں۔

سفر شام اور بحیرہ راہب :- عمر کو پہنچے تو آپ اپنے چچا حضرت ابوطالب کے ساتھ سفر شام میں بہ مقام بصری آئے۔ آپ کو بحیرہ راہب نے جس کا نام جو جیس تھا، دیکھا، اس نے خیلے سے آپ کو پہچان لیا، اور آپ کا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگا، یہ ہیں سید العالمین اور رحمۃ للعالمین۔ لوگوں نے پوچھا، تمہیں کیسے معلوم ہوا، کہنے لگا، جب تم انہیں لیے گھاٹی سے اتر رہے تھے، تو تمام شجر اور حجر انہیں سجدہ کر رہے تھے، اور سوائے پیغمبر کے یہ کسی اور کو سجدہ نہیں کرتے اور میں آپ کو اس مہر نبوت سے جو ان کے کندھوں کے درمیان سید کی طرح ہے، پہچانتا ہوں۔ اور یہ ہماری کتب میں مذکور ہے۔ اس نے حضرت ابوطالب کو کہا، کہ تم انہیں واپس کر دو، کہ یہود سے خطرہ ہے۔ کیونکہ روم سے سات آدمی آپ کے قتل کے ارادے سے آئے ہیں۔ پس وہ یہودی بھرا راہب سے ملے، اس نے ان سے پوچھا تم یہاں کیوں آئے ہو؟ کہا، محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مہینے میں سفر پر روانہ ہونا ہے، اس لیے ہم نے ہر طرف آدمی بھیج دیئے ہیں۔ اس نے کہا، کیا تمہیں یہ بات معلوم نہیں، کہ جب خداوند کوئی کام کرنا چاہتا ہے، تو اسے کوئی نہیں روک سکتا۔ کہنے لگے، درست ہے، بحیرانے کہا، اٹھو اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کرو، وہ لوگ راہب کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوئے، اور حضرت ابوطالب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو واپس کر دیا۔ یہی اور ابو نعیم راوی ہیں، کہ بحیرانے گرجے میں آپ کو قافلے کے ساتھ آتے دیکھا کہ سفید بادل آپ پر سایہ کیسے ہوئے تھا۔ پھر وہ ایک درخت کے سایہ تلے اتر پڑے، بادل نے درخت پر سایہ کیا ہوا تھا، اور ٹہنیاں آپ

پرتھکی ہوئی تھیں۔ بھیرا آیا اور آپ سے پیار کرنے لگا۔ وہ آپ سے مختلف اشیا اور خوابوں وغیرہ کے بارے میں استفسار کرتا رہا۔ یہ سب باتیں بھیرا کی معلومات کے عین مطابق تھیں۔ پھر اس نے مہر نبوت کو آپ کے کندھوں کے درمیان ملاحظہ کیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما راوی ہیں کہ جب حضرت ابو بکر صدیقؓ اٹھارہ برس کے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر بیس سال تھی، وہ دونوں اکٹھے بہ غرض تجارت شام کو گئے، اور ایک ایسے مقام پر اترے، جس میں بیر کا درخت تھا آپ اس کے سایے کے نیچے بیٹھ گئے، اور حضرت ابو بکر صدیقؓ رضی اللہ عنہ بھیرا راہب کے پاس کوئی بات پوچھنے گئے۔ راہب نے پوچھا، درخت کے سایے میں وہ شخص کون ہے؟ کہا، محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب ہیں۔ کہنے لگا، بخدا اس درخت کے سایے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیٹھنا مقدر ہے اور آپ پیغمبر ہیں۔ چنانچہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو یقین ہو گیا، اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی تو ایمان لے آئے۔

اس کے بعد آپ حضرت خدیجہؓ حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا :- الکبریٰ کے غلام میسرہ کے ساتھ بہ غرض تجارت ذی الحجہ کی سولہ تاریخ کو بصری گئے، آپ کی عمر پچیس برس تھی، جبکہ میسرہ اکیس برس کا تھا۔ جناب خدیجہؓ کو جاہلیت کے دور میں طاہرہ کہتے تھے۔ پہلے ان کی شادی ابو ہالہ بن زراءۃ التیمی سے ہوئی تھی اور اس سے دو بچے ہند اور ہالہ نامی پیدا ہوئے تھے۔ پھر عتیق بن عائد المخزومی نے ان سے نکاح کیا، اور اس سے ہند نامی ایک بچہ پیدا ہوا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا، تو جناب خدیجہؓ کی عمر پچیس برس تھی، انہوں نے آپ

کو شادی کا پیغام بھیجا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے چچا سے ذکر کیا، چنانچہ حضرت حمزہ آپ کے ساتھ خویلد بن اسد کے گھر آئے اور انہیں آپ سے منسوب کر دیا، پھر آپ نے ان سے نکاح کیا، جس میں حضرت ابوطالب اور بنو مضر کے رؤسا موجود تھے۔ خطبہ نکاح حضرت ابوطالب نے پڑھا:

”تعریف اس خدا کی جس نے ہمیں ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام کی نسل سے اور معد اور مضر کے خاندان میں پیدا کیا۔ اور اپنے گھر کا محافظ اور حرم کا نگہبان بنایا۔ اس گھر میں لوگ حج کرتے ہیں اس نے حرم کو جائے امن قرار دیا اور عین لوگوں پر برتری عطا کی۔ میرا یہ بھتیجا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بن عبد اللہ مقابلاًہ اوصاف کے لحاظ سے تمام انسانوں سے بہتر ہے، اگر مالی لحاظ سے وہ کمزور ہے، تو مال کی مثال ڈھلتے سائے کی طرح ہے جو ناپائیدار ہے، اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جن کے خاندان سے تم واقف ہو، آپ کا خدیجہ بنت خویلد (رضی اللہ عنہا) سے نکاح ہوا ہے۔ اس کا حق مہر، اسل و عاہل جتنا بھی مقرر ہوا ہے وہ میرے مال سے ادا کیا جائے گا۔ اس کے بعد محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حالات بہتر ہوں گے، اور ان کی شان و شوکت میں اضافہ ہو گا؛ (حق مہر ساڑھے بارہ اوقیہ سونا مقرر ہوا تھا)۔“

تعمیر کعبہ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم :- قریش نے از سر نو کعبہ کی تعمیر شروع کی جب آپ کی عمر پینتیس برس تھی، تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے ساتھ پھراٹھا رہے تھے۔ لوگوں نے پھر رکھنے کے لیے اپنے تہ بند کھول کر کندھوں پر رکھے ہوئے تھے جنہوں نے



بھی ایسا کرنا چاہا، لیکن آپ گر پڑے، ندا آئی، اپنے ستر کا خیال رکھیں۔ یہ پہلی آواز تھی، جو غیب سے آئی۔ حضرت ابوطالب اور حضرت عباس کئے گئے بیٹا! تہ بند سے اپنا سر ڈھانپ لو، فرمایا، مجھے یہ تکلیف ستر کے بے پردہ ہونے کی وجہ سے ہی پیش آئی ہے۔

بعثت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم :- جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم چالیس برس کے ہو گئے، تو خدا نے آپ کو رحمتہ للعالمین

اور جنوں اور انسانوں کا پیغمبر بنا کر بھیجا۔ اور یہ واقعہ رمضان کی سترہ تاریخ کو سوموار کے دن پیش آیا۔ امام بخاری نے جناب عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کی تشریح کے سلسلے میں لکھا ہے، کہ اولاً حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی پہنچنے کی صورت میں آتی تھی، چنانچہ جو خواب بھی دیکھتے، وہ دوسرے دن طلوع صبح کی طرح وقوع پذیر ہوتی۔ آپ غار حرا میں عبادت کے لیے مخصوص

راتوں کو جایا کرتے۔ اور کھانا ساتھ لے جاتے، واپس آتے تو جناب خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا پھر کھانا تیار کر دیتیں۔ تا آنکہ آپ کو نبوت عطا ہوئی۔ آپ غار حرا میں تھے، چنانچہ جبریل علیہ السلام آئے، کہنے لگے، پڑھو! میں نے کہا، مجھے پڑھنا نہیں آتا۔ جبریل علیہ السلام نے مجھے پکڑ لیا اور خوب بھیچا، میں نے پھرانے کی کوشش کی۔ تو مجھے چھوڑ دیا۔ پھر کہا، پڑھو، میں نے کہا، مجھے پڑھنا نہیں آتا۔

انہوں نے مجھے پکڑ کر بھیچا، اور جب میں نے ربانی کی کوشش کی تو چھوڑ دیا۔ تیسری دفعہ پھر کہا، پڑھو، میں نے کہا، مجھے پڑھنا نہیں آتا۔ پھر مجھے پکڑ کر بھیچا۔ جب میں نے ربانی کی کوشش کی، تو مجھے چھوڑ دیا۔ پھر جبریل علیہ السلام نے کہا: اقْرَأْ

بِسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ اور یہ آیات مَا لَمْ يَعْلَمْ تَحْسِبُ کہیں۔ آپ گھر واپس آئے تو کانپ رہے تھے۔ جناب خدیجہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا

مجھے چادر اوڑھا دو۔ چادر اوڑھا دی گئی اور تھوڑی دیر کے بعد کپی جاتی رہی۔ فرمایا، اسے خدیجہ! نہ معلوم مجھے کیا ہو گیا ہے، بعدہ آپ نے ساری بات بتائی۔ فرمایا، مجھے اپنی جان کا خطرہ پڑ گیا ہے۔ جناب خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا، بالکل نہیں، خدا آپ کو ہرگز رسوا نہیں کرے گا۔ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں، پر سچ بولتے ہیں، غریبوں کے بوجھ اٹھاتے ہیں۔ مہمانوں کو کھانا کھلاتے ہیں، اور مصائب میں لوگوں کی امداد فرماتے ہیں۔ اس کے بعد جناب خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کو اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس جو جاہلیت میں نصرانی ہو گیا تھا، لائیں۔ وہ لکھا پڑھا آدمی تھا، اور انجیل کو عربی زبان میں ترجمہ کر رہا تھا۔ وہ بہت بوڑھا ہونے کی وجہ سے اندھا ہو گیا تھا۔ اس نے آپ سے پوچھا، بیٹا! بتائیے آپ نے کیا دیکھا۔ چنانچہ جو کچھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دیکھا تھا، اسے بتایا تو ورقہ کہنے لگا، یہ وہی ناموس اکبر ہے، جو موسیٰ علیہ السلام پر اترا تھا۔ کاش میں اس وقت جوان ہوتا اور کاش میں اس وقت تک زندہ رہتا، جب آپ کی قوم آپ کو جلا وطن کر دے گی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا، کیا وہ مجھے جلا وطن کر دیں گے؟۔ ورقہ نے جواب دیا، جو آدمی بھی آپ کی طرح پیغام لے کر آیا، اسے یہ صورت پیش آئی۔ اگر میں اس وقت تک زندہ رہتا، تو میں آپ کی پوری پوری امداد کروں گا۔

بعدہ ورقہ جلدی ہی فوت ہو گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم  
 الفاتے وحی :- پر وحی کا آنا معطل ہو گیا جس سے حضور کریم علیہ التحیۃ والتسلیم  
 کو اتنا سخت رنج ہوا، کہ آپ نے بارہا پہاڑ کی چوٹی سے خود کو نیچے گرانے کا ارادہ  
 کیا۔ چنانچہ جب بھی آپ پہاڑ کی چوٹی پر پہنچتے، تاکہ خود کو نیچے گرا دیں، تو جبرائیل  
 علیہ السلام آظاہر ہوتے اور کہتے، اسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ یقیناً اللہ کے

رسول ہیں اس سے آپ کا اضطراب ختم ہو جاتا اور طبیعت کو اطمینان ہو جاتا اور آپ واپس آجاتے جب یہ سلسلہ لمبا ہو گیا، تو آپ پھر ایک دفعہ پہاڑ کی چوٹی پر گئے جبریل علیہ السلام ظاہر ہوئے اور انہوں نے آپ سے وہی بات دہرائی بیہقی راوی ہے کہ جب خدا نے آپ کو نبوت سے سرفراز فرمایا، تو آپ جس پتھر اور درخت کے پاس سے گزرتے، وہ آپ کو سلام کرتا جنور صلی اللہ علیہ وسلم سنتے اور اپنے آگے پیچھے اور دائیں بائیں توجہ فرماتے، تو وہاں پتھروں اور درختوں کے سوا کچھ نہ ہوتا۔ اور یہ سلام نبوت کے احترام میں جنور صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کیا جاتا تھا۔ چنانچہ وہ کہتے، السلام علیک یا رسول اللہ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جنور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، میں غارِ حرا میں ایک مہینے کے لیے گوشہ نشین رہا، جب میری گوشہ نشینی ختم ہوئی، اور میں نیچے اترا، تو میں نے ایک آواز سنی، پہلے دائیں طرف دیکھا، وہاں کچھ نہ تھا۔ پھر میں نے بائیں طرف دیکھا، کچھ دکھائی نہ دیا۔ پھر پیچھے دیکھا، کچھ دکھائی نہ دیا۔ اوپر سر اٹھایا تو میں نے ایک شکل دیکھی لیکن میں اسے پہچان نہ سکا۔ پھر میں حدیجہ کے پاس آیا، کہا، مجھے چادر اوڑھاؤ، اور میرے سر پر ٹھنڈا پانی اندھیلو۔ اس پر مندرجہ ذیل آیت اتری۔ يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ. قُمْ فَأَنْذِرْ وَذِكْرَكَ فَيَكْتَرُ اور حسب روایت سلم و بخاری یہ آیت نماز فرض ہونے سے پہلے نازل ہوئی۔ ابو نعیم راوی ہیں کہ ورق بن نوفل نے آپ سے کہا، مبارک ہو، میں اس امر کی شہادت دیتا ہوں کہ آپ ہی وہ پیغمبر ہیں، جن کی آمد کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بشارت دی تھی۔ اور آپ پر موسیٰ علیہ السلام کی طرح ناموس کا نزول ہوا ہے اور آپ نبی مرسل ہیں۔ ابن عادل اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ جنور صلی اللہ علیہ وسلم پر جبریل علیہ السلام چوبیس ہزار مرتبہ نازل ہوئے اور حضرت آدم پر

بارہ دفعہ، حضرت ادریس علیہ السلام پر چار دفعہ، حضرت نوح علیہ السلام پر چار دفعہ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام پر بیسیس دفعہ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر چار سو دفعہ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر دس دفعہ اترے۔ روایت میں ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے نہایت عمدہ شکل میں ظاہر ہوئے اور ان سے خوشبو آ رہی تھی۔ کہنے لگے، اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ نے آپ کو سلام بھیجا ہے اور کہا ہے کہ آپ جنوں اور انسانوں کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ آپ انہیں توحید کی تعلیم دیں۔ پھر انہوں نے زمین پر پاؤں مارا، اور پانی کا چشمہ پھوٹ بہا، جس سے جبریل علیہ السلام نے وضو کیا پھر آپ سے وضو کرنے کو کہا۔ جبریل اٹھے، انہوں نے نماز پڑھی اور آپ کو بھی اپنے ساتھ نماز پڑھنے کو کہا۔ آپ کو وضو اور نماز کا طریقہ بتا کر، آسمان کو چل دیئے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم واپس لوٹے، تو جس پتھر یا درخت کے پاس سے گزرتے وہ آپ سے السلام علیکم یا رسول اللہ کہہ کر مخاطب ہوتا۔ حضرت خدیجہ کو بتایا تو فوراً رات سے انہیں غشی آگئی۔ پھر آپ نے انہیں وضو کرنے کو کہا، اور انہیں حسب تعلیم جبریل علیہ السلام نماز سکھائی۔ اولاً دو رکعت نماز فرض ہوئی تھی، چنانچہ سفر میں یہ صورت برقرار رہی لیکن حضر میں اضافہ کر دیا گیا اور چار رکعت ہو گئیں۔

امام شعبی سے روایت ہے، کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چالیس برس کی عمر میں نبوت عطا ہوئی، اور اسرافیل تین سال تک آپ کی نبوت سے منسلک ہے اور آپ کو کلمہ اور بعض اور اشیا بتائیں مگر قرآن ان کی زبان سے نازل نہیں ہوا۔ اور جب یہ عرصہ گزر گیا، تو جبریل علیہ السلام کو آپ کی نبوت سے منسلک کر دیا گیا، اور قرآن بس سال تک نازل ہوتا رہا۔ جو کچھ ہم بیان کر آئے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے، کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رسالت پر آپ کی نبوت کو تقدم

حاصل تھا۔ چنانچہ سورہ اقرآ میں نبوت کا بیان ہے اور سورہ مدثر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نذیر اور بشیر ہونے اور آپ کی شریعت کا ذکر ہے جو عطاے رسالت کے بعد نازل ہوئی۔

تبلیغ اسلام :- سب سے پہلے آپ پر ایمان لانے والی اور تصدیق کرنے والی جناب خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ہی تھیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، خدیجہ! مجھے جان کا خطرہ محسوس ہوتا ہے۔ انہوں نے کہا، مبارک ہو، کہ اللہ ہرگز آپ کو رسوا نہ کرے گا۔ پھر انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق، عادات اور صفات کا بطور دلیل ذکر کیا، کہ جس میں ایسی خوبیاں ہوں وہ کبھی رسوا نہیں ہوتا۔

مردوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جنہوں نے اس معاملے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امداد کی۔

بچوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والے حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ تھے جن کی عمر دس برس تھی۔ آزاد کردہ غلاموں میں سب سے پہلے زید بن حارثہ اور غلاموں میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ ایمان لائے۔ بعد ازاں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دعوت پر عثمان بن عفان، زبیر بن العوام، عبد الرحمن بن عوف، سعد بن ابی وقاص اور طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہم ایمان لائے۔ وہ انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے اور انہوں نے اسلام قبول کیا، اور نماز پڑھی، پھر نو آدمیوں کے بعد ابو عبیدہ بن جراح، ابو سلمہ، الارقم بن الارقم المخزومی، عثمان بن مظعون اور ان کے دو بھائی قدامہ اور عبد اللہ اور عبیدہ بن الحارث بن المطلب، سعید بن زید اور ان کی بیوی فاطمہ بنت الخطاب ایمان لائیں۔ در رضی اللہ عنہم، جناب خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد عورتوں میں سے حضرت

عکس کی زوجہ ام الفضل اور اسماء بنت ابوبکر مسلمان ہوئیں۔ آہستہ آہستہ مرد اور عورتیں ایمان لاتی گئیں۔

کچھ عرصہ کے بعد خدا نے رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کو حکم دیا، کہ اپنی دعوت کو کھل کر پیش کیجئے۔ اور مشرکین کے سامنے اپنا نقطہ نظر بیان کیجئے۔ اب تک رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے اپنی دعوت کو مخفی رکھا ہوا تھا۔ تا آنکہ قرآن پاک کی یہ آیت نازل ہوئی :- فَاَصْدَعْ مَا تُؤْمَرُ جس بات کا تجھے حکم دیا گیا ہے اسے کھلم کھلا بیان کیجئے) یہ بات ان تین سالوں کے بعد جن کے دوران میں آپ نے اپنی دعوت مخفی رکھی ہوئی تھی، واقع ہوئی۔ اس کے بعد آپ نے اور صحابہ کرام نے خدائی دعوت کا اظہار کرنا شروع کر دیا۔ اور اپنی قوم کو اسلام کی طرف بلایا۔ اور احکام الہی کی پیروی میں دعوتِ حقہ کو زور شور سے پیش کیا۔ لیکن باایں ہمہ قوم نے آپ سے نہ دُوری اختیار کی اور نہ آپ کی تردید کی، تا آنکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے خداؤں پر تنقید کرنا شروع کر دی پس وہ سوائے ان کے جنہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا آپ کے خلاف ہو گئے اور دشمن بن گئے حضرت ابوطالب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آڑ بن گئے، اور آپ کو دشمنوں کے شر سے بچائے رکھا۔ حالات نے خطرناک صورت اختیار کر لی۔ اور نوبت جنگِ جدال تک پہنچ گئی۔ اور جو لوگ مسلمان ہو گئے تھے، قریش ان پر چڑھ دوڑے، انہیں دین سے پھیرنے کے لیے ایذا میں دیتے اور تکلیفیں پہنچاتے تھے۔ مگر اللہ نے رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کو آپ کے چچا حضرت ابوطالب نیز بنو ہاشم اور مطلب کی معرفت دشمنوں سے بچائے رکھا۔ ہاں ابولہب اس زمرے میں نہ تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام لوگوں کے گھروں میں جاتے، اور فرماتے: "لوگو! خدا کا حکم ہے کہ تم اس کی عبادت کرو، اور کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ۔" ابولہب کا تعاقب

کرتا، اور کہتا پھرتا، کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہیں اپنے آباؤ اجداد کے دین کو چھوڑ  
 دینے کی ترغیب دے رہا ہے۔ ولید بن مغیرہ آپ کو جا دو گرتا تھا۔ قریش آپ  
 کو ستاتے تھے، اور شاعر، کاہن اور دیوانہ کہتے تھے بعض ایسے بھی تھے جو آپ پر  
 خاک ڈالتے اور آپ کے دروازے کو لہوسے لیپ دیتے۔ ایک بار آپ کعبے  
 میں نماز پڑھ رہے تھے، کہ عقبہ بن ابی معیط نے آپ کی گردن مبارک پر پاؤں  
 رکھ دیا اور اتنے زور سے گلے کو دبایا کہ آپ کی آنکھیں باہر نکل آئیں حضرت ابو بکر  
 رضی اللہ عنہ اٹھے تو کفار نے ان کے سر اور ڈاڑھی کے بال پکڑ لیے، اور اتنا زور  
 سے کھینچا کہ زیادہ تر بال اکھڑ گئے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ مشرکین سے مخاطب  
 ہو کر کہنے لگے، کہ کیا تم آپ کو اس لیے قتل کرنا چاہتے ہو کہ اللہ کو اپنا رب  
 مانتے ہیں۔ چنانچہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بمشکل عقبہ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
 سے علیحدہ کیا۔ حالانکہ اس نے آپ کی چادر اتار کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی  
 گردن میں لپیٹ دی تھی۔ اور نہایت سختی سے آپ کے گلے کو گھونٹا تھا بخاری  
 کی روایت میں ہے کہ ایک دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کعبے میں نماز پڑھ رہے  
 تھے اور قریش کی ایک جماعت وہاں موجود تھی۔ ان میں سے ایک آدمی کہنے  
 لگا۔ کیا تم اس مناسک کار کو نہیں دیکھ رہے ہو۔ تم سے ایک شخص فلاں قبیلے کے  
 ذبح کردہ اونٹ کے پاس جائے اور اس کا گوبر خون اور اوجھ اٹھالائے، اور  
 جب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سجدہ کریں تو ان کی پیٹھ پر کندھوں کے درمیان رکھ  
 دے، چنانچہ ان سے ایک بد بخت اٹھا وہ غلاظت اٹھالایا اور جب حضور اکرم  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا، تو اس نے آپ کے کندھوں کے درمیان رکھ دی۔  
 حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سجدے ہی میں رکے رہے، مشرکین اتنا ہنسے کہ ہنستے  
 ہنستے لوٹ پوٹ ہو گئے کسی نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جا کر بتایا۔ وہ ابھی

بچی ہی تھیں، دوڑتی آئیں، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ابھی تک سجدے میں پڑے تھے، صاحبزادی نے وہ غلاظت ہٹائی اور مشرکین کو برا بھلا کہا، جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ چکے، تو آپ نے فرمایا، اسے خدا تو قریش سے منٹ، بعدہ آپ نے نام لے لے کر بارگاہ الہی میں پکارا۔ اسے خدا! تو عمر بن ہشام، عقبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ولید بن عقبہ، امیہ بن خلف، عقبہ بن ابی معیط اور عمارہ بن ولید سے منٹ۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بجز انہی نے ان سب کو میدان بدر میں خاک و خون میں دیکھا پھر وہ سب (یعنی ان میں سے اکثر) بدر کے کنویں میں پھینکے گئے۔ ایک روایت میں ہے کہ عقبہ بن ابی معیط بدر میں قتل نہیں ہوا تھا، بلکہ بدر سے ایک منزل سفر کرنے کے بعد مارا گیا تھا۔ اور امیہ بن خلف کو کنویں میں نہیں پھینکا گیا تھا، اور عمارہ بن ولید حبش میں جا مرا تھا۔

اس کے بعد حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ جو قریش میں قابل احترام سمجھے جاتے تھے چھٹے سال نبوی میں ایمان لائے۔ اور قریش حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر دست درازی سے کچھ کچھ رک گئے۔ آخر قریش نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: اگر آپ شرف اور بزرگی کے خواہاں ہیں، تو ہم آپ کی اس خواہش کی پذیرائی کو تیار ہیں اور اگر آپ کو ملک و سلطنت کی خواہش ہے تو ہم آپ کو اپنا بادشاہ تسلیم کر لیتے ہیں اور اگر آپ پر کوئی بھوت سوار ہو گیا ہے، تو ہم آپ کے علاج کے اخراجات برداشت کرنے کو تیار ہیں، تاکہ آپ تندرست ہو جائیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو تمہارا خیال ہے، ایسی کوئی بات نہیں، بلکہ خدا نے مجھے نبی بنا کر بھیجا ہے، مجھے کتاب عطا کی ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں اچھے کاموں پر بہتر اجر کی بشارت دوں، اور بُرے کام کے انجام سے ڈراؤں۔ میں نے خدا کے احکام تمہیں پہنچا دیئے ہیں، اور تمہیں نیک و بد



سمجھا دیا ہے اگر تم میری تعلیم پر عمل کرو گے تو دنیا اور آخرت میں تمہیں اجر ملے گا اور اگر تم انکار کرو گے، تو میں اس وقت تک انتظار کروں گا کہ خدا میرے اور تمہارے بارے میں اپنا فیصلہ صادر کرے :

بعده نضر بن عارض اور عقبہ بن ابی معیط

حضرت اکرم سے مشرکین کے سوالات :- علمائے یہود کے پاس حضور اکرم صلی اللہ

علیہ وسلم کے بارے میں استصواب رائے کے لیے گئے۔ انہوں نے کہا: محمد

صلی اللہ علیہ وسلم سے تین سوال کے جواب دریافت کرو، اگر صحیح جواب دے

دیں تو نبی مرسل ہیں اور اگر جواب نہ دے سکیں، تو متغنی (فریب گار) ہیں۔ (۱)

یہ پوچھو، کہ وہ کون لوگ تھے جو زمانہ گزشتہ میں بادشاہ وقت کے ڈر سے بھاگے۔

(۲) وہ کون آدمی تھا، جو دنیا میں گھومتا پھرا۔ (۳) اور روح کیا چیز ہے۔ اس پر

خدا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کی، اور بتایا کہ وہ نوجوان جو بادشاہ کے ڈر

سے بھاگے تھے، اصحاب کہف تھے، اور دنیا میں گھومنے والا ذوالقرنین تھا اور

روح کے بارے میں فرمایا۔ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي بِحُضْرٍ

لوگ کہتے ہیں، کہ اس آیت میں ایسی کوئی دلیل نہیں، کہ خدا نے رسول اکرم صلی اللہ

علیہ وسلم کو روح کی حقیقت سے آگاہ نہیں کیا، بلکہ احتمال ہے، کہ خدا نے آپ

کو مطلع کر دیا ہو، لیکن مشرکین کو بتانے کی اجازت نہ دی ہو۔ اسی طرح جب

مشرکین نے قیامت کے بارے میں سوال کیا تھا۔ تو ایسا ہی جواب دیا گیا تھا۔

جب مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہو گئی، اور ان کے

کفار کی ایذا رسانیاں :- ایمان کا قصہ الم نشرح ہو گیا، تو مشرکین ایمان

لانے والے لوگوں پر ٹوٹ پڑے، انہیں ستاتے تھے اور دکھ دیتے تھے تاکہ

دین کو چھوڑ دیں۔ چنانچہ ایک دفعہ ابو جہل حضرت سمیہ کے پاس گئے انہیں مارا

بٹا جا رہا تھا گزرا۔ اس سنگِ دل نے انہیں نیزہ کھینچ کر مارا اور وہ فوت ہو  
 گئی۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے یہ قاعدہ بنا رکھا تھا کہ جب بھی وہ کسی غلام  
 لوہٹے دیکھتے تو وہ اسے خرید کر آزاد کر دیتے۔ حضرت بلال اور عامر بن فہیرہ  
 رضی اللہ عنہم انہی لوگوں سے تھے۔

حضرت ابو ذر راوی ہیں کہ سب سے پہلے سات آدمیوں نے اسلام  
 قبول کیا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، ابو بکر، عمار، ام عمار سمیۃ، صہیب بلال  
 اور مقداد رضی اللہ عنہم۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے چچا حضرت ابو طالب  
 اور حضرت ابو بکر کو ان کا قیدہ مشرکین کی دست برد سے بچانا تھا۔ ان کے  
 علاوہ باقی لوگوں کو مشرکین پکڑ لیتے انہیں لوسے کی زرہ پہنا کر سخت دھوپ  
 میں بکڑا کر دیتے۔ مگر حضرت بلال رضی اللہ عنہ جنہوں نے اپنی جان اللہ کی راہ  
 میں قربانی کے لیے پیش کر دی تھی اور جن کی قوم کی نگاہوں میں کوئی وقعت  
 نہ تھی اکثر احد کہتے تھے مشرکین انہیں پکڑ لیتے، بچوں کے حوالے کر دیتے جو  
 انہیں مکے کی وادیوں میں گھسیٹتے پھرتے۔

ان حالات کے پیش نظر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 ہجرت پیش :- صحابہ کو نبوت کے پانچویں سال ماہِ رجب میں حبشہ کی  
 طرف ہجرت کی اجازت دے دی۔ چنانچہ بہت سے لوگ ہجرت کر گئے۔ کچھ اہل  
 خیال سمیت اور کچھ تنہا تھے۔ ان کی مجموعی تعداد گیارہ مرد اور چار عورتیں تھیں، اور  
 حضرت عثمان بن مظعون امیر تھے۔ سب سے پہلے حضرت عثمان بن عفان اپنی اہلیہ  
 حضرت رقیہ کے ساتھ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی تھیں، نکلے حضور اکرم  
 صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم نہ تھا۔ چنانچہ ایک عورت نے آپ کو آکر بتایا، کہ  
 میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو جاتے دیکھا ہے، ان کی اہلیہ ایک گدھے پر

سوار تھیں، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ بلاشبہ، عثمان، حضرت لوط علیہ السلام کے بعد وہ پہلے آدمی ہیں جنہوں نے اللہ کی راہ میں اپنی بیوی سمیت ہجرت کی۔ جب قریش کو معلوم ہوا، کہ مسلمان حبشہ میں جم گئے ہیں اور اہلینان سے گزر بسر کر رہے ہیں تو انہوں نے عمرو بن العاص اور عبد اللہ بن ابی ربیعہ کو تحفے دے کر نجاشی کے پاس جس کا نام اصمہ تھا بھیجا۔ تیسرا آدمی ہمارہ بن الولید بھی ساتھ تھا۔ تاکہ مسلمانوں کو واپس لے آئیں لیکن نجاشی نے ان کی درخواست مسترد دی، اور وہ اپنے مخالف سمیت ناکام لوٹ آئے۔

حضرت حمزہ کے قبول اسلام کے تین دن بعد حضرت عمر بھی مسلمان ہو گئے۔ ابو نعیم راوی ہیں، کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی تھی، یا اللہ! تو اسلام کو ابو جہل یا عمر کے قبول اسلام سے عزت بخش۔ اس وقت مسلمان مردوں کی تعداد چالیس سے کچھ زیادہ اور عورتوں کی تعداد گیارہ تھی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایمان لائے تو حضرت جبرائیل نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا، یا رسول اللہ! عمر کے اسلام سے اہل سما کو بھی خوشی ہوئی ہے۔

جب قریش نے صحابہ کی نظر معاشرتی مقاطعہ اور شعب ابی طالب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و احترام، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام، حبشہ میں مسلمانوں کی توفیر اور قبائل عرب میں اسلام کی اشاعت دیکھی تو قریش نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کا ارادہ کیا جب حضرت ابوطالب کو اس کی خبر ملی تو انہوں نے نہ نو ہاشم اور بنو مطلب کو اکٹھا کیا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی پناہ میں لے لیا، تاکہ آپ کو مشرکین کے شر سے بچالیں۔ جب قریش نے یہ حالت دیکھی، تو وہ جمع ہوئے

باہم مشورہ کیا، اور ایک معاہدہ لکھا جس میں انہوں نے بنو ہاشم اور بنی مطلب پر پابندی لگا دی۔ کہ نہ ان سے مناکحت کا سلسلہ قائم کریں گے نہ خرید و فروخت کریں گے اور نہ ان سے کبھی مصالحت کریں گے جب تک کہ وہ آپ کو ان کے سوائے نہ کریں گے تاکہ وہ انہیں قتل کر دیں۔ اس معاہدہ کو لکھنے والا بغیض بن عامر تھا۔ خدا نے اس کا ہاتھ شل کر دیا۔ قریش نے وہ معاہدہ کبے کے اندر نبوت کے ساتویں سال محرم کے مہینے میں لٹکا دیا تھا۔ بنو ہاشم اور بنو مطلب حضرت ابوطالب کے پاس جمع تھے۔ اور وہ انہیں سوائے ابولہب کے جو قریش سے مل گیا تھا لے کر شعب ابی طالب میں آگئے۔ وہ وہاں دو یا تین سال تک ٹھہرے رہے۔ چونکہ ان تک کھانے پینے کی کوئی چیز نہیں پہنچ سکتی تھی اس لیے انہیں سخت دقت پیش آئی۔

بخاری میں ہے، کہ ایک دفعہ آپ نے سورہ انجم پڑھی اور آپ کے ساتھ مسلمانوں، مشرکوں، انسانوں اور جنوں نے سجدہ کیا۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ان صحابہ نے جو جہشتہ میں تھے، یہ خبر سنی تو اس خیال سے کہ کفار مکہ مسلمان ہو گئے ہیں بعض مہاجرین حبش سے لوٹ آئے۔ پھر مسلمانوں نے دوبارہ جہشتہ کو ہجرت کی، اس موقع پر مرد مہاجرین کی تعداد تراسی اور عورتوں کی اٹھارہ تھی۔

ان میں عبید اللہ بن جحش بھی اپنی بیوی ام حبیبہ بنت ابوسفیان سمیت شامل تھا۔ وہ وہاں جا کر عیسائی ہو گیا، اور اسی حالت میں مر گیا۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نبوت کے ساتویں سال ام حبیبہ سے جب کہ وہ ابھی جہشتہ میں تھیں نکاح کر لیا۔

معاشرتی مقاطعہ کا ختم :- پھر قریش کے کئی آدمی اس معاہدے کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے، پھر اللہ تعالیٰ نے حضور کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کو مطلع فرمایا، کہ دیکھنے سے معاہدے کی تمام ظالمانہ

شرائط کو چاٹ لیا ہے اور صرف "ہاسک انکم" کے الفاظ نکلنے کے ہیں جب معاہدے کو دیکھنے کے لیے اتارا گیا۔ تو آپ کی بات صحیح نکلی۔ یہ واقعہ دسویں سال نبوت میں پیش آیا۔

جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر انچاس وفات حضرت ابوطالب :- برس آٹھ مہینے اور گیارہ دن تھی، تو حضرت ابوطالب نے نبوت کے دسویں سال ہجرت مدینہ سے تین برس پہلے ستالیس سال کی عمر میں وفات پائی، ہشام بن سائب الکلبی اپنے والد سے راوی ہیں کہ جب حضرت ابوطالب قریب الموت پہنچے، تو قریش کے سردار ان کے پاس آئے، چنانچہ حضرت ابوطالب نے وصیت کی۔ "اے قریش! تم خدا کی برگزیدہ مخلوق ہو میں تمہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے حسن سلوک کی وصیت کرتا ہوں۔ وہ قریش میں امین، عرب بھر میں صادق ہیں اور ان میں تمام وہ اوصاف پائے جاتے ہیں جن کے بارے میں میں تمہیں وصیت کر رہا ہوں۔ اور وہ جس دین کی دعوت دے رہے ہیں، اسے دل نے قبول کر لیا ہے مگر زبان طعن و تشنیع کے ڈر سے انکاری ہے۔ بخدا میں چشم تصور سے دیکھ رہا ہوں کہ عرب کے نادار، دیہاتی، گرد و نوح کے رہنے والے اور اسی طرح کمزور لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر لبیک کہیں گے، ان کی باتوں کی تصدیق کریں گے اور مرتے دم تک ان کی امداد کریں گے اور قریش کے سردار اور سربراہ اور وہ لوگ ذلیل ہوں گے ان کے گھر تباہ و برباد ہوں گے اور بے وسیلہ لوگ سردار بن جائیں گے اور جو لوگ آج قریش میں بڑے اور دولت مند شمار ہوتے ہیں وہ محتاج ہو جائیں گے اور جنہیں وہ اپنے پاس بھٹکنے نہیں دیتے وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب تر ہو جائیں گے۔ تمام عرب ان کو اپنی محبت کا محور بنائیں گے، اپنے دلوں میں

ان کو جگہ دیں گے، اور اپنی قیادت ان کے سپرد کر دیں گے۔ اسے قریش! تمہیں چاہیے، کہ تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھی اور ان کی جماعت کے مددگار بنو۔ بخدا جو بھی ان کے راستے پر چلے گا، وہ کامیاب ہوگا اور جو بھی ان کی ہدایت پر عمل کرے گا۔ وہ سعادت مند ہوگا۔ بخدا اگر مجھے تھوڑی سی فرصت اور ملتی، اور میری موت چند دن اور مہلت دیتی، تو میں فتنوں کا راستہ روکتا، اور مصائب کو ان تک نہ پہنچنے دیتا۔ اس کے بعد حضرت ابو طالب فوت ہو گئے۔

حضرت خدیجہ الکبریٰ کی وفات :- جناب ابو طالب کی موت کے تین یا پانچ دن بعد، بعثت کے دسویں سال

ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ماہ رمضان میں وفات پانچویں چنانچہ اس سال کا نام سال مصائب، قرار پایا۔ ام المؤمنین، حضور اکرم کے ساتھ پچیس برس قیام پذیر رہیں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے چند دن بعد آپ نے حضرت سودہ بنت زموہ سے نکاح کر لیا۔

سفر طائف :- چونکہ حضرت ابو طالب کی وفات کے بعد، قریش نے آپ کو زیادہ ستانا شروع کر دیا تھا، اس لیے آپ نے زید بن حارثہ کے ساتھ طائف کا رخ کیا، اور وہاں ایک ماہ تک قیام فرمایا، آپ اس اثناء میں سرداران بنو ثقیف کو اسلام کی دعوت دیتے رہے، مگر انہوں نے کان نہ دھرا بلکہ انہوں نے اپنے قبیلے کے اوباشوں کو اکسایا، جنہوں نے آپ کو گالیاں دیں، اور اس شدت سے سنگباری کی، کہ آپ کے موزے خون سے بھر گئے جب وہ اوباش آپ پر پتھر برساتے، تو آپ زمین پر بیٹھ جاتے، وہ آپ کو بازوؤں سے پکڑ کر اٹھا دیتے۔ آپ چلتے، تو پھر سنگباری کرتے، اور زور زور سے ہنستے۔ زید بن حارثہ آپ کو بچانے کی کوشش کرتے۔ چنانچہ پتھروں سے ان کا سر بھی پھٹ گیا۔

بخاری اور مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا احد کے دن سے بھی زیادہ سخت ترکوئی دن آپ پر آیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں عائشہ! بلاشبہ مجھے تیری قوم نے بڑے بڑے دکھ دیئے ہیں لیکن مشکل ترین دن وہ تھا، جب میں نے خود کو ابن عبید یا لیل بن عبد کلال کے سامنے اس کی حمایت حاصل کرنے کو پیش کیا، لیکن اس نے میری خواہش کو پورا نہ کیا۔ میں وہاں سے روانہ ہوا، اور میں حد درجہ مغموم تھا۔ چنانچہ مجھے اس وقت ہوش آیا جب میں قرن الثعالب کے مقام پر پہنچا، سر اوپر اٹھایا، تو ایک بادل کا ٹکڑا نظر آیا جس میں جبریل علیہ السلام موجود تھے، انہوں نے مجھے آواز دی اسے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم خدا نے تیری قوم کی گفتگو سن لی ہے اور نیز آپ سے ان کا سلوک بھی دیکھ لیا ہے۔ میں ان پہاڑوں کا فرشتہ ہوں اور خدا نے مجھے آپ کی طرف اس لیے روانہ کیا ہے، تاکہ میں آپ کے حکم کی تعمیل کروں مگر آپ چاہیں تو میں ان دونوں پہاڑوں کو باہم ملا دوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میری خواہش ہے کہ خدا ان کی پشتوں سے لہن لوگوں کو پیدا کرے، جو خدا کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف دس دن طائف میں قیام فرمایا تھا۔

جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم طائف سے باہر حالت واپس ہونے تو آپ عقبہ اور شیبہ کے پاس سے گزرے، جو ربیعہ کے بیٹے تھے۔ وہ اپنی حویلی میں بیٹھے تھے، جب انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اہل طائف کی بدسلوکی کو دیکھا، تو ان کے جذبہ رجم کو تحریک ہوئی اور انہوں نے اپنے غلام عداس نصرانی کی معرفت ان گوروں کا گچھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے گچھے کی طرف ہاتھ بڑھایا، تو آپ نے بسم اللہ پڑھی

اور انکو رکھایا۔ پھر عداس نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چہرے پر نگاہ ڈالی۔ کہنے لگا، یہاں کے لوگ تو بسم اللہ نہیں پڑھتے۔ حضور کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے اس سے دریافت فرمایا، تم کہاں کے رہنے والے ہو اور تمہارا مذہب کیا ہے؟ کہنے لگا، میں نیزا کا رہنے والا نصرانی ہوں۔ حضور کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے فرمایا، اچھا تم اس شہر کے باشندے ہو، یہاں کبھی یونس بن مئی ایسانیک آدمی رہتا تھا۔ پوچھا آپ ان کو کیسے جانتے ہیں؟ فرمایا، وہ میرے بھائی تھے اور میری طرح نبی تھے۔ اس پر عداس نے آپ کے ہاتھوں، سر اور پاؤں کو چوما اور مسلمان ہو گیا۔

جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نخلہ کے مقام پر جوڑے سے ایک دن کی مسافت پر ہے، اترے تو نصیبین کے فوجین آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آدمی رات کے وقت سورہ جن تلاوت فرما رہے تھے اور جن سن رہے تھے، جس جن نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تعارف کرایا۔ وہ شجرہ تھا۔

اس موقع پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا:- نے ذیل کی دعائیں مانگی :-

”اے خدائیں تجھ سے اپنی قوت کی کمزوری اور تدبیر کی بے اثری اور لوگوں کی نظروں میں بے وقعتی کی شکایت کرتا ہوں۔ اے ارحم الراحمین! تو ہی سب سے زیادہ رحم کرنے والا اور تو ہی کمزوروں کا آقا ہے، تو مجھے اب کس کے حوالے کرنے لگا ہے، کسی دور کے دشمن کے جو مجھ سے ترش روئی سے پیش آئے گا، یا قریب کے دوست کے جسے تو میرے معاملات پر درود سے گا۔ اے خدا اگر تو مجھ سے ناراض نہیں ہے، تو پھر مجھے کسی چیز کی پرواہ نہیں، سوائے اس کے کہ تیری



وسیع رحمت مجھے اپنی آغوش میں لے لے۔ اسے خدا میں خود تیری ذات کے اس نور کی پناہ میں دیتا ہوں، جس سے زمین و آسمان روشن ہیں اور جس سے اندھیرے جگمگا اٹھے ہیں اور دین دنیا کے کام سلجھ گئے ہیں میں اس سے تیری پناہ مانگتا ہوں، کہ مجھ پر تیرا غضب نازل ہو یا مجھ سے ناراض ہو۔ میں تیری خوشنودی چاہتا ہوں، تاکہ تو رہنی ہو اور برائی سے بچاؤ کی اور نیکی کی رغبت تیرے ہاتھ میں ہے:

ربیع الاول کے مہینے میں حضور اکرم صلی اللہ  
 معراج اسی صلی اللہ علیہ وسلم: علیہ وسلم کی روح اور جسم کو بیداری کی حالت  
 میں مسجد الحرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گئے۔ پھر مسجد اقصیٰ سے آپ کو سات آسمانوں  
 سے اوپر لے گئے، اور آپ نے خدا کو دونوں آنکھوں سے دیکھا اور حضور صلی اللہ  
 علیہ وسلم کو کئی باتیں القا کی گئیں اور پانچ نمازیں فرض ہوئیں، پھر آپ راتوں رات  
 مکے کو واپس آگئے۔ آپ نے اس سفر کا ذکر کیا تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ  
 اور دوسرے مسلمانوں نے آپ کی تصدیق کی اور کفار نے تکذیب کی، اس پر کفار  
 نے آپ سے بیت المقدس کے متعلق سوالات کیے۔ خدا نے اس کی شبیہ آپ کے  
 سامنے پیش کر دی، چنانچہ دیکھ دیکھ کر بتاتے جاتے۔ یہ واقعہ بعثت کے پانچویں  
 سال پیش آیا۔ ایک روایت کے مطابق یہ واقعہ رجب کی ستائیس تاریخ کو ہوا۔  
 حافظ عبد الغنی المقدسی نے اس روایت کو ترجیح دی ہے، یہ روایت بھی ہے کہ یہ  
 واقعہ جمعہ کی رات کو یا ہفتے کی رات کو واقع ہوا۔

۱۔ واقعہ معراج کی تفصیلات کے لیے معارج النبوة جلد دوم مؤلفہ ملامین واعظ  
 کاشفی کا مطالعہ کریں۔ مترجم

بیعت عقبہ اول و دوم :- صلی اللہ علیہ وسلم کے اعزاز اور اپنا وعدہ پورا کرنے کا ارادہ کیا، تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام موسم حج میں اوس اور خزرج سے ملنے کے لیے روانہ ہوئے، حضور کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے قبائل عرب سے ملاقات کا پروگرام بنایا۔ جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا۔ آپ عقبہ کے نواح میں تھے کہ خزرج کے بعض لوگوں سے خدا کو جن کی بھلائی منظور تھی ملاقات ہو گئی۔ حضور نے دریافت فرمایا، تم کون ہو؟ کہا، ہم بنو خزرج سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ نے پوچھا آیا تم میرے ساتھ کچھ دیر بیٹھو گے، تاکہ باتیں کریں۔ انہوں نے کہا ٹھیک ہے، چنانچہ وہ مل بیٹھے اور آپ نے انہیں اسلام کی دعوت دی اور آیات قرآن کی تلاوت فرمائی۔ یہ سن اتفاق ہے، کہ یہود جو اہل کتاب تھے ان کے شہروں میں سکونت پذیر تھے۔ مگر اوس و خزرج کی زیادہ تعداد تھی۔ چنانچہ جب بھی ان کا باہم کوئی جھگڑا ہوتا تو یہود کہا کرتے کہ جلدی ہی ایک نبی آنے والا ہے، کیونکہ یہی اس کا عہد ہے۔ ہم اس کی پیروی کریں گے اور ہم اس سے مل کر تمہارے خلاف جہاد کریں گے۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے گفتگو فرمائی تو وہ پہچان گئے۔ آپس میں کہنے لگے، دیکھو، یہود اس معاملے میں ہم پر سبقت نہ لے جائیں۔ چنانچہ انہوں نے آپ کی دعوت قبول کر لی، اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسلام کی جو تعلیمات پیش کیں وہ انہوں نے مان لیں۔ چنانچہ ان میں سے چھ آدمی مسلمان ہو گئے۔ ابو امامہ اسعد بن زرارہ، عوف بن حارث بن رفاعہ جو ابن عوف کے نام سے مشہور تھا۔ رافع بن مالک بن عجلان، قطیبہ بن عامر بن حذیدہ و عقبہ بن عامر بن نابی اور جابر بن عبد اللہ بن ریاب۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا، تم میری پشت مضبوط کرو، تاکہ میں خدا کا پیغام پہنچا سکوں۔

انہوں نے کہا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! سالِ بعثت کے موقعہ پر ہم پہلی بار آپس میں لڑے تھے۔ اگر آپ وہاں (مدینے میں) تشریف لے آئیں اور ہمارے باہمی تعلقات کی یہی نوعیت ہو تو آپ کے بارے میں ہمارا اتفاق نہیں ہو سکے گا۔ ہمیں مہلت دیجئے، تاکہ ہم اپنے قبائل میں واپس جائیں، ممکن ہے ہمارے درمیان مصالحت ہو جائے اور ہم انہیں دعوتِ اسلام دیں، بہت ممکن ہے کہ ہمارا آپ کی دعوت پر اتحاد ہو جائے اور وہ آپ کے پیرو بن جائیں تو آپ سے بڑھ کر اور کوئی آدمی زیادہ محترم نہیں ہو گا۔ پھر ہماری ملاقات سالِ آئندہ حج کے موقعہ پر ہوگی۔

وہ لوگ مدینے لوٹ گئے اور کوئی گھرا ایسا نہیں تھا، جس میں رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کا ذکر نہ ہوتا ہو۔ جب دوسرا سال آیا، تو آپ سے بارہ آدمیوں نے ملاقات کی، اسے عقبہ ثانیہ کہتے ہیں۔ چنانچہ وہ بھی مسلمان ہو گئے۔ پچھلے سال کے چھ آدمیوں سے جابر بن عبد اللہ بن ریاب کے سوا باقی سارے آدمی آئے تھے۔ مندرجہ ذیل سات آدمی ان پانچ کے علاوہ تھے۔ معاذ بن عاص بن رفاعہ وہ ابن عفراتھا، عوف کا بھائی، ذکوان بن عبد القیس الزرقی، عبادہ بن صامت، یزید بن ثعلبہ البلوی، عباس بن عبادہ بن نضدہ یہ سب لوگ بنو خزرج سے تھے اور دو آدمی بنو ادس سے تھے، ابو المثنیٰ بن الیمان جو بنو عبد الاشمل سے تھا، اور عویم بن ساعدہ۔ ان سب لوگوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی۔ نیز انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عورتوں کی بیعت کی اجازت طلب کی جو بالکل ویسی تھی جیسی کہ فتح مکہ کے وقت لی گئی تھی۔ وہ کلمات یہ تھے:

”ہم خدا کا کوئی شریک نہیں بنائیں گی، نہ چوری کریں گی، نہ زنا کریں گی، نہ اولاد کو قتل کریں گی، نہ کسی پر فرضی بہتان باندھیں گی۔“

نہ اچھے کاموں میں ہم نافرمانی کریں گی، تنگی اور فراخی میں خوشی اور ناخوشی میں ہم احکام کی پیروی کریں گی اور لوگوں سے خواہ مخواہ جھگڑا ٹولی نہیں لیں گی اور جہاں تک ہو سکا، ہم سچ کہیں گی اور خدائی معاملات میں کسی کی ملامت کی پرواہ نہ کریں گی :

پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر تم نے یہ باتیں پوری کیں، تو تمہیں اس کے بدلے میں جنت ملے گی۔ اگر ان احکام میں سے، تم سے کوئی کوتاہی ہو گئی، تو تمہارا معاملہ خدا کے سپرد ہو گا۔ اگر چاہے تو سزا دے اور چاہے تو معاف کر دے۔ ابھی تک جہاد فرض نہیں ہوا تھا۔ بعد وہ لوگ مدینہ واپس آگئے اور خدا نے اسلام کی امداد کی۔ اسعد بن زرارہ مدینہ میں مسلمانوں کو جمع کرتے۔ پھر بنو اوس اور خزرج نے رسول کریم علیہ السلام کو لکھا کہ کسی شخص کو روانہ فرمائیے، جو ہمیں قرآن شریف پڑھائے۔ آپ نے مصعب بن عمیر کو روانہ کیا، جن کے ہاتھ پر انصار کی بڑی تعداد ایمان لے آئی۔ ان میں سعد بن معاذ اور اسید بن حنیفہ شامل تھے۔ چنانچہ ان کی وجہ سے بنو عبد الاشہل کے مرد اور عورتیں ایک دن میں اسلام لے آئیں۔ سوائے اضمیرم کے جس کا نام عمرو بن ثابت بن وقش تھا۔ وہ احد کے دن تک ایمان نہ لاسکے۔ چنانچہ اس دن ایمان لائے، اور خدا کے سامنے ایک سجدہ کرنے سے پہلے شہید ہو گئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، کہ وہ جنتی ہیں۔ بنو عبد الاشہل میں کوئی شخص بھی منافق نہ تھا، بلکہ سب کے سب سچے اور مخلص مسلمان تھے۔

پھر سالِ آئندہ حج کے مہینے میں، ایام تشریق کے وسط بیعت عقبہ سوم ہوئی۔ میں، ستر مرد اور دو عورتیں آئیں۔ حاکم راوی ہیں کہ کل پچتر آدمی تھے، سب سے پہلے جس شخص نے بیعت کی وہ حضرت براء بن معرور تھے۔

ایک روایت میں ہے کہ اسعد بن زرارہ تھے۔ یہ عہد کیا گیا، کہ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

کی اس طرح سے حفاظت کریں گے، جس طرح وہ اپنے اہل و عیال کی حفاظت کرتے ہیں، اور وہ آپ کی خاطر اسود داحمر سے جنگ کریں گے جنور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان میں بارہ نقیب مقرر فرمائے۔ آپ متواتر دس سال تک مختلف مواقع پر لوگوں کے گھروں میں جاتے اور فرماتے، جو شخص اس لیے میری تائید اور امداد کریگا تاکہ میں خدائی پیغام لوگوں تک پہنچا سکوں، اسے جنت میں جگہ ملے گی۔ تا آنکہ خدا نے انصار کو بھیج دیا۔

جب بیعت عقبہ ثالثہ ختم ہو گئی، آپ نے صحابہ کو ہجرت مدینہ ہجرت مدینہ :- کا حکم دیا۔ پس لوگ آہستہ آہستہ نکل گئے جنور علیہ الصلوٰۃ والسلام مکے میں قیام پذیر رہے، تاکہ آپ کو بھی اجازت ملے، تو روانہ ہو جائیں۔ پھر قریش دارالندوہ میں جمع ہوئے، تاکہ آپ کے بارے میں مشورہ کریں۔ آخر وہ جنور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل پر متفق الرائے ہو گئے۔ اتنے میں جبریل علیہ السلام نازل ہوئے اور کہا، کہ آج رات آپ اپنی چار پائی پر آرام نہ فرمائیں۔ جب اندھیرا چھا گیا، تو کفار آپ کے دروازے پر جمع ہوئے، تاکہ جب آپ سو جائیں تو آپ پر حملہ کر دیا جائے۔ آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حکم دیا، وہ آپ کی جگہ سبز چادر اوڑھ کر سو گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ پہلے وہ آدمی ہیں جنہوں نے اپنی جان جنور صلی اللہ علیہ وسلم پر قربانی کے لیے پیش کی۔ پھر آپ اپنے گھر سے نکلے، خدانے کفار کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا، اور کوئی بھی آپ کو دیکھ نہ سکا۔ اور سب کے سر پر خاک ڈال گئے۔ اور آپ اس وقت سورہ النہین کی تلاوت کر رہے تھے۔ پھر جنور علیہ الصلوٰۃ والسلام وہاں چلے گئے جہاں آپ کو جانا تھا۔ اتنے میں کفار کے پاس سے ایک آدمی گزرا، اس نے پوچھا، یہاں بیٹھے کیا کر رہے ہو؟ کئے لگے، ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے انتظار میں ہیں۔ وہ کئے لگا، خدانے تمہیں رسوا کیا ہے،

محمد صلی اللہ علیہ وسلم نکل کر چلے گئے ہیں، اور ہمارے سروں پر خاک ڈال گئے ہیں۔ چنانچہ جب انہوں نے اپنے سروں پر ہاتھ پھیرا، تو واقعی بات درست تھی۔ چنانچہ جس شخص کے سر پر ایک کنکری بھی پڑی تھی، وہ میدان بدر میں قتل ہوا۔ قرآن کی اس آیت میں اسی بات کی طرف اشارہ ہے :- وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِيُثْبِتُوكَ أَوْ يَقْتُلُوكَ أَوْ يَخْرُجُوكَ۔ چنانچہ آپ کو مدینے کی طرف ہجرت کی اجازت مل گئی، تاکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے اس شہر کو عزت اور احترام نصیب ہو۔ چنانچہ اس بات پر قوم کا اتفاق ہے، کہ بہترین مقام وہ ہے جہاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جسد مبارک دفن ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکے سے ربیع الاول کی پہلی تاریخ کو روانہ ہوئے تھے اور بارہ تاریخ کو مدینہ پہنچے۔

سیدنا ابوبکر آقائے دو عالم کی رکاب میں :- حضرت جبریل علیہ السلام نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

سے عرض کی کہ آپ حضرت ابوبکر کو متھے رکھیں، چنانچہ آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنی ہجرت کے بارے میں مطلع فرما دیا اور کہا، کہ لوگوں کی جو امانتیں میرے پاس رکھی ہیں، وہ انہیں لوٹادی جائیں۔ آپ چلے سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مکان پر آئے اور انہیں ساتھ لے لیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی ایک اونٹنی پیش کی مگر آپ نے مفت لینے سے انکار کر دیا۔ تاکہ ہجرت کی فضیلت میں کمی نہ ہو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، ہم نے جلدی جلدی تیاری کی، پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے غار ثور میں جا کر پناہ لی۔ آپ نے مکے سے نکلنے وقت کہنے کی طرف دیکھ کر فرمایا، بخدا تو میری نظر میں اور اسی طرح اللہ کی نظر میں تمام دنیا سے عزیز تر ہے۔ اگر یہ لوگ مجھے یہاں سے نہ نکالتے، تو میں ہرگز نہ جاتا۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کفار سے بچ کر نکل گئے تو انہوں نے آپ کو ہر طرف تلاش کیا، اور ہر طرف آدمی روانہ کیے، اور پکڑ کر لانے والے کے لیے سو اونٹ انعام مقرر کیا۔ لیکن وہ کامیاب نہ ہو سکے، پھر خدانے غار کے دروازے پر ایک درخت اگا دیا اور عنکبوت کو حکم دیا، کہ وہ غار کے دروازے پر جالابن دسے پھر خدانے دو جھلی کبوتر بھیجے اور وہ غار کے دروازے پر آکر بٹھ گئے۔ ان دنوں کبے کے کبوتر، انہی دو کبوتروں کی نسل سے ہیں۔ قریش کے ہر قبیلے کے دو دو آدمی غار کے منہ پر پہنچ گئے۔ اور کبوتروں نے انہیں غار میں داخل ہونے سے روک دیا۔ کسی نے کہا بھی، کہ غار کے اندر گھس جاؤ۔ لیکن امیہ بن خلف نے لگا کہ عنکبوت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے پہنچ گیا ہے۔ روایت میں ہے کہ کبوتروں نے سوراخ کے نیچے انڈے دیئے اور عنکبوت نے جالابن دیا۔ وہ کہنے لگے، کہ اگر کوئی آدمی انڈے داخل ہوتا، تو انڈے ٹوٹ جاتے اور جالابچٹ جاتا۔ تو گویا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ اس معجزے سے بڑا ہے، جس میں کفار لشکر لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں آئے تھے۔ ایک روایت میں ہے، کہ آپ نے دعا کی کہ اے خدا، تو انہیں اندھا کر دے۔ پس وہ اندر نہ داخل ہو سکے اور دائیں بائیں بھٹکتے رہے صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر ان میں سے کوئی آدمی نیچے جھک کر دیکھے، تو وہ ہمیں دیکھ لے گا۔ فرمایا، اے ابو بکر! تیرا ان دو آدمیوں کے بارے میں، جن میں تیسرا خدا ہے، کیا خیال ہے؟ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ میں نے غار میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں مبارک دیکھے، ان سے خون ٹپک رہا تھا۔ مجھے رونا آگیا۔ اور میں جان گیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو شفقت اور تکلیف برداشت کرنے کی عادت نہیں تھی۔ نیز روایت میں آیا ہے کہ حضرت ابو بکر

غار میں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے پیش نظر آپ سے پہلے داخل ہوئے۔ انہوں نے اس میں ایک سوراخ دیکھا، جسے انہوں نے اپنی ایڑی سے بند کر دیا، تاکہ کوئی چیز نکل کر آپ کو دکھ نہ دے۔ پھر حضور کریم علیہ التحیۃ والتسلیم اندر داخل ہوئے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی گود میں سر رکھ کر سو گئے۔ لیکن انہیں کسی چیز نے پونے میں ڈس لیا۔ مگر وہ اپنی جگہ سے نہ ہلے اور ان کے آنسو سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے مبارک پر گرے، پوچھا، ابو بکر کیا بات ہے، عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کسی چیز نے ڈس لیا ہے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس پر لعابِ دہن لگایا اور درجہ اتار دیا۔ ایک روایت میں ہے کہ جب انہوں نے تعاقب کرنے والوں کو دیکھا، تو وہ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے بارے میں سخت متردد ہوئے۔ کہنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر میں قتل ہو گیا تو میں تو تنہا ہوں۔ لیکن اگر آپ کو کچھ ہو گیا تو ساری امت تباہ ہو جائے گی، اس پر صاحبِ لولاک نے فرمایا، لَا تَخْزَلُنَّ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا۔ پھر اللہ نے حضرت ابو بکر صدیق کو مطمئن کر دیا۔ کیونکہ وہ ڈر رہے تھے اور خدا نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان فرشتوں کی کمک سے جو دکھائی نہیں دیتے تھے، امداد فرمائی تاکہ وہ غار میں آپ کی حفاظت کریں اور کفار کے منہ آپ کی جانب سے موڑ دیں، اور ان کی آنکھیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھ سکیں۔

حضور کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ تین رات دن غار میں قیام فرمایا۔ رات کو حضرت عبد اللہ بن ابو بکر رضی اللہ عنہما جو ابھی لڑکے تھے وہیں ٹھہرتے تھے، جب سحر طلوع ہوتی تو وہ مکے آجاتے۔ جب شام ہوتی تو دن بھر کی خبریں آکر سناتے اور حشا، کے بعد عامر بن فہیرہ جو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے غلام تھے، بکریوں کی حفاظت کے لیے آجاتے اور بکریوں کا دودھ آپ کو پلاتے۔



آپ نے عبداللہ بن اریقظ جو ابھی تک کافر تھا، اور  
عبداللہ بن اریقظ :- اسلام سے متعارف نہیں کرایا گیا تھا، کی خدمات بطور  
 رہبر کے اجرت پر حاصل کیں۔ چنانچہ وہ اپنی سواری لے کر تین دن کے بعد آگیا۔  
 اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر چل دیا۔  
 عامر بن نفیرہ بھی شریک سفر تھے۔ یہ مختصر سا قافلہ وادی قدید میں ام معبد کے پاس  
 سے گزرا، اور دودھ یا گوشت کے خریدنے کی خواہش کی، لیکن اس کے پاس  
 کچھ بھی نہ تھا۔ اتنے میں آپ نے خیمے کے ایک کونے میں ایک بکری دیکھی، جو  
 بوجہ کمزوری کے ریوڑ کے ساتھ نہیں جاسکی تھی۔ آپ نے پوچھا، کیا یہ دودھ دیتی  
 ہے؟ اس نے کہا نہیں، اس کا دودھ ختم ہو گیا ہے، آپ نے فرمایا، کیا تو مجھے  
 اجازت دے گی تاکہ میں دودھ دوں۔ اس نے کہا، بس و چشم میرے ماں باپ  
 آپ پر فدا ہوں، اگر اس کے تھنوں میں دودھ ہے تو دودھ لیجئے۔ آپ نے بکری  
 منگوائی اس کی ٹانگوں کو قابو کیا۔ اس کے تھنوں کو چھوا، تو ان میں دودھ اتر آیا۔  
 پھر آپ نے برتن منگوایا، تاکہ باقی لوگ بھی پی سکیں۔ چنانچہ اس میں دودھ دو ہوا۔  
 سب لوگوں نے سیر ہو کر پیا۔ پھر اس برتن میں دوبارہ دودھ دو ہوا اور اسے وہیں  
 چھوڑ کر آپ رخصت ہو گئے۔ بھوڑی دیر کے بعد اس کا خاوند ابو معبد لاغر بکریوں  
 کا ریوڑ لے ہوئے آیا، اور دودھ کو دیکھ کے حیران ہوا۔ پوچھا، ام معبد یہ کیا بات ہے  
 کہنے لگی، میاں سے ایک مبارک آدمی کا گزر ہوا ہے، جس کی وجہ سے یہ صورتحال  
 پیدا ہو گئی، ابو معبد نے کہا، اس کا علیہ بیان کرو، ام معبد نے نہایت عمدہ الفاظ  
 میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نقشہ بیان کیا۔ وہ کہنے لگا، بخدا یہی ہے وہ شخص  
 جس کی قریش کو تلاش ہے۔ اگر میری ملاقات ان سے ہوتی تو میں ان کا دین قبول  
 کر لیتا۔ یہ بکری حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت ملک صبح و شام دودھ دیتی رہی۔

سراقہ بن مالک تعاقب میں :- پھر اسی وادی میں سراقہ بن مالک سے حضور  
 صلی اللہ علیہ وسلم کا آنا سامنا ہو گیا۔ حضرت  
 ابو بکر رضی اللہ عنہ یہ دیکھ کر رو پڑے، کہنے لگے، یا رسول اللہ! ہم بھنس گئے ہیں۔  
 آپ نے فرمایا، ہرگز نہیں۔ چنانچہ آپ نے بددعا کی، اور اس کے گھوڑے کے  
 ستم زمین میں دھنس گئے۔ اس پر سراقہ نے امان کی درخواست کی، کہنے لگا، مجھے  
 علم ہے کہ آپ نے میرے لیے بددعا کی ہے، اب میرے لیے دعائیجئے۔ میں  
 وعدہ کرتا ہوں، کہ میں قریش کو آپ کے تعاقب سے روکوں گا۔ اور آپ کو کوئی  
 تکلیف نہیں دوں گا۔ سراقہ راوی ہے کہ یہ سن کر آپ ٹھہر گئے، میں اپنے گھوڑے  
 پر سوار ہو کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قریب پہنچا۔ اور قریش کے ارادے سے  
 آپ کو مطلع کیا۔ میں نے اپنا زاد سفر آپ کے سپرد کر دیا۔ اس وقت میرے خیال  
 میں آیا، کہ بلاشبہ آپ کو اللہ تعالیٰ کا مہابی عطا کرے گا۔

اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ چل دیئے  
 اثنا عشر سفر میں آپ کو ایک گڈریا بکریاں چرانا ملا۔ اس سے پینے کو دودھ مانگا۔  
 اس نے کہا، ان میں سے کوئی بکری دودھ نہیں دیتی۔ ہاں ایک بکری حاملہ ہے،  
 مگر دودھ نہیں دیتی۔ آپ نے فرمایا، اسے ذرا پکڑ لاؤ، وہ لے آیا اور آپ نے اسے  
 پین دیا اور سب نے دودھ پیا، چنانچہ گڈریا مسلمان ہو گیا۔

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا :- جب مسلمانانِ مدینہ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام  
 کی ہجرت کا علم ہوا، تو وہ روزانہ صبح سے  
 دوپہر تک آپ کا انتظار کرتے اور جب دوپہر گرم ہو جاتی، تو لوگ گھروں کو واپس  
 ہو جاتے۔ ایک دن وہ انتظار کے بعد گھروں کو لوٹ گئے کہ ایک یہودی نے جو  
 کسی کام سے مکان کی چھت پر کھڑا ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔ اس نے آپ کو اور

آپ کے ساتھیوں کو ڈور افق پر دیکھ لیا۔ چنانچہ وہ صبر نہ کر سکا اور زور سے چلا آیا۔ اسے اوس و خزیج تمہارا مطلوب و مقصود قافلہ وہ چلا آ رہا ہے پس مسلمان ہتھیار لیے حضور کریم علیہ اچتہ و التسلیم کے استقبال کے لیے نکلے۔ چنانچہ آپ قبائیں اتر پڑے اور وہاں بائیس دن قیام فرمایا۔ پھر آپ دن پڑھے قبائے جمعے کے دن روانہ ہوئے اور جمعے کے وقت بنو سالم بن عوف کی بستی میں پہنچ گئے۔ چنانچہ آپ نے وہاں نماز جمعہ تقریباً سو آدمیوں کے ساتھ ادا کی۔ پورا نماز آپ اپنی اونٹنی پر سوار ہوئے اور مدینے کو چلے۔ جب بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم انصار کے گھروں کے پاس گزرتے تو وہ سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے یہاں قیام کی دعوت دیتے اور امداد اور خدمت کا وعدہ کرتے۔ آپ فرماتے: میری اونٹنی کے راستے سے ہٹ جاؤ، کیونکہ اسے اپنی جگہ معلوم ہے۔ آپ نے اس کی مہار ڈھیلی پھوڑی ہوئی تھی اور اسے بالکل حرکت نہیں دے رہے تھے، اور وہ دائیں بائیں دیکھتی جا رہی تھی۔ چنانچہ جب مالک بن نجار کے محلے میں پہنچی، تو مسجد کے دروازے پر بیٹھ گئی اس جگہ ان دنوں سہیل، سہیل پسران رافع بن عمرو نے جو یتیم ہو گئے تھے، کھجوریں خشک کر کے لے کر کھلیاں بنا رکھا تھا۔ پھر وہ وہاں سے چل دی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس پر سوار تھے، تا آنکہ وہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے صحن میں بیٹھ گئی۔ گردن زمین پر رکھ دی اور بغیر منہ کھولے آہستہ آہستہ بولنے لگی۔ آپ اترے اور فرمایا، یہ ہے انشاء اللہ ہماری منزل۔ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کجاوہ اٹھا کر اندر لے گئے، اور حضرت زید بن حارثہ ساتھ تھے۔ اور بنو نجار کا محلہ، انصار کی بستی کے درمیان واقع تھا، اور سب سے بہتر تھا۔ اور یہ لوگ حضور کریم علیہ اچتہ و التسلیم کے دادا حضرت عبد المطلب کے ننیال تھے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بس دن

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینے میں داخل ہوئے تو آپ کی وجہ سے ہر چیز جگلا  
اٹھی اور قبیلے کی پردہ نشیں عورتیں پھپھتوں پر چڑھ گئیں۔ اور مندرجہ ذیل دو شعر  
گانے لگیں :-

حَطَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا مِنْ ثَنِيَاتِ الْوَدَاعِ  
وَجَبَّ الشُّكْرُ عَلَيْنَا مَا دَعَىٰ اللَّهُ ذَا حِ

۱:- وداع کی گھاٹیوں سے، ہم پر چاند نمودار ہوا۔

۲:- جس کا شکر ہم پر واجب ہے۔ کسی دعائے مانگنے والے نے کیا عمدہ

دعائے مانگی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم  
کی اوتھنی حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے دروازے پر بیٹھ گئی تو بنو نجار  
کی لڑکیاں ڈھولکیاں لیے گارہی تھیں :-

ہم بنو نجار کی لڑکیاں ہیں سبحان اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کتنے اچھے  
ہم سائے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا، کیا تم مجھ سے پیار کرتی ہو؟  
انہوں نے جواب دیا، ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! فرمایا، اللہ جانتا ہے  
کہ میرا دل تم سے پیار کرتا ہے۔ طبری راوی ہے، کہ لڑکے بالے گلیوں میں پھیل  
گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی منادی کرتے پھرتے تھے، او  
آپ سات مہینے تک حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر قیام فرما  
رہے۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تعمیر مسجد کا ارادہ کیا، تو بنو نجار سے فرمایا  
کہ تم اپنے احاطے کی قیمت مجھ سے لو، انہوں نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم! ہم فی سبیل اللہ یہ زمین دینے کو تیار ہیں، لیکن آپ نہ مانے، اور

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے دس دینار لے کر زمین خرید لی۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اپنی ساری پونجی ساتھ لے آئے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اینٹیں بناؤ، مسجد تیار ہوگئی، چھت کھجور کے پتوں کی اور ستون کھجور کی لکڑی کے تھے، سب مسلمان اس کی تعمیر میں شریک تھے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی اینٹیں اٹھا اٹھا کر لارہے تھے، اور عبداللہ بن رواحہ کے یہ دو شعر پڑھتے جاتے تھے :-

هَذَا الْجَمَالُ لِأَجْمَالِ خَيْرِهِ هَذَا ابْرُؤُنَا وَأَظْهَرُهُ

اللَّهُمَّ إِنَّ الْأَجْرَ أَجْرُ الْأَجْرِهِ فَأَرْحِمِ الْأَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَةَ

۱- یہ قرآن خیر کی کھجوروں کا ترجمہ نہیں، اسے ہمارے رب یہ تو بیت المقدس اور پاکیزہ ہے۔

۲- اے خدا ہمیں آخرت کا اجر دے۔ اور انصار اور مہاجرین پر

رحم کر۔

مسجد کا قبلہ بیت المقدس کی طرف رکھا گیا۔ تین دروازے لگائے گئے۔ ایک پھلی طرف دوسرا وہ جسے باب الرحمة کہتے تھے اور تیسرا وہ جس سے مسجد میں داخل ہوتے تھے اور مسجد کا طول دیوار قبلہ سے پھلی دیوار تک سونٹا تھا، اور اونٹ بازو بھی اتنے ہی تھے، یا کچھ کم۔ مسجد کی بنیاد تین ٹانٹھ گہری رکھی گئی۔ مسجد کے پہلو میں اینٹوں سے حجرے تیار کئے گئے اور چھت پر کھجور کے تنے اور پتے ڈالے گئے تھے۔ جب مسجد تیار ہوگئی، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لیے ایک حجرہ تیار کرایا جس کا دروازہ مسجد میں کھلتا تھا۔ اور اسی طرح حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے لیے ایک اور حجرہ بنا یا گیا۔ اس کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر سے ان حجروں میں اٹھ آئے پھر

آپ نے حضرت زید بن حارثہ اور ابو رافع رضی اللہ عنہما کو متھے روانہ کیا، تاکہ حضرت فاطمہ، حضرت ام کلثوم، حضرت سودہ بنت رافع، حضرت اسامہ بن زید اور حضرت ام ایمن کو مدینے لے آئیں۔ حضرت عبداللہ بن ابوبکر اپنے خاندان کو لے آئے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جمعے کے دن مسجد کے ایک ستون کے پاس کھڑے ہو کر خطبہ دیا کرتے، فرمایا مجھے کھڑا ہونے میں دقت ہوتی ہے، اس لیے آپ کے لیے منبر بنایا گیا۔ ہم باب المعجزات میں اس ستون کے رونے کا واقعہ بیان کریں گے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریح آوری کو پانچ مہینے گزر گئے تو مہاجرین اور انصار کے درمیان سلسلہ مواخات قائم کیا۔ اور آپ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے سوال میں اٹھارہ مہینے کے بعد نکاح کیا۔

ابن اسحاق راوی ہیں کہ یہودی علماء حسد اور بدعتی کی وجہ سے آپ کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے اور اسی طرح اوس اور خزرج کے منافقوں کی ایک جماعت، جن کا سردار عبداللہ بن ابی عتقا، ان سے مل گئے، اور اللہ تعالیٰ کا غضب ان پر نازل ہوا۔

اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو جہاد کی اجازت دی۔

اذن جہاد :- زہری راوی ہیں کہ مندرجہ ذیل وہ پہلی آیت ہے، جس میں جہاد کی اجازت دی گئی ہے :- اذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتِلُونَ بِاَنفُسِهِمْ ظُلْمًا وَاِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ نَّصِيْرُهُمْ لَقَدِيْرٌ۔ اس کے بعد آپ نے دشمنوں پر حملے کے لیے تھوڑے تھوڑے دستے اور لشکر روانہ کیے، خود آپ نے اور آپ کے صحابہ نے جنگیں کیں، اور لوگ اللہ کے دین میں گروہ درگروہ داخل ہوئے۔ ان غزوات کی تعداد جن میں آپ خود شریک ہوئے، ستائیس تھی۔ ان میں نو ایسے

ہیں جن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم شریک جنگ ہوئے، وہ حسب ذیل ہیں :-  
 بدر، احد، المرہ، خندق، قرظہ، خیبر، فتح مکہ، حنین اور جنگ طائف۔ سرایا  
 کی تعداد سینتالیس ہے، پہلا سریہ وہ ہے جس میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے  
 حصہ لیا تھا۔ اس دستے میں مہاجرین کی تعداد تیس تھی، یہ دستہ قریش کے قافلے  
 کو روکنے کے لیے گیا، لیکن جنگ کی نوبت نہ آئی۔ یہی حال سریہ عبیدہ بن جراح  
 بن مطلب کا تھا، جو وادی رابع کو ساٹھ آدمیوں کے ساتھ گیا تھا۔ تاکہ ابوسفیان  
 کو روکیں، جو دو سو آدمیوں کے ساتھ آ رہا تھا، لیکن اس میں بھی جنگ نہ ہوئی۔ اس  
 کے بعد حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا سریہ ہے جس میں وہ بیس آدمیوں  
 کے ساتھ حراء کی وادی میں بھیجے گئے تھے، تاکہ قریش کے قافلے کو روکیں، لیکن  
 قافلہ ایک دن پہلے گزر گیا تھا۔

غزوة ودان کا دوسرا نام الا بوار ہے۔ یہ وہ پہلا غزوہ ہے  
 غزوة ودان :- جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بغض نفیس شریک تھے  
 آپ نے ہجرت کے بارہ ماہ بعد ساٹھ آدمیوں کے ساتھ صفر کے مہینے میں قریش  
 کے خلاف مدینے سے کوچ فرمایا۔ علم حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھا اور  
 مدینے کا نظام حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے سپرد تھا۔ آخر مصالحت اس  
 بات پر ہوئی کہ بنو نضیر نہ تو مسلمانوں کے خلاف لڑیں گے، نہ لشکر کشی کریں گے اور  
 نہ دشمنوں کی امداد کریں گے۔

دوسرا غزوہ بواط ہے، جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
 غزوة بواط :- نے ہجرت کے تیرھویں مہینے دو سو صحابہ کے ساتھ قریش کے  
 اس قافلے کو روکنے کے لیے جس میں عبد اللہ بن خلف شامل تھا، شمولیت فرمائی  
 لیکن مقابلے کی نوبت نہ آئی۔

اس کے بعد غزوہ عَشِيرَة ہے، جو مُذَاجِ میں بنی مُدَلِج کی غزوہ عَشِيرَة :- بستی ہے، حضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے سولہ ماہ بعد ڈیڑھ یا دو سو صحابہ کی معیت میں جمادی الاولیٰ یا جمادی الاخریٰ کے مہینے میں قریش کے اس قافلے کو جو مکے سے شام کو تجارت کے لیے جا رہا تھا روکنے کے لیے روانہ ہوئے لیکن قافلہ پہلے ہی نکل گیا تھا۔ اس دوران میں آپ نے بنو مدلج سے تعاون کا معاہدہ کیا۔

اس کے بعد غزوہ بدر اول ہے جس میں کرز کے جابر غزوہ بدر اول :- انقری نے نوح مدینہ میں چراگاہ پر حملہ کیا، حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تلاش میں نکلے، اور بدر کے قریب سُفْوَان نامی بستی تک اس کے تعاقب میں گئے، لیکن وہ نہ ملا۔ اور عظیم حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس تھا۔

حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ آٹھ سریہ حضرت عبد اللہ بن جحش :- مہاجرین کی ایک جماعت تھی۔ نخلہ کو جو مکے سے ایک دن کے فاصلے پر ہے، رجب کے مہینے میں قریش کے ایک قافلے کو روکنے کے لیے روانہ ہوئے۔ قافلے میں کعبہ، چھوہالہ اور طائف کا چمڑا تھا۔ اس قافلے میں عمر بن حنظلہ بھی تھا۔ جسے انہوں نے قتل کر دیا، اور عثمان بن عبد اللہ اور عکرم بن کیسان کو پکڑ لیا، باقی بھاگ گئے۔ اسلام میں یہ پہلی غنیمت تھی۔

اس کے بعد بدر کبریٰ کا غزوہ پیش آیا۔ یہ وہ یوم فرقان غزوہ بدر کبریٰ :- ہے جس میں خدا کے اسلام اور اہل اسلام کو عزت بخشی۔ اور کفر اور کافروں کو باوجودیکہ مسلمان مٹوڑے تھے اور کافر زیادہ تھے، ذلیل کیا، نیز بوسے کی زربوں، مکمل تیاری، نشاندار گھوڑوں اور شان و شوکت کی کمی نہ تھی۔ اسی لیے خدا نے قرآن میں مسلمانوں پر اس احسان کا ذکر فرمایا ہے۔ (وَلَقَدْ نَعْنُوْكُمْ



اللَّهُ بِيَدِهِ وَإِنَّكُمْ أَذِلَّةٌ) اور یہ ہے کہ وہ اسلام کے عظیم ترین غزوات میں سے ہے۔ کیونکہ اس کے بعد اسلام کو فروغ ہوا۔ اور دنیا میں اس کا نور چمک اٹھا۔ مسلمان ہفتے کے دن رمضان کی بارہ تاریخ کو ہجرت کے ایسویں مہینے روانہ ہوئے۔ اس لشکر میں انصار بھی پہلی بار شریک ہوئے۔ اسلامی سپاہ کی تعداد تین سو پانچ تھی۔ آٹھ آدمی شامل نہیں ہو سکے تھے، جن کا حصہ غنیمت اور ثواب آخرت میں دوسروں کے برابر تھا۔ لشکر میں تین گھوڑے تھے، مقداد، زبیر اور مرثدا الغنوی کے اور ستر اونٹ تھے۔ مشرکین کی تعداد ہزار تھی، ان کے پاس سو گھوڑے اور سات سو اونٹ تھے۔ اور جنگ رمضان کی انیس تاریخ کو جمعے کے دن وقوع پذیر ہوئی۔ دراصل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قریش کے ایک بڑے قافلے کو روکنے کے لیے، جو شام سے مکہ پہنچا اور جس میں ابوسفیان کے علاوہ تیس اور سوار بھی تھے، مدینے سے روانہ ہوئے تھے۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم روماء کے مقام پر پہنچے، تو آپ کو اطلاع ملی، کہ قریش اپنے قافلے کو بچانے کے لیے آ رہے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ سے مشورہ کیا، فرمایا، اللہ نے تم سے دو طائفوں میں سے ایک کا وعدہ کیا ہے تجارتی قافلہ والے یا قریش کا لشکر۔ اول حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اٹھے اور نہایت عمدہ تقریر کی، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اٹھے، انہوں نے بھی ایسا ہی کیا، پھر حضرت مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ اٹھے، کہنے لگے، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! خدا نے آپ کو جس بات کا حکم دیا ہے وہ کر لیں۔ ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ بخدا ہم ایسی بات نہیں کہیں گے جیسی کہ بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کہی تھی :-

فَاذْهَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا، إِنَّا هَاهُنَا قَاعِدُونَ۔ بلکہ آپ اور آپ کا خدا، کفار کے ساتھ جنگ کریں، ہم آپ کے ساتھ مل کر جنگ کریں گے۔ اس خدا کی قسم جس نے آپ کو مبعوث فرمایا ہے، اگر آپ ہمیں لے کر جہنم

کو روانہ ہو پڑیں تو ہم آپ کے ساتھ مل کر ان لوگوں سے لڑیں گے، یہاں تک کہ  
 آپ اپنے مقصد کو پالیں۔ حضور کریم علیہ التحیۃ والسلام نے اس کی تحسین فرمائی اور ان  
 کے لیے دعائے خیر فرمائی، پھر آپ نے فرمایا، اسے لوگو! تم اپنی رائے کا اظہار کرو۔  
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اشارہ انصار کی طرف تھا، اس پر سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ  
 کہنے لگے، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شاید آپ کا اشارہ ہماری طرف ہے، آپ  
 نے فرمایا، ہاں۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کہنے لگے، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم  
 آپ پر ایمان لائے، آپ کی تصدیق کی، اور شہادت دی کہ آپ کا دین سچا ہے۔  
 اور ہم نے آپ کی اطاعت اور فرمانبرداری کا وعدہ کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!  
 جو آپ کا ارادہ ہے، وہ کر گزریں گے۔ خدا کی قسم، اگر آپ ہمیں ساتھ لے کر سمندر میں  
 پھلانگ لگائیں گے، ہم بھی آپ کا ساتھ دیں گے اور ایک آدمی بھی پیچھے نہیں  
 رہے گا۔ اور ہم دشمن سے مقابلہ کرنے میں ہرگز نہیں ہچکچائیں گے۔ اور بخدا ہم لڑائی  
 میں صابر ہیں، اور دشمن سے مقابلے میں ثابت قدم ہیں اور انشاء اللہ آپ  
 ہمارے ایسے کارنامے ملاحظہ فرمائیں گے، جن سے آپ کی آنکھوں کو ٹھنڈک  
 حاصل ہوگی۔ پس اللہ کا نام لے کر ہمیں ساتھ لے کر کوچ فرمائیے۔ حضور اکرم صلی اللہ  
 علیہ وسلم حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی باتوں سے مسرور ہوئے اور آپ کو خوشی  
 ہوئی۔ فرمایا، اللہ کا نام لے کر کوچ کرو، اور تمہیں مبارک ہو، کہ خدا نے دو میں سے  
 ایک کا تم سے وعدہ کیا ہے۔ بخدا خدا نے قریش کی قتل ہونے کی جگہیں مقرر  
 فرمادی ہیں، اور میں اپنی آنکھوں سے انہیں اپنے مقتل میں زمین پر پڑا دیکھ رہا  
 ہوں۔ اس کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام میدان بدر کے قریب جا کر اترے  
 اور کفار کو دوسرے کنارے پر رہنے دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک سائبان  
 بنایا گیا اور آپ نے اس میں قیام فرمایا۔

پھر عتبہ بن ربیعہ، اس کا بھائی شیبہ اور بیٹا ولید میدان جنگ میں مقابلے کے لیے نکلے، اور مہازرت کے لیے مسلمان لشکر کو بلا یا۔ چنانچہ انصار کے جوان نکلے۔ وہ کہنے لگے ہمارا تم سے کوئی سروکار نہیں۔ پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے حضرت عبیدہ بن حارث، حضرت حمزہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نکلے۔ چنانچہ حضرت حمزہ، شیبہ کے مقابلے کو نکلے اور اسے قتل کر دیا۔ حضرت علی نے ولید کو قتل کیا۔ لیکن حضرت عبیدہ اور عتبہ کے درمیان تلوار کے دو تین وار ہوئے، جس سے دونوں زخمی ہو گئے۔ اس پر حضرت علی اور حضرت حمزہ نے عتبہ پر حملہ کیا اور اسے قتل کر دیا۔ دونوں حضرات جناب عبیدہ کو اٹھالائے، چنانچہ وہ انہی زخموں سے شہید ہو گئے اس کے بعد عام حملہ شروع ہوا، اور سب ایک دوسرے کے مقابلے میں آ گئے۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سائبان کے نیچے تھے اور صرف ابو بکر رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ تھے۔ اور آپ اللہ سے اس کامیابی کی، جس کا وعدہ کیا گیا تھا، دعا فرما رہے تھے اور کہہ رہے تھے، اے اللہ! اگر تو نے اہل ایمان کی اس مختصر سی جماعت کو ہلاک کر دیا، تو دنیا میں کبھی تیری عبادت نہ کی جائے گی۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کفار کی کثرت اور مسلمانوں کی قلت کا منظر دیکھا تو آپ نے دو رکعت نماز ادا کی اور بار بار التجا کی، اے خدا! تو مجھے رسوا نہ کر، اور میں تجھے تیرا وعدہ یاد دلاتا ہوں۔ اس اشارہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اونٹن لگائی، جاگے تو مسکرا رہے تھے۔ فرمایا، اے ابو بکر مبارک ہو۔ یہ جبریل ہیں، جن کے کپڑے عمار آلود ہیں۔ بعدہ آپ سائبان سے باہر نکلے اور قرآن پاک کی یہ آیت پڑھ رہے تھے۔ (سَيُنزِئُ الْجَمْعَ وَيُوْتُونَ الدُّبُرَ) اور خدا نے مسلمانوں کو ایک ہزار فرشتوں سے امداد دی۔ پھر وہ تین ہزار ہو گئے، پھر پانچ ہزار ہو گئے اور چونکہ فرشتوں کو انسانوں کے قتل کرنے کا طریقہ نہیں آتا تھا، اس لیے خدا نے

انہیں بتایا، فَأَصْرِبُوا فَوْقَ الْأَعْنَاقِ وَأَصْرِبُوا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ۔ اور فرشتوں کے ہاتھوں قتل شدہ کافروں اور انسانوں کے ہاتھوں مقتولوں میں فرق یہ تھا کہ ان کی گردنوں اور جوڑوں پر سیاہ نشان تھے۔ ابن عباس سے روایت ہے کہ فرشتوں نے سوائے غزوہ بدر کے اور کسی جنگ میں شرکت نہیں کی اور بدر کی لڑائی میں فرشتوں کی علامت سفید پگڑیاں اور حین کے دن سبز پگڑیاں تھیں۔ سیل بن حنیف نے اپنے والد سے روایت کی کہ ہم نے بدر کے دن دیکھا کہ ہم تلوار سے دشمن کی طرف اشارہ کرتے تھے اور اس کا سر تلوار کے قریب آنے سے پہلے کٹ کر دور جا پڑتا تھا۔ جب دونوں جماعتوں کا آمنا سامنا ہوا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منی بھر کنکریاں لیں اور ان (کفار) کے منہ پر دس ماریں اُو فرمایا، تمہارے پھرے رسوا ہوں۔ چنانچہ وہ کنکر ہر مشرک کی آنکھ اور گلے میں داخل ہو گئے۔ دشمن بھاگ کھڑے ہوئے، اور سرداران قریش میں سے بہت سے قتل ہو گئے اور بہت سے گرفتار ہو گئے۔

ابن اسحاق راوی ہیں، کہ حضرت عکاشہ بن محسن الاسدی جنگ بدر میں تلوار سے لڑ رہے تھے کہ تلوار ان کے ہاتھ میں ٹوٹ گئی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے کھجور کی ایک ٹہنی انہیں عطا کی، فرمایا، اس سے جنگ کرو۔ انہوں نے اسے ہاتھ میں لے کر ہلایا، تو وہ ایک لمبی مضبوط اور سفید تلوار بن گئی۔ وہ مصروف جہاد رہے، تا آنکہ اللہ نے مسلمانوں کو فتح عطا کی۔ اس تلوار کا نام عمون تھا۔ یہ تلوار ان کے پاس رہی، جس سے وہ مختلف جنگوں میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ شریک ہوتے رہے۔ تا آنکہ وہ شہید ہو گئے۔ اسی دن حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، وہ اپنا ایک بازو اٹھائے ہوئے تھے، جو عکرمہ کے وار سے

ان کے کندھے سے علیحدہ ہو گیا تھا اور صرف ایک تسمے سے ان کے جسم سے جڑا ہوا تھا۔ حضور کریم علیہ السلام نے اس پر لعاب دہن لگایا، چنانچہ وہ جڑ گیا۔ اس واقعے کے بعد حضرت معاذ رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت تک زندہ رہے۔

اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا، کہ مشرکین کے مقبروں کو کنوئیں میں پھینک دیا جائے۔ جب تعمیل ہو چکی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مشرکین کے نام لے لے کر مخاطب کیا، اور پوچھا، "جو کچھ خدا اور اس کے رسول نے تم سے وعدہ کیا تھا، وہ ٹھیک نکلا یا نہ، کیونکہ مجھ سے خدا نے جو وعدہ کیا تھا، وہ تو بالکل درست نکلا۔" اس کے بعد فرمایا، "اے کنوئیں والو! تم بہت بُرے قرابت رکھتے، تم نے میری تکذیب کی، حالانکہ دوسرے لوگوں نے میری تصدیق کی، اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ان بے روح لاشوں سے کیسے گفتگو فرما رہے ہیں؟" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، "مگر! جو کچھ نہیں کہہ رہا ہوں تم ان سے اسے زیادہ بہتر طور پر نہیں سن سکتے۔ فرق صرف اتنا ہے، کہ وہ جواب نہیں دے سکتے، حضرت قتادہ کہتے ہیں، کہ اللہ نے انہیں اس وقت تہیہ، تذلیل، افسوس اور حسرت کے لیے پھر زندہ فرمایا تھا۔ ابن مرقوق راوی ہیں، جنگ بدر کی ایک نشانی یہ ہے، کہ میں نے کئی حاجیوں سے سنا کہ جب بھی وہ وہاں سے گزرتے، تو انہیں شاہی طبل کی آواز سنائی دیتی اور یوں معلوم ہوتا کہ اہل ایمان کی فتح مندی کے سلسلے میں ہو رہا ہے، کبھی تو میں اس بات کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیتا، اور کبھی نہیں اس کی تاویل کر دیتا۔ تا آنکہ اللہ کے فضل سے مجھے اس مقام مقدس سے گزرنے کا موقع ملا۔ تو میں نے بالتحقیق وہاں طبل کے بجنے کی آواز سنی۔"

جنگ بدر میں مسلمانوں کے چودہ آدمی شہید ہوئے۔ چھ مہاجرین سے اور آٹھ انصار سے۔ اس کے مقابلے میں مشرکین کے ستر آدمی قتل اور اتنے ہی گرفتار ہوئے جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک کے آخر میں بدر کے جھنجھٹ سے فارغ ہوئے، تو آپ نے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو بشارت دینے کے لیے مدینہ کے لیے روانہ فرمایا۔ چاشت کے وقت پہنچے، تو لوگ ابھی ابھی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی تدفین سے فارغ ہوئے تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی تیمارداری کے پیش نظر جنگ میں شریک نہیں ہو سکے تھے۔ حضور کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے انہیں غنیمت اور اجر آخرت میں برابر کا حصہ دار قرار دیا تھا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت  
سریہ عیمر بن عدی رضی اللہ عنہ :- عیمر رضی اللہ عنہ کو صحابہ بنت مروان کی گوشمالی کے لیے روانہ کیا۔ یہ عورت اسلام کی بدگوئی کرتی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے باعثِ اذیت تھی۔ حضرت عیمر رضی اللہ عنہ نے شیخون مارا، اور اسے قتل کر دیا۔ دوسرے دن صبح کی نماز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ پڑھی اور آپ کو اس واقعہ کی اطلاع دی۔ اس پر آپ نے فرمایا، کہ اب یہ بکری کسی کو سینگ نہیں مارے گی۔

جنگ بدر کے سات دن بعد حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ  
غزوة قرقرة الکدر :- علیہ وسلم بنی سلیم پر حملے کے ارادے سے روانہ ہوئے۔ چنانچہ آپ کدر کے مقام پر، جو ان کا چشمہ تھا، پہنچ گئے۔ اور تین دن تک قیام فرمایا، دوسری روایت میں ہے کہ دس دن قیام فرمایا، لیکن مقابلے کی نوبت نہ آئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پندرہ دن مدینے سے باہر رہے۔

ابو علفک یہودی کی گوشالی کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم  
 سر یہ سالم بن عمیرہ نے حضرت سالم رضی اللہ عنہ کو روانہ فرمایا۔ یہ یہودی  
 لوگوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اکساتا تھا، اور آپ کے خلاف شعر کہتا تھا،  
 حضرت سالم رضی اللہ عنہ نے اسے موقعہ پا کر قتل کر دیا۔

اس کے بعد یہ غزوہ یہود مدینہ کے ایک قبیلے بنی قینقاع  
 غزوہ بنی قینقاع کے خلاف ہجرت کے بیس ماہ بعد شوال کے نصف میں  
 ہفتے کے دن پیش آیا۔ ہجرت کے بعد کفار تین حصوں میں بٹ گئے تھے، ایک  
 وہ جماعت تھی، جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جنگ نہ کرنے اور حضور  
 علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف دشمن کی مدد نہ کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ اور وہ یہود  
 کے تین قبیلے قریظہ، نضیر اور بنو قینقاع تھے۔ دوسری وہ جماعت تھی، جو قریش  
 کی طرح آپ کے خلاف جنگوں میں شریک ہوتی، اور عداوت پر ڈٹی ہوتی تھی۔  
 تیسری وہ جماعت تھی، جنہوں نے آپ کو اپنے حال پر چھوڑ دیا تھا، اور انتظار کر  
 رہے تھے کہ دیکھیے آپ کے مشن کا کیا انجام ہوتا ہے۔ مثلاً قبائل عرب ان میں سے  
 کچھ ایسے تھے، جو آپ کی بعثت کو پسند کرتے تھے بعض ناقصین وہ تھے جو بظاہر  
 آپ کے ساتھ تھے، لیکن اندر سے آپ کے مخالف تھے۔ یہود میں جس قبیلے  
 نے سب سے پہلے نقض عہد کیا، وہ بنو قینقاع تھے پس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے ان سے بدر کے بعد شوال کے مہینے میں جنگ کی۔ آپ نے ان کا محاصرہ کر  
 لیا، جو پندرہ دن جاری رہا۔ علم کارنگ سفید تھا، اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے  
 پاس تھا۔ اللہ نے ان کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب ڈال دیا کہ وہ حضور صلی اللہ  
 علیہ وسلم کے حکم پر قلعوں سے نیچے اتر آئے اور مال متاع اور بچوں کو بچائے گئے  
 نیز آپ نے انہیں مدینہ سے نکال دیا۔ اور اذرعات کے مقام پر چلے گئے۔

مسلمانوں کو ان کے قلعوں سے ہتھیار اور بہت سا ساز و سامان حاصل ہوا۔  
 اس کے بعد غزوة السویق ہے، جو ہجرت کے بائیسویں  
 غزوة السویق :- مہینے، ذی الحجہ میں اتوار کے دن پیش آیا، اسے سویق اس  
 لیے کہتے ہیں، کہ اس موقع پر اکثر مشرکین کی خوراک ستوتھتی، جو مسلمانوں نے غنما پیے  
 تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ جب ابوسفیان جنگ بدر کے بعد مکے کو لوٹا، تو اس نے  
 قسم کھائی کہ جب تک وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دوبارہ جنگ نہیں کرے گا  
 نہ تو وہ عورتوں کے پاس جائے گا اور نہ وہ سر میں تیل ہی لگائے گا۔ پس وہ اپنی  
 قسم پوری کر کے لیے قریش کے دو سو سوار لے کر روانہ ہوا، اور مدینہ سے عین میل  
 کے فاصلے پر وادی عریض میں اتر پڑا۔ انہوں نے کھجور کے درختوں کو کاٹ ڈالا  
 اور انصار کے ایک آدمی کو قتل کر کے واپس ہو لیے جب حضور کریم علیہ السلام  
 کو علم ہوا، تو دو سو مہاجرین اور انصار کے ساتھ ان کی تلاش میں نکلے مشرکین بھاگنے  
 کی جلدی میں بوجھ کم کرنے کے لیے ستو کی بھری ہوئی تھیلیاں پھینکتے چلے گئے تھے۔  
 اور یہی ان کا زور راہ تھا جسے مسلمانوں نے اٹھالیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں  
 نہ پکڑ سکے اور پانچ دن کے بعد مدینہ کو واپس آ گئے۔

حضرت فاطمہ الزہرا کی خانہ آبادی :- فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کا نکاح ہوا۔  
 اسی سال حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے حضرت

اولاد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اور پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم  
 صلی اللہ علیہ وسلم سے اس رشتے کے بارے میں التماس کی مگر آپ خاموش رہے۔  
 ان کے بعد آپ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے علاوہ  
 مہاجرین اور انصار کی ایک جماعت کو طلب فرمایا، جب وہ جمع ہوئے تو اتفاقاً  
 حضرت علی رضی اللہ عنہ موجود نہ تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فیصلہ و



بلغ خطبہ دیا، پھر فرمایا: اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں فاطمہ کو علی بن ابی طالب سے بیاہ دوں۔ تم گواہ رہنا کہ میں اسے چار سو مثقال چاندی کے بدلے میں علی سے اس کی رضا مندی کی شرط پر بیاہ رہا ہے۔ اس کے بعد آپ نے تازہ کھجوروں کا ایک طبق منگوایا۔ حاضرین سے فرمایا، لوٹ لو، انہوں نے لوٹ لیں۔ اسٹن میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ آگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بسم فرمایا اور کہا، خدا نے مجھے حکم دیا ہے، کہ فاطمہ کو تم سے چار سو مثقال چاندی کے عوض بیاہ دوں، آیا تم رضا مند ہو؟ عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں راضی ہوں، اس کے بعد حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی: "اللہ تمہاری پریشانیوں کو رفع کرے اور تمہاری نسل کو معزز کرے، اور تم دونوں پر اس کی برکت نازل ہو، اور تم بے پاکیزہ نسل کو دنیا میں پھیلانے"

حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ چار اور آدمیوں کے ساتھ مسریہ محمد بن مسلمہ :- کعب بن الاشرف ایسودی کے خاتمے کے لیے گئے۔ یہ شخص شاہو تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیجو کرتا اور کفار قریش کو آپ کے خلاف اکساتا تھا۔ چنانچہ انہوں نے اسے قتل کر دیا۔

اس کے بعد غزوہ غطفان جو نجد کے نواح میں ہے، ہجرت غزوہ غطفان :- کے پچیس ماہ بعد وقوع پذیر ہوا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ بنو ثعلبہ اور محارب، دشمن بن الحارث الحارثی کی سیادت میں جو بہادر آدمی تھا، مدینے پر حملے کے ارادے سے جمع ہوئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو دولت جنگ دی اور ساٹھ چار سو سواروں کے ساتھ مدینے سے روانہ ہوئے اور مدینہ پر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو حاکم مقرر فرمایا۔ جب انہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کا علم ہوا، تو گھربار چھوڑ کر پہاڑوں میں چھپ گئے۔ اس

دوران میں صحابہ نے بنو نعلبہ کے ایک آدمی کو جس کا نام جَبَان تھا، پکڑ لیا اور اسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں لائے۔ آپ نے اسے اسلام کی دعوت دی، چنانچہ وہ مسلمان ہو گیا۔

اس اثنا میں بارش ہو گئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے بھیگ گئے چنانچہ آپ نے کپڑے اتار کر ایک درخت پر پھیلا دیئے۔ تاکہ خشک ہو جائیں اور آپ درخت کے نیچے لیٹ گئے۔ مخالفین اس صورت حال کو دیکھ رہے تھے وہ حضور کے آدمیوں نے اسے کہا۔ دیکھو! محمد صلی اللہ علیہ وسلم اکیلے رہ گئے ہیں اب تمہارے لیے موقع ہے۔ چنانچہ وہ تلوار لے کر روانہ ہوا، اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر آکھڑا ہوا۔ کہنے لگا، تمہیں مجھ سے کون بچائے گا؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اللہ! چنانچہ جبریل علیہ السلام نے اس کے سینے پر ایک گھونسا لگایا اور تلوار ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ حضور کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے تلوار اٹھالی۔ فرمایا بتاؤ، تمہیں اب مجھ سے کون بچائے گا۔ کہنے لگا، کوئی نہیں۔ چنانچہ کلمہ شہادت پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔ پھر اپنی قوم کے پاس آکر انہیں دعوت اسلام دی۔ چنانچہ اس واقعے کے بارے میں مندرجہ ذیل آیت نازل ہوئی: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ هَمَّ قَوْمٌ أَنْ يَبْسُطُوا إِلَيْكُمْ أَيْدِيَهُمْ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم گیارہ دنوں کے بعد واپس آگئے اور کوئی مٹھ بھیر نہیں ہوئی۔

اس غزوے کو غزوہ بنی سلیم بھی کہتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ غزوہ بجران :- رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کو پتہ چلا کہ بنو سلیم کے بہت سے لوگ جمع ہیں۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین سو صحابہ کو ساتھ لے کر کوچ فرمایا۔ لیکن وہ لوگ آپ کی آمد کی خبر سن کر منتشر ہو گئے۔ چنانچہ آپ مدینہ منورہ سے دس دن کی ٹھیر حاضری کے بعد واپس چلے گئے۔ آپ کی عدم موجودگی کے دوران

میں حضرت ابن ام مکتوم سربراہ حکومت تھے۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ نے ایک سو سو اوروں کے  
 مصریہ زید بن حارثہ :- ساتھ نجد کے ایک مقام قرودہ کی جانب قریش کے  
 ایک قافلے کو روکنے کے لیے کوچ کیا۔ صفوان بن امیہ اس قافلے کا سردار تھا  
 اور ان کے پاس کافی مال و متاع تھا۔ مہم کامیاب رہی اور وہ اسے حضور صلی اللہ  
 علیہ وسلم کی خدمت میں لے آئے۔

یہ غزوہ بالاتفاق ہجرت کے تیسرے سال شوال کی گیارہ  
 غزوہ اُحُد :- تاریخ کو ہفتے کے دن واقع ہوا۔ قریش مکہ حضور اکرم صلی اللہ  
 علیہ وسلم کے خلاف اکٹھے ہوئے، تاکہ بدر کا انتقام لے سکیں۔ حضرت عباس رضی اللہ  
 نے آپ کو کفار کے پر و گرام سے مطلع کیا۔ ابوسفیان لشکر قریش کے ساتھ مدینہ  
 کے سامنے اُحُد کے مقام پر آکر اترے۔ مسلمانوں میں کچھ لوگ ایسے تھے، جنہیں جنگ  
 میں عدم شرکت کا افسوس تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دنوں ایک  
 خواب دیکھا تھا جس کی وجہ سے آپ مدینہ سے باہر جانے کے خلاف تھے  
 چنانچہ صحابہ سے فرمایا کہ تم شہر ہی میں ٹھہرے رہو۔ اگر قریش شہر کی تنگ گلیوں  
 میں گھس آئے، تو ان سے لڑیں گے اور بچتوں سے ان پر تیر اندازی کریں گے  
 وہ لوگ کہنے لگے، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں اس دن کی بڑی حسرت  
 تھی، آپ ہمیں دشمنوں کے خلاف لے چلیں، وہ یہ نہ سمجھ بیٹھیں کہ ہم ان سے  
 ڈر گئے ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کے ساتھ نماز جمعہ ادا کی، وعظ فرمایا،  
 جدوجہد کا حکم دیا اور انہیں بشارت دی، کہ اگر انہوں نے صبر کیا، تو اللہ انہیں  
 فتح دے گا۔ پھر آپ نے دشمن کے خلاف تیاری کا حکم دیا۔ جس سے صحابہ میں

خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ اس کے بعد اندرون خانہ تشریف لے گئے، باہر آئے، تو زرہ پہنی ہوئی تھی اور تلوار گلے میں جمائل کی ہوئی تھی۔ صحابہ کو اس دخل و معطلات پر ندامت ہوئی، کہنے لگے، "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمیں آپ کی تجویز سے اختلاف نہیں کرنا چاہیے تھا۔ آپ اپنے پر و گرام پر حسب منشا عمل فرمائیں۔" فرمایا: "کیسی نبی کو زیب نہیں دیتا، کہ وہ اپنی زرہ (قبل اس کے کہ خدا اس کے اور دشمن کے درمیان فیصلہ صادر فرمائے) اتار دے۔"

اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین علم بڑائے، مہاجرین کا جھنڈا، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو، بنو خزرج کا حجاب بن منذر کو اور بنو اوس کا حضرت انس بن حنظلہ کے حوالے کیا۔ مسلمان لشکر کے پاس سوز رہیں تھیں۔

حضرت سعد بن معاذ اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آگے آگے دوڑتے جا رہے تھے۔ مدینے کی سربراہی حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے سپرد فرمائی اور اس رات کی چوکیداری محمد بن مسلمہ کے ذمے تھی۔ آپ نے طلوع سحر کے وقت کوچ فرمایا۔ مسلمانوں کی تعداد ایک ہزار تھی اور مشرک تین ہزار تھے جن میں سات سوز رہیں، دو سو گھوڑے، تین ہزار اونٹ اور پندرہ عورتیں تھیں۔ آپ بہ مقام احد اترے اور عبد اللہ بن ابی بنی سونافیقین کے ساتھ واپس لوٹ گیا۔ ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے نفاق کے پیش نظر انہیں لوٹا دیا تھا۔ پھر مسلمانوں نے احد کے دامن میں صفت بندی کی اور کفار نے شورہ زمین پر۔ کفار کے دائیں بازو پر خالد بن ولید اور بائیں پر عکرمہ بن ابو جہل متعین تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تیر اندازوں کی جماعت پر جو یچاس افراد پر مشتمل تھی، حضرت عبد اللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کو مقرر فرمایا۔ اور حکم دیا "جب تک تمہیں بلایا نہ جائے تم اپنی جگہ سے نہ ہلنا۔ تم نے ہمارے عقب کو محفوظ رکھنا ہے۔"

اگر تم دیکھو کہ ہم مارے گئے ہیں، جب بھی ہماری امداد کو نہ آنا اور اگر دیکھو، کہ ہم مالِ غنیمت جمع کرنے میں مصروف ہیں، ہمارا ہاتھ نہ بٹانا:

جنگ شروع ہوئی تو کفار کی ایک جماعت ماری گئی، اور خدا نے مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی۔ مسلمانوں نے کفار کو تلواریں کی باڑھ پر رکھ لیا، اور میدانِ جنگ سے بھگا دیا۔ کفار بے تحاشا بھاگے جا رہے تھے اور ان کی عورتیں انہیں بُرا بھلا کہہ رہی تھیں۔ مسلمان ان کے تعاقب میں تھے، یہاں تک کہ ان پر چھائے گئے۔ پھر میدانِ جنگ میں مالِ غنیمت پر ٹوٹ پڑے۔ حضرت عبداللہ بن جبر رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں نے کہا: "دوستو! مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی ہے، کس بات کا انتظار کر رہے ہو، چلو مالِ غنیمت کو لوٹیں"۔ حضرت عبداللہ بن جبر رضی اللہ عنہ نے کہا: "کیا تم رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کو بھول گئے ہو؟ کسے لگے"۔ "بخدا ہم تو ضرور جاؤں گے، تاکہ مالِ غنیمت میں ہم بھی حصہ دار ہوں۔" جب یہ ان کے پاس پہنچے، تو ان کے منہ پھیر دیئے گئے، اور واپس بھاگے۔ خالد بن ولید کی نظر پہاڑ کے درے پر پڑی۔ تو وہاں چند آدمی کھڑے دیکھے۔ فوراً اسلحے سے حملہ کر دیا۔ عکرمہ بھی ان کے عقب میں روانہ ہو گئے۔ اور تیر اندازوں میں سے جو دو چار آدمی وہاں کھڑے تھے، انہیں اور ان کے امیر کو شہید کر دیا۔

بخاری میں ہے کہ جب صفِ آرائی ہو چکی، تو سباع قریش کی طرف سے میدان میں اترا، اور طالبِ مبارزت ہوا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ مقابلے کیلئے نکلے اور اس بلا کا حملہ کیا، کہ سباع مارا گیا۔ وحشی ایک چٹان کے پیچھے چھپ کر بیٹھا ہوا تھا۔ جب حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ ذرا نزدیک آئے تو اس نے اپنا نیزہ اس طریقے سے پھینکا، کہ ان کے سینے سے پار نکل گیا۔ چنانچہ آپ شہید ہو گئے۔ حضرت مصعب بن عمیر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع میں لڑتے لڑتے

ابن قینہ کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ ابن قینہ سمجھ رہا تھا کہ وہ رسول اکرم ہیں چنانچہ چلایا، کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم قتل ہو گئے ہیں۔ اتنے میں کسی نے کہہ دیا، لوگو! اپنے انجام کی فکر کرو۔ مسلمان واپس ہوئے تو گھبراہٹ میں جانے بوجھے بغیر اپنے آدمیوں پر ٹوٹ پڑے۔ ان میں سے کچھ لوگ تو مدینے کی طرف بھاگ گئے، اور کچھ ادھر ادھر بکھر گئے۔ اور کافی لوگ مارے گئے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جگہ پر ثابت قدم رہے، یہاں تک کہ کفار آپ سے دُور ہٹ گئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سے صرف چودہ آدمی ثابت قدم رہ سکے۔ سات مہاجرین سے جن میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ شامل تھے، اور سات انصار سے۔ مسلمانوں کے ستر آدمی شہید ہوئے۔ جبکہ بدر کے دن کفار کے ایک سو چالیس آدمیوں پر زد پڑی تھی۔ ستر مقتول تھے اور ستر قیدی بنائے گئے تھے۔

جنگ کے خاتمے پر ابوسفیان نے تین بار پوچھا، کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، خاموش رہو، پھر دریافت کیا، کیا ابن ابی قحافہ زندہ ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دینے سے منع فرمادیا پھر کہنے لگا، کیا اس جماعت میں ابن خطاب ہیں۔ پھر اپنے ساتھیوں کی طرف منہ کر کے کہنے لگا۔ بہر حال یہ لوگ تو مارے گئے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ضبط نہ کر سکے۔ فرمایا: اے اللہ کے دشمن تو جھوٹ بول رہا ہے۔ جن کا تو نے نام لیا، وہ سب کے سب زندہ ہیں، اور جو بات تجھے ناپسند ہے وہ ابھی بفضلہ بر جا ہے۔ پھر ابوسفیان کہنے لگا، آج کا دن بدر کا جواب ہے، اور لڑائی کی مثال ڈول کی سی ہے، کبھی اوپر کبھی نیچے۔ اس لڑائی میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی زخم آئے تھے، چنانچہ آپ کے نچلے دو دانت ٹوٹ گئے تھے۔ پھلا ہونٹ زخمی ہو گیا تھا، پیشانی اور رخسار مبارک بھی زخمی ہو گئے تھے۔ آپ کا خود ٹوٹ گیا تھا، اور پتھر

نئے سے ٹوٹ گیا تھا، اور پھر لگنے سے آپ گڑھے میں گر پڑے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ کو ہاتھ پکڑ کر اٹھایا، حضرت طلحہ بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے آپ کو سہارا دیا اور آپ اٹھ کھڑے ہوئے۔ آپ کے خود کے دو حلقے آپ کے چہرے میں گھس گئے تھے۔ حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے انہیں نکالا، چوسا، تا آنکہ آپ کے دو دانت گر پڑے، پھر حضرت مالک بن سنان رضی اللہ عنہ نے جو حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کے والد تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرے سے خون کو منہ سے صاف کیا اور نگل لیا۔ آپ نے فرمایا، جس آدمی کے خون کو میرے خون نے مس کیا، اس پر جہنم کی آگ حرام ہو گئی۔ حضرت ابولہامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عبد اللہ بن قیس نے احد کے دن آپ پر حملہ کیا، آپ کا چہرہ زخمی ہو گیا اور آپ کے دانت شہید ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے کہنے لگا، بیٹے میرا یہ وار، میں ابن قیس ہوں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چہرے سے لہو پونچھتے ہوئے فرمایا۔ اللہ تجھے تباہ کرے۔ خدا نے ایک پہاڑی مینڈھے کو اس پر مسلط کر دیا۔ جس نے اسے سیٹھکوں سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ امام اوزاعی سے روایت ہے کہ جب رسول کریم علیہ السلام نے احد کے دن زخمی ہو گئے تو آپ نے کوئی چیز اٹھائی، جس سے اپنا لہو خشک کیا، تاکہ زمین پر نہ گرے، ورنہ کفار پر آسمان سے عذاب نازل ہو جائے گا۔ فرمایا، اے اللہ! تو میری قوم کو معاف کر دے کہ وہ بے سمجھ ہیں۔ زہری سے روایت ہے کہ احد کے دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ستر وار کے گئے، لیکن خدا نے آپ کو بچا لیا۔ اسی جنگ میں حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کی آنکھ نکل کر ان کے رخسار پر ٹٹک گئی۔ وہ اسے لاکھوں میں اٹھانے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پاس لائے، آپ نے پھر اسے اپنی جگہ پر رکھ دیا اور دعا فرمائی، اے خدا تو اسے خوبصورت بنا دے۔ پیناچہ ان کی یہ آنکھ زیادہ خوبصورت

اور زیادہ روشن تھی۔ اسی دن کلثوم بن لخصین تیرے زخمی ہو گئے، آپ نے لعابِ دہن لگایا اور وہ تندرست ہو گئے۔ نیز حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی تلوار ٹوٹ گئی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں کھجور کی ایک ٹہنی عطا فرمائی، جو ان کے ہاتھ میں تلوار بن گئی جس سے وہ لڑتے رہے۔ اس تلوار کا نام عرجون تھا۔ یہ تلوار ان کے خاندان میں وراثتاً چلی آئی، تا آنکہ معتمد باللہ کے امر میں سے ایک ترکی امیر نے جو باغی ہو گیا تھا، دوسو دینار سے خرید لی تھی۔

جنگ ختم ہوئی، تو کفار نے مقتول مسلمانوں کو مشدہ کرنا شروع کر دیا، ان کے کان ناک اور جنسی اعضا کاٹ لیے اور پیٹ پھاڑ دیئے، کفار کے تئیس آدمی مارے گئے اور ابی بن خلف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھوں مارا گیا تھا۔

جب ابوسفیان نے واپسی کا ارادہ کیا، تو پہاڑ پر چڑھ کر زور سے چلایا، کہنے لگا: "لڑائی کی مثال ایک ڈول کی ہے۔ آج کا دن بدر کا انتقام ہے، بہل کی شان بلند ہے۔" حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جواب کی اجازت دی۔ انہوں نے کہا: "اللہ سب سے بلند ہے اور وہی صاحبِ جلال ہے۔ ابوسفیان نے کہا: "یہ اذلام کی برکت ہے۔" حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: "ہم میں برابر ہی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ تمہارے مقتول جہنم میں ہیں اور ہمارے شہداء بہشت میں۔" ابوسفیان کہنے لگا: "ہمارا معبود عزیزی ہے اور تمہارے پاس عزیزی نہیں ہے۔" حضور کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے کہا، کہو، "اللہ ہمارا مولا ہے اور تم اس سے محروم ہو۔" جب ابوسفیان روانہ ہوا، تو کہنے لگا، "اب ہماری ملاقات ساہل آئندہ پھر بدر کے مقام پر ہوگی۔" حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی سے فرمایا، کہہ دو، تمہارا چیلنج منظور ہے۔

اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی لاش کو



دیکھا۔ دل کے مقام پر ان کا سینہ چیرا گیا تھا اور کان اور ناک کاٹ لی گئی تھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اس سے دردناک تر اور کوئی منظر نہیں ہو سکتا تھا۔ فرمایا، اللہ تجھ پر رحم کرے، تجھے دوسروں سے بھلائی کرنے اور اپنوں سے صلہ رحمی کا بڑا خیال رہتا تھا؛ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی طرح ان کے بھانجے حضرت عبداللہ بن محش رضی اللہ عنہ کو بھی مُثلہ کر دیا گیا تھا۔ چنانچہ دونوں کو ایک قبر میں دفن کیا گیا۔ جب حضور علیہ والسلام نے مسلمان شہداء کو دیکھا، فرمایا، میں ان لوگوں کا گواہ ہوں۔ جو شخص بھی اللہ کی راہ میں زخمی ہوگا، خدا سے قیامت کے دن اس حال میں اٹھائے گا، کہ اس کے خون کا رنگ تو خون کا ہوگا، اور خوشبو کستوری کی ہوگی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے فرمایا، جب تمہارے بھائی احد میں شہید ہوئے، تو خدا نے ان کی روحیں ان سبز پرندوں کے جسموں میں ڈال دیں، جو جنت کے چشموں کے کنارے آکر بیٹھے ہیں۔ جنت کے پھل کھاتے ہیں اور عرش کے سائے میں سونے کی قندیلوں میں آرام کرتے ہیں۔ جب انہوں نے بہشت کے کھانے پینے کی اشیا کا مزہ چکھا، کہنے لگے کاش ہمارے بھائیوں کو معلوم ہوتا، کہ خدا نے ہم سے کتنا اچھا سلوک کیا ہے، تو وہ جہاد سے ہرگز جی نہ چراتے، اور لڑائی سے پہلو ہتی نہ کرتے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے کہا، میں تمہاری بات ان تک پہنچا دوں گا: پھر اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل فرمائی: - وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا۔ بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ۔

یہ غزوہ مدینے سے آٹھ میل کے فاصلے پر واقع ہوا۔

غزوة حمراء الاسد :- اٹوار کی صبح کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کو لیکر

کل کے دشمن کی تلاش میں نکلے۔ اتنے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مناوی کرائی کہ آج صرف وہی لوگ ہمارا ساتھ دیں گے جو کل کی جنگ (احد) میں ہمارے ساتھ تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لیے مدینے سے کوچ فرمایا تھا، کہ آپ کو دشمن کا خطرہ تھا، اور نیز مقصد یہ تھا، کہ دشمنوں کو معلوم ہو جائے کہ مسلمانوں میں اتنی طاقت ہے کہ وہ ان کی تلاش میں چلے آ رہے ہیں۔ اور کل کی شکست سے وہ کمزور نہیں ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تین دن کے قیام کے بعد لوٹ آئے۔ اس موقع پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے معاویہ بن مغیرہ کو گرفتار کر لیا، اور پھر اس کی گردن مار دی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، قطن غزوہ ابی سلمہ عبداللہ بن عبدالاسد :- کی طرف جو قید کے نواح میں ایک پہاڑ ہے، ڈیڑھ سو صحابہ کے ساتھ طلحہ اور سلمہ کی تلاش میں جو بنو خزیمہ سے تھے، روانہ ہوئے۔ وہ تو نزلے، ان کے اونٹ اور بکریاں لوٹ لیں، مگر جنگ کی نوبت نہ آئی۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے تن تنہا، عرنا سر یہ عبداللہ بن اسد :- کو سفیان بن خالد بن ہذلی کی گوشمالی کے لیے روانہ ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پتہ چلا تھا، کہ اس نے مسلمانوں سے لڑنے کے لیے لشکر جمع کر رکھا ہے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اسے قتل کر دیا اور سر کاٹ کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں لے آئے۔

سر یہ عامر بن ثابت :- یہ کوچ ربیع کی طرف تھا، جو مکے اور عسفان کے درمیان ایک چشمے کا نام ہے۔ جنگ احد کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس عضل اور قارہ قبائل کی ایک جماعت آئی۔

عرض کی، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم لوگ مسلمان ہو گئے ہیں۔ آپ اپنے صحابہ میں سے کچھ آدمی ہمارے ساتھ روانہ فرمادیں، تاکہ وہ ہمیں دین کی تعلیم دیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چھ صحابہ ان کے ساتھ کر دیئے، اور حضرت عاصم کو ان کا سردار مقرر فرما دیا۔ جب یہ لوگ ربح کے مقام پر پہنچے، تو ان کی نیت خراب ہو گئی، اور بنو ہذیل کو مسلمان مبلغین کے خلاف اکسایا۔ چنانچہ اس حال میں مسلمانوں کا، جو ابھی تک اونٹوں پر سوار تھے، ایسے لوگوں نے استقبال کیا، جن کے ہاتھوں میں ننگی تلواں تھیں، انہوں نے مسلمانوں کو گھیر لیا، حضرت مرثد، حضرت خالد اور حضرت عاصم رضی اللہ عنہم نے ان کا مقابلہ کیا اور شہید ہو گئے۔ اس کے بعد کفار نے جھوٹا وعدہ کر کے حضرت خبیب بن عدی، حضرت زید بن الدثنه اور حضرت عبداللہ بن طارق کو بھی قابو کر لیا۔ لیکن حضرت عبداللہ بن طارق رضی اللہ عنہ نے مقابلہ کیا اور شہید ہو گئے۔ کفار حضرت خبیب اور حضرت زید رضی اللہ عنہم کو لے کر مکے گئے۔ جہاں اہل مکہ نے انہیں خرید کر شہید کر دیا۔ ابوسفیان نے حضرت زید رضی اللہ عنہ سے پوچھا: "میں تجھے خدا کی قسم دیتا ہوں، کیا تو یہ پسند نہیں کرے گا کہ اس وقت تیری جگہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یہاں ہوتے، ہم انہیں قتل کر دیتے اور تو اپنے بال بچوں میں بیٹھا ہوتا؟" انہوں نے جواب میں کہا، "خدا کی قسم! میں یہ بھی نہیں چاہتا، کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جہاں اب تشریف فرما ہیں، وہاں انہیں کاٹا بھی چبھے اور میں اپنے اہل و عیال کے پاس بیٹھا ہوں: ابوسفیان کہنے لگا، بخدا میں نے کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا، جس سے لوگ اس طرح محبت کرتے ہوں، جس طرح اصحاب محمد، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کرتے ہیں۔ پھر انہیں شہید کر دیا۔

یہ مہم بڑھوٹہ میں پیش آئی، جو مکہ اور عسفان کے  
 سر یہ منذر بن عمرو بن۔ درمیان ایک سببی کا نام ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے قرآن حکیم کی تعلیم کے لیے ستر قاریوں کو روانہ فرمایا تھا، تاکہ اہل نجد کو اسلام کی  
 دعوت دیں۔ اس طائفے کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو براء عامر بن مالک  
 رضی اللہ عنہ اور ان کے ہمسایوں کے کہنے پر روانہ کیا تھا۔ جب وہ بڑھوٹہ پہنچے  
 تو عامر بن ظنیل نے بنو سلیم، عقیقہ اور رعل کے خلاف مسلمانوں کو اکسایا، وہ اٹھ  
 کھڑے ہوئے اور انہوں نے قوم کو گھیر لیا۔ جب انہوں نے دشمنوں کو آتے دیکھا،  
 تلواریں لے کر مقابلے پر ڈٹ گئے یہاں تک کہ کعب بن زید اور عمرو بن امیہ  
 الضمری رضی اللہ عنہم کے بغیر سارے شہید ہو گئے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو  
 یہ اندوہناک خبر ملی، فرمایا، یہ سارا کیا دھرا ابو براء کلبے میں اس اقدام پر رضی  
 نہ تھا اور مجھے اس غداری کا خدشہ تھا۔ جب ابو براء کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام  
 کی رائے کا علم ہوا، تو شدت غم سے فوت ہو گیا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ حضور اکرم صلی اللہ  
 علیہ وسلم کو اس سانحے پر جتنا دکھ ہوا اتنا اور کسی معاملے پر نہیں ہوا۔ اور قاتلوں  
 کے خلاف آپ نے مہینہ بھر تک نماز صبح میں بددعا فرمائی۔

غزوہ بنی نضیر :- بنو نضیر یہود کا ایک بڑا قبیلہ تھا۔ ہجرت کے چوتھے سال  
 حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، ہنرات ابو بکر، عمر اور علی رضی اللہ عنہم  
 صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ ان کے یہاں تشریف لے گئے۔ اس  
 کی وجہ دو آدمیوں کی دیت کا سوال تھا، جنہیں عمرو بن امیہ الضمری نے قتل کیا  
 تھا۔ اور شرائط معاہدہ کے مطابق یہود کو اپنا حصہ ادا کرنا ضروری تھا، کئے گئے  
 ابو القاسم، ہم آپ نے حسب منشا آپ کی مدد کریں گے۔ پھر انہوں نے آپ پر

اوپر سے ایک پتھر گرانے کی سازش کی۔ تاکہ آپ کا کام تمام کر دیں۔ سلام بن  
 مشکم نے انہیں روکا، لیکن وہ باز نہ آئے، اس نے کہا کہ حضور کو تمہاری سازش  
 کا خدا کی طرف سے پتہ چل جائے گا اور نیز یہ نقص بھد ہے۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ  
 علیہ وسلم کو آسمان سے ان کی سازش کا پتہ چل گیا۔ آپ قھنائے حاجت کے بہانے  
 وہاں سے نکل آئے۔ آپ فوراً مدینہ آئے، اور صحابہ کو یہود کی سازش کے بارے  
 میں بتایا۔ اور جنگ کی تیاری اور حملے کا حکم دیا۔ حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو  
 مدینہ میں اپنا جانشین مقرر فرمایا اور یہود کا محاصرہ کر لیا۔ جو چھ دن جاری رہا۔ یہود  
 قلعہ بند ہو گئے، پھر خدا نے ان کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب ڈال دیا۔ مجبوراً انہوں  
 نے حضور کریم علیہ التحیۃ والتسلیم سے درخواست کی کہ انہیں قتل نہ کیا جائے، وہ بخوشی  
 جلا وطنی پر تیار ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دے دی، اور حضرت  
 محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو اس مہم کا انچارج مقرر فرمایا۔ یہود نے اپنی بستی کو اپنے  
 ہاتھوں سے تباہ کر دیا، اور گورتوں اور بچوں کو اونٹوں پر لادا اور چھ سو اونٹوں  
 کے قافلے کے ساتھ خیبر کو روانہ ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بستی کو ہاجرین  
 کے حوالے کر دیا۔ تاکہ انصار پر ان کی اعانت کا بوجھ ہلکا ہو جائے۔

غزوة ذات الرقاع :- چونکہ اس موقع پر مسلمانوں نے کپڑے کے ٹکڑے  
 سی کر علم بنائے تھے، اس لیے اسے ذات الرقاع  
 کہتے ہیں۔ آپ نے بنی محارب اور بنو ثعلبہ کی بستیوں پر حملے کے ارادے سے کوچ  
 کیا تھا، کیونکہ آپ کو معلوم ہوا تھا کہ مسلمانوں پر چڑھائی کے ارادے سے انہوں نے  
 لشکر جمع کر رکھا ہے، آپ چار سو یا سات سو صحابہ کو لے کر روانہ ہوئے اور مدینے  
 کی حکومت حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے سپرد کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 نجد کے علاقے میں بہ مقام نخل جو غطفان کی بستیوں میں واقع ہے، کیمپ کیا تو وہیں

آمنے سامنے ہوئیں، لیکن جنگ کی نوبت نہ آئی، لوگ ایک دوسرے کو اذہا ہوں سے ڈراتے تھے، چنانچہ آپ نے صحابہ کے ساتھ نماز خوف ادا کی جنور صلی اللہ علیہ وسلم اس غزوے کے سلسلے میں پندرہ دن باہر رہے۔

یہ ایک شہر ہے، جو دمشق سے پانچ دن اور مدینے سے پندرہ دن کی مسافت پر واقع ہے۔ یہ غزوہ

ہجرت کے انچاس ماہ کے بعد ربیع الاول کے مہینے میں پیش آیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ جنور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اطلاع موصول ہوئی کہ وہاں شرپسندوں کی ایک جماعت ہے جو وہاں سے گزرنے والوں کو ستاتے ہیں، چنانچہ آپ ایک ہزار صحابہ کو لیکر ربیع الاول کی پچیس تاریخ کو روانہ ہوئے اور مدینے کی سربراہی سہار بن عرفطہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کی۔ جب وہاں پہنچے تو سوائے بھیڑ بکریوں کے کچھ نہ تھا، چنانچہ ان کے دھور ڈنگرا اور دیوڑھرانے والوں کو قابو کر لیا۔ کئی مارے گئے اور کئی بھاگ گئے۔ اہالیان بستی کو پتہ چلا تو وہ غائب ہو گئے۔ آپ وہاں پہنچے تو کسی سے آمناسا منانہ ہوا، آپ نے چند دن وہاں قیام فرمایا، اور ادھر ادھر میں روانہ کیں۔ ربیع الثانی کی بیس تاریخ کو واپس آ گئے۔

غزوہ المرئیع :- مرئیع بن خزاعہ کا ایک چٹمہ ہے، اسے غزوہ بنو مصطلق بھی کہتے ہیں۔ یہ شعبان کی دو تاریخ کو سوموار کے دن سن پانچ ہجری میں واقع ہوا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ جنور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تھا کہ عمارت بن ابی حزار نے اپنی قوم اور نیز بعض اور عرب قبائل کو جن پر اس کا بس چل سکتا تھا، آپ کے خلاف جنگ کے لیے بلا پایا ہے، چنانچہ انہوں نے دعوت قبول کر لی ہے اور اس کا ساتھ دینے پر آمادہ ہو گئے ہیں۔ جنور صلی اللہ علیہ وسلم نے بربیدہ بن الخثیب الاسلمی رضی اللہ عنہ کو دریافت حال کے لیے روانہ

وہ وہاں گئے اور رات سے کشت و شمشیر کے بعد واپس آگئے، اور آپ کو  
 بارہ گرام کے بارے میں اطلاع دی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً  
 اس کے خلاف کوچ کا حکم فرمایا۔ مخبر حارث کو بھی اس کا پتہ چل گیا۔ اس سے وہ  
 سخت گھبرا گئے اور عرب قبائل منتشر ہو کر اپنے اپنے گھروں کو چل دیئے۔ جب  
 آپ مدینہ کے مقام پر پہنچے تو صف بندی کے بعد مہاجرین کا علم حضرت ابو بکر  
 رضی اللہ عنہ کو اور انصار کا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا۔ اولاًئیر اندازی  
 کی گئی پھر آپ نے یکدم حملے کا حکم دیا، ان کے دس آدمی مارے گئے اور باقی  
 گرفتار کر لیے گئے، چنانچہ مرد، عورتیں اور بچے نیز ڈھور ڈنڈے سب کے سب قیدیوں  
 میں شامل تھے، مسلمانوں میں سے صرف ایک صحابی شہید ہوئے، حضور صلی اللہ  
 علیہ وسلم اٹھائیس دن مدینے سے بغیر حاضر رہے۔

یہ جنگ احزاب ہے، اسے جنگ خندق اس لیے کہتے  
 غزوہ خندق :- ہیں کہ حضور کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حکم سے حضرت سلمان فارسی  
 رضی اللہ عنہ کے مشورے سے مدینے کے گرد خندق کھودی گئی تھی جس میں آپ نے  
 مسلمانوں کی ترغیب کے لیے بنفس نفیس شرکت کی تھی اسے احزاب اس لیے  
 کہتے ہیں کہ مشرکین کے کئی گروہ جن میں قریش، بنو عطفان اور یہود شامل تھے،  
 اکٹھے ہو کر حملہ آور ہوئے تھے۔ اس غزوے کے بارے میں روایت ہے، کہ یہود  
 کی ایک جماعت قریش مکہ کے پاس آئی اور کہا کہ ہم مسلمانوں کو بیچ دین سے  
 اکھاڑ پھینکنے میں تمہارا ساتھ دیں گے۔ چنانچہ اس بات پر اتفاق ہو گیا، اور  
 تیاری شروع ہو گئی۔ بعدہ یہ یہود بنو عطفان کے پاس آئے اور انہیں حضور اکرم  
 صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف لڑائی کی دعوت دی۔ اور ان سے وعدہ کیا کہ وہ  
 جلدی ہی اس مقصد کی تکمیل کے لیے ان کے پاس پہنچ جائیں گے۔ نیز انہیں بتایا،

کہ قریش نے ان سے وعدہ کر لیا ہے، اور وہ اس پر وگرام پر ان سے متفق ہیں۔  
 بالآخر قریش اور ان کا سردار ابوسفیان نیز بنو عطفان اور ان کا سردار عیینہ  
 بن حصن اور بنو مرہ کا عارت بن عوف مسلمانوں کے مقابلے کے لیے روانہ ہوئے  
 ان کی تعداد دس ہزار تھی اور مسلمان تین ہزار تھے، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو  
 ان قبائل کی آمد اور ان کے نصب العین کا علم ہوا، تو مسلمانوں کو خندق کے  
 کھودنے کا حکم دیا۔

خندق کی کھدائی کے دوران میں بعض ایسے واقعات رونما ہوئے، جو حضور  
 صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی دلیل تھے۔ ان میں ایک وہ روایت ہے جو امام احمد  
 اور نسائی نے حضرت براء سے بیان کی ہے، وہ راوی ہیں کہ جب آپ نے ہمیں  
 خندق کی کھدائی کا حکم دیا، تو ایک چٹان سامنے آگئی جس پر وہ ان بھی کارگر نہیں  
 ہوتے تھے۔ ہم نے واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیان کیا، آپ تشریف  
 لائے اور وہ ان اٹھایا اور بسم اللہ کہہ کر اس زور سے ضرب لگائی، کہ تیسرا حصہ  
 ٹوٹ کر دور جاگرا، فرمایا، اللہ اکبر مجھے ملک شام کی چابیاں دے دی گئی ہیں اور  
 میں وہاں کی سرخ عمارتوں کا نظارہ کر رہا ہوں۔ پھر دوسری ضرب لگائی، اور  
 چٹان کا تیسرا حصہ علیحدہ ہو گیا۔ فرمایا، بخدا میں مدائن کے سفید محلات دیکھ رہا ہوں  
 پھر بسم اللہ پڑھ کر تیسری ضرب لگائی، چنانچہ باقی ماندہ پتھر بھی ٹوٹ گیا، اس پر  
 حضور کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے فرمایا، بخدا مجھے مین کی چابیاں بھی دے دی گئی ہیں،  
 اور مجھے صنعا کے دروازے نظر آ رہے ہیں۔ دوسرا معجزہ یہ تھا کہ تھوڑے سے  
 کھانے کو بہت بنا دیا۔ جسے ہم انشاء اللہ باب المعجزات میں بیان کریں گے۔  
 جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خندق سے فارغ ہوئے، تو لشکر قریش نے  
 جو دس ہزار افراد پر مشتمل تھا، اور جن میں احابش کے علاوہ بنو کنانہ اور تنابہ



کے لوگ بھی شامل تھے، مدینے کے سامنے پانی کی گزرگاہ میں کیمپ کیا، اور عینہ بن حصین بنو غطفان اور نجدی سپاہ کے ساتھ اُحد پہاڑ کی سمت میں اترے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے ساتھ، جن کی تعداد تین ہزار تھی، سلع پہاڑی کی طرف پیٹھ کر کے کیمپ کیا۔ خندق درمیان میں حائل تھی۔ مہاجرین کا علم حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہ کے پاس اور انصار کا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔ بنو قریظہ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان معاہدہ تعاون کا حال بحال تھا۔ قائم تھا۔ خنی بن اخطب ان کے سردار کعب بن اسد کے پاس ٹھہرا ہوا تھا، تا آنکہ اس نے اور اس کی قوم نے معاہدے کو توڑ دیا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم ہوا، تو آپ نے بعض صحابہ کو دریافت حال کے لیے ان کے پاس بھیجا۔ چنانچہ ان کے بارے میں آپ کو جو کچھ بتایا گیا تھا، صورت حال اس سے کہیں بدتر نکلی۔ اس سے مصیبت کئی گنا بڑھ گئی، خوف میں اضافہ ہو گیا اور دشمن نے انہیں اوپینچے سے گھیر لیا۔ مسلمان اوہام کا شکار ہو گئے اور بعض منافقوں کے دلوں میں نفاق نے انگریزی لی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ وَإِذْ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللَّهُ إِلَّا عُرُوزًا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان وہاں ٹھہرے رہے اور دشمن نے محاصرہ کیے رکھا۔ سوائے مختصر سی تیر اندازی کے باہم جنگ کی نوبت نہ آسکی۔ لیکن ایک دن عمرو بن ود العامری نے مع چند آدمیوں کے جو گھوڑوں پر سوار تھے، خندق کو ایک ایسے مقام سے جو نسبتاً تنگ تھا، پاٹ لیا، حضرت علی کرم اللہ وجہہ اس کے مقابلے میں نکلے اور اسے قتل کر دیا، اس کے بعد نوفل بن عبد اللہ بن مغیرہ نے مہازرت طلب کی، جسے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے قتل کر دیا۔ باقی سوار بھاگ گئے۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی ایک

شہ رگ تبس کا جسم کے ہر حصے میں دخل ہے، تیر سے کٹ گئی اور خون نہ بند ہو سکا۔ بخاری میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعزاب کے خلاف بدوعا کی، فرمایا، اسے اشد! تو کتاب نازل کرنے والا اور سریع الحساب ہے، تو نہیں بھگا دے۔ اسے خدا تو انہیں شکست دے اور ان کے قدم متزلزل کر دے۔ ابن کثیر نے نبوع الحیاة میں روایت کی ہے، کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کے خلاف بدوعا میں فرمایا، اسے مصیبت زدہ لوگوں کے فریادرس، اور اسے پریشان لوگوں کی دعا قبول کرنے والے، میرے دکھ، درد اور کرب کو رفع فرما، کیونکہ جو مجھے اور میرے اصحاب کو مصیبت پیش آئی ہے وہ تجھ پر عملی ہے۔ اس پر جبریل علیہ السلام نازل ہوئے اور بشارت دی کہ خدا آنحضرت اور غیبی لشکر کو بھیج رہا ہے، آپ نے صحابہ کو اطلاع دی اور ماتھا اٹھا کر اشد کا شکر ادا کیا۔ رات کو ہوا نے چلنا شروع کیا، خمیوں کے کھوٹے اٹھ گئے، بھونپڑیاں اور سامان گر گئے، بانڈیاں الٹ گئیں اور سارا شکر گرد و غبار سے اٹ گیا۔ اس اشار میں انہوں نے اپنے کیمپ میں نعرہ ہائے بکیر اور آلات جنگ کی چیخ پوچھ کی آوازیں سنیں۔ چنانچہ وہ راتوں رات بھاگ کھڑے ہوئے۔ اور ایسا ساز و سامان جو بھاری تھا، وہیں چھوڑ گئے۔ قرآن حکیم کا ارشاد ہے: - فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا وَرِجْمًا

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ خندق سے بدھ دار کے دن، ذی القعد کی تبس تاریخ کو واپس ہوئے، آپ نے غزوہ خندق میں پندرہ دن قیام فرمایا اس موقع پر آپ نے فرمایا کہ اس کے بعد قریش تم پر حملہ آور نہیں ہو سکیں گے۔ یہ بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی تھی۔

غزوة بنی قریظہ :- جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس مہم سے فارغ ہوئے اور ہتھیار اتارے، تو جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے، کئے لگے، "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے تو ہتھیار اتار دیئے ہیں لیکن ہم نے ابھی نہیں اتارے، ان کی طرف یعنی بنو قریظہ کی طرف، کوچ کیجئے کیونکہ میں انہیں تہ وبالا کرنے کے لیے ادھر ہی جا رہا ہوں۔" رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مؤذن کو حکم دیا، کہ وہ اعلان کرے، کہ جو شخص بھی سنے، اسے معلوم ہونا چاہیے کہ گھر کی نماز بنو قریظہ کی بستی میں ادا کی جائے گی۔ نیز ایک منادی کو نواہے کہ متعین فرمایا، جو گلیوں میں کتا پھرتا تھا۔ اسے اللہ کے سپاہیوں! تیار ہو جاؤ۔" حضرت علی کرم اللہ وجہہ مقدمہ الجیش پر مامور تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود مسلمان سپاہ کے ساتھ جن کی تعداد تین ہزار تھی جن میں پھتیس گھوڑے تھے، روانہ ہوئے محاصرہ پچیس دن جاری رہا، تا آنکہ یہود محاصرے سے گھبرا اٹھے اور خدا نے ان کے دل میں مسلمانوں کا رعب ڈال دیا۔ اس پر ان کے سردار کعب بن اسد نے انہیں سمجھایا کہ وہ مسلمان ہو جائیں، نیز کہا کہ جس صورت حال سے تمہیں واسطہ پڑا ہے وہ تو تم دیکھ ہی رہے ہو، میں تمہارے سامنے تین متبادل صورتیں پیش کرتا ہوں، ان میں سے ایک کا انتخاب کر لو۔ پوچھا وہ کیا ہیں؟ کعب نے جواب دیا۔ "پہلی صورت یہ ہے، کہ ہم اس شخص کی بیعت کر کے اس کی تصدیق کریں، کیونکہ یہ بات عیاں ہو چکی ہے کہ وہ نبی مرسل ہے اور یہ وہی شخص ہے، جس کا تمہاری کتابوں میں ذکر ہے۔ اس تجویز پر گل کر کے تم اپنے آپ کو اپنے مال و متاع کو اور اہل و عیال کو بچانے میں کامیاب ہو جاؤ گے۔" یہود نے انکار کر دیا۔ دوسری تجویز میں اس نے یہ مشورہ دیا، "اپنے بال بچوں کو اپنے ہاتھوں سے قتل کر کے مسلمانوں پر ٹوٹ پڑو (خود ختم ہو جاؤ یا انہیں ختم کر دو)۔" انہوں نے اسے بھی رد

کر دیا۔ تیسری تجویز یہ پیش کی: "سبت کی رات کو بے خبری میں مسلمانوں پر شب خون مارو۔ یہود نے اسے بھی مسترد کر دیا۔"

جب محاصرے کی شدت بڑھ گئی، تو یہود نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو جو انصار کے رئیس تھے، حکم تسلیم کر لیا۔ انہوں نے فیصلہ کیا کہ مرد قتل کر دیے جائیں ان کے اہل و عیال جنگی قیدی بنا لیے جائیں۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اسے ابن معاذ! تو نے جو فیصلہ کیا ہے، وہ اس فیصلے کے عین مطابق ہے جو خدا نے سات آسمانوں کی بلندیوں پر کیا ہے۔ آپ جمعرات کے دن ذی الحجہ لی سات تاریخ کو اس مہم سے فارغ ہوئے۔

اس کے بعد آپ نے حکم دیا، کہ بنو قریظہ کو مدینے لایا جائے، بازار میں کھائیاں بھودی گئیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے سامنے ان کی گردنیں مار دی گئیں۔ یہود کی تعداد چھ سات سو کے درمیان تھی۔ آپ نے حضرت ریحانہ کو پنے لیے پسند فرمایا اور ان سے نکاح کر لیا، بعدہ مال غنیمت جمع کیا گیا اور خمس مال کو تمام مال مسلمانوں میں تقسیم کر دیا گیا۔

اسی اثنا میں حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا زخم کھل گیا اور وہ شہید ہو گئے۔ ان کی نماز جنازہ میں ستر ہزار فرشتے شریک ہوئے اور خدا کا عرش ہل گیا۔ اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی روح کے آنے سے ملائکہ اعلیٰ میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ رادی ہیں، کہ میں سعد رضی اللہ عنہ کی قبر کھودنے والوں میں شامل تھا، جب ہم قبر کھود رہے تھے، تو اس سے کستوری کی خوشبو آرہی تھی۔

سر یہ محمد بن مسلمہ :- یہ مہم بنو بکر بن کلاب کے ایک قبیلے کے رحبن کا نام قرطاد تھا، خلافت ترتیب دی گئی تھی۔ یہ قبیلہ بکرات

کے مقام پر ٹھہرا ہوا تھا، جو مدینے سے سات دن کے فاصلے پر تھا۔ آپ نے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو تیس سو اوروں کے روانہ فرمایا۔ جب ان پر حملہ ہوا تو ایک آدمی مارا گیا، اور باقی بھاگ گئے۔ ان کی بھیڑ بکریاں بکڑ کر مدینے کے آئے۔ ان کے ساتھ ثمامہ بن اثال حنفی بھی تھا۔ جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے مسجد کے ایک ستون سے باندھ دیا گیا، پھر کھول دیا گیا۔ بعد ازاں اس نے غسل کیا اور مسلمان ہو گیا۔ کہنے لگا، یا رسول اللہ! اس سے پہلے روئے زمین پر میری نگاہ میں آپ کے چہرے سے ناپسندیدہ اور کوئی چہرہ نہ تھا۔ لیکن اب آپ کا چہرہ محبوب ترین ہے، اسی طرح آپ کا دین میرے خیال میں ناخوش ترین تھا، جو اب خوش ترین ہو گیا ہے۔ نیز آپ کے شہر سے بڑھ کر اور کوئی شہر اتنا بُرا نہ تھا لیکن اب وہی شہر عزیز ترین شہر بن گیا ہے، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جب آپ کی سپاہ نے مجھے گرفتار کیا، میں بگڑنے کے ارادے سے جا رہا تھا۔ اب آپ کا کیا حکم ہے؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بشارت دی، اور اجازت عنایت فرمائی، جب وہ مکے آئے، تو ایک شخص نے کہا، سنا ہے، تم صابی ہو گئے کہ انہیں، مسلمان ہو گیا ہوں۔ خدا کی قسم، تمہیں پیام سے مار کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت نہ دی، گندم کا ایک دانہ بھی نہیں پہنچ سکے گا۔

یہ غزوہ ہجرت کے چھٹے سال یا دہمے الاول میں واقع غزوہ بنی لحيان :- ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عاصم بن ثابت اور اس کے ساتھیوں پر سخت طیش آیا، یوں ظاہر کیا کہ گویا آپ شام کو جا رہے ہیں آپ کا لشکر دو سو آدمیوں پر مشتمل تھا، جس میں بیس گھوڑے تھے۔ مدینے کی امارت حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے سپرد فرمائی۔ آپ جلدی جلدی روانہ ہوئے اور اس مقام پر پہنچے، جہاں اہل ربیع نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے

کے صحابہ کو دھوکے سے شہید کر دیا تھا۔ آپ کا دل بھر آیا تھا۔ اور ان کے لیے دعا فرمائی۔ بنو لحيان کو پتہ چل گیا، وہ بھاگ کر پہاڑوں میں پھپ گئے۔ چنانچہ ان میں سے کوئی بھی قابو نہ آسکا۔ دو ایک دن قیام فرمایا اور ادھر ادھر ہمیں روانہ کیں۔ وہاں سے کوچ کیا، اور بہ مقام عسفان پہنچ کر اتر پڑے، وہاں سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو دس سواروں سے روانہ کیا، تاکہ قریش سن کر مغرب ہوں۔ یہ لوگ کراخ تک آئے لیکن کسی سے ڈبھیڑ نہ ہوئی۔

فی الجملہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بغیر کسی حقیقت کے مدینے واپس تشریف لے آئے اور آپ ابو بکر، ثابٹون، عابدون، زینا خاندون کا ورد فرما رہے تھے۔ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم چودہ دن مدینے سے باہر رہے۔

اس کی وجہ یہ تھی، کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیس دودھ غزوة الغابہ :- دینے والی گاہیں اونٹنیاں تھیں جو چراگاہ میں چرتی تھیں،

اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ ان کی حفاظت پر مامور تھے۔ چنانچہ ایک بدھوار کی رات کو عیینہ بن حصن الغزازی نے چالیس سواروں کے ساتھ ڈاکہ مارا، اونٹنیاں چرا لے گیا، اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے کو قتل کر دیا۔ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع موصول ہوئی، تو آپ نے حکم دیا، اسے اللہ کے سپاہیوں سوار ہو جاؤ، چنانچہ پانچ سو سپاہیوں کے ساتھ ان کے تعاقب میں روانہ ہو پڑے، اور علم جو حضرت مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ کے نیزے سے تیار کیا گیا تھا، انہیں عطا کیا اور حکم دیا، کہ تم خدا کا نام لے کر آگے آگے چلو، تاکہ باقی لشکر بھی تمہارے پیچھے روانہ ہو میں بھی تمہارے تعاقب میں آ رہا ہوں۔ چنانچہ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے دشمن کے پیچھے رہ جانے والے گروہ کو جالیا، حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے ایک سوار کو اور حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ نے دوسرے کو مار گرایا۔ اتنے میں حضرت

مسلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بھی پہنچ گئے، وہ پیادہ تھے آپ بھی عشا کے وقت پہنچ گئے۔ دس اونٹنیاں چھڑالی گئیں اور باقی ماندہ دس بھگا کر غائب ہو گئے۔ رسول کریم علیہ التحیۃ والسلام پانچ دن کی غیر حاضری کے بعد واپس تشریف لے آئے۔

یہ ہم عمر مردق کو، جو بنو اسد کا چشمہ ہے، سر یہ عکاشہ بن محسن الاسدی :- چالیس آدمیوں کے ساتھ روانہ ہوئی، وہ بڑی سرعت سے روانہ ہوئے، چنانچہ مخالف ڈر کر بھاگ گئے، اور حملہ آور دوسواونٹ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہانک لائے اور کسی سے حقیقت نہیں ہوئی۔

یہ لشکر کئی بنو نعلبہ کے خلاف تھی اور ان کے ساتھ دس سر یہ محمد بن مسلمہ :- آدمی تھے، یہ لوگ رات کو وہاں پہنچے، چنانچہ ان لوگوں نے جن کی تعداد سو تھی، انہیں گھیر لیا، بھٹوڑی دیر تک باہم تیر اندازی ہوتی رہی اس کے بعد عربوں نے مسلمانوں پر نیزوں سے حملہ کر دیا اور سوائے محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کے جو زخمی ہو کر گر پڑے تھے، باقی سب شہید ہو گئے۔ انہیں اٹھا کر مدینہ لے آئے۔ پھر آپ نے حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو چالیس آدمی دے کر بنو نعلبہ کے خلاف بھیجا۔ وہ بھاگ گئے اور حملہ آور ان کی بکریاں اور گھرا سا زوسامان اٹھا لائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جس علیحدہ کر کے باقی اشیاء تقسیم فرمادیں۔

یہ ہم بنی سلیم کے خلاف بھی گئی تھی۔ اہل مہم نے بنو مزینہ سر یہ زید بن حارثہ :- کی ایک عورت کو جس کا نام حلیمہ تھا، پکڑ لیا، جو انہیں بنو سلیم کی ایک سببی میں لے گئی۔ جہاں انہوں نے بھڑ بکریاں اور کئی آدمی قید کر لیے۔ ان میں حلیمہ کا خاوند بھی تھا۔ جب حضرت رضی اللہ عنہ نے مال غنیمت کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا تو آپ نے حلیمہ اور اس کے شوہر کو آزاد کر دیا۔

اس مہم میں ستر سوار حضرت زید رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے  
**ایک اور مہم :-** جو قریش کے ایک قافلے سے جو شام سے آ رہا تھا، مزاحم ہوئے  
 چنانچہ ان کا مال و اسباب پکڑ لیا گیا۔

یہ مہم بنو نعلبہ کے خلاف تھی جس میں پندرہ آدمی شامل  
**ایک اور مہم :-** تھے، اہل قبیلہ بھاگ گئے اور بھیڑ بکریاں بطور مال غنیمت  
 پکڑ لی گئیں۔

یہ دستہ فوج پانچ سو آدمیوں پر مشتمل تھا، جو جذام کو گیا تھا  
**ایک اور مہم :-** جذام ایک سستی کا نام ہے، کیونکہ ان لوگوں نے وحیہ انگلی  
 پر ڈاکہ مارا تھا۔ اس دستہ فوج نے ان پر صبح کے وقت حملہ کیا اور خوب لوٹ مار  
 کی۔ چنانچہ ان کی ہزار بکریاں پکڑ لیں اور سو گورتیں اور بچے قیدی بنا لیے۔ اس پر  
 زید بن رفاعہ الجذامی اپنی قوم کے چند آدمیوں کے ساتھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
 کی خدمت میں حاضر ہو کر ایمان لے آیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت علی  
 کرم اللہ وجہہ کو حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا، کہ ان لوگوں کی اولاد  
 اور بچوں کو آزاد کر دو چنانچہ انہوں نے حکم کی تعمیل کی۔

یہ مہم وادی القری میں پیش آئی، جس میں کئی مسلمان شہید ہو  
**ایک اور مہم :-** گئے تھے اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ میدان کارزار  
 سے زخمی حالت میں لائے گئے تھے۔

یہ مہم ہجرت کے پھٹے سال شعبان کے مہینے  
 سر یہ عبد الرحمن بن عوف :- میں دو مرتبہ الجندل کو روانہ ہوئی حضور اکرم  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبد الرحمن رضی اللہ عنہ کو بلا کر اپنے ساتھ بٹھایا، اپنے  
 ہاتھ سے پکڑی بندھائی اور فرمایا، اللہ کا نام لے کر اس کھنکے نام پر جہاد کر اور جو



مشرک ہیں ان کے خلاف لڑ لیکن دھوکا نہ دے اور کسی بچے کو قتل مت کر،  
 حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں دومتہ الجندل میں بنو کلب کی طرف روانہ فرمایا  
 اور حکم دیا کہ اگر وہ ایمان لے آئیں تو ان کے امیر کی لڑکی سے نکاح کر لینا۔ چنانچہ  
 وہ روانہ ہو کر دومتہ الجندل آئے اور متواتر تین دن انہیں اسلام کی دعوت دیتے  
 رہے، چنانچہ اصمغ بن عمرو الکلبی اسلام لے آیا، وہ ان کا سردار تھا اور مذہباً عیسائی  
 تھا۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سے لوگ مسلمان ہو گئے۔ کچھ لوگ ادائے جزیہ کی شرط  
 پر اپنے دین پر قائم رہے۔ حضرت عبدالرحمان رضی اللہ عنہ نے اصمغ کی بیٹی تماضر  
 سے شادی کر لی۔ اسے سٹھائے آئے اور اس سے ابو سلمہ پیدا ہوا۔

جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم  
 سر یہ حضرت علی بن ابی طالب :- ہوا کہ بنو سعد بن بحر خیر کے یودیوں کو  
 مدد دینے کی تیاری کر رہے ہیں، آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو سو آدمیوں  
 کی معیت میں روانہ کیا۔ مسلمانوں نے ان پر حملہ کیا اور پانچ سو اونٹ اور دو ہزار  
 بکریاں پکڑ لائے اور بنو سعد بھاگ گئے۔

یہ ہم ام قرفۃ الفزاری کے خلاف روانہ کی گئی تھی۔  
 سر یہ زید بن حارثہ :- وجہ یہ تھی کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ بہ غرض تجارت  
 شام کو روانہ ہوئے، اثنائے راہ میں بنو فزارہ کے کچھ لوگوں سے ان کی ٹڈ بھیس ہو  
 گئی۔ چنانچہ انہوں نے انہیں مارا پیٹا اور جو کچھ ان کے پاس تھا، چھین لیا۔ واپس  
 آکر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا، تو آپ نے انہیں ان کے خلاف روانہ فرمایا،  
 چنانچہ صبح کے وقت انہوں نے حملہ کیا اور نعرہ تکبیر کہہ کر سب کو گھیر لیا اور ام قرفہ  
 کو، جو ان کی ملکہ تھی گرفتار کر لیا، اور نیز اس کی لڑکی کو جو مالک بن حذیفہ بن بدر  
 کی پشت سے تھی، پکڑ لیا۔

سر یہ حضرت عبداللہ بن عتیک :- جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف یہ مہم ابورافع یہودی کے خلاف تھی۔ بدگوئی کرتا تھا چنانچہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ چار ساتھیوں کے ساتھ روانہ ہوئے انہیں قلعے کے باہر کھڑا کیا اور خود جیلے حوالے سے اسے قتل کر دیا، لوٹے تو ان کی ٹانگ ٹوٹ گئی۔ جب واپسی پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا، فرمایا، اپنی ٹانگ لمبی کرو۔ آپ نے ہاتھ پھیرا تو یوں ہو گیا، گویا کوئی تکلیف ہوئی ہی نہیں تھی۔ اور بالکل ویسی ہو گئی جیسی کہ پہلے تھی۔

سر یہ حضرت عبداللہ بن واہب :- یہ مہم انسیرین رزام یہودی کے خلاف تھی جسے یہودیوں نے خیبر میں ابورافع کے بعد اپنا امیر بنا رکھا تھا، روانہ کی گئی تھی۔ یہ شخص بنو عطفان وغیرہ قبائل میں گھومتا پھرتا تھا، تاکہ انہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف آمادہ جنگ کرے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوا تو آپ نے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو تیس آدمی دے کر روانہ فرمایا۔ عبداللہ بن ایس نے اس پر تلوار سے حملہ کیا، اس کے بعد اس کے ساتھیوں پر تین کی تعداد ساٹھ تھی، ٹوٹ پڑے اور ایک کے سوا سب کو ٹھکانے لگا دیا، مگر مسلمانوں میں سے کسی کو کوئی تکلیف نہ پہنچی۔

سر یہ کرزین جابر انصاری :- یہ مہم عزیین کو بھیجی گئی تھی۔ بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بنو عکک اور عزیین کے کچھ لوگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دربارہ اسلام گفتگو کے لیے حاضر ہوئے، کہنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم بنجر علاقے کے رہنے والے ہیں اور ہمیں کبھی بھی مرطوب آب نہ ہوا میں رہنے کا اتفاق نہیں ہوا، اس لیے مدینے کی آب نہ ہوا ہم سے سازگار نہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے

انہیں حکم دیا کہ وہ چند شیردار اوشنیوں اور چرواہے کے ساتھ چراگاہ میں چلے جائیں اور وہاں ان کے دودھ پر گزر بسر کریں۔ وہ لوگ وہاں چلے گئے، چند دن صحرایں رہنے کے بعد وہ مرتد ہو گئے، چرواہے کو قتل کر دیا اور اوشنیوں کو ہانک کر لے گئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر پہنچی، تو ان کی تلاش میں مہم روانہ فرمائی، جب وہ آپ کے پاس لائے گئے، تو ان کی آنکھوں میں کانٹے چھبوتے گئے اور ان کے ہاتھ کاٹ دیئے گئے۔ اور اسی حالت میں صحرا میں چھوڑ دیئے گئے، تا آنکہ وہ مر گئے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں میں کانٹے چھبوتے کا حکم از روئے قصاص دیا تھا، کیونکہ انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چرواہوں کے ساتھ یہی سلوک کیا تھا۔ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے ان کے تعاقب میں سواروں کا ایک دستہ بھیجا تھا، جن کے امیر حضرت کوزین جابر رضی اللہ عنہ تھے۔

یہ مہم مکے میں ابوسفیان بن حرب کے خلاف بھی سر یہ عمرو بن امیۃ الضمری :- گئی، کیونکہ اس نے بھی ای طرح ایک شخص کو مقرر کیا تھا، کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دھوکے سے قتل کر دے۔ وہ شام سے مدینے آیا اور اس کے پاس ایک خنجر تھا، جو کپڑوں میں چھپا رکھا تھا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دیکھا، فرمایا، یہ کسی شرارت کی غرض سے یہاں آیا ہے، جب اسید بن حنیہ رضی اللہ عنہ نے اسے پکڑا، تو اس کے کپڑوں میں سے خنجر نکل آیا۔ آپ نے پوچھا، سچ بولنا، تم کون ہو؟ کہنے لگا، آپ مجھے امن کا قول دیتے ہیں، آپ نے فرمایا، ہاں۔ اس نے ساری بات بتا دی، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے چھوڑ دیا۔ پھر حضرت عمرو بن امیۃ الضمری اور حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہما کو ابوسفیان کی طرف روانہ فرمایا، اور حکم دیا، کہ اگر تم اسے ذرا بھی

غافل پاؤ، تو اسے قتل کر دینا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آئے، تو رات کے وقت طواف کعبہ کے لیے چلے گئے۔ انہیں معاویہ بن ابوسفیان نے دیکھ لیا، اور قریش کو بتا دیا۔ وہ گھبرا گئے اور ان کی تلاش میں لگ گئے۔ عمر زمانہ جاہلیت میں بہادر سپاہیوں میں شمار ہوتے تھے۔ اہل مکہ اکٹھے ہو گئے اور جناب عمر اور سلمہ رضی اللہ عنہما بھاگ کھڑے ہوئے۔ راستے میں ان کی بڑھیر عبیدہ بن مالک تمیمی سے ہو گئی، جسے عمر و رضی اللہ عنہ نے ایک اور آدمی سمیت مار ڈالا۔ اتنے میں قریش کے دو آدمی جو الزام کی تلاش میں تھے سامنے آ گئے، ایک مارا گیا، اور دوسرا پکڑا گیا، جسے وہ مرنے لے آئے۔ حضرت رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سرگزشت سنا رہے تھے اور آپ سگراتے جاتے تھے۔

**صلح حدیبیہ :-** حدیبیہ ایک گاؤں کا نام تھا، جو مکے سے نومیل کے فاصلے پر تھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سووار کے دن ذوالقعد کے مہینے میں ہجرت کے چھٹے سال بہ ارادہ عمرہ روانہ ہوئے۔ ازواج مطہرات سے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا آپ کے ساتھ تھیں۔ نیز چودہ سو صحابہ تھے۔ جن کے پاس صرف تلواریں تھیں مگر وہ بھی نیام میں۔ مدینے کی سربراہی حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد فرمائی۔ جب آپ ذوالحلیفہ کے مقام پر پہنچے، تو قربانی کے اونٹوں کے گلے میں قلاوے ڈالے، مناسب ادا کیے، اور احرام عمرہ باندھا۔ اور پھر بنو خزاعہ کے ایک آدمی کو بطور جاسوس روانہ فرمایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کوہ فرمایا، اور غدیر اشطاط پر پہنچ کر کیمپ کیا۔ یہاں عینیہ نے حاضر خدمت ہو کر ہو کر عرض کی، کہ قریش نے لشکر جمع کر لیا ہے وہ لڑنے بھڑنے کو آمادہ ہیں، چنانچہ وہ آپ کو کہے تک نہیں پہنچنے دیں گے۔ یہ سن کر فرمایا، لوگو! مجھے اس بارے میں مشورہ دو، کیا تمہاری یہ رائے ہے کہ میں ان لوگوں کے اہل دیہات کے خلاف، جو

ہیں کہنے کی زیارت سے روک رہے ہیں، حملہ آور ہو جاؤں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، آپ زیارت کعبہ کے ارادے سے تشریف لائے ہیں، نہ کہ کسی سے لڑنے جھگڑنے کے لیے، خدا کا نام لے کر چلیے جو آدمی مزاحمت کرے گا، ہم اس سے جھگڑیں گے، فرمایا، خدا کا نام لے کر کوچ کرو۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ میں نے کوئی ایسا آدمی نہیں دیکھا، جو فداہ امی وہابی سے بڑھ کر ہر معاملہ میں اپنے ساتھیوں سے صلاح مشورہ کرتا ہو۔ آپ نے کوچ فرمایا، اور جب آپ اس گھاٹی پر پہنچے، جہاں سے قریش دکھائی دیتے تھے، تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اونٹنی بیٹھ گئی۔ صحابہ نے اسے اٹھانے کی جتنی کوشش کی۔ اونٹنی نے اتنا ہی نہ اٹھنے پر اصرار کیا۔ صحابہ کہنے لگے اونٹنی سرکشی پر اتر آئی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ایسی بات نہیں اور نہ ہی اس اونٹنی کی ایسی عادت ہے۔ بلکہ اسے اس ذات نے روک لیا ہے جس نے ابرہہ کے ہاتھی کو روک لیا تھا یعنی خدا نے اسے مکے میں داخلے سے اس طرح روک دیا ہے جس طرح ہاتھی کو روک دیا تھا، کیونکہ اگر صحابہ مکے میں داخل ہوتے اور قریش انہیں روکتے تو ضرور جنگ ہوتی۔ لیکن اللہ کو معلوم تھا، کہ ان میں سے بہت سارے مسلمان ہو جائیں گے اور ان کی پشت سے مسلمان پیدا ہوں گے جو خدا کی راہ میں جہاد کریں گے۔ اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مجھے اس ذات کی قسم، جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، کہ وہ مجھ سے بڑی سے بڑی چیز کیوں نہ مانگتے، میں ان کی درخواست کو منظور کر لیتا، بشرطیکہ وہ اللہ کی حدود کی پاسداری کرتے۔ اس کے بعد آپ نے اونٹنی کو ہانکا، اٹھ کھڑی ہوئی، ان کی طرف سے مڑی، تاکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ کے ایک سرے ایک چشے پر جس میں عھوٹا سا پانی تھا، اتر پڑے۔ پانی ختم ہو گیا، تو صحابہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

سے پیاس کی شکایت کی۔ آپ نے اپنے ترکش سے ایک تیر لکالا اور فرمایا، کہ اسے چٹھے میں ڈالو (یا اس سے چٹھے کو کھودو) راوی کہتا ہے، بخدا پانی جوش مار کر نکلا، تا آنکہ سب سیراب ہو گئے۔

اس موقع پر بذیل بن ورقا خزاعی اپنے قبیلے کے چند آدمیوں کے ساتھ دربار رسالت میں حاضر ہوا۔ یہ لوگ دل سے حنورا کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خیر خواہ تھے۔ بذیل کہنے لگا، کہ میں نے کعب بن لوی اور عامر بن لوی کو حدیبیہ کے چشموں پر پڑاؤ کیے دیکھا ہے، وہ آپ کو کعبے تک جانے سے روکیں گے اور ضرورت ہوئی تو جنگ بھی کریں گے۔ آپ نے فرمایا، ہم کسی سے لڑنے نہیں آتے بلکہ بغرض عمر آتے ہیں۔ بخدا لڑائی نے قریش کا ناک مار دیا ہے اور وہ تباہ ہو گئے ہیں۔ اگر ان کی مرضی ہو تو میں اس قضیے کو ایک خاص مدت تک ملتوی کر دیتا ہوں، وہ میرے اور لوگوں کے درمیان مداخلت سے باز آجائیں۔ اگر میں کامیاب ہو جاؤں، اور وہ لوگوں کے نقش قدم پر چلنا چاہیں تو بہنا، ورنہ آرام کریں۔ اگر وہ نہیں مانتے، تو بخدا میں اس معاملے میں ان سے اس وقت تک جنگ کروں گا کہ میری گردن علیحدہ ہو جائے اور بالیقین اللہ تعالیٰ اپنے دین کو کامیاب کرے گا۔ بذیل نے کہا، جو کچھ اپنے کہا میں انہیں پہنچاتا ہوں۔ چنانچہ وہ آیا اور جو کچھ آپ نے فرمایا تھا، انہیں بتا دیا۔

اس پر عروہ بن مسعود کہنے لگا، تمہیں ایک سخت مشکل پیش آئی ہے، مردانہ وار اس کا مقابلہ کرو، اور مجھے اجازت دو تا کہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤں۔ وہ آیا اور حنور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عجو گنٹگو ہو گیا۔ آپ نے اس سے ویسی ہی گنٹگو کی جیسی کہ بذیل سے کی تھی، اس دوران میں عروہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو عروہ سے دیکھتا رہا۔ کہنے لگا، بخدا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر

آب دہن بھی پھینکا، تو کسی نہ کسی لائق بڑھا کر تھیلی رکھ دی اور پھر منہ پر یا جسم پر  
 نل لیا۔ جب آپ کسی بات کا حکم دیتے، تو صحابہ تعمیل ارشاد میں ایک دوسرے  
 سے مسابقت کی کوشش کرتے، جب وضو کرتے تو صحابہ وضو کے پانی کو جھپٹ لینے  
 میں ایک دوسرے سے جھگڑتے۔ اگر بات کرتے، تو آہستہ بولتے اور ازراہ تعظیم آپ  
 سے آنکھیں نہ ملاتے۔ یہ وہ نے یہ صورت حال دیکھی تو واپس آکر قریش سے کہنے لگا  
 "اے لوگو! میں بادشاہوں کے درباروں میں وفد بن کر گیا ہوں مجھے کسریٰ قبیر اور  
 نجاشی کے پاس بھی جانے کا اتفاق ہوا ہے بخدا میں نے ان میں سے کوئی آدمی بھی ایسا  
 نہیں دیکھا جسے اس کے ساتھیوں میں ایسا احترام ہو، جیسا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ان کے  
 اصحاب میں حاصل ہے۔ بخدا اگر وہ آب دہن بھی پھینکیں، تو کوئی نہ کوئی اسے اپنی تھیلی  
 پر تھام لیتا ہے اور پھر اپنے منہ یا جسم پر نل لیتا ہے، جب وہ کسی بات کا حکم دیتے  
 ہیں، تو ان کے ساتھی فوری تعمیل کرتے ہیں اور جب وہ وضو کرتے ہیں، تو ایک طرح  
 سے جنگ کا سا نقشہ بن جاتا ہے اور جب وہ بات کرتے ہیں، تو وہ نہایت دھمی  
 آواز سے بولتے ہیں اور نیز وہ تعظیماً انہیں تیز نگاہوں سے نہیں دیکھتے۔ بلاشبہ محمد  
 (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تمہیں ایک عظیم ابتلا میں ڈال دیا ہے، مردانہ وار اس  
 کا سامنا کرو۔"

اس کے بعد قریش نے سہیل بن عمرو کو بلایا اور کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)  
 کے پاس جاؤ اور صلح کا بندوبست کرو۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دیکھ کر فرمایا  
 معلوم ہوتا ہے کہ قریش مائل بہ صلح ہیں کہ اس آدمی کو بھیجا ہے، جب وہ حضور اکرم  
 صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا، اور گفتگو شروع ہوئی تو مندرجہ ذیل شرائط  
 پر صلح طے پاگئی۔

۱۔ اگلے دس برس جنگ نہیں ہوگی۔

۲۔ دوسرے عرب قبائل سے معاہدہ امن کی اجازت ہوگی۔

۳۔ مسلمان اس سال بغیر عمرہ کیسے واپس چلے جائیں۔

۴۔ اور ہمارا کوئی آدمی (خواہ اسلام لے آیا ہو) کانٹوں کے پاس چلا جائے گا،

اسے واپس کر دینا ہوگا۔

یہ معاہدہ لکھ لیا گیا۔ اگر تم پوچھو، کہ اس میں کیا حکمت ہے، کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سہیل کی یہ بات مان لی، کہ اگر قریش کا کوئی آدمی اسلام لا کر بھی آگیا، تو اسے واپس کر دیا جائے گا تو جواب یہ ہے، کہ اس صلح کی تکمیل کے بعد اس پر مرتب ہونے والے فوائد جن کا انجام فتح مکہ۔ اہل مکہ کا اسلام اور لوگوں کا گروہ درگروہ دین میں شامل ہونا تھا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش نظر تھا۔ کیونکہ صلح سے پہلے مشرکین، مسلمانوں سے قطعاً نہیں ملتے تھے اور آپ کے اخلاق و کردار کا نہیں کوئی اندازہ نہیں تھا، اور وہ کسی ایسے آدمی کو جو انہیں مفصل معلومات فراہم کر سکے، اپنے پاس پھٹکنے نہیں دیتے تھے، جب صلح ہو گئی اور مشرکین مسلمانوں سے غلط مصلحت ہونے لگے اور باہم آمد و رفت شروع ہوئی، اپنے رشتہ داروں اور دوستوں وغیرہ سے ملے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات، آپ کے معجزات اور نبوت کی علامات کا علم ہوا، نیز آپ کی سیرت اور طور طریقوں کو اپنی آنکھ سے دیکھا تو ان کے دل اسلام کی طرف مائل ہو گئے، اور فتح مکہ سے پہلے ہی کافی لوگ مسلمان ہو گئے۔ اور جو رہ گئے، ان کے دل میں اسلام کی خواہش بڑھ گئی۔ جب فتح ہوئی، تو چونکہ پیشتر ہی ان کے قبول اسلام کا راستہ صاف ہو گیا تھا، تو سب کے سب ایمان لے آئے۔ اور چونکہ قریش کے علاوہ عرب قبائل ان کے مسلمان ہونے کا انتظار کر رہے تھے، اس لیے جب قریش ایمان لائے، تو وہ بھی مسلمان ہو گئے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے: - اِذَا جَاءَ فَضْرُ اللّٰهِ



وَالْفَتْحُ وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ایک خطا سے کر قریش کے پاس بھیجا اور سبیل کو اپنے پاس روک لیا، قریش نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو روک لیا، جس سے مسلمان طیش میں آگئے، نیز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اطلاع موصول ہوئی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ قتل ہو گئے ہیں پس آپ نے ایک درخت کے نیچے مسلمانوں کو موت پر بیعت کے لیے طلب فرمایا، کہ یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے ہے۔ جب قریش کو اس بیعت کا علم ہوا تو وہ ڈر گئے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ چھوڑ دیا۔ اسی بیعت کے بارے میں قرآن مجید کی یہ آیت اتری :-

إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ

بِشك جن لوگوں نے آپ کے ہاتھ

بِأَيْمَانِهِمْ

پر بیعت کی تو کیا انہوں نے اللہ سے

بِأَيْمَانِهِمْ

بیعت کی ہے۔ اللہ کا ہاتھ ان کے

بِأَيْمَانِهِمْ

ہاتھوں پر ہے۔ اللہ تعالیٰ مومنین

عَنِ الْمُؤْمِنِينَ

سے راضی ہو گیا۔

اس کے بعد صحابہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سر منڈائے، اور حدیبیہ

میں اپنی اونٹنیاں ذبح کیں، اور آپ نے حدیبیہ میں دس بارہ دن قیام فرمایا۔

اور ایک روایت میں بیس دن مذکور ہے۔ پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے

مراجعت فرمائی۔ بعض صحابہ کے دل میں دوسرہ سا تھا، اس پر خدا نے سورہ فتح

اتاری جس میں مسلمانوں کو تسلی دی گئی اور اپنی نعمتوں کا ذکر کیا گیا :- اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ

فَتْحًا قَبِيْنًا۔ حضرت ابن عباس، حضرت انس اور حضرت برادر رضی اللہ عنہم سے روایت

ہے کہ فتح سے مراد صلح حدیبیہ ہے۔

لَهُ نَصْرًا مِّنَ اللَّهِ وَالْفَتْحُ ۚ اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ

غزوة خیبر :- یہ ایک بڑے شہر کا نام ہے جس میں قلعے اور باغات ہیں۔ اور مدینے سے شام کی جانب آٹھ منزل کے فاصلے پر واقع ہے۔ ابن اسحاق راوی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم محرم کے آخری دنوں میں ہجرت کے ساتویں سال خیبر کو روانہ ہوئے۔ وہاں قیام فرمایا، پھر محاصرے کا حکم دیا۔ وہ چند دنوں کے بعد فتح ہو گیا۔ آپ کے ساتھ چودہ سو پیادہ سپاہی اور دوسو سوار تھے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اس سفر میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ تھیں۔ بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت بہ مقام خیبر پہنچے، اور آپ کا معمول یہ تھا، کہ جہاں بھی آپ رات کے دوران میں پہنچتے، تو صبح سے پہلے ان پر حملہ آور نہ ہوتے۔

جب صبح ہوئی اور یہود اپنے اہل اور سامان کثرت اور زینے کر نکلے اور رسول کریم (فداہ امی و ابی) کو دیکھا تو لگے پھینچنے چلانے، بخدا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کا لشکر پہنچ گیا ہے، آپ نے فرمایا، خیبر تباہ ہو گا۔ رَاثًا اِذَا اَنْزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَنَاءَ صَبَاحِ الْمُنْذِرِينَ) ایک روایت میں ہے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اللہ اکبر، خیبر تباہ و برباد ہو گا۔ اس کے بعد آپ نے علم تقسیم فرمائے اور بخاری میں ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ بوجہ آشوب بہتم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نہ دے سکے تھے۔ چنانچہ بعد میں اگر شامل ہوئے تھے۔ راوی کا بیان ہے کہ جس دن خیبر فتح ہوا، اس رات کو آپ نے فرمایا، کہ میں کل علم اس شخص کو دوں گا کہ جس سے خدا اور اس کا رسول محبت کرتے ہیں اور اللہ اس کے ہاتھ پر فتح عطا کرے گا۔ جب صبح ہوئی، تو ہر شخص کی خواہش تھی، کہ علم اسے عطا ہو۔ آپ نے پوچھا، علی کہاں ہیں؟ لوگوں نے عرض کی یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم، انہیں آشوب بہتم کی شکایت ہے۔ فرمایا، بلاؤ، جب وہ آئے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

اپنا آب و ہن ان کی آنکھوں میں لگایا، دعا فرمائی اور وہ تندرست ہو گئے۔ گویا کوئی تکلیف تھی ہی نہیں۔ پھر علم انہیں عطا فرمایا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے دریافت کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا میں ان سے اس وقت تک جہاد کروں، کہ وہ مسلمان ہو جائیں۔ فرمایا، ان سے حسن سلوک سے پیش آؤ، اور جب ان کے صحن میں اتر تو انہیں اسلام کی دعوت دو، اور ان خدائی حقوق کے بارے میں جو تم پر واجب الادا ہیں، یہود کو بتاؤ۔ بخدا اگر تمہاری بدولت ایک آدمی بھی مسلمان ہو جائے تو اس سے کہیں بہتر ہے کہ تمہیں کوئی سرخ اونٹ دے دے۔ اور ایک روایت میں ہے، کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے خیبر کا دروازہ اکھاڑ پھینکا، جسے ستر آدمی بھی بہ مشکل اپنی جگہ سے ہلا سکتے تھے۔ اہل خیبر اور مسلمانوں کے درمیان گھسان کا زان پڑا جس میں مسلمانوں کے ہنڈرہ آدمی شہید ہوئے اور یہود کے ترانوں سے آدمی مارے گئے۔ خدا کے فضل سے ایک ایک کر کے سارے قلعے فتح ہو گئے اور ابو الخقیق کا خزانہ جو گدھے کی کھال میں ایک ویرانے میں چھپایا گیا تھا، ان کے ہاتھ آ گیا۔ اللہ نے بذریعہ وحی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتا دیا جسے نکال لیا گیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جی بن اخطب کی بیٹی صفیہ سے نکاح کر لیا۔ ان کا خاوند کنانہ بن ربیع مارا گیا تھا۔ صفیہ ابھی نو بیاہتا دلہن تھیں۔ آپ سے ان کے حسن و جمال کا ذکر آیا، تو آپ نے انہیں آزاد کر کے نکاح کر لیا۔ چنانچہ وہ امہات المؤمنین میں شامل ہو گئیں۔ ام المؤمنین نے خواب میں چاند کو اپنی گود میں گرنے دیکھا تھا، جس کی تعبیر یہی کی گئی تھی۔ حضرت یزید بن ابی عبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی پنڈلی پر ضرب کا ایک نشان دیکھا۔ پوچھا، کہ یہ کیا ہے، کہنے لگیں۔ مجھے یہ ضرب خیبر کی جنگ میں لگی تھی۔ میں حضور کی

خدمت میں آئی، تو آپ نے تین دفعہ پھونک ماری چنانچہ مجھے آج تک پھر درو نہیں ہوا۔

اس غزوہ میں ایک یہودی غورت نے، جس کا نام زینب بنت عارض تھا، ایک بکری کا گوشت بھونا اور اس میں زہر ملایا، پھر اس نے وہ گوشت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے اور کچھ اور لوگوں نے وہ گوشت کھایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کھانا چھوڑ دو۔ حکم دیا کہ یہودیہ کو بلاؤ، آپ نے دریافت فرمایا، کیا تو نے اس کھانے میں زہر ڈالا تھا؟ اس نے پوچھا، آپ کو کس نے بتایا، فرمایا، مجھے پنڈلی کی اس ہڈی نے بتایا، جو میرے ہاتھ میں ہے۔ یہودیہ نے کہا، درست ہے، میں نے سوچا تھا، کہ اگر آپ نبی ہیں، تو زہر کا اثر نہیں ہوگا، اور اگر نبی نہیں ہیں تو ہمیں آپ سے نجات مل جائے گی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے معاف کر دیا۔ اور کوئی سبزانہ دی۔ لیکن جن صحابہ نے وہ گوشت کھایا تھا، وہ فوت ہو گئے۔ ان میں حضرت بشر بن براہ بھی تھے۔ اس پر آپ نے اس یہودیہ کو ان کے وارثوں کے سپرد کر دیا۔ جنہوں نے اسے قصاص میں قتل کر دیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے زہر کا اثر زائل کرنے کے لیے گردن اور پیٹھ کے ملاپ کے مقام پر فصد کرایا۔

غزوہ وادی القریٰ :- یہ ہم جادی الاخر میں پیش آئی۔ آپ نے چار دن تک ان کا محاصرہ جاری رکھا، اس کے بعد اہل تیار نے جزیے کی شرط پر صلح کر لی۔

سریہ حضرت عمر بن خطاب :- میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ تیس آدمیوں کے ساتھ شریہ کو روانہ ہوئے، ان کے ہمراہ بنو ہلال کا ایک بدرقہ بھی تھا، یہ لوگ راتوں

کو چلتے اور دن کو پھپ رہتے۔ مگر بنو ہوازن کو پتہ چل گیا اور وہ بھاگ گئے۔  
حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کی بستیوں میں آئے، تو وہاں کوئی بھی نہ تھا۔ چنانچہ  
وہ لوٹ گئے۔

یہ مہم فدک کو بنو مرہ کے خلاف ہجرت  
سر یہ حضرت بشیر بن سعد الانصاری :- کے ساتویں سال شعبان کے مہینے میں  
بھی گئی۔ اس دستہ فوج میں تیس آدمی تھے وہ سب مارے گئے۔ حضرت بشیر  
رضی اللہ عنہ دشمن کے خلاف لڑتے رہے تا آنکہ زخمی ہو کر گر پڑے۔ ابن زید  
الحارثی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حادثے کی اطلاع دی۔ اس کے  
بعد بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ دربار رسالت میں (بعد از صحت) پیش ہوئے۔

یہ مہم ہجرت کے ساتویں سال شعبان کے  
سر یہ حضرت ابو بکر الصدیق :- مہینے میں حضر یہ کے نواح میں بنو فزارہ کے  
خلاف روانہ کی گئی تھی۔ چنانچہ ان کی ایک جماعت پڑی گئی اور باقی مارے گئے۔  
یہ مہم نجد کے علاقے میں ایک مقام پر جس  
سر یہ غالب بن عبد اللہ المیشی :- کا نام بیغہ تھا اور جو مدینے سے آٹھ منزل  
پر واقع تھا۔ ہجرت کے ساتویں سال رمضان کے مہینے میں پیش آئی۔ اس  
دستے میں دو سو تیس آدمی تھے، چنانچہ انہوں نے دشمن پر ان کی بستیوں میں  
ہلہ بول دیا۔ ان کے اکثر سردار مارے گئے اور اونٹ اور بکریاں ہانک کر لے  
لائے۔ روایت میں ہے کہ اس موقع پر حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے  
نہیک بن مرداس کو کلمہ پڑھنے کے بعد قتل کر دیا تھا۔ حضور کریم علیہ التحیۃ والسلام  
نے سن کر فرمایا، کیا تم نے اس کا دل چیر کر دیکھا تھا کہ وہ سچا ہے یا جھوٹا ہے۔  
اس پر اسامہ نے وعدہ کیا کہ آئندہ وہ کسی ایسے آدمی کو قتل نہیں کرے گا، جو

ذیل سے لا الہ الا اللہ کہے گا۔

بخاری میں ابو ظبیان سے روایت ہے، کہ میں نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے سنا کہ میں رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے خرقہ کو روانہ فرمایا، ہم نے ان پر صبح کے وقت حملہ کیا اور انہیں بھگا دیا۔ اسی موقعہ پر مجھے اور ایک انصاری کو ان کا ایک آدمی مل گیا۔ جب ہم نے اسے گھیر لیا، تو اس نے کلمہ طیبہ پڑھا۔ چنانچہ اس انصاری نے اسے چھوڑ دیا، لیکن میں نے اس پر نیزے سے حملہ کر کے اسے قتل کر دیا۔ جب ہم لوٹے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم ہوا، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اسامہ! کیا تم نے اسے کلمہ پڑھنے کے بعد قتل کر دیا۔ میں نے کہا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اس نے اپنے بچاؤ کے لیے ایسا کیا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بار بار اس بات کو دہراتے رہے، تا آنکہ میرے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی، کہ کاش میں آج ہی اسلام لایا ہوتا۔

یہ ہم میں اور جبار کی طرف جو بڑھاپا سر یہ حضرت بشیر بن سعد الانصاری :- کا علاقہ ہے، ہجرت کے ساتویں سال شوال میں پیش آئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں تین سو آدمیوں کے ساتھ ان لوگوں کے خلاف روانہ فرمایا، جو دینے پر حملہ کرنا چاہتے تھے۔ یہ دستہ فوج رات کو سفر کرتا اور دن کو چھپ رہتا۔ جب دشمنوں کو حضرت بشیر رضی اللہ عنہ کے آنے کا پتہ چلا، تو وہ بھاگ گئے۔ اور حملہ آوروں کو غنیمت میں کافی اونٹن ملے۔ نیز دو جنگی قیدی بھی لے کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے، چنانچہ وہ دونوں آدمی مسلمان ہو گئے۔

حاکم نے اکیل میں بیان کیا ہے کہ جب ہجرت کے ساتویں سال عمرہ قضا :- ذی القعدہ کا چاند نظر آیا تو تو اتر سے یہ خبر لے آئے لگیں کہ حضور

نے اپنے صحابہ کو حکم دیا ہے کہ وہ اس عمرہ قضا کے لیے تیار ہو جائیں، جسے مشرکین کو  
 نے گزشتہ سال روک دیا تھا۔ نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد تھا کہ ہم آدی بھی ماہ  
 گزشتہ حدیبیہ میں موجود تھا، وہ ضرور شامل ہو چنانچہ سوائے ان لوگوں کے جو غیر میں  
 شہید ہو گئے تھے یا فوت ہو گئے تھے، باقی سب شریک سفر تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ  
 علیہ وسلم دو ہزار مسلمانوں کے ساتھ روانہ ہوئے۔ مدینہ کی سیادت ابو ذہب عماری  
 رضی اللہ عنہ کے سپرد ہوئی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ قربانی کے ساتھ  
 اونٹ تھے۔ متفرق ہتھیار، تلواریں، نذیریں اور نیزے بھی ساتھ تھے۔ جب آپ  
 ذوالحلیفہ کے مقام پہنچے، تو آپ نے سواروں کو تکبیرین مسلمہ رضی اللہ عنہ کی قیادت  
 میں آگے روانہ کیا، پھر ہتھیار روانہ فرمائے۔ اور بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ اس کے  
 انچارج تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھا، تلبیہ پڑھی اور باقی مسلمان بھی  
 آپ کے ساتھ ساتھ تلبیہ پڑھ رہے تھے۔ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ اپنا دستہ  
 لیے مراظران کے مقام پہنچ گئے۔ وہاں قریش کے کچھ آدمیوں سے ملاقات ہو  
 گئی۔ انہوں نے دریافت کیا، تو انہوں نے بتایا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کل  
 صبح یہاں پہنچ جائیں گے، انہوں نے قریش کو جا کر بتایا، تو وہ گھبرا گئے۔ رسول اکرم  
 صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے دن مراظران کے مقام پہنچ گئے اور لشکر کے ہتھیار  
 وادی یانج میں جو متھے کے قریب ایک جگہ کا نام ہے، بھیج دیئے۔ اور اوک بن  
 خولی الانصاری رضی اللہ عنہ کو دو سو آدمیوں کے ساتھ ان کی حفاظت کے لیے  
 مقرر فرمایا۔

اہل مکہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر چڑھ گئے۔ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم قربانی  
 کے اونٹوں کو لیے روانہ ہوئے۔ جو ذی طوی کے مقام پر روک لیے گئے۔ حضور اکرم  
 صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اونٹنی قصویٰ پر سوار ہو کر نکلے، صحابہ نے حضور اکرم (فداہ امی وہاں)

کو چاروں طرف سے گھیر رکھا تھا، اور تلواریں گردنوں میں حائل کیے ہوئے تھے۔ اور تلبیہ پڑھ رہے تھے، چنانچہ اس گھائی پر جو جنوں کے سامنے تھی، تشریف لے آئے۔ حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہ نے آپ کی اونٹنی کی سار پکڑی ہوئی تھی اور بطور رجز پڑھ رہے تھے :-

خَلُّوا بَنِي الْكَفَّارِ عَنْ سَبِيلِهِ      الْيَوْمَ نَضْرِبُكُمْ عِلْفَ تَنْزِيلِهِ  
ضَرْبًا يُزِيلُ الْمَهَامَ عَنْ مَقِيلِهِ      وَيَذْهَبُ الْخَيْلَ عَنَّا خَلِيلِهِ

۱۱۔ اے مشرکوں! حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے راستے سے ہٹ جاؤ، آج ہم آپ کی تشریف آوری پر تمہیں زبردست ضرب لگائیں گے۔  
۱۲۔ یہ ایسی ضرب ہوگی کہ شیر اپنے کچھارے بھاگ نکلے گا، اور دوست دوست کو بھول جائے گا۔

حضرت مگر رضی اللہ عنہ نے ابن رواحہ رضی اللہ عنہ سے کہا، تم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شعر پڑھ رہے ہو۔ حضور کریم علیہ السلام نے فرمایا۔ مگر! اسے شعر پڑھنے دو، کیونکہ تیر کی نوک سے بھی اس کا اثر جلدی ہوتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تلبیہ پڑھتے جا رہے تھے تا آنکہ آپ نے حجرِ اسود کو اپنے عصا سے چھوا، اور آپ نے جامہ احرام کو دائیں بغل کے نیچے سے گزار کر اس کا دوسرا پلو بائیں بازو پر ڈال لیا، جس سے دائیں کندھا تنگ تھا اور بائیں کندھا ڈھانپا ہوا تھا۔ باقی صحابہ نے بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تتبع میں اسی طرح جامہ احرام اوڑھ رکھا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اونٹنی پر طواف کر رہے تھے اور صحابہ آپ کے ساتھ ٹھوم رہے تھے۔

بخاری شریف میں مذکور ہے، کہ مشرکین آپس میں کہنے لگے کہ تمہارے یہاں ایسے لوگ آئے ہیں جنہیں مدینے کی گرمی نے کمزور کر دیا ہے۔ اس لیے حضور اکرم



نے انہیں حکم دیا کہ تین طواف جلدی جلدی قدم اٹھا کر پوسے کرو، اور کنین کے درمیان حسب معمول چل کر، اور ایک سوایت میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، لمبے لمبے ڈگ بھر کر چلو، تاکہ مشرکین کو تمہاری طاقت کا اندازہ ہو۔ پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹنی کی پیٹھ پر ہی صفا اور مردہ کے درمیان سعی کی۔ جب طواف کا ساتواں پھیر اٹھا اور قربانی کے اونٹ مردہ کے پاس کھڑے کیے گئے تھے آپ نے فرمایا، یہ ہے قربان گاہ۔ اور مکے کی ہر وادی قربان گاہ ہے، اس پر آپ نے مردہ کے پاس قربانی کی اور میں سر منڈایا۔ باقی لوگوں نے بھی اسی طرح کیا۔ اس کے بعد حکم دیا کہ کچھ آدمی، اپنے ان ساتھیوں کے پاس جو وادی یانچ میں ٹھہرے ہوئے ہیں، جائیں۔ وہ وہاں ہتھیاروں کی حفاظت کے لیے رُک جائیں، اور انہیں مناسک ادا کرنے کے لیے بھیجیں۔ چنانچہ صحابہ نے تعمیل ارشاد کی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تین دن تک مکے میں قیام فرما رہے جب میعاد ختم ہو گئی تو مشرکین مکہ حضرت علی کریم اللہ وجہہ کے پاس آئے اور کہا کہ اپنے ساتھی سے کہو، کہ وہ مکے کو چھوڑ دیں، کیونکہ میعاد ختم ہو گئی ہے۔ اس پر آپ نے مکے سے کوچ فرمایا۔

یہ مہم ہجرت کے ساتویں سال نام ذی الحجہ میں سر یہ ابن ابی العوجار :- پچاس آدمیوں کے ساتھ بنو سلیم کے خلاف بھیجی گئی۔ مشرکین نے انہیں ہر طرف سے گھیر لیا، چنانچہ انہوں نے نہایت سخت مقابلہ کیا ان میں سے زیادہ تر مارے گئے ابن ابی العوجار مقتولوں میں زخمی ہو کر گر پڑے تھے۔ چنانچہ بعد از طرائی بسیار وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ سکے۔

یہ مہم بہ مقام کدید بنو ملوچ کی طرف سر یہ حضرت غالب بن عبد اللہ اللیشی :- ہجرت کے آٹھویں سال صفر کے

مہینے میں بھیجی گئی جس میں مسلمانوں کو مالِ غنیمت حاصل ہوا۔ اسی مہینے میں خالد بن ولید، عثمان بن ابوظلمہ اور عمرو بن عاص مدینے آکر ایمان لائے۔

یہ مہم فدک میں جہاں حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ کے ایک اور مہم :- ساتھی شہید کر دیئے گئے تھے، ہجرت کے آٹھویں سال صفر کے مہینے میں دوسو آدمیوں کے ساتھ بھیجی گئی۔ چنانچہ انہوں نے صبح کے وقت حملہ کیا کئی آدمی مارے گئے اور اونٹ بطور مالِ غنیمت پکڑ لیے گئے۔

سر یہ حضرت شجاع بن وہب الاسدی :- ربیع الاول کے مہینے میں چوبیس آدمیوں کے ساتھ بنو ہوازن کی ایک جماعت کے خلاف بھیجی گئی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر حملے کا حکم دیا تھا۔ چنانچہ وہ راتوں کو سفر کرتے اور دن کو چھپ رہتے، تا آٹھ ایک صبح کو ان پر بلہ بول دیا۔ اونٹ اور بکریاں پکڑ لیں اور ہانک کر مدینے لے آئے۔

سر یہ حضرت کعب بن عُمیر الغفاری :- کے مہینے میں پندرہ آدمیوں کے ساتھ ذاتِ اطلاق کے خلاف روانہ کی گئی۔ وہاں پہنچے، تو مقابلے پر ایک بڑی جماعت موجود تھی۔ مجسمان کا زن پڑا، چنانچہ مسلمان شہید ہو گئے اور ان میں سے ایک زخمی مسلمان جو ان کا امیر بتایا جاتا تھا، ان میں سے غائب ہو گیا۔ جب رات چھا گئی، تو وہ بہ شکل تمام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچنے میں کامیاب ہو سکا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بڑا رنج ہوا، چنانچہ ان کے خلاف لشکر کشی کا ارادہ کیا۔ اتنے میں معلوم ہوا کہ وہ کسی دوسرے مقام کو منتقل ہو گئے ہیں، اس لیے ارادہ ترک کر دیا گیا۔

موتہ ملک شام میں بلقاء کے مضافات میں واقع ہے۔ یہ ہم بھرت  
 سر یہ موتہ :- کے آٹھویں سال جمادی الاول کے مہینے میں واقع ہوئی۔ اس  
 کی وجہ یہ تھی کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حادثہ بن عمیر الازدی رضی اللہ عنہ کو  
 ایک خط دے کر شاہ بصری کی طرف روانہ کیا۔ جب وہ موتہ کے مقام پہنچے، تو  
 شرجیل بن عمرو الغسانی نے مقابلہ میں آکر انہیں شہید کر دیا۔ اور رسول اکرم صلی اللہ  
 علیہ وسلم کے سفیروں میں سے ان کے سوا اور کوئی آدمی قتل نہیں ہوا۔ حضور نبی کریم  
 علیہ السلام نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو تین ہزار آدمیوں پر مامور  
 فرمایا۔ اور حکم دیا کہ اگر زید بن حارثہ مارا جائے تو تمہارا امیر جعفر بن ابی طالب ہوگا۔  
 اور اگر وہ بی مارا جائے، تو تمہارا امیر عبد اللہ بن رواحہ ہوگا۔ اور اگر وہ بھی مارا  
 جائے، تو مسلمان اپنے آدمیوں سے ایک کو امیر بنالیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے ان کے لیے سفید علم تیار کرایا اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے حوالے کیا،  
 اور حکم دیا، کہ حارثہ بن عمیر رضی اللہ عنہ کی قتل گاہ پر پہنچو۔ تو وہاں ان لوگوں کو اسلام  
 کی طرف بلاؤ۔ اگر مان جائیں تو قبایع، ورنہ خدا سے مدد مانگو اور ان سے جہاد کرو۔  
 حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوة الوداع تک ان کی مشایعت فرمائی۔ جب سپاہ  
 روانہ ہوئی، تو مسلمانوں نے ان کے لیے دعا کی کہ اللہ مصیبت کو تم سے دفع کرے اور  
 تم سالمًا غانمًا واپس آؤ۔

جب اسلامی لشکر مدینے سے روانہ ہوا، تو دشمن کو ان کی روانگی کا علم ہو گیا  
 اور مسلمانوں کے مقابلے کے لیے جمع ہوئے اور شرجیل بن عمرو بھی مقابلے کے لیے  
 آمادہ ہو گیا، اور اس نے ایک لاکھ سے زیادہ فوج جمع کر لی اور جاسوسوں کو لشکر  
 کے آگے آگے روانہ کیا۔ اسلامی لشکر معان کے مقام پر اترا ہوا تھا۔ انہیں دشمن کی  
 کثیر تعداد اور ان کے اجتماع کا پتہ چل گیا۔ نیز یہ خبر موصول ہوئی، کہ ہر قتل ایک لاکھ

سپاہ کے ساتھ بلقا کے مقام پر پڑاؤ کیے ہوئے ہے مسلمان دو دن وہاں ٹھہرے رہے، تاکہ اس معاہدے کے بارے میں سوچ بچار کر سکیں۔ انہوں نے ایک دوسرے سے کہا، کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو لکھ کر صورت حال کے بارے میں اطلاع دیں۔ مگر حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے انہیں آگے بڑھنے کی ہمت دلائی۔ چنانچہ وہ موتہ کی طرف چل دیئے۔ وہاں ان کے مقابلے میں مشرکوں کا ایک ایسا لشکر آیا کہ جس کی کوئی حد نہ تھی۔ اسی طرح ہتھیار، گھوڑے، دیبا، حریر اور سونے کا شمارہ تھا۔ مسلمانوں اور مشرکوں میں مقابلہ ہوا۔ چنانچہ امرائے لشکر پیادہ ہو کر لڑے۔ سلامی علم حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھا، وہ لڑتے رہے اور اسلامی لشکر ان کے ہاتھ صاف بندی کر کے لڑتا رہا، تا آنکہ وہ نیزے کے زخم سے شہید ہو گئے۔ پھر علم حضرت جعفر بن ابوطالب رضی اللہ عنہ نے تمام لیا۔ وہ اپنے سرخ گھوڑے سے اتر پڑے اور لڑائی میں مصروف ہو گئے۔ تا آنکہ ان کے دونوں ہاتھ کٹ گئے۔ پہلے انہوں نے علم دائیں ہاتھ میں پکڑا، وہ کٹ گیا تو بائیں ہاتھ میں لے لیا۔ جب وہ بھی کٹ گیا، تو سینے سے لگا لیا۔ چنانچہ وہ شہید ہو گئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ نے جعفر کو ہاتھوں کے بدلے میں دو بازو (پر) عطا کیے ہیں، جن کی مدد سے وہ بہشت میں اڑتے پھرتے ہیں، اعدان کے بدن کے اگلے حصے پر تلوار اور نیزے کے بہتر زخم تھے۔ پھر علم حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے لے لیا، وہ بھی شہید ہو گئے۔ اس کے بعد علم ابن ارقم جھلانی رضی اللہ عنہ نے تمام لیا۔ مگر صلاح و مشورہ کے بعد لوگوں نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو امیر منتخب کیا، چنانچہ علم انہوں نے لے لیا۔ بہشت کی لڑائی ہوئی، جس میں کافی مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ پھر سب لوگ بھاگ کھڑے ہوئے۔ اسی کے بعد زمین کا پردہ درمیان سے

اٹھا دیا گیا۔ اور رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے میدان جنگ کو آنکھوں سے دیکھ لیا۔

موسیٰ بن عقبہ نے مغازی میں لکھا ہے، کہ جب یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ عنہ اہل موتہ کی خبر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سنانے کے لیے آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر تو چاہتا ہے، تو واقعات تو بیان کر، اور اگر تیری مرضی ہو تو میں بیان کر دیتا ہوں۔ حضرت یعلیٰ نے عرض کیا، آپ فرمائیں۔ آپ نے واقعات من و عن بیان کر دیئے۔ اس پر یعلیٰ نے عرض کیا، اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو مبعوث فرمایا ہے، آپ نے تمام واقعات حرف بہ حرف درست بیان فرمائے ہیں۔

یہ ہم ہجرت کے آٹھویں سال عبودی الآخر  
سر یہ حضرت عمرو بن العاص :- کے بیٹے ہیں ذات السلاسل کی طرف  
جو مدینے سے دس میل کے فاصلے پر واقع ہے، روانہ ہوئی حضور اکرم صلی اللہ  
علیہ وسلم کو اطلاع موصول ہوئی، کہ بنو قنناہ کے کچھ لوگ حملے کے لیے جمع ہو رہے  
ہیں۔ آپ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو روانہ فرمایا۔ ان کے لیے  
ایک سفید اور ایک سیاہ علم تیار کیا۔ اور مہاجرین اور انصار کے تین سو چھپہ  
افراد جن میں تیس گھوڑے تھے، ان کی کمان میں دسے دیئے۔ وہ رات کو چلتے  
اور دن کو چھپ رہتے۔ جب قریب پہنچے تو انہیں معلوم ہوا کہ دشمنوں کی تعداد بہت  
زیادہ ہے۔ انہوں نے رافع بن مکیث الجہنی رضی اللہ عنہ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام  
کی خدمت میں کمک کے لیے روانہ کیا۔ آپ نے حضرت ابو عبیدہ بن جراح  
رضی اللہ عنہ کو دو سو مہاجرین اور انصار کے منتخب آدمیوں کے ساتھ جن میں حضرت  
ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما شامل تھے، ہم پر روانہ فرمایا۔ آپ نے حکم دیا

کہ مکر وین العاص کی مدد کو پہنچو۔ نیز فرمایا کہ اتفاق سے رہنا اور اختلاف سے بچنا۔  
 حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے امامت کی خواہش کی، تو حضرت مکر وین  
 العاص نے کہا، کہ تم میری مدد کے لیے آئے ہو، امیر نہیں ہوں۔ حضرت ابو عبیدہ  
 بات مان گئے۔ چنانچہ حضرت مکر وین العاص رضی اللہ عنہ ہی امامت کے فرائض  
 انجام دیتے تھے۔ پھر وہ روانہ ہوئے اور دشمن کی لہستوں پر ہلہ بول دیا گیا، چنانچہ  
 وہ بھاگ گئے اور ادھر ادھر پھیل گئے۔

بخاری نے اس کا نام سیف البحر لکھا ہے  
 سر یہ حضرت ابو عبیدہ بن جراح :- نیز اس کا نام سر یہ البحر لکھا گیا ہے۔ یہ  
 ہم ہجرت کے آٹھویں سال رجب کے مہینے میں بنو ہبیتہ کے ایک قبیلے کے خلاف  
 یہ مقام قبلیہ جو ساحل سمندر کے قریب واقع ہے، روانہ کی گئی تھی۔ مدینہ اور اس  
 مقام کے درمیان پانچ دن کی مسافت حائل ہے۔ بخاری نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ  
 سے روایت کی ہے، کہ ہم تین سو آدمی اس ہم پر روانہ ہوئے۔ ہم نے اپنا زور راہ  
 اپنے کندھوں پر اٹھایا ہوا تھا۔ وہ ختم ہو گیا اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی۔ کہ ہم  
 ایک ایک کھجور کھا کر گزارہ کرتے تھے۔ قیس بن سعد رضی اللہ عنہ نے ایک اونٹ  
 خریدیا، اور مسلمانوں کے لیے ذبح کیا۔ اسی اثنا میں خدا نے ان کے لیے سمندر سے ایک  
 جانور نکالا، جس کا نام عنبر تھا۔ اسے کھایا، اور باقی ذخیرہ کر لیا اور چونکہ مقابلے کی  
 نوبت نہ آئی، اس لیے واپس ہوئے۔

ایک روایت میں اتنا ٹکڑا زائد ہے کہ جب ہم مدینے واپس پہنچے اور رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ہم نے یہ واقعہ آپ سے بیان کیا،  
 فرمایا، یہ اللہ کا رزق ہے جو اس نے تمہارے لیے سمندر سے باہر نکالا ہے، اگر  
 تمہارے پاس اس کا کچھ گوشت پڑ گیا ہے، تو مجھے بھی کھلاؤ۔ چنانچہ ہم نے حضور

کی خدمت میں پیش کیا، جسے آپ نے تناول فرمایا۔

یہ مہم ہجرت کے آٹھویں سال ماہ  
 سر یہ حضرت ابو قتادہ الانصاری :- شعبان میں پندرہ آدمیوں کے ساتھ  
 بہ مقام خضرہ، جو نجد میں بنو محارب کی بستی ہے، بنو غطفان کے خلاف روانہ کی  
 گئی۔ چنانچہ ان کے سردار مارے گئے اور بہت سے قیدی پکڑ لیے گئے، اور ان  
 کے اونٹ جن کی تعداد دوسو تھی اور بکریاں جن کی تعداد دو ہزار تھی، ہانک لائے  
 یہ جماعت پندرہ دن مدینے سے باہر رہی۔

یہ مہم وادیِ اہم کو، جو مدینے سے تین منزل کے فاصلے پر  
 ایک اور مہم :- واقع ہے، ہجرت کے آٹھویں سال ماہ رمضان میں روانہ  
 ہوئی۔ اس کی وجہ یہ تھی، کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکے پر چڑھائی کا  
 ارادہ کیا تو آپ نے یہ مہم روانہ فرمائی، تاکہ لوگوں کو یہ خیال ہو کہ حضور اکرم صلی اللہ  
 علیہ وسلم کا ارادہ ادھر حملہ کرنے کا ہے اور یہ افواہ دور دور تک پھیل جائے۔

راستے میں انہیں عامر بن اضبط بل گیا جس نے السلام علیکم کہا، لیکن محکم بن جہام  
 نے اسے مار ڈالا۔ اس پر قرآن شریف کی یہ آیت اتری :- **وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ  
 آتَقَدَّ إِلَيْكُمْ السَّلَامُ لَمْ يَأْتِكُمْ سَلَامًا**۔ محکم دو چادریں اوڑھے حضور کریم  
 علیہ التحیۃ والتسلیم کی خدمت میں حاضر ہوا، تاکہ اللہ سے اس کے لیے طالبِ معافی  
 ہوں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، خدا تجھے معاف نہ کرے۔ وہ اٹھ کھڑا  
 ہوا، اور آنسو چادروں سے پونچھ رہا تھا۔ چنانچہ سات دن کے بعد مر گیا۔ زمین نے  
 اس کی لاش باہر پھینک دی۔ پھر دفن کیا، پھر باہر پھینک دیا۔ جب اہل قبیلہ  
 سخت پریشان ہوئے، تو وہ اسے اٹھا کر دو پہاڑوں کے درمیان لے گئے، جسے  
 انہوں نے ہوار کیا، پھر اوپر پتھر ڈالے، اور لاش پھپ گئی۔ آپ کے سامنے اس

کا ذکر آیا، تو فرمایا، زمین تو بدترین آدمی کو قبول کر لیتی ہے، لیکن خدا تمہیں عبرت کا نمونہ دکھانا چاہتا تھا۔

فتح مکہ :- خدا اس شہر کے شرف و احترام میں اضافہ کرے۔ یہ وہ عظیم فتح ہے جس سے خدا نے اپنے دین، اپنے رسول، اپنے لشکر اور اپنے حرم امین کی عزت میں اضافہ فرمایا۔ اور اپنے شہر اور اپنے اس گھر کو جو اہل عالم کے لیے سرچشمہ ہدایت ہے، کفار اور مشرکین کے ہاتھوں سے چھڑایا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس شہر کو فتح کرنے کے لیے اسلامی لشکر اور خدائی فوج لے کر روانہ ہوئے، کیونکہ قریش نے وہ معاہدہ جو حدیبیہ میں کیا تھا، توڑ دیا تھا۔ ابوسفیان بن حرب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں تجدید معاہدہ اور میعاد بڑھانے کے لیے حاضر ہوا۔ لیکن حضور کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے انکار کر دیا اور وہ مکے لوٹ گیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو بتانے بغیر فتح مکہ کی تیاری شروع کر دی۔ اس دوران میں عاتب نے ایک خط لکھا اور اہل مکہ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تیاری کی اطلاع دے دی اللہ نے اپنے نبی کو اس کی خبر کر دی۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی، حضرت زبیر اور حضرت مقداد رضی اللہ عنہم کو حکم دیا، کہ تم خانہ کی چراگاہ تک جاؤ، وہاں ایک عورت ہوگی، جس کے پاس ایک خط ہے، وہ اس سے لے لو۔ راوی کہتے ہیں کہ ہم روانہ ہو پڑے جب چراگاہ کے پاس پہنچے تو وہ عورت وہاں موجود تھی۔ ہم نے کہا، خط نکالو۔ وہ کہنے لگی، میرے پاس کوئی خط نہیں۔ ہم نے کہا، خط نکالنا پڑے گا، ورنہ ہم تمہارے کپڑے اتاریں گے۔ آخر کار اس نے وہ خط اپنے بالوں کی مینڈھیوں سے نکال دیا۔ ہم وہ خط حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے۔ وہ خط عاتب بن بلتعہ کی طرف سے مشرکین مکہ کے نام تھا، جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پروگرام کا ذکر تھا۔



حضرت کریم علیہ السلام نے دریافت فرمایا، عاطب! یہ کیا معاملہ ہے؟  
 کہنے لگا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے گزارش کا موقعہ عطا فرمائیے۔ میں قریش  
 کا حلیف رہا ہوں، مگر نسب میں ان کا شریک نہیں اور آپ کے ساتھ جو لوگ  
 ہجرت کر کے آئے ہیں، ان کی قریش سے قرابت ہے، اس لیے ان کے اہل و عیال  
 اور مال و متاع کی حفاظت کریں گے چونکہ مجھے ان سے نسب میں قرابت نہیں،  
 اس لیے میں نے ان میں کوئی امدادی پیدا کرنا چاہا۔ میرا مقصد یہ نہیں تھا کہ میں دین  
 سے مرتد ہو کر کفر کی رضا جوئی کروں۔ حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کو مخاطب ہو کر  
 فرمایا: "بہر حال عاطب نے تم سے ٹھیک ٹھیک بات کہہ دی ہے: حضرت عمر  
 رضی اللہ عنہ نے عرض کی، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس  
 منافق کی گردن مار دوں۔ حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، یہ شخص بدی سے اور کون  
 کہہ سکتا ہے، کہ خدا کو بدریوں کا علم نہیں تھا۔ جی تو اس نے فرما دیا تھا: مَدَاغَمَلُوا  
مَا بَشِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُمْ لَكُمْ، اس پر یہ آیت نازل ہوئی: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ  
آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ تُلْفُونَ إِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ  
مَا فَعَدُوِّكُمْ سَوَاءٌ السَّبِيلِ، یہ بخاری کی روایت ہے۔

امام سیبلی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے، کہ عاطب کے خط کے الفاظ  
 حسب ذیل تھے:-

"اما بعد، اے قبائل قریش! رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
 تمہاری طرف ایک ایسا جہاز لشکر جو طوفان کی طرح بڑھتا آرہا ہے  
 لے کر آ رہا ہے۔ بخدا اگر وہ اکیلے بھی حملہ آور ہوئے، تو خدا انہیں  
 کامیاب کرے گا۔ اور ان کی خواہش کو پورا کرے گا۔ تم اپنے بچاؤ کا  
 بندوبست کرو۔ والسلام؟"

اس کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس پاس کے قبائل بنو اسلم بن غفار  
 مزینہ، جہینہ، اشج اور سلیم کو امداد کے لیے طلب فرمایا۔ ان میں سے کچھ وہ تھے،  
 جو مدینہ منورہ آکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل ہو گئے اور کچھ راستے میں آکر  
 مل گئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو مدینے  
 کی سیادت عطا کی۔ ہجرت کے آٹھویں سال ماہ رمضان کے دو دن گزے تھے  
 کہ آپ نے بدھوار کے دن بعد از عصر کوچ فرمایا۔ ایک روایت میں ہے کہ دس  
 دن گزر چکے تھے۔ ایک روایت میں ہے، کہ رمضان کے اکثر دن گزر چکے تھے۔  
 مسلمانوں کی تعداد دس ہزار تھی اور ایک روایت میں ہے، کہ بارہ ہزار تھی۔ حضرت  
 عباس نے منجھ سے بعد از قبول اسلام ہجرت کی تھی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
 سے جحفہ کے مقام پر آئے تھے اور پیشتر ازیں وہ مکے میں سقایۃ کی خدمات سر انجام  
 دینے کے لیے ٹھہرے ہوئے تھے۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پر کوئی  
 اعتراض نہ تھا۔ اور لوگ آپ کو راستے میں ملے تھے، ان میں آپ کے عمزاد اور  
 حضرت علیہ سعید رضی اللہ عنہما کی نسبت سے رضاعی بھائی ابوسفیان بن عارث  
 اور ان کے بیٹے جعفر بھی تھے۔ ابوسفیان کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے الفت تھی  
 لیکن جب آپ کی بعثت ہوئی، تو وہ مخالف ہو گیا تھا۔ اور آپ کی جو کیا کرتا۔  
 ان دونوں کی ملاقات حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بہ مقام ابوار ہوئی اور فتح مکہ سے  
 پہلے ہر دو مسلمان ہو گئے۔ جب آپ قدید کے مقام پر پہنچے، تو آپ نے غلم تیار کرانے  
 اور مختلف قبائل کے حوالے کیے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام عشاء کے وقت منظران  
 پہنچے، صحابہ کو آگ جلانے کا حکم دیا، اور دس ہزار آگ کے الاؤ بھڑک اٹھے۔ تا حال  
 قریش کو آپ کی روانگی کا علم نہیں ہو سکا تھا۔ اور وہ پریشان تھے، کیونکہ انہیں آپ  
 کے حملے کا خطرہ تھا۔ قریش نے ابوسفیان بن حرب کو روانہ کیا کہ اگر تمہیں راستے

میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہو جائے تو امان کی درخواست کرنا۔

پس ابوسفیان، حکیم بن حزام اور بدیل میں ورقا ادھر کو چل دیئے۔ جب

مرالظران کے مقام پہنچے اور اسلامی لشکر کو دیکھا، تو گھبرا گئے۔ اس اشار میں حضور اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم کے لشکر کے محافظوں کی نظر ان پر پڑی انہوں نے ان کا پچھا کیا

پکڑ لیا اور آپ کے پاس لے آئے۔ ابوسفیان اسلام لے آیا، جب وہ حضور صلی اللہ

علیہ وسلم کے دربار سے نکلا، تو آپ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا، کہ

ابوسفیان کو پہاڑ کی چوٹی پر روک رکھو، تاکہ اسلامی لشکر کی آن بان کو دیکھے۔ حضرت

عباس رضی اللہ عنہ نے تعمیل کی۔ اسلامی لشکر کے دستے بکے بعد دیگرے حضور صلی اللہ

علیہ وسلم کی معیت میں گزرنا شروع ہوئے۔ ایک دستہ گزرا تو ابوسفیان نے پوچھا

یہ کون ہیں؟ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا، یہ بنو مخزوم ہیں۔ مجھے ان سے کوئی

غرض نہیں، ابوسفیان نے کہا۔ پھر بنو حمینہ آئے، ابوسفیان نے وہی الفاظ دہرائے۔

آخر ایک ایسا دستہ آیا، جو سب سے مختلف تھا۔ پوچھا یہ کون ہیں، کہا یہ انصار

ہیں۔ ان کے امیر سعد بن عبادہ ہیں جو اپنا علم اٹھائے ہیں۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ

نے کہا، اے ابوسفیان! آج جنگ کا دن ہے، اور آج کعبے کی حرمت بھی حلال

کر دی گئی ہے۔ ایک روایت میں ہے، کہ آج تاہانزا اشیاء جائز کر دی گئی ہیں کسی

مہاجر نے یہ بات سُن لی، اس نے عرض کی، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ بات

موزوں معلوم نہیں ہوتی، کہ سعد قریش پر دھونس جمائیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے

حضرت علی کریم اللہ وجہہ سے فرمایا، سعد کو تلاش کر کے اس سے غم لے لو، اور تم

خود لے کر چلو۔ ایک روایت میں ہے، کہ ابوسفیان نے جو کچھ پیش آیا تھا، کے

بارے میں حضور کریم علیہ السلام سے دریافت کیا، آیا آپ نے اپنی قوم کے قتل

کی اجازت دی ہے، فرمایا، نہیں۔ اس پر اس نے سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کا

واقعہ بیان کیا۔ پھر ابوسفیان نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ کے نام پر رحم کی اپیل کی۔ آپ نے فرمایا، اے ابوسفیان! آج رحم اور شفقت کا دن ہے، اور اللہ تعالیٰ قریش کی عزت میں اضافہ کرے گا۔ پھر سعد کو طلب فرمایا۔ اور غلم ان سے لے کر ان کے بیٹے قیس کے حوالے کر دیا۔

موسیٰ بن عقبہ راوی ہیں، کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کو مہاجرین اور ان کے سواروں کا امیر مقرر فرمایا، اور حکم دیا، کہ کدار کی طرف سے مکے کے بلند حصے میں داخل ہوں۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بنو قنعاہ اور سلیم وغیرہ کا کماندار بنا کر حکم دیا، کہ وہ مکے کے نچلے حصے کی طرف سے داخل ہوں۔ اور قریشی بستیوں کے پاس اپنے غلم کو گاڑیں۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو انصار کے دستے پر جو مقدمۃ الجیش میں مقرر متعین کیا۔ اور حکم دیا، کہ وہ اپنے ہاتھ روکے رکھیں اور صرف اُس سے لڑیں، جو اُن سے لڑے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ پہلو بچاک کے نکل آئے، تا آنکہ مکے کے نچلے حصے کی طرف سے شہر میں داخل ہو گئے۔ وہاں بنو بکر، بنو عاص، بن مناف کے علاوہ بنو ہذیل اور احابیش بھی، جن کے بل بوتے پر قریش کو فتوحات حاصل ہوتی تھیں، جمع تھے۔ ان میں اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ میں جنگ ہو گئی اور بنو بکر کے بیس آدمی اور بنو ہذیل کے تین یا چار آدمی مارے گئے اور لڑائی مزورہ تک جو مسجد کے دروازے کے پاس ہے پھیل گئی، اور لوگ گھروں میں داخل ہو گئے۔ ان میں سے ایک گروہ بھاگ کر پہاڑ پر چڑھ گیا۔ ابوسفیان نے چلا کر کہا، جو شخص بھی اپنا ہاتھ روک لے گا اور دروازہ بند کر لے گا۔ وہ محفوظ ہو گیا۔ اس اثنا میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چمکتی تلواریں دیکھیں، پوچھا، یہ کیا ہے، میں نے تو خونریزی سے منع کیا تھا، لوگوں نے عرض کی۔ یا رسول اللہ!

خالد بن ولید پر حملہ کیا گیا تھا۔ اور انہیں لڑے بغیر اور کوئی چارہ نہیں رہ گیا تھا۔ مزید اطمینان کے لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب خالد رضی اللہ عنہ سے پوچھا، کہ جب میں نے منع کر دیا تھا، تو تم نے خوزیری کیوں کی۔ انہوں نے جواب دیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ان لوگوں نے ابتدا کی، حالانکہ جہاں تک ہو سکا، میں نے ہاتھ روکے رکھا۔ فرمایا، قصائے الہی میں بہتری ہے۔

جب ابوسفیان ایمان لے آیا، اور کلمہ شہادت پڑھا، تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کی، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ابوسفیان ایسا آدمی ہے جو بڑائی کو پسند کرتا ہے، اس لیے آپ اسے محوڑا سا امتیاز دے دیں، فرمایا، ٹھیک ہے۔ چنانچہ حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے منادی کرادی، کہ جو شخص مسجد میں داخل ہو جائے گا، محفوظ رہے گا۔ نیز جو اپنا دروازہ بند کرے گا، وہ بھی مامون و محفوظ ہوگا۔ اسی طرح جو ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے گھر میں داخل ہو جائے گا وہ بھی محفوظ ہوگا۔ ہاں کچھ لوگ کستنی ہیں اور وہ بقول واقدی (جیسا کہ اس نے اپنے اساتذہ سے سنا ہے) صرف دس آدمی تھے، جن میں چھ مرد اور چار عورتیں تھیں۔ مسلم اور نسائی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حصّہ شکر پر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اور دوسرے پر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو متعین فرمایا، اور حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو غیر مسلح دستے کی سیادت عطا کی تھی، تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا، اے ابو ہریرہ! انصار کو میرے پاس بلاؤ، میں نے انہیں آواز دی اور وہ آپ کے گرد جمع ہو گئے۔ فرمایا، اے انصار! تم قریش کے اوباشوں اور ان کے چیلے چانٹوں کو دیکھ رہے ہو۔ پھر ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ کا اشارہ کرتے ہوئے فرمایا، تم انہیں یوں کاٹ کر رکھ دو اور کوہ صفا پر

میرے پاس پہنچ جاؤ۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں، کہ ہم اس مشن پر روانہ ہو پڑے، اور بادل نخواستہ انہیں موت کے گھاٹ اتار رہے تھے۔ اس پر ابوسفیان دربار رسالت میں حاضر ہوا، کہنے لگا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے قریش کے سربراہ آوردہ لوگوں کا خون مہلج کر دیا ہے، تو آج سے بعد قریش کا خاتمہ سمجھئے۔ اس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے دروازہ بند کر لیا اسے امان ہے۔

روایت میں ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کی شکل میں اللہ کے فضل و کرم کو دیکھا تو آپ نے ازراہ انکسار سر کو اتنا جھکایا، کہ پالان کے قریب پہنچ گیا۔ اور اللہ کا شکر ادا کیا۔ کہ اس نے اس شہر کو (بزورِ شمشیر) فتح کرنے کی اجازت دی۔ جو نہ اس سے پہلے کسی کو دی گئی تھی اور نہ بعد میں دی جائیگی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ فتح مکہ کے دن آپ کے سر پر خود تھا۔ ریہ ٹوپی کی طرز کا ایک پہناوا ہوتا ہے، جو لوہے کی تاروں سے بنا جاتا ہے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم علیہ السلام کے سر پر سیاہ بگڑھی تھی فتح مکہ کے دوسرے دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو خطبہ دیا، خدا کی حمد و ثنا اور تعریف بیان فرمائی۔ اس کے بعد کہا "اے لوگو! خدا نے جس دن زمین و آسمان پیدا کیے، مکے کو حرام قرار دیا، اور وہ خدا کے حکم کے تحت قیامت تک حرام ہے۔ اور جو شخص اللہ اور آخرت پر ایمان لانا ہے اس کے لیے نہ تو یہاں خونریزی حلال ہے اور نہ کسی درخت کا کاٹنا۔ اور اگر کوئی شخص میری مثال کو سامنے رکھ کر خونریزی کا جواز تلاش کرے، تو اسے کہہ دینا، کہ خدا نے اپنے رسول کو اس کی اجازت دی تھی لیکن تم اس کے مجاز نہیں ہو سکتے مجھے اس کی اجازت صرف آج مھوڑے سے وقت کے لیے ملی ہے۔ چنانچہ

اس کی وہ حرمت پھر اسی طرح بحال ہو گئی ہے جس طرح گل بھتی لپس وہ لوگ جو حاضر ہیں، وہ اسے ان لوگوں تک پہنچادیں۔ جو حاضر نہیں ہیں پھر فرمایا، "اے قریش! تمہارا کیا خیال ہے، کہ میں تم سے کیا سلوک کرنے والا ہوں؟ کئے لگے ہم آپ سے بھلائی کی توقع رکھتے ہیں۔ کیونکہ آپ اچھے بھائی ہیں اور اچھے بھتیجے ہیں۔ فرمایا، جاؤ تم آزاد ہو (نہ تمہیں غلام بنایا گیا ہے اور نہ جنگی قیدی بنایا گیا ہے)۔"

جب مکہ فتح ہو گیا، تو انصار آپس میں کہنے لگے، کہ اب جو فتح خدا نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطا کی ہے، اغلب یہی ہے، کہ آپ مکے میں ہی قیام فرمائیں گے۔ آپ اس وقت کوہ صفا پر ہاتھ اٹھانے دعائیں مصروف تھے جب فارغ ہوئے، تو دریافت فرمایا: تم کیا کہہ رہے تھے؟ انہوں نے کہا، کچھ نہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟ آپ نے اصرار کیا تو انصار نے بتا دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، معاذ اللہ، میری زندگی اور موت تمہارے ساتھ ہے۔

جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کعبے کا طواف کر رہے تھے، تو فضالہ بن عمر نے آپ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قریب آیا، تو آپ نے پوچھا، فضالہ! تم اپنے آپ سے کیا باتیں کر رہے تھے، کہنے لگا، کچھ نہیں یا رسول اللہ، میں خدا کو یاد کر رہا تھا۔ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم مسکرائے اور فرمایا استغفر اللہ! پھر آپ نے اپنا ہاتھ اس کے سینے پر رکھا، جس سے اس کا دل مطمئن ہو گیا۔ فضالہ کہا کرتے، کہ جوں ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ میرے سینے سے اٹھایا، میں نے یوں محسوس کیا، گویا خدا نے آپ سے محبوب تر کوئی اور چیز دنیا میں پیدا کی ہی نہیں۔

علامہ ابن النقیب المقدسی کی تفسیر میں مذکور ہے، کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

نے دیکھ لیا کہ خدا نے دشمنوں کے خلاف امداد کا وعدہ پورا کر دیا ہے، مگر فتح ہو گیا ہے اور دین الہی کا نام بلند ہو گیا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا نے حکم دیا، کہ جب آپ مکے میں داخل ہوں تو آپ یہ آیت پڑھیے۔ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ، إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا۔ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کعبے کے گرد بتوں کو اپنے عصا سے چھوتے تھے۔ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ پڑھتے تھے، اور بت زمین پر گر پڑھتے تھے، حالانکہ وہ زمین میں لوسے اور چونے سے لڑے ہوئے تھے اور سال کے دنوں کے حساب سے کل تین سو ساٹھ بت تھے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم فتح مکہ کے دن اپنی اونٹنی قصوار پر سوار تھے اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ آپ کے پیچھے بیٹھے تھے، آپ نے اونٹنی کو کعبے کے صحن میں بٹھایا۔ پھر عثمان بن طلحہ (کلید بردار) کو بلایا اور فرمایا، کہ کعبے کی کنجی لاؤ۔ وہ اپنی مال کے پاس گئے اس نے انکار کر دیا۔ اس پر وہ کہنے لگے، بخدا تجھے چابی دینا پڑے گی۔ ورنہ یہ تلوار میرے آڑ پار ہو جائے گی۔ بڑھیا نے چابی دے دی۔ وہ لے کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس آئے، اور آپ کے حوالے کر دی۔ آپ نے کعبے کا دروازہ کھولا۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

طبقات سعد میں حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم جاہلیت میں کعبے کا دروازہ مشکوار اور جعبرات کے دن کھولا کرتے تھے۔ ایک دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، آپ لوگوں کے ساتھ اندر داخل ہونا چاہتے تھے۔ میں نے آپ سے سختی کی اور چابی چھین لی۔ آپ مجھ سے پرے بڑھ گئے فرمایا... اے عثمان! بالیقین تم جلدی ہی ایک دن یہ چابی میرے ہاتھوں میں دیکھو گے اور میں جسے چاہوں گا، دوں گا۔ میں نے کہا "وہ دن قریش کی تباہی



اور ذلت کا دن ہوگا۔ فرمایا "نہیں وہ دن، ان کی عزت اور ترقی کا دن ہوگا۔"  
 حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کہنے کے اندر داخل ہوئے، اور میرے بارے میں آپ کی  
 بات درست ثابت ہوئی، مجھے یقین تھا کہ آج وہی بات ہو کر رہے گی، جو آپ نے  
 کہی تھی۔ بہر حال حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چابی مجھے واپس دے دی۔ اور فرمایا  
 "اسے لے لو ہمیشہ کے لیے ابدی طور پر۔ تم سے اسے عثمان کوئی ظالم آدمی ہی چھینے  
 گا۔ خدا نے تمہیں اپنے گھر کا امین مقرر کیا ہے۔ اس لیے جو کچھ تم درست طور پر اس  
 گھر کی معرفت کھا سکو، وہ تمہیں ملتا رہے گا۔" جب میں نے چابی لے لی تو حضور اکرم  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا، میں حاضر ہوا، تو فرمایا، کیا میں نے تمہیں یہی بات  
 نہیں کہی تھی۔ عثمان رضی اللہ عنہ راوی ہیں، کہ مجھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بات  
 یاد آگئی۔ جو ہجرت سے پہلے آپ نے فرمائی تھی۔ "تم جلدی ہی دیکھو گے کہ یہ چابی  
 میرے ہاتھ میں ہوگی، اور میں جسے چاہوں گا، دوں گا۔" میں نے کہا: "میں شہادت  
 دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔" اور ذیل کی آیت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ  
 کے بارے میں اتری ہے: **إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ**  
**إِلَىٰ أَهْلِهَا**

بر روایت مسلم، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، اسامہ بن زید، حضرت بلال اور  
 عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہما کہنے کے اندر داخل ہوئے، اور دروازہ بند کر لیا۔ ابن عمر  
 راوی ہیں، جب دروازہ کھلا، تو سب سے پہلے میں اندر داخل ہوا، حضرت بلال  
 رضی اللہ عنہ سامنے آئے۔ میں نے ان سے پوچھا، کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نفل  
 ادا کیے تھے۔ انہوں نے کہا، ہاں، رکن یمانی کے دو ستونوں کے درمیان ادا کیے۔  
 اور مجھے یہ پوچھنا یاد نہ رہا کہ کتنی رکعت پڑھیں۔ بخاری کی ایک روایت میں ہے  
 کہ ایک ستون آپ کے بائیں ہاتھ، ایک دائیں ہاتھ تھا، اور میں آپ کے پیچھے

علامہ ازرقی اور فاکمی نے کتاب مکرم میں لکھا ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس مقام پر نماز ادا کی تھی؟ کہا کہ تم دیوار سے دو یا تین ہاتھ کے فاصلے پر کھڑے ہو پس جو شخص اس باب میں رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی اتباع کرنا چاہتا ہے، اسے چاہیے کہ وہ اپنے اور دیوار کے درمیان تین ہاتھ کا فاصلہ رکھے۔ اس طرح اس کے قدم اگر تینوں ہاتھ مساوی ہوئے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں کی جگہ پر پڑیں گے اور اگر فاصلہ تین ہاتھ سے کم ہوا، تو اس کے گھٹنے یا ہاتھ یا اس کا منہ وہاں تک پہنچے گا۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کعبے کے اندر داخل ہوئے تو آپ نے دیوار کعبہ پر تصاویر دیکھیں، پانی کا لوثا منگوا لیا جو اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے لا کر دیا۔ آپ نے وہ تصاویر مٹائیں، فرمایا، خدا اس قوم سے سمجھے، جو ان اشیاء کی تصویریں بناتے ہیں جنہیں وہ پیدا نہیں کر سکتے۔ یہ ابو داؤد کی روایت ہے۔

حضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پندرہ دن مکے میں قیام فرمایا، ایک روایت میں اس سے زیادہ دنوں کا ذکر ہے۔ مکے کی فتح رمضان کی انیس تاریخ کو ہوئی۔ یہ ہم فتح مکہ کے بعد نخلہ کے مقام کو عزیٰ کے سر پر حضرت خالد بن ولیدؓ کے خلاف ہجرت کے آٹھویں سال رمضان کی پچیس تاریخ کو روانہ ہوئی۔ یہ قریش اور کنانہ کا سب سے بڑا بت تھا۔ حضرت خالد کے ساتھ تیس سوار تھے تاکہ عزیٰ کے بت خانہ کو گرا دیں۔ چنانچہ انہوں نے گرا دیا۔ جب وہ واپس آئے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی کارگزاری کی رونمائی کی تو آپ نے پوچھا، تم نے کوئی (غیر معمولی) چیز وہاں دیکھی، کہا نہیں، فرمایا، پھر تو بلاشبہ

تُو نے اسے نہیں گرایا۔ جاؤ اور اسے گرا دو۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے تلوار سونت لی۔ اس پر ایک ننگی سیاہ عورت سامنے آئی جس کے سر کے بال بکھرے ہوئے تھے۔ اور دربان بت خانہ اس کے اندر چرخ رہا تھا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اسے تلوار سے دو ٹکڑے کر دیا۔ اور واپس آکر آپ کو بتایا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، یہ بھٹی عزی جو مایوس ہو چکی تھی، کہ اب تمہارے شہروں میں اس کی عبادت نہیں کی جائے گی۔

جب مکہ فتح ہوا، تو یہ مہم سوار کے خلاف سر یہ حضرت عمرو بن العاص :- جو بنو ہذیل کا بت تھا اور مکے سے تین میل کے فاصلے پر نصب تھا۔ ہجرت کے آٹھویں سال رمضان کے مہینے میں بھیجی گئی۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ راوی ہیں، میں وہاں پہنچا تو ایک دربان کو دیکھا، کہنے لگا، کیوں آئے ہو؟ میں نے کہا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے گرانے کا حکم دیا ہے۔ کہنے لگا، یہ تمہارے بس میں نہیں ہے، کہا کیوں۔ کہنے لگا، تمہیں روک دے گا میں نے کہا خدا تجھ سے سمجھے، کیا وہ سنتا ہے یا دیکھتا ہے، حضرت عمرو رضی اللہ عنہ راوی ہیں، میں نے قریب جا کر توڑ دیا، اور دربان سے مخاطب ہو کر کہا، دیکھا تو نے، کہنے لگا، میں اسلام لے آیا ہوں۔

یہ مہم فتح مکہ کے بعد رمضان المبارک سر یہ حضرت سعد بن زید الاشہلی :- کے مہینے میں منات کے خلاف جو اوس اور خزرج کا بت تھا اور شلل میں نصب تھا۔ بیس سواروں کے ساتھ روانہ ہوئی، دربان نے پوچھا، تمہارا کیا ارادہ ہے، کہا، ہم منات کو گرانا چاہتے ہیں، دربان نے کہا، اچھا تم جانو اور وہ۔ سعد اصرار ہے تھے، کہ ایک سیاہ فام ننگی بوڑھی عورت جس کے بال بکھرے ہوئے تھے، سامنے آگئی۔ جو رو رہی تھی اور سینہ کو پی کر رہی تھی

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اسے قتل کر دیا۔ پھر وہ ساتھیوں سمیت بت کی طرف بڑھے، اور اسے توڑ پھینکا۔ اور واپس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لوٹ آئے۔ یہ واقعہ رمضان کی چوبیس تاریخ کو پیش آیا۔

یہ مہم ہجرت کے آٹھویں سال شوال کے مہینے سر یہ حضرت خالد بن ولید :- میں بنو جزیہ کے خلاف جو بنو عبد القیس کی جو مکے کے نخلے تھے میں رہتے تھے شاخ تھی روانہ ہوئی۔ بنو جزیہ یلمیم کے مقام پر جو مکے سے ایک دن کے فاصلے پر واقع ہے، رہتے تھے۔ اس واقعے کو یوم البقیعہ کہتے ہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکے میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ جب خالد رضی اللہ عنہ عزی کے اندام سے فارغ ہو کر مکے آئے، تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین سو پچاس آدمیوں کی رفاقت میں انہیں دعوت اسلام کے لیے (کہ انہوں نے ریزی کے لیے) روانہ کیا۔ جب وہاں پہنچے تو ان سے پوچھا، کہ تم کون ہو؟ انہوں نے کہا، ہم مسلمان ہیں، نماز پڑھتے ہیں، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہم نے تصدیق کی ہے اور اپنی بستیوں میں مسجدیں تعمیر کر رکھی ہیں۔ بخاری میں ہے کہ وہ اس مفہوم کو باحسن طریق بیان نہ کر سکے، اور اسلٹنا کی بجائے صَبَانَا (ہم صابی ہو گئے ہیں) کا لفظ استعمال کیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اپنے آدمیوں کو کہا کہ انہیں پکڑ لو، انہوں نے پکڑ لیا۔ اس پر بعض آدمیوں کو کھلا چھوڑ دیا، اور بعض کے ہاتھ پیچھے باندھ دیئے گئے اور انہیں اپنے ساتھیوں میں تقسیم کر دیا۔ جب سحر ہوئی تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی طرف سے ایک منادی نے باوا بلند کہا، کہ جس کے پاس بھی کوئی قیدی ہے اسے قتل کر دو۔ چنانچہ بنو سلیم نے اپنے قیدی قتل کر دیئے، لیکن مہاجرین اور انصار نے اپنے قیدی چھوڑ دیئے جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم ہوا فرمایا، اسے خدا! میں خالد کے قتل سے بری الذمہ ہوں۔ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو روانہ کیا، جنہوں نے ان کا خون بہا ادا کیا۔  
 الخطابی کی رائے ہے، کہ ممکن ہے، کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ان سے  
 اسلام کا لفظ نہ استعمال کرنے کا انتقام لیا ہو، کہ انہوں نے دین اسلام کی اطاعت  
 نہیں کی۔ چنانچہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اس تاویل کی بنا پر انہیں قتل کیا۔ اور  
 حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جلد بازی اور ان کے لفظ صبا نا کا مفہوم جاننے  
 سے پہلے ترک احتیاط کو ناپسند فرمایا۔

حنین طائف کے قریب ایک وادی کا نام ہے، جو مکے سے  
 غزوہ حنین :- تین دن کی مسافت پر ہے۔ اسے غزوہ ہوازن بھی کہتے ہیں۔  
 جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ اور اس کے نظم و نسق سے فارغ ہوئے اور  
 عام لوگ اسلام لے آئے۔ تو بنو ہوازن اور ثقیف کے سردار باہم ملے، لشکر جمع کیا اور  
 مسلمانوں سے لڑنے کا ارادہ کیا۔ ان کا سردار اعلیٰ مالک بن عوف انصری تھا۔  
 حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے خلاف ہفتے کے دن شوال کی چھ تاریخ کو  
 بارہ ہزار مسلمانوں کے ساتھ جن میں دس ہزار مدنی اور مکے کے دو ہزار نو مسلم شامل  
 تھے، مکے کی ریادت عثاب بن انس رضی اللہ عنہ کے سپرد کی، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام  
 حنین کے مقام پر معطل کی رات کو شوال کی گیارہ تاریخ پہنچے۔ اس موقع پر ایک آدمی  
 آپ کی خدمت میں آیا، اس نے کہا، کہ میں ابھی آپ کے سامنے سے گزر کر فلاں پہاڑ  
 تک گیا ہوں۔ وہاں میں نے بنو ہوازن کو بنو بکر کی نسل سے ہیں، عورتوں، اونٹوں  
 اور بکریوں کے ساتھ حنین میں دیکھا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ کل انشاء اللہ  
 مسلمانوں کے مال غنیمت میں شامل ہوں گے۔ وہ کہنے لگا، کہ ہم اس محوڑے  
 سے شکر سے اب مغلوب نہیں ہوں گے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات  
 ناگوار گزری۔

اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سفید خچر و لدل پر سوار ہوئے آپ نے دو زریں، خود اور لوہے کی ٹوپی پہن رکھی تھی۔ مقابلے میں ہوازن کے لشکر کا حدود شمار نہ تھا۔ یہ جنگ آخر شب کی تاریکی میں ہوئی۔ چنانچہ دستہ ہائے فوج نے وادی کے تنگ درے سے نکل کر ایک دست حملہ کر دیا۔ اور بنو سلیم اور ان کی پیروی میں اہل مکہ اور باقی لوگ بھاگ کھڑے ہوئے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سولہ حضرات عباس بن علی بن ابی طالب، فضل بن عباس، ابوسفیان بن حارث، ابوبکر، عمر، اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم اور چند اور اہل بیت اور صحابہ کے اور کوئی باقی نہ رہا حضرت عباس رضی اللہ عنہ راوی ہیں، کہ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خچر کی لگام اس ڈر سے پچھڑ رکھی تھی، کہ کہیں وہ دشمن تک نہ پہنچ جائے۔ کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دشمن کے لشکر کی طرف بڑھ رہے تھے۔ حضرت ابوسفیان بن حارث رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رکاب کو تھامے ہوئے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ باواز بلند یا معشر الانصار اور یا اصحاب السمر کہہ کر آواز دو (سمرہ وہ درخت تھا جس کے نیچے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیعت رضوان لی تھی، کہ وہ میدان جنگ سے نہیں بھاگیں گے) حضرت عباس رضی اللہ عنہ کبھی یا اصحاب السمرہ اور کبھی یا اصحاب سورۃ البقرۃ کہہ کر پکارتے تھے حضرت عباس رضی اللہ عنہ بلند آواز دیتے تھے جب مسلمانوں نے ان کی آواز سنی، تو وہ یوں واپس لوٹے جس طرح اونٹنی اپنے بچے کی طرف بھاگتی ہے۔

مسلم میں روایت ہے، حضرت عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، کہ جب انہوں نے میری آواز سنی، تو وہ یوں لبیک لبیک کہتے لوٹے، جیسے کہ گائے بچھڑے کی طرف لوٹتی ہے۔ وہ سب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف یوں لوٹے، کہ اگر کسی کا اونٹ نہ رک سکا، تو اس نے نیچے پھلانگ لگا دی۔ اونٹ کو چھوڑ دیا، اور خود

حضور کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے پاس پہنچ گیا۔ آپ نے انہیں مل کر ہلہ بولنے کا حکم دیا، اور کفار سے مصروف جنگ ہو گئے۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سر اوپر اٹھا کر انہیں لڑتے دیکھا، تو فرمایا کہ جنگ کا تنور اب بھڑکا ہے۔ (مکھسان کارن پڑے تو یہ الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ اور یہ ایسا فصیح محاورہ ہے، جو اس سے پہلے نہیں سنا گیا تھا۔)

بخاری میں حضرت برار سے روایت ہے کسی نے ان سے دریافت کیا، کہ کیا تم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وہیں چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ اس نے کہا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جگہ پر کھڑے رہے تھے۔ جب ہم نے ہوا زین پر حملہ کیا تو وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ اور ہم مال غنیمت پر ٹوٹ پڑے، تو چونکہ وہ اچھے تیر انداز تھے، اس لیے انہوں نے تیروں سے ہمارا استقبال کیا۔ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سفید خچر پر سوار دیکھا تھا، اور ابوسفیان بن حارث رضی اللہ عنہ اس کی نگاہ تھامے ہوئے تھے۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرما رہے تھے :- اَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبَ۔ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین سے کچھ کنکر اٹھائے، پھر فرمایا، تمہارے چہرے مسخ ہوں اور مشرکین کے منہ پر دے مائے چنانچہ ہر آدمی کی آنکھیں ان سے اٹ گئیں۔ مسلم کی روایت میں ہے، کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے زمین سے مٹی بھر مٹی اٹھائی۔ اور امام احمد وغیرہ کی روایت میں ہے، کہ جب مسلمان بھاگ کھڑے ہوئے فرمایا، میں اللہ کا بندہ اور رسول ہوں، میں اللہ کا بندہ اور رسول ہوں۔ پھر آپ نے مٹی بھر مٹی زمین سے اٹھائی اور ان کے منہ پر دے ماری اور فرمایا، تمہارے چہرے مسخ ہوں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انہیں شکست دی۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زین ایک طرف کو جھک گئی۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! خدا آپ

کو بلندی نصیب فرمائے، آپ اسے ذرا اونچا کر لیں۔ مجھے حکم دیا۔ مٹی بھر مٹی مجھے اٹھا کے دو۔ آپ نے ان کے منہ پر دسے ماری، چنانچہ ان کی آنکھیں مٹی سے اٹ گئیں۔ مہاجرین اور انصار لوٹے اور تلواریں یوں چمک رہی تھیں، جیسے ستارے۔ مشرکین بھاگ اٹھے۔

عبدالرحمن فہری سے روایت ہے کہ مہاجرین اور انصار کے بیٹوں نے اپنے آبا سے روایت کی کہ ہم میں سے کوئی بھی ایسا آدمی نہیں رہ گیا تھا جس کا منہ اور آنکھیں مٹی سے اٹ نہ گئی ہوں اور ہم نے آسمان سے ایسی آواز سنی، جس طرح لوہے کو نئے تھال سے ٹکرایاے۔ **وَ أَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَى رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَنْزَلَ جُنُودًا لَمْ تَرَوْهَا** جنود سے مراد فرشتے ہیں۔

سیرۃ دیبالی میں مذکور ہے، کہ بالخصوص حنین کے دن فرشتوں نے سُرخ پٹریاں کندھوں پر لٹکائی تھیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حکم دیا کہ جس پر بھی بس چل سکے اسے موت کے گھاٹ اتار دو۔ مسلمانوں نے قتل کا سلسلہ بچوں تک پھیلانا چاہا، مگر آپ نے اس سے منع کر دیا۔ پھر فرمایا، جو شخص بھی کسی کو قتل کرے گا، اور اس کے پاس ثبوت ہوگا، تو اس کے ہتھیار اسے ملیں گے۔ اس دن ایک لے ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے بیس آدمیوں کے ہتھیار اتارے تھے۔

اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمن کے تعاقب کا حکم دیا۔ چنانچہ کچھ طائف کو، کچھ نخلہ کو اور کچھ وادی اوطاس کو چلے گئے۔ مسلمانوں میں سے چار آدمی حین میں امین الحبشہ بھی شامل تھے، شہید ہوئے، اور کفار میں مرنے والوں کی تعداد ستر سے زیادہ تھی۔

حضرت ابو عامر الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
سیرۃ حضرت ابو عامر الاشعری :- حضرت ابو موسیٰ الاشعری کے چچا تھے۔



جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حنین کی جنگ سے فارغ ہوئے، تو آپ نے ابو عامر رضی اللہ عنہ کو، بنو ہوازن کے بھگڑوں کے تعاقب میں روانہ فرمایا، ان کے ساتھ سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بھی تھے جب یہ وہاں پہنچے، تو جو لوگ وہاں جمع تھے، وہ ان کے مقابلے میں ڈٹ گئے۔ ان میں سے جناب ابو عامر رضی اللہ عنہ نے نو بھائیوں کو دعوت اسلام کے بعد جنگ یسعی میں قتل کر دیا۔ وہ دعوت دینے کے بعد کہتے: "اے اللہ تو گواہ رہو" ان میں سے ایک نے کہا، "مجھ پر گواہ نہ رہو" ابو عامر رضی اللہ عنہ نے اسے چھوڑ دیا۔ وہ بھاگ گیا اور بعد میں اسلام لے آیا۔ اور مخلص ثابت ہوا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی اسے دیکھتے، فرماتے، یہ ابو عامر کا بھگڑا ہے۔

حضرت ابو عامر رضی اللہ عنہ پر حارث العلاء کے دونوں بیٹوں نے اس شدت کی تیر اندازی کی، کہ وہ شہید ہو گئے۔ اس کے بعد حضرت ابو موسیٰ الاسعری نے ان کی جگہ لے لی۔ دشمنوں سے نبرد آزما ہوئے۔ خدا نے انہیں فتح عطا کی اور انہوں نے حضرت ابو عامر رضی اللہ عنہ کے قاتل کو قتل کر دیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اسے خدا تو ابو عامر کو معاف کر دے اور اسے جنت میں میری امت کے بہترین آدمیوں میں شامل کر۔ جنگی قیدیوں میں، حضرت شیما بھی تھیں، جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی بہن تھیں۔

جب سوال میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف کا ارادہ کیا تو یہ مہم ذی الحنین کے خلاف جو لکڑی کا ایک بُت تھا، روانہ فرمائی، تاکہ وہ اسے منہم کرنے کے بعد، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے طائف میں جا کر مل جائیں۔ وہ جلدی جلدی روانہ ہوئے، اسے گرایا، اور پھر اسے جلانے کے لیے اس پر آگ پھینکتے تھے، اور یہ شعر پڑھتے تھے:-

يَا ذَا الْكُفَّيْنِ لَسْتُ مِنْ عَبَادِكَ مِيلًا دَنَا قَدَمٌ مِنْ مِيلَادِكَ  
إِنِّي خَشَوْتُ النَّازِفَ فَوَادِكَ

اے ذوالکفین میں تیرے پیاروں میں نہیں ہوں۔ ہماری پیدائش تمہاری  
پیدائش سے قدیم تر ہے۔ اور میں تیرے دل میں آگ تھونک رہا ہوں۔

اس کے ساتھ اس کی قوم سے چار سو آدمی علیحدہ ہو کر جلدی جلدی روانہ ہوئے  
اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے چار دن کے بعد طائف میں جا کر مل گئے۔

یہ ایک بڑا شہر ہے، جو مکے سے تین منزل پر واقع ہے۔  
غزوة طائف :- حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم واقعہ حنین کے بعد ہجرت کے

آٹھویں سال شوال کے مہینے میں طائف کو روانہ ہوئے۔ مال غنیمت کو جبرانہ میں  
روک لیا گیا تھا اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ مقدمہ الجیش پر متعین تھے۔

بنو ثقیف جب اوطاس سے بھاگے تھے، تو طائف میں آکر قلعہ میں گھس گئے اور  
جب انہوں نے سال بھر کاراشن قلعے میں بھر لیا، تو دروازے بند کر لیے اور جنگ

کے لیے تیار ہو گئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قلعہ کے قریب پہنچ کر پڑاؤ کیا۔  
اہل طائف نے مسلمانوں پر شدید تیر اندازی کی اور بارہ مسلمان شہید ہو گئے۔ چنانچہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کر وہاں آگئے، جہاں اب طائف کی مسجد واقع ہے  
امہات المؤمنین میں سے حضرت سلمہ اور حضرت زینب رضی اللہ عنہما آپ کے ساتھ

تھیں۔ ان کے لیے آپ نے دو خیمے لگوا دیئے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم محاصرہ  
طائف کے دوران میں ان دو خیموں کے درمیان نماز ادا کرتے تھے۔ محاصرہ اٹھارہ

دن جاری رہا پھر منجیق لگائی گئی۔ اسلام میں یہ پہلی منجیق تھی، جو اس موقع پر استعمال  
کی گئی تھی۔ اس کے بعد آپ نے ان کے انگوروں کو کاٹنے اور جلائے کا حکم دیا۔

چنانچہ مسلمانوں نے شد و مد سے کاٹنا شروع کر دیا۔ پھر اہل طائف نے حضور نبی کریم

سے التجا کی کہ خدا کے لیے ہم پر رحم کیجئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، اچھا میں خدا کے لیے تم پر رحم کرتا ہوں۔ اس کے بعد آپ نے یہ اعلان کر دیا کہ اہل طائف کا جو غلام بھی قلعے سے نکل کر ہمارے پاس آجائے گا، وہ آزاد کر دیا جائے گا۔ چنانچہ تیس غلام جن میں ابو بکرہ بھی شامل تھا، اگر مسلمانوں سے مل گئے۔

چونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح طائف کا حکم نہیں ملا تھا، اس لیے آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا، اہل شکر کو کہیں کہ وہ کوچ کریں۔ لوگوں نے احتجاج کیا کہ فتح طائف سے پہلے حکم دیا جا رہا ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، اچھا کل جنگ ہوگی، چنانچہ دوسرے دن کئی مسلمانوں کو زخم آئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہم پھر واپس آئیں گے۔ اس پر اہل شکر خوش ہو گئے اور انہیں تسلی ہو گئی، چنانچہ وہ کوچ کر رہے تھے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مسکرا رہے تھے۔ اس دن کی لڑائی میں ابوسفیان صحزین حرب کی ایک آنکھ باہر نکل آئی تھی، ابن سعد راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان سے، جب اس نے آنکھ باہر رکھی ہوئی تھی، فرمایا، تجھے کون سی بات پسند ہے، جنت میں (اس کے بدلے میں) ایک آنکھ یا میں اللہ سے دعا کروں، کہ اسے اپنی جگہ پر واپس کر دے، انہوں نے جواب دیا، میں جنت میں ایک آنکھ لینا پسند کروں گا۔ چنانچہ ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے وہ آنکھ پھینک دی۔ وہ جنگ یرموک میں شریک تھے کہ وہاں ان کی دوسری آنکھ بھی نکل گئی۔

جب شکر نے کوچ کیا، فرمایا، لا الہ الا اللہ پڑھو اور اس کا شکر ادا کرو، جس خدا نے اپنا وعدہ پورا کیا، اپنے بندے کو کامیابی عطا کی اور مخالف شکر کو شکست دی۔ جب لشکر روانہ ہوا، تو آپ نے فرمایا: - اَبِیُّوْنَ، تَابِیُّوْنَ، عَابِدُوْنَ  
بِرَبِّتِنَا حَامِدُوْنَ۔ ہم لوٹ رہے ہیں، توبہ کر رہے ہیں، عبادت گزار ہیں

اور اپنے رب کی تعریف کر رہے ہیں) پڑھتے چلو۔  
 جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے استعا کی گئی، یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم، بنو نقیف کے خلاف بدو علیجئے، فرمایا، اے اللہ! تو بنو نقیف کو ہدایت کر اور انہیں میرے پاس لا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا، کہ تمام قیدی اور مالِ غنیمت جو اللہ نے حنین کے دن رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کو از زانی فرمایا تھا، سب کا سب بحرانہ کے مقام پر جمع کیا جائے۔ چنانچہ یہ سارا مال حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طائف سے واپسی تک وہیں پڑا تھا۔ قیدی چھ ہزار تھے، اونٹ چوبیس ہزار اور بکریاں چالیس ہزار سے زیادہ تھیں۔ اور چار ہزار اوقیہ (ایک اوقیہ چالیس درم کے وزن کے برابر ہوتا ہے) چاندی تھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دس بارہ دن انتظار کیا، کہ شاید بنو ہوازن مسلمان ہو کر آجائیں۔ اس کے بعد آپ نے مالِ غنیمت تقسیم فرما دیا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض آدمیوں کو سینکڑوں اونٹ مرحمت فرمائے۔ اس پر انصار کہنے لگے، خدا رسول کریم کو معاف کرے، آپ قریش کو دھڑا دھڑوے رہے ہیں اور ہمیں تھوڑا جا رہا ہے، حالانکہ ہماری تلواروں سے اب بھی خون کے قطرے ٹپک رہے ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں، کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی اس بات کا علم ہو گیا۔ آپ نے انہیں چمڑے کے ایک خیمے کے تنکے جمع کیا، پھر فرمایا، کیا تم یہ پسند نہیں کرتے، کہ جو لوگ مالِ غنیمت لے کر سوار یوں کی طرف لوٹیں، تو تم خدا کے رسول کو لے کر اپنی سوار یوں کی طرف لوٹو۔ بخدا جو کچھ تم لے کر واپس ہو گے، وہ اس سے بہتر ہے۔ جو وہ لے کر واپس ہوں گے۔ انصار کہنے لگے، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم راہی ہیں۔

حزیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت

میں حاضر تھا۔ اور حنین سے واپس آنے والے لوگ آپ کے ساتھ تھے۔ بدو  
 حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے چٹ گئے، تا آنکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک  
 درخت کی پناہ لینے پر مجبور ہو گئے، اور آپ کی چادر انہوں نے اچک لی۔ حضور  
 علیہ الصلوٰۃ والسلام کھڑے ہو گئے اور فرمایا، میری چادر واپس کر دو، بخدا اگر میرے  
 پاس اس بول کے کانٹوں کے برابر بھی اونٹ ہوتے، تو میں تم میں تقسیم کر دیتا۔  
 پھر بھی مجھے تم نہ کنجوس پاؤ گے، نہ بھوٹا اور نہ بزدل، وہاں سے حضور اکرم صلی اللہ  
 علیہ وسلم نے عمرے کا احترام باندھا، مکے تشریف لے گئے، پھر مدینہ لوٹ گئے آپ  
 دوہینے اور سولہ دن باہر رہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو چار سو  
 سوار دے کر حنین کے علاقے میں روانہ فرمایا، اور حکم دیا کہ جب وہ راستے میں قبیلہ  
 صداء کے پاس سے گزرے تو ان سے جنگ کرے۔ اتنے میں زیاد بن حارث صدائی  
 حاضر نہ مت ہوا، اس نے لشکر کی روانگی کی وجہ دریافت کی، تو اسے بتا دیا گیا۔  
 اس نے کہا، یا رسول اللہ! میں ان کی طرف سے وفدین کر آیا ہوں۔ آپ لشکر کو  
 واپس بلا لیں۔ میں آپ کے سامنے اپنی قوم کا ذمہ لیتا ہوں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام  
 نے لشکر کو واپس بلا لیا اور صدائی پندرہ دن کے بعد آکر مسلمان ہو گئے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عیینہ بن حصن الفزاری رضی اللہ عنہ کو ہجرت  
 کے نویں سال حرم کے مہینے میں پچاس سوار (جو نہ مہاجر تھے نہ انصار) بنو تمیم کی  
 بستیوں (سقیاء) کی طرف روانہ فرمایا۔ یہ لوگ رات کو چلتے تھے، اور دن کو چھپ  
 رہتے تھے۔ آخر کار لشکر نے ان پر صحرا میں جہاں وہ ٹھہرے ہوئے تھے اور اپنے مویشی  
 چرنے کو چھوڑ رکھے تھے، حملہ کر دیا، اور گیارہ مرد، گیارہ عورتیں اور تیس بچے پکڑ لیے۔  
 ان کے دس سردار خدمت اقدس میں حاضر ہوئے، اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

نے ان کے قیدی واپس کر دیئے۔

اس کے بعد آپ نے ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو بنو مصطلق کی طرف جو خزاعہ کی ایک شاخ تھی صدقات جمع کرنے کے لیے روانہ فرمایا۔ زمانہ جاہلیت میں باہم ان میں دشمنی تھی یہ لوگ مسلمان ہو چکے تھے اور مسجدیں تعمیر کر لی تھیں۔ جب انہیں ولید رضی اللہ عنہ کے آنے کا علم ہوا، تو ان میں سے بیس آدمی ضیافت کے اونٹ اور بکریاں لے کر احتراماً و تعظیماً استقبال کو آئے بشیطان نے حضرت ولید کے کان میں کہہ دیا، کہ یہ لوگ تمہیں قتل کرنے آرہے ہیں، چنانچہ وہ ان تک پہنچنے سے پہلے ہی واپس لوٹ گئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جا کر کہا، کہ وہ لوگ صلح ہو کر آئے تھے، اور جمع صدقات سے مجھے روک دیا تھا۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے خلاف جہاد کا ارادہ کیا۔ جب بنو مصطلق کو اس کا علم ہوا، تو جن سواروں نے ان کا استقبال کیا تھا، وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں پہنچ گئے اور ولید کے منہ پر ساری بات آپ کو بتا دی، اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت انہیں پڑھ کر سنائی۔ اس کے بعد حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ ان کے ساتھ جمع صدقات کے لیے روانہ ہوئے، جو انہیں احکام شریعت کی تعلیم دیتے تھے اور قرآن پاک پڑھاتے تھے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبد اللہ بن عوف رضی اللہ عنہ کو صفر کی پہلی تاریخ کو بنو عمرو بن عارضہ کی طرف دعوت اسلام کے لیے روانہ کیا۔ انہوں نے دعوت اسلام سے انکار کر دیا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توہین کی۔ رسول کریم نے ان کی کند ذہنی کی بددعا کی، چنانچہ وہ آج تک اپنی کپکپاہٹ، جلد بازی اور یا وہ گوئی کے لیے بدنام چلے آرہے ہیں۔

یہ مہم ہجرت کے نویں سال، بہ جانبِ ششم، جو مضافاتِ سر یہ قطبہ بنِ عامر :- مگر میں تربت کے قریب واقع ہے، روانہ ہوئی، اور بیس آدمیوں پر مشتمل تھی، آپ نے ان پر حملے کا حکم دیا تھا۔ ان میں باہم سخت لڑائی ہوئی اور دونوں طرف کافی آدمی زخمی ہوئے۔ اور قطبہ کے ماتحتوں کوئی آدمی مارے گئے، وہ ان کے اونٹ، بکریاں اور عورتیں بکڑ کر مدینہ لے آئے۔

یہ مہم بنو کلاب کے خلاف، ہجرت کے سر یہ ضحاک بن سفیان الکلابی :- نویں سال ربیع الاول میں بہ جانبِ قرطار روانہ کی گئی۔ انہیں دعوتِ اسلام دی گئی، لیکن انہوں نے انکار کیا جنگ ہوئی بنو کلاب بھاگ گئے اور مسلمانوں کو مالِ غنیمت حاصل ہوا۔

یہ مہم حبشہ کے کچھ لوگوں کے خلاف، ہجرت کے سر یہ علقمہ بن مجرز المدلجی :- نویں سال ربیع الاخر میں تین سو آدمیوں کی معیت میں بھیجی گئی۔ یہ لوگ سمندر کے جزیرے میں تھے۔ جب اسلامی لشکر سمندر میں داخل ہوا، تو وہ لوگ بھاگ کھڑے ہوئے۔ جب حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ لوٹے تو بعض لوگوں کو گھر لوٹنے کی جلد بازی پڑ گئی۔ ان جلد بازوں کے خلاف حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ نے سخت ناراضگی کا اظہار کیا، اس گروہ میں کچھ لوگ ظہین بھی تھے۔ راستے میں انہوں نے تاپنے کے لیے آگ جلانی۔ اس پر حضرت علقمہ کہنے لگے کہ میں تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں، کہ تمہیں اس آگ میں کودنا ہو گا۔ جب ان میں سے بعض لوگوں نے کودنے کا ارادہ کیا، کہنے لگے، بیٹھ جاؤ، میں تو مذاق کر رہا تھا اور پی پر ان لوگوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ذکر کیا، تو آپ نے فرمایا کہ جو شخص تمہیں گناہ کا حکم دے، اس کی بات نہ مانو۔ ایک روایت میں ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر یہ آگ میں داخل ہوتے، تو کبھی نہ نکل سکتے۔

یہ ہم فلس کی طرف، جو بڑی کاہت  
 رسول حضرت علی بن ابی طالب :- تھا، ہجرت کے نویں سال ربیع الآخر  
 کے مہینے میں اس کے گرانے کے لیے روانہ ہوئی۔ آپ کے ساتھ انصار کے بیڑے  
 آدی تھے، جن میں سوادنٹ اور پچاس گھوڑے تھے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے  
 اسے گرا دیا، غنیمت میں جنگی قیدی، اونٹ اور بکریاں حاصل کیں، ان قیدیوں میں  
 سفانہ بنت حاتم بھی تھیں، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے آزاد کر دیا۔ جو اپنے بھائی  
 عدی بن حاتم کے اسلام کا سبب بن گئیں۔

یہ ہم حجاز کے ایک گاؤں جناب کی طرف جو عذرہ  
 سر یہ عکاشہ بن محسن :- اور بلی (جو دو قبیلوں کا نام ہے) کی بستی یا قرارہ  
 و بنو کلب کی بستی ہے بھی گئی تھی۔

یہ واقعہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طائف سے  
 قصہ کعب بن زہیر :- وہی اور غزوہ تبوک کے عرصے کے درمیان پیش آیا۔  
 کعب اور اس کے بھائی بھیر کا واقعہ ہے، بھیر کعب سے کہنے لگا۔ تم گھوڑا سا توقف  
 کرو۔ تاکہ میں اس آدمی (رسول کریم) سے مل آؤں، ان کی باتیں سنوں اور ان کی  
 تعلیم کا اندازہ لگاؤں۔ کعب رک گیا، اور بھیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں  
 حاضر ہوا۔ آپ کی باتیں سنیں، اور آپ پر ایمان لے آیا۔

زہیر کعب کے باپ، کی عادت تھی، کہ وہ اہل کتاب کی مجلسوں میں بیٹھا  
 کرتا تھا۔ اس نے ان سے سن رکھا تھا، کہ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی بعثت قریب  
 آگئی ہے۔ زہیر نے خواب میں دیکھا کہ آسمان سے ایک سی ٹکائی گئی ہے، اور اس  
 نے ہاتھ بڑھا کر پڑنے کی کوشش کی، لیکن کامیاب نہ ہو سکا۔ اس نے اس کی تعبیر  
 نبی آخر الزماں کی بعثت قرار دی اور یہ کہ ان کے عہد کو نہ پاسکے گا۔ اس نے اپنے



بیٹوں کو یہ بات بتا دی تھی اور انہیں وصیت کی تھی کہ اگر وہ آپ کا زمانہ پائیں تو اسلام لے آئیں۔ بحیر نے کعب کو لکھا، کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان شعرا کو (جو مکے میں آپ کی ہجو کیا کرتے تھے) قتل کر دیا ہے، اور چونچ گئے ہیں وہ بھاگ گئے ہیں۔ اگر تجھے اپنی زندگی کی ضرورت ہے، تو اڑ کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ۔ کیونکہ جو آدمی توبہ کر کے آجائے، اسے آپ قتل نہیں کرتے۔ اور اگر ایسا نہیں کرتے، تو اپنی نجات کا راستہ ڈھونڈ لو۔ کعب نے اسے اشعار میں جواب دیا اور قبول اسلام پر ملامت کی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وہ اشعار پڑھے، فرمایا، جو شخص بھی کعب کو کہیں دیکھ پائے، اسے قتل کر دے۔ جب کعب کو اس کا علم ہوا، زمین اس پر تنگ ہو گئی، اور جان کے لالے پڑ گئے۔ چنانچہ روانہ ہو کر مدینے پہنچ گیا۔ اپنا ہاتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں دے دیا، اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اسے نہیں پہچانتے تھے۔ کہنے لگا، "اگر کعب توبہ کر کے اور اسلام قبول کر کے طالبِ امان ہو، تو کیا آپ معاف فرمادیں گے؟" فرمایا ہاں۔ کہنے لگا "یا رسول اللہ! میں کعب ہوں۔ اس پر انصار میں سے ایک آدمی ان پر کود پڑا۔" یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اس دشمنِ خدا کی گردن مارنے کی اجازت دیجئے؟ فرمایا چھوڑ دو، تائب ہو گیا ہے۔ بعد ازاں نے قصیدہ بانس سعاد، پڑھا۔ اور بقول ابوبکر الانباری جب اس شعر پر پہنچا۔

اِنَّ الرَّسُوْلَ لَنُوْرٍ مُّسْتَضَاءٍ بِهٖ مُّمْتَدٌّ مِنْ سُوْرِ اللّٰهِ مُسْتَوْدِعٌ

بلاشبہ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم ایسا نور ہیں جس سے ہدایت کی روشنی حاصل کی جاسکتی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی تلواروں میں سے وہ ہندی تلوار ہیں جسے صیقل کیا گیا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو چادر اور طہنی ہوئی تھی، وہ شاعر کو عطا کر دی۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس چادر کے لیے دس ہزار (درہم) ادا کرنا چاہا، لیکن

کعب نے انکار کر دیا۔ جب کعب رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے، امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کے ورثا کی طرف سے تیس ہزار درہم بھیجے اور چادر لے لی۔ اور وہ چادر آج تک سلاطین کے پاس ہے۔

تبوک ایک مشہور مقام کا نام ہے، جو مدینے اور دمشق کے درمیان غزوة تبوک :- واقع ہے، اسے غزوة عسره کہتے ہیں۔ یہ ہجرت کے نویں برس رجب کے مہینے میں جمعرات کے دن وقوع پذیر ہوا۔ سخت گرمی تھی، اور قیامت کی قحط سالی۔ اور بس طرح باقی غزوات میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول رہا تھا۔ اس بار آپ نے اپنے پر و گرام کو پوشیدہ نہیں رکھا تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سخت خشک سالی اور شدت کی گرمی میں روانہ ہوئے، راستے میں اونٹ ذبح کرتے تھے، اور اس کے معدے کا پانی پی لیتے تھے۔ یہ بھی صورت حال پانی سواری اور راشن کی کمی کی، اس وجہ سے اسے غزوة العسرة کہتے ہیں۔

اس کی وجہ یہ تھی، کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان لوگوں کے ذریعہ سے جو شام سے مدینے کو تیل لے کر آتے تھے، معلوم ہوا، کہ رومی افواج شام میں شاہ روم کی کان کے تحت جمع ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو تیاری کا حکم دیا، اور اس مقام کا نام بھی بتا دیا جس کے لیے تیاری کرنا تھی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عرض کی، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! دو سو اونٹ مع ساز و براق اور دو سو اوقیہ چاندی پیش کرتا ہوں، فرمایا، اس کے بعد عثمان رضی اللہ عنہ جو کچھ بھی کرے، اس سے باز پرس نہیں ہوگی۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عثمان نے حبش عسرت کے لیے ایک ہزار اونٹ اور ستر گھوڑے فراہم کیے۔ حضرت عثمان بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حبش عسرت کی تیاری شروع ہوئی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ایک ہزار دینار استنین میں ڈالے آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی

تھولی میں ڈال دیئے ہیں نے آپ کو دیکھا، کہ تھولی میں دیناروں کو الٹ پلٹ ہے تھے اور فرما رہے تھے، مَا حَضَرَ عُمَانَ مَا عَمِلَ بَعْدَ الْيَوْمِ۔ یہ روایت ترمذی کی ہے۔ امام طبرانی نے حذیفہ سے روایت کی ہے، کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عیش عشرت کے لیے دس ہزار دینار بھیجے تھے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ڈال دیئے گئے۔ آپ اپنے دست مبارک سے دیناروں کو اوپر نیچے الٹے پلٹے تھے اور فرماتے تھے، "عثمان! تجھے اللہ معاف کرے، جو کچھ تو نے علی الاعلان کیا یا خفیہ طور پر کیا، وہ قیامت تک باقی رہے گا۔ تو اس کے بعد جو کچھ بھی کرے گا، اس کا کوئی مواخذہ نہیں۔"

جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے روانگی کا حکم دیا، تو منافقین کی ایک جماعت نے یہ کتنا شروع کر دیا، کہ گرمی میں کیوں جاتے ہو؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی: وَقَالُوا لَا تَنْفِرُوا فِي الْحَرِّ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ أَشَدُّ حَرًّا لَوْ كَانُوا يَفْقَهُونَ۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے منے اور بعض عرب قبائل کی طرف امداد کے لیے قاصد روانہ فرمائے۔ اس دوران میں کچھ لوگ روتے ہوئے آئے، اور سواری کی درخواست کی۔ فرمایا ہیرے پاس نہیں دینے کو کچھ نہیں۔ یہ وہ لوگ تھے جن کے بارے میں قرآن مجید کا ارشاد ہے: تَوَلَّوْا وَأَعْيُنُهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا أَلَّا يَجِدُوا مَا يُنْفِقُونَ۔ بدوؤں میں سے کچھ عذر خواہ (بہانہ تراش) بھی آگئے، تاکہ انہیں معیت سے معذور سمجھا جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دے دی اور ان کی تعداد بیسی تھی۔ اور منافقین کی ایک جماعت بغیر کسی وجہ اور دلیل کے خدا اور رسول کے خلاف ڈھٹائی سے پیچھے رہ گئی۔ جیسا کہ قرآن پاک میں مذکور ہے: وَقَعَدَ الَّذِينَ كَذَبُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ سَـ

مدینے اور اہل بیت کی خبر گیری کے لیے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو مقرر فرمایا۔

سہ توہ: ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰

اسی موقعہ پر آپ نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا تھا "تم آج اسطر سے میرے جانشین ہو جس طرح حضرت ہارون، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جانشین تھے۔ ہاں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔"

مسلمانوں میں کچھ ایسے لوگ بھی تھے جنہیں اسلام کی حقانیت کے بارے میں کوئی شبہ و شبہ نہیں تھا۔ لیکن وہ پھر بھی نہیں جاسکے تھے۔ وہ تھے حضرات کعب بن مالک، مرارہ بن ربیع اور ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہم۔ اور ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی: وَعَلَّمَ الشَّلَاثَةَ الَّذِينَ خَلَفُوا۔ حضرت ابو ذر اور ابو حمزہ رضی اللہ عنہما حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بعد میں جا کر ملے۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کے ہر گروہ اور قبائل عرب کو حکم دیا، کہ وہ اپنے لیے علم تیار کریں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لشکر کی تعداد تیس ہزار اور گھوڑوں کی تعداد دس ہزار تھی۔ جب حضور کریم علیہ التحیۃ والتسلیم تبرک کے مقام پر پہنچے، آپ نے لشکر سے فرمایا، کہ آج کی رات تم پر سخت آندھی چلے گی کوئی شخص اپنی جگہ سے نہ ہلے۔ جن کے اونٹ ہیں وہ انہیں رسیوں سے جکڑ دیں۔ رات کو آندھی کے دوران میں ایک شخص اپنی جگہ سے اٹھا، جسے آندھی نے بنوٹے کے پہاڑوں میں پھینک دیا۔ یہ مسلم کی روایت ہے۔

جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حجر کے مقام سے گزرے، تو آپ نے چہرے کو کپڑے سے ڈھانپ لیا۔ اور اونٹنی کو تیز تیز چلایا، فرمایا، ان لوگوں کے گھروں میں مت داخل ہو، جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے، اور اس ڈر سے روؤ، کہ کہیں تم پر وہی عذاب نازل نہ ہو جائے، جو ان پر نازل ہوا تھا۔ حجروہ مقام ہے، جہاں قوم نمود رہتی تھی، جن پر اللہ کا غضب نازل ہوا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ابھی راستے میں تھے کہ آپ کی اونٹنی گم ہوئی۔ زید بن لطیف جو منافق تھا، کئے لگا، کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ خیال نہیں، کہ وہ اللہ کے پیغمبر ہیں، اور مہتین آسمانی حالات سناتے

ہیں، حالانکہ انہیں یہ معلوم نہیں کہ ان کی ادنیٰ کماں ہے؛ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ایک آدمی ایسی باتیں کہتا سنا گیا ہے، اور آپ نے اس کے الفاظ نقل فرمائے۔ اور بخدائیں صرف وہی باتیں جان سکتا ہوں، جو خدا مجھے بتا دے، اور خدا نے ناقہ کے بارے میں بتا دیا ہے کہ وہ قلال وادی میں ہے اور اس کی مہار ایک درخت سے اٹک کر رہ گئی ہے، جاؤ اور اسے وہاں سے لے آؤ چنانچہ چند آدمی گئے اور اسے لے آئے۔ یہ بہتی اور البوسیم کی روایت ہے۔

اور مسلم میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ مسلمان تبوک کے چشمے پر پہنچے، تو اس سے ٹھوڑا ٹھوڑا پانی رس رہا تھا، صحابہ کرام نے اس سے چھوٹے چھوٹے گھونٹ بھرے، پھر ایک پرانی مشک میں اسے جمع کر لیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اپنے ہاتھ اور منہ دھوئے۔ پھر وہ پانی اسی چشمے میں اتیل دیا، چنانچہ اس سے کافی پانی بھوٹ نکلا اور ساری سپاہ نے پیاس بجھائی۔

ابھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تبوک کے مقام پر سکونت پذیر تھے، کہ ایلہ کا حکمران حاضر ہوا، اس نے معاہدہ کیا اور جزیہ ادا کیا، اس کے بھڑبار اور اذرخ دشام کے دو گاؤں ہیں، کے لوگ آئے، اور انہوں نے بھی جزیہ ادا کیا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں ایک فرمان جاری کیا۔ ہر قیل ان دنوں تمہیں میں ٹھہرا ہوا تھا۔

اس موقع پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو رجب کے مہینے میں چار سو سپاہی اور بیس گھوڑے دے کر دومتہ الجندل کو اکیدربن عبد الملک نصرانی کے خلاف روانہ کیا۔ آپ نے حضرت خالد سے فرما دیا، کہ تم اسے رات کو ایسی حالت میں ملو گے، کہ وہ نیل گائے کا شکار کر رہا ہوگا۔ جب حضرت خالد رضی اللہ عنہ وہاں پہنچے، تو وہ چاندنی رات میں قلعے سے نکل کر نیل گائے کا شکار کھیل رہا تھا، حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے لشکر نے ان پر سخت حملہ کیا، اکیدر گرفتار ہو گیا، اور اس کا بھائی

حسان مارا گیا اور ساتھی بھاگ گئے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ قلعے میں داخل ہوئے اور اکیدر کو پناہ دے دی۔ اور اسے رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے پاس لے آئے تاکہ وہ دومۃ الجندل کی فتح میں امداد کرے۔ اس نے یہ شرط پوری کر دی، بعدہ اس سے دو ہزار اونٹوں، اٹھ سو گھوڑوں، چار سو زربوں اور چار سو نیزوں پر صلح ہوئی۔ اسی سفر میں حضور نے ہرقل کو خط کے ذریعے اسلام کی دعوت دی گئی۔ وہ تقریباً مان گیا لیکن کوئی جواب نہ دیا۔ یہ روایت ابن حبان کی ہے۔

مسند احمد میں مذکور ہے، کہ ہرقل نے بتوک سے رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کو لکھا کہ میں مسلمان ہوں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، اس نے اپنی نصرانیت کے بلے میں جھوٹ بولا ہے۔

بعدہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تبوک سے دس بارہ دن کے بعد ایک روایت کی رو سے بیس دن کے بعد روانہ ہوئے۔ اس دوران میں کوئی مڈ بھڑ نہ ہوئی۔ راستے میں کئی مساجد تعمیر کیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم راستے میں یہ مقام ذی اوان ٹھہرے۔ یہ مقام مدینے سے تھوڑے سے فاصلے پر ہے، اس اثنائے میں مسجد ضرار کی خبر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمان سے موصول ہوئی۔ اس آیت کے نزول کے بعد وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مَسْجِدًا ضَرَارًا وَكُفْرًا۔ آپ نے کچھ آدمی بھیجے، جنہوں نے مسجد گرا دی، اور پھر جلا دی۔ جن لوگوں نے یہ مسجد بنائی وہ بارہ آدمی تھے، جو مسجد قبا کو نقصان پہنچانا چاہتے تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی، کہ ان لوگوں نے منافقین کے ایک گروہ میں یہ بات کہی، کہ ہم نئی مسجد بنائیں گے، اس میں منتقل ہو جائیں گے، اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے حاضر ہونے سے بچ جائیں گے۔

جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینے کے قریب پہنچے، لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے استقبال کے لیے نکلے، چنانچہ عورتیں، لڑکے اور لڑکیاں آپ کے استقبال کے لیے

نکلیں اور مندرجہ ذیل اشعار پڑھ رہی تھیں :-

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا مِنْ مَثْنِيَّاتِ الْوُدَاعِ

وَجَبَّ الشُّكْرُ عَلَيْنَا مَا دَعَمَ اللَّهُ دَاعِ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مدینے میں ایسے لوگ بھی ہیں کہ جہاں

بھی تم گئے، اور جس وادی سے بھی تم گزرے، ان کے دل تمہارے ساتھ رہے، گو

بعض حالات نے انہیں روکے رکھا۔ جب آپ مدینے کے قریب پہنچے، حضور اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یہ عطا ہے، یہ احد کا پہاڑ ہے، جو ہم سے محبت کرتا ہے

اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں، جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم داخل مدینہ ہوئے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ مجھے اجازت

دیں گے کہ میں آپ کی مدح میں کچھ کہوں، فرمایا ہاں، اللہ تیرے چہرے کو روانہ

کرے۔ اس قصیدے سے یہ دو شعر ہیں :-

وَأَنْتَ لَمَّا وُلِدْتَ أَشْرَقْتَ الْأَرْضَ

وَنَحْنُ فِي ذَلِكَ الضِّيَاءِ وَفِي النُّورِ

(ترجمہ) یا رسول اللہ! جب آپ کی ولادت ہوئی، زمین چمک اٹھی، اور آپ

کے نور سے دنیا کے افق جگمگا اٹھے۔ اور ہم اس روشنی میں نور میں اور ہدایت کی راہ

میں لطف اندوز ہو رہے ہیں۔

جو لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ساتھ نہیں دے سکے تھے، وہ حاضر ہوئے،

انہوں نے قسمیں کھائیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معذرت قبول کر لی، اور دعا فرمائی

لیکن کعب بن مالک اور ان کے دو ساتھیوں کا معاملہ ٹھک گیا، تاآنکہ ان کی توبہ

قبول ہو گئی۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کے بارے میں (وَأَخْرُؤْنَ اعْتَرِفُوا

بذُنُوبِهِمْ خَلَطُوا عَمَلًا صَالِحًا وَآخِرُ سَيِّئَاتِهِمْ رَوَايَتٌ هِيَ، كَمَا دَسَّ آدَمِي  
 ایسے تھے جو غزوہ تبوک میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نہ دے سکے تھے، جب  
 حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام واپس تشریف لائے، تو ان میں سے سات آدمیوں نے خود  
 کو مسجد کے ستونوں کے ساتھ باندھ دیا۔ اور واپسی پر آپ کا گزر وہیں سے ہونا تھا۔  
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا، یہ کون ہیں، لوگوں نے عرض کیا، یا رسول اللہ  
 یہ ابولبابہ اور ان کے وہ ساتھی ہیں جو آپ کے ساتھ جا نہیں سکے تھے، تاکہ آپ  
 انہیں آزاد فرمادیں اور ان کا عذر قبول فرمائیں۔ آپ نے فرمایا، نہ تو میں انہیں آزاد  
 کروں گا اور نہ ان کا عذر ہی مقبول کروں گا، جب تک خدا انہیں خود آزاد نہ کرے۔  
 پھر انہوں نے منہ پھیرا اور جنگ میں شامل نہ ہونے کے لیے جب یہ آیت اتری تو آپ  
 نے انہیں آزاد کر دیا اور عذر قبول فرمایا۔

حضرت ابو بکر بن حبیب امیر الحج - یہ سفر ذی القعد کے مہینے میں ہجرت  
 کے نویں سال پیش آیا۔ ان کے ساتھ  
 تین سو آدمی مدینے کے تھے، اور بیس قربانی کے اونٹ تھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو بھیجا تھا تاکہ وہ حج کے دن منادی کرے، کہ اس  
 سال کے بعد نہ تو کوئی مشرک حج کر سکے گا، اور نہ کوئی ننگا آدمی۔ معا بعد آپ نے حضرت  
 علی کریم اللہ وجہہ کو روانہ فرمایا، اور انہیں سورہ برات کا حکم دیا، انہوں نے لوگوں  
 کو ساری برات پڑھ کر سنائی۔ اس پر مندرجہ ذیل آیت نازل ہوئی: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ  
 آمَنُوا إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ  
 هَذَا ۖ بَعْدَ مَا نَزَّلْنَا آيَاتِنَا ۚ وَبَعْدَ مَا نَزَّلْنَا آيَاتِنَا ۚ وَبَعْدَ مَا نَزَّلْنَا آيَاتِنَا ۚ  
 تو کوئی مشرک حج نہ کر سکا۔

پھر رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے حضرت ابو بکر اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہما  
 سے توبہ: ۱۰۲ - ۱۰۳ کو پڑھا۔



کو قبل از حجۃ الوداع میں کے دو اضلاع پر حاکم بنا کر بھیجا۔ فرمایا، یاد رکھو، عوام کے لیے آسانی پیدا کرو، اور تکلیف نہ پیدا کرو، لوگوں کو بشارت دو، اور نفرت نہ دلاؤ۔ حضرت معاذ سے فرمایا، تم اہل کتاب کی طرف جا رہے ہو تم انہیں توحید خداوندی اور میری رسالت کی دعوت دو، اگر وہ یہ بات مان لیں، تو انہیں بتانا، کہ خدا نے ان پر ایک دن رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں، اگر یہ بات بھی مان جائے، تو انہیں یہ بھی بتانا، کہ خدا نے تم پر لکات فرض کی ہے، جو امیروں سے لی جاتی ہے اور غریبوں کو واپس دے دی جاتی ہے۔ اگر یہ بھی مان جائیں، تو دیکھنا ان کے عمدہ مال کو نہ چھیننا اور مظلوم کی بددعا سے پرہیز کرنا۔ کہ ان کی بددعا اور خدا کے درمیان کوئی حجاب نہیں ہوتا۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا علاقہ عدن کا اوپر کا حصہ تھا، اور حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کا حصہ نچلا تھا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو حجۃ الوداع سے پہلے ہجرت کے دسویں سال ربیع الاول کے مہینے میں بنو عبد المدان کی طرف جو نجران کا ایک قبیلہ تھا، روانہ فرمایا تھا، وہ مسلمان ہو گئے تھے۔

پھر حضرت علی کریم اللہ وجہہ کو ہجرت کے دسویں سال، رمضان کے مہینے میں یمن کی طرف روانہ فرمایا۔ آپ نے ان کے لیے علم بنایا، اپنے ہاتھ سے پگڑی بندھائی حضرت علی کریم اللہ وجہہ راوی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یمن بھیجا، تو میں نے عرض کی، "یا رسول اللہ! آپ مجھے ایک ایسی قوم کی طرف بھیج رہے ہیں، جو مجھ سے عمر میں بڑے ہیں، اور میں کم عمر ہوں، میں فیصلہ کیسے کروں گا؟" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک میرے سینے پر رکھ کر دعا کی، "اے خدا، تو اسے ثابت زبان بنا اور اس کے دل کو ہدایت کر۔" پھر مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا، "اے علی! جب مدنی اور مدعا علیہ تمہارے سامنے بیٹھے ہوں۔ تو جب تک تم دوسرے کی بات

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حضرت علی کرم اللہ وجہہ تین سو سوار لے کر نکلے، انہیں مختلف اطراف کو روانہ کر دیا، وہ بہت سا مال غنیمت، عورتیں، بچے، اونٹ اور بکریاں وغیرہ لے کر آئے۔ پھر مشرکین سے آمنہ سامنا ہو گیا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں اسلام کی دعوت دی انہوں نے انکار کیا، اور مسلمانوں پر تیر باری کی، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان پر دھاوا بول دیا، ان کے بس آدی مارے گئے وہ بھاگ کھڑے ہوئے، اور ادھر ادھر بکھر گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کا تعاقب کرنا چھوڑ دیا۔ انہیں پھر اسلام کی دعوت دی۔ جسے انہوں نے فوراً قبول کر لیا۔ پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ واپس ہوئے اور مکے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملے، جب آپ دس بھری میں حج کیلئے تشریف لانے تھے۔

پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع کو تشریف لے گئے، اسے حجۃ الاسلام اور حجۃ البلاغ بھی کہتے ہیں۔ آپ ذوالقعد کی پچیس تاریخ کو ہفتے کے دن مدینے سے روانہ ہوئے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ نو ہزار، دس ہزار یا چودہ ہزار یا اس سے بھی زیادہ آدمی تھے۔ ہم حجۃ الوداع کے بارے میں باب العبادات میں پھر گفتگو کریں گے۔

سر یہ حضرت اسامہ بن زید :- یہ ہم سو سوار کے دن ہجرت کے گیارہویں سال صفر کی پچیس تاریخ کو اہل اُبنی کی طرف بہ مقام شہراہ جو بلقا کے نواح میں واقع ہے، بھیجی گئی اور سرایا میں یہ آخری سر یہ ہے، اور نیز یہی وہ پہلی جنگ ہے، جسے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے شاہ روم کے خلاف حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو اپنے والد حضرت زید رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینے کے لیے روانہ کیا تھا۔ بدھ وار کے دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف کی وجہ سے

بخار آگیا اور آپ کمزور ہو گئے۔ دوسرے دن جمعرات کو آپ نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے لیے اپنے ہاتھ سے علم تیار کیا۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ تیار علم لے کر نکلے اور بربیدہ الاسلمی رضی اللہ عنہ کے حوالے کیا، اور بہ مقام جُروف پڑاؤ کیا، اور ہاجرین اور انصار میں سے کوئی ایسا آدمی (بشمول حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما) نہیں رہ گیا تھا، جو شکر میں موجود نہ ہو۔ وہ مسلمان جو اسامہ رضی اللہ عنہ کے لشکر میں شامل تھے باری باری حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو الوداع کہنے حاضر ہو رہے تھے، اور پھر جا کر جُروف میں لشکر میں شامل ہو جاتے تھے، جب آیت واہ کے دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکلیف بڑھ گئی۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ اپنے کیمپ سے واپس آ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرے میں داخل ہوئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سخت تکلیف میں تھے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے سر جھکایا، حضور کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کو بوسہ دیا، آپ بول نہیں سکتے تھے۔ ہاتھ آسمان کی طرف اٹھاتے اور اسامہ رضی اللہ عنہ کے سر پر رکھ دیتے۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں، میں سمجھ گیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام میرے لیے دعا فرما رہے ہیں۔ اسامہ رضی اللہ عنہ اپنے کیمپ کو واپس چلے گئے۔ دوسرے دن سوموار تھا، اور آپ کوئی الجھلہ افاقہ تھا، حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے الوداع لیا، اپنے کیمپ کو پہل دیئے اور لشکر کو کوچ کا حکم دیا۔ وہ سوار ہونے کو تھے، ان کی والدہ جناب ام امین رضی اللہ عنہا کے قاصد نے آ کر بتایا کہ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم فوت ہو رہے ہیں چنانچہ وہ خود حضرت عمر اور حضرت ابوبعبیدہ رضی اللہ عنہم لوٹ آئے، اور آپ سوموار کے دن زوال آفتاب کے وقت ربيع الاول کی بارہ تاریخ کو فوت ہو گئے۔ حافظ ابن حجر کی رائے ہے کہ آپ دو تاریخ کو فوت ہوئے۔

جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے، تو اسلامی سپاہ، جو جُروف کے مقام پر پڑاؤ کیے ہوئے تھی، مدینے آگئی۔ حضرت بربیدہ رضی اللہ عنہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ

کا علم لئے آئے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دروازے کے سامنے گاڑ دیا جب  
 حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے بیعت کر لی گئی، تو انہوں نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ  
 کو حکم دیا، کہ وہ علم لے کر حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے گھر جائیں اور انہیں کہیں کہ وہ  
 اپنی منزل کو روانہ ہوں، چنانچہ وہ اپنے کیمپ کو روانہ ہو گئے اور ہجرت کے گیارہویں  
 سال ربیع الاخر کے مہینے میں اہل ابی کی طرف روانہ ہوئے۔ وہاں پہنچ کر ان پر دھاوا  
 بول دیا، جو سامنے آیا، وہ مارا گیا، کئی پٹریے لگے، ان کے گھر اور درخت تباہ کر دیئے  
 اور اپنے باپ کے قاتل کو قتل کر دیا اور مدینے کو لوٹ آئے، اور مسلمانوں میں سے کسی  
 کو کوئی تکلیف نہ پہنچی۔ واپسی پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مہاجرین اور انصار کے ساتھ  
 ان کا خوشی سے استقبال کیا۔

آپ کے تمام سرایا کی تعداد ساٹھ اور غزوات کی تعداد ستائیس ہے۔



## باب دوم

اس باب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس ناموں، آپ کی مکرم اور پاک اولاد، ازواج مطہرات (امہات المؤمنین) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چچاؤں، بھوپھیوں، رضاعی بہنوں، دادیوں، خادموں غلاموں، پاسبانوں، امیران لشکر، قاصدوں، کاتبوں، بادشاہوں کے نام مراسلوں، مؤذنوں، خطیبوں، صدی خوانوں، شاعروں، آلات حرب، سواروں اور بطور وفد آنے والوں کا ذکر ہے۔ یہ دس فصول پر مشتمل ہے۔

### فصل اول

## اسمائے مقدسہ آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم

اس فصل میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس ناموں کا ذکر ہے، آپ کو معلوم ہونا چاہیے، کہ ناموں کی کثرت مسی کی فضیلت پر دلالت کرتی ہے خدا نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن حکیم اور باقی کتب سماویہ اور نیز انبیاء علیہم السلام کے ذریعے سے کثیر ناموں سے یاد فرمایا ہے۔ ایک جماعت نے ان اسماء کو گننے کا اہتمام کیا اور انہوں نے مخصوص تعداد بیان کی بعض لوگوں نے یہ تعداد خدا کے ناموں کی طرح جو حدیث میں مذکور ہیں ننانوے تک پہنچائی۔ صاحب الشفا قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں، کہ خدا نے آپ کو یہ خصوصیت عطا کی، کہ آپ کو تقریباً تیس ناموں سے یاد فرمایا۔ ابن وحیہ کہتے ہیں، کہ جب پہلی کتابوں، قرآن اور حدیث کی کتب کو کھنگالا گیا، تین سو نام نکلے، ابو بکر بن امری راوی ہیں، کہ اللہ کے ہزار نام ہیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی ہزار نام

ہیں۔ مواہب اللدنیہ میں جو اس کتاب کی اصل ہے چار سو سے زیادہ نام مذکور ہیں۔ ان میں سے ایک نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے، اور یہ نام سب ناموں سے مشہور تر ہے۔ خدا نے آپ کو اس نام سے بہ حدیث انس رضی اللہ عنہ تخلیق عالم سے دو ہزار سال پہلے موسوم کر دیا تھا۔ اور یہی وہ نام ہے جس سے آپ کو حضرت عبدالمطلب نے موسوم کیا تھا۔ ان سے پوچھا گیا، کہ آپ نے اپنے پوتے کا کیا نام رکھا ہے۔ کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم، انہوں نے کہا تم نے اس کا ایسا نام کیوں رکھا ہے جو تمہارے آباؤ اجداد اور تمہارے قبیلے میں سے کسی کا بھی نام نہیں۔ کہنے لگے، میری خواہش ہے کہ تمام اہل عالم اس بچے کی تعریف کریں۔ یہ اس خواب کے سلسلے میں تھا، جو حضرت عبدالمطلب نے دیکھا تھا، انہوں نے دیکھا کہ چاندی کی ایک زنجیر ان کی پیٹھ سے نکلی۔ اس کا ایک سرا آسمان پر ایک مشرق میں اور دوسرا مغرب میں تھا۔ پھر وہ زنجیر لوٹ آئی، گویا وہ ایک درخت تھا، جس کے پتے نورانی تھے، اتنے میں تمام اہل مشرق و مغرب اس سے لٹک گئے، چنانچہ وہ ٹوٹ گئی۔ اس خواب کی تعبیر یہ کی گئی، کہ ان کی پشت سے ایک بچہ پیدا ہوگا، کہ اہل مشرق و مغرب ان کی پیروی کریں گے اور زمین و آسمان کی مخلوق ان کی مدح کرے گی، اسی لیے آپ کا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم رکھا گیا۔ نیز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی والدہ حضرت آمنہ کو بھی فرشتے نے کہا تھا، کہ آپ کے شکم میں اس قوم کا سردار ہے، جب وہ پیدا ہوں، تو ان کا نام محمد (فداہ امی وابی) رکھنا۔ اس متبرک نام کی جو چار حرفی ہے، خصوصیت یہ ہے، کہ اللہ کے نام کی طرح ہے اور آدمی کی شکل سے متا جلتا ہے۔ میم اول اس کا سر ہے، حا اس کے دو بازو ہیں، میم ثانی اس کی ناف ہے اور وال دونوں پاؤں ہیں۔ اور قدیم کوفی خط میں یہ شکل بالکل واضح ہے۔ اور روایت ہے، کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام محمد کے احترام کے پیش نظر جو لوگ بھی بہنم میں داخل ہوں گے، ان کی صورتیں مسخ کر دی

جائیں گی۔ اور محمدؐ اللہ کے نام محمود سے مشتق ہے، جیسا کہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :-

أَعَزَّ عَلَيْهِ لِلنَّبَاةِ حَاتِمٌ      مِنْ اللَّهِ مِنْ نُورٍ يُلُوعٌ وَيَشْتَدُّ  
وَهَمَّ الْإِلَهِ اسْمُ النَّبِيِّ بِاسْمِهِ      إِذَا قَالَ فِي الْخَمْسِ الْمُؤَذِّنُ بِاسْمِهِ  
وَشَقَّ لَهُ مِنْ إِسْمِهِ لِيُجِلَّهُ      فَذُو الْعَرْشِ مُحَمَّدٌ وَهَذَا مُحَمَّدٌ

(ترجمہ) اللہ کے اس نور کی وجہ سے جو آپ کی ذات میں عیاں اور نمایاں ہے آپ پر خاتم نبوت نازل کرتی ہے۔

خدا نے اپنے نام کو نبی اکرم کے نام سے (جیسا کہ مؤذن روزانہ پنج وقت کی شہادت دیتا ہے) تلاویا ہے۔

خدا نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام کو اپنے نام سے مشتق کیا، تاکہ آپ کی شان و شوکت میں اضافہ ہو، عرش کے خدا کا نام محمود ہے اور آپ کا نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے۔

حضرت کعب الاحبار سے ابن عساکر راوی ہیں کہ آدم علیہ السلام نے اپنے بیٹے حضرت شیبث علیہ السلام سے کہا، کہ اے بیٹے! میرے بعد تو میرا خلیفہ ہے۔ تو اسے تقویٰ اور دین کی مضبوطی سے قائم رکھ، اور جب بھی تو اللہ کا نام لے تو ساتھ ہی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نام بھی لینا، کیونکہ میں نے یہ نام عرش کے پائے پر لکھا دیکھا ہے۔ میں نے آسمانوں کی سیر کی، وہاں کوئی جگہ بھی ایسی نہ تھی، جہاں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نام نہ لکھا ہو، میں نے تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نام عرش کے سینوں، جنت کے پیڑوں کے پتوں نیز طوبیٰ، سدرة المنتہیٰ، حجاب جلال الہی کے کناروں اور فرشتوں کی پیشانیوں پر دیکھا، تو اس کا ورد کثرت سے کر، کیونکہ ملائکہ اسے ہر وقت یاد کرتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، کہ جب مجھے آسمانوں کی معراج حاصل ہوئی، تو میں جہاں سے بھی گزرا، میں نے اپنا نام محمد رسول اللہ لکھا دیکھا۔ اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نام میرے بعد مرقوم تھا۔ الشفاء قاضی عیاض میں مرقوم ہے، کہ ایک قدیمی پتھر پر۔ محمد ثقی مصلح امین لکھا دیکھا۔ ایک اور پتھر پر عبرانی خط میں مرقوم تھا:۔ بِسْمِكَ اللَّهُمَّ، جَاءَ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ بِلسانِ عَرَبِيٍّ مُبِينٍ۔  
لَدَالَةِ إِلَهِ اللَّهِ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ۔ (اس کے راقم موسیٰ بن عمران تھے) یہ روایت ابن ظفر نے بشر میں معمر الزہری سے نقل کی ہے۔

علامہ ابن مرزوق، عبد اللہ بن صوحال سے راوی ہیں کہ ایک دفعہ سخت آندھی چلی اور ہم بحر ہند کے طوفان میں گھرے ہوئے تھے، ہم نے ایک جزیرے میں پناہ لی۔ وہاں ہم نے سرخ رنگ اور بھینی بھینی خوشبو والا ایک گلاب کا پھول دیکھا، جس پر سفید رنگ میں لَدَالَةِ إِلَهِ اللَّهِ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ۔ مرقوم تھا۔ اور ایک سفید گلاب جس پر زرد رنگ سے بواۃً مِنَ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ الْجَنَّاتِ النَّعِيمِ، لَدَالَةِ إِلَهِ اللَّهِ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ لکھا تھا۔ الشفاء میں مذکور ہے، کہ خراسان کے ایک شہر میں ایک بچہ پیدا ہوا جس کے ایک طرف لَدَالَةِ إِلَهِ اللَّهِ اور دوسری طرف محمد رسول اللہ لکھا تھا۔ اسی طرح ہندوستان کے ایک شہر میں ایک سرخ گلاب کی پتی پر سفید الفاظ میں لَدَالَةِ إِلَهِ اللَّهِ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ تحریر تھا۔ یاغی نے روض الریاضین میں روایت کی ہے کہ بلاؤ ہند میں ایک مژدار درخت ایسا ہے جس کا پھل بادام کی طرح خولدار ہے جب اسے توڑا جائے، تو اس سے سبز رنگ کا پٹا ہوا پتہ برآمد ہوتا ہے، جس میں سرخ الفاظ میں واضح طور پر کلمہ طیبہ لکھا ہوتا ہے۔ اور وہ لوگ اس سے



تبرک حاصل کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں، کہ میں نے اس کا ذکر ابو یعقوب صیاد سے کیا، کہنے لگے، کہ مجھے اس پر کوئی حیرت نہیں ہوئی۔ ایک دفعہ میں اُبُلَہ کی نہر پر پھلی کا شکار کھیل رہا تھا میں نے ایک پھلی پکڑی، جس کے دائیں طرف لا الہ الا اللہ اور بائیں طرف محمد رسول اللہ لکھا تھا۔ جب میں نے یہ دیکھا، تو احتراماً اسے پانی میں پھینک دیا۔ اس خبر کی خبر

تصدیق ابو البقائین ضیاء نے اپنی کتاب "منک" میں بروایت حضرت عبدالمدین مالک کی ہے، کہ بلاشبہ اس درخت سے وہ پھل لگتا ہے، جس پر کلمہ طیبہ مرقوم ہوتا ہے۔ آٹھ سو نو ہجری کا واقعہ ہے، کہ ایک انگور کے دانے پر واضح خط میں سیاہ رنگ سے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مرقوم تھا۔ اور ابن طغر بیگ کی کتاب المطلق المفہوم، میں مذکور ہے، کہ بعض آدمیوں نے بیان کیا، کہ انہوں نے ایک جزیرے میں ایک کثیر الاوراق بڑا سا درخت جس سے نہایت عمدہ خوشبو آتی تھی، دیکھا، جس کے پتوں پر تین سطروں میں نہایت واضح اور عمدہ خط میں مندرجہ ذیل عبارت درج تھی۔ پہلی سطر میں لا الہ الا اللہ اور دوسری میں محمد رسول اللہ سرخ رنگ سے تحریر تھا تیسری سطر میں اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ لکھا تھا۔

ابن قتیبہ لکھتے ہیں، کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی علامات میں سے ایک علامت یہ ہے کہ حضور کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت سے پہلے کسی شخص کا نام بھی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نہیں تھا، کیونکہ خدا اس نام کی حفاظت کرنا چاہتا تھا، جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہوا، کہ اس سے پہلے اس نام کا کوئی آدمی نہیں ہو گزرا تھا۔ ہاں جب حضور کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی بعثت کا زمانہ قریب آگیا، اور اہل کتاب نے لوگوں کو بتا دیا کہ آپ کا ظہور قریب آگیا ہے۔ تو کچھ لوگوں نے اپنے بچوں کا نام اس امید پر محمد رکھنا شروع کر دیا، کہ شاید وہ

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہی ہو۔ (وَاللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ وَاذِكْرُ فَضْلِ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ) ایسے لوگوں کی تعداد پندرہ تھی۔

احمد (علیہ التحیۃ والتسلیم) بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ہے۔ یہ وہ نام ہے جس سے آپ کو حضرت عیسیٰ اور حضرت موسیٰ علیہما السلام نے موسوم کیا۔ احمد اسم تفضیل ہے جس کے معنی ہیں اپنے رب کی زیادہ تعریف کنندہ، اور یہی حال حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہے، کیونکہ مقام محمود میں دربارہ حمد الہی جو کچھ آپ کو سکھایا گیا، وہ پیشتر ازیں کسی کو نہیں سکھایا گیا تھا۔ آپ ان اوصاف سے خدا کو یاد کرتے ہیں اور اس طرح آپ کو عظمت اور فضیلت عطا ہوتی ہے اور آپ احمد مجتبیٰ سے پہلے محمد مصطفیٰ نہیں تھے۔ خدا نے آپ کو نبوت عطا کی اور شرف بخشا، اسی وجہ سے احمد کو محمد پر تقدم حاصل ہے، کیونکہ اس (احمد) کا ذکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کیا اور کہا کہ ان کا نام احمد ہے اور اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ نام لیا۔ جب خدا نے ان سے کہا، کہ یہ احمد کی امت ہے، تو انہوں نے درخواست کی، اے خدا! تو مجھے احمد مجتبیٰ علیہ التحیۃ والتسلیم کی امت میں شامل کرے۔ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو محمد کہنے سے پہلے احمد کہا گیا۔ کیونکہ آپ نے خدا کی تعریف کی، قبل اس کے کہ لوگ آپ کی تعریف کریں۔ جب بعد میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی اور پھر بعثت، تو آپ اس وقت بالفعل محمد صلی اللہ علیہ وسلم قرار پائے، یہ علامہ سیلی اور قاضی عیاض کی روایت ہے۔ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں، کہ احمد کے معنی ہیں وہ آدمی کہ جس نے خدا کی سب سے زیادہ تعریف کی اور جس کی سب سے زیادہ تعریف کی گئی۔

**محمود :-** بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام ہے، جو اللہ کے نام حمید کے مشابہ ہے، کیونکہ اس کے معنی بھی محمود ہیں۔ اور اس مقدس نام کا ذکر

زبور میں آیا ہے۔

**الماسی:**۔ حدیث میں اس کے معنی ہیں کفر کا مٹانے والا۔ اور مخلوق عالم میں سے کسی آدمی نے بھی کفر کو اتنا نہیں مٹایا، جتنا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ کیونکہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے، تو تمام اہل عالم کافر تھے، کچھ بتوں کے پجاری تھے، کچھ یہود اور نصاریٰ، صابئی، دہریے، ستاروں اور آگ کو پوجنے والے تھے۔ خدا نے رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے ذریعے کفر کو مٹا دیا۔ اور آپ کے دین کو تمام ادیان پرستح عطا کی، اور آپ کا دین وہاں تک پہنچا، جہاں تک دن اور رات پہنچے ہیں، اور آپ کی دعوت اقصائے عالم میں سورج کی روشنی کی طرح پہنچ چکی ہے۔

**الفاتح:**۔ خدا نے آپ کی معرفت، ہدایت کا عظیم المرتبت راستہ کھول دیا۔ اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اندھی آنکھیں، بہرے کان اور رینڈھکے ہوئے، دل کھول دیئے، نیز آپ نے کفار کے شہر اور جنت کے دروازے وایکے علاوہ ازیں آپ نے مفید علم، صالح عمل اور دین و دنیا کی حقیقت واضح کی۔

**الحاشر:**۔ حدیث میں ہے، کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بایں معنی حاضر ہیں، کہ لوگ آپ کے نقش قدم پر چلیں گے یعنی آپ ان کے قائد ہوں گے، اور وہ پیروکار حضور کریم علیہ التحیۃ والتسلیم پہلے وہ انسان ہیں کہ جب قیامت کے دن زمین پھٹے گی، تو آپ سب سے پہلے روضہ اقدس سے باہر نکلیں گے، اور اہل دنیا آپ کے پیچھے روانہ ہو پڑیں گے، اور میدان حشر میں آپ کی پناہ تلاش کریں گے۔

**العاقب:**۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سب انبیاء علیہم السلام کے بعد تشریف لائے ہیں، اور چونکہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں، اس لیے آپ عاقب بہ معنی آخر ہیں۔

**المَقْفِي** :- اس کے معنی عاقب کی طرح بعد آپ انبیا علیہم السلام کے آثار کے بعد آئے ہیں۔ آپ خاتم النبیین تھے۔

**الاولی** :- کیونکہ آپ از روئے تخلیق اول الانبیا ہیں، اور جس طرح تخلیق میں سب سے پہلے ہیں، واپسی میں بھی آپ پہلے ہیں۔ اولاً آپ کی قبر مبارک شوق ہوگی اور سب سے پہلے آپ ہی بہشت میں داخل ہوں گے۔ آپ پہلے شافع اور پہلے مقبول الشفاعت ہیں جس طرح کہ ابتدائے تخلیق ہیں۔ یعنی عالم آفرینش میں جب خدا نے است بریکم کہا اور اولاد آدم سے میثاق لیا، سب سے پہلے آپ نے جواب دیا اور بلی کہا۔ ان تمام معاملات میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بلا استثنا پہلے انسان ہیں۔

**الآخر** :- بعثت میں سب سے بعد میں تشریف لائے ہیں۔

**الخاتم** :- حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم جس طرح از روئے تخلیق اول النبیین ہیں اسی طرح از روئے بعثت خاتم النبیین بھی ہیں۔

**الظاہر** :- کیونکہ تمام کائنات میں آپ کا ظہور جلوہ ریز ہے اور تمام مذاہب پر آپ کے مذہب کو غلبہ حاصل ہے۔

**الباطن** :- کیونکہ خدائی وحی کی وجہ سے آپ کو اشیا کی حقیقت پر علم حاصل ہے۔

**الروف الرحیم** :- قرآن حکیم میں ہے :- **لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَؤُوفٌ رَّحِيمٌ**۔ روف، رافت سے مشتق ہے، جو رحمت سے لطیف تر ہے، رحیم رحمت سے مشتق ہے، اس کا یہ مفہوم بیان کیا گیا ہے، کہ مطیع لوگوں پر روف ہیں اور گنہگاروں پر رحیم ہیں۔

**الحق :-** یہ بھوٹ کی ضد ہے، اور حضور علیہ السلوٰۃ والسلام کا صدق اور مشن ایک متحقق چیز ہے، ارشاد باری ہے :- **خَتَّىٰ جَاءَهُمُ الْحَقُّ نِسْنَةً فَذَجَاءَكُمْ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكُمْ**۔ ایک روایت میں اس سے مراد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، اور ایک روایت کی رو سے قرآن ہے۔

**المباین :-** اس کے معنی ہیں، وہ ذات جن کا مشن اور جن کی رسالت واضح ہے یعنی خدا نے جس غرض کے لیے آپ کو بھیجا، آپ نے اسے عیاں کر دیا۔ قرآن فرماتا ہے :- **لَتُبَيِّنَنَّ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ**۔

**الجبار :-** حضرت داؤد علیہ السلام کے گیتوں میں آپ کا یہ نام مذکور ہے چنانچہ چولیسویں مزمور میں مذکور ہے "اے جبار! تو اپنی تلوار کو گلے میں جمالی کر۔ کیونکہ آپ کے ناموس اور شریعت کا مدار آپ کے دائیں ہاتھ کی سمیت پر ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان معنوں میں جبار ہیں، کہ آپ نے تلوار سے لوگوں کو قبولِ حق پر آمادہ کیا، اور کفر سے جبراً روکا۔ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ قرآن نے آپ سے اس جبر کی جو کبر کی وجہ سے ہو، اور جو آپ کی شان کے شایاں نہیں ہے، نفی کی ہے ارشاد ہوتا ہے :- **وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ**۔

**المزمل :-** اس کے معنی ہیں اپنے کپڑوں میں لپٹا ہوا۔ السدی کے مطابق اس کے معنی ہیں، اپنے کپڑے اوڑھ کر سونے والا۔

**المدش :-** (اس کا مصدر دثار ہے) جس کے معنی ہیں ایسا آدمی جو چادر اوڑھے ہو۔ حضور نبی کریم علیہ النجیۃ والتسلیم سے روایت ہے، میں غارِ حرا میں تھا، کسی نے مجھے بلایا۔ میں نے دائیں بائیں دیکھا لیکن کوئی شخص نظر نہ آیا۔ اوپر دیکھا، تو فرشہ زمین و آسمان کے درمیان ایک معلق تخت پر بیٹھا ہوا تھا، میں ڈر گیا، گھر لوٹا، تو میں نے خدیجہ رضی اللہ عنہا سے کہا، کہ مجھے چادر اوڑھا دو، اتنے میں حضرت

جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور کہا يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ۔

**النقيب** :- اس کے معنی ہیں نگران، پاسباں اور ذمہ دار۔

**العظيم** :- تواریخ کے پہلے باب میں حضرت اسماعیل علیہ السلام سے

روایت ہے کہ جلدی ہی ایک عظیم امت میں ایک عظیم آدمی پیدا ہوگا۔

**ظہ** :- اس کے معنی یا ظاہر ویا لادی ہیں۔

**یسین** :- امام جعفر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ اس کے معنی یا سید

ہیں اور ابو بکر الوراق کا قول ہے کہ اس کے معنی یا سید البشر ہیں۔

**النبي والرسول** :- اس میں اختلاف ہے کہ آیا یہ دونوں لفظ ہم معنی

ہیں یا مختلف المعانی ہیں بعض پہلے خیال کے حامی ہیں اور بعض دوسرے کے۔

اس بنا پر نبی ایک مخصوص مشن کا مکلف ہوتا ہے اور رسول اس کا بھی اور اس

کے علاوہ کا بھی مکلف ہوتا ہے پس رسول کی حیثیت مخصوص بھی ہے اور مطلق بھی۔

**نبي الملاحم** :- ملاحم بمعنی غزوات ہے اس سے اشارہ ہے اس

جہاد کی طرف جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر فرض ہوا کسی نبی اور اس کی امت

نے اتنا جہاد نہیں کیا جتنا کہ آپ نے اور آپ کی امت نے کیا۔

**مقیم السنۃ** :- کتاب الشفاء میں ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے

دعائ مانگی۔ اے خدا! تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرما، جو بعد از فترت دو انبیاء

کی بعثت کا درمیانی وقفہ سنت قائم کرنے والے ہیں۔

**عبد اللہ** :- اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہترین مقامات پر اس لقب

سے یاد فرمایا :- تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَى عَبْدِهِ

لِيُخْرِجَكُنَّ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ۔ اس کے علاوہ بھی اور کئی آیات ہیں۔ جب

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ اختیار دیا گیا کہ آیا وہ نبی اور ملک ہونا چاہتے ہیں یا

نہ المدثر: ۱۰۔ ۱۱۔ الفرقان: ۱۰

نبی اور بندہ، تو آپ نے بندگی کو ترجیح دی۔ اور حضور نبی کریم علیہ السلام نے تسلیم فرمایا کرتے۔ تم میرے بارے میں ایسا مبالغہ نہ کرنا، جیسا کہ نصرانی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کرتے ہیں، بلکہ تم مجھے "عبداللہ ورسولہ" کہا کرو۔

ماذماذ :- علامہ حجازی نے کتاب الشفا کے حاشیے پر، علامہ سیلی سے نقل کیا ہے، وہ کہتے ہیں، کہ میں نے بنی اسرائیل کے ایک عالم سے جو اسلام لے آیا تھا، سنا، کہ اس لفظ کے معنی طیب ہیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اطمیب اطمیبین تھے۔

البارقلیط یا فارقلیط :- یہ لفظ یوحنا کی انجیل میں مذکور ہے، اور اس کے معنی ہیں راستی کی روح، ابن الاثیر نے النہایہ میں لکھا ہے، کہ اس کے معنی ہیں حق اور باطل میں تفریق کرنے والا، اور نیز وہ شخص جو مومنوں اور کافروں میں اپنی تصدیق اور تکذیب میں تفریق کرتا ہے۔

حطایا :- ابو عمرو رضی اللہ عنہ راوی ہیں، کہ میں نے بعض اسلام لانے والے یہودیوں سے اس لفظ کے معنی دریافت کیے۔ انہوں نے کہا، جو حرم کو حرام سے بچاتا ہے اور حلال سے سازگار ہوتا ہے۔

أحید :- حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، کہ قرآن میں میرا نام محمد، انجیل میں احمد اور توریت میں اجید ہے، اور مجھے اجید اس لیے کہا گیا ہے، کہ میں اپنی امت کو نارہیم سے بچا لوں گا۔

مُنْحَمِنًا :- سریانی میں اس کے معنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔  
المشفع :- کتاب شعیہ میں آپ کو بشارت دی گئی ہے، کہ آپ اندھی آنکھوں کو بصیرت، بہرے کانوں کو سماعت اور بے بصیرت دلوں کو بصیرت دیں گے اور جو کچھ لوگوں کو آپ سے حاصل ہوگا، اور کسی سے حاصل نہ ہو سکے گا۔ مشفع :-

جو خدا کی نئے انداز سے حمد کرے۔

قسم :- جامع للخیر۔

آپ کے اسماء میں مندرجہ ذیل نام بھی شامل ہیں :-

السراج - النور - المنیر - المصباح - النجم - القدر - الشمس - السید -  
 السید - المسعود - الرشید - الخیر - المذکر - المبلغ - المیتہ - المبشر - المنذر -  
 العزیز - البصیر - البر - البشیر - التذیر - الامی - المکی - المذنی - العسبری -  
 الحجازی - التہامی - النقی - التقی - الوفی - الصفی - الولی - المولی - الامین -  
 الامون - المؤمن - الجیب - الحسیب - الطیب - الطاہر - المطہر - الشاکر -  
 الشکور - الشارح - الشافع - الناصح - الصالح - المصلح - الضحاک - المبارک -  
 الحماد - المحاد - الجواد - الکریم - الحکیم - العظیم - المویذ - المختار - المصطفیٰ -  
 المخلص - الہدیٰ - المعصوم - الوجیب - الویلہ - العفو - الصفوح - العطوف - الہادک -  
 المقدس - البرہان - الخیف - الخلیل - الخلیفہ - المکین - الصفوہ - الصادق -  
 المصدوق - صاحب الخوض المورود (اس خوض کے مالک جہاں لوگ پانی پینے  
 آئیں گے) صاحب المقام المہمود - صاحب اللوادر (علم کے مالک) صاحب المعجزات -  
 مفتاح الجنۃ - رسول رحمت - نبی التوبہ - امام الخیر - امام المتقین - امام النبیین -  
 اکرم الناس - خطیب الانبیاء - خیر البریہ (ساری مخلوق سے بہتر) خیرۃ اللہ (اللہ کا  
 پسندیدہ) دار الحکمتہ - دلیل الخیرات (دنیکوں کی طرف رہنمائی کرنے والا) رحمۃ للعالمین -  
 روح القدس - علم یقین - العروۃ الوثقی (مضبوط دسی) مدینۃ العلم - ہدیۃ اللہ (اللہ کا  
 محترم) عبد الکریم (فیاض بندہ) صلی اللہ علیہ وسلم -

کعب الاحبار سے روایت ہے کہ اہل جنت کے یہاں حضور نبی کریم علیہ التحیۃ  
 والصلوٰۃ کا نام عبد الکریم ہے اور اہل جہنم کے یہاں عبد الجبار اور اہل عرش کے یہاں عبد الحمید



اور باقی ملائکہ کے یہاں عبدالمجید۔ اور انبیاء کے یہاں عبد الوہاب اور شیاطین کے یہاں عبد القہار جنوں کے یہاں عبدالرحیم۔ پہاڑوں میں عبدالخالق، میدانوں میں عبدالقادر۔ سمندروں میں عبدالمہمن، مچھلیوں میں عبدالقدوس، شیرانِ بیستہ میں عبدالغیاث۔ وحوش میں عبدالرزاق، درندوں میں عبدالسلام، چار پالیوں میں عبدالمومن، پرندوں میں عبدالغفار تورات میں موزموز، انجیل میں طاب طاب، صحائف میں عاقب، زبور میں فاروق، اللہ کے یہاں ظہ و یاسین اور مومنین کے یہاں محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ آپ کی کنیت ابوالقاسم ہے، کیونکہ آپ مستحقین میں جنت تقسیم فرمائیں گے۔

## فصل دوم

# حنور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قابلِ تکریم اولاد کے بارے میں

حنور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی چار صاحبِ زادیاں تھیں جنہیں حضرت زینب، حضرت رقیہ، حضرت ام کلثوم اور حضرت فاطمہ الزہراء آپ کے صاحبزادوں کی تعداد تین تھی۔ قاسم، ابراہیم، عبداللہ بعض لوگوں نے اس تعداد پر طیب، مطیب، طاہر، مطہر کا اضافہ بھی کیا ہے حضرت قاسم سب سے پہلے صاحبزادے ہیں، جو بعثت سے پہلے پیدا ہوئے جنور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کنیت انہی کے نام سے تھی۔ وہ چلنے تک زندہ رہے۔ ایک روایت میں ہے کہ صرف دو سال زندہ رہے۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا باقی صاحبزادیوں سے بڑی تھیں، ان کی ولادت کے وقت آپ کی عمر تیس برس تھی۔ انہوں نے حنور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بعثت کا زمانہ پایا، اور ہجرت کی، اور ہجرت کے آٹھویں سال فوت ہوئیں۔ آپ کے شوہر ابوالعاص لقیط بن ربیع تھے، جو ان کے خال زاد بھائی تھے۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا

نے شوہر سے پہلے ہجرت کی تھی، اور چونکہ وہ مشرک تھے، اس لیے علیؑ کی ہو گئی تھی۔ بعد میں جب وہ اسلام لے آئے، تو پہلے نکاح کی بنا پر ہی حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو اپنے شوہر کے سپرد کر دیا۔ ایک روایت میں ہے کہ پھر نکاح پڑھایا گیا تھا۔ ان کے یہاں علیؑ نام کا ایک بچہ پیدا ہوا تھا، جو بچپن ہی میں فوت ہو گیا تھا۔ یہ بچہ فتح مکہ کے دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے بعد حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے یہاں حضرت امامہ پیدا ہوئیں جنہیں آپ نے ایک دن نماز صبح میں کندھے پر اٹھایا ہوا تھا۔ جب رکوع کرتے اتار دیتے، اور جب سجدے سے فارغ ہوتے، پھر اٹھالیتے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد حضرت علی کریم اللہ وجہہ نے ان سے شادی کر لی تھی۔

حضرت رقیہ کی پیدائش کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر تینتیس برس تھی۔ ان سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے شادی کی، اور دو بچوں (حبشہ اور مدینہ) میں شریک تھیں۔ اور نہایت خوش شکل تھیں۔ حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم بدر کی مہم پر تھے کہ فوت ہو گئیں۔ ان کے انتقال کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو نکاح کا پیغام بھجوایا۔ جب آپ کو اس کا علم ہوا تو فرمایا، اے عمر! میں تمہیں عثمان سے بہتر آدمی کی نشاندہی کرتا ہوں۔ اور اسی طرح عثمان کو تم سے بہتر آدمی کا پتہ دیتا ہوں۔ کہا، درست ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے فرمایا، تو اپنی بیٹی کا مجھ سے نکاح کر دے اور میں اپنی بیٹی ام کلثوم کو عثمان سے بیاہ دیتا ہوں۔ روایت میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر فرمایا، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، اگر میری سوتیلیاں ہوتیں اور آگے پیچھے مرتی چلی جاتیں، تو میں ہر دوسری کو تجھ سے بیاہ چلا جاتا۔ یہ جبریل علیہ السلام موجود ہیں جو کہہ رہے ہیں، کہ خدا کا حکم ہے کہ میں ام کلثوم

تجھ سے بیاہ دوں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ نکاح ہجرت کے تیسرے سال کیا تھا اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا ہجرت کے نویں سال وفات پانگیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی قبر پر بیٹھ گئے اور آپ کی آنکھوں سے آنسو ٹپک رہے تھے۔

حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا بعثت کے ایک سال بعد جب آپ اکتالیس برس کے تھے، پیدا ہوئیں۔ ابن جوزی کہتے ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نبوت سے پانچ برس پہلے پیدا ہوئیں، ایک مرفوع روایت کے مطابق صاحبزادی کا نام فاطمہ اس لیے رکھا گیا، کہ خدا نے ان کو اور ان کی اولاد کو قیامت کے دن جہنم کی آگ سے آزاد کر دیا ہے۔ اور بتول اس لیے کہتے ہیں کہ وہ اپنے عہد کی عورتوں سے فضل، دین اور حسب و نسب کے لحاظ سے ممتاز ہیں۔ اور ایک روایت کی رو سے انہیں اس لیے بتول کہتے ہیں، کہ انہوں نے دنیا سے قطع تعلق کر کے خدا سے رشتہ جوڑ لیا تھا۔

آپ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے، ہامراشد، ہجرت کے دوسرے سال بیاہ دیا۔ اس وقت ان کی عمر پندرہ سال اور پانچ مہینے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی عمر اکیس سال اور پانچ مہینے تھی۔ ابو عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت فاطمہ اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہما حضور نبی کریم علیہ السلام کی افضل ترین اولاد تھیں۔ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ کو سب سے عزیز تھیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کے منہ پر بوسہ دیتے اور ان کی زبان کو چومتے تھے۔ جب آپ سفر پر روانہ ہوتے، تو سب سے آخر میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ملاقات فرماتے، اور جب واپس تشریف لاتے، تو سب سے پہلے ان کے یہاں تشریف لے جاتے۔ آپ نے فرمایا، فاطمہ میرے دل کا ٹکڑا ہے، جس نے اسے ناراض کیا، اس نے خدا کو ناراض کیا۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔ آپ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا، کیا تجھے یہ بات پسند نہیں، کہ تو تمام مومن عورتوں کی سردار بنا دی جائے۔ یہ

مسلم کی روایت ہے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں افضل النساء مذکور ہے۔

حضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے چھ ماہ بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا

مشکوٰۃ کے دن، رمضان کی چار تاریخ کو ہجرت کے گیارہویں سال فوت ہو گئیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ان کے تین لڑکے (حسن حسین اور محسن تھے اور محسن جو

بچپن میں فوت ہو گئے تھے) اور دو لڑکیاں حضرت زینب اور حضرت ام کلثوم پیدا

ہوئیں۔ حضرت نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی نسل، حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کے دو

بیٹوں حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما سے چلی اور دنیا میں پھیل گئی۔

جناب ابراہیم حضرت ماریہ قبطیہ کے بطن سے تھے، جو ہجرت کے آٹھویں سال

ذوالحجہ کے مہینے میں پیدا ہوئے تھے۔ حضرت سلمیٰ رضی اللہ عنہا جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

کے آقا و کردہ غلام ابورافع رضی اللہ عنہ کی زوجہ تھیں۔ ان کی دایہ تھیں۔ جب ابورافع

نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان (ابراہیم) کی ولادت کی خوشخبری دی، آپ نے

انہیں ایک غلام عطا کیا، اور ساتویں دن دو مینڈھوں سے ان کا حقیقہ کیا۔ ابوہند

نے بچے کا سر مونڈھا، اور آپ نے اسی دن ان کا نام رکھا اور ان کے بالوں کے

وزن کے برابر مساکین کو چاندی دی، اور بال زمین میں دفنادیئے۔

بخاری شریف میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضور نبی کریم

علیہ التحیۃ والتسلیم نے فرمایا، آج رات میرے گھر ایک بچہ پیدا ہوا ہے، جس کا نام

میں نے اپنے باپ کے نام پر ابراہیم تجویز کیا ہے اور انصار نے بچے کو دو دھ پلانے

کے سلسلے میں رغبت کا اظہار کیا۔ تاکہ حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کو خدمت کا وقت

مل سکے۔ آپ نے بچے کو ام بردہ زوجہ برابر بن اوس رضی اللہ عنہا کے سپرد کیا۔ وہ

اپنے بچے کا جس کا تعلق بنو مازن بن نجار سے تھا، دو دھ پلائی تھیں۔ اور پھر ماں کو

واپس کر دی تھیں۔ آپ نے دو دھ پلائی کو ایک قطعہ زمین بس میں کھجوریں

تھیں، دیا تھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں، کہ میں نے کوئی ایسا آدمی نہیں دیکھا، جو اولاد پر رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم سے زیادہ مہربان ہو۔ حضرت ابراہیم کی رضاعت کا انتظام مضافات مدینہ (بالائی حصے) میں تھا، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام وہاں جاتے اس گھر میں داخل ہوتے۔ حضرت ابراہیم کے رضاعی باپ لوہار تھے، انہیں (بچے کو) چومتے اور پھر واپس آجاتے۔ یہ حاتم کی روایت ہے۔ بخاری شریف میں مذکور ہے کہ آپ بچے کو سونگھتے بھی تھے۔

حضرت ابراہیم سترون کے بعد فوت ہو گئے۔ ایک روایت میں اس سے زیادہ دنوں کا ذکر ہے۔ نماز جنازہ جنت البقیع میں پڑھی گئی۔ فرمایا، ہم اسے اپنے پیشرو عثمان بن مظعون کے پاس دفن کریں گے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی قبر کے ایک کنارے پر بیٹھ گئے، اور قبر پر پھڑکاؤ کیا گیا، اور نشان لگایا گیا۔ یہ پہلی قبر تھی جس پر پھڑکاؤ ہوا تھا۔ (رضی اللہ عنہ)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت میں ہے کہ حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے حضرت عبدالرحمن بن کوف رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا، اور انہیں لے کر نخل آئے۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صاحبزادے ابراہیم آخری دموں پر تھے۔ حضور نبی کریم نے انہیں اٹھا کر گود میں رکھا، آپ کے آنسو جاری تھے، فرمایا، اے ابراہیم، ہم تیری وجہ سے غمگین ہیں۔ آنکھیں روتی ہیں، دل مغموم ہے اور ہم کوئی ایسی بات نہیں کہہ سکتے جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوں۔ حضرت ابراہیم کی وفات کے دن سورج گرہن تھا۔ لوگ کہنے لگے، یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے کی وفات کی وجہ سے ہے۔ حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے فرمایا، سورج اور چاند اللہ کی نشانیاں ہیں۔ ایسی کی موت سے ان میں گہن نہیں آتا۔ یہ شیخین کی روایت ہے۔ حضرت ابن عباس

سے روایت ہے، کہ جب حضرت ابراہیم فوت ہوئے، فرمایا، اسے دو دھ پلانے والی جنت میں مل جائے گی۔ اگر وہ زندہ رہتا تو سچا نبی ہوتا۔ اور اگر وہ زندہ رہتا، تو میں اس کے نسیال (قبیلوں) کو آزاد کر دیتا۔ اور کوئی قبیل بھی غلام نہ بنایا جاتا۔

### فصل سوم

## حضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات اور کنیزیں

قرآن حکیم کا ارشاد ہے: **بِالَّتِيْ اُولٰٓئِكَ بِاَلْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ اُمَّهَاتِهِمْ**۔ اس آیت سے ان کے نکاح کی حرمت، خلوت و جلوت میں ان کے لازمی احترام، باقی عورتوں پر ان کی فضیلت نیز نیکیوں پر دُگنا ثواب اور خطاؤں پر دُگنا عذاب اور سوائے حجاب کے ان سے کوئی بات پر پھینکی ممانعت کا ذکر ہے۔

ازواج مطہرات میں سب سے بلند مرتبہ حضرت خدیجہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما ہیں اور اس میں اختلاف ہے کہ دونوں میں کون افضل ہے۔ نیز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ازواج کی تعداد کے بارے میں اختلاف ہے، بہر حال اس پر اتفاق ہے کہ ان کی تعداد گیارہ تھی۔ ان میں سے چھ خدیجہ بنت خویلد، عائشہ بنت حضرت ابوبکر، حفصہ بنت حضرت عمر، ام حبیبہ بنت ابوسفیان، ام سلمہ بنت ابی امیہ اور سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہم قریش سے تھیں اور چار زینب بنت جحش، میمونہ بنت الحارث، زینب بنت جزیہ اور جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہم عرب تھیں اور ایک صفیہ بنت یحییٰ رضی اللہ عنہا غیر عرب تھیں۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوئے، تو اس وقت تعداد نو تھی۔

۱۔ ازواج مطہرات

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کیا، تو وہ بیوہ تھیں اور ان کی عمر چالیس برس تھی، اور حضور نبی کریم علیہ السلام نے نکاح کی عمر پچیس برس تھی۔ آپ نے ان کا مہر بیس اونٹ مقرر کیا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ مہر کی مقدار بارہ اوقیہ سونا تجویز ہوئی تھی۔ عورتوں میں سب سے پہلے آپ ایمان لائیں۔ جبریل علیہ السلام نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! خدیجہ رضی اللہ عنہا کو خدا کی طرف سے اور میری طرف سے سلام کہیے۔ اور انہیں جنت میں ایک ایسے گھر کی بشارت دیجئے، جو موتیوں کا بنا ہوا ہے۔ جس میں نہ شور و شغب ہے، نہ کوئی اور تکلیف۔ جب بھی کوئی شخص حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تردید یا تکذیب کرتا، اور آپ کو اس کا دکھ ہوتا، تو واپسی پر ام المؤمنین رضی اللہ عنہا آپ کی ولداری کرتیں جس سے دکھ میں کمی ہو جاتی۔ آپ کی تصدیق کر کے لوگوں کی بدسلوکی کے سبب کو ہلکا کرتیں۔ تا آنکہ وہ فوت ہو گئیں۔ حضرت شیخ الاسلام شرح البہرہ میں لکھتے ہیں کہ اہمات المؤمنین رضی اللہ عنہن میں حضرت خدیجہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما سب سے افضل ہیں۔ البتہ ابن دونوں میں کون افضل ہے اس میں اختلاف ہے۔ ابن عماد رضی اللہ عنہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت کے قائل ہیں۔ کیونکہ یہ امر ثابت ہے کہ ایک دفعہ حضور نبی کریم علیہ السلام نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس فقرے دکھائے کہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے بہتر بیویاں دی ہیں، کے جواب میں فرمایا تھا: بخدا ایسا نہیں ہے۔ خدیجہ رضی اللہ عنہا مجھ پر ایمان لائی، جب لوگوں نے انکار کیا۔ اس نے تصدیق کی جب لوگوں نے تکذیب کی، اس نے اپنا مال مجھے دیا، جب لوگوں نے زکاوتیں پیدا کیں۔ ابن داؤد سے پوچھا گیا، تو انہوں نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر فضیلت دی۔ اور نیز ان کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے افضل ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے، اس بنا پر میں حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے دل کے ٹکڑے کا کسی اور سے موازنہ نہیں کرتا۔ نیز آپ کا یہ قول حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت پر وال ہے :- أَمَّا تَوْحِشِينَ أَنْ تَكُونِي سَيِّدَةَ نِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ إِلَّا مَرْيَمَ۔ امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ سے اس بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ جس بات کو ہم پسند کرتے ہیں اور خدا کو گواہ ٹھہراتے ہیں وہ یہ ہے کہ پہلا نمبر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا، دوسرا نمبر ان کی ماں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا اور تیسرا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہے۔ ابو امامہ بن نقاش کی رائے ہے کہ قبول اسلام میں پہل اور ابتدائے اسلام میں ان کی خدمات، ارتکاب خطرات، امداد اور استقلال کی بنا پر جس میں ان کی ذات اور مال شریک تھا، کوئی بھی، عائشہ رضی اللہ عنہا ہوں یا کوئی اور، ان کا مد مقابل نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح دین کی امت محمدیہ میں اشاعت اور تبلیغ کی رو سے جو ان کا امتیازی وصف ہے۔ نہ تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور نہ کوئی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مثیل ہو سکتا ہے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ہجرت سے تین سال پہلے مکہ میں انتقال فرمایا اور حجوں میں ذوق نہیں۔ اس وقت ان کی عمر پینسٹھ برس تھی۔ اس زمانے میں نماز جنازہ نہیں پڑھی جاتی تھی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ان کی مدت قیام پچیس برس تھی۔

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا قدیم الاسلام ہیں، جنہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی۔ پہلے اپنے عمزاد بھائی سکران بن عمرو رضی اللہ عنہ سے بیایا گئی تھیں۔ دونوں ساتھ ایمان لائے۔ اور دونوں نے حبشہ کی ہجرت ثانیہ میں حصہ لیا۔ جب مکے لوٹیں تو ان کے شوہر فوت ہو گئے اور حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے ان سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد نکاح کر لیا۔ پھر سوہ کا نکاح



حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے عقد سے پہلے ہوا تھا۔ بعض کی رائے ہے کہ بعد میں ہوا تھا جب حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کی عمر زیادہ ہو گئی، تو آپ نے طلاق کا ارادہ کیا۔ لیکن حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے کہنے پر آپ نے ارادہ بدل لیا، اور انہوں نے اپنی باری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دے دی۔ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے مدینے میں چون بھری میں شوال کے مہینے میں وفات پائی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے آپ نے  
حضرت عائشہ سے نکاح :- چار سو درہم مہر پر نکاح کیا۔ یہ واقعہ نبوت کے

دسویں سال ہجرت کے تین برس پہلے شوال میں وقوع پذیر ہوا، اس وقت ان کی عمر چھ برس تھی، ہجرت کے دوسرے سال شوال میں جبکہ ان کی عمر نو برس تھی رخصتی ہوئی۔ حضرت ابو عمر کہتے ہیں، چونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نکاح ان سے شوال کے مہینے میں ہوا تھا، اور رخصتی بھی شوال میں ہوئی تھی۔ اس لیے ہماری خواہش ہوتی کہ عورتیں اپنے دوستوں اور عزیزوں کو ملنے اسی مہینے میں جایا کریں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کو تمام ازواج سے زیادہ محبوب تھیں۔ چنانچہ جب وہ کسی چیز کا تقاضا کرتیں، حضور نبی کریم علیہ السلام نے تسلیم مان لیتے۔ آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بتایا کہ میں نے ستر تین رات خواب میں دیکھا کہ فرشتہ تجھے ایک سفید ریشمی کپڑے میں لپیٹ کر لایا، کہنے لگا، یہ آپ کی زوجہ ہیں۔ میں نے ترے چہرے سے پردہ ہٹایا اور کہا، کہ اگر یہ اللہ کی مرضی ہے، تو ٹھیک ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مدت قیام نو سال تھی جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا ان کی عمر اٹھارہ برس تھی۔ ان کے سوا اور کسی باکرہ عورت سے آپ نے نکاح نہیں کیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فقیدہ، عالم اور فصیح البیان تھیں۔ حضور نبی کریم

کی احادیث بکثرت یاد تھیں۔ ایام العرب اور اشعار عرب سے واقف تھیں۔ صحابہ اور تابعین کی ایک بڑی جماعت نے ان سے احادیث روایت کیں انہوں نے مدینہ منورہ میں چھیا سٹھ برس کی عمر میں، منگوار کے دن، رمضان المبارک کی سترہ تاریخ کو اٹھاؤن ہجری میں وفات پائی۔ اور اپنے بھانجے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے نام پر ان کی کنیت ام عبداللہ تھی۔ ان کی کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا :- رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم سے پہلے وہ عقیس بن عذافہ کی بیوی تھیں۔ ان کے ساتھ ہجرت کی۔

ان کے شوہر غزوہ بدر کے بعد فوت ہو گئے تھے۔ پھر آپ نے ان سے ہجرت کے تیسرے سال نکاح کر لیا۔ ایک بار حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں ایک طلاق دے کر رجوع کر لیا تھا۔ کیونکہ وحی نازل ہوئی تھی، اور ارشاد ہوا تھا کہ حفصہ کو واپس لے لیجئے۔ کیونکہ وہ صوم و صلوٰۃ کی حد سے زیادہ شائق ہیں، اور ہم نے ان سے آپ کا جنت میں نکاح کر دیا ہے۔ صحابہ اور تابعین کی ایک جماعت نے ان سے احادیث کی روایت کی۔ انہوں نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ہجرت کے پینتالیسویں سال شعبان کے مہینے میں جب وہ ساٹھ سال کی ہو چکی تھیں، وفات پائی۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا :- ان کا نام ہند تھا۔ وہ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم سے پہلے حضرت ابوسلمہ بن عبدالاسد رضی اللہ عنہ

کی زوجہ تھیں۔ وہ پہلی خاتون تھیں جنہوں نے اپنے خاوند کے ساتھ حبشہ کو ہجرت کی اور پھر مدینہ میں ہجرت کر کے جانے والی بھی وہ پہلی خاتون تھیں۔ ان کے شوہر ہجرت کے چوتھے سال فوت ہو گئے تھے۔ پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اور پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نکاح کا پیغام بھجوایا، مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ پھر حضور اکرم

نے پیغام بھجوایا۔ تو انہوں نے بے حد مسرت قبول کر لیا۔ اور اپنے بیٹے سے کہا، کہ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم سے میرا نکاح پڑھا دو۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نہایت خوبصورت خاتون تھیں۔ انہوں نے چوراسی سال کی عمر میں انسٹھ ہجری میں وفات پائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔

ان کا نام رملہ تھا اور عبید اللہ بن محش کی حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا :- زوجہ تھیں۔ حبشہ کی ہجرتِ ثانیہ میں دونوں نے حبشہ کو ہجرت کی لیکن عبداللہ نے عیسائیت قبول کر لی اور مرتد ہو گیا اور وہیں مر گیا۔ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا اسلام پر ثابت قدم رہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن امیہ الضمری رضی اللہ عنہ کو نجاشی شاہ حبشہ کے پاس بھیجا، تاکہ آپ کی طرف سے انہیں پیغام نکاح بھجوائے، چنانچہ نجاشی نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بیاہ دیا اور چار سو دینار بطور مہر مقرر کیے۔

نجاشی نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور باقی مسلمانوں کو جو ان دنوں وہاں تھے طلب کیا۔ نجاشی نے خطبہ پڑھا :- اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْمَدِيْكَ الْقُدُّوْسِ السَّلَامِ الْمُؤْمِنِ الْمُهَيْمِنِ الْعَزِيْزِ الْجَبَّارِ - اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ - اَرْسَلَهُ بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهِ - وَ لَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ - اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ اُجِبْتُ اِلٰى مَا دَعَمْتُ اِلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَ رَوَّجْتُهٗ اُمِّ حَبِيْبَةَ بِنْتِ اَبُوْسُفْيَانَ فَبَارَكَ اللّٰهُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -

نجاشی نے دینار خالد بن سعید بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کے حوالے کیے جو انہوں نے لے لیے۔ پھر انہوں نے اسٹھنے کا ارادہ کیا۔ تو نجاشی نے کہا، ابھی بیٹھے رہو، کیونکہ سنت انبیاء یہ ہے کہ جب وہ نکاح کرتے ہیں، تو نکاح کے بعد کھانا کھلاتے

ہیں، چنانچہ کھانا منگوا یا گیا۔ مہمانوں نے کھایا اور رخصت ہو گئے۔ ام المومنین رضی اللہ عنہا نے مدینے میں ہجرت کے چوبیسویں سال وفات پائی۔

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا :- عبد المطلب تھا حضور صلی اللہ

ان کی والدہ کا نام امیہ بنت علیہ وسلم نے ان کی شادی حضرت زید بن عارض رضی اللہ عنہ سے کی تھی، کچھ عرصہ ان کے پاس رہیں۔ بعد میں طلاق ہو گئی۔ جب عدت گزر گئی، حضور نبی کریم علیہ السلام نے حضرت زید سے کہا، جاؤ اور اس سے میرا ذکر کرو۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ راوی ہیں، کہ میں زینب رضی اللہ عنہا کے پاس گیا۔ دروازے کی طرف پیٹھ کر کے بیٹھ گیا۔

اسے زینب! مجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا ہے، تاکہ آپ کا پیغام پہنچاؤں۔ کہنے لگی، میں اس باب میں کسی سے کوئی بات نہیں کروں گی، جب تک خدائی حکم نہ آجائے۔ اس پر قرآن پاک کی یہ آیت نازل ہوئی :- فَلَمَّا قَضَىٰ ذِي الْقَعْدِ مِنْهَا

ذُكْرًا ذَوْجًا كَهَذَا۔ اس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آئے، اور بغیر اجازت اندر چلے گئے۔ یہ روایت مسلم کی ہے۔ حضرت زینت رضی اللہ عنہا باقی ازواج پر فخر کیا کرتیں۔

اور کہتیں، کہ تمہیں تو تمہارے بزرگوں نے بیاہا ہے اور مجھے خدا نے سات آسمانوں کے اوپر بیاہا۔ یہ نکاح ہجرت کے پانچویں سال ہوا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان کے

بارے میں کہا تھا :- میں نے معاملات دین میں ان سے بہتر خاتون نہیں دیکھی۔ خدا سے ڈرنے والی، راست گو، اقربا سے صلہ رحمی کرنے والی، خدا کی راہ میں خیرات کرنے والی۔

اور ایسے اعمال کی بجا آوری میں، جو خدا کے قرب کا باعث بن سکتے تھے۔ اپنے آپ پر حد درجہ سخت گیر تھیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے بعد ازواج مطہرات

میں سے سب سے پہلے وہ فوت ہوئیں۔ انہوں نے مدینے میں ہجرت کے بیسویں سال ترقن برس کی عمر میں وفات پائی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔

ان کے شوہر کا نام عبد اللہ بن  
حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا :- محش رضی اللہ عنہا، جو اُحد

کی لڑائی میں شہید ہو گئے تھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان سے تین بھری میں نکاح  
 کیا۔ مگر وہ دو تین ماہ کے بعد فوت ہو گئیں۔ اور بقیع میں دفن ہوئیں۔ وہ حضرت میمونہ  
رضی اللہ عنہا کی از طرف ماور بہن تھیں۔

وہ پہلے ابورہم بن عبد العزیٰ کی زوجہ تھیں۔  
حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا :- حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے عسری

کے ساتویں سال فتح خیبر کے بعد جب عمرے کا احرام باندھا ہوا تھا، نکاح کیا جناب  
میمونہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بارے میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو اختیار دے رکھا  
 تھا۔ انہوں نے حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم سے حالت احرام میں نکاح کر دیا۔ جب  
 آپ واپس آئے، تو بہ مقام سرف جو مکے سے دس میل کے فاصلہ پر ہے ازواجی  
 تعلقات قائم کیے۔ ابن اسحاق راوی ہیں، کہ یہ وہ خاتون ہیں جنہوں نے اپنا آپ  
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بخش دیا تھا۔ واقعہ یوں ہے، کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام  
 کا پیغام انہیں موصول ہوا، تو وہ اونٹ پر سوار تھیں۔ کئے لگیں کہ یہ اونٹ اور اس کا  
 سوار ہر دو اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہیں۔ انہوں نے سرف کے مقام پر  
 اکاون بھری میں وفات پائی۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور  
 قبر میں اتارا۔

ان کے شوہر کا نام مسافع بن صفوان تھا۔  
حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا :- اور وہ غزوہ مریح میں ہجرت کے پانچویں

سال ثابت بن قیس انصاری کے حصے میں آئی تھیں۔ انہوں نے ان سے مکاتبت کر  
 لی پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر کئے لگیں، یا رسول اللہ! میں جویریہ بنت حارث

ہوں۔ اور جو صورت حال مجھے پیش آئی ہے، وہ آپ کو معلوم ہے۔ اور میں ثابت بن قیس کے ہتھے میں آئی ہوں۔ اور میں نے مکاتبت کر لی ہے، میں آپ سے ذرہ کتابت مانگنے آئی ہوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر میں اس سے بہتر تجویز کروں تو! انہوں نے پوچھا، وہ کیا ہے؟ فرمایا، میں تیرا ذرہ کتابت ادا کر کے تجھ سے نکاح کر لوں۔ کہنے لگیں ٹھیک ہے۔ اہل شکر کو معلوم ہوا، کہ حضور علیہ التحیۃ والتسلیم نے حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کر لیا ہے، انہوں نے سارے قیدی حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے کسرال ہونے کی وجہ سے آزاد کر دیئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں، کہ جویریہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کوئی خاتون بھی اپنے قبیلے کے لیے اتنی عظیم برکت کا سبب نہ بن سکی، ان کی وجہ سے بنو مصلح کے کم از کم سو خاندان آزاد کر دیئے گئے۔ اس وقت ان کی عمر بیس برس تھی۔ اور جب وہ بچپن بھری میں فوت ہوئیں تو ان کی عمر پینسٹھ برس تھی۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا :- وہ حضرت ہارون علیہ السلام کے خاندان سے تھیں اور کنانہ بن ابی العقیق کی (جو خبیر کی جنگ میں مارا گیا تھا) زوجہ تھیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر فتح کیا اور جنگی قیدی جمع کیے تو حضرت وحیہ رضی اللہ عنہا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس آئے اور ایک لونڈی کے لیے درخواست کی، فرمایا، جاؤ اور لے لو۔ انہوں نے صفیہ بنت حبیبی کا انتخاب کیا، اتنے میں ایک شخص نے آکر عرض کی، یا رسول اللہ! آپ نے صفیہ (جو بنو قریظہ اور بنو نضیر کے سردار کی بیٹی ہے) وحیہ کو دے دی حالانکہ وہ آپ کے لیے موزوں ہے۔ فرمایا، اسے میرے پاس بھیجو۔ حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے دیکھ کر وحیہ رضی اللہ عنہا کو کہا، جاؤ، تم کوئی اور ڈھونڈو جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جناب صفیہ رضی اللہ عنہا کو آزاد کر دیا، اور نکاح کر لیا

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابھی راستے ہی میں تھے، کہ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے انہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے تیار کیا۔ اور رات کو آپ کے سامنے پیش کیا۔ دوسری صبح ان کی حیثیت دلہن کی تھی۔ فرمایا، جس کے پاس بھی کوئی زائد چیز ہو، لے آؤ۔ آپ نے کپڑا بچھایا، لوگ چھوٹی چھوٹی چیزیں لے آئے، کوئی کھجور لایا، کوئی تیل لایا، پھر علوہ بنایا گیا یہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ولیمہ تھا حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے بچا پس بھری میں رمضان المبارک کے مہینے میں بہ عہد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ وفات پائی اور بقیع میں دفن ہوئیں۔ یہ فہرست ہے ان ازواج مطہرات کی جن کے آپ سے تعلقات ازواجی قائم تھے اور تمام اہل علم کا اس پر اتفاق ہے۔

روایت میں ہے، کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ خواتین کے علاوہ بھی کئی اور خواتین سے نکاح کیا اور ان کی تعداد بارہ ہے۔ پہلی ام شریکہ رضی اللہ عنہا ہیں جنہوں نے اپنا آپ حضور کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بخش دیا تھا مگر آپ نے قبل از جماع ہی طلاق دے دی تھی۔ چنانچہ انہوں نے تامرگ شادی نہ کی۔

۶۔ وہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا بھی ان عورتوں سے ہیں جنہوں نے اپنا آپ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بخش دیا تھا۔ اسی طرح خولہ بنت ہذیل رضی اللہ عنہا نے بھی اپنا آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بخش دیا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے بھی نکاح کیا تھا، لیکن وہ آپ کے پاس آنے سے پہلے ہی فوت ہو گئیں۔ تیسری خاتون مگرہ بنت یزید رضی اللہ عنہا تھیں جنہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے طلاق دے دی تھی اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تھا کہ انہیں تین کپڑے دے دیں۔ چوتھی اسما بنت عثمان رضی اللہ عنہا تھیں، آپ نے ان سے نکاح کیا، جب آپ نے اپنے پاس بلایا، تو کسی کے بہکانے پر کہنے لگیں، اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْكَ۔ آپ نے فرمایا، تو نے درست پناہ مانگی ہے۔ آپ نے اسے

واپس کر دیا۔ وہ ساری زندگی اپنے آپ کو بد بخت کہا کرتی تھیں۔ پانچویں ملکہ بنت کعب رضی اللہ عنہا تھیں بعض لوگ اس خاتون کے نکاح کے منکر ہیں۔ چھٹی فاطمہ بنت ضحاک رضی اللہ عنہا تھیں۔ ان سے نکاح کیا، لیکن آپ نے علیؑ کی اختیار کر لی۔ یہ بھی روایت ہے کہ اس خاتون کے باپ نے عرض کی تھی۔ ابھی تک اس سے جماع کی نوبت نہیں آئی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اس کی ضرورت ہی نہیں۔ ساتویں عالیہ بنت ظبیان رضی اللہ عنہا تھیں۔ آپ نے ان سے نکاح کیا اور کچھ عرصہ آپ کے ساتھ رہیں، پھر طلاق ہو گئی۔ آٹھویں قتیلہ بنت کیس تھیں۔ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے سے پہلے ہی فوت ہو گئی تھیں۔ نویں سنا بنت اسماء رضی اللہ عنہا ہیں۔ یہ بھی حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی خدمت میں نہ آسکیں اور فوت ہو گئیں۔ ابن اسحاق کی روایت کے مطابق آپ نے خلوت سے پہلے ہی طلاق دے دی تھی۔ دسویں شراف بنت خلیفہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ جو وحیدہ الکلبی رضی اللہ عنہا کی بہن تھیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان سے نکاح کیا، لیکن خلوت سے پہلے ہی فوت ہو گئیں۔ گیارہویں لیلیٰ بنت خلیفہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ آپ نے ان سے نکاح کیا۔ لیکن وہ دوسری ازواج کے وجود کو برداشت نہ کر سکیں۔ چنانچہ انہوں نے حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم سے علیحدگی کی درخواست کی، آپ نے انہیں علیحدہ کر دیا۔ اور انہیں بھیڑیا کھا گیا۔ بارہویں بنو عفار کی ایک عورت تھی جس سے آپ نے نکاح کیا۔ اس کے پہلو میں ایک سفید نشان دیکھا۔ آپ نے اسے واپس بھیج دیا۔ لیکن جو کچھ اسے دیا تھا، واپس نہ لیا۔ یہ ذکر ہے، ان خواتین کا جن سے آپ نے نکاح کیا اور اپنی زندگی ہی میں انہیں علیحدہ کر دیا۔ بعض کو قبل از خلوت اور بعض کو بعد از خلوت۔

یہ روایت بھی ہے کہ حضور علیہ السلام نے کئی عورتوں کو نکاح کا پیغام بھی بھجوایا تھا ان میں سے ایک خاتون مڑہ بن عوف تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے



والد کو پیغام بھجوایا۔ باپ نے کہلا بھیجا، کہ لڑکی کو برص کی بیماری ہے، حالانکہ یہ بات غلط تھی۔ جب گھر واپس آیا۔ تو دیکھا کہ لڑکی کو وقتی برص ہو گیا ہے۔ دوسری ایک قریشی لڑکی تھی، اس کا نام سودہ تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے نکاح کا پیغام بھجوایا، اس کے کئی بچے تھے، کہنے لگی، میں ڈرتی ہوں، کہ یہ آپ کے سر کے گرد بیٹھ کر چھینیں گے، چلا نہیں گئے۔ آپ نے اس کے لیے دعا فرمائی اور علیحدہ کر دیا۔ تیسری صفیہ بنت ہشام تھی۔ یہ لڑکی جنگی قیدیوں میں آئی تھی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنے اور خاوند میں انتخاب کا موقعہ دیا۔ اس نے خاوند کو ترجیح دی۔ چوتھی کا نام مذکور نہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے نکاح کا پیغام بھجوایا۔ اس نے کہلا بھیجا، میں اپنے باپ سے مشورہ کرنا چاہتی ہوں۔ آپ نے اجازت دے دی۔ پھر وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس آگئی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہم نے تیرے بغیر لحاف پالیا ہے۔ پانچویں ام ہانی فاختہ بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ہمیشہ تھیں۔ آپ نے پیغام بھجوایا، کہنے لگیں، میں بال بچے دار ہوں۔ انہوں نے معذرت کی، آپ نے قبول فرمائی۔ چھٹی ضباعہ بنت عامر رضی اللہ عنہا تھیں۔ آپ نے انہیں ان کے بیٹے حضرت سلمہ بن ہاشم کی معرفت پیغام بھجوایا۔ تاکہ اسے مشورہ دے۔ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کو کسی نے بتایا کہ ضباعہ نے گھنٹہ کا اظہار کیا ہے، جب بیٹا مال کی رضامندی لے کر واپس آیا، تو آپ نے سکوت فرمایا اور نکاح نہ ہو سکا۔ ساتویں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیٹی امامہ تھی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پیش کی گئی، تو آپ نے فرمایا، یہ میرے رضاعی بھائی کی بیٹی ہے۔ آٹھویں عذہ بنت ابوسفیان تھیں۔ جسے ان کی بہن ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا، فرمایا یہ اپنی بہن کی وجہ سے مجھ پر حلال نہیں۔

روایت ہے کہ حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے بنو جندبہ کی ایک عورت سے

جو جذب بن صمرہ کی لڑکی تھی، نکاح کیا، لیکن اس سے خلوت کی نوبت نہ آئی۔ لیکن  
راوی اس روایت کو غلط کہتے ہیں۔ یہ ان عورتوں کی فہرست ہے، جن سے آپ نے  
نکاح کیا، یا نکاح کا پیغام بھجوایا۔ یا جن سے خلوت کی پانہ کی۔ اور یا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام  
سے ان کا ذکر کیا گیا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی لونڈیوں کی تعداد چار تھی۔ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا  
جو حضرت ابراہیم کی والدہ تھیں، جنہیں مقوقس حاکم سکندریہ نے بطور تحفہ بھیجا تھا، وہ  
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں سولہ بھری میں فوت ہوئیں اور جنت البقیع میں  
دفن ہوئیں۔

دوسری ریحانہ قرظیہ رضی اللہ عنہا ہیں، جو حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی وفات  
سے پہلے دس بھری میں فوت ہوئیں۔ اور بقیع میں دفن ہوئیں۔ تیسری زینب بنت جحش  
تھیں جنہوں نے اپنا آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بخش دیا تھا۔ چوتھی کسی  
غزوے میں قید ہو کر آئی تھیں۔

### فصل چہارم

## حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچاؤں، چچو پھوپھوں

### رضاعی بھائیوں اور دادیوں کے بارے میں

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقربا کے مناقب میں  
ذخائر العقبیٰ کا نصف :- لکھا ہے، کہ آپ کے بارہ چچا تھے اور حضور نبی کریم  
علیہ التحیۃ والتسلیم کے والد ماجد حضرت عبداللہ، جناب عبدالمطلب کے تیرھویں فرزند تھے۔  
ان کے نام حسب ذیل ہیں :- الحارث - ابوطالب (نام عبدالمناف تھا) زبیر - ان

کی کنیت ابوالمحارث تھی، حمزہ، ابولہب (نام عبدالعزی تھا) غیداق، مقوم، ضرار، عباس، قثم، عبدالکعبہ اور جحل (نام مغیرہ تھا) حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوعمارہ اور ابوعلی تھی۔ وہ بعثت کے دوسرے سال اسلام لائے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ چھٹے سال حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، کہ مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ کہ خدا کے ہاں ساتویں آسمان پر مرقوم ہے، کہ حمزہ اللہ اور اس کے رسول کے شیر ہیں۔ نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ میرے چچاؤں میں حمزہ رضی اللہ عنہ سب سے بہتر ہیں۔ اور آپ نے سب سے پہلے جو علم ترتیب دیا، وہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے لیے تھا۔ اور سب سے پہلی فوجی مہم حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی سرکشی میں بھیجی گئی تھی بغزوہ بدر اور غزوہ احد میں حاضر تھے، آخر الذکر جنگ میں وحشی کے ہاتھوں شہید ہو گئے تھے۔ جب آپ نے انہیں اس حالت میں دیکھا، تو رو پڑے اور جب ان کے ناک کان کٹے دیکھے، تو آپ کی یونٹیں نکل گئیں۔ فرمایا مجھے کبھی ایسی مصیبت پیش نہیں آئی، اور میں نے کبھی ایسا دردناک منظر نہیں دیکھا تھا۔ حضرت ابن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کو اس شدت سے کبھی روتے نہیں دیکھا جیسا کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت پر۔ آپ نے انہیں قبلہ رخ رکھا پھر نماز جنازہ کے لیے کھڑے ہوئے اور اس شدت سے روئے، کہ پچکی بندھ گئی۔ فرمایا، اے حمزہ! اے میرے چچا! اے اللہ اور رسول کے شیر! اے حمزہ خیرات کرنے والے، مصائب کو رفع کرنے والے اور رسول کی ذات سے تکالیف دور کرنے والے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم عام طور پر جنازے میں چار تکبیریں کہتے تھے، لیکن حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے لیے ستر تکبیریں کہیں۔ شہادت کے دن حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی مگر انسٹھ برس تھی۔ انہیں اور ان کے بھانجے حضرت عبداللہ بن محمش رضی اللہ عنہ کو ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا۔ حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے ہیں حیران

ہوں، کہ حضرت حمزہ کا قاتل کیسے نجات پائے گا۔ مگر آنحضرتؐ وہ کثرت شراب نوشی سے مرگیا۔ ابن ہشام راوی ہیں، مجھے معلوم ہوا کہ وحشی کو ہمیشہ شراب نوشی کی وجہ سے حد ماری جاتی تھی۔ اس کا نام رجبڑ سے نکال دیا گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے، مجھے یقین تھا کہ خدا حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل کو ہرگز نہ چھوڑے گا۔

**حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو الفضل تھی۔**  
**حضرت عباس رضی اللہ عنہ :-** وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دو یا تین سال بڑے تھے۔ قریش کے رؤسا سے تھے۔ مسجد حرام کی دیکھ بھال ان کے سپرد تھی۔ فتح خیبر سے پہلے ایمان لائے۔ وہ اسلام کو چھپانے رہے اور فتح مکہ کے دن اس کا اظہار کیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بعد از قبول اسلام ان کی تعظیم و تکریم کیا کرتے تھے۔ حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے فرمایا، "عباس میرا چچا اور میرے باپ کا بھائی ہے۔ جس نے اسے تکلیف دی، مجھے تکلیف دی۔" ایک دن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے کہا، چچا جان! کل آپ اور آپ کے بیٹے میرے آنے تک گھر سے باہر نہ جائیں، کیونکہ مجھے آپ سے کام ہے۔ جب آپ تشریف لائے، تو آپ نے ان سب کو ایک کپڑا اوڑھا دیا، پھر فرمایا :- اسے خدا یہ میرا چچا اور میرے باپ کا بھائی ہے اور یہ سب لوگ میرے اہل بیت ہیں، تو انہیں نارہم سے اس طرح ڈھانپ لے، جس طرح کہ میں نے اس کپڑے سے ڈھانپ لیا ہے۔ یہ دعاسن کر دروازوں کی چوکتوں اور گھر کی دیواروں نے آمین آمین کہی۔ یہ روایت ابن غیلان وغیرہ کی ہے۔

ترمذی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں چادر اوڑھا دی، اس کے بعد ہمیں انداز دعا مانگی: **اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْعَبَّاسِ وَوَلَدِهِ مَغْفِرَةً ظَاهِرَةً وَبَاطِنَةً لَا تَعَادِرُ وَوَبْنَا، اللّٰهُمَّ احْفَظْهُ فِي وَوَلَدِهِ۔**  
 نیز ترمذی سے روایت ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے

فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ کسی شخص کے دل میں اس وقت تک ایمان داخل نہیں ہو گا جب تک کہ وہ تم سے اللہ اور اس کے رسول کے لیے محبت نہیں کرے گا۔ پھر فرمایا، اسے لوگو! جس نے میرے چچا کو دکھ دیا اس نے مجھے دکھ دیا۔ کیونکہ ہر آدمی کا چچا، اس کے باپ کا بھائی ہوتا ہے۔ اس کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی دعا کو حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ان کے صاحبزادے اور ان کے اصحاب کے لیے دہرایا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اٹھاسی برس کی عمر میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں تینتیس ہجری میں وفات پائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ حضور نبی کریم علیہ السلام کے چچاؤں میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ سب سے چھوٹے اور حارث سب سے بڑے تھے۔ ان میں صرف حضرت عباس اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہما ایمان لائے تھے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی چھو پھیاں جو حضرت عبدالمطلب کی صاحبزادیاں تھیں، ان کی تعداد چھ تھی۔ عائکہ، امیمہ، البیضا، رحمن کی کنیت ام حکیم تھی، ابراہہ، صفیہ اور اروی۔ حضرت صفیہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں جو با اتفاق ایمان لائیں۔ غزوہ خندق میں موجود تھیں، اور ایک یہودی کو قتل کیا تھا۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں مالِ غنیمت میں سے حصہ دیا تھا۔ آپ نے مدینہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں کسبِ ہجری میں تہتر برس کی عمر میں وفات پائی اور بقیع میں دفن ہوئیں۔ عائکہ اور اروی کے ایمان میں اختلاف ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دادیوں کی  
 حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دادیاں: تعداد چودہ تھی۔ ام عبد اللہ فاطمہ بنت  
 عدو الخزومی، ام عبد المطلب سلمیٰ بنت عمرو الخزومی، ام ہاشم عائکہ بنت مرہ سلمیٰ،

ام عبد مناف عاتکہ بنت فارح السلمی۔ ام قصى فاطمہ بنت سعد الازدی۔ ام کلاب نعم  
بنت نضر الکنانی۔ ام مرہ وشمیہ بنت شیبان العنسی۔ ام کعب سلمی بنت محارب العنسی۔  
ام لوی وشمیہ بنت مدیح الکنانی۔ ام غالب سلمی بنت سعد المذلی۔ ام فہر جندلہ بنت  
حارث جرہمی۔ ام مالک ہند بنت عدوان القیسیہ اور ام المنذر برہ بنت مرۃ المزی۔

حضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نانیاں :- ام آمنہ بڑہ بنت عبد العزی۔ حضرت  
اسلمی، اس کے باپ کی کنیت ابو کبشہ تھی۔ (اور اسی شخص کی وجہ سے لوگ حضور اکرم  
صلی اللہ علیہ وسلم کو ابن ابی کبشہ کہتے تھے) کیونکہ یہ شعری کی پرستش کرتا تھا۔ اور عرب  
اس کی پرستش نہیں کرتے تھے بعض لوگ کہتے ہیں، کہ ابو کبشہ حارث بن عبد العزی  
کی کنیت تھی۔ جو آپ کا رضاعی باپ تھا۔ اور حضرت حلیمہ سعدیہ کا شوہر تھا۔ ام بڑہ  
جو حضرت آمنہ کی الدھنیں لگی کنیت ام حبیبہ تھی اور والد کا نام اسد تھا۔ اور والدہ بڑہ  
بنت عوف تھی۔ یہ تینوں قریش سے تھیں۔ یہ ام بڑہ قلابہ بنت حارث ہذلی تھی اور اس  
کی ماں کا نام ہند بنت ربیع العنقی تھا۔ عرب کے ہر قبیلے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا  
نسب تعلق تھا۔ ابن ہشام وغیرہ کی رائے ہے کہ حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم تام بنی آدم  
میں ماں اور باپ ہر دو کے لحاظ سے حساباً و نسباً افضل و اشرف ہیں۔

رضاعی بھائی :- آپ کے رضاعی بھائی، حضرت حمزہ اور ابوسلمہ بن عبد الاسد  
ہیں (جنہیں ثویبہ، ابولہب کی لونڈی نے ایک ساتھ اپنے بیٹے  
سرفح کا دودھ پلایا تھا) نیز ابوسفیان بن حارث بن عبد المطلب جسے حضرت حلیمہ سعدیہ  
نے دودھ پلایا تھا۔ اور عبد اللہ، آسیہ، حذافہ (جسے شیما بھی کہتے ہیں) یہ تینوں حضرت حلیمہ  
کی اولاد تھے۔ روایت میں ہے، کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لشکر نے یثربواذن  
پر حملہ کیا، تو جنگی قیدیوں میں شیما بھی تھیں۔ بچنے لگیں، میں تمہارے آقا کی بہن ہوں جب

حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس لائی گئی تو کہنے لگی، اسے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں  
 آپ کی بہن ہوں حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے مرجا کہا اور بیٹھے کو چادر بچھائی، اور  
 آنکھوں میں آنسو آگئے۔ فرمایا اگر تمہاری مرضی ہو، تو میرے پاس پورے احترام اور اعزاز  
 کے ساتھ قیام کرو اگر اپنے قبیلے کو واپس جانا چاہتی ہو، تو میں تمہیں واپس پہنچا دوں گا۔  
 کہنے لگیں، میں اپنے قبیلے میں واپس جانا چاہتی ہوں۔ مسلمان ہو گئیں اور آپ نے تین غلام  
 ایک کنیز، اونٹ اور بکریاں عطا کیں۔

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی ماں حضرت حلیمہ بنت ذویب بنو ہوازن سے تھیں۔  
 انہوں نے آپ کو دو دھڑ پلایا اور وہ مدت پوری کی۔

آپ تعیناً کھڑے ہوئے اور ان کے بیٹھے کو چادر بچھائی۔

اسی طرح ثویبہ ابولہب کی لونڈی تھی۔ اس کے اسلام کے بارے میں اختلاف  
 ہے۔ جیسے کہ حلیمہ اور ان کے شوہر کے اسلام کے بارے میں اختلاف ہے۔ حضرت خدیجہ  
 رضی اللہ عنہا سے نکاح کے بعد ثویبہ اکثر حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے پاس آتی تھی  
 اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم احترام سے پیش آتے۔ حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش کی  
 خبر سن کر ابولہب نے ثویبہ کو آزاد کر دیا تھا۔ حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم مدینے سے کپڑے  
 اور کچھ رقم بھیجا کرتے تھے، تاآنکہ وہ فتح خیبر کے بعد فوت ہو گئیں۔

ام ایمن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دایہ تھیں، نام برکہ بنت ثعلبہ تھا، اور اسامہ بن  
 زید رضی اللہ عنہ کی ماں تھیں۔ دونوں بھرتوں حبشہ اور مدینہ میں شریک تھیں۔ ام ایمن  
 حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والد کی کنیز تھیں، ایک روایت میں ہے، آپ کی والدہ ماجدہ  
 کی۔ ان کی وفات کے بعد حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کو ان کی وراثت منتقل ہوئی تھی۔  
 فرمایا کرتے، ام ایمن میری اصلی ماں کے بعد میری ماں ہے۔ شیما بنت حلیمہ سعدیہ بھی ماں کے  
 ساتھ بچپن میں آپ کی خدمت کیا کرتی تھیں۔

حضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خدمتگاروں میں پاسبانوں، غلاموں، خاندانی اخراجات، مہتمم نیز آپ کی مہر

(انگوٹھی) پاپوش، مہاک، مسواک رکھنے والے آپ کے ویل یا اور گردن مارنے والوں کے حالات

حضرت نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے خدمت گزاروں میں حضرت انس بن مالک الانصاری،  
ربیعہ بن کعب الاسلمی، امین بن امین، عبداللہ بن مسعود ہندی، اسلم بن شریک، عقیقہ بن عامر،  
سعد حضرت ابوبکر کے غلام تھے، حضرت ابوذر غفاری، مہاجر جو حضرت ام سلمہ کے غلام تھے،  
حنین جو عبداللہ کے والد تھے اور جو حضرت عباس کے غلام تھے، نعیم بن ربیعہ، ابوالمراء،  
بلال بن حارث اور ابواسلمح ایاد تھے۔ عورتوں میں بڑکہ ام امین جو حضرت اسامہ بن زید کی  
والدہ تھیں، خولہ جو حفص کی دادی تھیں۔ سلمی ام رافع جو ابورافع کی بیوی تھیں، میمونہ بنت  
سعد اور ام عیاش جو حضرت رقیہ کی آزاد کردہ کینز تھیں۔ (رضی اللہ عنہم اجمعین)

حضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جرموں کی گردنیں مارنے والے مندرجہ ذیل  
حضرات تھے: حضرت علی، زبیر بن عوام، مقداد بن عمرو، محمد بن مسلمہ، عاصم بن ثابت،  
ضحاک بن سفیان رضی اللہ عنہم۔ حضرت انس بن سعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے ٹخنہ  
دکھواں (کوٹوال) کا کام دیتے تھے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ آپ کے خاندانی اخراجات کے فہرہ دار  
تھے۔ حضرت معقیب بن ابی فاطمہ آپ کی مہر کے محافظ تھے۔ حضرت ابن مسعود مسواک اور  
جوتے اور ابورافع اسلم آپ کے مال و متاع کے انچارج تھے۔

آپ کے پاسبان سعد بن معاذ (جو ہذا اوس کے سردار تھے) محمد بن مسلمہ، زبیر بن



العوام، بلال، مغیرہ بن شعبہ، عباد بن بشر تھے۔ بدر کے دن حضرت ابو بکر نے جھونپڑی کے نیچے آپ کی پاسبانی کی خدمت انجام دی تھی۔ (رضی اللہ عنہم اجمعین)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کی فہرست یہ ہے۔ اسامہ اور ان کے والد زید بن حارثہ، جن سے آپ کو بہت پیار تھا۔ ثوبان۔ ابو بکثہ اوس، شقران (جن کا نام صلح الحبشی تھا) رباح الاسود النوبی، اور جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اکیلے ہوتے تھے، تو کبھی کبھی دکیل بھی خدمت بھی سہرا انجام دیتے تھے۔ یسار (ریوڑ چراتے تھے) زید ابو یسار، بدلم عبد اسود، ابورافع، رفاعہ بن زید الجذامی، سفینہ، مابور، القبطی، واقد، ابو واقد، ابجشہ، الہادی، سلمان فارسی، شمعون بن زید، ابوریحانہ اور ابو بکرہ نضیع بن حارث رضی اللہ عنہم۔ اور خواتین میں سے ام امین، سلمی ام رافع زوجہ ابورافع، ماریہ، ریحانہ، قیسر ماریہ کی بہن وغیرہ رضی اللہ عنہن۔

علامہ ابن جوزی لکھتے ہیں، کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کی تعداد تینتالیس اور لونڈیوں کی تعداد گیارہ تھی۔

### فصل ششم

## حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذنوں، حدیثی خزانوں مشاعروں اور خطیبوں کا تذکرہ

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مؤذنوں کی تعداد چار تھی۔ دو مدینہ طیبہ میں حضرت بلال بن رباح اور عمرو بن مکتوم نابینا اور قبا میں سعد القرظ نے (جو عمار کے غلام تھے) اذان دی۔ اور مکے میں ابو محذورہ اوس انجی نے۔

آپ کے شعراء جو دین اسلام کا دفاع بھی کرتے تھے، حضرت کعب بن مالک،

عبداللہ بن رواحہ اور حسان بن ثابت رضی اللہ عنہم تھے۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خطیب حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ تھے۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ، عامر بن اکوع اور انجشہ غلام حبشی اور ہریر بن مالک رضی اللہ عنہم آگے آگے دوڑتے تھے۔

### فصل ہفتم

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے امراء قاصدین کاتبوں اور خطوط کے بارے میں جو آپ نے بادشاہوں کو لکھے،

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب حسب ذیل حضرات تھے :- حضرات ابو بکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر، سعید بن عاص اور ان کے دو بیٹے ابان اور خالد، سعد بن ابی وقاص، عامر بن فہیرہ، عبداللہ بن ارقم، ابی بن کعب، ثابت بن قیس، حنظلہ بن ربیع، ابوسفیان مخرم، حرب اور ان کے دو فرزند معاویہ اور یزید، زید بن ثابت، شریک بن حسنہ، علاء بن الحضرمی، خالد بن ولید، عمرو بن العاص، المغیرہ بن شعبہ، عبداللہ بن رواحہ، معقیب بن ابی فاطمہ دوسی، حذیفہ بن بیان، حویطب بن عبد العزی اور عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رضی اللہ عنہم۔ ان میں سے حضرت معاویہ اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہما زیادہ عرصے تک حضور نبی کریم علیہ السلام سے منسلک رہے۔

جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ سے واپس تشریف لائے، تو آپ نے ہر قریب روم کو خط لکھوایا۔ لوگوں نے کہا کہ اہل روم، جب تک خط پر مہر نہ لگی ہو، اسے نہیں پڑھتے چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چاندی کی مہر بٹوانی۔ اور اس پر محمد رسول اللہ اوپر نیچے تین سطروں میں لکھا، اور مکتوب پر مہر لگائی۔ ہر قریب کو جو خط لکھا گیا، وہ حسب ذیل تھا :-

۱۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ از جانب محمد رسول اللہ۔ ہرقل شاہ روم کی طرف۔ سلام علی من اتبع الهدی۔ میں آپ کو قبول اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔ مسلمان ہو جائیے، تاکہ خدا کے غضب سے بچ سکیں، اللہ آپ کو دو گنا نیک بدلہ دے گا۔ اگر آپ نے قبول حق سے روکرائی کی، تو عذاب کا گناہ آپ کے سر ہوگا، اس کے بعد یہ آیت تحریر فرمائی:۔ يَا اَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا الْفِكْمَةَ سَوَاءٌ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اِلٰى اٰخِرَةِ۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔ آپ نے حضرت وحیہ البظی رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ قیصر روم کی طرف روانہ فرمایا۔ جب خط پڑھا گیا تو قیصر کے بھتیجے کو بہت غصہ آیا۔ قیصر سے کہنے لگا، ذرا خط مجھے دیکھئے، پوچھا تم کیا کرو گے۔ کہنے لگا خط کی ابتدا میں اپنا نام تحریر کیا ہے اور آپ کو صاحب الروم کہتے ہیں۔ چھپانے جواب دیا، تمہاری عقل نا پختہ ہے۔ کیا تم اس شخص کا خط پھینک دینا چاہتے ہو جس پر جبریل کا نزول ہوتا ہے۔ اگر وہ خدا کے پیغمبر ہیں، تو یہ ان کا حق ہے، کہ خط کو اپنے نام سے شروع کریں۔ اور اس میں کیا شبہ ہے، کہ میں صاحب الروم ہوں۔ اس کے بعد ان کی پذیرائی اور تعظیم و تکریم کا حکم دیا۔

۲۔ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے کسریٰ کو بھی خط لکھا:۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ از جانب محمد رسول اللہ کسریٰ شاہ فارس کے نام۔ سلام علی من اتبع الهدی۔ اس شخص پر سلام جس نے ہدایت کی پیروی کی۔ اللہ اور رسول پر ایمان لایا اور اس نے خدا کی توحید اور محمد کی عبودیت اور رسالت کی تصدیق کی۔ میں تمہیں خدا کے عروج کی دعوت دیتا ہوں، کہ میں تمام مخلوق کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ تاکہ میں ان لوگوں کو جو زندہ ہیں خدا کے خوف سے ڈراؤں۔ اور کافروں کے بارے میں اللہ کا فیصلہ درست ثابت ہو۔ اسلام قبول کرو، تاکہ ہر بلا سے محفوظ رہو۔ اور اگر تم نے انکار کیا، تو مجھ کی گمراہی کا گناہ تمہارے سر ہوگا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عبد اللہ بن خدا فرمائی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ کسریٰ کی طرف روانہ کیا۔ جب خط پڑھا کر سنایا گیا، تو اس نے بھاڑ دیا۔ جب

حضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوا، تو آپ نے فرمایا، اس کا ملک ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔  
 کتاب الاموال میں عزیر بن اسحاق سے روایت ہے کہ رسول کریم علیہ السلام نے کسری اور قیصر کو خطوط لکھے لیکن جب کسری نے خط کو پڑھا، تو پھاڑ دیا، مگر جب قیصر نے پڑھا، اس نے تہ کر دیا اور اس کی تحکیم کی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بہر حال ایرانی، وہ تباہ ہو جائیں گے، لیکن رومی، انہیں کچھ ہمت مل جائے گی۔ روایت ہے، کہ جب حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کسری کے جواب کا علم ہوا، تو آپ نے فرمایا، ان کا ملک تباہ ہو گیا، اور ہر قتل کا جواب آیا، آپ نے فرمایا، ان کا ملک پتخ گیا ہے۔

۳۔ رسول کریم علیہ السلام نے نجاشی کو لکھا :-

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ از جانب محمد رسول اللہ، نجاشی شاہ حبشہ کے نام۔ اما بعد۔

میں اس خدا کی تعریف کرتا ہوں جس کے بغیر اور کوئی خدا نہیں۔ وہ مالک، قدوس، سلامتی عطا کرنے والا، امن دینے والا اور نگہبانی کرنے والا ہے۔ اور میں اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ عیسیٰ بن مریم، روح اللہ اور اللہ کا وہ کلمہ ہیں، جو مریم بتول طیبہ اور محفوظہ میں ڈالا گیا، اور وہ عیسیٰ سے حاطہ ہو گئیں، اور اسے خدا نے اپنی روح اور پھونک سے آدم کی طرح پیدا کیا تھا۔ اور میں آپ کو خدائے واحد لا شریک کی طرف بلاتا ہوں۔ اور خدا کی اطاعت پر آپ کو موالات کی دعوت دیتا ہوں۔ آپ میری اطاعت کریں، اور مجھ پر ایمان لائیں۔ کیونکہ میں اللہ کا رسول ہوں، اور میں آپ کو اور آپ کے لشکر کو خدا کی طرف بلاتا ہوں۔ میں نے خدا کا حکم پہنچا دیا ہے، اور نصیحت کر دی ہے۔ میری نصیحت مان لیجئے۔ میں اپنے عزا و بھائی جعفر کو چند اور مسلمانوں کی معیت میں بھیج رہا ہوں۔ والسلام علی من اتبع الهدی۔

یہ مکتوب حضرت عمرو بن امیہ الضمری کی معرفت بھیجا گیا۔ خط پڑھ کر نجاشی نے کہا، میں شہادت دیتا ہوں، کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم وہ نبی امی ہیں جن کا اہل کتاب کو انتظا ہے۔

جس طرح موسیٰ علیہ السلام نے گدھے کے سوار کی بشارت دی تھی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اونٹ کے سوار کی بشارت دی۔ پھر نجاشی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مکتوب کا جواب دیا:۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ محمد رسول اللہ کے نام، نجاشی احمد کی جانب سے۔

۱۔ السلام علیک یا رسول اللہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ وہ خدا جس نے مجھے قبول اسلام کی ہدایت کی، اس کے بغیر اور کوئی خدا نہیں۔ ابا بعد۔ یا رسول اللہ! آپ کا مکتوب گرامی موصول ہوا۔

آپ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق جو کچھ لکھا ہے، مجھے زمین و آسمان کے خدا کی قسم کہ مسیح علیہ السلام جیسا کہ آپ نے لکھا ہے اس سے ایک ذرا بھر بھی زیادہ نہیں ہیں۔ اور جو دین آپ دے کر بھیجے گئے ہیں، مجھے اس کا بھی صحیح علم ہے۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے صادق اور تصدیق کردہ رسول ہیں۔ میں آپ سے اور آپ کے عزاؤں سے بیعت کرتا ہوں، اور میں خدا کے جہاں کے نام پر ان (بھڑ) سے بیعت کرتا ہوں۔ اور میں اپنا بیٹا آپ کے پاس بھیج رہا ہوں، اگر آپ کی خواہش ہوئی، تو میں خود بھی حاضر ہوں گا۔ کیونکہ میں شہادت دیتا ہوں کہ جو کچھ آپ فرماتے ہیں، وہ سچ ہے۔ والسلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اس کے بعد نجاشی نے اپنے بیٹے کو ساٹھ آدمیوں کے ساتھ، اس خط کے بعد جو اس نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو دیا تھا، روانہ کیا۔ لیکن شہزادہ اور اس کی پارٹی سمندر میں غرق ہو گئے۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی جن کی تعداد ستر تھی، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں پہنچ گئے۔ انہوں نے اون کے کپڑے پہن رکھے تھے، ان میں سے باٹھ حبشہ کے تھے اور آٹھ شامی۔ حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے انہیں سورہ یسین آخر تک پڑھ کر سنا لی جب انہوں نے سنی، تو رو پڑے، اسلام لے آئے۔ کہنے لگے، جو کچھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اترتا تھا، اس سے کتنا ملتا جلتا ہے۔ قرآن پاک کی یہ آیت انہی کے بارے میں نازل ہوئی ہے:۔

وَلْتَجِدَنَّ أَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةَ الَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصَارَىٰ۔ کیونکہ یہ سب لوگ عبادت گاہوں سے متعلق تھے۔

۴۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مقوقس جو مصر اور اسکندریہ کا بادشاہ تھا۔ مندرجہ ذیل خط تحریر فرمایا :-

”بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ از جانب محمد رسول اللہ، مقوقس شاہِ قبط کے نام، سَلَامٌ عَلٰی مَنْ اَبْعَثَ اللّٰهُ مِنْ اٰمَالِ الْعَدُوِّ۔ اے بعد میں آپ کو قبولِ اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔ اسلام لے آؤ، تاکہ مصائب سے محفوظ رہو۔ خدا آپ کو دو گنا بدلہ دے گا۔ اگر آپ نے قبولِ دعوت سے اعراض کیا تو قبطیوں کا گناہ آپ کے سر سے اہل کتاب آؤ اس بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان ایک سی ہے، کہ ہم خدا کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کریں اور اس سے کسی کو شریک نہ بنائیں۔ اور ہم خدا کے بغیر ایک دوسرے کو آقانہ تسلیم کریں۔ اگر تم اس کو نہیں مانتے، تو اتنا تو کہہ دو، کہ ہم (مسلمان) اس بات کو تسلیم کرتے ہیں۔“

آپ نے یہ مکتوب عاتق بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کو دے کر روانہ کیا۔ مقوقس نے وہ خط لے کر ہاتھی دانت کی ایک ڈبیا میں رکھا اور ایک کینز کی تحویل میں دے دیا۔ پھر ایک کاتب کو جو عربی لکھ لیتا تھا بلایا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب لکھا :-

”بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ محمد رسول اللہ کے نام مقوقس کی طرف سے، جو قبطیوں کا بادشاہ ہے۔ اے بعد میں نے آپ کا خط پڑھا۔ جو کچھ آپ نے لکھا اور جس چیز کی طرف آپ نے بلایا، میں نے اسے سمجھ لیا ہے، مجھے معلوم تھا، کہ ایک نبی کا آنا باقی ہے اور میرا خیال تھا، کہ وہ شام میں پیدا ہو گا۔ میں نے آپ کے قاصد کا احترام کیا۔ میں آپ کو دو لوٹریاں بھیج رہا ہوں، جن کا ہمارے ہاں خاص مقام ہے، اسی طرح ایک خلعت اور ایک نچر بھی سواری کے لیے روانہ کر رہا ہوں۔“ اس کے علاوہ اس نے اور کچھ لکھا اور نہ اسلام ہی لایا۔

۵۔ حضور نبی کریم علیہ السلام نے مناز بن سادی کو ایک مکتوب لکھا اور قبولِ اسلام کی دعوت دی۔ اور حضرت علاء بن حضری رضی اللہ عنہ کو یہ خط دے کر بھیجا۔ مندرجہ

نے جواب میں تحریر کیا :-

اما بعد: یا رسول اللہ! میں نے آپ کا خط اہل بحرین کو پڑھ کر سنایا۔ ان میں بعض لوگ ایسے ہیں جو اسلام کو پسند کرتے ہیں اور اسے اچھا جانتے ہیں اور انہوں نے اسلام قبول کر لیا ہے، اور کچھ ایسے ہیں جو اسے ناپسند کرتے ہیں، اور میرے علاقے میں بڑی اور عجیبی بھی ہیں۔ آپ اس سلسلے میں اپنی دعوت کو واضح فرمائیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں تحریر فرمایا: بسم اللہ الرحمن الرحیم، از جانب محمد رسول اللہ بنام منذر بن ساوی۔ سلام علیک۔ میں آپ کے سامنے اس خدا کی حمد کرتا ہوں جس کے بغیر اور کوئی خدا نہیں اور نیز میں شہادت دیتا ہوں کہ خدا کے بغیر اور کوئی خدا نہیں اور محمد اس کے رسول ہیں۔ اما بعد۔ میں خدائے عزوجل کا ذکر آپ کے سامنے کرتا ہوں، جو شخص بھی نصیحت سنتا ہے، وہ اپنے فائدے کے لیے ایسا کرتا ہے، جو شخص میرے قاصدوں اور ان کے احکام کو مانتا ہے، وہ میری اطاعت کرتا ہے اور جو شخص ان کی خیر خواہی کرتا ہے، وہ میری خیر خواہی کرتا ہے۔ اور میرے قاصدوں نے آپ کے سامنے خیر کی حقیقت واضح کر دی ہے۔ اور میں نے جہاں تک آپ کی قوم کا تعلق ہے، آپ سے امداد کی خواہش کی ہے۔ مسلمانوں نے جو کچھ مان لیا ہے، انہیں اپنے حال پر چھوڑ دیجئے۔ بخظا کاروں سے جو خطائیں پیشتر ازیں صادر ہو چکی ہیں، ان سے میں درگزر کرتا ہوں۔ جب تک آپ سیدھے راستے پر چلیں گے، ہم آپ کو اپنے منصب سے معزول نہیں کریں گے۔ جو لوگ یہودیت اور مجوسیت پر قائم رہیں گے انہیں جزیہ ادا کرنا پڑے گا۔

۴۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن عاص کو ایک خط لے کر مین کے دو امیروں کی طرف روانہ کیا :-

بسم اللہ الرحمن الرحیم، از جانب محمد رسول اللہ جو اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، جلدی کے دو بیٹوں جیفرا اور عبد کے نام پر سلام علی من تبع الہدی، اما بعد، میں

آپ دونوں کو قبول اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔ آپ دونوں اسلام قبول کر لیں، تو آپ محفوظ ہو گئے۔ کیونکہ میں تمام مخلوق کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا گیا ہوں، تاکہ میں زندہ انسانوں کو اللہ کے عذاب سے ڈراؤں اور خدائی حکم (فیصلہ) کافروں کے بارے میں درست ثابت ہو۔ اگر آپ دونوں اسلام قبول کر لیں، تو حکومت آپ کے پاس رہے گی، اور اگر آپ نے اسلام کو ماننے سے انکار کیا، تو آپ کا ملک آپ سے لے لیا جائے گا۔ اور میرا لشکر آپ کے گھر کے صحن میں آترے گا۔ اور میری نبوت آپ کی سلطنت پر غالب آجائے گی۔ یہ مکتوب حضرت ابی بن کعب نے تحریر کر کے مہر لگائی۔ وہ دونوں مسلمان ہو گئے۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے صدقات جمع کرنے دو، اور اسی طرح ان کے باہمی جھگڑوں کا فیصلہ مجھ پر چھوڑ دو۔ اور جو شخص مجھ سے مخالفت کرے، میری امداد کرو۔

۷۔ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے یمانہ کے حاکم ہوذہ بن علی کو ایک مکتوب لکھا اور حضرت سلیمان بن عمرو العامری کو دے کر روانہ کیا :-

”بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ از طرف محمد رسول اللہ، ہوذہ بن علی کے نام۔ السلام من اتباع الہدی۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیے، کہ میرا دین اقصائے عالم دانسانوں اور حیوانوں پر غالب آجائے گا۔ اسلام لے آؤ گے تو محفوظ ہو جاؤ گے، اور جو کچھ آپ کے قبضہ اختیار میں ہے وہ آپ کے پاس ہی رہنے دیا جائے گا۔ جب حضرت سلیمان رضی اللہ عنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سر کردہ خط لے کر اس کے پاس آئے، وہ ان سے احترام کے ساتھ پیش آیا اور خوش آمدید کہی جب مکتوب پڑھا گیا تو صاف انکار سے گریز کیا اور جواباً رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو لکھا کہ جس دین کی طرف آپ دعوت دے رہے ہیں وہ کتنا اچھا اور عمدہ ہے، یہ عرب میرے منصب سے ڈرتے ہیں، آپ میرے ذمہ کوئی خدمت سپرد کر دیں، تو میں وہ کام کرتا رہوں گا۔“ حضرت سلیمان رضی اللہ عنہ اس نے انعام اور بھری بٹی ہوئی خلعت سے نوازا۔ وہ یہ خط لے کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں آئے، آپ کو حالات بتائے



اور اس کا خط پڑھا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر وہ مجھ سے زمین کا ایک ٹکڑا بھی مانگتا، جب بھی میں نہ دیتا۔ جو کچھ اس کے پاس ہے، وہ تباہ و برباد ہو۔  
 جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ سے واپس آئے، تو جبریل علیہ السلام نے آکر اطلاع دی، کہ ہودہ مر گیا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، کہ پیام میں جلدی ہی ایک کذاب پیدا ہوگا، جو نبوت کا دعویٰ کرے گا۔ مگر میرے بعد قتل ہو جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

۸۔ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے عارض بن ابی شمر الغسانی کو جو دمشق میں رہتا تھا مندرجہ ذیل خط روانہ فرمایا :-

”بسم اللہ الرحمن الرحیم، از جانب محمد رسول اللہ بہ نام عارض بن ابی شمر الغسانی اس شخص پر سلام جو سیدھے راستے پر چلے، خدا پر ایمان لائے اور تصدیق کرے، اور میں آپ کو دعوت دیتا ہوں کہ خدائے واحد لا شریک پر ایمان لائیں۔ آپ کا ملک آپ کے پاس ہی رہے گا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وہ خط شجاع بن وہب رضی اللہ عنہ کو دے کر روانہ کیا، مگر وہ اسلام نہ لایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کا ملک تباہ و برباد ہو۔“

ایک دفعہ تمیم بن ادس الداری اپنے قبیلے کے چھ آدمی لے کر حاضر خدمت ہوا، وہ مسلمان ہو گئے اور درخواست کی کہ حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم انہیں شام میں کچھ زمین عطا فرمائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے درخواست منظور کر لی، اور حسب ذیل فرمان تحریر کر دیا :-

۱۔ ”بسم اللہ الرحمن الرحیم، یہ وہ فرمان ہے جس میں اس بخشش کا ذکر ہے

جو محمد رسول اللہ نے اس زمین سے جو خدائے انہیں عطا کی ہے، دارمین کو

دی ہے۔ چنانچہ انہیں بیت عینون، جبرون، مرطوم، بیت ابراہیم اور وہ

لوگ جو یہاں رہتے تھے، ابدالاباد تک انہیں دے رہا ہوں۔“ حضرات

عباس، خزیمہ بن قیس، شریک بن حسنہ رضی اللہ عنہم بطور شاہد اور کاتب  
وہاں موجود تھے۔

نیز فرمایا، کہ جب تمہیں معلوم ہو، کہ میں واپس مدینے پہنچ گیا ہوں، تو تم وہاں پھر  
میرے پاس آنا۔ کیونکہ یہ فرمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تہک سے واپسی کے موقعہ پر لکھا ہوا  
تھا۔ جب رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم واپس مدینے پہنچ گئے، تو یہ لوگ پھر حاضر ہوئے، اور  
درخواست کی، کہ انہیں نیا فرمان عطا کیا جائے، چنانچہ وہ فرمان حسب ذیل تھا:-

”بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ وہ فرمان ہے جو محمد رسول اللہ نے تمہیں الداری

اور اس کے ساتھیوں کو عطا کیا ہے۔ میں انہیں عطا کر رہا ہوں۔ بیت عین

حبرون، مرقوم اور بیت ابراہیم مع ان کے پست و بلند اور ان لوگوں کے جو

وہاں ہیں۔ یہ عطا دہنی ہے۔ میں اس فرمان کا نفاذ کر رہا ہوں اور یہ مقامات

انہیں اور ان کی آنے والی نسلوں کو ہمیشہ کے لیے دے رہا ہوں جو انہیں ایذا

دے گا۔ خدا سے ایذا دے گا۔“

(اس فرمان پر حضرات ابوبکر، عمر، عثمان، علی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہم کی شہادت ہے)

جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ

مقرر ہوئے اور انہوں نے بطرف شام ایک لشکر روانہ کیا، تو انہوں نے اس سلسلے میں

انہیں خط لکھا:

جب یوحنا بن روئے حاکم ایلیہ تہوک میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں پیش

ہوا، اور جزیہ کی ادائیگی پر آپ سے صلح کر لی۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے یہ فرمان

لکھ کر دیا:-

۲۔ ”بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ فرمان امن، اللہ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی

طرف سے جو اللہ کے رسول ہیں، یوحنا بن روئے، اہل ایلیہ، ان کے عطا اور

باقی لوگوں کے لیے ہے۔ ان کی سلامتی کی ذمہ داری بحروبر میں اللہ اور اس کے رسول کے سپرد ہے۔ نیز ان لوگوں کے لیے بھی جو اہل شام، اہل یمن اور اہل بحر سے اس کے ساتھ ہیں، اگر ان میں سے کوئی شخص کسی جرم کا ارتکاب کرے گا، تو اس کا مال اس کی جان کے آڑے نہیں آسکے گا۔ اور جو شخص بھی لوگوں سے اس کے مال کو اچک لے گا، وہ اس کے لیے حلال ہو گا۔ اور کسی کو اس امر کی اجازت نہ ہوگی، کہ وہ جس چٹھے پر جانا چاہیں، یا بحر و بر میں جس راستے پر چلنا چاہیں، کوئی انہیں روکے۔“

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل حربا اور اذرح کو بھی ایسا ہی امان نامہ لکھ کر دیا۔ جب وہ لوگ بمقام تبوک حاضر ہوئے، اور عزمیہ ادا کیا :-

۱۳۔ یہ فرمان ہے محمد رسول اللہ کی طرف سے اہل حربا اور اذرح کے نام کہ انہیں اللہ اور اس کی رسول کی امان حاصل ہے اور انہیں ہر سال رجب کے مہینے میں ایک سو دینار (صاف سحرے) ادا کرنا ہوں گے اور مسلمان رعایا سے اور نیز ان مسلمانوں سے جو خوف کی حالت میں ان کی پناہ میں آئیں، حسن سلوک اور احسان کا خدا نگران ہوگا۔“

حسین بن عبد اللہ بن ضمیرہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے داوے کو مندرجہ ذیل فرمان لکھ کر دیا، کاتب تھے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ۔

۴ :- ”یہ فرمان ہے از جانب محمد رسول اللہ، ابو ضمیرہ اور اس کے خاندان کے لیے کہ رسول اللہ نے انہیں آزاد فرما دیا ہے اور ان کا شمار قبائل عرب میں سے ہے۔ اگر وہ چاہیں، تو ہمارے پاس ٹھہر سکتے ہیں اور اگر وہ اپنے قبیلے میں واپس جانا چاہیں، تو سوائے جائز بات کے ان سے تعرض نہیں کیا جائے گا۔ اور جس مسلمان سے بھی ان کی ملاقات

ہو، وہ دوسروں کو ان سے حسن سلوک کا مشورہ دے۔  
 حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان خطوط کے علاوہ بھی زکات اور احکام شریعت  
 کے بارے میں خطوط تحریر فرمائے۔

حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے امراء میں سے ایک تھے باذان بن سامان جو  
 ہرام کی اولاد سے تھے جنہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مین کی حکومت عطا کی تھی یمن  
 کی حکومت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ کو اور حضرت موت کی زیاد بن ابید انصاری رضی اللہ عنہ کو  
 زبید اور عدنان کی ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو مین میں جند (شہر کا نام) کی ابوسفیان  
 بن حرب رضی اللہ عنہ کو بخران کی ان کے بیٹے یزید کو تیار کی، عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ  
 کو مکہ کی (نیز ہجرت کے آٹھویں سال حج اور اس کے لوازمات کا درو بست) حضرت  
 علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کو مین میں انفصال مقدمات کی، حضرت عمرو بن عاص  
 رضی اللہ عنہ کو عمان اور اس سے متعلق علاقوں کی اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو  
 ہجرت کے نویں سال میں اقامت حج کی امانت عطا کی۔ ان کے بعد حضرت علی بن  
 ابی طالب کرم اللہ وجہہ کو روانہ فرمایا، جنہوں نے سورہ برأت کا اعلان کیا حضور صلی اللہ  
 علیہ وسلم نے جمع صدقات کے لیے ایک ٹہنی جماعت کو مقرر فرمایا تھا۔

روایت میں ہے، کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہجرت کے ساتویں سال ایک  
 دن میں پھر آدمی بطور سفیر روانہ کیے۔ ان میں سے ہر آدمی، ان لوگوں کی زبان میں گفتگو کر  
 سکتا تھا، جہاں اسے بھیجا گیا تھا۔ حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے پہلے سفیر جنہیں آپ  
 نے ہمیشہ کے بادشاہ نجاشی کی طرف بھیجا گیا حضرت عمرو بن امیہ الصمری رضی اللہ عنہ  
 تھے۔ اسی طرح حضرات وحید بن خلیفۃ الکلبی رضی اللہ عنہ کو قیصر روم کی طرف، عبد اللہ  
 کو سری ایران کی طرف، حاطب بن ابی بلتعہ کو مقوقس کی طرف، شجاع بن وہب کو  
 ملک بلقار کی طرف، حاد بن ابی شمر الغسانی اور سلیمان بن عمرو العامری کو ہوذہ اور ثامین

اثال کی طرف، حضرت عمرو بن العاص کو عمان میں جیفرو عبد کی طرف جو بلندی کے بیٹے تھے، علاء بن خنصری کو منذر بن ساوی شاہ بحرین کی طرف، مہاجر بن ابی امیہ الخزومی کو حارث بن عبد کلال حمیری کی طرف مین میں، ابو موسیٰ اشعری اور معاذ بن جبل کو مین میں (جب آپ تبوک سے واپس آئے)، اور پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بھی وہیں روانہ کیا۔ جریر بن عبد اللہ کو ذوالکلاع اور ذوالکلاع بن امیہ اشعری کو سعید بن کذاب کی طرف روانہ کیا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فردہ بن عمرو کو جو معان میں قیصر کا عامل تھا، خط لکھا اور اسلام کی دعوت دی، چنانچہ وہ مسلمان ہو گیا۔ انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے اسلام کی اطلاع دی، اور حضرت مسعود بن سعد کے ہاتھ حضور کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کو ایک سیاہ رنگ کا پتھر جس کا نام فضہ تھا، ایک گھوڑا ظرب نامی اور ایک گدھا جس کا نام یغور تھا، روانہ کیا۔ اس کے علاوہ انہوں نے کپڑے، ایک قبا جو ریشمی اور مٹلائی روانہ کی۔ آپ نے ہدیے قبول کر لیے اور حضرت مسعود رضی اللہ عنہ کو بارہ اوقیہ چاندی دی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عیینہ بن حصن الفزازی رضی اللہ عنہ کو ہجرت کے نویں سال محرم کے مہینے میں بنو نعیم کی طرف اور بُریدہ رضی اللہ عنہ کو یثرب اور خثعم کی طرف، عباد بن بشر رضی اللہ عنہ کو بنو سلیم اور مزینہ کی طرف اور رافع بن مکیث کو بنو جہینہ کی طرف، حضرت عمرو بن العاص کو فزارہ کی طرف، صہاک بن سفیان رضی اللہ عنہ کو بنو کلاب کی طرف، بشر بن سفیان رضی اللہ عنہ کو بنو کعب کی طرف اور حضرت عبد اللہ بن لعیبہ کو بنو ذبیان کی طرف بھیجا۔ نیز آپ نے بنو سعد ہذیم کے ایک آدمی کو اس کی قوم کی طرف بطور سفیر روانہ فرمایا۔

## قصہ مشہور

حضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آلاتِ حرب کا ذکر

زرہیں، کمانیں، کمر بند اور ڈھالیں

رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے پاس نو تلواریں تھیں۔ (۱) مائوز یہ حضور  
تلواریں :- علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پہلی تلوار ہے۔ (۲) العضب۔ (۳) ذوالفخار  
اس تلوار کے درمیان میں دندانے تھے۔ (۴) قلعی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تلوار قلع کے  
مقام سے جو صحرا تھا، ملی تھی۔ (۵) البتار۔ کاٹنے والی (۶) الحتف۔ موت (۷) مخزم۔  
بہٹنے والی (۸) رسوب جو پیٹ میں گھس جاتی ہے۔ (۹) قضیب۔ یہ سب تلواروں  
سے عمدہ تھی۔

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زربوں کی تعداد سات تھی۔  
زرہیں :- (۱) ذات الفضول (۲) ذات البشاح (۳) ذات الخواشی (۴) النفذ  
جو ایک شہر کی طرف منسوب ہے۔ (۵) فضہ (۶) البتار۔ یہ بھوٹی سی تھی (۷) خزین۔  
جس کے معنی بچہ خرگوش ہے۔

آپ کی کمانوں کی تعداد چھ تھی۔ (۱) الزورا۔ (۲) الروحار (۳) الصفر  
کمانیں :- (۴) شوحط (۵) کتوم (۶) سداد۔

حضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک ترکش تھا، جس کا نام کافور تھا۔  
آپ کے پاس چمڑے کا ایک کمر بند تھا جس میں چاندی کے تین حلقے تھے، چاندی کا

بلکل تھا، اور ایک کنارہ بھی چاندی کا تھا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک سپر کا نام ذوق، کیونکہ ہتھیار اس پر ڈھالیں :- پھیل جاتا تھا۔ دوسری ڈھال کا نام فتق تھا۔ ایک اور ڈھال تھی جو آپ کو بطور ہدیہ دی گئی تھی جس پر عتاب یا مینڈھے کی شکل بنی ہوئی تھی، نبی پاک نے اس پر ہاتھ رکھا، اور وہ غائب ہو گئی۔

ایک کا نام مٹھی تھا کیونکہ وہ مضروب کو جکڑ لیا تھا۔ دوسرا مٹنی تھا نیزے :- تھا۔ ان کے علاوہ دو اور تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک بڑا سا نیزہ تھا جس کا نام بیضار تھا۔ نیز ایک اور چھوٹا سا نیزہ تھا جس کا نام عنزہ تھا۔

آپ کے پاس لوسہ کا ایک خود تھا جس کا نام سورخ تھا۔  
**خود :-** اور ایک خود کا نام مورخ تھا۔

حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے پاس ایک بڑا خیمہ تھا جس کا نام الکن تھا۔  
**خرگاہ :-**

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گز بھر کا ایک عصا تھا جسے لے کر آپ چلتے تھے۔ اور جب سوار ہوتے، تو اپنے سامنے رکھ لیتے۔ اس کے علاوہ آپ کے پاس ایک اور چھوٹا سا عصا بھی تھا جس کا نام عرجون (کھجور کی شاخ) تھا، نیز شوحت کی چھڑی بھی تھی جس کا نام مشوق تھا۔

آپ کے پاس ایک پیالہ تھا جس کا نام ریان تھا۔ دوسرے کا نام اثاثہ :- مینٹ تھا، نیز ایک اور پیالہ تھا جس پر لوسہ کا ملع تھا اور تین جبکہ چاندی کی زنجیر لگی ہوئی تھی۔ ایک اور پیالہ پرانی لکڑی کا تھا اور دوسرا شیشے کا تھا، ایک اور برتن پتھر کا تھا جس کا نام مخضب تھا، ایک کوزہ تھا جس کا نام صادرہ تھا، ایک

لگن مٹی تانبے کی، نہانے کا برتن تھا، جو پیتل کا تھا تیل کی بوتل ہا مٹی دانٹ کی مٹی۔  
 سکدریہ کی ایک تحصیل مٹی جس میں شیشہ رکھا جاتا۔ ہا مٹی دانٹ کی ایک کٹھی مٹی۔  
 سرمہ دانی مٹی جس سے آپ سوتے وقت آنکھوں میں سرمہ لگاتے تھے۔ ایک قہنجی مٹی۔  
 اور ایک سواک۔ ایک کاسہ تھا جس کا نام نزا تھا اور جس کے ساتھ چار کنڈے لگے  
 ہوئے تھے۔ ایک صاع تھا اور ایک رطل۔ ایک پیوند دار چادر مٹی آپ کے چار پاؤں  
 کے پایے، ساگوان کے تھے اور چڑے کا ایک گدا تھا جس میں کھجور کے پتے تھے۔  
 ایک لوسہ کی، نگشتری مٹی جس پر چاندی کا ملمع تھا۔ ایک چاندی کی انگوٹھی مٹی جس  
 کا نگیٹہ بھی چاندی کا تھا جسے آپ اپنے دائیں ہاتھ میں پہنتے تھے، روایت ہے کہ  
 پہلے آپ دائیں ہاتھ میں پہنتے تھے، پھر اسے بائیں ہاتھ میں پہننے لگے جس پر محمد رسول اللہ  
 منقوش تھا۔ نجاستی نے دو عدد سادہ موزے روانہ کئے، جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے پہن لیے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس سبز دیبا کا ایک جبہ تھا۔ ایک اور جبہ  
 چادر سے تیار کیا گیا تھا۔ ایک تیسرا جبہ بھی تھا جسے آپ لڑائی میں پہنتے تھے، ایک  
 بڑی مٹی صحاب نام، دوسری کالے رنگ کی مٹی، اور ایک چادر مٹی۔

### فصل نمبر

## حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھوڑوں، اونٹنیوں اور جانوروں کے بارے میں

رسول کریم علیہ السلام نے ایک گھوڑے کا نام سلب (تیز رفتار)  
 گھوڑے :- تھا۔ دوسرے کا نام مرتجز تھا۔ کیونکہ اس کے ہنہانے کی آواز عمدہ  
 مٹی تیسرے کا نام حرب تھا۔ بوجہ اپنی قوت اور ٹانگوں کی سختی اور مضبوطی کے۔ چوتھے  
 کا نام حیف تھا بوجہ اس کی فریبی اور بلند قامتی کے۔ پانچواں بزاز تھا، کیونکہ اس کا جسم  
 بہت گٹھا ہوا اور ہاتھ پاؤں سخت تھے۔ چھٹا اور دم تھا۔ ساتواں سجم کیونکہ رفتار میں



ہاتھ پاؤں تیزی سے ہلاتا تھا، آنکھوں بھر جو کھینٹ تھا۔ نواں سہل (اس لفظ کے معنی انڈینا ہے) دسواں ذوالقلمہ، گیارہواں ذوالعقال، بارہواں السرحال، تیرہواں الطرف، چودھواں سرجبل، پندرہواں المرواح (تیز رو) سولہواں ملاح، سترہواں مندوب۔  
اٹھارہواں انجیب، انیسواں لعیوب، بیسواں لعیوب۔

۱۔ دلدل، جو سفید رنگ کا تھا، ۲۔ فتنہ، ۳۔ جو عالم ایلہ نے آپ کو  
خچر :- پیش کیا تھا، ۴۔ جو دومتہ الجندل سے آپ کو بھیجا گیا تھا، ۵۔ بخاشی  
نے بطور تحفہ ارسال کیا تھا۔

۱۔ عقیقہ، ۲۔ یعفور، ۳۔ تیسرا گدھا حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے  
گدھے :- پیش کیا تھا، اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سواری کی تھی۔  
العقصور۔ اس پر آپ نے ہجرت کی تھی۔ (۲) عضباء، جس کے کان  
اوتھنیاں :- چرے ہوئے ہوں، ۳۔ جدعار، جس کی ناک کٹی ہوئی ہو، ان دو  
اوتھنیوں میں کوئی نقص نہیں تھا، یہ نام یونہی پڑ گئے تھے۔ ۴۔ بدر کے دن حضور نبی کریم  
علیہ الخیرۃ والتسلیم کو غنیمت میں ابو جہل کا اونٹ ملا تھا، جس کی ناک میں چاندی کا حلقہ تھا  
اور جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن، مشرکین کو چڑانے کے لیے اللہ کی  
راہ میں قربان کر دیا تھا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیستائیس اوتھنیاں تھیں جو حضرت سعد بن  
عبادہ رضی اللہ عنہ نے بھیجی تھیں۔ جن میں سے بعض کے نام حسب ذیل تھے: ۱۔ اطلال  
(۲) اطراف (۳) بڑودہ (۴) برکہ (۵) بغوم (۶) حنار (۷) زمزم (۸) ریاء (۹) سعدیہ  
(۱۰) سقیار (۱۱) سمرار (۱۲) الشقرار (۱۳) عجرہ (۱۴) عریس (۱۵) غوثہ (یا غیشہ)۔ (۱۶)  
قشر (۱۷) مڑوہ (۱۸) مڑوہ (۱۹) ورشہ (۲۰) لیسیرہ۔  
اس کے علاوہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک سو گوسفند اور سات بکریاں

تھیں جنہیں ام ایمن رضی اللہ عنہا چرائی تھیں۔

## فصل دہم

ان وفود کی وجہ سے جو ہجرت کے نویں سال حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس سال کو سنتہ الوفود (وفود کا سال) کہا جاتا ہے۔ جب رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم شوال کے مہینے میں طائف سے جعرانہ کو، جہاں بنو ہوازن کے قیدی مجبوس تھے، واپس تشریف لائے، تو آپ کے پاس ان کا نو آدمیوں کا وفد حاضر ہوا، جو اسلام لے آئے اور بیعت کے بعد گئے گئے: یا رسول اللہ! ہمارے جو آدمی گرفتار ہوئے ہیں، ان خواتین میں مائیں ہیں، بنیوں ہیں، بچھو بچھیاں ہیں خالائیں ہیں: فرمایا: ہر چند بچھو ایک لحاظ سے تقسیم تو ہو چکی ہے لیکن پھر بھی کوشش کروں گا۔ اچھا یہ بتاؤ کہ دو چیزوں (قیدی اور مال و متاع) میں سے کون سی چیز تمہیں زیادہ عزیز ہے؟ انہوں نے عرض کی، "یا رسول اللہ! آپ نے ہمیں اولاد اور مال میں انتخاب کا حق دیا ہے، اس بنا پر اولاد ہی قابل ترجیح ہے اور اسی لیے ہم بکریوں اور اونٹوں کا نام ہی نہیں لیتے۔" حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے فرمایا، اس میں جو کچھ میرا حصہ اور بنو عبدالمطلب کا حصہ ہے، وہ تو تمہارا ہو ہی گیا۔ اس پر قریش بول اٹھے کہ ہم بھی اپنا حصہ اللہ اور رسول کے حوالے کرنے ہیں، انصار نے کہا، ہم بھی اپنا حصہ اللہ اور رسول کے سپرد کرتے ہیں۔

جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تبوک سے واپس آئے، تو بنو نضیف کا وفد خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ ان لوگوں کے بارے میں صورت حال کچھ اس طرح ہے کہ جب آپ طائف کا محاصرہ اٹھا کر مدینے کو لوٹ چلے، تو صحابہ نے عرض کی، "یا رسول اللہ!

بنو ثقیف کے خلاف (دربار خداوندی میں) بددعا فرمائیے: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، "اے خدا! تو بنو ثقیف کو ہدایت کر اور انہیں میرے پاس بھیج۔ جب نبی کریم طائف سے روانہ ہوئے تو عروہ بن مسعود آپ کے تعاقب میں روانہ ہو پڑے اور وہ آپ کے مدینے میں داخل ہونے سے پہلے پہنچ گئے، وہ اسلام لے آئے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے قبیلے میں لوٹ جانے کی اجازت طلب کی۔ چنانچہ ان لوگوں نے حضرت عروہ رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔ پھر انہوں نے چھ آدمیوں پر مشتمل ایک وفد آپ کی خدمت میں روانہ کیا۔ رسول کریم علیہ السلام نے ان کے لیے مسجد نبوی کے ایک پہلو میں ایک خیمہ نصب کر دیا۔ چنانچہ خالد بن سعید بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ طرفین میں میانجی کی خدمت سرانجام دیتے تھے۔ آخر کار وہ اسلام لے آئے اور انہوں نے گزارش کی، کہ لات کے مندر طاغیہ کو ان کے لیے چھوڑ دیا جائے، اور تین سال تک نہ گرایا جائے، لیکن آپ نے انکار کر دیا، پھر درخواست کی، کہ انہیں نماز نہ پڑھنے کی اجازت دی جائے اور نیز یہ کہ وہ اپنے بتوں کو خود نہیں توڑیں گے، فرمایا، آخر الذکر کو ماننے میں کوئی حرج نہیں، رہی معافی نماز، سو بس دین میں نماز نہ ہو، اس میں اور کون سی خوبی ہو سکتی ہے جب وہ اسلام لے آئے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان بکھا جا چکا، تو آپ نے حضرت عثمان بن عاص رضی اللہ عنہ کو ان کا امیر مقرر فرمایا، اگرچہ مگر میں سب سے چھوٹے تھے۔ لیکن احکام اسلام میں خود و خویش کر لے اور تدریس قرآن میں سب سے بڑھ کر تھے۔ وہ بنو ثقیف اپنے گھروں کو واپس ہو گئے، اور ابوسفیان بن حرب اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہما، طاغیہ کے انہدام کے لیے ان کے ساتھ تھے۔ جب مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ وہاں پہنچے، تو وہ طاغیہ کی چھت پر کدال لے کر چڑھ گئے، وہ کدال سے مندر کو گرا رہے تھے اور بنو ثقیف کی عورتیں حسرت سے آہ وزاری کر رہی تھیں۔ مندر کے گرانے کے بعد حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے اس کے روپے پیسے اور زیورات پر قبضہ کر لیا۔

حضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ تو تعقیف کو مندرجہ ذیل فرمان لکھ کر دیا :-

## رسول کریم کا فرمان

”بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ محمد رسول اللہ کی طرف سے مومنوں کو یہ حکم دیا جاتا ہے، کہ واوی ورج کے خاردار درخت اور اس کا شکار حرام ہے درخت نہ کاٹے جائیں۔ اور جو شخص کوئی ایسی حرکت کرتا پکڑا جائے اسے دڑے لگائے جائیں۔ اور اس کے کپڑے اتار لیے جائیں۔ لیکن اگر وہ سرکشی کرے، تو اسے گرفتار کر کے محمد رسول اللہ کے پاس لایا جائے، کیونکہ یہ آپ کا حکم ہے، جسے خالد بن سعید نے آپ کے فرمان کے مطابق قلبند کیا ہے۔ کوئی شخص اس سے تجاوز نہ کرے، کیونکہ اس طرح وہ اپنے نفس پر ظلم کا مرتکب ہوگا۔“

وقد بنی عامر :- جنوک کی مہم سے فارغ ہوئے، اور نہ تو تعقیف ایمان لے آئے اور حضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کر لی تو عرب کے ہر کونے سے وفد کا تانا بانڈا گیا، اور لوگ اللہ کے دین میں گروہ درگروہ شامل ہوتے گئے، چنانچہ بنو عامر کا وفد بھی حاضر ہوا، جن میں عامر بن طفیل، اربد بن قیس اور جبار بن سلمی شامل تھے۔ یہ تینوں قوم کے سردار تھے اور نہایت شہر پسند۔ خدا کا دشمن عامر بن طفیل، حضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر حملے کے ارادے سے آیا تھا۔ اس نے ازبد سے کہا، جب ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچیں گے تو میں ان کا چہرہ تم سے دوسری طرف پھیرنے کی کوشش کروں گا۔ جب میں ایسا کروں، تو تم تلوار سے ان پر حملہ کر دینا۔ عامر نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو باتوں میں لگایا اور کہنے لگا، ”بجز اہم تھوڑے سواروں اور پیادوں سے آپ کو چار

طرف سے گھیر لیں گے: جب وہ چلا گیا، تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اے خدا! تو مجھے عامر بن طفیل کے شر سے بچا: جب وہ باہر نکلے تو عامر نے اربد سے کہا۔ ارے کم بخت! جو کچھ میں نے کہا تھا، تو نے اس پر عمل کیوں نہیں کیا؟، کئے لگا جب بھی میں نے تمہارے کہنے پر عمل کا ارادہ کیا تو میں نے تجھے اپنے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے درمیان حائل پایا، تو کیا میں تجھے تلوار سے قتل کر دیتا: ابھی وہ راستے ہی میں تھے، کہ عامر بن طفیل پر طاعون کا حملہ ہوا اور وہ مر گیا۔

یہ ایک بڑے قبیلے کا نام ہے، جو بحرین میں مقیم تھا۔ جب وفد عبد اس :- حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے تو آپ نے پوچھا: تمہارا تعلق کس قبیلے سے ہے؟ کہا: ربیعہ سے، آپ نے فرمایا: ہم خوش آمدید کہتے ہیں اس وفد کو جسے نہ کسی رسوائی سے واسطہ پڑے اور نہ مذامت سے: انہوں نے گزارش کی: یا رسول اللہ! ہمارے اور آپ کے درمیان کفار مضر کا ایک قبیلہ حائل ہے اور ہم آپ تک صرف حج کے مہینے میں ہی پہنچ سکتے ہیں۔ آپ ہمیں کوئی ایسا حکم دے دیں، کہ جس پر ہم خود عمل کریں اور ان لوگوں کو جو ہم سے دور ہیں، انہیں بھی اس پر عمل کے لیے کہیں، تاکہ ہم جنت میں داخل ہو سکیں: فرمایا، میں تمہیں چار باتوں کے کرنے کا حکم دیتا ہوں اور چار باتوں سے روکتا ہوں۔ اول خدائے واحد پر ایمان کا حکم دیتا ہوں۔ جانتے ہو، ایمان باللہ کیا ہے؟ یعنی شہادت دینا، کہ خدا کے بغیر اور کوئی خدا نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ کے رسول ہیں۔ (نیز) نماز قائم کرنا، زکوٰۃ دینا اور رمضان میں روزے رکھنا اور مال غنیمت میں سے پانچواں حصہ دینا۔

اسی طرح چار چیزوں سے روکتا ہوں۔ ۱۔ دُبار خشک کر دینا اور ڈالنے سے جب خمیر اٹھتا تو شراب بن جاتی، ۲۔ نقیہ (کھجور کی جڑ کسی چیز سے کھود کر اندر سے کھوکھلا کر دیتے، اور پھر تازہ کھجور بھر دیتے اور شراب تیار کر لیتے۔ صنم (سبز رنگ کے گھڑے

جن میں شراب ڈالتے تھے، ۴۴۔ مرقمات (جن برتنوں میں رال لگالی جاتی تھی)۔  
 علامہ قرطبی کہتے ہیں، کہ چار اوامر میں پہلا حکم اقامت نماز ہے، اور شہادتین کا  
 ذکر صرف بہ بعض تبرک ہے، کیونکہ یہ لوگ شہادتین کے پہلے سے قائل تھے۔  
 وفد بنو حنیفہ :- وفد بنو حنیفہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا  
 اور مسیلاً کذاب بھی ان میں شامل تھا۔ وہ اسے آپ کے  
 پاس لائے، اور اس نے اپنے آپ کو کپڑوں میں چھپا رکھا تھا۔ رسول کریم علیہ السلام نے  
 صحابہ کے ساتھ تشریف فرما تھے، اور آپ کے ہاتھ میں کھجور کی ایک پھڑی تھی۔ جب  
 آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، تو انہوں نے اسے کپڑے اوڑھا رکھے تھے۔ اس نے  
 حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے گفتگو کی اور پھر درخواست کی، کہ اپنے بعد مجھے اپنا خلیفہ  
 نامزد فرمائیے گا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر تو مجھ سے یہ پھڑی مانگے، تو تجھے  
 نہیں دوں گا۔

جب وہ لوگ واپس پیامہ میں پہنچے، تو خدا کا دشمن مسیلاً مرتد ہو گیا اور نبی بن  
 بیٹھا اور کہنے لگا، کہ نبوت میں مجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ دار بنایا گیا ہے، پھر  
 لگا بیچ فترے کھڑنے۔ جب اس نے سنا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک کنوئیں  
 میں پانی کی کلی ڈالی، تو کنوئیں کا پانی زیادہ ہو گیا تھا۔ اور حضرت علی کریم اللہ وجہہ کی  
 آنکھ میں لعاب دہن ڈالا، کیونکہ انہیں آنکھ میں درد تھا۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی  
 آنکھ تندرست ہو گئی تھی۔ اس لعاب نے ایک کنوئیں میں تھوکا، تو پانی خشک ہو گیا، اور  
 ایک تندرست آنکھ میں لعاب دہن لگایا، تو وہ اندھی ہو گئی۔ اسی طرح ایک دودھ پینے  
 والی بھری کے بھٹوں کو ہاتھ لگایا، تو اس کا دودھ خشک ہو گیا۔ پھر اس ملعون نے اپنی  
 قوم کو نماز معاف کر دنی اور شراب اور زنا حلال کر دیا۔ باایں ہمہ وہ حضور اکرم صلی اللہ  
 علیہ وسلم کی نبوت کا قائل تھا۔ اس نے ایک خط میں رسول کریم علیہ السلام کو تسلیم کو

یوں مخاطب کیا تھا :-

”سیلمہ سے جو خدا کا رسول ہے، محمد رسول اللہ کے نام۔

میں نبوت میں آپ کا شریک ہوں۔ نصف نبوت ہماری ہے اور  
نصف قریش کی۔“

جب قاصد یہ خط حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا، تو آپ نے جواب

میں تحریر فرمایا :-

”بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ محمد رسول اللہ کی طرف سے سیلمہ کذاب

کے نام۔ اس پر سلام جو سید سے راستے پر چلتا ہے۔ ابا بعد، زمین اللہ

کی ہے، وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے، وارث بناتا ہے اور

عاقبت پر ہیزگاروں کی ہے۔“

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بنوٹے کا وفد بھی

وفد بنی ٹے :- حاضر ہوا جس میں ان کا سردار زید الخلیل بھی تھا۔ حضور نبی کریم

علیہ التحیۃ والتسلیم نے انہیں اسلام کی دعوت دی، جو انہوں نے قبول کر لی، اور نہایت

اچھی طرح اس پر عمل پیرا ہوئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، کہ میرے سامنے

عرب کے جس آدمی کے بھی اوصاف بیان کیے گئے۔ جب وہ مجھ سے آکر ملا، تو میں نے

اسے جو کچھ سنا تھا اس سے کمتر پایا، سوائے زید کے جس کے تمام اوصاف مجھ تک نہیں

پہنچائے گئے، چنانچہ آپ نے ان کا نام زید الخیر رکھ دیا۔

یہ وفد ساٹھ یا اسی سواروں پر مشتمل تھا جو مسجد نبوی میں حاضر

وفد بنی کندہ :- خدمت ہوا۔ انہوں نے سر کے بال کندھوں تک بڑھائے

ہوئے تھے اور منقش چادروں کے جتے پہن رکھے تھے جن کے سجاوٹ ریشمی تھے آپ

نے دریافت کیا، کیا تم نے اسلام قبول نہیں کیا؟ کہنے لگے، کیا ہے۔ فرمایا، یہ ریشمی

مجھے تم نے گردنوں میں کیوں ڈال رکھے ہیں، یہ سن کر انہوں نے جتے پھاڑ ڈالے اور اتار کر پھینک دیئے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اشعرلیوں اور اہل یمن وفد اشعری :- کا وفد حاضر ہوا۔ حافظ ابن حجر کی رائے ہے کہ یہ لوگ یمنی تھے اور بنو تمیم سے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ نے فرمایا کہ تمہارے پاس ایسے لوگ آ رہے ہیں، جو تم سے زیادہ رفیق القلب ہیں، چنانچہ اشعری ذیل کا رجز پڑھتے ہوئے آئے :-

عِنْدًا تَلَقَّتِ الْإِحْبَابَ مُحْتَمًّا وَجُزْبًا

کل ہماری ملاقات احباب محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے گروہ سے ہوگی۔

امام مسلم نے رسول کریم علیہ السلام کے مندرجہ ذیل الفاظ نقل کیے ہیں۔ "اہل یمن آئے ہیں جن کے دل زیادہ نرم ہیں۔ ایمان یمنی ہے اور حکمت یمنی ہے۔ بکر مال چرانے والے متواضع ہوتے ہیں اور اونٹ چرانے والے زور سے بولنے والے بدو، جو مشرق کی طرف رہتے ہیں، مغرور اور تکبر ہوتے ہیں۔"

انہوں نے گزارش کی، یا رسول اللہ! ہم دین سیکھنے آئے ہیں، اور ہم اس کے متعلق ہی آپ سے درخواست کرتے ہیں۔ فرمایا، خدا موجود تھا، اور اس کے بغیر کسی چیز کا وجود نہ تھا۔ اور خدا کا نرش پانی پر تھا۔ اور اس نے ہر چیز کا نام لوح محفوظ پر لکھ دیا۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

وفد بنو ازد :- صدیق بن عبد اللہ ازدی، بنو ازد کا وفد لے کر حاضر خدمت ہوا، چنانچہ وہ صدق دل سے اسلام لے آئے۔ آپ نے اسے قبیلے کی امارت عطا کی، اور حکم دیا، کہ اہل بلعمان کو ساتھ لے کر یمنی اہل شرک سے جہاد



کریں چنانچہ انہوں نے اہل جوہش سے خوب جنگ کی۔ انہوں نے اپنے دو آدمی  
 حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجے ہوئے تھے۔ اتفاقاً ان کی حاضری میں  
 آپ نے فرمایا، کہ اللہ کے اونٹ شکر کے مقام پر ذبح کیے جا رہے ہیں (یہ اس مقام  
 کا نام تھا جہاں خوں ریزی ہو رہی تھی) وہ اپنے قبیلے کی طرف لوٹے۔ تو انہیں معلوم ہوا  
 کہ اس دن انہیں اس مصیبت سے اس وقت پالا پڑا تھا، جس وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام  
 نے مندرجہ بالا فقرہ استعمال کیا تھا۔ پھر جوہش کا وفد خدمت اقدس میں حاضر ہو کر ایمان  
 لے آیا، اور آپ نے ان کی بستیوں کے نواح میں ایک چراگاہ انہیں عنایت کر دی۔

رسول کریم علیہ السلام کی خدمت میں نجران

وفد بنو حارث بن کعب :- سے حارث بن کعب کا وفد حاضر ہوا۔ آپ نے

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو ان کی طرف بھیجا تھا، اور فرمایا تھا، کہ انہیں لوٹنے

سے پہلے تین دفعہ اسلام کی دعوت دو، چنانچہ وہ روانہ ہوئے اور وہاں جا پہنچے۔ پھر

سواروں کو متعین فرمایا، جو ادھر ادھر پھیل گئے، تاکہ لوگوں کو اسلام کی دعوت دیں۔ وہ

ہر طرف کھتے پھرتے تھے، لوگو! ایمان قبول کرو، کہ اسی میں تمہارے بچاؤ کی ضمانت ہے

بعد حضرت خالد رضی اللہ عنہ خدمت اقدس میں ان کے وفد کے ساتھ حاضر ہوئے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت کیا، تم اپنے دشمنوں کو کس طریقے سے

مغلوب کر لیتے ہو؟ عرض کی، یا رسول اللہ! ہم متحد ہو جاتے ہیں، افراق پھوڑ دیتے

اور کسی سے بے انصافی میں پہل نہیں کرتے۔ فرمایا، درست ہے، پھر آپ نے قبیس بن کعبین

کو ان کا امیر مقرر فرمایا اور وہ اپنے قبیلے کو لوٹ گئے۔

ہمدان کا وفد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چھوٹی

وفد ہمدان :- چھوٹی مینی چادریں اوڑھے اور عدنی پکڑیاں باندھے، مہری اور

ارجی اونٹوں پر سوار حاضر ہوئے۔ اور مالک بن النمط آپ کے سامنے رجز پڑھ رہا تھا۔

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایک فرمان عطا کیا، اور جو کچھ انہوں نے مانگا تھا، وہ اس میں لکھ دیا گیا۔ نیز حضور نبی کریم علیہ السلام نے مالک بن مختار رضی اللہ عنہ کو ان کا امیر مقرر فرمایا۔

امام بیہقی، نعمان بن مقرن سے راوی ہیں، کہ ہم مزینہ کے چار سو وفد مزینہ :- آدمیوں کی معیت میں حاضر خدمت ہوئے، جب ہم نے وہاں کا ارادہ کیا، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: "اے عمر! ان لوگوں کے زاو سفر کا بندوبست کرو، انہوں نے جواب دیا، یا رسول اللہ! میرے پاس کھجوروں کے سوا اور کچھ نہیں، اور میرا خیال ہے، کہ اس قلیل مقدار سے ان لوگوں کا کام نہیں چلے گا: فرمایا، ہاؤ اور ان کے زاو سفر کا انتظام کرو: حضرت عمر رضی اللہ عنہ انہیں سٹھانے کر اپنے گھر کو آئے اور ایک بالاخانے پر لے گئے۔ جب وہ اندر گئے، وہاں سیاہی مائل اونٹ کے رنگ کی کھجوریں رکھی تھیں، چنانچہ انہوں نے اپنی اپنی ضرورت کے مطابق اٹھالیں۔ نعمان بن مقرن راوی ہیں، کہ میں سب سے پیچھے تھا، میں نے دیکھا تو یوں معلوم ہوا، گویا کسی نے ایک کھجور بھی وہاں سے نہیں اٹھائی تھی۔

وفد بنو دوس :- بنو دوس کا وفد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بہ مقام خیبر حاضر ہوا۔ حضرت طفیل بن عمرو الدوسی راوی ہیں، کہ میں مکے آیا، اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ابھی وہیں تھے۔ مگر قریش مکہ نے مجھے آپ کی سرگرمیوں سے سخت ڈرا دیا، اور مشورہ دیا، کہ نہ تو میں آپ سے بات کروں اور نہ ہی آپ کی بات سنوں۔ ایک دن میں نے آپ کو کعبے میں نماز پڑھتے دیکھا، اور آپ کی زبان سے نہایت عمدہ کلام سنا۔ میں بٹھر گیا، تا آنکہ آپ اپنے گھر کو چل دیئے۔ میں پیچھے پیچھے چلا آیا، جب گھر پہنچے تو میں نے گزارش کی، اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم، آپ کی قوم نے مجھ سے آپ کے بارے میں کئی ایسی ویسی باتیں کی ہیں، اور بخدا انہوں نے مجھے آپ کی

مگر میوں سے اتنا ڈرایا کہ میں نے کانوں میں روئی ٹھونس لی۔ تاکہ آپ کی کوئی بات میرے کانوں میں نہ پڑ جائے، لیکن خدا کو یہ بات نہ بھائی اور اس نے مجھے آپ کا صبح و بلع کلام سنا دیا۔ آپ اپنی دعوت پیش کیجئے۔ اس پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسلام کو میرے سامنے پیش کیا اور قرآن پاک کی تلاوت فرمائی۔ بخدا میں نے اس سے بڑھ کر عمدہ کلام اور توازن دینی احکام کبھی نہیں سنے تھے۔ چنانچہ میں اسلام لے آیا اور کلمہ شہادت پڑھا۔ پھر میں نے عرض کی، یا رسول اللہ! میں اپنے قبیلے کا امیر ہوں، اور اب واپس جا رہا ہوں، تاکہ انہیں دین اسلام کی طرف بلاؤں۔ آپ دعا فرمائی، کہ خدا مجھے کوئی نشان (ثبوت) عطا کرے۔ اس کے بعد میں اپنی قوم کی طرف روانہ ہو پڑا۔ جب میں گھاٹی (کی چوٹی) پر سامنے آیا، تو وہاں جو لوگ موجود تھے، وہ میری آنکھوں کے درمیان دیئے کی طرح نور دیکھ رہے تھے، میں نے دعا کی، "اے خدا، میرے چہرے کے علاوہ کسی اور جگہ اسے نمایاں کر۔ مبادا میری قوم یہ کہنا شروع کر دے، کہ چونکہ میں نے ان کا دین چھو دیا ہے، اس لیے میری شکل مسخ ہو گئی ہے۔" چنانچہ وہاں سے یہ نور بہٹ گیا، اور میرے کوڑے سے لیمپ کی طرح لٹک گیا۔ میں گھاٹی سے اتر آیا اور ان کے پاس پہنچ گیا۔ اور ان میں گھل مل گیا۔ پھر میں نے اپنے باپ کو اسلام کی دعوت دی، چنانچہ وہ مسلمان ہو گیا۔ پھر بیوی کو دعوت دی، وہ بھی اسلام لے آئی۔ پھر میں نے اپنے قبیلے کو دعوت دی۔ وہ پس و پیش میں پڑ گئے۔ میں حاضر خدمت ہوا، اور عرض گزاری، "یا رسول اللہ! بنو دوس کے معاملے میں مجھ پر اہل قبیلہ کی خواہش زنا غالب آگئی ہے۔ یعنی وہ ڈرتے ہیں، کہ اگر اسلام لے آئے، تو انہیں اس شغل سے دست بردار ہونا پڑے گا، پس آپ ان کے خلاف بددعا کریں۔" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، "اے خدا تو بنو دوس کو ہدایت دے۔" پھر مجھ سے مخاطب ہو کر کہا، "اپنے قبیلے کو واپس جاؤ اور انہیں اللہ کی طرف بلاؤ اور نرمی سے پیش آؤ۔" میں واپس آ گیا اور انہیں خدائی دین کی طرف بلانا رہا۔ کچھ

عرصے کے بعد میں آپ کی خدمت میں بہ مقام خیبر حاضر ہوا، اور ہم مدینے میں ستر یا اسی خاندانوں کو لیے آگئے۔ پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلے گئے۔ چنانچہ آپ نے باقی مسلمانوں کے ساتھ مالِ غنیمت سے حصہ عطا کیا۔

یہ نجران کے نصاریٰ کا وفد تھا۔ جو ساٹھ سواروں پر مشتمل تھا، ان کا امیر عاقب تھا۔ اور مجلس شوریٰ کا سردار عبدالمسیح تھا، اور ان کی سوار یوں (سفریوں) اور اجتماعات کا منصرم سید کہلاتا تھا جس کا نام ایہم تھا۔ کہتے ہیں کہ اس کا نام شمر حبیل تھا، کنیت ابو صرارہ تھی اور بکر بن وائل کا بھائی تھا۔ وہ ان میں معزز شمار ہوتا تھا، اور اس نے ان کی کتابیں پڑھ رکھی تھیں۔ روم کے بادشاہ نصرانی تھے۔ انہوں نے اسے شان و شوکت اور حکومت دے رکھی تھی۔ وہ متقدمین کی کتابوں کے مطالعے کی وجہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت، آپ کے اوصاف اور خوبیوں سے اچھی طرح واقف تھا۔ لیکن جہالت کی وجہ سے نصرانیت پر ڈٹا رہا، کیونکہ وہ لوگ اس کی تعظیم و تحکیم کرتے تھے۔ رسول کریم علیہ السلام نے انہیں قبول اسلام کی دعوت دی اور قرآن حکیم کی تلاوت کی لیکن انہوں نے انکار کر دیا۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ اگر میری باتوں کو نہیں مانتے ہو، تو آؤ میں تم سے مباہلہ کرتا ہوں۔ شمر حبیل نے اپنے رفقا سے کہا، کہ اگر آپ فی الحقیقت نبی ہیں، اور ہم ان سے مباہلہ کرتے ہیں، تو نہ ہم اور نہ ہماری اولاد ابدی طور پر خدائی عذاب سے بچ سکے گی۔ چنانچہ انہوں نے دو ہزار جوتوں کی ادائیگی پر صلح کر لی۔ ایک ہزار ماہِ رجب میں اور ایک ہزار ماہِ صفر میں ادا کریں گے اور ہرجتے کے ساتھ ایک اوقیہ چاندی ہوگی۔

قاصدِ سرود :- فرود بن عمرو الجذامی (جو اسلام قبول کر چکا تھا) کا قاصد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور ایک سفید خچر بطور تحفہ پیش کیا۔

ضمَام بن ثعلبہ، جسے بنو سعد بن بکر نے بھیجا تھا، خدمتِ اقدس میں  
 ضمام بن ثعلبہ :- حاضر ہوا۔ امام بخاری نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے  
 روایت کی ہے، کہ ہم ایک دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے  
 تھے، کہ ایک شتر سوار آیا، جس نے اپنا اونٹ مسجد کے پاس بٹھایا، پھر اس کے پاؤں  
 باندھے اور کہنے لگا، تم میں محمد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کون ہیں؟ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام  
 اس وقت تک یہ لگائے بیٹھے تھے۔ ہم نے جواب میں کہا، یہ صاحبِ جو سفید رنگ کے  
 ہیں اور تکیہ لگائے بیٹھے ہیں (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں) وہ شخص کہنے لگا، اے  
 عبدالمطلب کے فرزند! فرمایا، "میں نے تیری بات سن لی ہے۔" کہنے لگا، "میں آپ  
 سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں اور اس باب میں ذرا سخت لہجہ اپناؤں گا، اس لیے آپ دل  
 سے بُرا نہ مانے گا۔" فرمایا، "جو کچھ پوچھنا چاہتے ہو، پوچھو۔" کہنے لگا، "میں آپ کو اپنے  
 خدا اور اپنے بزرگوں کے خدا کی قسم دیتا ہوں، کیا فی الواقع آپ کو خدا نے تمام انسانوں  
 کی طرف مبعوث فرمایا ہے؟" فرمایا، "ہاں ایسا ہی ہے۔" پھر کہا، "میں پھر آپ کو خدا کی  
 قسم دیتا ہوں، کیا اس نے حکم دیا ہے کہ دن رات میں پانچ نمازیں پڑھی جائیں؟" فرمایا،  
 "درست ہے۔" پھر پوچھا، "میں آپ کو خدا کی قسم دیتا ہوں، کیا اس نے حکم دیا ہے، کہ  
 سال میں ایک مہینے کے روزے رکھے جائیں؟" فرمایا، "ٹھیک ہے۔" پھر پوچھا، "میں  
 آپ کو خدا کی قسم دیتا ہوں، کیا اس نے حکم دیا ہے، کہ امراء سے صدقہ وصول کر کے،  
 غربا میں تقسیم کیا جائے؟" فرمایا، "ایسا ہی ہے۔" کہنے لگا، "آپ جو دین لانے ہیں میں اس  
 پر ایمان لاتا ہوں۔" پھر وہ اپنے قبیلے کو واپس چلا گیا۔ اور وہ سب مسلمان ہو گئے۔  
 حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، ہمیں معلوم نہیں، کہ کسی قوم کا رئیس وفد  
 ضمام بن ثعلبہ سے بہتر ہوا ہوگا۔

طارق بن عبد اللہ محاربی اور اس کے قبیلے کے لوگ،  
 وفد بنی محارب :- کھجوریں خریدنے کے لیے مدینے آئے جب وہ لوگ  
 مدینے کی بستی اور باغات کے قریب آئے، تو ان کی ملاقات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
 (جنہیں وہ نہیں جانتے تھے) سے ہو گئی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان سے کھجوروں کے  
 بدلے میں ایک سرخ اونٹ خریدیا، اور لے کر چل دیئے جب آپ مدینے کے مکانات  
 اور باغات کے پیچھے نظروں سے اوجھل ہو گئے تو ہمیں خیال آیا کہ ہم نے کیا غلطی کی ہے،  
 کہ ایک ایسے شخص کو اونٹ بیچ دیا ہے جسے ہم جانتے ہی نہیں اور قیمت وصول ہی نہیں  
 کی چنانچہ ایک گورت نے جو ہمارے ساتھ تھی، کہا تم ایک دوسرے کو الزام نہ دو، میں  
 نے جس شخص کا چہرہ دیکھا ہے، وہ کبھی آپ کو دھوکا نہیں دے گا۔ میں نے چودھویں کے  
 چاند سے متا جلتا اور کوئی چہرہ ایسا نہیں دیکھا۔ اتنے میں ایک آدمی آیا، کہنے لگا، میں  
 رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کا قاصد ہوں۔ یہ ہے تمہاری کھجور، خوب پیٹ بھر کر کھاؤ، اور  
 پھر اچھی طرح وزن کر لو، چنانچہ ہم نے خوب پیٹ بھر کر کھائیں اور اچھی طرح تول لیں  
 اس کے بعد ہم شہر گئے جب مسجد میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ آپ منبر پر کھڑے خطبہ لے  
 رہے تھے ہم آپ کا خطبہ سننے لگ گئے فرما رہے تھے، "خدا کے نام پر صدقہ دیا  
 کرو، کہ اس میں تمہاری بھلائی ہے، اور دینے والا ہاتھ لینے والے ہاتھ سے بہتر ہے،"  
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بنو نجیب کا وفد حاضر ہوا۔  
 وفد نجیب :- وہ تیرہ آدمیوں پر مشتمل تھا۔ وہ اپنے ساتھ فرعن زکات کے کچھ  
 ٹوٹی بھی لائے تھے۔ آپ اس سے خوش ہوئے اور مناسب پذیرائی فرمائی، اور حضرت  
 بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ اچھی طرح مہمان نوازی کریں۔ پھر برائے رخصت خدمت  
 اقدس میں حاضر ہوئے۔ آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے کہا، کہ باقی وفد کے  
 مقابلے میں ان سے بہتر سلوک کیا جائے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا

کہ تم میں سے کوئی آدمی رہ تو نہیں گیا، کہنے لگے، ہمارے ساتھ ایک لڑکا بھی ہے، جسے ہم اپنی سواریوں کے پاس چھوڑ آئے ہیں۔ وہ سب کم عمر ہے، فرمایا، اسے بھی لاؤ۔ جب وہ حاضر خدمت ہوا، تو کہنے لگا، یا رسول اللہ! میں اپنے گھر سے اس لیے آیا تھا کہ آپ میرے لیے دعا فرمائیں، کہ خدا مجھے مغفرت عطا کرے، مجھ پر رحم فرمائے، اور میرے دل کو دولت قناعت سے نوازے۔ حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے فرمایا، اے اللہ! تو اسے معاف کر، اس پر رحم کر اور اسے قناعت عطا کر۔ پھر آپ نے اسے بھی وہی کچھ دیا، جو باقی ارکان وفد کو دیا تھا۔ اس کے بعد وہ لوگ اپنے گھروں کو روانہ ہو گئے۔

بعد میں یہ لوگ ہجرت کے دسویں سال بہ مقام منیٰ دربار رسالت میں حاضر ہوئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس لڑکے کے متعلق دریافت فرمایا، انہوں نے کہا، یا رسول اللہ! ہم نے کوئی ایسا آدمی، جو اللہ کے رزق پر شاکر ہو، نہ دیکھا، نہ سنا۔ اگر لوگ اس کے سامنے دنیا بھر کی اشیا بانٹنے بیٹھ جائیں، وہ نہ ادھر دیکھے گا اور نہ توجہ کرے گا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بنو سعد ہذیم کا وفد بنی سعد ہذیم :- وفد حاضر ہوا، علامہ واقدی نے ابن نعمان سے اور انہوں نے اپنے والد سے، جو بنو سعد ہذیم سے تھے، روایت کی، کہ ہم اپنی قوم کے چند افراد کے ساتھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس بہ غرض بیعت آئے۔ بعدہ ہم اپنی سواریوں کی طرف، جہاں ہم اپنے ایک کم عمر ساتھی کو چھوڑ آئے تھے، لوٹ گئے۔ حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے پھر کسی شخص کو ہماری تلاش میں روانہ کیا۔ چنانچہ ہم پھر حاضر ہوئے۔ ہمارے کم عمر ساتھی نے آگے بڑھ کر آپ سے اسلام پر بیعت کی۔ ہم نے کہا، یا رسول اللہ! یہ جوان سب سے چھوٹا ہے اور ہمارا خدمت گار ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

خدا تجھے برکت دے۔ اَصْغَرُ الْقَوْمِ خَادِمُهُمْ۔ میرا والد راوی ہے، کہ بخدا وہ لڑکا رسول کریم علیہ النبیۃ والتسلیم کی دعا کے طفیل ہم سب سے اچھا تھا، اور معاملات دین میں زیادہ باخبر تھا۔ بعدہ آپ نے اسے ہمارا امیر بنا دیا۔ چنانچہ وہ ہمیں نماز پڑھایا کرتا تھا۔ کچھ دنوں بعد ہم اپنے قبیلے میں لوٹ آئے، اور خدا نے ہماری قوم کو نعمت اسلام سے نوازا۔

**دندبئی فرزارہ :-** جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خیبر کی مہم سے واپس لوٹے تو بڑے فرزارہ دس بارہ آدمیوں کے ساتھ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ یہ لوگ لاغز اور کمزور آدمیوں پر سوار تھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان سے ان کی بستیوں کے بارے میں دریافت فرمایا، ایک کہنے لگا، یا رسول اللہ! ہمارا علاقہ خشک سالی کی زد میں ہے، کوئی مرگئے ہیں، گرد و نواح میں قحط پڑ گیا ہے، اور بال بچے کمزور ہو گئے ہیں۔ آپ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہماری امداد کرے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہوئے اور دعا فرمائی۔

**دندبئی اسد :-** بنو اسد کا وفد جو دس گروہوں پر مشتمل تھا، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور آپ صحابہ کے مجمع میں تشریف فرما تھے۔ ان کے ترجمان نے کہا، یا رسول اللہ! ہم شہادت دیتے ہیں کہ خداوند واحد لا شریک ہے، اور آپ اس کے بندے اور رسول ہیں، ہم خود بخود حاضر ہوئے ہیں۔ حالانکہ آپ نے ہمیں بلائے کے لیے کسی کو نہیں بھیجا، اس پر مندرجہ ذیل آیت نازل ہوئی :- **يَمْشُونَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوا، قُلْ لَا تَمْتُوا عَلَيَّ اِسْلَامَكُمْ بِلِ اللّٰهِ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدَاكُمْ لِلدِّيْمَانِ، اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ۔**

**دندبہرہ :-** حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یمن سے بہرا کا وفد آیا، جو تیرہ آدمیوں پر مشتمل تھا۔ جب وہ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ



کے دروازے پر آئے، انہوں نے مرجبا کہی اور عیس (علوے) کا ایک پیالہ پیش کیا، اہل وفد نے اس سے پیٹ بھر کھایا۔ جب پیالہ واپس کیا گیا تو ابھی تک اس میں تھوڑا سا حلوہ تھا۔ اسے انہوں نے ایک چھوٹے سے برتن میں جمع کر کے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں بھیج دیا۔ آپ اس وقت حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھے۔ چنانچہ آپ نے مع اہل خانہ کے اس سے پیٹ بھر کر کھایا۔ پھر وہ خود اور مہمان جب تک مدینے میں ٹھہرے رہے وہی حلوہ کھاتے اور لوٹا دیتے، اور حلوہ کم نہ ہوتا۔ آخر مہمانوں نے یہ کہنا شروع کر دیا۔ اسے ابو معبد! آپ نے ہمیں ایسا پسندیدہ تریں حلوہ کھلایا جیسا کہ ہمیں کھتری کھبی نصیب ہوتا ہے۔ اس پر حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے انہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ساری بات بتا دی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پیالے سے کھایا ہے اور پھر واپس کیا ہے، چنانچہ یہ معجزہ، آپ کی انگلیوں کی برکت کا ممنون ہے۔ یہ سن کر وہ لوگ کہنے لگے، "ہم شہادت دیتے ہیں، کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔" اس سے ان کا یقین اور بچتہ ہو گیا، انہوں نے چند دن قیام کیا، اور ضروری احکام سیکھے۔ پھر وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے طالبِ رخصت ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا، کہ انہیں مخالف دیئے جائیں، چنانچہ وہ لوگ اپنے گھروں کو روانہ ہو گئے۔

بنو عذرہ کا وفد جس میں بارہ آدمی تھے، آپ کی خدمت میں وفد عذرہ :- حاضر ہوا۔ آپ نے انہیں خوش آمدید کہی، وہ اسلام لے آئے اور آپ نے انہیں شام کی شمع اور ہرقل کی شکست کی خوشخبری دی، آپ نے انہیں انعام دیا اور وہ گھروں کو لوٹ گئے۔

آپ کی خدمت میں بنو بلی کا وفد حاضر ہوا، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام وفد بلی :- نے فرمایا، اس خدا کا شکر ہے جس نے تم کو قبولِ اسلام کی طرف

راہ نمائی کی جو شخص بجاالت کفر مرے گا، وہ جہنمی ہے۔ بعد از حسن سلوک، وہ اپنے گھروں کو لوٹ گئے۔

**دفن بنی مرہ :-** صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا، تمہارے علاقے کا کیا حال ہے۔  
 کہنے لگے، یا رسول اللہ! ہم سخت بد حال ہیں، ہمارے لیے دعا فرمائیے، فرمایا، اے خدا، تو انہیں بارش سے نواز۔ چند دنوں کے قیام کے بعد وہ واپس ہوئے اور آپ نے انہیں تحائف دینے جب وہاں پہنچے تو دیکھا، کہ جس دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے لیے دعا کی تھی وہاں بارش برس گئی تھی۔

**دفن خولان :-** خولان کے وفد میں دس آدمی تھے، عرض کی: یا رسول اللہ! ہم اللہ پر ایمان لائے ہیں اور اس کے رسول کی تصدیق کی ہے اور آپ تک آنے کے لیے ہم نے اونٹوں کو دوڑایا ہے، اور سخت اور نرم زمین کو طے کیا ہے۔ یہ اللہ اور اس کے رسول کا احسان ہے، کہ ہمیں آپ کی زیارت نصیب ہوئی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم نے میری طرف سفر کا جو ذکر کیا ہے، اس کے بدلے میں خدا تمہیں اونٹ کے ہر قدم کا جو اس نے اٹھایا ہے، ایک نیکی کا ثواب دیگا۔  
 رہی تمہاری یہ بات کہ تم مجھے ملنے آئے ہو جو شخص مجھے ملنے مدینے آئے گا، وہ قیامت کے دن میرے پڑوس میں جگہ پائے گا۔ اس کے بعد آپ نے انہیں احکام دین سکھائے۔  
 اور حکم دیا، وعدہ پورا کرو، امانت ادا کرو، ہمسائے سے اچھا سلوک کرو، اور کسی بے انصافی نہ کرو۔ پھر آپ نے انہیں تحفے تحائف دیئے۔ وہ واپس چلے گئے، اور اس بت کو جس کی وہ پرستش کرتے تھے، توڑ دیا۔

**دفن محارب :-** جن دنوں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قبائل عرب میں جا جا کر اسلام پیش کرتے تھے، یہ لوگ آپ سے نہایت بد خوئی اور درشت

مزاہی سے پیش آتے تھے۔ ان میں سے دس آدمی حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے پاس آئے وہ ایمان لے آئے اور پھر اپنے گھروں کو لوٹ گئے۔

سدا کا وفد جو پندرہ آدمیوں پر مشتمل تھا، ایمان لے آئے، آپ وفد سدا :- نے ان کو انعامات سے نوازا اور وہ واپس چلے گئے اور اسلام ان میں پھیل گیا۔

غسانوں کا وفد تین آدمیوں پر مشتمل تھا، ایمان لے آئے۔ وفد غسان :- آپ نے ان کو انعامات سے نوازا اور پھر وہ واپس لوٹ گئے۔

بنو سلامان کے وفد میں سات آدمی تھے۔ انہوں نے اسلام قبول کیا، اور خدمت اقدس میں گزارش کی: "یا رسول اللہ! ہمارے علاقے میں زبردست قحط ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی، انہوں نے رخصت طلب کی، آپ نے انہیں مخالف سے نوازا۔ وہ واپس چلے گئے۔ وہاں جا کر دیکھا، کہ جس دن رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے دعا فرمائی تھی، اسی دن وہاں پر بارش ہو گئی تھی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بنو عس کے وفد نے وفد بنی عس :- حاضر ہو کر عرض کی، کہ ہمارے پاس آپ کے قاری آئے اور ہمیں بتایا کہ وہ شخص جو ہجرت نہیں کرے گا، اس کا اسلام بے وزن ہے، حالانکہ ہم لوگوں کا مال و متاع سب ہوشی میں، اگر ہجرت کے بغیر اسلام کی کوئی حیثیت نہیں، تو ہم ان اشیاء کو بیچ کر ہجرت کر لیتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم جس مقام پر بھی ہو، اللہ سے ڈرتے رہو۔ تمہارے اعمال کی حیثیت میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔

بنو غامد کے دس آدمی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت  
 وفد بنی غامد :- میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے اسلام قبول کر لیا، اور آپ

نے احکام شریعت لکھ کر ان کے حوالے کیے اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو حکم دیا  
 کہ انہیں قرآن پاک پڑھائیں، پھر آپ نے انعام و اکرام کے بعد انہیں رخصت کر دیا۔

رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی خدمت میں بنو ازد کا وفد حاضر ہوا۔  
 وفد بنی ازد :- علقمہ بن یزید بن سوید الازدی سے روایت ہے، کہ میرے باپ

نے میرے دادا سے روایت کی، کہ میں بھی اس وفد میں جو سات آدمیوں پر مشتمل تھا۔  
 حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب ہم نے آپ سے گفتگو کی تو آپ  
 نے ہمارے طور طریقے اور رنگ ڈھنگ دیکھ کر دریافت فرمایا، کہ تم کون ہو۔ عرض کی کہ  
 مسلمان ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور فرمایا، کہ ہر قول کی حقیقت ہوتی ہے، تمہارے

اس ادعا اور ایمان کا کیا ثبوت ہے۔ ہم نے جواب دیا، پندرہ اوصاف۔ جن میں

پانچ وہ ہیں، جن پر ایمان لانے کا حکم آپ کے معلموں نے دیا ہے اور پانچ وہ ہیں، جن  
 پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور پانچ وہ ہیں جو زمانہ جاہلیت سے ہمیں ورثے میں  
 ملے ہیں۔ ہم ان پر بھی عمل پیرا ہیں۔ ہاں ان میں سے آپ کو کوئی وصف ناپسند ہو۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دریافت فرمایا، وہ پانچ وصف کون سے ہیں، جن کا حکم  
 میرے معلمین نے دیا ہے۔ انہوں نے کہا۔ اللہ، فرشتوں، کتابوں، انبیاء اور موت کے  
 بعد زندگی پر ایمان لانا۔ پھر دریافت فرمایا، وہ پانچ اوصاف، جن پر عمل کرنے کا حکم ملا ہے  
 کون کون سے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا، اول یہ کہ ہم خدا کی وحدانیت کا اقرار کریں۔

نماز پڑھیں۔ زکات دیں۔ رمضان کے روزے رکھیں اور اگر استطاعت ہو تو حج کریں۔

اچھا وہ اوصاف جو تمہاری جاہلیت سے وراثت میں ملے ہیں، کیا کیا ہیں؟ انہوں نے  
 جواب دیا، فراخی میں شکر، مصیبت میں صبر، تلخی تقدیر پر رضا، دشمن کے مقابلے میں

ثابت قدمی اور دشمنوں کے خلاف شہادت سے دست برداری۔ یہ سن کر حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے فرمایا، یہ لوگ حکما اور علما ہیں، اور قریب تھا کہ انہیں اپنے تفرقہ کی وجہ سے نبوت مل جاتی، پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، "میں مزید پانچ خوبیوں کا اضافہ کرتا ہوں، تاکہ بیس پوری ہو جائیں۔ اور جیسا کہ تم نے بیان کیا ہے، اگر یہ بات درست ہے، تو میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں، کہ جو چیز تم نہیں کھاتے، وہ ذخیرہ مت کرو۔ جس میں تمہیں سکونت نہیں کرنی، اس کی تعمیر مت کرو، جو چیز کل تم سے لے لی جائے گی، اس کی تسمت کرو، اور صرف اس چیز کی تلاش کرو، جو کل تمہارے سامنے آئے گی، اور جہاں تم ہمیشہ رہو گے۔" یہ وفد واپس چلا گیا۔ ان لوگوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحت کو یاد رکھا اور اس پر عمل کیا۔

بنو منفق کا وفد دربار رسالت میں حاضر ہوا۔ عاصم بن لقیط

و مندی منفق :- راوی ہے کہ لقیط بن عامر اپنے ایک دوست نیک بن

عاصم بن مالک کی معیت میں بطور وفد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وہ بیان کرتا ہے، کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز پڑھ چکے، تو ہمارا وفد پیش ہوا۔ آپ تقریب کے لیے اٹھے اور فرمایا۔ اسے لوگو! میں گزشتہ چار دن سے خاموش تھا تاکہ تم آج میری بات کو سنو۔ پھر فرمایا، کیا تم میں کوئی ایسا آدمی ہے، جسے اس کی قوم نے اس لیے میرے پاس بھیجا ہو، کہ وہ معلوم کرے کہ میں کیا کرتا ہوں۔ اور پھر اسے اپنی باتوں یا اپنے ساتھی کی گفتگوئے (اپنے مشن سے) غافل کر دیا ہو، دیکھو، میں مانو ہوں کہ احکام الہی کی تبلیغ کروں۔ میری بات بہ خورد سنو اور میری گفتگو جس میں حشر نشر اور جنت و جہنم کا ذکر تھا، کو لوگوں تک پہنچاؤ۔

راوی بیان کرتا ہے، میں نے دریافت کیا، یا رسول اللہ! ہم کس بات پر آپ کی بیعت کریں۔ آپ نے ہاتھ آگے بڑھایا اور فرمایا، "نماز پڑھو، زکات ادا کرو اور

کسی کو خدا کا شریک نہ بناؤ۔

دندبئی نوح :- جو دو خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تھے، بنو نوح کا وفد جو  
 دو سو افراد پر مشتمل تھا، سب سے آخری تھا۔ یہ لوگ مہمان خانے  
 میں اترے، ان میں سے ایک شخص نے جس کا نام زرارہ بن عمر و تھا، عرض کی یا رسول اللہ!  
 میں نے اس سفر کے دوران میں ایک عجیب خواب دیکھا ہے۔ فرمایا: وہ کیا تھنے لگا،  
 ”میں نے دیکھا، کہ ایک گدھی (جسے میں گھر پھوڑا آیا تھا) نے مگرہی کا بچہ جنا، جو سرخ  
 رنگ کا ہے، مائل بہ سیاہی۔“ آپ نے پوچھا: کیا تم کسی ایسی کینز کو جو حاملہ تھی، چھوڑتے  
 ہوئے گئے لگا، جی ہاں، فرمایا، ”اس نے بچہ جنا ہے، جو تمہارا بیٹا ہے۔“ اس نے عرض  
 کیا ”یا رسول اللہ! سرخی مائل بہ سیاہی سے کیا مراد ہے؟“ فرمایا، ”ذرا قریب آجاؤ۔“  
 اس نے تعمیل کی، تو فرمایا، ”کیا تمہیں برص ہے، جسے چھپانے پھرتے ہو؟“ عرض کی،  
 ”یا رسول اللہ! اس ذات کی قسم، جس نے آپ کو نبی بنا کر بھیجا ہے کہ اس کا کسی کو  
 علم نہیں، اور میں نے آپ کے بغیر کسی کو بھی بتایا نہیں۔“ آپ نے فرمایا ”یہ وہی چیز ہے۔“  
 میں نے پھر عرض کی ”یا رسول اللہ! میں نے نعمان بن منذر کو دیکھا، کہ اس نے  
 سونے کے دو بالے اور لاکھتوں میں سونے کے دو کنگن یا باگھتی دانت کے دو کنگن پہن  
 رکھے ہیں۔“ فرمایا، ”اس سے مراد عرب کا ملک ہے، جو اپنی سابقہ رونق اور روتاژگی  
 کو پھر حاصل کر لے گا۔“ اس نے پھر کہا، ”یا رسول اللہ! میں نے ایک سفید بالوں والی  
 بڑھیا کو زمین سے نکلے دیکھا، فرمایا، ”یہ دنیا کا بقیہ حصہ ہے۔“ پھر کہا، ”یا رسول اللہ!  
 میں نے زمین سے ایسی آگ کو نکلے دیکھا، جو میرے اور میرے بیٹے عمر کے درمیان  
 حائل ہو گئی۔“ فرمایا، ”یہ فتنہ آخر الزمان ہے۔“ اس نے دریافت کیا، ”یا رسول اللہ!  
 فتنے سے کیا مراد ہے؟“ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ”لوگ اپنے امام کو قتل کر دیں  
 گے۔ پھر حضور نبی کریم علیہ الخیرۃ والسلام نے اپنی انگلیوں کو ادھر ادھر بدلا۔“ ایک بدکن

انسان یہ سمجھ بیٹھے گا، کہ وہ نیکو کار ہے، اور مومن، مومن کے خون کو پانی سے زیادہ  
 شیریں خیال کرے گا۔ اگر تیرا بیٹا مر گیا تو فتنہ تمہیں اپنی لپیٹ میں لے لے گا، اور تم مر  
 گئے تو تمہارا بیٹا اس کی لپیٹ میں آجائے گا۔ اس نے عرض کی یا رسول اللہ! دعا  
 فرمائیے، کہ میں اس سبچ جاؤں: چنانچہ وہ فوت ہو گیا اور اس کا بیٹا زندہ  
 رہا۔ یہ (اس کا بیٹا) ان لوگوں میں شامل تھا، جنہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ  
 کو معزول کیا تھا۔



## باب سوم

حضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالِ خلقت و جمالِ صورت  
نیز آپ کے پاکیزہ اخلاق اور پسندیدہ اوصاف اور انہی خوبیوں  
و مقدس خصائل، اور ان صفات کے بارے میں، جسے کہے  
آدمی کو زندگی میں ضرورت ہوتی ہے۔

### فصل اول

## حضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالِ خلقت اور جمالِ صورت کے بارے میں

تمہیں معلوم ہونا چاہیے، کہ حضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان کمال کی ایک شرط یہ  
ہے، کہ آدمی کو اس بات پر ایمان ہو، کہ خدا نے آپ کے جسم مبارک کو ایسی صورت  
میں پیدا کیا ہے، کہ کسی آدمی کو بھی نہ تو پہلے ایسا جسم دیا گیا ہے اور نہ بعد میں دیا جائیگا۔  
ابوصیری نے کیا خوب کہا ہے :-

فَهُوَ الَّذِي تَمَّ مَعْنَاهُ وَصُورَتُهُ  
مَنْزُورَةٌ عَنْ شَرِيكَ فِي مَحَابِبِهِ  
ثُمَّ اصْطَفَاهُ حَبِيبًا بَارِيَّ السَّمِ  
فَجَوْهَرُ الْحُسْنِ فِيهِ غَيْرُ مَنْقَسِمٍ

حضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ایسی ہے، جو معنا اور صورتاً مکمل ہے، پھر  
خدا نے جو انسانوں کا خالق ہے آپ کو اپنا حبیب منتخب فرمایا۔  
آپ کے اوصاف میں کوئی اور انسان شریک نہیں، اور آپ کا جو حسن



غیر منقسم ہے۔

علامہ قرظبی کا قول ہے، کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اوصاف ہم پر ظاہر نہیں کیے گئے۔ کیونکہ اگر آپ کے تمام اوصاف ظاہر کر دیئے جاتے تو ہماری آنکھیں انہیں دیکھنے کی تاب نہ لاسکتیں۔

امام بخاری اور امام مسلم حضرت برار سے راوی ہیں، کہ حضور اکرم چہرہ مبارک :- صلی اللہ علیہ وسلم شکل و صورت میں سب انسانوں سے خوبصورت اور اخلاق و اطوار میں سب سے بہتر تھے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں، کہ میں نے آپ سے بڑھ کر حسین ترین انسان نہیں دیکھا۔ یوں معلوم ہوتا ہے، گویا آپ کا چہرہ سورج تھا۔

حضرت برار رضی اللہ عنہ سے کسی نے دریافت کیا، کہ کیا رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کا چہرہ تلوار کی طرح چمکتا تھا، انہوں نے جواب دیا، نہیں، بلکہ چاند کی طرح۔ یہ روایت امام بخاری نے بیان کی ہے۔ امام مسلم نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، کہ کسی نے ان سے پوچھا، کہ کیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا چہرہ تلوار کی طرح تھا؟ انہوں نے کہا، نہیں، بلکہ سورج اور چاند کی طرح تھا، اور گول تھا۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کو چاندنی رات میں سرخ رنگ کی چادر اوڑھے دیکھا، میں کبھی آپ کے چہرے کو دیکھتا تھا اور کبھی چاند کو، بخدا حضور صلی اللہ علیہ وسلم میری نگاہ میں چاند سے زیادہ خوبصورت تھے۔ امام ترمذی وغیرہ نے حضرت علی کریم اللہ وجہہ سے روایت کی ہے، وہ آپ کی تعریف میں فرمایا کرتے تھے، کہ آپ کے گال نہ تو بہت پھولے ہوئے تھے اور نہ آپ کا چہرہ بہت زیادہ گول تھا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار ابھر ہوئے نہیں تھے۔ اور ان میں تھوڑی سی طوالت تھی۔ امام بخاری نے کعب بن مالک

سے روایت کی ہے، کہ جب حضور اکرم مسرور ہوتے، تو آپ کا چہرہ چاند کا ٹکڑا معلوم ہوتا اور ہم اسی سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے انبساط کا اندازہ لگاتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا راوی ہیں، کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوتے، تو آپ کے رخسار یوں چمک اٹھتے، گویا وہ چاند کا حصہ ہیں۔ علامہ طبرانی نے حضرت جبرین مطعم سے روایت کی ہے، کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہماری طرف التفات فرمائی، تو آپ کا چہرہ چاند کا ٹکڑا معلوم ہوتا تھا۔ یہ اس وقت کا نقشہ ہے، جب حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کسی آدمی کی طرف اذراہ مسرت توجہ فرماتے تھے۔

حضرت ابو بکر الصدیق اور کعب بن مالک رضی اللہ عنہما راوی ہیں، کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ، چاند کا قرص معلوم ہوتا۔ امام بیہقی نے ابو اسحاق ہمدانی کی معرفت ہمدان کی ایک خاتون سے روایت کی ہے، جس نے حضور نبی کریم علیہ الرحمۃ والسلام کے ساتھ حج کیا تھا۔ میں نے اسے کہا، کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علیہ بیان کرو۔ اس نے کہا، یوں سمجھو، کہ جیسے چودھویں کا چاند ہو، میں نے نہ پہلے ایسا چہرہ کبھی دیکھا تھا نہ بعد ازاں۔ دائری وغیرہ نے ابو عبیدہ سے روایت کی ہے کہ میں نے ربیع بنت معوذ سے درخواست کی، کہ میرے سامنے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا علیہ بیان فرمائیے۔ کہنے لگیں، کہ اگر آپ نے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا ہوتا، تو آپ کو یوں معلوم ہوتا، گویا سورج نکل آیا ہے، امام مسلم حضرت ابو الطفیل سے راوی ہیں، ان سے کسی نے کہا، کہ آپ ہمیں حضور نبی کریم علیہ الرحمۃ والسلام کا علیہ بتائیں۔ انہوں نے کہا، کہ آپ کا چہرہ سفید اور طبع تھا۔ اور جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کسی بات پر خوش ہوتے، تو آپ کا چہرہ شیشے کی طرح دمک اٹھتا، اور دیواروں کا عکس آپ کے چہرہ میں نمایاں ہو جاتا۔ ابن ابی ہالہ کی روایت ہے، کہ آپ کا چہرہ اس طرح چمکتا تھا، جس طرح چودھویں کا چاند۔

اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم علیہ السلام کو تسلیم  
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں ہر کی آنکھوں کے بارے میں فرمایا ہے:

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَفَأَتْ - امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما  
اور سہمی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے، کہ حضور اکرم صلی اللہ  
علیہ وسلم رات کے اندھیرے میں اس طرح دیکھ لیتے تھے، جس طرح دن کی روشنی  
میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کیا تم یہ سمجھتے ہو، کہ میں یہاں  
قبلہ رخ ہوتا ہوں؟ حالانکہ تمہارا رکوع اور سجود مجھ سے مخفی نہیں ہوتا، اور میں پیچھے  
دیکھ لیتا ہوں۔ یہ امام بخاری اور مسلم کی روایت ہے۔ اور امام مسلم نے حضرت انس  
رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، اسے لوگو! میں  
تمہارا امام ہوں، اس لیے رکوع و سجود میں تم مجھ سے آگے نہ بڑھا کرو، کیونکہ میں تمہیں  
اپنے سامنے اور پیچھے دیکھ لیتا ہوں۔ حضرت مجاہد قرآن پاک کی اس آیت (الَّذِي  
يُرَاك جِئْنَا نَقُومُ وَتَقَلِّبُكَ فِي السَّاجِدِينَ) کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ  
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پیچھے کھڑی صفوں کو یوں دیکھ لیتے تھے، جس طرح  
اپنے سامنے والوں کو۔ قاضی عیاض شافعی لکھتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
کو ثریا ستاروں کے جھرمٹ میں گیارہ ستارے نظر آتے تھے۔ جب آپ کسی چیز کو  
دیکھتے، تو اسے اچھی طرح دیکھتے، آپ نگاہیں جھکائے رکھتے، اور آسمان کی طرف  
دیکھنے سے زیادہ تری زمین کی طرف دیکھتے۔ اور اکثر آپ پوری توجہ سے اشیاء  
کا ملاحظہ فرماتے۔

حضرت علی کریمؓ بندو جہد راوی ہیں، کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آنکھیں بڑی  
بڑی تھیں اور پلکیں لمبی تھیں، اور آنکھوں میں سرخی کی آمیزش تھی، یہ روایت سہمی  
کی ہے۔ حضرت جابر بن سمرہ سے روایت ہے کہ رسول کریم علیہ السلام کا وہانہ

کشاہد اور آنکھیں بڑی تھیں، اور پاؤں پر گوشت کم تھا۔ امام ترمذی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علیہ یوں بیان کرتے تھے، کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ گول تھا، رنگ سفید تھا، ماٹل بہ سرخی۔ آنکھیں بڑی اور پلکیں لمبی تھیں۔ نیز حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے یہ روایت بھی منسوب ہے کہ آپ کی پتلیاں سیاہ اور پلکیں لمبی تھیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ راوی ہیں، کہ مجھے حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے مین کو روانہ فرمایا، وہاں ایک یہودی عالم سے میری ملاقات ہوئی، وہ مجھے کہنے لگا، کہ رسول کریم کا علیہ بیان کرو، میں نے کہا۔ آپ نہ بہت لمبے قد کے ہیں اور نہ پست قد ہیں۔ اتنا کہ گرمیں خاموش ہو گیا۔ اس پر وہ یہودی عالم کہنے لگا، کہ جو بات آپ نے کہی، اس سے مجھے یاد آ گیا، کہ آپ کی آنکھوں میں سرخی ہے، اور ڈاڑھی خوبصورت ہے، میں نے کہا، بالکل آپ کا یہی علیہ ہے۔ میں نے اپنے بزرگوں کی کتابوں میں یہی علیہ پڑھا ہے۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ وہ خدا کے پیغمبر ہیں اور تمام دنیا کی طرف مبعوث کیے گئے ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کان :- کہ جو میں دیکھتا ہوں وہ تم نہیں دیکھتے، اور جو میں سنتا ہوں، تم نہیں سنتے۔ آسمان سے آواز آتی رہتی ہے، اور وہ مجھ سے ہے، کہ اس سے آواز آئے، کیونکہ اس میں چار انٹسٹ کے برابر بھی کوئی ایسی جگہ نہیں ہے، کہ جہاں کوئی نہ کوئی فرشتہ پیشانی رکھے اللہ کو سجدہ نہ کرے۔ ابو ہریرہ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے ترمذی کی روایت ہے، ابو نعیم، حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں، کہ ایک دفعہ صحابہ کرام کے درمیان حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم تشریف فرما تھے، پوچھا، جو کچھ میں سن رہا ہوں، آیا تم بھی سن رہے ہو؟ عرض کی، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ہم تو کچھ نہیں سن رہے: فرمایا، میں آسمان کے چٹخنے کی آواز سن رہا ہوں، اور تم اسے ملامت نہیں کر سکتے، کیونکہ اس میں بالشت بھر جگہ بھی ایسی نہیں جہاں کوئی نہ کوئی فرشتہ سجدے میں نہ پڑا ہو، یا قیام میں نہ ہو۔

**حضرت علی کریم اللہ وجہہ فرماتے ہیں، کہ**  
**حضرت علی کریم اللہ علیہ وسلم کی پیشانی :-** حضرت نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی پیشانی کھلی تھی، اور بھویں بڑی ہوتی تھیں۔ امام بیہقی نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ میں سے کسی کی زبانی بیان کیا ہے، کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، آپ کا جسم خوبصورت، پیشانی کشادہ اور بھویں پتلی تھیں۔ ابن ابی مالہ کی روایت ہے کہ حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی بھویں کمان کی طرح لمبی اور ہلکی ہوتی تھیں، اور ان پر گھنے بال تھے۔ دونوں میں زیادہ فاصلہ نہ تھا۔ ان کے درمیان ایک رگ تھی، جو غصے کے وقت اکھڑ آتی تھی۔

**حضرت مقاتل بن حیان سے روایت ہے، کہ خدا نے تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو وحی کی، اور فرمایا، اے عیسیٰ! میری بات سنو اور اس پر عمل کرو۔ اے مریم طاہرہ! عذرا اور ستول کے بیٹے! میں نے تمہیں بغیر از مراد کے پیدا کیا، اور اہل عالم کے لیے قدرت کا ایک نشان بنایا۔ تم میری عبادت کرو اور مجھ پر توکل کرو۔ تم اہل سوران کو خوش خبری دو، کہ میں خدا ہوں ہمیشہ زندہ رہنے والا اور دائم وقائم۔ اس میں نبی کی تصدیق کرو، جو اونٹ پر سوار ہوں گے، زرہ پہنیں گے، بگڑی باندھیں گے، پاؤں میں جوتے ہوں گے اور ہاتھ میں عصا۔ سر کے بال گھنگھریالے ہوں گے، پیشانی کشادہ، بھویں باہم پیوستہ، پلکیں لمبی، آنکھیں بڑی اور سیاہ، ناک اونچی، رخسار ابھرے ہوئے، ڈاڑھی گھنی، چہرے پر پسینے کے قطرے موتیوں کی طرح، اور آپ سے کستوری کی خوشبو آنے لگی، اور آپ کی گردن چاندی کی صراحی کی طرح ہوگی۔ اور ابن اثیر لکھتے ہیں، کہ**

ابن ابی ہالہ کے قول کے مطابق آپ کی محبوبوں میں مکمل تعین، لیکن باہم پیوستہ نہیں تھیں۔  
ابن ابی ہالہ یہ بھی لکھتے ہیں، کہ آپ کا سر بڑا تھا حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت  
ہے کہ آپ کی ہڈیوں کے جوڑ مضبوط تھے (مثلاً گھٹنے، گنہیاں اور کندھے وغیرہ)۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت  
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دہان :- ہے، کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دہانہ  
چوڑا تھا، آپ گفتگو کو شروع کرتے یا ختم کرتے تو منہ کھول کر (یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام  
ہر بات کو پوری وضاحت سے بیان فرماتے) عربوں میں کشادہ دہانہ کو اچھا سمجھا جاتا،  
اور شہی دہن کو ناپسند کرتے تھے۔ ابن ابی ہالہ کی روایت کی رو سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم  
کے دانت آبدار اور جدا جدا تھے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ آپ  
کے اگلے دو دانت چمکیے اور روشن تھے اور جب حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم گفتگو کرتے  
تویوں معلوم ہوتا، گویا ان سے نور نکل رہا ہے۔ اسے ترمذی نے بیان کیا ہے۔ بطرانی  
راوی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہونٹ نہایت خوبصورت اور باپھیں نہایت  
لطیف تھیں۔ حضرت ابو قرصانہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ میں نے میری ماں اور  
خالہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بیعت کی جب ہم گھر واپس لوٹے، تو میری ماں  
اور خالہ کہنے لگیں، اسے بیٹے باہم نے حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم سے زیادہ خوبصورت  
چہرے والا، صاف سحرے کپڑوں والا، نرم گفتگو کرنے والا کوئی انسان نہیں دیکھا، اور  
یوں معلوم ہوتا تھا، گویا آپ کے منہ سے نور نکلتا ہے۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ  
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا آب دہن :- سے صحیح روایت ہے کہ رسول کریم  
علیہ التحیۃ والتسلیم نے خیبر کے دن فرمایا، میں کل غلم ایک ایسے شخص کے حوالے کروں گا  
جس کے ہاتھوں خدا خیبر کے قلعے کو فتح کرانے گا، جو اللہ اور رسول کو چاہتا ہے، اور

اللہ اور رسول اسے چاہتے ہیں۔ جب دوسرا دن آیا سب لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں بساں امید حاضر ہوئے، تاکہ آپ علم ان کے حوالے کریں۔ آپ نے دریافت فرمایا، علی کہاں ہے؟ صحابہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی آنکھیں دکھتی ہیں۔ فرمایا، بلواؤ چنانچہ لوگ انہیں لے آئے۔ حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے ان کی آنکھوں میں لعاب دہن لگایا، اور وہ یوں تندرست ہو گئے، گویا انہیں کوئی تکلیف تھی ہی نہیں۔ اسی طرح آپ نے ایک کنوئیں میں گلی کا پانی پھینکا، چنانچہ اس سے کستوری کی خوشبو آنے لگی۔ نیز آپ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے گھر کے کنوئیں میں آب دہن پھینکا، اور سارے مدینے میں اس شیریں تر اور کوئی کنواں نہ تھا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عاشورے کے دن اپنے اور حضرت فاطمہ کے شیرخوار بچوں کو طلب فرما کر ان کے منہ میں لعاب دہن ڈالتے، اور ان کی ماؤں کو کہہ دیتے کہ شام تک انہیں دودھ نہ پلایا جائے، چنانچہ آپ کا لعاب دہن انہیں کافی ثابت ہوتا۔ یہ روایت بھیقی نے بیان کی ہے۔

جناب عمیرہ بنت مسعود رضی اللہ عنہا خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں۔ وہ اور ان کی بہنیں جن کی تعداد پانچ تھی، بہر معنی بیعت آئی تھیں۔ دیکھا کہ آپ خشک گوشت کھا رہے تھے۔ ان کے لیے آپ نے مٹوڑا سا گوشت چبایا، چنانچہ ان سب نے ایک ایک ٹکڑا منہ میں ڈال لیا۔ نتیجتاً مرتے دم تک ان کے منہ سے بدبو نہیں آئی۔ یہ طبرانی کی روایت ہے۔

حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ کی پیٹھ اور پیٹ پر زہر باد تھا۔ چنانچہ آپ نے اپنا آب دہن ہاتھ پر ڈال کر ان کی پیٹھ اور پیٹ پر لگا دیا۔ وہاں سے کستوری کی خوشبو سے لطیف تر خوشبو آتی تھی۔ ایک دفعہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو سخت پیاس لگی تھی۔ آپ نے اپنی زبان انہیں چسائی، اور پیاس بجھ گئی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فصاحت و بلاغت بہ مخلوق خدا میں سب سے

زیادہ فصیح البیان اور شیریں کلام تھے۔ گویا آپ کی گفتگو دلوں کو قابو کر لیتی تھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم تمہاری طرح جلدی جلدی نہیں بولتے تھے، آپ کی گفتگو کا انداز ایسا تھا، اگر گننے والا الفاظ گننا چاہتا تو گن لیتا۔ حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم ہر بات کو تین دفعہ دہراتے، تاکہ مطلب اچھی طرح سمجھا جاسکے۔ فرماتے ہیں فصح العرب ہوں، اور اہل جنت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان میں گفتگو کریں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا، یا رسول اللہ! آپ اتنے فصیح کس طرح ہو گئے، حالانکہ ہمیں چھوڑ کر آپ کبھی باہر نہیں گئے۔ فرمایا، مجھے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی زبان سکھانی گئی ہے۔ جبریل یہ زبان لے کر آئے اور مجھے پڑھا گئے۔ یہ ابو نعیم کی روایت ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ ہم نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دریافت فرمایا، یا رسول اللہ! ہم ایک ہی باپ کے بیٹے ہیں، اور ایک ہی شہر میں پرورش پائی ہے، بایں ہمہ آپ ایسی زبان میں گفتگو فرماتے ہیں، جس میں سے اکثر حجتہ سمجھا نہیں جاسکتا۔ فرمایا، میری تربیت اللہ نے کی ہے۔ اور اچھے طریقے سے کی ہے، اور میں نے بچپن بڑے سعد بن بکر میں گزارا ہے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی، یا رسول اللہ! میں عرب میں پھرا ہوں اور عربوں کے فصاحت سے گفتگو کی ہے، آپ سے فصیح تر میں نے کوئی آدمی نہیں دیکھا۔ فرمایا، میرے خدا نے میری تربیت کی، اور بچپن بڑے سعد میں گزارا ہے۔ بہر حال یہ روایت کہ میں ان لوگوں میں سے جو ضاد بولتے ہیں، سب سے فصیح ہوں۔ ابن کثیر کے مطابق درست نہیں لیکن اس کا مفہوم درست ہے۔

اکثر لوگوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سادہ، مختصر اور عمدہ اقوال جمع کیے



ہیں، کہ دیوان بھی ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اور قاضی عیاض کی کتاب الشفاء میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایسے مقولے مذکور ہیں جن سے بیمار دلوں کو شفا ہوتی ہے۔

رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے اقوال :- (۱) آدمی جسے چاہتا ہے، اس کے ساتھ نچ جاؤ۔ (۲) اسلام لاؤ، تاکہ اللہ تمہیں دو گنا اجر دے۔ (۳) سعادت مند وہ ہے، جو دوسرے کو دیکھ کر نصیحت حاصل کرے۔ (۴) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول جسے قاضی عیاض نے بیان کیا ہے، "الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ" عمل کا مدار نیت پر ہے۔ (۵) بخاری اور مسلم نے بیان کیا ہے، (۶) عال کو اپنے عمل سے وہی کچھ حاصل ہوگا جو اس کی نیت ہے۔ (۷) مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہوتی ہے۔ یہ طبرانی کی روایت ہے۔ (۸) بیٹا باپ کا ہے اور زانی کے لیے پتھر ہے۔ (۹) تمام شکار، حمار و وحشی کے پیٹ میں ہے۔ (۱۰) لڑائی فریب ہے۔ (۱۱) قم کوڑا کرکٹ پر اُگنے والی سبزی سے احتیاط برتو۔ (یعنی ایسی خوبصورت چیز سے جو ناپاک مقام میں پیدا ہوئی ہے)۔ (۱۲) انصار میرا استرا اور میرا راز ہیں (۱۳) ظالم اپنے نفس پر ظلم کرتا ہے۔ (۱۴) طاقتور وہ نہیں جو لوگوں پر زیادتی کرے، بلکہ وہ ہے جو بہ حالت غضب اپنے نفس کو قابو میں رکھے۔ (۱۵) خبر مشاہدہ کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ (۱۶) مجلس (انجمنوں) کا مدار امانت پر ہے۔ (۱۷) مصائب کا تعلق گفتگو سے ہے۔ (۱۸) بُرائی سے پرہیز کرنا صدقہ ہے۔ (۱۹) بخل (کنجوسی) سے بڑھ کر کوئی مرض نہیں۔ (۲۰) اس میں اختلاف کی گنجائش نہیں رہی۔ (۲۱) حیا ہر حالت میں خوبی ہے۔ (۲۲) جھوٹی قسم ملک کو تباہ و برباد کر دیتی ہے (۲۳) قوم کا سردار ان کا خدمت گزار ہوتا ہے۔ (۲۴) مبینی بر علم فضیلت اس فضیلت سے جو عبادت پر مبنی ہو، بہتر ہے۔ (۲۵) گھوڑے کی پیشانی میں بھلائی

ہے۔ (۲۶) جرم کی سزا میں جلدی کرنا چاہیے۔ (۲۷) بعض الفاظ میں جادو کی تاثیر ہوتی ہے اور بعض علوم جہالت سے بدتر ہیں اور بعض اشعار حکمت ہیں (۲۸) صحت اور فاسخ الہامی دونوں نعمتیں ہیں۔ (۲۹) اپنی خواہشات کو چھپا کر رکھو، کیونکہ ہر بھلائی سے لوگ حسد کرتے ہیں۔ (۳۰) مکر اور فریب کا گھر جہنم ہے۔ (۳۱) جو ہمیں دھوکا دے گا وہ ہم میں سے نہیں۔ (۳۲) جس سے مشورہ لیا جائے، وہ امین ہے۔ (۳۳) ندامت تو بے ہے۔ (۳۴) نیکی کی طرف راہ نمائی کرنے والا ایسا ہے، جیسے کہ خود نیکی کرنے والا۔ (۳۵) چیز کی محبت تجھے بہرہ اور گونگا بنا دے گی۔ (۳۶) مانگی ہوئی چیز واپس لوٹانی چاہیے۔ (۳۷) الموعہ (ایسا جانور جس کا دودھ، پشم یا بچہ کسی کو دیا جائے) مردود ہے۔ (۳۸) قوم کا لیڈر ضامن ہے (یعنی ذمہ دار ہے)۔ (۳۹) اور قرض واجب الادا ہے۔ (۴۰) تیرے رب نے اس کو اچھا جانا، نیز یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے، کہ خدا نے اس کو پسند کیا اور بہتر جانا۔ (۴۱) صبر کرتے کرتے وہ مر گیا (یعنی اس نے بہت دکھ اٹھائے)۔ (۴۲) مسؤل (جس سے دریافت کیا جائے) سائل سے زیادہ نہیں جانتا۔ (۴۳) اپنے اہل و عیال کو ادب سکھاتے وقت، لامٹی کو بچا کر نہ رکھو۔ یہ روایت امام احمد نے بیان کی ہے یعنی تو انہیں ادب سکھانے اور خدا کی عبادت کیلئے اکٹھا کرنے کو ترک مت کر، اس سے مراد فی الواقع سزا دینا نہیں، بلکہ عرض تمثیل ہے۔ (۴۴) بلاشبہ وہ ایشیا جنین موسم بہار آگاتا ہے، وہ نفع شکم پیدا کر کے، آدمی کو ہلاک کر دیتی ہیں، یا ہلاکت کے قریب پہنچا دیتی ہے۔ اس سے مراد وہ آدمی ہے، جو مال دنیا جمع کرنے میں منہمک ہے اور ایشیائے دنیا میں سے کوئی چیز اسے دنیا کو دھتکارنے سے روکتی ہے۔ (۴۵) بہترین سرمایہ وہ آنکھ ہے، جو کسی سوئی ہوئی آنکھ (غافل آدمی) کے لیے جاگتی ہے یعنی پانی کا وہ چشمہ جو دن رات بہتا رہتا ہے، لیکن اس کا آقا سویا رہتا ہے۔ (۴۶) آدمی کا بہترین مال، کثیر النسل گھوڑے اور گنجان کھجوروں والا راستہ

ہے۔ (۴۶) جو شخص عمل میں سست ہے، اس کا نسب اسے تیز رو نہیں بنا سکتا۔  
 (۴۸) ایک دن چھوڑ کر ملاقات کرو، تاکہ محبت زیادہ ہو۔ (۴۹) اگر تم مال سے لوگوں  
 تک رسائی حاصل نہیں کر سکتے، تو اخلاق سے رسائی حاصل کرو۔ (۵۰) بد خوئی اعمال  
 کو یوں تباہ کر دیتی ہے جس طرح ہر کہ شہد کو (۵۱) بلاشبہ دین مشکل ہے، اس میں نرمی  
 سے نفوذ کرو اور اللہ کی عبادت میں اپنے نفس پر سختی نہ کرو، کیونکہ جو سوار، اس امید  
 پر دکھ اس کی سواری بھاری بوجھ لادنے سے تیز چلنا شروع کر دے گی، سفر پر روانہ  
 ہوتا ہے، وہ نہ تو سفر طے کر سکتا ہے اور نہ سواری کی پیٹھ پر ٹھیک سے  
 بیٹھ سکتا ہے۔

(۵۲) دین اسلام آسان ہے، جو شخص بھی اسے مضبوطی سے پکڑے گا، دین  
 اس پر غلبہ پالے گا۔ (۵۳) عقل مند وہ ہے، جو اپنے نفس کو دین سکھائے، اور مابعد  
 الموت کے لیے اس پر عمل کرے۔ اور عاجز وہ ہے، جو اپنی خواہشات نفس کی  
 پابندی کرے، اور ان کی تکمیل کی خدا سے تئیں رکھے۔ (۵۴) جس چیز کی خواہش تیرے  
 دل میں پیدا ہو، اسے چھوڑ دے۔ (۵۵) عورتوں سے ان کے جمال، مال، دین اور  
 حسب و نسب کی خاطر نکاح کیا جاتا ہے، تمہیں دیندار عورت کو ترجیح دینا چاہیے۔  
 (تجھے اس سے برکت حاصل ہوگی) اور اگر ٹوٹنے اس کے خلاف عمل کیا، تو تجھے  
 رسوائی ہوگی۔ (۵۶) سردی کا موسم مومن کی بہار ہے، دن چھوٹے ہوتے ہیں، وہ  
 روزہ رکھتا ہے۔ راتیں لمبی ہوتی ہیں، وہ قیام و قعود میں بسر کرتا ہے۔ (۵۷) قناعت  
 ایسا مال ہے، جو کبھی ختم نہیں ہوتا، اور ایسا خزانہ ہے جو فنا نہیں ہوتا۔ (۵۸) جس  
 نے بھی استخارہ کیا، وہ ناامید نہیں ہوگا، اور جس نے مشورہ کیا وہ نادام نہیں ہوگا۔  
 اور جس نے کفایت شغاری، کی وہ محتاج نہیں ہو (۵۹) اخراجات میں کفایت  
 شغاری، نصف خوش حالی ہے۔ اور لوگوں سے جس سلوک نصف دین ہے اور

خُسن دریافت نصفِ حُمل ہے۔ (۶۰) تدبیر سے بہتر کوئی حُمل نہیں، اور اجتنابِ رذائل سے بڑھ کر کوئی پارسائی نہیں، اور حُسنِ خلق سے بلند تر کوئی حسب و نسب نہیں۔ (۶۱) سلم وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے لوگ محفوظ ہوں۔ اور مہاجر وہ ہے جس نے حرامِ اعمال ترک کر دیئے۔ (۶۲) تدبیرِ نصفِ خوشحالی اور مروتِ نصفِ حُمل ہے۔ غمِ نصفِ پیری ہے اور چھوٹا کنبہ ایک دولت مندی ہے۔ (۶۳) جس نے تمہارے پاس کوئی امانت رکھی ہے اسے واپس کر، اور اگر کوئی تجھ سے خیانت کرے تو تو اس سے خیانت نہ کر۔ (۶۴) دو دوہ طبیعت کو بدل دیتا ہے (۶۵) جس میں امانت نہیں، اس میں دین نہیں، اور جو پابندِ عہد نہیں، اس میں دین نہیں۔ یہ امام احمد کی روایت ہے۔ (۶۶) عورتیں شیطان کی رسیاں ہیں (۶۷) عہد کا شاہ شرطِ ایمان ہے۔ (۶۸) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، کہ ایک بڑھیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آپ میرے پاس تشریف فرما تھے۔ آپ نے دریافت فرمایا، تو کون ہے، کہنے لگی: بنو مزین کی جٹامہ: فرمایا، تو حسنا ہے، تم کیسی ہو، تمہارا کیا حال ہے اور کس طرح بسر کی: کہنے لگی بہ خیر و عافیت میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں: جب وہ چلی گئی، میں نے عرض کی، یا رسول اللہ! آپ نے اس بڑھیا کو نہایت اچھے طریقے سے خوش آمدید کہی، فرمایا، یہ عورت خدیجہ کی زندگی میں ہمارے پاس آیا کرتی تھی اور حُسنِ سلوک ایمان کی شرط ہے۔ (۶۹) فصاحت بیان، انسان کا جمال ہے۔ یہ فصاحت کی روایت ہے۔ (۷۰) دو عریض آدمی ایسے ہیں، جن کا پیٹ کبھی نہیں بھرتا، طالبِ علم اور طالبِ دنیا۔ یہ طبرانی کی روایت ہے۔ (۷۱) جہالت سے بڑھ کر اور کوئی افلاس نہیں، اور عقل سے بڑھ کر اور کوئی مال نہیں۔ اور غرور سے بڑھ کر اور کوئی وحشت نہیں۔ یہ ابن ماجہ کی روایت ہے۔ (۷۲) زیادتی فراوش نہیں ہوتی، نیکی پرانی نہیں ہوتی، اور نیکی کا بدلہ دینے والا مرتا نہیں، جو تمہارا بی

چاہے، ویسے ہو جاؤ۔ (۳۳) علم اور حلم کے اجتماع سے بہتر اور کوئی اجتماع نہیں۔  
یہ عسکری کی روایت ہے۔ (۳۴) زمین کے خفیہ حصوں میں رزق کی تلاش کرو (مراد  
کھیتی باڑی ہے) بہ روایت شریح۔ (۳۵) دنیا میں یوں گزارا کرو، گویا تم غریب الوطن  
یا مسافر ہو اور اپنے آپ کو اہل قبور میں سے شمار کرو، یہ بہیقی کی روایت ہے۔ (۳۶)  
نیک عمل، برائیوں کے مقامات سے بچاتے ہیں۔ (۳۷) خفیہ طور پر صدقہ دینا، اللہ کی  
آتش غضب کو بجھا دیتا ہے۔ (۳۸) صلہ رحمی سے مکر بڑھتی ہے۔ یہ طبرانی کی روایت ہے۔  
(۳۹) غصہ سے آدمی کی عزت بڑھتی ہے اور تواضع سے بلندی نصیب ہوتی ہے، اور  
صدقے سے مال کم نہیں ہوتا، یہ مسلم کی روایت ہے۔ (۴۰) اسے خدا میں دولت کے  
فتنے سے پناہ مانگتا ہوں۔ (۴۱) اسے اللہ! میں کانوں، آنکھوں، زبان، دل اور منی  
کے شر سے پناہ مانگتا ہوں۔ (۴۲) حاکم نے شکل سے روایت کی ہے، دنیا مباح حاضر  
ہے، جس سے نیک اور بڑا آدمی دونوں فائدہ اٹھاتے ہیں اور آخرت بچا وعدہ ہے  
جہاں بادشاہ عادل کی حکومت ہوگی۔ جو حق کو حق اور باطل کو باطل قرار دے گا۔  
پس تم آخرت کے بندے بنو اور دنیا کے بندے نہ بنو۔ کیونکہ ہر ماں کا بچہ اس کے  
پیچھے چلتا ہے، یہ ابو نعیم کی روایت ہے۔ (۴۳) بر بنانے دستاویزات وہ شخص سب  
سے زیادہ خسارے میں رہے گا، جو اپنی آخرت کو دوسرے کی دنیا کے لیے غارت کر  
دے۔ اسے ابن بخاری نے عبد اللہ بن عامر سے روایت کیا ہے۔ (۴۴) از روئے متاوانہ  
بدیخت ترین آدمی وہ ہے جس نے اپنی عمر خواہشات کے تعاقب میں صرف کر دی  
لیکن زمانے نے اس کی خواہشات کے مطابق اس سے مساعدت نہ کی، چنانچہ وہ  
دنیا سے بغیر توشہ (سفر) کے روانہ ہوا، اور خدا کے سامنے ایسی حالت میں پیش ہوا، کہ  
اس کے پاس اپنی کوتاہی کی کوئی دلیل نہ تھی۔ (۴۵) مصائب کو چھپانا، نیکی کا خزانہ ہے۔  
(۴۶) قسم کھانے کا نتیجہ یا تو قسم کو توڑنا ہوتا ہے یا ندامت ہوتی ہے۔ یہ ابو یعلیٰ کی روایت

(۸۷) اپنے بھائی کی تکلیف پر اظہارِ غم و غشی نہ کر، مہادِ اخدا سے معاف کر دے اور تجھے پڑھے۔ (ترمذی)۔ (۸۸) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا، جو کچھ تجھے پیش آ رہا ہے، اس پر تسلیم و تقدیر عمل چکا ہے۔ (۸۹) آج گھوڑ دوڑ ہے، کل (آخرت) مسابقت ہوگی، اور نتیجہ جنت ہے۔ اور جو داخل تار ہوا، وہ تباہ ہو گیا۔ (۹۰) جو شخص میری خاطر اپنی زبان اور شرمگاہ کی حفاظت کرتا ہے، میں اسے خدا سے جنت دلانے کی ضمانت دیتا ہوں۔ (بخاری)

یہ اقوال اور اسی طرح کے اور غیر محدود اقوال اس امر کی شہادت ہیں، کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فصاحت و بلاغت کے اس درجے پر سرفراز تھے، کہ کسی اور کے ہاں پہنچنے کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ اور آپ اکبر تھے، پر فائز تھے، کہ آپ کی حکمت کا صحیح اندازہ لگانا بھی ممکن نہیں۔ حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی بلاغت کی مثالوں میں سے ایک مثال یہ ہے کہ آپ کے شریعت کے متفرق احکام اور اسلام کے قواعد صرف چار احادیث میں بیان کر دیئے۔ (۱) «الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ» (شعین) (۲) «الْحَلَالُ بَيْنٌ وَالْحَرَامُ بَيْنٌ» (مسلم) (۳) «الْبَيْتَةُ عَلَى الْمُدْحِيِّ الْيَمِينِ عَلَى مَنْ أَنْكَرَ» (۴) «لَا يَكْمُلُ إِيْمَانُ الْمَرْءِ حَتَّى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ» (شعین)۔ حدیث اول عبادات کے چوتھے حصے پر حاوی ہے۔ حدیث ثانی معاملات کے چوتھے حصے پر۔ ثالث حکومت اور مقدمات کے فیصلوں کے چوتھے حصے پر اور رابع، آداب اور حسن معاشرت (جس میں جرائم کی سزا بھی شامل ہے) پر حاوی ہے۔ (ابن اثیر)۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات :- حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خصوصیت یہ تھی، کہ باوجودیکہ عربوں کی مقامی زبانیں ان کے الفاظ کی ترکیب اور بیان کے اسلوب

مختلف تھے، ہاں ہمہ آپ مخاطب کی زبان میں اس سے فصیح تر گفتگو کر سکتے تھے، حالانکہ کوئی شخص بھی اپنی زبان کے علاوہ دوسری زبان میں باسانی گفتگو نہیں کر سکتا، بلکہ جب وہ دوسرے کی بات سنتے ہیں تو گویا ایک عرب بھی زبان سُن رہا ہوتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ خصوصیت خدائی قدرت اور الہی بخشش کی ممنون تھی۔ کیونکہ آپ تمام دنیا اور تمام مخلوق سیاہ اور سرخ کی طرف مبعوث ہوئے تھے، اور ہر دوسری زبان بولنے والا انسان سوائے رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے اہل زبان سے کمتر اور پست تر ہوتا ہے، کیونکہ آپ مخاطب کی زبان میں اس سے فصیح تر گفتگو فرما سکتے تھے، اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کے سزاوار بھی تھے، کیونکہ آپ تمام عمدہ انسانی اوصاف میں غیر معمولی طور پر سب انسانوں سے بہتر تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت  
**حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز:** ہے حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے فرمایا، کہ خدا نے جب بھی کسی نبی کو بھیجا، تو اسے حسن صورت اور خوبی آواز سے نوازا۔ جب تمہارے نبی کی بعثت کا وقت آیا، تو اس کو بھی ان اوصاف سے نوازا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں، جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بات کرتے، تو آپ کے اگلے دانتوں سے نور نکلتا دکھائی دیتا، اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز اتنی دُور تک سنی جاسکتی کہ دوسرے کی آواز نہ سنی جاتی۔ حضرت برادر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ جب حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم خطبہ دیتے، تو نقابوں میں مستور عورتیں بھی سن لیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا راوی ہیں، کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جمعے کو منبر پر تشریف فرما ہوئے، حاضرین کو حکم دیا، کہ بیٹھ جاؤ۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے جو اس وقت بوغرم میں تھے، آپ کی آواز سُن لی اور بیٹھ گئے۔ حضرت عبدالرحمان بن معاذ تمیمی راوی ہیں، کہ حضرت رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے منیٰ میں خطبہ دیا، خدا

نے ہمارے کان کھول دیئے پچنانچہ ہم نے اپنے گھروں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سن لی تھی۔ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، کہ ہم آدھی رات کو حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی قرأت، (جب آپ کہنے میں ہوتے تھے اور میں اپنی چارپائی پر ہوتی تھی) سن لیتے تھے۔

**حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہنسی :-** امام بخاری نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے، کہ میں نے کبھی بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مکمل طور پر ایسے انداز میں کبھی ہنسنے نہیں دیکھا، کہ آپ کے تالو کا اوپر کا حصہ دیکھا جاسکے۔ بلکہ آپ صرف تبسم فرماتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، کہ مواقع کے قصبے میں، جو رمضان میں پیش آیا تھا، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس زور سے ہنسنے لگے، کہ آپ کی ڈاڑھیں نظر آگئی تھی (بخاری)۔ حضرت ابن ابی ہاشم رضی اللہ عنہ راوی ہیں، کہ اکثر و بیشتر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہنسی تبسم تک منحصر رہتی۔ اور دانت اولوں کی طرح چمکتے تھے۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں، کہ اس موضوع پر تمام احادیث کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے، کہ اکثر حالات میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تبسم پر اکتفا فرماتے، اور کبھی اس سے بڑھتے، تو ہنسی کی نوبت آتی۔ ابن بطال راوی ہیں کہ جس ذات اقدس کی اعمال و افعال میں اقتدار کی جانا چاہیے، اسے ہنسی پر مواظبت زیب نہیں دیتی تھی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں، کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہنستے، تو دیواروں پر عکس یوں دیکھا جاسکتا جس طرح سورج کی کرنیں ہوں۔ امام مسلم کی روایت ہے، کہ جب کبھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر وحی نازل ہوتی، تو جب تک یہ کیفیت رفع نہ ہو جاتی، تو آپ تبسم نہ فرماتے اور نہ ہنستے، بلکہ جب آپ غلبہ دیتے، یا قیامت کا ذکر فرماتے، تو آپ جوش میں آجاتے اور آواز اونچی ہو جاتی، گویا آپ کسی لشکر کو ہدایات جاری کر رہے ہیں،



فرماتے۔ صَبَحَكُمْ وَمَسَاكُمْ۔

حضرت نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کا رونا بھی  
 حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا گریہ :- ہنسی سے ملتا جلتا تھا۔ نہ رنج ہوتی اور  
 نہ آواز ہی زور سے نکلتی جس طرح کہ آپ کی ہنسی قہقہہ کی شکل اختیار نہیں کرتی تھی۔  
 روتے وقت آنکھیں ڈبڈبایا جاتیں اور آنسو بہنا شروع ہو جاتے۔ آپ کے سینے سے  
 آواز نکلتی سنی جاتی، جب آپ کو کسی میت پر حرم آتا، یا امت پر از جہت خوف  
 الہی یا رب بنائے شفقت گریہ کرتے۔ یا قرآن پاک تلاوت کرتے وقت بالخصوص رات کو  
 دوران نماز میں اللہ کے ڈر سے روتے تھے۔

خدا نے آپ کو جانوروں سے محفوظ رکھا تھا۔ اور کبھی کسی نبی نے جسمانی  
 نہیں لی۔

حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے  
 حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ :- ہاتھوں کی سبھی لوگوں نے تعریف  
 کی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پھیلی گداز اور انگلیاں موٹی تھیں، آپ کے بازو  
 پر گوشت اور ہاتھ چوڑے تھے حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے ایک دفعہ حضرت  
 جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کے گال کو چھوا، وہ کہتے ہیں، کہ میں نے ٹھنڈک اور ایسی  
 خوشبو محسوس کی، گویا کہ طبلہ عطار سے نکلا ہو۔ (مسلم، حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ  
 راوی ہیں، کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مصافحہ کرتا، یا میرا جسم آپ کے جسم  
 کو چھو جاتا، تو بعد میں، اپنے ہاتھوں کو سونگھتا، تو اس کی خوشبو کستوری سے بہتر ہوتی۔  
 حضرت یزید بن اسود رضی اللہ عنہ راوی ہیں، کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ  
 میرے ہاتھ میں دیا، وہ برف سے زیادہ ٹھنڈا اور کستوری سے زیادہ خوشبودار تھا۔  
 حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے ہاتھ پر شہم

اور دوسرا سے زیادہ نرم تھے۔ ابن بطال رضی اللہ عنہ راوی ہیں، کہ آپ کی ہتھیلیاں  
 پر گوشت تھیں، اور باوجود سختی زخم تھیں۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں  
 کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک سفر میں مجھے اپنے پیچھے سواری پر بٹھالیا۔ میں  
 نے آپ کے جسم سے زیادہ نرم کوئی چیز نہیں چھوئی تھی۔ غزوہ حنین میں حضرت عائذ  
 بن عمر رضی اللہ عنہ کے چہرہ پر زخم آگیا، اور ان کے چہرے اور سینے پر خون بہ نکلا،  
 آپ نے اپنے ہاتھ سے ان کے چہرے اور سینے سے خون کو صاف کیا اور دعا فرمائی  
 چنانچہ آپ کے ہاتھ کے اثر سے ان کے چہرے سے سینے تک جہاں آپ نے چھوا  
 تھا، وہ حصّہ جسم یوں سفید ہو گیا تھا، جیسا کہ گھوڑے کا ماتھا سفید ہوتا ہے۔ (حاکم)  
 حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مذلوک ابوسفیان کے سر کو چھوا، چنانچہ جہاں تک  
 آپ نے چھوا تھا، وہ جگہ تو سیاہ رہی یعنی اس جگہ کے بال سفید نہ ہوئے اور باقی  
 بڑھاپے کی وجہ سے سفید ہو گئی۔ (بخاری) حضرت ابو زید انصاری رضی اللہ عنہ  
 سے روایت ہے، کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے میرے سر اور ڈاڑھی پر ہاتھ پھیرا،  
 فرمایا، اے خدا! تو اسے حسن عطا فرما۔ روایت ہے، کہ ان کی عمر سو سال سے زیادہ  
 ہو گئی تھی، اور ڈاڑھی میں کوئی سفید بال نہ تھا۔ اور ان کا چہرہ اسی طرح تروتازہ رہا  
 اور موت تک کوئی جھری نمودار نہ ہوئی (بیہقی) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت  
 حنظلہ بن حدیم رضی اللہ عنہ کے سر کو ہاتھ سے چھوا، فرمایا، برکت ہو۔ پھر یہ حالت ہو  
 گئی، کہ ان کے پاس بکریاں جن کے بھنوں میں درم ہوتا، نیز اونٹ اور انسان جو اس  
 تکلیف میں مبتلا ہوتے، لاسے جاتے، تو وہ اپنے ہاتھ پر پھونک مار کر اپنے سر کو  
 چھوتے اور پھر "بِسْمِ اللّٰهِ عَلَيَّ" اِثْرِيْدِ زَسُوْلِ اللّٰهِ، پڑھ کر متورم مقام  
 کو چھوتے تو تکلیف رفع ہو جاتی۔ (امام احمد) صحابہ کی ایک جماعت نے حضور اکرم  
 صلی اللہ علیہ وسلم کی بغلوں کا ذکر کیا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

حنوبی کریم علیہ الخیرۃ والتسلیم دعائیں ہاتھوں کو اتنا اونچا لے جاتے، کہ آپ کی  
 بنگلوں کی سفیدی نمایاں ہو جاتی۔ طبری راوی ہیں، کہ حنوب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے  
 خصائص میں سے ایک خصوصیت یہ ہے، کہ سب لوگوں کی بنگلوں کا رنگ جسم کے  
 رنگ سے مختلف ہوتا ہے، لیکن حنوب علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کے مستثنیٰ تھے۔ بزورِ لیش  
 کے ایک شخص راوی ہیں، کہ ایک دفعہ حنوب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بھیجا، اور  
 آپ کی بنگل کے پسینے کا ایک قطرہ مجھ پر ٹپکا، وہ کستوری کی طرح خوشبو دار تھا۔ (بزاز)  
 حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا، کہ حنوب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پسینے سے ناف تک  
 بالوں کی ایک بائیک سی دھاری تھی۔ یہ قول یہی حنوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پسینے  
 کے بالائی حصے سے ناف تک کجور کی پھڑی کی طرح بال تھے، اس کے علاوہ پسینے  
 اور پیٹ پر کوئی بال نہ تھا۔ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا نے آپ کے پیٹ کے  
 متعلق کہا، کہ میں نے جب بھی حنوب نبی کریم علیہ الخیرۃ والتسلیم کے شکم کو دیکھا تو مجھے ایسا  
 معلوم ہوا، کہ وہ ایک ایسی دہری تحریر ہے، جس کے الفاظ باہم ملے ہوئے ہیں۔  
 حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حنوب صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ ایسا  
 سفید تھا، گویا کہ چاندی سے ڈھالا گیا ہو۔ بال نہ سیدھے نہ گھنگرے بلکہ شکم کشادہ اور  
 کندھے کی ہڈیاں مضبوط تھیں۔ امام احمد نیشاپوری سے راوی ہیں، کہ حنوب علیہ الصلوٰۃ  
 والسلام نے جبرانہ سے گمرے کا احرام باندھا۔ میں نے دیکھا، کہ آپ کی پیٹھ پگھلی  
 ہوئی چاندی کی طرح ہے، امام بخاری کی روایت ہے کہ آپ کے دونوں کندھوں  
 کے درمیان کافی فاصلہ تھا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے، کہ آپ کا سینہ  
 چوڑا تھا۔

یہ بات درست ہے، کہ حضرت جبریل  
 حنوب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دل :- علیہ السلام نے شوقِ صدر کی خدمت

انجام دی تھی، اور اس سے گوشت کا ایک ٹوٹکا نکال چھینکا تھا اور حضور علیہ الصلوٰۃ  
 والسلام کو بتایا تھا، کہ یہ آپ کے اندر شیطان کا حصہ ہے، پھر اسے زمزم کے پانی  
 سے سونے کے تھال میں دھویا تھا، اور جوڑ کر اپنی جگہ پر رکھ دیا تھا۔ حضرت انس  
 رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ میں نے سلائی کا نشان آپ کے سینے پر دیکھا تھا۔  
 (مسلم، ایک روایت میں ہے کہ شیخ محمد بنی دفعہ وقوع پذیر ہوا۔)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی  
 گیارہ ازواج مطہرات کے پاس

دن رات کے ایک گھنٹے میں آتے جاتے تھے۔ راوی کہتا ہے، کہ میں نے حضرت انس  
 رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا، کہ کیا آپ میں اتنی طاقت تھی، کہ کہنے لگے، ہم باہم گفتگو  
 کیا کرتے تھے، کہ آپ کو تیس آدمیوں کی طاقت مردی دی گئی تھی۔ (بخاری، حضرت  
 معاذ بنی اللہ عنہ راوی ہیں کہ آپ میں چالیس آدمیوں کی طاقت تھی۔ حضرت مجاہد  
 رضی اللہ عنہ راوی ہیں، کہ آپ میں اتنی طاقت تھی، جتنی کہ جنت میں ہر آدمی کو دی جائے  
 کی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ جنت میں ہر آدمی کو اتنی اتنی طاقت  
 دی جائے گی۔ میں نے عرض کی، یا رسول اللہ! کیا وہ اسے بنا دے گا، فرمایا، اسے  
 سو آدمیوں کے برابر قوت رجولیت دی جائے گی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا نے احکام سے محفوظ رکھا تھا۔ حضرت عبداللہ  
 بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ کسی نبی کو احکام نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس کا  
 تعلق شیطان سے ہے۔ (طبرانی)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں :- حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاؤں  
 کی سب لوگوں نے تعریف کی  
 ہے آپ کے پاؤں پر گوشت اور انگلیاں مضبوط تھیں۔ حضرت میمونہ بنت کزوم

راوی ہیں۔ میں نے آپ کو دیکھا، چنانچہ میں ابھی تک آپ کے پاؤں کی انگلیوں کو نہیں بھول سکی، انگوٹھے کے رشتہ والی انگلی سب سے لمبی تھی۔ (امام احمد) حضرت ابن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں کے درمیانی حصے میں خم نہیں تھا، اور چلتے وقت پاؤں جم کر زمین پر پڑھتے تھے۔  
عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے پاؤں بہت خوبصورت تھے۔

**حضرت علی کریم اللہ وجہہ راوی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قدم مبارک :-** ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو چھوٹے تھے نہ لمبے، بلکہ آپ کا قد طول کے قریب تر تھا۔ (بیہقی) بعض اور راویوں نے یوں بیان کیا ہے، کہ آپ نہ بہت لمبے تھے، نہ چھوٹے یعنی نہ حد سے زیادہ لمبے تھے کہ قد بے قابو معلوم ہو۔ حضرت ابن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ آپ معتدل قامت آدمی سے لمبے معلوم ہوتے، اور بے تحاشا لمبے ترنگے آدمی سے چھوٹے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا راوی ہیں، کہ آپ نہ تو حد سے زیادہ لمبے تھے، اور نہ بالکل ٹھکنے تھے۔ جب آپ اکیلے چلتے، تو متوسط قامت دکھائی دیتے اور جب آپ کے ساتھ کوئی اونچے قد والا چلتا، تو آپ اس سے لمبے معلوم ہوتے۔ کبھی دو لمبے آدمی آپ کے دونوں طرف چلتے تو آپ ان سے لمبے دکھائی دیتے۔ لیکن جب وہ علیحدہ ہو جاتے، تو آپ متوسط قامت معلوم ہوتے (بیہقی وغیرہ) ابن سبع نے آپ کی خصوصیات میں، اس امر کا اضافہ کیا ہے، کہ جب حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم مجلس میں بیٹھے ہوتے، تو آپ کے کندھے تمام حاضرین سے اونچے دکھائی دیتے۔ حضرت ابن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق آپ کا جسم گھٹیللا اور انحصار لوط اور مضبوط تھے۔

حضرت قنادہ رضی اللہ عنہ سے  
 حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک :-  
 روایت ہے، کہ میں نے حضرت

انس رضی اللہ عنہ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مبارک بالوں کے بارے میں دریافت کیا۔ انہوں نے جواب دیا، دو قسم کے بالوں میں سے درمیانہ قسم کے بال تھے، نہ سیدھے نہ گھنگھریلے اور پُریچ، جو آپ کے کانوں اور کندھوں کے درمیان لٹکتے رہتے۔ ایک اور روایت میں ہے، کہ نہ بالکل سیدھے اور نہ گھنگھریلے تھے، اور آپ کے کانوں اور گردن کے درمیان لٹکتے رہتے۔ اور دوسری روایت میں ہے، کہ کانوں اور گردن کے نصف حصے تک تھے۔ (بخاری و مسلم) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، کہ حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے کندھے سے اوپر اور کانوں کی نو سے نیچے تھے۔ (ترمذی) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بال کانوں تک تھے۔ حضرت برادر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے، کہ کندھے تک تھے۔ رمثہ کی روایت کے مطابق کندھوں تک پہنچتے تھے۔ ایک اوی کی روایت ہے، کہ میں نے کندھوں تک لٹکتے ہوئے بال، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بالوں سے بہتر نہیں دیکھے۔

قاضی عیاض لکھتے ہیں، کہ ان روایات میں تطبیق کی صورت یہ ہے، کہ سامنے کے جو بال کانوں تک پہنچتے، وہ کانوں کی نوؤں تک ہوتے تھے اور جو پھلی طرف ہوتے وہ گردن تک لٹکتے رہتے۔ ایک روایت کی رو سے ان کا تعلق مختلف اوقات سے تھا جب آپ چند دن ان بالوں کو چھوٹا نہ کراتے، تو کندھوں تک لٹک جاتے اور جب کٹوا دیتے، تو کانوں کی نوؤں تک رہ جاتے چنانچہ اسی بنا پر لمبے چھوٹے ہوتے رہتے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

سر کے بالوں کو کھلا چھوڑ دیتے، اور مشرکین مکہ مانگ نکالا کرتے، چونکہ اہل کتاب بالوں کو کھلا چھوڑ دیتے تھے، اس لیے آپ ایسے معاملات میں، جن میں کوئی واضح حکم موجود نہ ہوتا، ان سے موافقت کو پسند کرتے تھے۔ بعد میں آپ نے مانگ نکالنا شروع کر دی۔ (ترمذی و مسلم) علماء کی رائے ہے، کہ مانگ نکالنا سنت ہے، کیونکہ بعد میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اوجھڑ جوع فرمایا تھا۔ مگر صحیح بات یہ ہے، کہ مانگ نکالنا اور نہ نکالنا دونوں جائز ہیں۔ لیکن مانگ نکالنا بہتر ہے۔

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مجھے سینے تشریف لائے، اور آپ کے سر پر چار چوٹیاں تھیں۔ (ترمذی) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ڈاڑھی میں چند سفید بال تھے۔ ایک دوسری روایت میں ہے، کہ حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے بڑھاپے کی ایک معمولی جھلک دیکھی تھی۔ ایک اور روایت میں ہے، کہ اگر میں چاہتا، تو آپ کے سر کے سفید بال شمار کر لیتا۔ اور آپ خضاب نہیں لگاتے تھے، اور سفیدی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لبوں کے نیچے اور ٹھوڈی کے اوپر کے بالوں، کنپٹیوں اور سر کے متفرق بالوں میں بھوڑی سی تھی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ کے سر اور ڈاڑھی میں سترہ یا اٹھارہ سفید بال تھے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، کہ گل بیس بال تھے۔ صحیحین میں روایت ہے، کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے آپ کو دیکھا، کہ آپ ہندی سے بالوں کو رنگ رہے تھے۔ امام نووی فرماتے ہیں، کہ مختار مذہب یہ ہے، کہ کبھی رنگ لیتے اور اکثر چھوڑ دیتے۔ چنانچہ جس نے جو کچھ دیکھا، وہی کہہ دیا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ اکثر سر پر تسیل لگاتے اور ڈاڑھی میں کنگھی فرماتے۔ (بخاری) حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں، کہ میں نے حجام کو دیکھا، کہ وہ آپ کی حجامت کر رہا تھا اور

صحابہ آپ کا طواف کر رہے تھے بایں عرض کہ آپ کے بال ان کے ہاتھوں میں گریں۔ (مسلم) ایسی کوئی روایت نہیں، کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر پھیرا مگرے کی عبادت کے سوا کبھی منڈوا یا ہو۔ اس بنا پر، بالوں کو سر پر چھوڑ دینا سنت ہے اور جو صاحبِ مسلم منکر ہو، وہ سزا کا مستحق ہے۔ اور جو شخص بال نہ رکھ سکے، اسے مونڈا دینے کی اجازت ہے۔

حضرت محمد بن سیرین سے روایت ہے، کہ میں نے عبیدہ سے کہا، کہ میرے پاس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بال مبارک ہے، جو مجھے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے دیا تھا، وہ کئے لگے، کہ اگر میرے پاس رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مبارک بال ہو، تو میں اسے دنیا اور ما فیہا سے بہتر سمجھوں گا۔ حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم ﷺ کی طویل و عرض سے کاٹتے تھے۔ (ترمذی) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، کہ آپ مونچھوں کو کاٹتے تھے۔ مویا کے زہار کے بارے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے، کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم چونے کا لپٹ نہیں کرتے تھے۔ بلکہ بال بڑھ جاتے تو مونڈ دیتے تھے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام چونے کا لپٹ لگاتے، تو ابتدا مویا کے زہار سے کرتے اور باقی جسم پر اہل خانہ لپٹ کر دیتے۔ اور عام میں داخل ہونے کی روایت موضوع ہے امام بیہقی نے جعز الباقی سے روایت کی ہے، کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے روز ناخن اور مونچھیں کٹواتے کو بہتر خیال فرماتے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سواک اور کنگھی کو ہمیشہ اپنے پاس رکھتے۔ اور جب وارسی میں کنگھی کرتے، تو شیشہ دیکھ لیتے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس ایک سرمہ دانی تھی، جس سے آپ رات کو سونے سے پہلے تین دفعہ دونوں آنکھوں میں باری باری سرمہ لگاتے۔



(ترمذی) امام احمد راوی ہیں، کہ آپ سلطانی سے مسرہ ڈالا کرتے۔ یہ مسرہ سرخ مائل بہ سیاہی پتھر سے بنا ہوا تھا۔ حضرت محمد بن علی سے روایت ہے، میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا، کیا حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم خوشبو کا استعمال کرتے تھے، انہوں نے فرمایا، کستوری اور عنبر کا استعمال فرماتے تھے، اور یہ ایسی خوشبو ہے جس کا رنگ نہیں ہوتا۔ اور جو مردوں کے لیے موزوں ہے۔

**حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفتار :-** حضرت علی کریم اللہ وجہہ سے روایت ہے، کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

چلتے، گویا آپ چڑھائی سے اترائی کی طرف جا رہے ہیں، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ جب آپ چلتے اور قدم اٹھاتے تو پورا قدم ٹکاتے۔ اور میں نے رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم سے بڑھ کر سب رفتار کوئی آدمی نہیں دیکھا، گویا زمین خود لپٹی چلی آتی۔ ہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہدم ہوتے کی کوشش کرتے تھے، مگر آپ کو کوئی زحمت نہیں ہوتی تھی، نیز روایت ہے، کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چلتے، تو جسم کو ابھی طرح تھام کر چلتے۔ اور ادھر ادھر لڑکھڑاتے نہیں تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چلتے، تو پوری قوت سے چلتے۔ حضرت ابن ابی مالہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ جب آپ چلتے تو پوری قوت سے چلتے، زو سے پاؤں اٹھاتے اور نرمی سے زمین پر قدم رکھتے۔ آپ سر بیچ رفتار تھے، اور یوں چلتے، گویا اونچی جگہ سے اتر رہے ہیں۔ یہ ہے رفتار اولو العزم، ذی ہمت اور بہادر لوگوں کی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رفتار معتدل اور اعضاء کے لیے آرام دہ تھی۔ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم جب صحابہ کے ساتھ چلتے، تو وہ آپ کے آگے چلتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پیچھے ہوتے، فرمایا، میرے پیچھے فرشتوں کے لیے جگہ چھوڑ دو، ایک زو سے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پیدل سفر کیا، آپ کی ایک انگلی زخمی ہو گئی اور

اس سے خون بہہ نکلا، فرمایا، "تو ایک انگلی ہی تو ہے، اور یہ ہے تیرا حال اللہ کی راہ میں" (ابوداؤد)

دھوپ ہوتی یا چاندنی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہیں ہوتا تھا۔ (ترمذی)، ابن کثیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نور تھے، اس لیے دھوپ ہوتی یا چاندنی، آپ کا سایہ نہیں ہوتا تھا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ :- تمام صحابہ کرام نے بالاجماع آپ کا رنگ سفید بیان کیا ہے چنانچہ وہ

آپ کو بعض ریح کہتے ہیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ایسے سفید رنگ کے تھے، کہ حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے چہرے کی سفیدی اور بالوں کی بھر پور سیاہی بھلائی نہیں جا سکتی۔ طبرانی نے ابوالفضل سے یہ روایت بیان کی، حضرت ابوطالب کا ایک شعر ہے :-

وَأَبْيَضُ يَسْتَقِي الْعَنَامُ بِوَجْهِهِ شَمَالُ الْيَتَامَى بِعَصْمَةٍ بِلَا رَامِلٍ

(ترجمہ) اس کا رنگ سفید ہے، اور بادل کو اس کے طفیل پانی پلایا جاتا ہے۔

(تاکہ وہ دنیا کو سیراب کرے)، وہ یتیموں کا مربی اور راند عورتوں کا محافظ ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قول ہے، کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ مائل سرخی تھا صحیح مسلم میں ہے کہ آپ کا رنگ روشن اور صاف تھا۔ بخاری شریف میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ آپ کا رنگ چوڑے کی طرح سفید نہیں تھا۔ نیز حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ حضور علیہ الصلوٰۃ کا رنگ سفید گندمی تھا۔ یہ قول بہیقی سمرہ سے مراد وہ رنگ ہے، جو سورج اور ہوا کے سامنے ہو، جس طرح کہ چہرہ اور گردن، لیکن جسم کا وہ حصہ جو کپڑوں کے نیچے تھا، وہ بہت زیادہ سفید تھا۔

حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سوا پینہ اور فضلات: کی خصوصیت یہ تھی، کہ

آپ کے جسم سے خوشبو کے استعمال کے بغیر خوشبو آتی تھی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ میں نے رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے جسم کی خوشبو سے بڑھ کر کوئی خوشبو (کستوری ہو یا عنبر) نہیں سونگی۔ (امام احمد) ام حاتم سے جو عقبہ بن فرقہ سلمیٰ کی بیوی تھیں، روایت کیا ہے، کہ عروہ رضی اللہ عنہ کی ہم چار بیویاں تھیں۔ ہماری یہ کوشش ہوتی، کہ ہم ایسی عمدہ خوشبو کا استعمال کریں، کہ دوسری (سوکن) سے بہتر ہو۔ عقبہ کسی خوشبو کا استعمال نہیں کرتے تھے، ماں البتہ داڑھی کوتیل لگاتے مگر بائیں ہمہ ان سے ہم سے بہتر خوشبو آتی۔ چنانچہ جب گھر سے باہر جاتے، تو لوگ کہتے کہ ہم نے عقبہ کی خوشبو سے بہتر کبھی کوئی خوشبو سونگی ہی نہیں۔ ایک دن میں نے اس سے پوچھا، کہ ہم بھی عمدہ سے عمدہ خوشبو کا استعمال کرتی ہیں، لیکن پھر بھی تمہاری خوشبو زیادہ ہوتی ہے، اس کی کیا وجہ ہے؟ اس نے جواب دیا، کہ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے زمانے میں مجھے زہر باد ہو گیا۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور تکلیف بیان کی۔ فرمایا، کپڑے اتارو، میں نے کپڑے اتارے اور آپ کے سامنے بیٹھ گیا، آپ نے اپنے ہاتھ پر پھونک ماری، پھر آپ نے اپنا ہاتھ میری پیٹھ اور پیٹ پر پھیرا، چنانچہ اس دن سے یہ خوشبو مجھ میں پیدا ہو گئی ہے۔ (طبرانی)

اسی طرح ایک شخص کا واقعہ بیان کیا جاتا ہے، کہ اس کے پاس کچھ نہیں تھا۔ اور اپنی بیٹی کی شادی کے سلسلے میں (میک اپ کے لیے)، آپ سے امداد کا طالب ہوا۔ آپ نے فرمایا، ایک شیٹی لے آؤ، اس میں آپ نے اپنے پسینے کے چند قطرے ڈال دیئے، فرمایا، بڑکی کو کہنا، کہ وہ اسے بطور خوشبو کے استعمال کرے، چنانچہ جب وہ اس خوشبو کو استعمال کرتی، تو سارے شہر میں خوشبو پھیل جاتی۔ لوگ انہیں خوشبو والوں کا گھر

کہتے تھے، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ جب بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینے کی کسی گلی سے گزرتے، تو لوگ آپ کی خوشبو سے اندازہ لگاتے، کہ وہاں سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا گزر ہوا ہے۔ (ابویعلیٰ وغیرہ) اسی طرح حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، کہ حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کا چہرہ نہایت دلکش اور آپ کا رنگ نہایت دلفریب تھا، چنانچہ جس شخص نے بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا صلیہ بیان کیا، اس نے آپ کے چہرے کو چودھویں کے چاند سے تشبیہ دی۔ اور پسینے کے قطرے موتی کی طرح تھے، جو خاص ستوری کی طرح خوشبودار تھے۔ (ابونعیم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، ہمارے مگر تشریف لائے، اور تسلولہ فرمایا، اس اثنا میں آپ کو پسینہ آگیا۔ میری ماں شیشی اٹھا لائی۔ اور آپ کا پسینہ اس میں جمع کرنے لگی۔ اتنے میں رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم جاگ اٹھے۔ پوچھا، ام سلمہ! تو کیا کر رہی تھی، میری ماں نے کہا، یا رسول اللہ! یہ آپ کا پسینہ ہے، جسے ہم اپنے خوشبودار تیل میں ملا دیں گے، کیونکہ یہ سب خوشبوؤں سے زیادہ خوشبودار ہے۔ (مسلم، قاضی عیاض لکھتے ہیں، کہ ام سلیم رضی اللہ عنہا از روئے رضاعت آپ کی محرم تھیں، حضرت جابر بن عمر رضی اللہ عنہ راوی ہیں، کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میری گال کو ہاتھ لگایا، تو میں نے اس طرح ٹھنڈک اور خوشبو محسوس کی، جس طرح کہ ہاتھ طلبہ عطار سے نکلا ہو۔ نیز مروی ہے، کہ خواہ آپ نے خوشبو کو پھونکا، یا نہ پھونکا، آپ جس آدمی سے بھی مصافحہ فرماتے، اس آدمی کو دن بھر اپنے ہاتھ سے خوشبو آتی رہتی، اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم جس بچے کے سر پر ہاتھ رکھتے، وہ اس خوشبو کی وجہ سے بچوں میں پہچانا جاسکتا۔ قاضی عیاض نے اس روایت کو مؤرخین اور اصحاب سیرت کی طرف منسوب کیا ہے، کہ جب بھی آپ جو بیخ ضروریہ کا ارادہ فرماتے، زمین پھٹ جاتی اور آپ کے پیشاب اور پاخانے کو نکل لیتی، اور وہاں سے خوشبو آنے لگتی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ کہ قریش کے ایک لڑکے نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی فصد لی، جب فارغ ہوا، تو آپ کا خون لے کر دیوار کے پیچھے چلا گیا، ادھر ادھر دیکھا، جب کوئی آدمی نظر نہ آیا، تو خون کو پی لیا۔ جب فارغ ہو کر آیا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کے چہرے پر نگاہ ڈالی، فرمایا، ارے تو نے میرے خون کا کیا کیا، اس نے عرض کی، یا رسول اللہ! میں نے دیوار کے پیچھے دفن کر دیا ہے۔ فرمایا، کہاں؟ کہنے لگا، یا رسول اللہ! مجھے آپ کے لہو کو گرانے پر دریغ ہوا، چنانچہ میں نے اسے اپنے پیٹ میں ڈال لیا ہے۔ فرمایا، جاؤ، تم نے خود کو جہنم کی آگ سے بچا لیا ہے۔ اسی طرح مذکور ہے، کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دغزوہ احد میں زخمی ہو گئے، تو حضرت ابو سعید خدری کے والد حضرت مالک رضی اللہ عنہ نے منہ سے خون کو چوس لیا، اور زخم کو اتنا صاف کیا کہ وہ سفید دکھائی دینے لگا۔ حضور نبی کریم علیہ السلام نے تسلیم فرمایا، خون کو تھوک دو، اس نے عرض کی، بخدا میں ہرگز نہیں تھوکوں گا، پھر نکل لیا۔ اس پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، جو شخص کسی صفتی کی زیارت کرنا چاہتا ہے وہ اس شخص کو دیکھ لے۔ چنانچہ حضرت مالک رضی اللہ عنہ نے شہادت پائی۔ حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ ایک دفعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فصد کرائی۔ اپنا خون مجھے دیا اور فرمایا، کہ جاؤ، اسے زمین میں دبا دو، میں خون لے کر گیا، اور پی لیا، حضور نبی کریم علیہ السلام نے تسلیم کے پاس گیا تو آپ نے خون کے بارے میں دریافت کیا، میں نے کہا، کہ میں نے زمین میں دفن کر دیا ہے، فرمایا، ایسا معلوم ہوتا ہے، کہ تو نے پی لیا ہے، میں نے کہا، آپ نے درست فرمایا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، حیث ہے تیرے لیے لوگوں کی طرف سے، اور حیث ہے لوگوں کو تیری طرف سے (ایک اور روایت میں یہ الفاظ بھی مذکور ہیں، تجھے آگ نہیں چھوئے گی۔

حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رات کو ایک برتن میں پیشاب کرنے کے لیے اٹھے، اس میں پیشاب کیا۔ رات کو مجھے پیاس لگی، اٹھی اور نادہستہ طور پر پیشاب پی لیا۔ صبح ہوئی، تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، اسے ام ایمن، اٹھو، اور جو کچھ اس برتن میں ہے، اسے گرا دو، میں نے عرض کی یا رسول اللہ! وہ تو میں نے پی لیا ہے۔ یہ سن کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اتنا ہنسے، کہ آپ کی ڈاڑھیں ظاہر ہو گئیں۔ پھر فرمایا، تجھے درویشم کی کبھی شکایت نہیں ہوگی۔ ان احادیث سے حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے بول اور خون کی طہارت ثابت ہوتی ہے۔ شیخ الاسلام علامہ ابن حجر لکھتے ہیں، کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فضلات کی طہارت کے بارے میں بہ کثرت احادیث مروی ہیں، اور ائمہ دین نے اسے آپ کی خصوصیات میں شمار کیا ہے۔ امام نووی نے قاضی حسین سے روایت بیان کی ہے، کہ صحیح تر روایت یہی ہے، کہ آپ کے فضلات پاک اور صاف ہیں، یہی مذہب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے، جیسا کہ علامہ عینی نے بیان کیا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عموماً بیٹھ کر پیشاب کرتے تھے۔ بہ غرض جواز آپ نے بہ حالت قیام بھی پیشاب کیا جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بیت الخلا کو جاتے، تو اللھم انی اعوذ بک من الخبث والخبائث۔ پڑھتے، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت کے لیے جاتے، تو جب تک زمین کے قریب نہ پہنچ جاتے، کپڑا نہ اٹھاتے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، جب آپ بیت الخلا سے نکلتے، تو فرماتے۔ عَفْرَانِیْ۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم بعد از فراغت اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَذْهَبَ عَنِّيْ اَذًیَّ وَعَاقِبَانِیْ۔ پڑھتے۔ نیز آپ نے فرمایا، جس وقت تم قضائے حاجت کے لیے جاؤ، تو قبلے کی طرف نہ تومنہ کرو

اور نہ پیٹھ بلکہ مشرق یا مغرب کو رخ پھیر لو۔ (بخاری) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ آپ پانی سے استنجا کرتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، کہ آپ تین پتھروں سے استنجا کرتے تھے۔

## فصل دوم

# حضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و عادات

حضرت نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم فرمایا کرتے، اسے اللہ! جس طرح تو نے میرے جسم کو خوبصورت بنایا ہے، میرے اخلاق و اطوار کو بھی سنوار دے۔ (امام احمد وغیرہ)

امام مسلم نے ایک حدیث میں بیان کیا ہے، آپ نے دعا کی، اے خدا تو مجھے بہترین اخلاق کی طرف رہ نمائی فرما، کیونکہ تیرے بغیر اور کوئی ہدایت نہیں کر سکتا۔ چونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں تمام وہ اخلاق کمال جنہیں نہ تو شمار کیا جاسکتا ہے اور نہ ان کی حد ہی مقرر کی جاسکتی ہے، موجود تھے۔ اسی لیے خدا نے آپ کو قرآن حکیم میں **وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ** کہہ کر ممتاز فرمایا۔ اور حسن خلق ایسی ذاتی خوبی ہے، کہ جس کی وجہ سے موصوف بہ ایں صفت سے نہایت عمدہ اعمال سرزد ہوتے ہیں، اور چونکہ آپ کی ذات مقدس میں بہترین اخلاق جمع تھے، اس لیے آپ کا خلق عظیم تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، کہ خدا نے مجھے بہترین اخلاق اور عمدہ افعال سے سرفراز فرمایا۔ (طبرانی) حضرت امام مالک نے موطا میں تحریر فرمایا ہے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، میں بہترین اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہوں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، **كَانَ خُلُقَهُ الْقُرْآنُ** یعنی جس طرح الفاظ

قرآن کے معانی کی کوئی حد نہیں، اسی طرح آپ کے اوصاف جمیلہ کی بھی جو آپ کے خلقِ عظیم کی دلیل تھے، کوئی حد نہ تھی۔ کیونکہ ہر حالت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی نہ کوئی عمدہ خصلت اور پاکیزہ عادت کا ظہور ہوتا رہتا تھا۔ اور آپ پر مختلف علوم و معارف کا خدا کی طرف سے وقتاً فوقتاً جو فیضان ہوتا رہتا تھا، اس کا علم خدا کے بغیر اور کسی کو نہیں ہو سکتا۔ نیز آپ کے اخلاق جمیلہ کا انحصار کسی انسان کے بس کی بات نہیں ہے، کیونکہ آپ کی فطرت مقدسہ کی تخلیق ہی اخلاقِ کریمہ پر ہوئی تھی۔ اور ان عادات کا اکتساب نفس کی ریاضت اور گوشش کا ثمرہ نہیں تھا۔ بلکہ یہ اللہ کا کرم تھا، یہی وجہ ہے کہ معارفِ الہیہ کے انوار آپ کے دل پر ہمیشہ جلوہ ریز ہوتے رہتے۔ تا آنکہ آپ انتہائے بلندی اور اعلیٰ ترین مقام پر پہنچ گئے۔ ان خصائلِ حمیدہ کی بنیاد (اصل) کمالِ عقل ہے، کیونکہ عقل ہی کی وجہ سے فضائل کا اکتساب اور ذائل سے اجتناب کیا جاسکتا ہے۔ یہ ایسا روحانی کمال ہے، کہ نفسِ جس کے وسیلے سے علوم ضرور یہ اور نظریہ کا ادراک کر سکتا ہے، اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، کمالِ عقل کے اس انتہائی درجے پر فائز تھے، جہاں تک آپ کے بغیر کسی اور کی رسائی ممکن نہیں ہے۔ حضرت وہب بن منبہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے اکثر کتابوں میں پڑھا ہے، کہ خداوند تعالیٰ نے ابتدائے عالم سے انتہائے عالم تک تمام انسانوں کو جو عقل عطا فرمائی ہے، وہ آپ کی عقل کے مقابلے میں ایسی ہے، جیسے کہ ریت کا ایک ذرہ، تمام دنیا کی ریت کے مقابلے میں اور نیز محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عقل اور رائے میں سب لوگوں سے بڑھ کر ہیں (ابونعیم اور ابن عساکر نے صلیہ میں روایت کی ہے) عوارف المعارف میں بعض علماء کی زبانی مذکور ہے، کہ عقل اور فہم کے سوچتے ہیں، جن میں سے ننانوے حصے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطا ہوئے ہیں اور ایک حصہ باقی تمام مومنوں کو۔ اور جو شخص بھی حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی ان تدابیر پر، جو آپ نے وحشی تہذیب



سے نفرت کرنے والوں اور انسانوں سے بھاگنے والے عربوں کو رام کرنے، ان کے مظالم برداشت کرنے اور ان کے دکھ سہنے میں استعمال کیے ہیں، غور کرے گا کہ وہ لوگ کس طرح آپ کے مطیع ہو گئے، اور آپ نے رُرد جمع ہو گئے، اور انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر، اپنے عزیزوں، بیٹوں اور بزرگوں سے جنگیں کیں۔ اور آپ کو اپنی ذہانت پر ترجیح دی، اور آپ کی خاطر اپنے وطن اور دوستوں کو چھوڑ دیا حالانکہ انہیں اس سے پہلے ایسا سابقہ نہیں پڑا تھا، اور نہ ایسی کتابوں کا مطالعہ ہی کیا تھا، جن میں گزرے ہوئے لوگوں کے حالات مذکور ہوں، تو یہ بات ثابت ہو جائے گی، کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام دنیا سے زیادہ عقل مند تھے۔ اور چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عقل تمام دنیا کی عقلوں سے وسیع تر تھی، اسی لیے آپ کے اخلاق فاضلہ بھی اتنے وسیع تھے، کہ جنہیں کوئی چیز محدود نہیں کر سکتی تھی۔ چنانچہ آپ کے علم اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں انتقام کا حوصلہ تھا، اور نیز صبر کی کوئی انتہا نہ تھی۔ اور آپ کے صبر اور عفو کی یہی مثال کافی تھی۔ جو آپ کے خلاف جنگ کرنے والے کافروں کے ہاتھوں سے آپ کو مصائب اور زخموں کی صورت میں پیش آیا، اور احد کے دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دو دانت شہید ہوئے اور چہرہ مبارک زخمی ہو گیا، اور خون بہنے لگا، جس سے صحابہ کرام کو سخت رنج پہنچا تھا، اور بددعا کی درخواست کی تھی، جس پر آپ نے فرمایا تھا، مجھے لعان بنا کر نہیں بھیجا گیا، بلکہ رحمت اور شفقت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ پھر دعا فرمائی اسے خدا! تو میری قوم کو ہدایت کر۔ کیونکہ وہ نادان ہے۔

بلاشبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مختلف اسباب کی بنا پر، جن کا تعلق صرف خدائی احکام سے ہوتا تھا، غصہ بھی آتا تھا۔ لیکن جن باتوں کا تعلق آپ کی ذات سے ہوتا، ان میں حضور صبر اور عفو سے کام لیتے تھے | حاکم نے حضرت زید بن سعد سے جو کبار علمائے یہود سے اسلام لانے تھے، روایت کی ہے، کہ نبوت کی کوئی ایسی علامت

نہ تھی، جسے میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ اقدس میں مشاہدہ نہ کیا ہو۔ مگر دو  
 بائیں ایسی تھیں جن کے تجربے کی ابھی نوبت نہیں آئی تھی، وہ آپ کے علم کو غضب پر  
 فوقیت حاصل ہو۔ (۲) اور شدت غضب میں بھی آپ کے علم میں اضافہ ہو چنانچہ میں  
 آپ سے نرمی اور ملامت سے کپش آتا تھا۔ تاکہ اس غلط مصلحت سے مجھے آپ کے علم اور  
 غضب کا اندازہ لگ سکے۔ چنانچہ میں نے آپ سے کچھ کھجور (سلسلہ بیع میعادوی) خریدی  
 اور رقم ادا کر دی۔ ابھی اس میعاد کے دو تین دن باقی تھے، کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم  
 کی خدمت میں آیا، اور آپ کی قبض اور چادر کے پتوں کو پکڑ کر غضب آلود آنکھوں سے  
 آپ کو دیکھا، اور کہا: "محمد صلی اللہ علیہ وسلم، کیا آپ میرا حق ادا نہیں کریں گے۔ بخدا  
 اسے سو مطلب، تم لوگ بڑے ہی نادہند ہو۔" حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہنے لگے، "اے  
 دشمن خدا! اللہ، جو کچھ میں سن رہا ہوں، کیا اس کا خطاب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہے؟  
 بخدا اگر مجھے کسی چیز سے محرومی کا ڈر نہ ہوتا تو میں تلوار سے تیرا سر علیحدہ کر دیتا، حضور نبی کریم  
 علیہ التحیۃ والتسلیم، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو، سکون شفقت اور تبسم سے دیکھتے رہے۔ پھر فرمایا،  
 "اے عمر! ہم دونوں کو، تم سے اس سلوک کے برعکس کسی اور سلوک کی زیادہ ضرورت تھی،  
 تم مجھے حسن ادا کے لیے کہتے اور اس سے حسن تقاضا کے لیے، اس کا حق فوراً ادا کر دو،  
 میں صاع (پیمانہ) اپنی درشت کلامی کے بدلے میں مزید دے دو۔" حضرت عمر رضی اللہ عنہ  
 نے تعمیل کی۔ اس پر میں نے کہا، نبوت کی ہر ملامت میں جب بھی میں آپ سے ملتا حضور  
 علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چہرے میں ملاحظہ کرتا چلا آ رہا تھا لیکن دو باتوں کا مجھے علم نہیں  
 ہو رہا تھا۔ چنانچہ میں نے انہیں آزما دیکھا، میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ میرا رب ہے،  
 اسلام میرا دین ہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے نبی ہیں۔ تا

حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں، کہ میں حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے ساتھ  
 مسجد جارا تھا، اور آپ نے، ایک جہزانی چادر جس کے حاشیے کھدرے تھے، اوڑھی

ہوئی تھی۔ استنہ میں ایک بدو نے آپ کو آیا۔ اور آپ کی چادر کو پکڑ کر زور سے جھٹکایا۔  
 میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھے پر نگاہ ڈالی، دیکھا کہ بھٹکے سے وہاں نشان  
 پڑ گیا تھا۔ پھر کہنے لگا، اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کے پاس جو خدا کا مال ہے، مجھے  
 اس میں سے کچھ عنایت کیجئے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی طرف توجہ فرمائی، مسکرائے،  
 اور اس کی خواہش پوری کر دی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، کہ حضور اکرم  
 صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو درشت گوشتے اور نہ بیوہ گو، اور نہ برائی کا بدلہ برائی سے دیتے،  
 بلکہ معاف کر دیتے اور درگزر فرماتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے  
 کہ ایک شخص نے حاضری کی اجازت طلب کی، جب رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے  
 اسے دیکھا، فرمایا، کیسا بُرا قرابت دار اور کیسا بُرا رشتہ دار ہے۔ جب وہ بیٹھ گیا، تو آپ  
 اس سے پرکشادہ پیشانی و خوش روئی متوجہ ہوئے، جب وہ چلا گیا، تو حضرت عائشہ  
 رضی اللہ عنہا نے عرض کی، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جب آپ نے اس آدمی کو دیکھا  
 تھا، تو اس کے بارے میں یوں اظہار خیال فرمایا تھا، لیکن بعد میں آپ نے خوش خلقی  
 اور خوش مزاجی کا اظہار فرمایا۔ آپ نے جواب دیا، اے عائشہ! تو نے مجھے کسی درشت  
 کوئی کرتے دیکھا ہے۔ بخدا قیامت کے دن وہ شخص بدترین انسان شمار ہوگا جسے لوگ  
 بوجہ درشت گوئی پھوڑ گئے ہوں۔ (بخاری) ابن بطال راوی ہیں، کہ یہ شخص عیینہ بن حصن  
 الغزالی تھا اور اس کا لقب احمق مطاع تھا۔

عزیز بن نوفل کے بارے میں بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایسی ہی روایت  
 مذکور ہے۔ قاضی عیاض لکھتے ہیں، کہ عیینہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوا تھا۔ واللہ اعلم،  
 اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اور اس کے بعد بھی اس سے ایسے افعال  
 نرزد ہوتے رہے، جو اس کے صنعت ایمان پر دلالت کرتے ہیں، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام  
 نے بھی کسی مسلمان کو بالصرحت بُرا بھلا نہیں کہا تھا۔ اور نہ کبھی کسی آدمی کو سوائے

اجرانے حدودِ الہی کے اپنے ہاتھ سے سزا دی تھی۔ نیز آپ نے کبھی بھی کسی کی دشمنی کو (بشرطیکہ گناہ نہ ہو) رو نہیں فرمایا تھا۔ بعد نہ کبھی آپ نے کسی سے اپنی ذات کا انتقام (سوائے حدودِ اللہ کی نگہداشت کے) لیا تھا۔ (بہ روایتِ حاکم)

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حسنِ اخلاق کا ایک وہ نمونہ بھی ہے، جو آپ ان منافقین سے روا رکھتے تھے، جو پیٹھ پیچھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دکھ دیتے اور سامنے بیٹھے ہوتے، تو خوشامد کرتے اور یہ ایسی حرکت ہے جس سے اگر عنایتِ الہی شامل نہ ہوتی تو انسانی طبائعِ نفرت کرتی ہیں۔ اور جب بھی حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم سے ان کے خلاف سختی کی اجازت مانگی جاتی، آپ ان پر رحمت کا ایک اور دروازہ کھول دیتے۔ اسی طرح آپ کا حسنِ سلوک، تواضع اور انکسار جس کا اظہار آپ اپنے اہل و عیال، خادموں اور صحابہ کرام سے فرمایا کرتے، آپ کی خوش سیرتی اور بلند اخلاقی کی نہایت عمدہ مثال ہے۔ آپ کی تواضع اور انکسار کی وضاحت کے لیے یہ مثال ہی کافی ہے کہ جب آپ کو نبی ملک اور نبی عہد میں انتخاب کا موقعہ دیا گیا، تو آپ نے آخر الذکر کو ترجیح دی۔ چنانچہ اس انکسار کے بدلے میں خدا نے آپ کو یہ امتیاز بخشا، کہ قیامت کے دن سب سے پہلے آپ کی قبر شق ہوگی۔ نیز آپ پہلے شفع اور پہلے مشفع ہوں گے اس کے بعد کبھی بھی آپ نے زندگی بھر تکیہ لگا کر کھانا نہیں کھایا۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم میرے بارے میں (نصرانیوں کی طرح دربارہٴ عیسیٰ بن مریم) مبالغہ نہ کرنا، کیونکہ میں بندہ ہوں، اس لیے تم مجھے عہدہٴ در سولہ ہی کہنا۔ (ترمذی) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تواضع کی ایک مثال یہ بھی ہے، کہ آپ نے کبھی کسی خادم کو نہیں جھڑکا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہما راوی ہیں کہ میں میں سال خدمتِ اقدس میں حاضر رہا، آپ نے کبھی مجھے ات نہیں کیا، اور اگر کوئی کام کیا تو کبھی نہیں کہا کہ کیوں کیا اور اگر چھوڑ دیا، تو کبھی نہیں کہا کہ کیوں چھوڑ دیا۔ نیز آپ نے اپنے غلاموں

اور لونڈیوں میں سے کبھی کسی کو نہیں مارا۔ اور یہ ایسی خوبی ہے، کہ جب تک خدائی تائید شامل حال نہ ہو، تب تک انسانی طبائع کی رسائی نہیں ہو سکتی۔

مسلم کی روایت ہے، کہ راوی نے اپنے اہل و عیال پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے شفیق تر کوئی آدمی نہیں دیکھا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا راوی ہیں، کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی کسی مرد یا عورت کو جہاد فی سبیل اللہ کے مزادیتے نہیں دیکھا۔ اور نہ کبھی ایسا واقعہ پیش آیا، کہ کسی نے آپ کو دکھ دیا ہو، اور آپ نے اس سے (سوائے حدودِ الہی کی نگہداشت کے) انتقام لیا ہو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کسی شخص نے دریافت کیا، کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اندرون خانہ تشریف فرما ہوتے تو آپ کا سلوک (رویہ) کیسا ہوتا تھا؟ انہوں نے جواب دیا: حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم حد درجہ نرم گو، متبسم اور خوش خلق ہوتے تھے، اور اصحاب کے درمیان بیٹھے، تو کبھی پاؤں نہ پھیلاتے تھے۔ یہ روایت بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے، کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے زیادہ خوش خلق تھا اور کوئی آدمی نہ تھا۔ اور جب بھی کوئی شخص آپ کو بلاتا، تو جواب میں لبیک فرماتے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے امام احمد وغیرہ نے روایت کی ہے، کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کپڑوں کو پتے، جو تلوں کی مرمت کرتے اور پانی کا ڈول کھینچتے، کپڑوں کو دھوتے، بکریوں کا دودھ دوہتے اور اپنے سارے کام کرتے تھے۔ اور ان امور کا تعین مختلف اوقات میں کیا جاسکتا ہے کیونکہ یہ امر ثابت ہے، کہ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے پاس خادم ہوتے تھے چنانچہ کبھی یہ کام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خود انجام دیتے، کبھی کوئی اور کر دیتا اور کبھی بل کر کر لیتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کبھی گدھے پر سوار ہوتے، تو اپنے پیچھے کسی آدمی کو بٹھالیتے۔ چنانچہ بنو قریظہ کے خلاف حملے کے دن آپ گدھے پر سوار تھے، جس کے گلے میں کھجور کی رسی تھی۔ (ترمذی) حضرت قیس بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت

ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمارے یہاں تشریف لائے، جب واپسی کا ارادہ فرمایا، تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ ایک گدھے کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب لائے، اس کی پیٹھ پر ایک کپڑا ڈالا اور حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم سوار ہوئے۔ پھر سعد نے کہا، اے قیس! تم آپ کا ساتھ دو، اس پر آپ نے فرمایا، قیس تم بھی سوار ہو جاؤ، مگر میں نے انکار کر دیا، آپ نے فرمایا، یا سوار ہو یا واپس چلے جاؤ۔ ایک وایت میں ہے، میرے آگے بیٹھو، کیونکہ سواری کے مالک کا آگے بیٹھنے کا حق فائق ہے (ابو داؤد وغیرہ) بعض اوقات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حرم کی بعض خواتین کو بعض اوقات معاذ بن جبل کو اور بعض اوقات اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو اپنے پیچھے بٹھایا۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وارد مکہ ہوئے، تو بنو عبدالمطلب کے لڑکے بالے آپ کے استقبال کو راستے پر کھڑے تھے، حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے ایک کو آگے اور ایک کو پیچھے بٹھایا۔

علامہ طبری نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوانح میں لکھا ہے، کہ ایک دفعہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک نیکی پیٹھ والے گدھے پر قبا کو روانہ ہوئے اور حضرت ابوہریرہؓ ساتھ تھے۔ فرمایا، ابوہریرہ! تمہیں بھی ساتھ بٹھالوں۔ انہوں نے کہا، یا رسول اللہ! جیسے آپ کی مرضی ہو۔ فرمایا، سوار ہو جاؤ حضرت ابوہریرہ سوار ہونے کو کودے لیکن کامیاب نہ ہوئے، انہوں نے رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کو پکڑا اور دونوں نیچے گر پڑے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پھر سوار ہوئے۔ پھر پوچھا، ابوہریرہ! تم بھی سوار ہونا چاہتے ہو۔ کہنے لگے، یا رسول اللہ! جیسے آپ کی مرضی ہو، فرمایا، سوار ہو جاؤ لیکن پھر ناکام رہے، پھر آپ کو پکڑا، اور دونوں نیچے گر پڑے، پھر دریافت فرمایا، ابوہریرہ! تمہیں بھی بٹھالوں۔ عرض کی نہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بخدا میں آپ کو پھر گمراہوں کا اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں مذکور ہے، کہ ایک دفعہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

سفر کر رہے تھے صحابہ کو حکم دیا، کہ ایک بکری پکائی جائے۔ ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذبح کرنے کا کام میرے ذمہ، دوسرے نے کہا، کھال میں اتاروں گا، تیسرے نے کہا، میں پکاؤں گا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، میں لکڑیاں اٹھی کر دوں گا۔ صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ! ہم آپ کا کام کر دیں گے۔ آپ نے فرمایا، میں جانتا ہوں، کہ تم میرا کام کر دو گے، لیکن میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں، کہ خود کو تم سے میسر شمار کروں، اور خدا اس آدمی کو ناپسند کرتا ہے، جو ساتھیوں میں خود کو ممتاز جانے حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ نجاشی کا وفد حاضر خدمت ہوا، حضور نبی کریم علیہ السلام نے ان کی خاطر داری میں اکثر مصروف رہتے تھے۔ صحابہ نے کہا، یا رسول اللہ! ہم آپ کی جگہ یہ کام کر دیں گے۔ فرمایا، یہ لوگ ہمارے ساتھیوں سے برا احترام پیش آئے تھے، اس لیے میں اس کا بدلہ دینا چاہتا ہوں۔ ایک دفعہ ایک عورت جس کی عقل میں فتور تھا، حاضر خدمت ہوئی۔ کہنے لگی، مجھے آپ سے ایک کام ہے، فرمایا، تو مجھے دینے کے جس محلے میں لے جانا چاہتی ہے، لے چل، تاکہ میں تمہاری ضرورت پوری کر دوں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ساتھ چل دیئے، تا آنکہ اس کا کام کر دیا۔

حضرت عبداللہ بن الحماہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بعثت سے پہلے میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کچھ خرید و فروخت کی، آپ کا کچھ بقایا میرے ذمہ رہ گیا، میں نے آپ سے وعدہ کیا، کہ میں ابھی نہیں وہ رقم لے کر آتا ہوں۔ میں بھول گیا، اور تین دن کے بعد یاد آیا، اگر دیکھا، تو آپ وہاں موجود تھے، فرمایا، تو نے مجھے بڑی تکلیف دی۔ میں تین دن سے یہاں بیٹھا تیرا انتظار کر رہا ہوں۔ (ابوداؤد)

حضرت ابی اوفی رضی اللہ عنہ راوی ہیں، کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو رائد عورتوں اور مساکین کے ساتھ، ان کی حاجت روائی کے لیے چلنے میں، کوئی باک نہیں ہوتا تھا۔ (نسائی، بخاری شریف میں مذکور ہے، کہ اگر کوئی کثیر حضور نبی کریم علیہ السلام کا ہاتھ

پکڑ لیتی تو جہاں چاہتی، آپ کو لے جاتی۔ امام احمد کی روایت ہے، کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کی حاجت روائی کے لیے اس کے ساتھ چل دیتے۔ ایک دفعہ حضرت امام حسن (جب بچتے تھے) آئے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر سلسلہ نماز سجدے میں تھے، وہ آپ کی پیٹھ پر بیٹھ گئے، آپ اس وقت تک سجدے میں رہے، جب تک حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اتر نہ گئے۔ جب نماز سے فارغ ہوئے، صحابہ نے عرض کی، یا رسول اللہ! آپ نے سجدے میں بہت دیر کی، فرمایا، میرا یہ بیٹا پیٹھ پر سوار ہو گیا تھا، میں نے مناسب نہ جانا، کہ جلدی میں اسے اتار دوں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مریضوں کی عیادت فرماتے اور جنازے میں شریک ہوتے۔ ایک دفعہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک بوسیدہ پالان پر سفر چھوڑ دیا، اور آپ کے جسم پر جو چادر تھی وہ پر مشکل چار درہم کی ہوئی۔ فرمایا، اسے اللہ! تو اسے ایسا حج بنا، جس میں ریاکاری ہو نہ نالاش۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز سے فارغ ہوئے، تو مدینے کے ملازمین خانہ برتنوں میں پانی ڈالنے برائے تبرک حاضر ہوئے اور حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم ہر برتن میں ہاتھ ڈالتے، بارہ سردیوں کی صبح کو برتن لاتے، اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنا ہاتھ ٹھنڈے پانی میں ڈبوئے۔ (مسلم)

ازواج مطہرات کے ساتھ آپ کا سلوک نہایت عمدہ تھا، اور آپ ان کے حق زوجیت بہتر ادا فرماتے۔ امام نووی سے مروی ہے، کہ آپ نے اس عمل پر موظبت فرمائی، بایں ہمہ شب بیداری کو بوجھ بھی ترک نہیں کیا۔ آپ اپنے وظیفہ عبادت اور حق زوجیت سے بیک وقت عہدہ برآ ہوتے۔ نیز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انصار کی رکیوں کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کھینے کے لیے بھیجا کرتے۔ اور جب ام المؤمنین کسی برتن سے پانی پیتیں، تو آپ بھی اس برتن سے جہاں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے منہ رکھا تھا، منہ رکھ کر پانی پیتے۔ (بخاری و مسلم) اور جب ام المؤمنین کو، ہڈی سے



گوشت جو چھینیں، حضورِ باکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی وہ ہڈی لے کر اپنا منہ وہیں رکھتے جہاں انہوں نے اپنا منہ رکھا تھا۔ (مسلم) آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی گود میں سر رکھ کر آرام فرماتے اور بحالتِ روزہ بھی انہیں چومتے۔ (بخاری و مسلم) ایک دفعہ چند حبشی مسجد میں کچھ کرتب دکھا رہے تھے، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کے کندھوں پر سہارا لیے دیکھ رہی تھیں (بخاری) ایک روایت میں ہے، کہ آپ نے دوڑ میں حضرت عائشہ سے مقابلہ کیا، وہ جیت گئیں، پھر مقابلہ کیا، پھر جیت گئیں، پھر مقابلہ کیا تو آپ جیت گئے۔ فرمایا، یہ جیت ان سب کا جواب ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ ہم ایک دن حضرت عائشہ کے عہدے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر تھے۔ کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے ایک پیالہ جس میں گوشت اور روٹی (شرید) تھی، آیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھا گیا، فرمایا، سب کھاؤ، چنانچہ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم اور ہم سب نے ہاتھ ڈالا اور کھانا شروع کر دیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کھانا پکانے میں مصروف تھیں، انہوں نے وہ پیالہ جو آپ کو بھیجا کیا تھا، دیکھ لیا تھا۔ چنانچہ جلدی جلدی کھانا پکایا، اور لاکر رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے سامنے رکھ دیا، اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا پیالہ اٹھا لیا، اور توڑ دیا، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، بسم اللہ کرو اور کھاؤ، تمہاری ماں کو رشک آگیا ہے، پھر آپ نے یہ کہہ کر وہ پیالہ اٹھا کر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو دے دیا، فرمایا یہ لو پیالے کے بدلے میں پیالہ اور کھانے کے بدلے میں کھانا۔ (طبرانی) امام احمد راوی ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ایک ایسا ہی واقعہ ام المؤمنین حضرت صفیہ کے ہاتھ بھی پیش آیا۔ حضرت عائشہ راوی ہیں کہ میں رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے لیے خزیہ (گوشت اور آٹے کو ملا کر پکاتے)، پکا کر لائی اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے کھانے کو کہا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان بیٹھتے لیکن اس نے انکار کیا، میں

نے پھر کہا، اس نے پھر انکار کیا میں نے کہا، کہ اگر تو نہیں کھائے گی، تو میں تیرے منہ پر تل دوں گی، اس نے پھر انکار کیا چنانچہ میں نے ہاتھ خنزیرے کے پیالے میں ڈالا اور اس کے منہ پر تل دیا۔ یہ دیکھ کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہنس پڑے۔ اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے پکڑا اور سودہ رضی اللہ عنہا سے کہا، کہ میرے منہ پر لیب کر دے۔ چنانچہ حضرت سودہ نے میرے منہ پر لیب کر دیا اور آپ خوب ہنسنے لگیں۔ فی الجملہ جس شخص نے بھی، اپنے اہل و عیال اور احباب سے رسول کریم علیہ السلام کے سلوک پر غور کیا اور نیز درویشوں، راند خوردوں، یتیموں اور مہانوں سے حسن معاملہ کو پیش نظر رکھا، اسے معلوم ہو گیا، کہ آپ رقت قلب اور نرمی مزاج کے اس درجے پر پہنچے ہوئے تھے، کہ کوئی آدمی وہاں تک پہنچنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ اس کے برعکس آپ خدائی حدود اور حقوق اللہ کی نگہداشت اور معاملات دین میں اتنے مشدد تھے، کہ چور کا ہاتھ کاٹ دیتے تھے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی اپنے اصحاب سے منہی مذاق بھی فرمایا کرتے تھے، زہیر نامی ایک شخص ایسے تھے، جو صحرا کی ایسی اشیا جو کسی ندرت کی حامل ہوتیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں تحفہ پیش کیا کرتے۔ معاوضہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں شہر کی نادرا اشیا بطور ہدیہ پیش کر دیا کرتے۔ آپ فرماتے، زہیر ہمارا صحرا ہے اور ہم اس کا شہر ہیں۔ اور حضور نبی کریم علیہ السلام کو اس سے پیار تھا۔ ایک دن آپ بازار کو تشریف لے گئے، زہیر کو وہاں کھڑا پایا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پیچھے سے گئے اور دونوں ہاتھوں سے انہیں سینے سے بچھنچ لیا۔ حضرت زہیر رضی اللہ عنہ کو حضور نبی کریم علیہ السلام کا پتہ چل گیا تھا چنانچہ وہ حصول برکت کے لیے اپنی پیٹھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سینے سے رگڑنے لگ گئے۔ آپ نے فرمایا، اس غلام کو کون خریدے گا۔ اس پر حضرت زہیر رضی اللہ عنہ نے کہا، یا رسول اللہ! اس لحاظ سے تو میں کھوٹا سا کھوں۔

آپ نے فرمایا، لیکن تم اللہ کے یہاں تو قیامت ہی ہو۔ حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئی اور اللہ کی کچی بطور تحفہ کے لایا، جب اس کے مالک نے اس سے تقاضا کیا، تو وہ اسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں لایا، اور درخواست کی، کہ اس شخص کے مال کی قیمت ادا فرما دیجئے۔ آپ نے یہ سن کر تبسم فرمایا، اور ادائیگی کا حکم دیا اور قیمت ادا کر دی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی بھی دل لٹی سے بھی دل بہلاتے، مگر وہ بات بھر بھی مبنی بر حقیقت ہوتی، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ ایک سادہ لوح شخص نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سواری کی درخواست کی، فرمایا، میں تجھے اونٹنی کا بچہ دوں گا، اس نے عرض کی، یا رسول اللہ! اونٹنی کے بچے سے میرا کیا بنے گا، فرمایا، ارے کیا اونٹ، اونٹنی کا بچہ نہیں ہوتا۔ (ترمذی) امام ترمذی، حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں، کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک بڑھیا نے درخواست کی، یا رسول اللہ! دعا فرمائیے، کہ خدا مجھے جنت عطا فرمائے، فرمایا، ارے بڑھیا! بڑھی عورتیں جنت میں نہیں جائیں گی۔ وہ واپس ہوئی اور روٹی جا رہی تھی، فرمایا، ارے جا کر بتاؤ، کہ جب وہ بہشت میں داخل ہوگی، تو بڑھی نہیں رہے گی۔ ارشاد باری ہے، ہم نے انہیں از سر نو پیدا کیا، اور پھر سے باکرہ عورتیں بنا دیات، انی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے صحابہ سے دل لگی کرتے، صلاح و مشورہ اور بات چیت میں ان سے مل بیٹھتے اور شریک صحبت ہوتے ان کے بچوں سے پیار کرتے اور اپنی گود میں بٹھالیتے۔ صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ! آپ ہم سے ہنسی مذاق بھی کرتے ہیں، فرمایا، یہ درست ہے، لیکن میں بات ٹھیک کہتا ہوں، حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں، کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نہایت ہی خوش اخلاق تھے، ابو عمیر نامی میرا ایک بھائی تھا۔ اس کے پاس ایک کھجور کا سا پرندہ (بلبل) تھا، جس سے وہ کھیلتا تھا۔ وہ پرندہ مر گیا، ایک دن وہ خدمت اقدس میں آیا، آپ

نے اسے منعم پایا۔ دریافت فرمایا۔ کیا بات ہے۔ لوگوں نے کہا، یا رسول اللہ! اس کا بلبل مر گیا ہے۔ فرمایا۔ یا ابا عمیر ما فعل النغیر۔ (اسے ابو عمیر، بلبل نے یہ کیا کیا۔ محمود بن ربیع پانچ برس کا ہو گا، کہ آپ نے اس کے منہ پر منہ سے پانی پھینکا۔ ایک دفعہ زینب بنت ام سلمہ، جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زینب تھیں، آپ کے غسل خانے میں گھس آئیں، تو آپ نے ان کے منہ پر گلی کا پانی پھینکا۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ اگرچہ وہ بڑھیا ہو گئی تھیں لیکن جوانی کی رونق، اسی طرح ان کے چہرے پر باقی رہی۔

باوجود دل بگی اور مزاج کے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم باہمیت اور پُر مدد انسان تھے۔ ایک دفعہ ایک آدمی، خدمت اقدس میں ہوا، وہ ہمیت سے کانپنے لگ گیا۔ فرمایا، گھبراؤ مت، میں نہ تو بادشاہ ہوں اور نہ کوئی جابر حاکم ہوں۔ بلکہ قریش کی ایسی عورت کا بیٹا ہوں جو مکے میں خشک گوشت کھاتی تھی۔ اس آدمی نے اپنی ضرورت بیان کی۔ بعد ازاں حضور نبی کریم علیہ السلام نے اسے لوگوں سے بے دریغہ وحی حکم دیا گیا ہے، کہ تم تواضع کرو، اور لوگوں سے بے انکسار پیش آؤ تاکہ کوئی شخص دوسرے کے خلاف بغاوت نہ کرے، اور کوئی شخص دوسرے سے تکلم نہ کرے، اور اللہ کے بندو، بھائی بھائی بن کر رہو۔ جب قبیلہ بنت مخزوم نے آپ کو جب میں بہ انداز غاص بیٹھا دیکھا، تو ڈر سے کانپنے لگی۔ (ابو داؤد) امام مسلم، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص راوی ہیں، کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں حاضر رہا، میں جیسا اور تعظیم سے کبھی آنکھ جھری۔ آپ کو نہیں دیکھا، اگر کہا جائے، کہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علیہ بیان کروں تو نہ رسوخوں گا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کی مجالس کا موضوع سخن اللہ کا ذکر ہوتا اور آیات قرآن کی تلاوت سے یا ان رموز و حکم سے جو خدا نے آپ سکھائی تھیں، انکیوں کی ترغیب اور گناہوں سے اجتناب کی دعوت دیتے تھے۔ اسی طرح امور دین میں

حسب فرمان الہی، نصیحت فرماتے۔ وغیرہ کہتے، حکایات بیان کرتے، اور مناسب اور موزوں انداز میں اللہ کی طرف بلا تے، نیز اللہ کی نعمتوں کی بشارت دیتے اور خدائی عذاب سے ڈراتے۔ اسی وجہ سے ان مجلس میں صحابہ کرام پر رقت طاری رہتی۔ دنیا سے نفرت اور آخرت سے محبت پیدا ہوتی، امام احمد، حضرت ابو ہریرہ سے روایت کرتے ہیں، ہم نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی، یا رسول اللہ! کیا وجہ ہے جب تک ہم آپ کی خدمت میں ہونے میں، ہمارے دل نرم ہوتے ہیں، دنیا سے نفرت ہوتی ہے اور ہم آخرت کے بندے ہوتے ہیں، لیکن جو نہی آپ کی صحبت سے علیحدہ ہوتے ہیں، اپنے اہل و عیال کے خیر و شر میں لگ جاتے ہیں، بچوں سے انس کرنے ہیں اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ اگر تم میری محفل سے نکلنے کے بعد بھی سابقہ حالت پر قائم رہ سکتے، تو فرشتے تمہاری زیارت کو تمہارے گھروں میں آتے۔

رسول کریم علیہ اچتہ و التسلیم کے انکسار کا یہ عام تھا، کہ کبھی بھی کسی کھانے پینے کی چیز میں عیب چینی نہیں کی، اگر خواہش ہوئی، تو کھاپی لی ورنہ تھوڑی دی۔ (بخاری و مسلم) آپ کی اس عادت کا تعلق مباح طعام سے تھا، اگر کھانے پینے کی چیز حرام ہوتی، تو آپ اسے ناپسند فرماتے، بڑا جانتے اور اس سے منع کرتے۔ اسی طرح نہ آپ نے کوئی دربان رکھا ہوا تھا اور نہ چوکیدار۔ جب آپ کو دو باتوں میں انتخاب کا موقع دیا جاتا، تو آپ (بشرطیکہ کناہ نہ ہوتا) آسان تر بات نوپند فرماتے اور اگر گناہ ہوتا، تو اس سے سخت پرہیز کرتے۔

بخاری شریف میں ابو سعید خدری سے

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیا :- روایت ہے، کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

پر وہ نشین کنواری لڑکیوں سے زیادہ شرمیلے تھے۔ قاسمی عیاض لکھتے ہیں، کہ حضور اکرم

بوجہ جیسا کسی شخص کے چہرے کو ٹکٹھی باندھ کر نہیں دیکھ سکتے تھے اور فرمایا کرتے، کہ جیسا کا نتیجہ ہمیشہ اچھا ہوتا ہے اور وہ جزو ایمان ہے۔

حضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور خشیۃ اللہ :- میں تم سب میں سے اللہ سے

زیادہ ڈرتا ہوں، اور میرے دل میں اس کا زبردست خوف رہتا ہے۔ نیز آپ نے فرمایا، میں تم سب سے اسرار قدرت سے زیادہ واقف ہوں اور اللہ سے زیادہ ڈرتا ہوں۔ (بخاری) اسی طرح آپ سے روایت ہے، فرمایا، اگر تمہیں ان باتوں کا علم ہوتا، جن کا علم مجھے حاصل ہے، تو تم زیادہ روتے اور ہتھوڑا ہنتے حضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے تو بوجہ گریہ آپ کے اندر سے اس طرح آواز آتی جیسی کہ ہتھیا سے ابلتے وقت آواز آتی ہے۔

حضرت اکرم کی شجاعت قوت اور مردانگی :- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ حضور علیہ الصلوٰۃ

والسلام سب لوگوں سے زیادہ حسین، زیادہ سخی اور زیادہ بہادر تھے۔ ایک رات کا ذکر ہے کہ کسی وجہ سے اہل مدینہ ڈر گئے، چنانچہ لوگ اس آواز کی طرف تفتیش حال کے لیے روانہ ہوئے۔ راستے میں انہیں رسول کریم علیہ السلام واپس آتے سنے، جو ان لوگوں سے پہلے اس آواز کی طرف دریافت حال کے لیے حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ کے ہاڑین گھوڑے پر سوار ہو کر تشریف لے گئے تھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تلوار گردن میں عمائل کر رکھی تھی، اور فرما رہے تھے، مت ڈرو (بخاری وغیرہ) ایک روایت میں ہے کہ ایک دفعہ اہل مدینہ (رات کو) ڈر گئے پس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوطالب رضی اللہ عنہ کے گھوڑے پر، جوڑک ڈک کر چلتا تھا، سوار ہوئے، جب واپس تشریف لائے تو گھوڑا بالکل لداں ہو چکا تھا، چنانچہ اس کے بعد وہ کبھی بھی نہیں رکا۔ حضرت

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما راوی ہیں کہ آپ سے دلیر تر اور علی ظرف تر آدمی میں نے نہیں دیکھا۔

ابن اسحاق نے اپنی کتاب میں اور بعض اور لوگوں نے بھی یہ بات بیان کی ہے کہ مکے میں ایک طاقتور آدمی تھا، جو بہت اچھی کشتی لڑتا تھا۔ ایک دن اتفاقاً مکے کی ایک گھاٹی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا آمناسا منا ہو گیا۔ رسول کریم علیہ السلام نے اس سے مخاطب ہو کر فرمایا: "اسے رکازہ! کیا تو خدا سے نہیں ڈرتا، اور کیوں میری دعوت کو قبول نہیں کرتا؟" رکازہ نے جواب میں کہا: "اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم، کیا کوئی ایسا ثبوت ہے، جو آپ کی صداقت پر دلالت کرے؟" فرمایا: "اگر میں تجھے کشتی میں پھینک دوں، تو کیا تو خدا اور اس کے رسول پر ایمان لے آئے گا؟" اس نے کہا: "ہاں ضرور فرمایا۔" لڑنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ کتنے لگا تیار ہوں: اس پر رسول کریم علیہ السلام نے قریب ہو کر اسے پکڑا اور پھینک دیا۔ رکازہ حیران رہ گیا، چنانچہ آپ سے دوبارہ کشتی لڑنے کی درخواست کی، دوسری اور تیسری دفعہ بھی وہی صورت حال پیش آئی، رکازہ حیرت سے سوچنے لگا گیا، اور کہنے لگا: کہ آپ نے مجھے تعجب میں ڈال دیا ہے، حاکم نے مستدرک میں ابو جعفر محمد بن رکازہ سے روایت کی ہے، کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (میرے باپ کے سوا) ایک جماعت کو جن میں ابوالاسود، الجہمی بھی شامل تھا، پھینکا تھا۔ رکازہ بڑا زور آور تھا، اور اس کی قوت کا یہ عالم تھا، کہ وہ بیل کی کھال پر کھڑا ہو جاتا اور دس آدمی اسے کونوں سے پکڑ کر اس کے پاؤں کے نیچے سے گھسیٹنے کی کوشش کرتے، کھال پھٹ جاتی لیکن وہ اپنی جگہ سے نہ سرکتا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دعوت مبارک دی، اس نے کہا، اگر آپ نے مجھے پھینک دیا، تو میں ایمان لے آؤں گا۔ رسول کریم علیہ السلام نے اسے پھینک دیا، لیکن وہ ایمان نہ لایا۔ صحیح بخاری میں حضرت بلہ سے مروی ہے، کہ ان سے بنو قیس کے ایک آدمی نے پوچھا، کیا تم لوگ حنین کے دن رسول اکرم

کو ایسا چھوڑ کر بھاگ گئے تھے، کما درست ہے، لیکن رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نہیں بھاگے تھے۔ بنو ہوازن ٹبے اچھے تیر انداز تھے جب ہم ان پر حملہ آور ہوئے تو وہ آگے سے ہٹ گئے۔ اس پر ہم مال غنیمت پر ٹوٹ پڑے، چنانچہ تیروں سے ہمارا استقبال ہوا۔ بدو اور وہ لوگ جنہیں تم جانتے ہی ہو بھاگ کھڑے ہوئے۔ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک سفید خچر پر سوار دیکھا اور ابوسفیان بن حارث رضی اللہ عنہ نے اس کی رسی پکڑ رکھی تھی اور آپ مندرجہ ذیل شعر پڑھ رہے تھے :-

أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبُ      أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ

اور زبردست شجاعت کی یہ حیران کن مثال ہے، کیونکہ ایسے دن، جب گھسان کا دن پڑ رہا ہو۔ اور شکر فرار ہو گیا ہو، اور آپ ایک ایسے خچر پر سوار ہوں، جو نہ تو تیز چل سکتا ہے، نہ حملہ کر سکتا ہے اور نہ بھاگ سکتا ہے، اور بائیں ہمہ ان کے سامنے ڈٹ کر کھڑے ہیں اور یہ آواز بلند اپنا نام لے رہے ہیں تاکہ جو لوگ آپ کو نہیں جانتے انہیں بھی معلوم ہو جائے اور ایک حدیث میں ہے، کہ جب رڑائی کی آگ بھڑک اٹھی تھی، ہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پناہ میں آجایا کرتے تھے۔

**حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی فیاضی اور کرم :-** حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حسین ترین آدمی تھے (بخاری و مسلم) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جو چیز بھی طلب کی جاتی، آپ (بے محابا) دے دیتے۔ آپ کے پاس ایک شخص آیا، آپ نے اسے دو پہاڑوں کے درمیان بکریوں کا ایک ریوڑ عطا فرمایا۔ وہ اپنے قبیلے میں واپس گیا، تو کہنے لگا، اے لوگو! ایمان لے آؤ، کیونکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتنا کچھ دیتے ہیں، کہ ناداری کا کوئی خطرہ نہیں رہتا۔ نیز مروی ہے کہ صفوان بن امیہ نے کہا، کہ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے مجھے بہت کچھ عطا کیا، مگر بائیں ہمہ وہ میرے نزدیک ابغض الناس تھے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام



کی عطا کا سلسلہ جاری رہا، تا آنکہ وہ میرے دل میں احب الناس (عزیز ترین انسان) بن گئے۔ ابن شہاب راوی ہیں کہ آپ نے اسے حنین کے دن ایک سو بکریاں دیں، پھر سو اور تیسری بار بھی سو بکریاں عطا کیں۔ واقدی کے معازی میں مذکور ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صفوان کو اس دن ایک واوی عطا فرمائی، جو بکریوں اور اونٹوں سے بھری ہوئی تھی۔ صفوان سے مروی ہے کہ ایسی فیاضی ایک نبی ہی کر سکتا ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی فیاضی کی وجہ یہ تھی کہ آپ جانتے تھے کہ صفوان کی بیماری اس علاج کے بغیر رفع نہیں ہو سکے گی۔ اس دوا کا نام احسان ہے۔ آپ نے اس سے اس کا علاج کیا، تا آنکہ کفر کا مرض زائل ہو گیا۔

حضرت علی کریم اللہ وجہ جب بھی آپ کے اوصاف بیان کرتے، تو اَجْوَدُ النَّاسِ كَفًّا اور اَصْدَقُ النَّاسِ نَجْوَةً کے الفاظ استعمال کرتے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک مرفوع روایت میں مذکور ہے، آپ نے فرمایا، میں انسانوں میں فیاض ترین انسان ہوں۔ اور بلاشبہ آپ علی الاطلاق اسی طرح فیاض ترین انسان ہیں، جس طرح کہ تمام اوصاف حمیدہ میں آپ افضل، اعلم، اشجع اور اکمل ہیں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ راوی ہیں، کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو چیز بھی مانگی جاتی، کبھی انکار نہ فرماتے۔ بخاری و مسلم یعنی اشیائے دنیائے جو چیز بھی مانگی جاتی، آپ درخواست روزہ فرماتے۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں، کہ اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس دینے کو کافی ہوتا تو دے دیتے، ورنہ خاموش ہو جاتے۔ حضرت ابن حنفیہ راوی ہیں کہ جب رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم سے کوئی چیز طلب کی جاتی اور آپ کا ارادہ دینے کا ہوتا، تو ہاں، کہہ دیتے، ورنہ خاموش ہو جاتے۔

امام ترمذی راوی ہیں، کہ ایک دفعہ آپ کے پاس نوے ہزار درہم لائے گئے اور ایک چٹائی پر ڈال دیئے گئے۔ پھر آپ تقسیم کے لیے اٹھے، اور کسی سائل کے سوال کو رد نہ فرمایا، تا آنکہ آپ فارغ ہو گئے۔ روایت ہے، کہ ایک شخص نے حاضر ہو کر کہا، یا رسول اللہ!

میرے پاس کچھ بھی نہیں، فرمایا، اس وقت میرے پاس بھی کچھ نہیں، لیکن تم یہ درخواست مجھے فروخت کر دو جب کوئی چیز آئے گی، ہم قیمت ادا کر دیں گے، حضرت مکرر رضی اللہ عنہ نے کہا، یا رسول اللہ! آپ کو خدا نے اس چیز کا سکھت تو نہیں ٹھہرایا، جو آپ کے پاس نہ ہو، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس بات کو ناپسند فرمایا، اتنے میں ایک انصاری بول پڑا، یا رسول اللہ! خوب خرچ کیجئے، اور تمہی کے اندیشے کو دل سے نکال دیجئے، آپ نے تبسم فرمایا، اور پھرہ اقدس پر پسندیدگی کے آثار نمودار ہوئے۔ فرمایا مجھے اسی بات کا حکم ملا ہے۔ ابن فارس نے اپنی کتاب دربارہ اسماء الفنی میں لکھا ہے :- کہ حنین کے دن آپ کے پاس ایک گوشت آئی جس نے ایسے اشعار پڑھے جن میں بنو ہوازن میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایام رضاعت کا تذکرہ تھا۔ چنانچہ آپ نے، جو کچھ ان سے پھینا گیا تھا، واپس کر دیا، اور نیز اور بہت کچھ دیا۔ جب اس دن کی فیاضی کا اندازہ لگایا گیا، تو میزان پانچ کروڑ درہم نکلی، ابن دحیہ راوی ہیں کہ یہ فیاضی کی ایسی مثال ہے جس کی مثال نہیں ملتی۔

بخاری شریف میں مذکور ہے، کہ ایک دفعہ بحرین سے مال لایا گیا، فرمایا، کہ مسجد میں ڈال دو، اس سے پہلے اتنا مال کبھی نہیں آیا تھا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے، مگر اس طرف نگاہ بھی نہ ڈالی، جب نماز پڑھ چکے، تو آکر وہاں بیٹھ گئے اور بغیر دیکھے دیتے پھلے گئے، حضرت عباس رضی اللہ عنہ آئے، اور درخواست پیش کی، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں اتنا کچھ دیا جتنا کہ وہ اٹھا سکتے تھے۔ آپ وہاں بیٹھے رہے، تا آنکہ سب کچھ ختم ہو گیا، ابن ابی شیبہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ یہ ایک لاکھ درہم تھے، جو علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ نے بطور خراج بحرین روانہ کیے تھے۔ اور یہ پہلا واقعہ تھا، کہ آپ کے پاس باہر سے مال لایا گیا تھا۔ اور اسے حضرت جابر رضی اللہ عنہ اپنے اونٹ پر لاد کر لائے تھے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جابر! اپنا اونٹ مجھے بیچ دو، انہوں نے عرض کی، یا رسول اللہ! صفت حاضر ہے، فرمایا، نہیں بیچ دو، چنانچہ انہوں نے تمیل کی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا، کہ قیمت ادا کر دو، چنانچہ قیمت ادا کر دی گئی، پھر فرمایا "جابر! قیمت اور اونٹ دونوں لے جاؤ، دعا ہے کہ خدا دونوں اشیاء تیرے لیے مبارک کرے؛ گویا یہ حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی طرف سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے اس قول کا جواب تھا، یا رسول اللہ! مفت حاضر ہے۔ آپ نے قیمت ادا کر دی اور اونٹ بھی لوٹا دیا۔ اور دعائے برکت اس کے علاوہ تھی۔ یہ حدیث بخاری اور مسلم ہر دو میں موجود ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی فیاضی صرف اللہ اور اس کی رضا کی خاطر تھی، کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا انفاق کبھی تو کسی فقیر یا محتاج کی امداد کے لیے کبھی محض فی سبیل اللہ اور کبھی ایسے لوگوں کو، جو اسلام لاکر اسلام کی تقویت کا باعث بن سکتے، مائل بہ اسلام کرنے کے لیے ہوتا تھا۔ اور آپ دوسروں کو اپنی ذات اور اولاد پر ترجیح دیتے تھے اور اس فراوانی سے لوگوں کو دیتے تھے، کہ کس کو قیصر بھی مقابلہ نہ کر سکتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود درویشانہ زندگی گزارتے تھے، اور بیٹوں آپ کے گھر میں آگ نہیں جلتی تھی۔ اور بار بار آپ نے اپنے شک مبارک پر بھوک کی وجہ سے پتھر باندھے۔ ایک دفعہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس جنگی قیدی آئے اور حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا نے آپ سے گھر کے کام کاج کی شکایت کی، اور ایک خادم طلب کیا، تاکہ خانگی امور میں ان کی امداد کر سکے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب فاطمہ رضی اللہ عنہا کو تسبیح، تمہید اور تکبیر (سبحان اللہ الحمد للہ اور اللہ اکبر) پڑھنے کا حکم دیا۔ نیز فرمایا، یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں تمہیں تو خادم دے دوں اور اصحاب صفحہ کو چھوڑ دوں، جن کے پیٹ بھوک سے سکڑ گئے ہیں۔ ایک دفعہ ایک عورت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک چادر لائی۔ اور کہنے لگی، کہ میں یہ چادر آپ کے لیے لائی ہوں۔ حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے لے لی، کہ آپ کو اس کی ضرورت تھی۔ صحابہ میں سے ایک شخص نے، آپ کو وہ چادر

اڑھے دیکھا، تو کہنے لگا، یا رسول اللہ! یہ چادر آپ کو کتنی بھلی معلوم ہوتی ہے، مجھے  
 عطا فرمادیجئے، فرمایا ٹھیک ہے جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کر چلے گئے، تو  
 صحابہ کرام نے اسے غلامت کی کہ جب تم نے دیکھ لیا تھا، کہ حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والسلام  
 نے وہ چادر بوجہ ضرورت لی تھی تو تم نے آپ سے مانگ کر اچھی بات نہ کی، کیونکہ تم  
 جانتے تھے، کہ جب بھی آپ سے کوئی چیز مانگی جاتی ہے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
 انکار نہیں فرماتے۔ (بخاری شریف) بہر حال حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والسلام  
 تمام اوصاف کمال میں تمام انسانوں سے افضل اور اسباق عالیہ میں ان سے  
 اتمس ہیں۔



## فصل سوم

اس فصل میں انے اشیاء کا ذکر ہے، جنہ کے ضرورت  
 حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پیشے آنے سے، از قسم غذا،  
 لباس، شادی اور ان کے متعلقات وغیرہ۔ یہ فصل  
 چار حصوں پر مشتمل ہے۔

### حصہ اول

اس حصے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اکل و شرب کا ذکر ہے، ہمیں یہ بات  
 یاد رکھنا چاہیے، کہ شکم پری وہ بدعت ہے، جس کا ظہور قرن اول کے بعد ہوا۔ حضور اکرم  
 صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے، کہ انسان کے لیے شکم پری سے بڑھ کر اور کوئی شرم نہیں۔  
 آدمی کو چند لقمے ہی کافی ہیں، جو اس کی کمر کو سیدھا رکھ سکیں۔ اگر کسی انسان پر اس کی  
 نفسانیت غالب آجائے، تو ایک حصہ کھانے کے لیے، ایک پینے کے لیے اور ایک  
 حصہ سانس کے لیے مخصوص ہونا چاہیے۔ حافظ ابن حجر قرطبی سے راوی ہیں، کہ اگر بقرات  
 بھی اس تقسیم کو سن لیتا، تو اس حکمت پر سردھننا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا راوی ہیں کہ  
 آپ نے کبھی بھی پیٹ بھر کر نہ کھایا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اہل خانہ سے کبھی کھانا مانگا  
 نہ اس کی اشتہا کی۔ اگر کھلا دیتے، کھا لیتے۔ اور جو کچھ کھلاتے، قبول فرما لیتے، اور جو چیز پلاتے  
 پہلے لیتے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے

اہل بیت نے کسی موقع پر بھی زندگی بھر متواتر تین دن تک پیٹ بھر کر نہیں کھایا اور بخاری  
 مسلم، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور  
 اہل بیت متواتر کئی کئی رات بھوکے سو جاتے اور انہیں کھانے کو کچھ نہ ملتا۔ اور ان کا کھانا  
 جو کی روٹی تھی۔ در ترمذی صحیح مسلم میں مذکور ہے، کہ اہل بیت نے کبھی بھی متواتر دو دن گندم  
 کی روٹی نہیں کھائی۔ مگر کہ ایک دن صرف کھجور پر گزارا کرنا پڑتا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا  
 راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی بھر کبھی بھی ایک دن میں دو کھانے نہیں کھائے۔  
 اگر آپ نے کھجور کھالی، تو جو نہیں کھائے اور جو کھالیے تو کھجور نہیں کھائی۔ حضرت امام حسن  
 رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن خطبے میں ارشاد  
 فرمایا، کہ میرے اہل بیت پر مشکل ہی سے کوئی ایسا دن آیا ہوگا، کہ ان کے پاس ایک  
 صاع فکہ موجود ہو۔ اور اہل بیت کے نوکری تھے، بخدا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مقصد  
 خدائی رزق کی کمی کا شکوہ نہیں تھا، بلکہ اپنی امت کو حوصلہ دلانا منظور تھا (دمیاطی) حضرت  
 عائشہ رضی اللہ عنہا راوی ہیں، کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا سے تین چیزیں پسند  
 تھیں۔ خوشبو، عورت اور کھانا۔ دو چیزیں آپ کو مل گئیں یعنی خوشبو اور عورت، لیکن کھانا  
 (بہ افراط) میسر نہ ہو سکا۔ (دمیاطی) شمائل ترمذی میں نعمان بن بشیر سے مذکور ہے۔  
 میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی حالت میں دیکھا، کہ آپ کے پاس پیٹ بھرنے  
 کو اتنی درجے کی کھجور بھی نہ تھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اہل بیت  
 پر مہینے گزر جاتے، اور ہمارے گھروں میں آگ نہ جلتی، پیٹ بھرنے کو پانی ہوتا اور کھجور۔  
 حضرت عقبہ بن مغزوان سے روایت ہے، کہ میرے سمیت ہم سات آدمی تھے، اور ہماری  
 خوراک پہلو کے پتے تھے، جن سے ہماری باپھیں چھل گئی تھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا  
 نے حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا، اسے میرے بھانجے، ہم تین تین مہینے متواتر انتہا  
 کرتے، اور اہل بیت کے گھروں میں آگ نہ جلتی۔ میں نے دریافت کیا۔ خالہ جان! آپ

زندہ کیونکر رہتیں، کہنے لگیں، پانی پی کر اور کھجور کھا کر۔ ہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چند انصار ہمسائے تھے، جن کے پاس شیر دار اونٹنیاں تھیں، وہ آپ کو ان کا دودھ پینے کو بھیج دیتے تھے۔ (بخاری و مسلم) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، کہ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے زندگی بھر ایک دن میں دو دفعہ روٹی اور زیتون کا تیل کبھی نہیں کھایا۔ (مسلم) حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں، مجھے علم نہیں، آیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی بھر میں کبھی میدے کی روٹی یا بکری کا صاف ستھرا دھویا ہوا گوشت دیکھا ہوگا۔ ابو حازم سے روایت ہے، میں نے حضرت سل رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کیا آپ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں سفید میدہ دیکھا تھا، انہوں نے جواب دیا، نہیں۔ میں نے پوچھا، کیا آپ جو کے آٹے کو چھانتے تھے؟ کہا نہیں، بلکہ ہم پھونک مار کر صاف کر لیا کرتے۔ (بخاری) ایک روایت میں ہے، کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں پھلنی تھی؟ انہوں نے کہا، حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے ابتدائے بعثت سے وفات تک پھلنی نہیں دیکھی تھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور کی وفات کے وقت میرے پاس جو کے آٹے کے بغیر جو لکڑی کے ٹسلے میں تھا کوئی اور ایسی چیز جسے کوئی انسان کھا سکے، نہیں تھی۔ میں اسے کافی عرصہ کھاتی رہی۔ آخر ایک دن اس کا وزن کیا، تو آٹا ختم ہو گیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا راوی ہیں، کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال فرمایا اور آپ کی زرہ ایک یہودی کے پاس تیس صاع جو کے بدلے میں گر و تھی۔ (بخاری و مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ ایک دن آپ گھر سے نکلے کہ راستے میں حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے ملاقات ہو گئی۔ دریافت فرمایا، اس وقت تمہیں کس ضرورت نے گھر سے نکلنے پر مجبور کیا؟ عرض کیا، "بھوک نے یا رسول اللہ! مجھے اس ذات کی قسم، جس کے قبضے میں میری جان ہے، کہ مجھے بھی اسی چیز نے گھر سے

نکالا ہے، جس نے نہیں نکالا: آپ انہیں ایک انصاری کے گھرانے، مگر وہ گھر پر نہ تھا۔ جب اس کی بیوی نے آپ کو دیکھا، تو مرجا گئی۔ پوچھا، تمہارے میاں کدھر ہیں؟ عرض کی، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ ہمارے لیے ٹھنڈا پانی لینے گئے ہیں۔ اتنے میں انصاری آگیا، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے دونوں ساتھیوں کو دیکھ کر کہنے لگا، بخدا آج بطور میزبان کے مجھ سے بہتر کوئی نہیں: چنانچہ وہ گیا، اور کھجوروں کا ایک خوشہ لایا، جس میں تروتازہ اور عمدہ کھجوریں تھیں۔ آپ نے وہ ٹہنی اٹھائی اور فرمایا کھاؤ۔ پھر انصاری کو حکم دیا، ایک آدھ بکری کا بندوبست کرو، اس نے بکری ذبح کی، سب نے گوشت اور کھجوریں کھائیں اور پانی پیا۔ جب سب سیر ہو گئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو فرمایا، بخدا تم سے قیامت کے دن اس نعمت کے بارے میں دریافت کیا جائے گا۔ تم گھر سے بھوکے نکلے اور واپس ہوئے تو اس نعمت سے بہرہ اندوز ہو چکے تھے۔ (مسلم) حضرت طلحہ بن تافع سے روایت ہے کہ میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو کہتے سنا، کہ ایک دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مجھے ہاتھ سے پکڑ کر گھر لے گئے۔ آپ کے سامنے روٹی کا ایک ٹکڑا لایا گیا، پوچھا، کیا سالن نہیں، عرض کیا، سالن تو نہیں، تھوڑا سا سرکہ ہے، فرمایا، سرکہ نہایت عمدہ سالن ہے۔ حضرت جابر راوی ہیں، جب سے میں نے رسول کریم علیہ السلام سے یہ فقرہ سنا ہے، مجھے سرکہ اچھا لگتا ہے، جناب طلحہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، کہ جب سے میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ بات سنی ہے، مجھے بھی سرکہ اچھا لگنے لگ گیا ہے، یہ مسلم کی روایت ہے، ابن بکر راوی ہیں، کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک دن بھوک نے اتنا سخت ستایا، کہ اپنے پیٹ پر پتھر باندھ لیا۔ پھر فرمایا، خبردار، دنیا میں کئی لوگ ایسے ہیں، جو دنیا میں کھاتے پیتے ہیں اور عیش و عشرت سے زندگی گزارتے ہیں۔ وہ قیامت کے دن بھوکے اور مجلس ہوں گے، نیز کئی ایسے لوگ ہیں، جو اپنے نفس کا احترام کرتے ہیں، حالانکہ فی الحقیقت وہ



اسے ذلیل کرتے ہیں، اسی طرح کئی ایسے لوگ ہیں، جو اپنے نفس کو ذلیل کرتے ہیں۔  
 حالانکہ وہ فی الحقیقت اس کے احترام میں اصناف کرتے ہیں۔ (بہ روایت ابن ابی الدنیا،  
 حضرت انس، حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ ہم نے رسول کریم علیہ السلام کی خدمت میں بھوک کی شکایت کی، اور اپنے پیٹ پر بندھے پتھروں سے کپڑا اٹھایا،  
 رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کپڑا اٹھایا، تو آپ نے دو پتھر باندھ رکھے تھے۔ رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "مجھے اللہ کی راہ میں ایسے خطرات سے پالا پڑا، کہ کسی اور کو  
 ان سے پالا نہیں پڑا ہوگا، مجھے اس کی وجہ سے ایسے دکھ دیئے گئے، کہ کسی اور انسان  
 کو اتنے دکھ نہیں دیئے گئے ہوں گے، اور اسی طرح مجھ پر کئی مہینے ایسے گزرے کہ دن  
 ہو یا رات کھانے کو سوائے اس مقدارِ قلیل کے جو حضرت بلال، بغل میں دل بے لے آتے۔  
 اور کسی آدمی کو کھانے کو کچھ میسر نہ آتا؟ (ترمذی) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے  
 صحابہ کے بارے میں ایسی روایات کہ وہ کئی کئی دن بھوکے رہتے تھے، مشہور معلوم ہوتی  
 ہیں۔ حالانکہ یہ بات ثابت ہے، کہ آپ اہل بیت کے لیے سال بھر کارِ کاشن جمع کر  
 لیتے تھے، اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے اصحاب میں سے چار صحابہ کو مالِ غنیمت  
 سے ایک ہزار اونٹ دیئے تھے اور آپ عمرہ کے موقعہ پر ستر قربانی کے اونٹ ساتھ  
 لے گئے تھے جنہیں آپ نے ذبح کر کے مساکین کو کھلا دیا تھا، اور نیز آپ نے ایک بدو  
 کو بکریوں کا ایک ریوڑ عطا کیا تھا وغیرہ وغیرہ۔ علاوہ ازیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے  
 صحابہ میں حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہم ایسے لوگ  
 بھی موجود تھے، جو حضور کریم علیہ السلام کے حکم پر اپنی جانیں اور مال قربان کر دیتے  
 تھے۔ ایک دفعہ آپ نے صدقے کا حکم دیا، اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنا سارا مال  
 اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نصف مال اٹھالائے تھے۔ اسی طرح صحابہ کو حبشِ عسرت  
 (غزوہ تبوک) کے سلسلے میں تیاری پر اکسایا، تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک ہزار

اونٹ پیش کیے۔ امام طبری نے اس کا جواب، جیسا کہ فتح الباری میں مذکور ہے، یہ دیا ہے، کہ ان امور کا تعلق مختلف حالات سے تھا، نہ کہ افلاس اور تنگی رزق سے۔ بلکہ کبھی اس سے اشارہ مراد ہوتا اور کبھی شکم پری اور پر خوری سے نفرت مقصود ہوتی۔ اور باوجودیکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مالی وسعت اور فراوانی حاصل تھی۔ آپ کو قلت اور تنگی پسند تھی۔ امام ترمذی نے ابو امامہ سے روایت کی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، کہ خدا نے پیش کش کی، کہ مکہ کی پہاڑیاں میرے لیے سونا بنا دے، لیکن میں نے کہا، اللہ میاں نہیں۔ میں ایک دن کھاؤں گا اور ایک دن بھوکا رہوں گا جس دن بھوکا ہوں گا، تو تیرے دربار میں تضرع کروں گا اور تیرے نام کا ذکر کروں گا اور جس دن کھانا کھاؤں گا، تو میں تیرا شکر ادا کروں گا اور تیری تعریف کروں گا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مذکور ہے، کہ ایک دن رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم حضرت جبریل کے ساتھ کوہ صفا پر تشریف فرما تھے، آپ نے جبریل علیہ السلام سے مخاطب ہو کر کہا: "اس ذات کی قسم جس کا تو فرستادہ ہے، کہ اہل بیت محمد پر بمثل ہی کوئی ایسی شام آئی ہوگی، کہ ان کے پاس مٹی بھرا آٹا ہو یا کھن بھر ستویں، آپ کی زبان سے یہ الفاظ نکلے ہی تھے، کہ آسمانوں میں میں نے ایسے دھماکے کی آواز سنی کہ میں ڈر گیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جبریل سے پوچھا، کہ کیا خدا نے قیام قیامت کا حکم دے دیا ہے، جبریل علیہ السلام نے جواب دیا، نہیں، بلکہ جوں ہی اس نے آپ کی بات سنی، اسرافیل کو نزول کا حکم دیا، اس نے اسرافیل بھی آکئے۔ کہا، "یا رسول اللہ! خدا نے آپ کی بات سن لی ہے، چنانچہ اس نے ارضی عزانوں کی چابیاں دے کر مجھے روانہ کیا ہے، اگر آپ چاہیں، تو میں سرزمین مکہ کی پہاڑیوں کو زمرہ، یا قوت، سونا اور چاندی میں تبدیل کر کے آپ کے ساتھ روانہ کروں۔ نیز آپ کو اختیار ہے، چاہیں تو آپ کو نبی ملک یا نبی عبد بنا دوں۔ جبریل نے اشارہ کیا، کہ انکسار اختیار کیجئے۔ اور نبی عبد کی خواہش کیجئے، چنانچہ آپ نے زمین دفعہ

نبی عبد کے الفاظ استعمال فرمائے۔ (طبرانی بہ سند حسن)

میں معلوم ہونا چاہیے، کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایک طرح کے کھانے پر اکتفا نہیں فرماتے تھے۔ کیونکہ ایسی عادت طبیعت کے لیے حد درجہ مضر ہے، خواہ وہ غذا کتنی ہی افضل اور عمدہ کیوں نہ ہو بلکہ آپ حسب عادت اہل شہر، گوشت، روٹی، میوہ جات اور کھجور وغیرہ سبھی کچھ تناول فرماتے۔ آپ کو حلوہ اور شہد بہت مرغوب تھا (بخاری، علامہ شعبی فقہ اللغة میں رقمطراز ہیں، کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حلوہ، جو آپ کو مرغوب تھا، مجمع کسلانا تھا، اور وہ کھجور کو دودھ میں بھگو کر تیار کرتے تھے۔ (فتح الباری) یہ روایت درست نہیں ہے کہ آپ نے شکر دیکھی تھی۔ حضرت عبد اللہ بن سلام راوی ہیں، کہ ایک دفعہ ایک کاروان تجارت میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا اونٹ بھی تھا، جس پر میدہ، گھی اور شہد بار تھا، حضرت عثمان اسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے اور آپ نے دعائے برکت فرمائی، پھر آپ نے دیکھ منگوایا، آگ پر رکھا اور اس میں آٹا، گھی اور شہد ڈالا، اور پھر ملا یا جب پک گیا، یا پکنے کے قریب آگیا، تو اتار لیا گیا۔ آپ نے فرمایا، کھاؤ۔ ایرانی اس کھانے کو خبیس کہتے ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مینڈھے کا گوشت بھی کھایا۔ ابورافع سے روایت ہے کہ مجھے ایک آدمی نے بکری کا گوشت بطور تحفہ دیا، میں نے اسے مینڈیا میں ڈالا، اتنے میں آپ تشریف لے آئے، پوچھا، ابورافع کیا ہے؟ عرض کیا، یا رسول اللہ! بکری کا گوشت کسی نے بطور تحفہ دیا تھا، جسے میں نے مینڈیا میں پکایا ہے۔ فرمایا، ابورافع اس کا بازو مجھے دو، میں نے پیش کر دیا، پھر فرمایا، ابورافع دوسرا بازو دو، میں نے پیش کر دیا، پھر فرمایا ابورافع بکری کا بازو لاؤ، میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! بکری کے دو ہی بازو ہوتے ہیں۔ فرمایا، اگر تم خاموش رہتے اور مجھے بازو پیش کر دیتے، تو یہ سلسلہ اس وقت تک چلتا رہتا، جب تک تم ہر سکوت نہ توڑتے۔ پھر آپ نے پانی منگوایا، منہ میں گلی کی،

انگلیوں کے پورے دھونے، پھر اٹھ کر نماز ادا کی (امام احمد) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا راوی ہیں، کہ جانور کے بازو کا گوشت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنا مرغوب نہ تھا لیکن چونکہ گوشت ایک دن چھوڑ کر میسر آتا تھا۔ آپ کو بازو کے گوشت کی جلدی اس لیے ہوتی تھی۔ کہ وہ جلدی پک جاتا تھا۔ (ترمذی) اسی طرح آپ کو گردن کا گوشت پسند تھا۔ ضواء بنت زبیر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، کہ اس نے اپنے گھر میں ایک بکری ذبح کی۔ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے کھلا بھیجا، کہ مجھے بھی اپنی بکری کا گوشت کھلانا، کہنے لگیں، کہ اب تو صرف گردن رہ گئی ہے اور مجھے شرم آتی ہے، کہ گردن آپ کی خدمت میں بھیجوں، قاصد نے واپس آکر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بتایا، فرمایا، اسے کہو، کہ وہی بھیج دے۔ کیونکہ گردن ہی بکری کی رہنمائی کرتی ہے، نیز گردن بھلائی (صحت) کے قریب تر اور بیماری سے دور تر ہے۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو گوشت مرغوب تھا۔ بخاری شریف میں ہے کہ حضور بکری کے شانے سے جو آپ کے ہاتھ میں تھا، گوشت کاٹ کاٹ کر کھا رہے تھے۔ اتنے میں نماز کے لیے آپ کو بلایا گیا۔ چنانچہ آپ بکری کا شانہ اور چھری جس سے گوشت کاٹ رہے تھے، پھینک دی۔ نماز ادا کی، اور وضو نہیں کیا (کلی مراد ہے) آپ نے بھنا ہوا گوشت بھی کھایا۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، کہ انہوں نے بھنا ہوا جانور کا پیلو (پسلیاں) آپ کو پیش کیں، اور آپ نے خشک گوشت بھی کھایا، جیسا کہ ایک شخص سے مروی ہے، کہ میں نے رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے لیے ایک بکری ذبح کی اور ہم بحالت سفر تھے، فرمایا، اس کا گوشت پکاؤ۔ چنانچہ میں مدینہ تک وہ گوشت آپ کو کھلاتا رہا۔ آپ نے بھنی ہوئی کھجی بھی کھانی، آپ نے مرغی کا گوشت بھی کھایا (بخاری) مسلم، نیز آپ نے گورخر کا گوشت بھی کھایا۔ سفر اور حضر میں آپ نے اونٹ کا گوشت بھی کھایا، بہر روایت بخاری و مسلم آپ نے خرگوش کا گوشت بھی کھایا، آپ نے سمندری جانوروں کا گوشت تناول فرمایا (مسلم) آپ نے شرید کھایا (شرید اسے کہتے ہیں، کہ گوشت کے سالن میں

بڑیوں سمیت، روٹی کو بھگو دیتے ہیں، ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سب کھانوں میں سے ٹرید روٹی کا ہو یا کھجور کا زیادہ مرغوب تھا۔ آپ گھی ملا کر کھاتے تھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے روٹی روغن زیتون سے کھائی۔ آپ نے کدو کا سالن کھایا۔ اور اسے بہت پسند فرماتے، اور برتن میں ادھر ادھر تلاش کرتے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں، کہ اس دن سے میں بھی اسے پسند کرنے لگ گیا۔ (مسلم، امام نووی کی رائے ہے، کہ کدو کو پسند کرنا مستحب ہے، اور اسی طرح وہ تمام اشیاء جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند تھیں۔ اسی طرح آپ نے چندر کو جو کے ساتھ کھایا۔ (ترمذی) آپ کے لیے چندر پر زیتون کا تیل، کالی مرچ اور مصلے چھڑک دیتے۔ آپ نے خزیرہ بھی تناول فرمایا، یہ علوی کی طرح آٹے سے تیار کیا جاتا ہے، لیکن یہ اس سے رقیق تر ہوتا ہے (طبری) اور آپ نے دودھ کا پیڑ جس سے مکھن نکال لیا جاتا ہے، کھایا، نیز آپ نے تراور خشک کھجور بھی کھائی (مسلم) آپ نے پلو کھانے (مسلم) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تبوک کے موقع پر پیڑ کا ایک ٹکڑا لایا گیا، آپ نے پھری طلب کی، پھر بسم اللہ پڑھ کر اسے کاٹا (ابوداؤد) آپ نے کھیرے کو کھجور سے ملا کر کھایا اور فرمایا کہ اس کی سردی اس کی گرمی کو، اور اس کی گرمی اس کی سردی کو زائل کرتی ہے (ابوداؤد وغیرہ) طبرانی نے حضرت عبداللہ بن جعفر سے روایت کی ہے، کہ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے درمیں ہاتھ میں لکڑی دیکھی، آپ بھی لکڑی کھاتے اور کھجور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کھجور اور خربوزے کو ملا کر کھاتے دیکھا (ابونعیم) حضور نبی کریم علیہ السلام نے تسلیم کھجور کو مکھن سے ملا کر کھاتے اور اسے پسند فرماتے۔ آپ نے کھجور اور دودھ کو اطبین (دو پاکیزہ اشیاء) کے نام سے یاد فرمایا۔ (امام احمد) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جہاں تک ممکن ہوتا، روٹی کو سالن کے ساتھ کھاتے۔ کبھی یہ سالن گوشت ہوتا اور آپ اسے اہل دنیا و آخرت کے لیے

اسید الطعم کہتے بھی کھیر سے بھی کھجور سے تنا دل فرماتے، آپ نے ایک دفعہ جو کی روٹی پر کھجور رکھ کر فرمایا، کہ یہ اس کا سالن ہے (ابوداؤد) بھی سر کے کے ساتھ کھاتے اور فرماتے، کہ سر کہ بڑا عمدہ سالن ہے (مسلم) رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی عادت تھی، کہ جب پھل بکنے کو شہر میں آتا، تو خریدتے، لیکن بچا کچا پھل نہیں کھاتے تھے۔ اور یہی راز تھا آپ کی صحت کا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما راوی ہیں۔ کہ میں نے آپ کو بیل سے انگوڑ توڑ کر کھاتے دیکھا۔ پیاز کے بارے میں ابوداؤد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے راوی ہیں، کہ ان سے پیاز کے بارے میں دریافت کیا گیا، انہوں نے جواب دیا، کہ آخری کھانا جو آپ نے کھایا، اس میں پکی ہوئی پیاز شامل تھی، اور بخاری اور مسلم میں ہے کہ آپ نے پیاز کھانے والے کو مسجد میں داخل ہونے سے منع فرمایا۔ آپ نے بھتوم کو دہائی طور پر ترک کر دیا تھا، کیونکہ آپ کو فرشتوں اور جبریل علیہ السلام کے آنے کا ہر وقت انتظار رہتا تھا۔ امام ترمذی راوی ہیں کہ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم تین انگلیوں سے کھاتے تھے، اور جب کھانے سے فارغ ہو چکے، تو انگلیوں کو تین دفعہ چاٹتے۔ اور مسلم کی روایت میں ہے، کہ ہاتھ صاف کرنے سے پہلے اسے چاٹتے تھے۔ کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں، کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تین انگلیوں سے کھاتے دیکھا (انگوٹھے انگشت شہادت اور درمیانی انگلی سے) پھر میں نے دیکھا، کہ انہیں صاف کرنے سے پہلے تین دفعہ چاٹتے تھے۔ اول درمیانی انگلی کو، پھر انگشت شہادت کو اور پھر انگوٹھے کو۔ نیز میں نے آپ کو پانچ انگلیوں سے کھاتے دیکھا۔ آپ تکیہ لگا کر نہیں کھاتے تھے، روایت صحیح میں ہے فرمایا، میں تکیہ لگا کر نہیں کھاتا۔ (بخاری) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، میں بندہ ہوں اور بیٹھتا ہوں جس طرح آدمی بیٹھتے ہیں اور کھاتا ہوں، جس طرح آدمی کھاتے ہیں۔ آپ کی خدمت میں بکری پیش کی گئی، چنانچہ آپ گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے اور کھانا کھایا، ایک

بدوکنے لگا، کہ یہ بیٹھنے کا کون سا طریقہ ہے؟ فرمایا، خدا نے مجھے کریم (زیم خو) بنایا ہے اور جبار اور مغرور نہیں بنایا۔ (طبرانی) حافظ ابن حجر لکھتے ہیں، کہ کھانے کے لیے بیٹھنے کا مستحب طریقہ یہ ہے کہ گھٹنوں کے بل بیٹھے اور دونوں پاؤں باہر نکال دے۔ یادایاں پاؤں کھڑا کر کے بائیں پاؤں پر بیٹھے۔ اور رسول کریم علیہ السلام نے دعا کی عادت یہ تھی، کہ جب کھانا کھانے بیٹھے تو اولاً بسم اللہ پڑھتے اور آخر میں حمد پڑھتے اور فرماتے: الحمد لله حمداً كثيراً طيباً مباركاً فيه غير متدب ولا مستغنى عنه زينار (ترمذی) اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی، کہ وہ ہر معاملے میں خدا کے نام سے طالب برکت ہوتے تھے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، اسے لڑکے بسم اللہ پڑھو اور دائیں ہاتھ سے اپنے سامنے سے کھاؤ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھانا پیش کیا گیا، میزبان نے کہا، یا رسول اللہ! کیا ہم وضو کا بندوبست کریں، فرمایا، مجھے صرف نماز کے لیے وضو کا حکم دیا گیا ہے (ترمذی) آپ سے مروی ہے، فرمایا، کھانے کی برکت اس میں ہے، کہ ابتدا میں وضو کیا جائے اور آخر میں بھی۔ پہلے وضو سے مراد شرعی وضو ہے اور آخری سے مراد ہاتھ منہ صاف کرنا ہے، آپ گرم کھانا نہیں کھاتے تھے، ایک پیالہ لایا گیا، جو ابل رہا تھا۔ فرمایا، خدا ہمیں آگ نہیں کھلائے گا۔ (طبرانی) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بونے دہن اور گرم کھانے کو ناپسند فرماتے، اور ارشاد فرماتے، کھانا کھنڈا کر کے کھاؤ، کہ اس میں برکت ہے اور یاد رکھو، کہ گرم کھانے میں کوئی برکت نہیں۔ (ابونعیم) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دسترخوان پر بیٹھ کر کبھی کھانا نہیں کھا با اور نہ کبھی میدے کی روٹی کھائی۔ (ترمذی) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس لکڑی کا ایک پیالہ تھا، جس پر لوبان بٹھا ہوا تھا حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں، کہ میں آپ کو اسی پیالے میں باذن نبی اور شہد پلاتا تھا۔ بخاری شریف میں مذکور ہے، کہ اس میں سوراخ ہو گیا تھا، جسے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے چاندی سے بند کر دیا تھا۔ عبید اس پانی کو کئے ہیں، جسے میٹھا کرنے

کے لیے اس میں کھجور ڈال دیتے تھے اور یہ طاقت کے لیے بڑا مفید ہے۔ لیکن تین دن کے بعد اسے نشے کے خدشے کے پیش نظر آپ اسے نہیں پیتے تھے۔

**حضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شائے شرب :-** میٹھا پانی لایا جاتا۔ اور آپ کے لیے میٹھا پانی ان گھروں سے جہاں میٹھے کنوئیں تھے، لایا جاتا تھا (ابوداؤد) حضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شہد کو ٹھنڈے پانی میں ملا کر پیتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا راوی ہیں، کہ رسول کریم علیہ السلام نے تسلیم کو ٹھنڈا میٹھا پانی مرغوب تھا (ترمذی) اس سے مراد شہد کا پانی (یا وہ پانی کہ جس میں کھجور ڈال دی جاتی تھی) ہو سکتا ہے۔ اول شب میں کھجور پانی میں ڈال دی جاتی اور آپ صبح کو پی لیتے۔ اسی طرح اس شام کو اور تیسرے دن عصر تک استعمال فرماتے، اگر اس سے کچھ بچ جاتا، تو غلام پی لیتا، یا گرا دیا جاتا۔ (مسلم) آپ کبھی تو خالص دودھ نوش فرماتے اور کبھی ٹھنڈے پانی میں ملا کر حضرت جابر رضی اللہ عنہ راوی ہیں، کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک انصاری کے گھر تشریف لے گئے اور آپ کے ساتھ ایک ساتھی بھی تھا۔ آپ نے سلام کہا۔ اس انصاری نے جواب دیا، وہ اپنی حویلی میں پانی نکال رہا تھا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا، کیا تمہارے پاس رات کا ٹھنڈا پانی ہے تو قبہا در نہ ہم آگے چلیں۔ اس نے عرض کیا، یا رسول اللہ! رات کا پانی ہے۔ آپ وہاں سے سائبان کے نیچے تشریف لے گئے، پھر ایک پیالے میں پانی اٹھایا، اور پھر ایک ٹھلیا سے اس میں دودھ ڈالا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نوش فرمایا۔ (بخاری) امام ابن قیم راوی ہیں کہ حضور نبی کریم علیہ السلام نے کھانے کے بعد پانی نہیں پیتے تھے، تاکہ باعث خرابی نہ ہو، بالخصوص جب پانی گرم ہو یا ٹھنڈا ہو کیونکہ وہ زیادہ باعث خرابی ہوتا ہے۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بیٹھ کر پانی پیتے تھے اور یہ آپ کی عادت تھی۔ (مسلم) نیز مروی ہے، کہ آپ نے کھڑا ہو کر پانی پینے



سے منع فرمایا۔ بخاری میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ آپ نے کھڑے کھڑے پانی پیا، پھر کہا، کہ لوگ بہ حالت قیام پانی پینے کو مکروہ خیال کرتے ہیں حالانکہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حالت میں پانی پیتے دیکھا، جس حالت میں کہ میں نے پیا۔ اس پر نبی سے مراد ناپسندیدگی ہے، اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بحالت قیام پانی پینا بیان جواز کے لیے ہے۔ رسول کریم علیہ العجیۃ والتسلیم پانی پینے کے دوران میں، تین دفعہ سانس لیتے تھے۔ اور فرماتے، اس طریقے سے اچھی طرح خوراک مضہم ہوتی ہے۔ اور یہ طریقہ عمدہ تر اور موزوں تر ہے (مسلم) اور سانس لینے سے مراد پانی کے برتن کو منہ سے ہٹانا، اور پھر برتن سے باہر سانس لینا اور پھر سے پانی پینا مراد ہے۔ آپ تین بار سانس لیتے تھے، اور جب برتن کو منہ کے قریب لاتے تو بسم اللہ پڑھتے اور جب منہ سے ہٹاتے تو الحمد للہ کہتے اور تین بار اس عمل کو دہراتے۔ اور جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانے کی دعوت دی جاتی اور کوئی آدمی آپ کے ساتھ ہو لیتا، تو میزبان کو بتلا دیتے، کہ فلاں شخص ہمارے پیچھے آگیا ہے، اور اگر تیری مرضی نہ ہوگی، تو لوٹ جائے گا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے مہمانوں کے پاس بار بار تشریف لے جاتے اور کھانے کے متعلق دریافت فرماتے، اور جب آپ کسی جماعت کے ساتھ کھانے میں شریک ہوتے، تو آخر تک شریک طعام رہتے (بیہقی) اور جب بھی آپ کسی آدمی کے ہاں مہمان ہوتے، تو جب تک ان کے لیے دعائے خیر نہ فرماتے، روانہ نہ ہوتے۔ بعد ازاں بنی سعد رضی اللہ عنہم کے یہاں آپ نے دعا فرمائی۔ اے خدا تو ان کے رزق میں برکت فرما، انہیں معاف کر اور ان پر رحم فرما (مسلم) سعد رضی اللہ عنہم کے گھر میں آپ نے دعا فرمائی۔ تمہارے یہاں روزہ داروں نے افطار کیا اور نیک لوگوں نے تمہارا کھانا کھایا اور فرشتوں نے تم پر صلوٰۃ بھیجی۔ (البوداؤد) ایک دفعہ جناب سعد رضی اللہ عنہم نے آپ کو دودھ پلایا، آپ نے اس کے لیے دعا فرمائی۔ اے خدا تو اسے جوانی سے تمتع کا موقع دے، اس شخص پر اسی برس گزر گئے اور اس

نے ایک بال بھی سفید نہ دیکھا۔ ابن اسنی،

حصہ دوم

## حضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لباس اور ستر کے متعلق

رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم لباس میں  
 حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لباس :- توسیع کے قائل تھے اور نہ کسی خاص طرز  
 کے لباس میں اختصار سے لے تنگ کر دینا پسند کرتے اور نہ نفیس اور قیمتی کپڑے کی  
 خواہش رکھتے۔ بلکہ جو آسانی سے مل جاتا اسے استعمال فرماتے۔ اور لباس کے بارے  
 میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اصول یہ تھا، کہ لباس مکمل بدن کے لیے مفید اور ہلکا ہو۔  
 اسی لیے آپ کی پگڑی نہ تو اتنی بڑی ہوتی کہ اس کا اٹھانا باعث تکلیف ہو اور نہ  
 اتنی چھوٹی کہ وہ سر کو گرمی اور سردی سے بچانے میں ناکام رہے۔ یہی حالت تھی چادروں  
 اور تہ بندوں کی، آپ اپنی آستینوں کو نہ تو لمبا رکھتے تھے نہ کھلا، بلکہ آپ کی آستین  
 کلائی تک ہوتی۔ آپ کی قمیض اور تہ بند پنڈلیوں کے نصف تک ہوتیں نہ کہ ٹخنوں  
 کے نیچے تک۔ امام ترمذی اشعث بن سلیم سے راوی ہیں، کہ میں نے اپنی بھوپھی سے  
 سنا، اس نے اپنے چچا سے روایت کی ہے، کہ میں ایک دفعہ مدینے میں جا رہا تھا،  
 کہ مجھے پیچھے سے ایک آدمی نے آواز دی، کہا، تہ بند کو اوپر اٹھاؤ، کہ یہ تقویٰ کے  
 زیادہ قریب ہے، اور اس سے کپڑے کی عمر بڑھتی ہے، میں نے دیکھا تو وہ حضور  
 علیہ الصلوٰۃ والسلام تھے، میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! یہ چادر ہی تو ہے، فرمایا  
 کیا میں تیرے لیے نمونہ نہیں ہوں! میں نے دیکھا، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا  
 تہ بند نصف۔ اتق تک تھا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک پگڑی کا نام سحاب تھا، جس کے نیچے آپ

ایک ٹوپی رکھتے جو بگڑی سے چمٹی رہتی (قلمرو اس پسوے کو کہتے ہیں، جو پیٹ کی طرح ابھرا ہوتا ہے اور سر کو ڈھانپ لیتا ہے) امام ترمذی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، فتح مکہ کے موقع پر شہر میں داخل ہوئے اور آپ کے سر پر سیاہ رنگ کی بگڑی تھی۔ اور بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ مکے میں فتح کے دن داخل ہوئے اور آپ کے سر پر خود بھتا (خود وہ لوسہ کی ٹوپی ہے، جو سر کے مطابق ذرہ کے ساتھ تیار کی جاتی ہے) دونوں حدیثوں میں اجتماع کی یہ صورت ہے، کہ بگڑی خود کے اوپر تھی۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم بگڑی باندھتے تو بگڑی کے بچوں کو سر کے گرد گھماتے، پیچھے سے اسے مضبوط کرتے اور شملہ کندھوں کے درمیان چھوڑ دیتے۔ (ابن حبان)۔ ابن ابی شیبہ، حضرت علی کریم اللہ وجہہ سے راوی ہیں، کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک بگڑی بندھائی اور شملہ میرے کندھے پر ڈال دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ خدانے بدر اور حنین کے دن عمامہ پوش فرشتوں سے میری امداد فرمائی، جو ایسی ہی بگڑیاں پہنے ہوئے تھے۔ نیز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، کہ بگڑی مسلمانوں اور مشرکوں میں ماہ الامتیاز ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا راوی ہیں کہ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے پاس ایک سفید ٹوپی بھی تھی۔ (دمیاطی) ابو بکرؓ بخاری راوی ہیں، کہ آپ کے پاس کئی ٹوپیاں تھیں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ صحابہ کرام کی ٹوپیاں سر سے ملی ہوتی تھیں نہ کہ اٹھی ہوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قبض سب کپڑوں سے زیادہ پسند تھی۔ (ترمذی) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور نیز معاویہ بن قرہ نے اپنے باپ سے روایت کی، کہ میں مزینہ کی ایک جماعت کے ساتھ حضور اکرم کی خدمت میں بیعت کے لیے حاضر ہوا، اور آپ کی قبض کے ٹخن کھلے ہوئے تھے۔ چنانچہ میں نے اپنا ہاتھ اندر داخل کر کے مہر نبوت کو چھوا (ترمذی) حضرت انس رضی اللہ عنہ

سے روایت ہے، کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ چادر زیادہ مرغوب خاطر ہوئی، جس میں فدایا سُرخ ہوئی۔ ابو ریحہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا، کہ آپ نے سبز رنگ کی دو چادریں اوڑھ رکھی تھیں۔ ابو یعلیٰ نے اپنے باپ سے روایت کی کہ انہوں نے رسول کریم علیہ الخیرۃ والتسلیم کو کبھی کا طواف کرتے دیکھا اور آپ نے سبز چادر اوڑھ رکھی تھی (ابوداؤد) مغیرہ بن شعبہ راوی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رومی جتہ تک استینوں والا زینب تن فرمایا (ترمذی) حضرت ابو ذر راوی ہیں، کہ میں خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور آپ سفید کپڑوں میں ملبوس تھے۔ (بخاری) حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضور علیہ الخیرۃ والتسلیم گرم کپڑے زینب تن فرمایا کرتے تھے، آپ کے پاس مضبوط سی ہوئی چادر تھی، جسے آپ اوڑھتے تھے۔ فرمایا کرتے میں بندہ ہوں اور اسی طرح کپڑے پہنتا ہوں، جس طرح اور بندے پہنتے ہیں۔ (بخاری و مسلم) حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول کریم علیہ الخیرۃ والتسلیم کو ایک چاندنی رات میں دیکھا کہ آپ سرخ کپڑوں میں ملبوس تھے۔ میں کبھی آپ کو دیکھا اور کبھی چاند کو چنانچہ آپ مجھے چاند سے زیادہ خوبصورت دکھائی دیئے (داہمی اور ترمذی) ابو جحیفہ راوی ہیں کہ میں نے رسول کریم علیہ الخیرۃ والتسلیم کو سرخ کپڑے پہنے دیکھا، یوں معلوم ہوتا ہے، گویا میں آپ کی پندھیوں سے چمک دیکھ رہا ہوں۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ راوی ہیں، کہ میں نے سرخ کپڑوں میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہتر کوئی آدمی نہیں دیکھا۔ (ترمذی) بخاری اور مسلم کی روایت ہے کہ میں نے آپ کو سرخ کپڑوں میں ملبوس دیکھا، اور آپ سے دلکش تر میں نے اور کوئی آدمی نہیں دیکھا۔ ابو داؤد کی روایت میں ہے، کہ میں نے کسی ایسے شخص کو جس کے سر کے بال کانوں تک ہوں سرخ کپڑوں میں رسول کریم علیہ الخیرۃ والتسلیم سے جسے ترمذی دیکھا نسائی کی روایت میں ہے، کہ میں نے سرخ کپڑوں میں ملبوس کسی شخص کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے زیادہ دلکش

نہیں دیکھا۔ (اور علتہ کا لفظ تہ بند اور چادر کے لیے استعمال ہوا ہے۔ اور علتہ دو کپڑوں کو یا ایسے کپڑے کو جس میں استر بھی ہو، کہتے ہیں)۔

ابو بردہ بن ابوموسیٰ اشعری سے روایت

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تہ بند :- ہے، کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے

یہ ایک کٹی اور ایک چادر نکال لائیں اور کہنے لگیں، کہ رسول کریم علیہما السلام نے دو کپڑوں ہی میں فوت ہوئے تھے۔ ایک روایت میں کساء طہر کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ ابن اثیر نے کساء مرقعاً کی ترکیب استعمال کی ہے۔ اور طہر اس کپڑے کو کہتے ہیں، جو درمیان میں اور کناروں پر اتنا دبیز ہو جائے، کہ خدا معلوم ہو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، کہ ایک دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صبح کے وقت کمر سے نکلے، اور آپ نے ایک شال اوڑھی ہوئی تھی جس پر کالے بالوں سے اونٹوں کے کجاووں کی تصاویر کاڑھی ہوئی تھیں۔ اور اس میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ جاندار اشیاء کی تصاویر حرام ہیں۔ حضرت عروہ راوی ہیں، کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر کا طول چار ہاتھ اور عرض دو ہاتھ اور ایک بالشت ہوتا تھا۔ ان ہی سے روایت ہے، کہ رسول کریم علیہما السلام کا وہ کپڑا، جسے پہن کر دو فوسے طے تشریف لے جاتے، سبز رنگ کی چادر تھی جس کا طول چار ہاتھ اور عرض دو ہاتھ اور ایک بالشت تھا۔ محمد بن ہلال سے روایت ہے، کہ میں نے ہشام بن عبدالملک کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر اوڑھے دیکھا، جس کے دو حاشیے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور آپ نے ایک چادر اوڑھ رکھی تھی جس سے آواز دھونے کے کپڑے سے نکلتی سہما آ کر ہی تھی۔ یزید بن ابی صیب سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تہ بند کو آگے سے لٹکا دیتے اور پیچھے سے اوپر اٹھا لیتے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما راوی ہیں، کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

تربند کوناف سے نیچے باندھتے اور ناف دکھائی دیتی رہتی اور میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ ازار بند ناف سے اوپر باندھتے۔ (ومیاطی) اسماء بنت ابوبکر سے روایت ہے، کہ وہ ایک جبہ طیالسانی (ایک چادر جو قاضی اور علماء کندھے پر ڈال لیتے تھے) جو ایرانی طرز کا تھا، نکال لائیں جس میں دسیا کا ایک ٹکڑا جیب کی جگہ لگا ہوا تھا اور اس کے بازوؤں پر دسیا کے کف لگے ہوئے تھے۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کہنے لگیں، کہ یہ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کا جبہ ہے، جو آپ کی وفات کے وقت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھا، آپ اسے زیب تن فرمایا کرتے تھے۔ میں نے اسے قابو کر لیا، ہم اسے دھو کر مہینوں کو پلاستے ہیں اور یوں ان کی شفایابی کی تمنا کرتے ہیں۔ اور چونکہ آپ کے جسم سے ہر وقت خوشبو آتی تھی، اور اس کی علامت یہ تھی، کہ آپ کے کپڑے میلے نہیں ہوتے تھے، اور نیز مروی ہے کہ آپ کے کپڑوں میں جو مٹی نہیں ہوتی تھیں۔

فخر الدین رازی لکھتے ہیں، کہ مکھی آپ کے کپڑوں پر نہیں بٹھتی تھی، اور پھر آپ کے خون کو نہیں چوستا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ آپ اکثر سر کو ڈھانپ رکھتے تھے۔

**حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی :-** بخاری اور مسلم میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی جسے آپ ہاتھ میں پہنتے تھے۔ پھر وہی انگوٹھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں اور پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھی۔ تا آنکہ اویس کے کنوئیں میں گر گئی۔ نیز حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چاندی کی انگوٹھی پہنی جس میں سیاہ رنگ کا نگینہ تھا، اور آپ انگوٹھی کے نگینے کا رخ ہتھیلی کی طرف رکھتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم

نے قیصرِ روم، کسریٰ اور نجاشی کو خطوط لکھے۔ لوگوں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! وہ  
 نہر کے بغیر کوئی خط وصول نہیں کرتے، آپ کے لیے انگوٹھی ڈھالی گئی اور اس پر  
 محمد رسول اللہ کے الفاظ کندہ کیے گئے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہدِ خلافت  
 میں اسے پہنے رکھا، کیونکہ انہیں اسی طرح اس کی ضرورت پڑتی تھی، جس طرح حضور  
 علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ضرورت پڑتی، اسی طرح حضرت عمر اور عثمان رضی اللہ عنہما بھی صحیحین  
 میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، کہ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم  
 نے سونے کی انگوٹھی بنوائی، جسے دائیں ہاتھ میں پہنا کرتے تھے۔ اور اس کے ٹکینے کا رخ  
 ہتھیلی کی طرف ہوتا تھا۔ لوگوں نے یہ دیکھ کر سونے کی انگوٹھیاں بنوانا شروع کر دیں۔  
 حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہوئے، اپنی انگوٹھی پھینک دی اور سونے  
 کی انگوٹھیاں پہننے سے منع کر دیا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ حضور اکرم  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی اور ٹکینے کا کام بھی چاندی سے لیا (بخاری و  
 مسلم صحیح مسلم میں ہے، کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی انگوٹھی کانگینہ کا لانا تھا، یعنی وہ شبہ  
 یمانی یا عقیق ہوتا جس کی کان جیشہ یا مین میں تھی۔ صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ  
 سے روایت ہے، کہ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے چاندی کی ایک انگوٹھی بنوائی اور  
 اس پر محمد رسول اللہ نقش کرایا۔ اور لوگوں سے فرمایا، کہ میں نے چاندی کی ایک انگوٹھی  
 بنوائی ہے جس میں محمد رسول اللہ نقش کرایا ہے، کوئی اور آدمی یہ الفاظ نقش نہ کرائے  
 بخاری اور ترمذی کی روایت میں ہے کہ آپ کی انگوٹھی کی عبارت محمد رسول اللہ تین  
 سطروں میں تھی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ بائیں ہاتھ کی چھوٹی  
 انگلی (چھنٹکیا) میں انگوٹھی پہنتے تھے۔ حماد بن ابوسلمہ سے روایت ہے، کہ میں نے ابن  
 ابی رافع کو دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنے دیکھا، کہنے لگے، کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دائیں  
 ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے۔ زمام احمد، رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم انگوٹھی ہاتھ میں پہنتے

تھے بعض اوقات باہر نکلتے، تو اس میں برائے یادداشت دعا کہ بندھا ہوتا تھا۔  
(ابن عدی وغیرہ)۔

بعض علماء بالجزم اس امر کے قائل ہیں  
حضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شلوار :- کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شلوار  
نہیں پہنی۔ اور ابو نعلیٰ موصیٰ کی حدیث میں بہ سند ضعیف حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے  
مروی ہے، کہ میں ایک دن رسول کریم علیہ الیچۃ والتسلیم کے ساتھ بازار میں گیا۔ آپ  
بزازوں کے پاس بیٹھ گئے، اور چارہ ہم سے ایک شلوار خریدی۔ اہل بازار نے ایک  
تولنے والا رکھا ہوا تھا، جو تولتا تھا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس سے فرمایا، ائزن  
وانرجح۔ تو لاکنے لگا، میں نے یہ الفاظ پہلے کبھی کسی سے نہیں سنے۔ حضرت ابو ہریرہ نے  
کہا، تمہارے دین کے ضعف اور کمزوری کی ہی دلیل کافی ہے، کہ تم اپنے پیغمبر کو نہیں پہچانتے  
ہو۔ اس پر اس نے ترازو پھینک دیا، اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کی طرف لپکا۔  
تاکہ اسے چوم لے۔ آپ نے ہاتھ کھینچ لیا اور فرمایا، ارے میاں! یہ حرکت تو عجمی لوگ  
اپنے بادشاہوں کے ساتھ روار کھتے ہیں۔ میں بادشاہ نہیں، بلکہ تمہاری طرح کا انسان ہوں۔  
اس کے بعد اس آدمی نے شلوار کو تولا اور حقوڑی سی رعایت بھی کی۔ آپ نے شلوار اٹھا  
لی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں، کہ میں اٹھانے کو آگے بڑھا، تو آپ نے فرمایا،  
چیز کے مالک کو چاہیے، کہ وہ خود اسے اٹھائے، ہاں اگر وہ کمزور ہو، تو چاہیے، کہ مسلمان  
بھائی اس کی امداد کرے۔ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! کیا آپ اسے پہنیں گے؟  
فرمایا، ہاں سفر، حضر میں، دن اور رات کو کیونکہ مجھے ستر کا حکم دیا گیا ہے اور اس سے  
موزوں تر اور کوئی چیز نہیں۔

بہر حال اتنی بات یقینی ہے، اور حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے  
شلوار خرید فرمائی تھی۔



ترمذی نے حضرت برید سے

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے موزے کے بارے میں روایت کی ہے، کہ شاہ نجاشی

نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دو سادہ سیاہ رنگ کے موزے تختا روانہ کیے۔ آپ نے پہنے، وضو کیا اور ان پر مسح کیا۔ اسی طرح مغیرہ بن شعبہ سے روایت ہے کہ حذیمہ کللی نے بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دو موزے بطور تحفہ بھیجے تھے، جنہیں آپ نے پہنا تھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جوتے :- ہے، کہ آپ کے جوتے میں دو قبائل

تھے۔ اور قبائل اس قسم کے کہتے ہیں، جو دو انگلیوں کے درمیان ہوتا ہے۔ عبید بن جریج

سے روایت ہے، میں نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا، آپ سہتی جوتا

یوں پہنتے ہیں، انہوں نے جواب دیا، میں نے رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کو ایسا جوتا

پہنے دیکھا جس میں بال نہیں تھے، آپ انہی میں وضو کرتے تھے، میں بھی ویسے ہی

جوتے پہننا پسند کرتا ہوں۔ عمرو بن حُرَیث سے روایت ہے، کہ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ

والسلام کو دو رنگے جوتوں میں نماز پڑھتے دیکھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت

ہے، کہ جس حد تک آپ کا بس چلتا، چلنے، جوتا پہننے اور طہارت میں دائیں حصہ جسم کو

ترجیح دیتے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جوتوں کی تمثیل کئی لوگوں کو مرغوب تھی، اس

تمثیل کی خوبی، فائدے اور برکتوں کی مثالوں میں سے ایک وہ ہے، جسے ابو جعفر احمد

ان عبد المجید نے جو ایک صالح بزرگ تھے، بیان کیا ہے، کہ میں نے اس کی برکتوں کا

ذکر بعض طلبہ سے کیا، چنانچہ وہ ایک دن آیا کہنے لگا کہ گل میں نے اس جوتے کی برکت

کی ایک عجیب مثال مشاہدہ کی، کہ میری بیوی کو درد کا ایسا سخت دورہ پڑا، کہ مرنے کے

قریب پہنچ گئی، میں نے جوتے کو درد کی جگہ پر رکھ کر دعا کی، کہ اے اللہ! تو مجھے اس

جوتے کے مالک کی برکت کا مشاہدہ کرا۔ خدا نے اسے فوری شفا عطا کی۔ اسی طرح

کی ایک اور مثال ابو اسحاق سلمیٰ اندلسی نے جو ابن الحاج کے نام سے مشہور ہیں بیان کی ہے، وہ راوی ہیں، کہ ابو القاسم بن محمد نے بتایا، کہ یہ بات آزمائی ہوئی ہے کہ جس نے بھی اس طرح کا جوتا اپنے پاس رکھا وہ باغیوں کے شر اور دشمن کی عداوت سے نیز سرکش شیطان کی شیطنت اور حاسد کی نظر بد سے محفوظ رہا۔ اور اگر حاملہ عورت اسے اپنے دائیں ہاتھ میں تھام رکھے، اور شدید دردِ روزہ میں مبتلا ہو، اللہ اس کی مشکل کو آسان کر دے گا۔ ابو بکر قرظی نے کیا خوب کہا ہے :-

(۱) وَ نَعْلٍ نَخَصُّهَا هَيْبَةً لِّبِهَايُهَا وَ اِنَّمَا مَتَى نَخَصُّ لَهَا اَبَدًا نَعْلُهَا

یہ وہ جوتا ہے، کہ جس کی ہیبت کے سامنے ہم سر تسلیم خم کرتے، اور ہم جب بھی اس کے سامنے سر جھکاتے ہیں، اس کے طفیل ابدی عروج حاصل کرتے ہیں۔  
(۲) فَضَعَهَا عَلٰى اَعْلَى الْمَفَارِقِ، اِنَّهَا حَفِيقَاتُ تَاجٍ وَ صُورَتُهَا نَعْلٌ  
اس (جوتے کو) کو اپنے سر کے اوپر رکھ۔ کیونکہ اگرچہ وہ دیکھنے کو جوتا ہے،  
لیکن دراصل وہ تاج ہے۔

(۳) يَا خَمَصِ خَيْرَ الْخَلْقِ حَاذَتْ مَرْيَةَ عَلَى التَّاجِ حَتَّى بَاهَتِ الْمَغْرَقُ الرَّجُلُ

اس جوتے نے تاج پر اس ذات کی وجہ سے جو تمام مخلوق سے بہتر ہے،  
فضیلت حاصل کی، جو گرمسہ شکم تھی تا اسکو پاؤں کو سر پر فضیلت حاصل ہو گئی۔  
(۴) طَرَفِيُّ الْهُدَى عِنْدَهَا سُبَارَةٌ لِبُصْبُورٍ وَ اِنَّ بِخَارِ الْجُودِ مِنْ فَيْضِهَا حُلُوًّا  
ان جوتوں کی وجہ سے، دیکھنے والے کے سامنے ہدایت کا راستہ چمک اٹھا ہے  
اور اس کے فیض کے مقابلے میں فیاضی کے سمندر تحلیل ہو گئے ہیں (یا فیاضی کے  
سمندر اس کے فیض سے جاری ہو گئے ہیں)۔

(۵) سَلَوْنَا وَلَكِنْ عَنْ سِوَاهَا فَاِنَّمَا نَسِيْمٌ بِمَعْنَاهَا الْغَرِيبُ وَ مَا نَسَلُوا

ہم اس کے بغیر (بہر چیز کو) بھول جاتے ہیں، لیکن جب ہم اس کے حیران کن

یعنی (حقیقت) پر فریفتہ ہو جاتے ہیں، تو پھر نہیں بھولتے۔

(۶) فَمَا شَأْنَنَا مَذْرَأًا نَارِسْمَ عِزِّهَا حَمِيمٌ وَلَا مَالٌ كَرِيمٌ وَلَا نَسْلٌ

جب سے ہم اس کی رسمی عزت پر فدا ہوئے ہیں، نہ تو کوئی دوست نہ کسی

کی مالی فیاضی اور نہ عالی نسی لیجا سکتی ہے۔

،، شِفَاءٌ لِّذِي سُقْمٍ رِحْبَاءٌ لِّبِاسٍ أَمَانٌ لِّذِي خَوْفٍ كَذَا يُحِبُّ الْفَضْلُ

یہ بیماری کی شفا ہے اور مایوس کی امید ہے، اور ڈرنے والے کے لیے امن

کا پیغام ہے، انہی باتوں سے فضیلت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایشانے

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر :- بستر سے اتنا کچھ ہی لیا، جتنا کہ آپ

کو ضرورت تھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

کا بستر جس پر آپ آرام فرماتے تھے، ایک گدا تھا، جس میں کھجور کے پتے ڈالے گئے

تھے (بخاری و مسلم، بیہقی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے راوی ہیں، کہ انصاری کی ایک

عورت مجھ سے ملنے آئی، اس نے دیکھا، کہ حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کا بستر ہی کا

ایک ٹکڑا ہے، اس نے مجھے ایک گدا بھیجا، جس میں اون پٹی ہوئی تھی۔ اتنے میں

آپ تشریف لے آئے، پوچھا، عائشہ یہ کیا ہے؟ میں نے کہا، یا رسول اللہ! فلاں

انصاری عورت آئی تھی، اس نے آپ کا بستر دیکھا، تو (گھر جا کر) یہ بھیج دیا۔ فرمایا

عائشہ واپس کر دو، بخدا اگر میں خواہش کروں، تو وہ میرے ساتھ سونے چاندی کے

پہاڑ چلا دے۔ طبرانی نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ

میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ ایک بالافالے میں تھے

جو حمام کی طرح گرم تھا اور آپ ایک چٹائی پر دراز تھے۔ اور اس کے نشانات جسم

رسول پر نمایاں تھے۔ میں رونے لگ پڑا، فرمایا، "عبداللہ! کیوں رو رہے ہو؟ میں

نے کہا، "یا رسول اللہ! قیصر اور کسری تو ریشم دریا اور حریر کو پاؤں تلے روند رہے ہیں اور آپ اس چٹائی پر دراز ہیں جس کے نشانات آپ کے پہلو میں نمایاں ہیں۔" فرمایا، "رؤومت، ان کے لیے دنیا ہے اور ہمارے لیے آخرت۔" حضرت عمر رضی اللہ عنہ راوی ہیں، کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ چٹائی پر آرام فرما رہے تھے، میں بیٹھ گیا، آپ نے چادر اوڑھ رکھی تھی، اس کے علاوہ جسم مبارک پر اور کچھ نہ تھا، اور چٹائی کے نشانات آپ کے پہلو میں نمایاں تھے۔ اور ایک ٹکٹے تھیلے میں مٹھی بھر جو کے ستوتھے۔ میری آنکھوں میں آنسو ڈبڈباتا ہے۔ فرمایا، عمر! کیوں رو رہے ہیں عرض کیا، یا رسول اللہ! کیوں نہ روؤں، اس چٹائی کے نشان آپ کے جسم پر نمایاں ہیں اور یہ ہے آپ کا گوشہ خانہ، جس میں مجھے وہی کچھ دکھائی دے رہا ہے جو اس میں ہے، اور ادھر قیصر و کسری ہیں جو عیش و عشرت میں بسر کر رہے ہیں، آپ اللہ کے برگزیدہ نبی ہیں اور یہ ہے آپ کی کل متاع۔" فرمایا، عمر! کیا تمہیں یہ پسند نہیں کہ ہمارے لیے آخرت ہو اور ان کے لیے دنیا۔ صحیح مسلم میں آپ کے الفاظ بایں انداز مذکور ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ راوی ہیں، کہ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت طلب کی اور ایک بالاخانے میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ایک کھجور کی چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے اور جسم مبارک کا کچھ حصہ مٹی پر تھا۔ آپ کے سر کے نیچے تکیہ تھا، جس میں کھجور کے پتے تھے، اور آپ کے سر کے اوپر کچے چمڑے کا ایک تھیلا تھا، اور بالاخانے کے ایک کونے میں لیکر کی چھال رکھی تھی۔ میں نے السلام علیکم کہا اور بیٹھ گیا۔ عرض کیا، "یا رسول اللہ! آپ اللہ کے برگزیدہ نبی ہیں۔ مگر قیصر و کسری سونے کے تختوں اور دریا و حریر کے فرش پر آرام کر رہے ہیں۔" فرمایا، عمر! وہ لوگ ہیں، کہ دنیا ہی میں انہیں مسرتیں عطا کر دی گئی ہیں اور وہ جلدی ختم ہو جائیں گی اور ہم وہ لوگ ہیں، کہ ہماری مسرتیں دوسری دنیا تک موخر کر دی گئی ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا راوی

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی چار پائی :- میں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

کی چار پائی بردی کے پتوں سے بنی ہوئی تھی اور اس پر ایک سیاہ رنگ کی ڈہری چڑھی  
بھی ہوئی تھی جس میں ہم نے بردی کے پتے بھر رکھے تھے۔ اتنے میں حضرت ابو بکر اور

مگر رضی اللہ عنہما آگئے، آپ سوئے ہوئے تھے جب انہیں دیکھا، سیدھے ہو کر بیٹھ گئے

انہوں نے دیکھا، کہ چار پائی کے نشان آپ کے جسم پر نمایاں تھے۔ کئے گئے یا رسول اللہ!

کیا آپ کے بستر اور چار پائی کا کھر دراپن آپ کو تکلیف نہیں دیتا۔ حالانکہ قیصر و کسریٰ دیا

اور حریر کے بستروں پر نحو استراحت ہیں۔ فرمایا، ایسا مت کہو، کیونکہ ان کے بستر جہنم کی

آگ میں ہیں اور میرا بستر اور پلنگ آخر کار جنت میں ہو گا۔ (ابن حبان)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی بستر اور پلنگ کی پرواہ نہیں کی۔ اگر میسر آگیا

فہما اور زمین پر لیٹ جاتے۔ آپ (سردیوں میں) لحاف اوڑھتے تھے۔ آپ نے فرمایا

میں جب بھی ان خواتین کے ساتھ لحاف میں ہوتا ہوں، تو جبریل نہیں آتے، ہاں عائشہ

اس کے مستثنیٰ ہے۔

### حصہ سوم

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اطوار دربارہ ازواج خود

آپ نے فرمایا، مجھے تمہاری دنیا سے عورتیں اور خوشبو پسند ہے، اور غلام میری

آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا، مجھے لوگوں سے چار چیزوں میں فضیلت حاصل ہے۔ جو انفرادی، شجاعت، ثروت

جماع اور شدت گرفت۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ رات کے ایک گھنٹے میں تمام ازواج کے پاس جاتے تھے۔ جب کہ ان کی تعداد گیارہ تھی۔ حضرت قتادہ راوی ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا، کیا آپ میں اتنی طاقت تھی، انہوں نے کہا، ہم آپس میں کہا کرتے کہ آپ میں تیس آدمیوں کی طاقت تھی (بخاری) طاؤس اور مجاہد سے مروی ہے کہ آپ کو جماع میں چالیس آدمیوں کی طاقت حاصل تھی۔ اور مجاہد کی ایک روایت میں مذکور ہے، کہ آپ کو چالیس سے کچھ زیادہ جتنی آدمیوں کی طاقت دی گئی تھی۔ (بہ روایت حارث بن اسامہ) اور امام احمد، زبید بن ارقم سے راوی ہیں، کہ جنت کے ایک آدمی کو سو آدمیوں جتنی کھانے پینے اور جماع کی طاقت دی جائے گی۔ صفوان بن سلیم سے روایت ہے، آپ نے فرمایا، کہ جبریل میرے پاس ایک ہنڈیا لائے جس سے میں نے کھایا، اور مجھے جماع میں چالیس آدمیوں کی طاقت مل گئی۔ (ابن سعد) جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان لوگوں سے تھے، جنہیں جماع کی اتنی زیادہ طاقت حاصل تھی، تو آپ کو اتنی زیادہ خواتین سے نکاح کی اجازت دی گئی، جتنی کسی اور کو نہیں دی گئی۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا، تم نکاح کیے جاؤ، کیونکہ اس امت میں بہتر آدمی وہی ہے جس کی بیویاں زیادہ ہیں۔ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مثال سے یہی بات واضح ہوتی ہے۔

### حصہ چہارم

## حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نیند کے بارے میں

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اول شب کو سو جاتے اور آدھی رات کے بعد جلدی ہی جاگ اٹھتے، مسواک کر کے وضو کرتے، اور ضرورت سے زیادہ نیند نہیں کرتے تھے۔

اور جتنی ضرورت ہوتی اس سے اپنے آپ کو محروم نہ رکھتے، اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام  
 دائیں ہیلو پر ذکر خدا کے بعد سو جاتے، تا آنکہ آپ کی آنکھیں بند ہو جائیں مگر اپنے پیٹ  
 کو کھانے پینے کی اشیاء سے (بے تحاشا) نہ بھرتے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بستر پر کبھی  
 چمڑے پر کبھی چٹائی پر اور کبھی زمین پر لیٹ جاتے۔ آپ کا بستر ایک گدا تھا جس میں  
 کھجور کے پتے بھرے ہوتے۔ نیز آپ کا بستر کھردرا تھا۔ جب حضور نبی کریم علیہ التوحید والتسلیم  
 بستر پر لیٹتے، اپنی پھیلی دائیں گال کے نیچے رکھتے اور فرماتے، اے خدا تو مجھے اپنے عذاب  
 سے بچا جس دن تو اپنے بندوں کو اٹھائے گا۔ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں  
 کہ جب آپ رات کو آرام فرماتے، تو دائیں ہیلو پر لیٹ جاتے، اور جب طلوع صبح سے  
 پہلے لیٹتے تو اپنا بازو کھڑا کر کے سر کو پھیلی پر لکھ دیتے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما  
 راوی ہیں، جب آپ سو جاتے، تو سانس کی آواز آتی رہتی۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ  
 راوی ہیں، کہ جب آپ بستر پر لیٹتے تو فرماتے بِسْمِکَ اَللّٰهُمَّ اَمُوْتُ وَاَحْيَا۔ حضرت عائشہ  
 راوی ہیں کہ حضور اپنی دونوں پھیلیوں کو جوڑ کر قل صوا اللہ۔ قل اعوذ بربک اللطیف اور قل  
 اعوذ برب الناس پڑھتے اور ان پر پھونکتے اور پھر جہاں تک آپ کے ہاتھ پہنچ سکتے، جسم  
 پر پھیرتے، ابتدا سے اور منہ سے فرماتے اور اسی طرح اپنے جسم کے اگلے حصے پر اور زمین  
 دفعہ ایسا کرتے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول کریم علیہ السلام  
 والتسلیم بستر پر لیٹتے تو فرماتے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَكَلَفَانَا وَاَوَانَا  
 فَکُمْ مِمَّنْ لَا کَافِیَ لَہٗ وَلَا مُوَدِّی (ترمذی) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں سوتیں اور  
 دل نہیں سوتا تھا۔ (بخاری) مے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث میں ذکر کیا ہے  
 جب انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا، کیا آپ وتر پڑھتے سے پہلے سو  
 جاتے ہیں۔

## باب چہارم

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ان معجزات کے بارے میں جو آپ کے نبوت اور رسالت کے صداقت پر دلالت کرتے ہیں، اور نیز آپ کے ان مخصوص علامات اور عجیب و غریب کرامات کے بارے میں جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذات سے منقذے ہیں، اور یہ دو فصلوں پر مشتمل ہے۔

## فصل اول

اس فصل میں آپ کے معجزات کا ذکر ہے: تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ آپ کی نبوت کی دلیلیں کافی ہیں، اور آپ سے ظہور معجزات کی خبریں مشہور ہیں۔ چنانچہ توریت انجیل اور باقی آسمانی کتابوں میں بھی آپ کا ذکر اور اوصاف اور نیز عرب سے آپ کا ظہور مذکور ہے۔ نیز وہ حیران کن واقعات جو آپ کی ولادت اور بعثت سے پہلے ظہور پذیر ہوئے جنہوں نے کفر کے غلبے کو توڑا اور کفار کی شان و شوکت کو کمزور کر دیا، عربوں کی عظمت کی تائید کی اور ان کے ذکر کو شہرت بخشی۔ مثلاً اصحاب فیل کا قصہ اور اللہ کا وہ عذاب جو اصحاب فیل پر نازل ہوا۔ نیز تشکدہ فارس کی آگ کا بچہ جانا، ایوان کسریٰ کے کنگروں کا گرنا، ساوہ کی بھیل کا خشک ہونا، پارسی علماء کے خواب اور غیب کی وہ پرہیزگار آوازیں جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف بیان کرتے سنی گئیں۔ نیز ان اصنام



کا جن کی پرستش کی جاتی تھی، خود بخود منہ کے بل اوندھے گر پڑنا اور نیزوہ مشہور و عجیب واقعات جو آپ کی ولادت، بچپن اور اس کے بعد کے وہ حالات جو آپ کی بعثت تک وقتاً فوقتاً پیش آتے رہے حالانکہ نہ تو آپ کے پاس مال و متاع تھا کہ لالچ کی وجہ سے لوگوں کے دل آپ کی طرف مائل ہوں، نہ قوت تھی، تاکہ لوگ خوف کھائیں اور نہ کوئی ایسی امدادی جماعت ہی موجود تھی، جو آپ کی رائے یا اس دین کی جس کی طرف آپ بلا رہے ہیں، تائید کرے۔ یہ لوگ بتوں کی پرستش اور ازلام (وہ تیر جن سے یہ لوگ فال لیتے تھے) کی تعظیم پر متفق تھے۔ اور دُور جاہلیت کے قاعدے کے ماتحت تعصب، حمیت، عداوت، بغاوت، خوں ریزی اور لوٹ مار پر پورے استقلال سے ڈٹے ہوئے تھے، چنانچہ نہ تو لعنت دین انہیں متحد کر سکتی اور نہ عاقبت کا خوف اور عذاب کا ڈر ہی انہیں بد اعمالیوں سے روک سکتا تھا۔ بہر حال رسول کریم علیہ السلام نے ان کے دلوں کو جوڑا، ان کے اختلافات کو مٹایا، تاکہ ان کے خیالات میں اتفاق پیدا ہو گیا، دل متحد ہو گئے ایک دوسرے کی مساعی میں شریک ہو گئے اور وہ یوں حضور علیہ السلام کی معاونت میں یک جان اور آپ کی اطاعت میں ایک فرد بن گئے۔ ان لوگوں نے اپنے گھر بار کو چھوڑ دیا اور آپ کی محبت میں قبیلے اور کنبے کو ترک کر دیا، دل و جان سے آپ کی امداد کی، اور آپ کے حکم کی لاج رکھنے کے لیے انہوں نے اپنے سینوں پر دشمن کی تلواروں کے وار سے۔ حالانکہ نہ تو آپ کے پاس دنیا تھی، جسے آپ نے ان کے سامنے کھول کر رکھ دیا ہو، نہ مال تھا، جسے آپ نے ان پر بچھا اور کیا ہو، اور نہ کوئی ایسی غرض ہی تھی، جسے فی الفور پورا کرنے کا آپ نے انہیں لالچ دلایا ہو۔ یا مہمات دنیا سے کوئی ایسا کام پیش آیا ہو، جس نے انہیں پریشان کر رکھا ہو۔ بلکہ شاید آپ کی شان تھی، کہ آپ کے دین میں شامل ہو کر غنی فقیر ہو جاتا اور شریف (فی الوقت) ذلیل سمجھا جاتا۔ کیا جس ذات مقدس کے طور طریقے ایسے ہوں، وہ از روئے عقل و خرد ان

چیزوں میں ایسا جو ٹھہرا کر سکتا ہے، یا ایسا مجموعہ واقعات اسے پیش آسکتا ہے۔ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو نبی بنا کر بھیجا، اور جس کی خاطر یہ تمام وقائع وقوع پذیر ہوئے، ایسا نہیں ہو سکتا اور کسی عقلمند آدمی کو بھی اس بارے میں شک و شبہ نہیں ہو سکتا۔ یہ خدائی حکم ہے، اور غالب آسمانی عمل ہے، جو معمولات زندگی کے خلاف ہے اور جہاں تک انسانی عقل کو رسائی حاصل نہیں ہو سکتی۔ اور ان پر اسی ذات کو قدرت حاصل ہے، جو خالق اور امر کا مالک ہے، اور رب العالمین کی شان اعلیٰ اور الرفع ہے۔

**حضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے دلائل :-** یہ حقیقت ہے کہ حضور اکرم

اور اپنے ہاتھ سے لکھ نہیں سکتے تھے۔ آپ ان پڑھوں کی قوم میں پیدا ہوئے اور ان میں ہی تربیت پائی اور وہاں کوئی ایسا عالم جو عمدہ گزشتہ کے حالات سے باخبر ہو، موجود نہیں تھا، اور نہ سفر کر کے آپ نے کسی ایسے پڑھے لکھے آدمی کے پاس جا کر زانوئے تلمذتہ کیا، جو آپ کو ان حالات سے آگاہ کرتا۔ آپ نے ان لوگوں کو تو ریت، انجیل اور گزشتہ امتوں کے حالات بتائے، حالانکہ ان کتابوں کے نام مٹ گئے تھے اور وہ امور دفتر پر پڑینے ہو گئے تھے اور ان میں تحریرت کر دی گئی تھی، اور جو لوگ ابھی تک ان کتابوں سے چٹے ہوئے تھے اور جنہیں صحیح و غلط بات کا علم تھا ان کی تعداد محدود تھی۔ پھر اقوام مخالفہ کے ہر فریق نے اس طریقے سے آپ کا دفاع کیا، کہ اگر فاضل کلامی علماء اور لائق نقاد حیلہ گریہ بھی ہو جاتے، تو اس کا توڑ نہ کر سکتے۔ اور یہ حقیقت اس امر کی بہترین دلیل ہے، کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت خدائی صلیبہ ہے۔

**قرآن حکیم خود حضور اکرم کی نبوت کی دلیل ہے :-** اعجاز قرآن نے مخالفین کو ایسا اکیسا اور انہیں

معارضے کی دعوت دی، اور فرمایا، اس جیسی ایک سورت تصنیف کر کے لاؤ تو۔  
 لیکن وہ ایسا نہ کر سکے۔ اور اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر رہے۔ بعض علماء کی رائے  
 ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل عرب کے سامنے جو کلام پیش کیا اور جس کی  
 مثال وہ پیش نہ کر سکے، وہ احیائے موتی، مادر زاد اندھوں اور لوٹے لنگڑے لوگوں  
 کی شفا یابی سے کہیں زیادہ واضح اور روشن دلیل ہے۔ کیونکہ قرآن نے ان فصیح اور بلینغ  
 اہل زبان لوگوں کے سامنے ایسا کلام پیش کیا، جس کے مفہوم کو وہ سمجھ سکتے تھے چنانچہ  
 انہیں اپنی بے بسی پر اس سے زیادہ حیرت ہوئی، جتنی کہ ان لوگوں کو ہوتی تھی جنہوں  
 نے عیسیٰ علیہ السلام کو مردے زندہ کرتے دیکھا تھا، کیونکہ انہیں نہ تو مردوں کو زندہ کرنے  
 اور نہ اندھوں اور کورہیوں کی شفایابی دیکھی تھی، اور نہ انہیں اس کا علم ہی تھا بخلاف  
 ایں، قریش کلام فصیح، بلاغت اور خطابت کو جانتے تھے پس اس سے یہ ثابت ہوتا  
 ہے، کہ اس معاملے میں ان کا بجز اس بنا پر تھا، کہ آپ کی نبوت اور رسالت کی حقیقت  
 واضح ہو جائے۔ چنانچہ یہ ایک حتمی دلیل اور واضح حجت ہے۔ ابوسلیمان خطابی فرماتے  
 ہیں، ”حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے عہد کے عقل مند ترین انسان تھے، بلکہ خدا کی مخلوق  
 میں مطلقاً عاقل ترین انسان تھے۔ اور جیسا کہ خدا نے تعالیٰ نے آپ کو پہلے ہی بتا دیا تھا  
 آپ کو یقین تھا کہ وہ اس کی مثال نہیں لاسکیں گے (فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوا وَلَنْ تَفْعَلُوا)  
 اگر آپ کو اس بات کا علم نہ ہوتا، کہ یہ قرآن خدا نے غیب دان کی طرف سے اتارا جا  
 رہا ہے اور جو کچھ آپ کو بتایا جا رہا ہے، وہ کبھی غلط نہیں ہو سکتا، تو آپ کی عقل کسی  
 ایسی چیز کے متعلق، جو فی ذاتہ ممکن الوقوع ہے، یہ کہنے کی جرأت نہ کرتی، کہ ایسا نہیں ہوگا۔  
 ایسے معاملات میں جو کچھ کہا جاسکتا ہے، یہ اس کی نہایت عمدہ اور واضح مثال ہے۔  
 کیونکہ رسول کریم علیہ السلام نے معارضے سے پہلے ان کے بجز اور نارسائی کا ٹکے  
 کی چوٹ اعلان کر دیا تھا، اور نیز صاف صاف کہہ دیا تھا، کہ ان میں سے کوئی شخص بھی

باوجود فراوانی ادعا اور شدید جدوجہد کے اس منزل کے قریب بھی نہیں پھٹک سکے گا۔ اور انہیں جن باتوں کا علم تھا، آپ کو ان کا علم تھا، قُلْ اِنْ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰی اَنْ يَّاتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ، لَا يَاتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَاِنْ كَانَتْ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظٰلِمِيْنَ، چونکہ وہ مقابلہ نہیں کر سکتے تھے، اس لیے ان کی سرکش ہمتیں اور باطنی طبیعتیں خوں ریزی اور قطع رحمی پر آمادہ ہو گئیں۔

بعض ایسے واقعات بھی ہیں، کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض ایسے مشرکین کے سامنے جو فصیح و بلیغ تھے، قرآن حکیم کی بعض آیات تلاوت فرمائیں، اور انہوں نے اعجاز قرآن کا اقرار کیا۔ مثلاً حضرت محمد بن کعب راوی ہیں، کہ مجھے بتایا گیا، کہ ایک دن عقبہ بن ربیعہ قریش کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مسجد الحرام میں اکیلے تھے۔ کئے لگا، اسے قریش! کیا یہ مناسب نہیں ہوگا کہ میں اس آدمی (رسول کریم) کے پاس جاؤں اور بعض باتیں اس کے سامنے پیش کروں، ممکن ہے، وہ بعض باتیں مان سے اور ہمارے خلاف زبان درازی سے رک جائے۔ قریش نے کہا درست ہے۔ چنانچہ غارِ اٹھ کر رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے پاس گیا، آپ سے بات چیت کی اور آپ کو ماہی وغیرہ کی پیشکش کی۔ جب وہ بات کہہ چکا، تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ابوالولید تم اپنی بات کہہ چکے۔ کئے لگا ہاں، فرمایا، اب میری بات سنو۔ آپ نے تلاوت شروع کی: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ حَمْدٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ کِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰیٰتُهٗ۔ آپ پڑھتے چلے گئے، جب عقبہ نے سنا تو متوجہ ہو گیا اور اپنے دونوں ہاتھ پیٹھ کے پیچھے رکھ کر ان پر سہارا لیا اور سنے لگ گیا، تاآنکہ آپ نے آیت سجدہ پر پہنچ کر سجدہ کیا۔ پھر عقبہ سے مخاطب ہو کر دریافت کیا، ابوالولید! سنا تم نے، کئے لگا۔ ہاں محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) سنا، اچھا آپ اپنا مشن جاری رکھیں۔ عقبہ اٹھ کر اپنے احباب کی طرف چل دیا۔ وہ لوگ آپس میں ایک دوسرے سے بے



اور لطف ہے، اور اس کا اعلیٰ پر از نفع اور ادنیٰ تر و تازہ ہے اور بلاشبہ وہ کلام سب سے بہتر ہے اور کوئی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

اسی طرح ایک دوسرے واقعے میں مذکور ہے، کہ جب قریش موسم حج میں جمع ہوئے اور وفود کا آنا جانا شروع ہو گیا، تو ولید نے کہا، کہ اس بارے میں کوئی متفقہ فیصلہ کر لو، تاکہ تم ایک دوسرے کی تکذیب نہ کرتے پھر وہ قریش کہنے لگے، ہم کہیں گے یہ شخص کاہن ہے، ولید نے کہا، بخدا وہ کاہن نہیں، کیونکہ اس کا زمزمہ اور سجع ویسا نہیں۔ کہنے لگے، مجنون (دیوانہ) کہیں گے۔ وہ دیوانہ بھی نہیں، کیونکہ اس میں دیوانوں والی بوک سے نہ تو ہماق ہیں۔ اچھا شاعر کہہ دیں گے، بخدا وہ شاعر بھی نہیں، کیونکہ میں شعر کی ہر قسم سے، رجز ہو یا ہجو، قرینہ (باہم و گر شعر پڑھنا) ہو یا بسوطہ (مسرت، انگیزا) یا مقبوضہ۔ (پریشان کن) ہو، اچھی طرح واقف ہوں۔ وہ کہنے لگے، ہم کہیں گے، وہ جادوگر ہے ولید نے کہا، وہ جادوگر بھی نہیں، کیونکہ اس میں نہ جادو گروں کی پھونکیں ہیں نہ گریں ہیں۔ انہوں نے دریافت کیا، پھر ہم کیا کہیں؟ اس نے کہا، تم ان باتوں میں سے جو کچھ بھی کہو گے، میں اتنا جانتا ہوں، وہ غلط ہے (ابن اسحاق اور سیوطی)۔

جب بنو سلہ کے نوجوان طبقے نے اسلام قبول کیا، تو عمرو بن العجوج نے اپنے بیٹے سے دریافت کیا، جو کچھ تو نے اس آدمی (رسول اکرم) کا کلام سنا، وہ مجھے بھی سنا، اس نے سورہ فاتحہ اھدنا الصراط المستقیم تک پڑھ کر سنائی۔ کہنے لگا، کتنا عمدہ اور دلچسپ کلام ہے۔ کیا سارا کلام ہی ایسا ہے۔ کہنے لگا، ابا! اس سے بھی بہتر ہے۔ ان میں سے کسی نے کہا، اگر یہ قرآن پاک لکھ کر کسی غیر آباد زمین میں رکھ دیا جائے، اور کسی کو رکھنے والے کا پتہ نہ ہو تو فطرت سلیم خود اس بات کی شہادت دے گی کہ وہ خدا کا طرف سے آمارا گیا ہے اور کسی انسان میں ایسا کلام تصنیف کرنے کی قدرت نہیں ہے لیکن جب یہ قرآن کریم دنیا کے سب سے سچے، معنی اور نیک انسان پر اتارا گیا

ہو۔ تو اس وقت صورت حال کیا ہوگی۔ وہ شخص کہنے لگا، بلاشبہ یہ خدا کا کلام ہے۔  
 تمام دنیا اس کی مثال لاسے پر اکسایا گیا، چنانچہ وہ عاجز آگئے۔ ان حالات میں  
 اس پر کیا شبہ ہو سکتا ہے، قرآن حکیم فرماتا ہے: قُلْ لَنْ أَجْتَمِعَ إِلَيْكُمْ وَلَا لِيُجِئَنَّ  
 عَلَيْنَا أَنْ نَأْتُوا بِمِثْلِ هَذَا الْقُرْآنِ، لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ  
 لِبَعْضٍ سَلْبِمًا۔ پس رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے زمانے میں اور نیز اس کے  
 بعد بھی کوئی شخص ویسا کلام نہ ہو سکا۔ ترتیب، شریعی گفتار، صحت معانی، نیز امثال اور  
 ان مباحث میں جن کا تعلق حشر و نشر اخبار غیب، امر بالمعروف، نہی عن المنکر، خوریزی  
 سے روکنے اور عمل رومی وغیرہ سے ہے نہ پیش کر سکا جب عرب کے فصیح و بلیغ خلیف  
 اور شعرا بھی ایسا کلام نہ پیش کر سکے، تو ایک عام آدمی ایک ایسا کلام کیسے پیش کر سکتا  
 ہے۔ علاوہ پیش از نبوت اعلیٰ رسالت چالیس سال کے عرصے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام  
 نے بھی کوئی ظلم تصنیف نہیں فرمایا، نہ کوئی شعر پڑھا، نہ کوئی واقعہ سنایا، نہ کوئی روایت  
 ۔ ان کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو نزول وحی اور کتاب مفصل سے مشرف فرمایا۔  
 پس آپ نے انہیں قرآن پاکی کی طرف بلایا، اور اس سے اپنی نبوت پر دلیل پیش کی۔  
 قرآن حکیم کا ارشاد ہے: قُلْ لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا تَلَوْتُمْ عَلَيْكُمْ وَلَا أَدْرَاكُمْ بِهِ۔  
 فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِنْ قَبْلِهِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ۔ اس بارے میں قرآن  
 پاک ایک اور جگہ فرماتا ہے: وَمَا كُنْتُمْ تَتْلُوا مِنْ قَبْلِهِ مِنْ كِتَابٍ وَلَا تَخُطُّوْنَ  
 بِمِثْلِهَا إِذَا تَرْتَابِ الْمُبِطُونَ۔

پھر مال قرآن حکیم میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جن معجزات کا اقسام اجرائے  
 اب از انکشتائے دست اور زیادتی طعام، شوق قرا و نطق احجار وغیرہ جن میں سے  
 بعض بر بنائے تحدی وقوع پذیر ہوئیں، اور بعض بطور دلیل نبوت، جو آپ کی صداقت  
 کی شاہد تھیں، ظاہر ہوئیں۔ اس سے یہ بات قطعی طور پر ثابت ہو جاتی ہے، کہ حضور

کے ہاتھوں سے کثیر تعداد میں خوارق عادات اور معجزات ظاہر ہوئے اور کثیر العدد راویوں نے انہیں بیان کیا۔ اور اگر تم رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے معجزات اور روشن علامات اور کرامات پر غور کرو، تو دیکھو گے، کہ وہ عالم علوی و سفلی، خاموش اور ناطق ساکن اور متحرک، مانع اور جامد، گزشتہ اور آئندہ، غائب اور حاضر، باطن اور ظاہر، عاجل اور آجیل سب پر حاوی ہیں۔ اگر شمار کیا جائے، تو بات بڑھ جائے گی۔ مثلاً شہاب ثاقب کا چھوٹنا، شیطانوں کو چھپ چھپ کر باتیں سننے سے روکنا، درختوں اور پتھروں کا بولنا اور آپ کی نبوت پر ان کی شہادت اور آپ سے ان کا مخاطب آپ کی سیادت کے متعلق اور ستون کا رونا اور آپ کی انگلیوں سے پانی کا جاری ہونا۔ شوقِ قمر، اندھے کی بینائی کا لوٹ آنا، اونٹ اور بھیرے کا بول اٹھنا اور حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آپ کے والد ماجد تک اجداد کی پیشانیوں میں متواتر نور کا ظہور وغیرہ ایسے معجزات ہیں جنہیں راوی متواتر بیان کرتے آئے ہیں، کہ اگر ہم خود ان کے شمار میں لگ جاتے، تو ان کے ذکر میں ہماری زندگیاں ختم ہو جاتیں، اور اگر تمام دنیا والے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مناقب کی گنتی میں لگ جاتے، تو وہ نوازشات کے ذکر سے جو خدا نے آپ کو عطا کی ہیں، عاجز آجاتے۔ یہ ایک ایسا باب ہے جس کی وسعتوں کا احاطہ کرنا اور جس کی منزل کو پالینا مشکل ہے، تاہم میں ان میں سے چند امور کا ذکر کرتا ہوں۔

قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے: - اِقْتَرَبَ السَّاعَةُ وَالنَّشِئُ  
**معجزہ شوقِ قمر :-** الْقَمْرُ۔ اس آیت سے مراد وقوعِ شوقِ قمر ہے اس کے بعد مذکور ہے، وَإِنْ يَرَوْا آيَةً يُعْرَضُوا وَيَقُولُوا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ۔ یہیں معلوم ہونا چاہیے، کہ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے علاوہ اور کسی کے لیے بھی شوقِ قمر نہیں ہوا۔ اور یہ آپ کا نہایت اہم معجزہ ہے، اور تمام مفسرین اور علمائے اہل سنت



اس امر پر متفق ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یہ معجزہ وقوع پذیر ہوا۔ کیونکہ جب کفارِ مکہ نے آپ کی تکذیب کی اور تصدیق سے انکار کیا، تو انہوں نے آپ سے ایسی دلیل مانگی، جو آپ کے دعوے کی تصدیق کرے، اس پر خدا نے آپ کو یہ عظیم علامت عطا کی جس کی ایجاد پر کسی انسان کا بس نہیں چل سکتا اور جو خدا کی وحدانیت اور آپ کی صداقت کا ثبوت ہے۔ علامہ خطاب لکھتے ہیں کہ شوقِ قرآنیک ایسا معجزہ ہے، کہ باقی انبیاء کے معجزوں میں سے کوئی بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا کیونکہ اس کا ظہور اس آسمانی دنیا میں ہوا ہے، جو اس دنیا سے جو عناصر سے مرکب ہے، مختلف ہے۔ جہاں تک کسی طریقے سے بھی رسائی ممکن نہیں۔ اسی لیے اسے واضح ترین دلیل کہتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما راوی ہیں، کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عہد میں شوقِ قرآن ہوا، تو مشرکین کہنے لگے، یہ ابن ابی کبشہ کا جادو ہے، اس لیے باہر سے آنے والے مسافر کا انتظار کرو، کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں کی نظر بندی نہیں کر سکتا۔ چنانچہ لوگ سفر سے لوٹے تو انہوں نے واقعہ کی تصدیق کی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما راوی ہیں، کہ مشرکین مکہ، جن میں ولید بن مغیرہ، ابوہبل بن ہشام، عاص بن وائل، اسود بن مطلب، نضر بن حارث اور اسی قاش کے اور لوگ شامل تھے، جمع ہو کر آئے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگے، اگر آپ سچے ہیں، تو چاند کے دو ٹکڑے کر دیجیے۔ آپ نے دعا کی اور چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ (ابو نعیم) امام بخاری نے مختصر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے، کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں مذکور ہے، کہ اہل مکہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا، کہ ہمیں کوئی معجزہ دکھائیے، آپ کے انہیں چاند کو دو ٹکڑے کر کے یوں دکھایا، کہ ان کے درمیان غارِ حرا کا نقشہ ابھر آیا، ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں مذکور

ہے کہ حضور نبی کریم علیہ اچیتہ والسلام کے عہد میں چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے، ایک ٹکڑا پہاڑ کے اوپر تھا، اور دوسرا اس سے پرے۔ اس پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، گواہ رہو۔ ترمذی میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے، اقترب الساعة والنشق القمر کے بارے میں مذکور ہے، کہ یہ واقعہ آپ کے عہد میں ہوا، ایک حصہ پہاڑ کے اوپر تھا اور ایک پہاڑ کے پیچھے۔ اس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اب گواہ رہو۔ امام احمد، جبرین، مطعم سے راوی ہیں، کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے تھے، ایک اس پہاڑ پر اور ایک اس پہاڑ پر۔ کفار کہنے لگے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری نظر بندی کر لی ہے، پھر کہنے لگے، کہ ہم پر تو جاؤ ہو سکتا ہے لیکن سب پر تو نہیں ہو سکتا۔

علامہ ابن عبدالبر لکھتے ہیں، کہ شوق قمر کا واقعہ صحابہ کی ایک بڑی جماعت نے اور اسی طرح ان سے تابعین نے اور ان سے ایک جم غفیر نے نقل کیا، تا آنکہ نوبت ہم تک پہنچ گئی جس کی تائید یہ آیت کرتی ہے علامہ ابن اسبکی نے المختصر کی شرح میں بیان کیا ہے کہ میری رائے میں شوق قمر کا واقعہ متواتر کی ذیل میں آتا ہے، جس پر قرآن کی نص وارد ہوئی ہے اور جو بخاری اور مسلم کے علاوہ اور کتب حدیث میں اتنے مختلف طریقوں سے مذکور ہے، کہ اس کے قواتر میں کوئی شبہ نہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سورج کا لوٹنا۔ اس آیت میں بعضی ائمہ نے  
 سے مروی ہے کہ رسول کریم  
 پر وحی کا نزول ہوا تھا اور حضرت علی کریم اللہ وجہہ کی گود میں آپ نے سر رکھا ہوا تھا،  
 انہوں نے عصر کی نماز نہیں پڑھی تھی، اور اس اثنا میں سورج غروب ہو گیا۔ آپ نے  
 دریافت فرمایا علی! تم نے عصر کی نماز پڑھی ہے، انہوں نے کہا، نہیں یا رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعا فرمائی، اے خدا! یہ (علی) تیری اور میرے

رسول کی اطاعت میں مصروف تھا، اس لیے سورج کو لوٹا دے۔ اس بار راوی ہیں، کہ میں نے سورج کو غروب ہوتے دیکھا تھا، پھر میں نے اسے بعد از غروب طلوع ہوتے دیکھا اور اس کی کرنیں پہاڑوں پر اور زمین پر پڑیں۔ یہ واقعہ جنگ خیبر کے دوران میں بمقام صہبار پیش آیا۔ قاضی عیاض نے کتاب الشفا میں امام طحاوی سے روایت کیا ہے اور اس (اسما) سے طبرانی نے معجم الکبیر میں بیان کیا ہے اور اسی طرح ابن مندہ اور ابن شاہین اور ابن مردودہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے اخذ کیا اور طبرانی نے معجم الاوسط میں بہ سند حسن حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے، کہ آپ نے سورج کو حکم دیا اور وہ بھوڑی دیر کے لیے رک گیا۔ قاضی عیاض ابن اسحاق سے راوی ہیں کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو معراج ہوئی، تو آپ نے اپنی قوم کو کاروانیوں کا اور ایک کاروان تجارت کے نام و نشان کا ذکر کیا۔ انہوں نے پوچھا، قافلہ کب پہنچے گا؟ آپ نے فرمایا، بدھوار کو جب وہ دن آیا، تو قریش کی آنکھیں انتظار میں ادھر تک نہیں دن ختم ہو گیا، اور کاروان نہ آیا۔ آپ نے دعا فرمائی، اور دن کے وقت میں ایک گھنٹے کا اضافہ کر دیا گیا، اور سورج کو روک دیا گیا۔ اسی طرح روایت میں ہے، کہ خندق کے دن بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سورج کو روک دیا گیا تھا، کیونکہ رسول کریم کی عصر کی نماز قضا ہو گئی تھی۔ اس بنا پر سورج کا رکنا ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور پویش علیہ السلام سے مخصوص ہے۔ جیسا کہ قاضی عیاض نے الاکمال میں بیان کیا ہے جس سے امام نووی اور حافظ ابن حجر نے نقل کیا، اور تصدیق کی۔

اس کے بارے میں کئی واقعات جماد اس کے حضور اکرم کا حکم مانا اور گفتگو کی :- مذکور ہیں مثلاً یہ کہ طعام اور کنکر آپ کے ہاتھ میں بول اٹھے۔ حضرت ابو ذر کی حدیث میں ہے، کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سات کنکریاں اٹھائیں جو آپ کے ہاتھ میں تسبیح پڑھنے لگیں۔ چنانچہ میں نے

بھی ان کی آواز سنی، پھر آپ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی مقبلی پر رکھیں وہ تسبیح پڑھ رہی تھیں پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر، اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر رکھیں اور وہ تسبیح پڑھ رہی تھیں (بزاز و طبرانی) طبرانی کی روایت میں ہے کہ اس حلقے میں موجود سب لوگوں نے ان کی آواز سنی۔ پھر آپ نے وہ کنگرہ جاکے حوالے کیے، لیکن انہوں نے پھر تسبیح نہیں پڑھی۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث سے امام بخاری نے تخریج کی ہے، حضرت ابن مسعود راوی ہیں، کہ ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے اور کھانے کی تسبیح سن رہے تھے

جعفر بن محمد اپنے والد سے راوی ہیں، کہ جب رسول کریم علیہ السلام نے بیمار ہونے، تو جبریل علیہ السلام ایک کھالی جس میں انار اور انگور رکھے تھے، لائے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ پھل کھانے اور تسبیح پڑھی۔ قاضی عیاض نے یہ روایت الشفا میں بیان کی ہے۔ اسی طرح پتھر کا سلام کہنا بھی ثابت ہے۔ امام مسلم نے جابر بن سمرہ کی حدیث سے تخریج کی ہے، وہ راوی ہیں، رسول کریم علیہ السلام نے فرمایا، کہ میں اب بھی مکے میں اس پتھر کو پہچانتا ہوں، جو بئیت سے پہلے مجھے سلام کہا کرتا تھا۔ پتھر کے بارے میں اختلاف ہے، بعض اس سے حجر اسود اور بعض اس سے وہ پتھر مراد لیتے ہیں، جو ایک غلی میں واقع تھا، اور جسے چھونے سے لوگ طالب برکت ہوتے تھے، اور کہتے کہ یہ وہی پتھر ہے، جو گزرتے وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سلام کہا کرتا تھا۔ ترمذی وغیرہ حضرت علی کریم اللہ وجہہ سے راوی ہیں، کہ میں مکے میں آپ کے ساتھ چلتا پھرتا تھا۔ ایک دفعہ ہم مکے کے اطراف میں کھوستے پھرتے تھے، چنانچہ جس درخت یا پتھر کے پاس سے گزرتے، وہ آپ سے السلام علیک یا رسول اللہ کہہ کر مخاطب ہوتا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، رسول کریم علیہ السلام سے راوی ہیں، کہ جب جبریل نے مجھے رسالت پیش کی، میں جس درخت یا پتھر کے پاس سے گزرتا، وہ مجھے السلام

علیک یا رسول اللہ سے مخاطب ہوتا۔ (بزاز اور ابو نعیم) چنانچہ آپ کی دعا پر گھر کے دروازوں اور دیواروں کا آمین کتنا اسی ذیل میں آتا ہے۔ ابو اسید الساعدی سے مذکور ہے، کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا، چچا جان! کل صبح آپ اور آپ کے بیٹے میرے آنے تک گھر سے باہر نہ جائیں۔ وہ منتظر رہے، تا آنکہ آپ بعد از چاشت تشریف لائے، اور السلام علیکم کہا اور خیریت دریافت فرمائی، انہوں نے جواب سلام کے بعد حسب معمول عرض کیا، کہ گھر میں ہر طرح سے خیریت ہے، فرمایا، میرے قریب آ جاؤ اور اچھی طرح جڑ کر بیٹھو۔ جب وہ اچھی طرح اکٹھے ہو کر بیٹھ چکے، تو انہیں چادر اوڑھا دی، فرمایا، اسے اللہ یہ میرا چچا ہے اور یہ لوگ میرے چچا کی اولاد ہیں، یہ سب میرے اہل بیت ہیں، تو انہیں اس طرح آگ سے بچاؤ اور محفوظ رکھو، جس طرح کہ میں نے انہیں اس چادر میں چھپا لیا ہے اس پر گھر کے دروازوں سے آمین آمین کی آوازیں آئیں۔ (ذہبی وغیرہ) اسی طرح پہاڑ سے آپ کی گفتگو اسی ذیل میں آئی ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں، کہ ایک دن آپ حضرت ابو بکر، عمر اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم کے ساتھ اُحد پہاڑ پر کھڑے تھے، کہ پہاڑ کا پتہ لگا، آپ نے زو سے پلٹ کر فرمایا، اسے اُحد پہاڑ! مت کانپ، کیونکہ تیری پشت پر ایک نبی ہے ایک صدیق ہے اور دو شہید ہیں (بخاری)، اُحد مدینے کے پہاڑ کا نام ہے اور اسی کے بارے میں آپ نے فرمایا تھا، اُحد میں چاہتا ہے اور ہم اسے چاہتے ہیں۔ اسی طرح جبل ثبیر اور جبل حرا کے بارے میں جو مکے میں ہیں، کئی قصے مذکور ہیں۔ جب قریش مکہ آپ کی تلاش میں نکلے تو جبل ثبیر نے آپ سے کہا، آپ مجھ میں اتر آئیے، مجھے ڈر ہے کہ مبادا کفار آپ کو میری حدود میں قتل کر دیں اور خدا مجھے سزا دے۔ یہی بات آپ سے کوہ حرا نے کہی۔ یہ دونوں پہاڑ ایک دوسرے کے آمنے سامنے واقع ہیں اور درمیان میں ایک وادی ہے۔

اسی طرح آپ سے درختوں کا خطاب، سلام اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کا ماننا بھی اسی ذیل میں آتا ہے، جب رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم پر وحی کا نزول ہوا، تو آپ جس درخت اور پتھر کے پاس سے گزرتے، وہ آپ کو السلام علیک یا رسول اللہ کہتا۔ امام احمد نے طلحہ بن نافع سے تخریج کی ہے، کہ ایک دفعہ جبریل علیہ السلام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اسی حالت میں حاضر ہوئے، کہ آپ منہم بیٹھے تھے اور اہل مکہ کی ایذا رسانی سے، آپ کے کپڑے خون آلود تھے۔ انہوں نے اس کی وجہ دریافت کی، تو رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے فرمایا، یہ اہل مکہ کی کارستانی ہے، جبریل کہنے لگے، کیا آپ چاہتے ہیں، کہ میں خدائی قدرت کا کوئی عجوبہ آپ کو دکھاؤں! فرمایا، دکھاؤ، جبریل علیہ السلام نے وادی کے دوسرے سرے پر ایک درخت کو دیکھا، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہنے لگے، کہ اسے بلائیے، آپ نے بلایا تو درخت چلتا ہوا آپ کے سامنے آکھڑا ہوا۔ پھر جبریل نے کہا، اسے حکم دیجئے کہ واپس اپنے مقام پر چلا جائے، چنانچہ آپ نے حکم دیا اور وہ واپس چلا گیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بس بس اتنا ہی کافی ہے۔ حاکم نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے تخریج کی ہے وہ راوی ہیں کہ ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے، کہ سامنے سے ایک بدو نکل آیا، جب وہ قریب آیا، تو آپ نے پوچھا، کہاں جا رہے ہو کہنے لگا، اہل و عیال کے پاس۔ فرمایا، کیا تیرے بھلے کی ایک بات کہوں، کہنے لگا، وہ کیا ہے، فرمایا، "تم شہادت دو، کہ خدا واحد لا شریک ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم، اس کے بندے اور رسول ہیں" اس نے کہا، جو کچھ آپ کہہ رہے ہیں، اس کا، آپ کے پاس کیا ثبوت ہے؟ فرمایا، یہ درخت گواہ ہے، آپ نے اسے جو وادی کے ایک کنارے پر بٹھا، بلایا، چنانچہ وہ زمین کو چیرتا اور پھاڑتا آپ کے سامنے آکھڑا ہوا اور زمین دفعہ کلمہ شہادت پڑھا اور پھر واپس اپنی جگہ پر جا کھڑا ہوا۔ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک بدو نے رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم سے

کما اپنی نبوت کی کوئی شہادت پیش کیجئے۔ آپ نے کہا، اس درخت سے کما کہو، کہ تمہیں رسول اللہ بلا تے ہیں۔ بدو نے درخت سے کما، تو درخت اپنے دائیں بائیں اوٹے آگے پھیرے جھوٹا۔ پھر اس نے اپنی جڑیں اکھڑیں اور زمین کو چیرتا پھاڑتا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آکھڑا ہوا، اور السلام علیک یا رسول اللہ کہا، آپ نے بدو سے کما اب درخت کو کہیں کہ واپس چلا جائے، درخت مڑا، اور اپنے مقام پر جڑیں زمین میں گاڑ دیں اور ڈٹ کر کھڑا ہو گیا۔ بدو کہنے لگا، مجھے اجازت دیجئے، کہ میں آپ کو سجدہ کروں۔ فرمایا، اگر میں کسی شخص کو خدا کے بغیر کسی اور کو سجدے کی اجازت دے سکتا، تو عورت کو حکم دیتا، کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔ (قاضی عیاض)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، کہ ایک بدو آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا، کہ میں کیسے سجدوں، کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ فرمایا، اگر میں مجھوں کی اس ہنسی کو اپنے پاس بلا لوں، تو کیا تو میری رسالت کی شہادت دے گا۔ چنانچہ آپ نے بلایا وہ ہنسی درخت سے اتری اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس آگری۔ پھر حکم دیا، کہ واپس لوٹ جاؤ، چنانچہ وہ لوٹ گئی اور بدو مسلمان ہو گیا۔ (ترمذی نے اس روایت کی تصحیح کی ہے یعلیٰ بن مرہ ثقفی کی حدیث میں ہے کہ ہم روانہ ہوئے، اور ایک مقام پر پہنچے، جہاں رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم سو گئے۔ اتنے میں ایک درخت زمین کو چیرتا پھاڑتا آیا، آپ کو ڈھانپ لیا اور پھر اپنی جگہ پر لوٹ گیا۔ جب آپ جاگے، تو میں نے اس کا ذکر آپ سے کیا، فرمایا، اس درخت نے خدا سے مجھے سلام کہنے کی اجازت طلب کی تھی۔ جو اسے مل گئی (یعنی نے یہ واقعہ شرح السنۃ میں بیان کیا ہے) امام مسلم نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، کہ ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک وادی (جو اربع میں تھی) اترے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام قضا نے حاجت کے لیے روانہ ہوئے، اور میں پانی کا برتن لیے ساتھ تھا۔ آپ نے دیکھا، کہ آڑ کے لیے

کوئی چیز نہ تھی، دُور کنارے پر دو درخت کھڑے تھے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک کے پاس گئے، اس درخت کی ایک شاخ پکڑ کر فرمایا، کہ تو اللہ کے حکم سے میرے ساتھ چل، چنانچہ اس اونٹ کی طرح جو اپنے مالک کے پیچھے چلتا ہے، وہ آپ کے ساتھ چل پڑا، پھر دوسرے درخت کے ساتھ بھی آپ نے ایسا ہی کیا۔ جب دریاں میں پہنچے، تو حکم دیا، کہ جڑ جاؤ، چنانچہ دونوں درخت جڑ گئے (اور اڑ بن گئی)۔

**ستون مسجد کی آہ وزاری :-** ستون مسجد کی آہ وزاری (جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت میں اس سے سرزد ہوئی،

بھی اسی ذیل میں آتی ہے، اور یہ نبوت کی نشانیوں سے ایک بڑی نشانی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات سے ایک بڑا معجزہ ہے جو آپ کی نبوت پر دلالت کرتا ہے امام شافعی فرماتے ہیں، کہ خدا نے کسی نبی کو وہ کچھ عطا نہیں کیا، جو ہمارے نبی کو عطا کیا۔ ان سے پوچھا گیا، کہ عیسیٰ علیہ السلام مُردوں کو زندہ کرتے تھے۔ انہوں نے کہا، محمد رسول اللہ کو ستون کی آہ وزاری عطا کی، جس کی آواز برآمدی نے سنی اور یہ اس سے بڑا معجزہ ہے۔ قاضی عیاض لکھتے ہیں کہ ستون کی آہ وزاری کی حدیث مشہور اور دنیا میں پہلی ہوئی ہے، اور یہ خبر متواتر ہے۔ اہل صحیح نے اس کی تخریج کی ہے اور کئی صحابہ سے یہ واقعہ مذکور ہے۔ ان میں ابی بن کعب، جابر بن عبد اللہ، انس بن مالک، عبد اللہ بن عمر، عبد اللہ بن عباس، سہل بن سعد، ابو سعید خدی، بریدہ، ام سلمہ اور مطلب بن ابی وداع رضی اللہ عنہم شامل ہیں، قصہ ایک ہی ہے اگرچہ الفاظ مختلف ہیں۔ اور وہ یوں ہے، کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد کی چیت کھجور کے ستونوں پر ڈالی گئی تھی۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیتے، تو ایک ستون کا سہارا لے کر کھڑے ہو جاتے۔ بعدہ آپ کے لیے تین سیڑھیوں والا ایک منبر بنایا گیا، تاکہ جب آدمی زیادہ ہوں تو آپ کی آواز سنی جاسکے۔ جب حضور منبر پر بیٹھے، تو ستون سے آواز آئی پھٹا اور ٹوٹ گیا ایک روایت میں ہے، کہ ستون



نے چیخ ماری۔ آپ نیچے اترے، ستون کو سینے سے لگایا وہ بچے کی طرح سسکیاں لے  
 لے کر رو رہا تھا، ایک روایت میں ہے، کہ ہمیں ستون کی آواز ایسی معلوم ہوئی جیسے دو  
 دینے والی اونٹنی بولتی ہے۔ اور ایک روایت میں ہے، کہ اس ستون سے ایسی آواز آئی  
 جیسی اس اونٹنی کی جس کا بچہ اس سے علیحدہ کر دیا گیا ہو۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے  
 روایت ہے، کہ ٹکڑی سے ایسی آواز سنی گئی، جیسی کہ ایک شیدائی کی آہ وزاری، وہ  
 آہ وزاری کرتا رہا، تا آنکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام منبر سے اترے، اس کی طرف چل کر  
 گئے، اسے بھیچا اور وہ چپ ہو گیا۔ ایک روایت میں ہے، کہ ستون حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام  
 کے غم میں بل کی طرح ایسا ڈکارا، کہ مسجد کانپ گئی۔ آپ منبر سے اترے اور اسے بھیچا  
 چنانچہ وہ خاموش ہو گیا۔ پھر آپ نے فرمایا، اس فات کی قسم جس کے قبضے میں میری  
 جان ہے، کہ اگر میں اسے نہ بھیچتا، تو وہ میرے غم میں اسی طرح قیامت تک ڈکارتا  
 رہتا۔ آپ نے حکم دیا، کہ اسے دفن کر دیا جائے۔ بریدہ کی حدیث میں مذکور ہے آپ نے  
 ستون سے دریافت فرمایا، کہ اگر تو ہاتھ ہے تو میں تجھے اسی باغ میں واپس کر دیتا ہوں  
 تیری جڑیں نکل آئیں گی اور تو پھر سے پورا درخت بن جائے گا، اور پتے اور پھل بھی آگ  
 آئے گا۔ اور اگر تیری خواہش ہو، تو تجھے جنت کے باغ میں لگا دیں گے اور اولیاء اللہ  
 تیرا پھل کھائیں گے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا کان ستون کے ساتھ لگایا، تاکہ  
 اس کی بات سن سکیں۔ اس نے کہا، میں چاہتا ہوں، کہ آپ مجھے جنت میں گاڑ دیں  
 تاکہ اولیاء اللہ میرا پھل کھائیں، اور اسی جگہ رہوں، جہاں کہنگی میرے پاس نہ پھٹے۔ جو  
 لوگ قریب تھے، انہوں نے یہ گفتگو سنی۔ فرمایا تمہیک ہے، ہاں ستون نے دار البقا کو دار فنا  
 پر ترجیح دی۔ ستون کی آہ وزاری کی حدیث، صحابہ کی ایک جماعت نے مختلف طریقوں  
 سے بیان کی ہے جس سے اس کی قطعیت ثابت ہوتی ہے۔ علامہ ابن السبکی لکھتے ہیں  
 میرے نزدیک صحیح بات یہ ہے، کہ ستون کی آہ وزاری کی حدیث قواتر کا درجہ رکھتی ہے

حافظ ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں، کہ ستون کی آہ وزاری اور شوقِ قر کے بارے میں اس کثرت سے احادیث مذکور ہیں، کہ جو شخص بھی طرقِ حدیث سے واقف ہے، اس کے نزدیک اسے قطعیت کا درجہ حاصل ہے۔ علامہ بیہقی لکھتے ہیں، کہ ستون کی آہ وزاری کا قصہ ان ظاہری امور میں سے ہے، جو سلف سے خلف کو منتقل ہوئے ہیں۔ ابوالقاسم بغوی رقمطراز ہیں، کہ جب بھی امام حسن رضی اللہ عنہ یہ حدیث بیان کرتے، تو رونے لگ جاتے پھر کہتے اے لوگو! کہ ایک لکڑی بوجہ اس تعجب کے جو رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کو خدا سے حاصل تھا، شوق سے رونے لگ گئی، تمہیں تو آپ سے زیادہ الفت اور لگاؤ ہونا چاہیے۔

**حضور اکرم سے جانوروں کی گفتگو اور فرماں برداری :-** اس ضمن میں اونٹ کا سجدہ اور آپ سے اس کی شکایت

سنئے: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ انصار میں ایک خاندان ایسا تھا، جن کے پاس ایک اونٹ تھا، جس سے وہ کھیتی کو پانی دیتے تھے، چنانچہ وہ لن کے خلاف پھر گیا اور کام کرنے سے انکار کر دیا۔ وہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، کہنے لگے، یا رسول اللہ! ہمارے پاس ایک اونٹ تھا، جس سے ہم کھیتی باڑی کو پانی دیتے تھے، وہ پھر گیا ہے اور محنت سے انکاری ہے، باغ اور کھیتی پیاسے ہیں، رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے صحابہ سے فرمایا، اٹھو، چلیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام باغ میں داخل ہوئے اونٹ ایک طرف کھڑا تھا، آپ اس کی طرف چل دیئے۔ انصاری نے کہا، یا رسول اللہ! اسے کتے کی طرح ہلکاؤ ہو گیا ہے اور ہم اس کے شر سے ڈرتے ہیں۔ فرمایا، مجھ اس سے کوئی ڈر نہیں۔ جب اونٹ نے آپ کو دیکھا، تو ادھر کو آیا، اور آپ کے سامنے سجدے میں گر پڑا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پیشانی کے بالوں سے پکڑ لیا، اور ایسا تا بعد رہ گیا، کہ پہلے کبھی بھی ایسا نہیں ہوا تھا۔ آپ نے اسے کام پر لگا دیا۔ صحابہ نے عرض کی، یا رسول اللہ! یہ ایک ناکھ حیوان ہے آپ کو سجدہ کرتا ہے، ہم مائل ہونے کی

بننا پر کیوں نہ آپ کو سجدہ کریں۔ فرمایا کسی آدمی کو زیب نہیں دیتا کہ وہ آدمی کو سجدہ کرے  
 اگر یہ بات درست ہوتی، تو میں عورت کو حکم دیتا، کہ وہ بر بنائے فوقیت حقوق خاوند کو  
 سجدہ کرے۔ (احمد اور نسائی) یعنی بن مرہ نقضی کی حدیث میں مذکور ہے۔ ہم حضور صلی اللہ  
 علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ جا رہے تھے، کہ ایک اونٹ کے پاس سے گزرے، جو ایک کھیتی  
 کو پانی پلار ہا تھا۔ جب اس نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا تو بلبلایا، اور گردن زمین پر  
 رکھ دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس کھڑے ہو گئے، فرمایا اس کا مالک کہاں ہے؟  
 جب وہ آیا، فرمایا، یہ اونٹ مجھے بیچ دو۔ اس نے کہا، ہم یہ اونٹ بطور ہبہ پیش کرتے ہیں،  
 کیونکہ جن لوگوں کا یہ اونٹ ہے۔ ان کا ذریعہ معاش اور کچھ نہیں۔ فرمایا اب تم نے اس بات  
 کا ذکر کیا ہے، مگر اس نے شکایت کی ہے، کہ اس سے زیادہ کام لیا جاتا ہے اور گھاس  
 کم کھلائی جاتی ہے۔ اس لیے اس سے اچھا سلوک کرو۔ (یعنی نے شرح السنۃ میں بیان  
 کیا) ابن شاہین نے عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے کہ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم  
 ایک انصاری کے باغ میں داخل ہوئے، وہاں ایک اونٹ تھا۔ جب آپ کو دیکھا تو بلبلایا  
 اور آنکھوں میں آنسو پھیر لایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے قریب گئے، اور اس کو کانوں کے  
 پاس تھپکی دی۔ تو وہ خاموش ہو گیا۔ دریافت فرمایا۔ اس اونٹ کا مالک کون ہے؟ تو انصاری  
 کا ایک جوان سامنے آیا۔ اس نے عرض کیا، یا رسول اللہ! میرا ہے۔ کیا تو اس جانور کے  
 بارے میں جس کی ملکیت خدا نے تجھے دی ہے، خدا سے نہیں ڈرتا۔ کیونکہ اس نے شکایت کی  
 ہے، کہ تو اسے بھوکا رکھتا ہے اور اسے تنگ کرتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں، کہ  
 بکری نے رسول اکرم کو سجدہ کیا :- رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم ایک انصاری کے  
 باغ میں داخل ہوئے، اور حضرت ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما بھی ساتھ تھے۔ وہاں ایک  
 بکری تھی جس نے آپ کو سجدہ کیا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا، یا رسول اللہ! اس

بکری سے زیادہ ہمیں آپ کے سجدے کا استحقاق ہے۔ فرمایا، کسی آدمی کو زیب نہیں دیتا، کہ وہ کسی اور انسان کو سجدہ کرے۔ قاضی عیاض نے کتاب الشفا میں لکھا ہے کہ ایک شخص حاضر خدمت ہو کر ایمان لایا، وہ خیبر کے بعض قلعوں میں لوگوں کی بکریاں چراتا تھا، عرض کیا، یا رسول اللہ! میں ان بکریوں کا کیا کروں۔ فرمایا، ان کے منہ اپنے گھروں کی طرف موڑ دو، اس طرح خدا تیری اس امانت کو ادا کر دے گا اور بکریاں اپنے اپنے گھروں میں پنخ جائیں گی۔ اس نے تعمیل کی اور تمام بکریاں اپنے اپنے گھروں میں پنخ گئیں۔

بھیرے نے حضور اکرم کے متعلق گفتگو کی :- اکثر صحابہ نے جن میں ابو سعید خدری بھی شامل ہیں بیان کیا کہ ایک بھیرے نے

بھیرے پر حملہ کر کے اسے دبوچ لیا۔ گڈیے نے تعاقب کر کے اسے پکڑ لیا اور بھیرے پھینک دی۔ وہ پھلی ٹانگوں پر بیٹھ گیا، کہنے لگا، کیا تو اللہ سے نہیں ڈرتا کہ مجھ سے میرا رزق جو خدا نے مجھ تک پہنچایا ہے، چھینتا ہے، گڈریا کہنے لگا، جیوت ہے، کہ ایک بھیرے یا انسانوں کی طرح باتیں کر رہا ہے، بھیرے نے لگا، میں تمہیں اس سے عجیب تر بات بتاؤں مجھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینے میں لوگوں کو گزشتہ گھنٹہ کی باتیں بتا رہا ہے۔ اس پر گڈریا، بکریوں اور بھیروں کو ہلکا مدینے جا پہنچا۔ اور انہیں ایک طرف کونے میں روک دیا۔ پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر واقعہ بیان کیا۔ آپ نے حکم دیا کہ اصلوۃ جامعۃ کی منادی کی جائے۔ اب بدو کو حکم دیا کہ ان لوگوں کو وہ واقعہ سناؤ اس نے تعمیل حکم کی (امام احمد، قاضی عیاض لکھتے ہیں، کہ بعض طریقوں سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ بھیرے نے بدو سے کہا، مجھے تم پر تعجب ہے، کہ تو اپنی بھیر بکریوں کو تو جانتا ہے، لیکن اس نبی سے ناواقف ہے، جس سے عظیم المرتبت انسان اور کوئی نہیں آیا جس کے لیے جنت کے دروازے کھول دیئے گئے ہیں اور اہل جنت آپ کے صحابہ کو جو مصروف جہاد ہیں دیکھ رہے ہیں اور تمہارے اور اس کے درمیان صرف یہ درہ حائل ہے، وہاں تو اللہ کے

لشکر میں شامل ہو جائے گا۔ گڈریا کہنے لگا۔ میرے ریوڑ کی حفاظت کون کرے گا۔ بھیڑیے نے کہا، تمہاری واپسی تک میں انہیں چراتا رہوں گا۔ گڈریے نے اپنا ریوڑ اس کے سپرد کیا اور چل دیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ واقعہ اور اپنے اسلام لانے کا قصہ سنایا اور نیز بتایا کہ وہ جہاد میں شرکت کے لیے آیا ہے۔ آپ نے فرمایا، تم اپنے ریوڑ کی طرف لوٹ جاؤ، ان کی تعداد بڑھ گئی ہے، چنانچہ جب وہ آیا، تو بات ٹھیک نکلی۔ اور اس نے بھیڑیے کے لیے ایک بکری ذبح کی (اور اسے کھلانی)

سعید بن منصور حضرت ابو ہریرہ سے راوی ہیں، کہ ایک بھیڑیا اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھ گیا، اور دم ہلانے لگ گیا، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، یہ بھیڑیوں کی طرف سے بطور وفد آیا ہے، اور اس لیے آیا ہے، کہ تم اپنے مال میں سے انہیں بھی کچھ دو۔ صحابہ نے کہا، بخدا ہم ہرگز ایسا نہیں کریں گے، ایک آدمی نے پتھر اٹھایا اور بھیڑیے کو دے مارا وہ چمٹتا چلاتا بھاگ کھڑا ہوا۔ آپ نے فرمایا: الذئب! وما الذئب! ابن وہب راوی ہیں، کہ ابوسفیان بن حرب اور صفوان بن امیہ نے ایک بھیڑیے کو دیکھا، کہ اس نے ایک ہرن کو پکڑا مگر وہ بھاگ کر حد و حرم میں گھس گیا۔ اس پر بھیڑیے نے اسے پھوڑ دیا یہ دیکھ کر وہ حیران ہوئے، بھیڑیا کہنے لگا، اس سے بھی عجیب تر یہ امر ہے کہ محمد بن عبد اللہ تمہیں مدینے میں جنت کی طرف بلا تے ہیں اور تم اسے آگ کی طرف بلا تے ہو۔ ابوسفیان نے کہا، لات اور عزیٰ کی قسم! اگر تم یہ بات مکے میں کہتے، تو وہاں فساد اٹھ کھڑا ہوتا۔

قاضی عیاض، کتاب الشفا میں لکھتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ گوہ کا واقعہ :- سے مروی ہے، کہ ایک دفعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے درمیان تشریف فرما تھے، کہ بنو سلیم کا ایک بدو آیا جس نے ایک گوہ شکار کی تھی، جسے اس نے آستین میں چھپا رکھا تھا، تاکہ گھر جا کر بھون کر کھائے گا۔ جب اس نے لوگوں کو دیکھا تو پوچھا، کہ یہ آدمی کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا، اللہ کے رسول ہیں، اس نے آستین

سے گوہ نکالی کہنے لگا۔ اگر یہ گوہ ایمان لے آئی تو میں بھی مسلمان ہو جاؤں گا۔ بدو نے گوہ آپ کے سامنے پھینک دی۔ آپ نے گوہ سے خطاب کیا :- اے گوہ! اس پر اس نے واضح زبان میں جو سب سن رہے تھے، کہا، لبیک وسعدیک یا زین من وانی القیامتہ۔ آپ نے دریافت فرمایا، تو کس کی عبادت کرتی ہے؟ عرض کیا، "اس خدا کی، جس کا عرش آسمانوں میں، حکومت زمین پر، راستہ سمندر میں، رحمت جنت میں اور عذاب آگ میں ہے۔" پھر دریافت فرمایا، "میں کون ہوں؟" کہا، "آپ رب العالمین کے رسول اور خاتم النبیین ہیں جس نے آپ کی تصدیق کی، وہ نجات پا گیا اور جس نے تکذیب کی وہ ناکام ہوا۔" بدو مسلمان ہو گیا۔

ہرنی کا واقعہ :- حدیث کے اکثر اماموں نے مختلف طریقوں سے جن سے

ایک دوسرے کو تقویت حاصل ہوتی ہے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا ہے، کہ ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک صحرا میں تھے کہ آپ نے ایک ہفت کو تین دفعہ یا رسول اللہ کہتے سنا۔ آپ نے دیکھا، کہ ایک ہرنی ایک کمرے میں بندھی ہوئی ہے اور ایک بدو چادر اوڑھے دھوپ میں سو رہا ہے۔ ہرنی سے پوچھا، "مجھ سے تیرا کیا کام ہے؟" کہنے لگی، "اس بدو نے مجھے چھانس لیا ہے اور اس پہاڑ میں میرے دو بچے ہیں۔ مجھے آزاد کیجئے، تاکہ میں انہیں دودھ پلاؤں اور پھر لوٹ آؤں۔" دریافت فرمایا، "کہا تو وعدہ پورا کرے لی" کہنے لگی، "خدا مجھے عیش جمع کرنے والوں کا سزا عذاب دے اگر میں واپس نہ آؤں۔" آپ نے اسے آزاد کر دیا، وہ گئی، واپس آئی اور آپ نے اسے باندھ دیا۔ بدو جاگ اٹھا، پوچھا، "یا رسول اللہ! میں آپ کی کبا خدمت کر سکتا ہوں؟" فرمایا، اس ہرنی کو چھوڑ دو۔ اس نے تعمیل کی، ہرنی خوشی سے بھاگتی تھی، اور پاؤں زمین پر مارتے ہوئے کلمہ شہادت پڑھتی جاتی تھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا راوی ہیں، کہ ہمارے پاس ایک ہاتھ باندھنا تھا۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمارے گھر تشریف لائے۔

تو یہ آرام سے بیٹھا رہتا، نہ آتا نہ جاتا۔ جب آپ تشریف لے جاتے تو پھر بھاگنا دوڑنا شروع کر دیتا۔ (الشفاء)

یہ متبرک ترین پانی تھا صحابہ  
**حضور اکرم کی انگلیوں سے صاف پانی کا بہہ نکلنا :-** کی ایک بڑی جماعت نے

جن میں حضرت انس، جابر، ابن مسعود اور ابن عباس شامل ہیں، یہ احادیث بیان کی ہیں۔ صحیحین میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، کہ نماز عصر کا وقت آگیا، اور رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے لیے بعد از تکلیف صحابہ حضور کا پانی لائے۔ آپ نے اپنا ہاتھ برتن کے اندر رکھ دیا اور لوگوں کو وضو کرنے کا حکم دیا۔ میں نے دیکھا کہ آپ کی انگلیوں کے درمیان سے اور اطراف سے پانی بہ رہا تھا۔ تا آنکہ سب نے وضو کر لیا۔ راوی نے حضرت انس سے دریافت کیا، تمہاری تعداد کتنی تھی؟ جواب دیا تین سو۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں، کہ میں غزوہ تبوک میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ صحابہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! ہماری سواریاں اور اونٹ پیاسے ہیں، فرمایا، کیا کسی کے پاس کچھ بچا کھچا پانی ہے؟ ایک آدمی ایک پرانی مشک میں بھٹوڑا سا پانی لایا۔ فرمایا اسے ایک بڑے پیالے میں انڈیل دو۔ اس نے انڈیلا اور آپ نے اپنا ہاتھ پانی میں ڈالا، میں نے دیکھا کہ آپ کی انگلیوں کے درمیان سے چشمتے کی طرح پانی ابل ابل کر نکل رہا ہے۔ ہم نے اپنی سواریوں اور اونٹوں کو پلایا اور برتن بھر لیے۔ اس پر آپ نے دریافت فرمایا، کیا تمہاری تسلی ہو گئی ہے؟ ہم نے کہا، ہاں یا رسول اللہ! آپ نے ہاتھ بٹھالیا۔ اور پانی بند ہو گیا۔ (ابن شاہین)

امام بیہقی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں، کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بہ مقام قبائے ایک گھر سے آپ کو چھوٹا سا پیالہ پیش کیا گیا، آپ نے ہاتھ ڈالا، لیکن پورا ہاتھ سمانہ سا چنانچہ آپ نے انگوٹھے کے بغیر چار انگلیاں ڈالیں۔ میں نے دیکھا کہ آپ کی انگلیوں کے درمیان

سے پانی بہ رہا ہے اور لوگ اس چشمے (پہاڑے) سے پی رہے تھے اور سیراب ہو رہے تھے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث صحیحین کے علاوہ اور کتب میں بائیں انداز مذکور ہے۔ کہ حدیبیہ کے موقع پر ہمیں پیاس لگی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک چھوٹا سا برتن تھا جس سے آپ وضو کر رہے تھے۔ سب فریادیں کنیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف دوڑے دریافت فرمایا، کیا بات ہے، عرض کیا، یا رسول اللہ! سوائے اس مھوڑے سے پانی کے جو آپ کے پاس ہے، نہ پینے کو پانی دستیاب ہے نہ وضو کو۔ آپ نے ہاتھ برتن میں ڈالا، تو آپ کی انگلیوں کے درمیان سے پانی یوں جوش مارا کہ لگتا جس طرح چشمہ ہوتا ہے۔ ہم نے سیر ہو کر پیا اور وضو بھی کیا۔ راوی نے دریافت کیا، تم کتنے تھے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا (اگر ہم ایک لاکھ بھی ہوتے، تو کافی ہوتا) ہم پندرہ سو تھے۔

غزوہ بواط کے سلسلے میں امام مسلم نے ایک لمبی حدیث بیان کی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ وضو کا اعلان کرو۔ اور حدیث تمام بیان کی، اس حدیث میں مذکور ہے کہ ایک پرانی مشک میں چند قطرات کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس لائی گئی، آپ نے ٹٹولا، اور کوئی ایسی بات کہی، جسے میں نہ سمجھ سکا۔ پھر فرمایا، بڑا برتن (ٹب) لاؤ، میں اٹھا لایا۔ اور آپ کے سامنے رکھ دیا۔ پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ کھول کر ٹب کے اندر رکھ دیا، انگلیاں پھیلا دیں، اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے پانی انڈیلا۔ آپ نے بسم اللہ پڑھی، میں نے پانی کو آپ کی انگلیوں کے درمیان سے ابلتے دیکھا۔ پھر ٹب میں پانی نے جوش مارا، اور پھرنے لگا، تا آنکہ وہ بھر گیا۔ لوگوں کو پینے کا حکم دیا چنانچہ پی کر سیراب ہو گئے۔ میں نے لوگوں سے دریافت کیا، آیا کوئی ایسا بھی ہے جسے مزید پانی کی ضرورت ہو۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ اٹھا لیا، اور ٹب بالاب بھرا ہوا تھا۔



حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے صحیح بخاری میں مذکور ہے، کہ ایک دفعہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور پانی نہیں تھا، رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے فرمایا، پھوپھو اگر کسی آدمی کے پاس ناند پانی ہو، آپ کے پاس پانی لایا گیا، جسے آپ نے ایک برتن میں انڈیل دیا، پھر ہاتھ اس میں ڈالا، چنانچہ پانی آپ کی انگلیوں کے درمیان سے پھوٹ پڑا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو طلب فرمایا اور پانی مانگا، انہوں نے کہا، بخدا یا رسول اللہ، پانی نہیں مل سکا، پوچھا، کیا کسی کے پاس پرانی مشک ہے، ایک مشک لائی گئی، آپ نے ہاتھ پھیلا کر اس میں ڈال دیا اور آپ کے ہاتھ کے نیچے سے پانی کا چشمہ پھوٹ بہا۔ چنانچہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے پی رہے تھے اور باقی لوگ وضو کر رہے تھے۔ (دارمی وغیرہ) امام قرطبی لکھتے ہیں، کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں سے پانی کا جاری ہونا ایسا واقعہ ہے جو مختلف مواقع پر ظہور پذیر ہوا ہے، اور ایک ایسا عظیم شاہدہ ہے، جو مختلف طریقوں سے مذکور ہے، جس سے مجموعی طور پر اس واقعہ کے بارے میں قطعی علم حاصل ہوتا ہے، جو تواتر معنوی کی ذیل میں آتا ہے۔ اور جس کا وقوع رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ اور کسی سے منسوب نہیں کیونکہ آپ کے اعصاب، گوشت اور خون کے درمیان سے پانی کا پھوٹ بہا تھا۔ المزنی کا قول ہے، کہ آپ کی انگلیوں سے پانی کا پھوٹ بہنا، پتھر سے پانی کے پھوٹ بہنے سے عظیم تر معجزہ ہے، جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام نے پتھر کو عصا مار کر پانی جاری کر دیا تھا۔ کیونکہ پتھروں سے پانی کا اجرا معمول کے مطابق ہے، بخلاف اس کے آپ کے گوشت اور خون سے پانی کا اجرا آپ کی برکت، چھوٹے اور دعا کا کرشمہ ہے۔

امام مسلم نے صحیح مسلم میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ کل انشاء اللہ تم تبوک کے چشمے پر پہنچ جاؤ گے، مگر تم وہاں چاشت

سے پہلے نہیں پہنچ سکو گے۔ تم میں سے جو شخص بھی وہاں پہنچے میرے آنے سے پہلے پانی کو نہ چھوئے۔ ہم دوسرے دن پہنچے، تو دو آدمی پہلے پہنچ چکے تھے۔ چشمہ جوتے کے قسمے کی طرح تھا جس سے تھوڑا تھوڑا پانی نکل رہا تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دریافت فرمایا آیا تم نے اس پانی کو چھوا ہے، انہوں نے کہا، ہاں، پھر آپ نے ان سے رنج کا اظہار کیا۔ پھر انہوں نے چشمے سے چھوٹے چھوٹے گھونٹ پئے۔ پھر تھوڑا سا پانی اکٹھا ہو گیا، اس سے آپ کے اپنا منہ اور ہاتھ دھوئے اور پھر اس پانی کو چشمے میں ڈال دیا، اس پر چشمے سے بے شمار پانی جاری ہو پڑا۔ لوگوں نے اس سے پیاس بجھائی۔ پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر فرمایا، اے معاذ! اگر خدا نے تجھے طویل زندگی عطا کی، تو اس چشمے کے ارد گرد باغات اور آبادی دیکھے گا۔ قاضی عیاض نے الشفا میں لکھا، کہ پانی سے اس طرح کی آواز نکلی جیسی کہ بجلی کی کرک۔

صحیح بخاری میں غزوہ حدیبیہ کے بارے میں مسور بن مخزوم رضی اللہ عنہ سے مذکور ہے کہ وہ حدیبیہ کے ایک کنارے پر اترے وہاں ایک کم آب چشمہ تھا جس سے لوگ پیتے تو پانی ختم ہو جاتا۔ لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پیاس کی شکایت کی۔ آپ نے اپنے ترکش سے ایک تیر نکالا اور حکم دیا، کہ اسے چشمے میں ڈالو۔ بخدا جب وہ لوگ پانی پینے کے لیے آتے تو سیلاب ہو کر لوٹتے۔ ایک روایت میں ہے، کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وضو فرمایا، کُلی کی اور حدیبیہ کے چشمے میں کُلی کا پانی ڈالا، چنانچہ چشمہ بھوٹ بہا۔ اور حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آب کش میں وضو فرمایا، کُلی کی اور پانی اس میں ڈالا اور حکم دیا، کہ وہ پانی کنوئیں میں انڈیل دیا جائے نیز ترکش سے ایک تیر نکالا کنوئیں میں پھینکا اور دعا فرمائی، پانی نے ایسا جوش مارا کہ وہ لوگ جو اس کے کنارے پر بیٹھے ہوئے تھے چلو سے پانی پی رہے تھے۔

صحیحین میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم ایک سفر میں

حضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے، لوٹوں نے پیاس کی شکایت کی، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اتر پڑے اور حضرت علی کریم اللہ وجہہ اور ابو جہار رضی اللہ عنہ کو طلب فرمایا اور حکم دیا کہ جاؤ اور پانی کو تلاش کرو۔ وہ چل پڑے۔ راستے میں ایک عورت ملی، جو پانی کی دو مشکلیں اٹھائے لارہی تھی۔ وہ اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے، اور اونٹ سے اترنے کو کہا آپ نے ایک برتن منگوا یا، جس میں مشکوں کے منہ کھول کر رکھ دیئے اور اعلان فرما دیا، کہ پیو اور پلاؤ، جس نے پینا تھا، پیا اور جس نے پلانا تھا، پلایا۔ وہ عورت کھڑی دیکھ رہی تھی، کہ اس کے پانی سے کیا سلوک کیا جا رہا ہے۔ بخدا پانی اس عورت سے لے لیا گیا تھا۔ لیکن ہمیں صاف نظر آ رہا تھا، کہ اس کی مشکلیں پہلے سے بھی زیادہ پانی سے بالاب بھری ہوئی ہیں۔ اس پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا، کہ اس خاتون کے لیے کھجوریں، آٹا اور ستو جمع کرو، چنانچہ تعمیل ہوئی، یہ سب کچھ ایک کپڑے میں باندھ کر اونٹ پر رکھ دیا۔ آپ نے فرمایا، ٹونے دیکھ لیا، کہ ہم نے تیرے پانی میں کوئی کمی نہیں کی، بلکہ خدا نے ہمیں سیراب کیا ہے۔ وہ عورت اپنے قبیلے میں پہنچی مکنے لگی مجھ راستے میں دو آدمی ملے، جو مجھے اس آدمی کے پاس جو صابی کے نام سے مشہور ہے، لے گئے جس سے یہ عمل ظہور پذیر ہوا۔ بخدا یہ شخص سب سے بڑا جاو و گر ہے اور وہ یقیناً خدا کا سچا پیغمبر ہے چنانچہ وہ مع اپنی قوم کے مسلمان ہو گئی۔

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں، کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خطبے میں فرمایا، آج آخر روز اور رات کو تم چلتے رہو گے، تو کل صبح پانی کے چشمے پر پہنچ جاؤ گے، لوگ بغیر ادھر ادھر دیکھے چل پڑے، رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم بھی سفر کرتے چلے آئے تاکہ رات ختم ہو گئی۔ آپ راستے سے ایک طرف بہٹ کر پڑے اور فرمایا، نماز کا خیال رکھنا۔ سب سے پہلے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی بیدار ہوئے اور سورج کافی نکل آیا تھا، فرمایا سوار ہو جاؤ، ہم چل پڑے، جب سورج کافی اوپر آ گیا، آپ اتر پڑے اور مشکیزہ جس میں

مختوراً سا پانی تھا، طلب فرمایا۔ آپ نے وضو کیا اور جو کچھ پانی بچ رہا، فرمایا اسے سنبھال کر رکھنا، جلدی ہی اس کی ضرورت پڑ جائے گی۔ پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے نماز کی اتقان دی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعتیں ادا کیں پھر صبح کی نماز پڑھی اور سوار ہوئے اور ہم بھی آپ کے ساتھ چل دیئے، ہم نے لوگوں کو راہ میں جا لیا، دن گرم ہو گیا تھا اور ہر چیز تپ گئی تھی۔ سب لوگ پکاراٹھے یا رسول اللہ ہم پیاس سے مرچلے ہیں، فرمایا گھبراؤ مت۔ آپ نے مشکیزہ طلب فرمایا اور اس سے پانی انڈیلا اور ابوقتادہ رضی اللہ عنہ لوگوں کو پانی پلانے لگ گئے، جب لوگوں نے مشکیزے میں پانی دیکھا تو اس پر ٹوٹ پڑے، فرمایا جو صلے سے کام لو، یہ سب کو سیراب کر دے گا۔ وہ سنبھل گئے، چنانچہ آپ پانی کو انڈیل رہے تھے اور پلارہے تھے، آخر میرے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر اور کوئی آدمی باقی نہ رہا۔ فرمایا تم پی لو۔ میں نے عرض کیا، آپ کے بغیر نہیں پیوں گا۔ فرمایا، ساقی کو سب سے آخر میں پینا چاہیے، چنانچہ میں نے پیا اور پھر آپ نے پیا۔ (مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ ایک دفعہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زلزلے میں سخت قحط پڑا ایک جمعے کو آپ خطبہ دے رہے تھے، ایک بدو نے اٹھ کر کہا، یا رسول اللہ! جانور مر گئے ہیں اور بال بچے بھوکوں مر رہے ہیں، ہمارے لیے خدا سے دعا مانگیے۔ آپ نے ہاتھ اٹھائے اور آسمان پر بادل کا ایک ٹکڑا بھی کہیں نظر نہ آ رہا تھا۔ بخدا ابھی آپ ہاتھ نیچے نہیں لاسے تھے، کہ بادل پہاڑوں کی طرح اٹھے اور ابھی آپ منبر سے نہیں اترے تھے، کہ میں نے رسول کریم علیہ السلام کی دعا کی اور اسی سے بارش کے قطرے پگھلنے لگے۔ اس دن پھر دوسرے دن تا آٹھ دوسرے جمعے تک بارش برستی رہی۔ اس دن وہی بدو یا کوئی اور آدمی اٹھا عرض کیا، یا رسول اللہ! مکانات گر گئے ہیں اور مویشی غرق ہو گئے ہیں، ہمارے لیے دعا فرمائیے۔ آپ نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی "اللّٰهُمَّ حَوَالِنَا وَلَا عَلَيْنَا" آپ جس طرف بھی اشارہ فرماتے، بادل چھٹ جاتا چنانچہ مدینے کے ارد گرد

بادل چھاگئے اور خود مدینے کا مطلع صاف ہو گیا۔ اور وادیلوں میں مہینہ بھر تک ندی نالے بہتے رہے۔ اور بیرون شہر سے جو شخص بھی آتا، کثرت بارش کا ذکر کرتا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کسی نے کہا، کہ میں ساعۃ العسرہ کے حالات سنایئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، کہ ہم تبوک کی طرف سخت گرمی میں روانہ ہوئے اور ایسے مقام پر اترے جہاں ہم پیاس کی زد میں آگئے اور یوں محسوس کیا، گویا ہماری گردنیں علیحدہ ہو جائیں گی چنانچہ اگر کوئی کسی کی تلاش میں نکلتا تو واپس نہ آتا اور ہم یہ سمجھ بیٹھے کہ اس کی گردن علیحدہ ہو گئی ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص اپنا اونٹ ذبح کرتا تو اس کی لید کو نچوڑ کر پی جاتے اور جو بچتا اسے اپنے جگر پر باندھ لیتا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! خدا تے آپ کو مستجاب الدعوات بنایا ہے، ہمارے لیے دعا فرمائیے، فرمایا کیا تم سب کی یہ خواہش ہے، انہوں نے عرض کیا، ہاں یا رسول اللہ۔ آپ نے ہاتھ اٹھائے اور ابھی ہاتھ نیچے نہیں کیے تھے کہ آسمان پر بادل چھاگئے اور بارش شروع ہو گئی، اہل لشکر نے اپنے برتن بھر لیے، بعد میں ہم دریافت حال کے لیے ادھر ادھر گھومے، دیکھا کہ بارش شکر گاہ سے پرے نہیں کی گئی تھی۔  
(بیہقی وابن بشران)۔

مصباح الظلام میں عمرو بن شعیب سے مروی ہے، حضرت ابوطالب کہتے ہیں کہ میں اپنے بھتیجے رسول اکرم کے ساتھ ذی المجاز کے مقام پر تھا، کہ مجھے پیاس لگی۔ میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا جان عم! مجھے پیاس لگی ہے۔ میں نے دیکھا، کہ سولے اونٹ کے آپ کے پاس اور کچھ نہ تھا، چنانچہ آپ نے اسے بٹھایا، آپ اترے، کہنے لگے، چچا جان! کیا آپ کو پیاس لگی ہے میں نے کہا، ہاں جان عم! اس پر آپ پیچھے کو زمین کی طرف جھکے دیکھا کہ ان کے ہاتھ میں پانی تھا۔ کہنے لگے، چچا جان! پانی پیجئے، میں نے بیا۔ (ابن سعد وابن عساکر)۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ راوی ہیں، کہ میں نے جنگ کے دوران میں اپنی بیوی سے دریافت کیا، آیا تمہارے پاس کھانے کو کوئی چیز ہے۔ کیونکہ میں نے دیکھا ہے کہ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم سخت بھوکے ہیں۔ وہ ایک تھیلی جس میں ایک صاع جو مٹھے، نکال لائی، ہم نے ایک جانور پال رکھا تھا جسے میں نے ذبح کیا جو کو پیسا اور گوشت کو ہنڈیا میں ڈالا، پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر چکے سے گزارش کی، یا رسول اللہ! ہم نے ایک پالتو جانور ذبح کیا ہے اور صاع بھر جو کے دانے پیسے ہیں، اس لیے آپ مع چند آدمیوں کے کھانے کو تشریف لے آئیں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اسے اہل خندق! جابر نے کھانے کا بندوبست کیا ہے، اس لیے سب آ جاؤ۔ فرمایا جب تک میں نہ آؤں، تم اپنی ہنڈیا کو نہ اتارنا اور نہ آٹے سے روٹی پکانا۔ آپ تشریف لے آئے، تو آٹے میں لعابِ بیدہاں ڈالا اور دعائے برکت فرمائی۔ پھر فرمایا، روٹی پکانے والی کو بلاؤ، کہ وہ تمہارے ساتھ روٹی پکانے اور دیک سے پیالے میں سالن ڈالتی جاؤ، اور اسے چہلے سے نیچے نہ اتارنا کھانے والے ایک ہزار تھے، جابر رضی اللہ عنہ نے قسم کھا کر کہا، انہوں نے پیٹ بھر کر کھایا تا انکو چھوڑ کر چلے گئے اور ہنڈیا ابھی تک اسی طرح جوش کھا رہی تھی۔ اور آٹے سے اسی طرح روٹیاں پکائی جا رہی تھیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو طلحہ سے روایت کی، کہ میں نے اپنی بیوی ام سلمہ سے کہا کہ میں نے رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی آواز کو کمزور پایا، جو بھوک کی علامت ہے، کیا گھر میں کچھ ہے، وہ جو کی چند روٹیاں نکال لائی، پھر ایک اور صحنی لائی، اور اس کے ایک طرف روٹیاں لپیٹ کر میرے حوالے کیں اور باقی ماندہ صحنے کو میرے سر پر بگڑی کی طرح لپیٹ دیا اور دوہل دیئے اور رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی خدمت میں بھیجا۔ میں نے آپ کو مسجد میں صحابہ کے ساتھ بیٹھے دیکھا۔ سلام عرض کیا۔ فرمایا تمہیں ابو طلحہ نے

کیا کھانے کے لیے بھیجا ہے، میں نے کہا، ہاں یا رسول اللہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے فرمایا، اٹھو چلیں۔ میں آپ کے آگے چلتا آیا اور ابو طلحہ کو اطلاع دی۔ انہوں نے بیوی سے کہا، رسول کریم علیہ السلام آدھیوں کو لیے آ رہے ہیں اور ہمارے پاس کھانے کو کچھ نہیں۔ وہ کہنے لگی اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ اٹھے اور اثنائے راہ میں حضور سے جا ملے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ابو طلحہ کو ساتھ لیے تشریف لائے فرمایا، ام سلمہ! جو کچھ تمہارے پاس ہے، لاؤ۔ وہ روٹی اٹھا لائیں۔ آپ نے حکم دیا، کہ اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دو۔ ام سلمہ نے روغنِ نخود کر دو ٹوکوں کو ملا دیا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر کچھ پڑھا۔ پھر فرمایا، کہ دس آدھیوں کو کھانے کے لیے بلاؤ، وہ کھا کر سیر ہو گئے اور اٹھ گئے، پھر دس آدھیوں کو بلایا اور اسی طرح سب لوگ کھا کر سیر ہو گئے۔ ان کی تعداد ستر یا اسی تھی۔ (بخاری اور مسلم، مسلم کی روایت میں ہے، کہ پھر رسول کریم علیہ السلام اور اہل خانہ نے کھایا اور پھر بھی کچھ بچ رہا۔ بخاری میں ہے، کہ میں دیکھ رہا تھا، کہ کوئی چیز کم تو نہیں ہوئی۔ عمر بن عبد اللہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں، ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا، کہ صرف ایک روٹی ہے، آپ نے فرمایا، خدا اس میں برکت ڈالے گا۔ اور مبارک بن فضالہ کی روایت میں ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کیا روغن ہو گا؟ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ برتن میں ہتھوڑا سا تھا، وہ برتن اٹھا لائے، نچوڑا تو ہتھوڑا سا نکلا، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے روٹی پر پکایا تو روٹی پھول گئی۔ آپ نے بسم اللہ پڑھی، آپ اسی طرح کرتے اور روٹی پھول جاتی، پھر میں نے دیکھا، کہ چنگیر میں روٹی پھیل جاتی تھی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ غزوہ تبوک میں لوگ بھوک کی پیٹ میں آ گئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے درخواست کی، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرمائیے کہ ہمارا زانو راہ زیادہ ہو جائے۔ نیز ہمارے لیے اللہ سے برکت کی دعا فرمائیے

آپ نے دسترخوان منگا کر بچھایا، اور لوگوں کو کہا کہ اپنے اپنے زاد سفر سے کچھ لاکر اس پر ڈالو۔ لوگ بھوٹا بھوٹا لاکر ڈالتے گئے، چنانچہ دسترخوان پر کافی اشیاء جمع ہو گئیں۔ رسول کریم علیہ التحیۃ والسلام نے برکت کی دعا فرمائی، اور فرمایا، اپنے اپنے برتن بھر لو چنانچہ لشکر گاہ میں کوئی برتن بھی خالی نہ رہا۔ سب نے کھایا اور سیر ہو گئے، بلکہ کچھ بیچ رہا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں شہادت دیتا ہوں، کہ خدا ایک ہے اور میں اللہ کا رسول ہوں۔ جو شخص بھی ان دو باتوں کی تصدیق کرتا ہے، اسے جنت سے محروم نہیں کیا جائیگا۔ (مسلم، حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زینب کی شادی میں مصروف تھے۔ میری ماں ام سلیم نے کھجور، روغن اور وہی لے کر حلوہ تیار کیا اور ایک تھال میں ڈالا۔ پھر حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کہا، کہ اسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس لے جاؤ، اور کہنا کہ یہ حلوہ میری ماں نے بھیجا ہے۔ اور سلام عرض کیا ہے، فرمایا رکھ دو، پھر فرمایا، جاؤ اور فلاں فلاں کو بلا لاؤ۔ آپ نے ان آدمیوں کا نام پتے تیرا جو آدمی تمہیں ملے اسے بھی بلا لاؤ، چنانچہ میں ان لوگوں کو، جن کا نام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لیا تھا اور ان کو بھی جو مجھے راستے میں ملے، بلا لایا۔ جب واپس آیا، تو گھر میں انسانوں کا ہجوم تھا۔ کسی نے پوچھا، ان کی تعداد کتنی ہوگی، کہا تقریباً تین سو۔ رسول کریم علیہ التحیۃ والسلام نے اپنا ہاتھ حلوے پر رکھا اور کچھ پڑھا، پھر دس دس آدمیوں کو بلانے لگے فرماتے اللہ کا نام لے کر کھاتے جاؤ، اور اپنے سامنے سے کھاؤ۔ انہوں نے سیر ہو کر کھایا، ایک گروہ کے بعد دوسرا گروہ آتا، تا آنکہ سب نے پیٹ بھر کر کھایا۔ فرمایا، انس تھال اٹھا لو۔ میں نے تمہیں کی، میں نہیں کہہ سکتا، کہ جب میں نے تھال رکھا تھا، اس وقت حلوہ زیادہ تھا، یا جب تھال اٹھایا تھا (بخاری و مسلم)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ راوی ہیں، کہ ام مالک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک برتن میں گھی ڈال کر بطور ہدیہ بھیجا کرتی تھی اس کے بیٹے مال کے پاس آکر سالن مانگتے،



جب ان کے پاس کچھ نہ ہوتا، تو وہ اس برتن (جس سے وہ آپ کے تختہ بھیجا کرتی) کے پاس جاتی، اور اس میں روغن موجود ہوتا، اس طرح اسے اس برتن سے گھر کا سالن میں لے آتا رہا، تا آنکہ ایک دن اس نے برتن کو نچوڑا (اور روغن ختم ہو گیا)، وہ حاضر خدمت ہوئی، آپ نے دریافت کیا، کیا تو نے اسے نچوڑ دیا تھا۔ اس نے جواب دیا، ہاں یا رسول اللہ۔ فرمایا، اگر تو اسے اس حال میں رہنے دیتی، تو ختم نہ ہوتا۔ (مسلم)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ راوی ہیں، کہ ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں برائے امداد حاضر ہوا، آپ نے اسے جو کی کچھ مقدار عطا کی۔ وہ اس کی بیوی اور بہان اس سے کھاتے رہے، تا آنکہ ایک دن اس نے اس غلے کو تولا۔ (غلہ ختم ہو گیا، تو آپ کی خدمت میں آیا اور واقعہ عرض کیا، فرمایا، اگر تم اسے نہ تولتے، تو اس سے کھاتے رہتے اور ختم نہ ہوتا۔ (مسلم)

ابوالعلاء، عمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ راوی ہیں، کہ ہم رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی رفاقت میں تھے اور صبح سے شام تک ایک پیالے سے کھاتے۔ دس کھا کر اٹھتے تو دس بیٹھ جاتے، ہم نے دریافت کیا، اس سلسلے میں کس سے امداد لیتے تھے؟ کہا، میں کیا کہوں (آسمان کی طرف اشارہ کر کے کہا، ہاں، وہاں سے ہی ایسی مدد مل سکتی ہے) (ترمذی مؤثر) حضرت عبدالرحمن بن ابوبکر رضی اللہ عنہ کی روایت میں مذکور ہے، کہ ہم ایک سو تیس آدمی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ تھے، ایک صاع بھر آنا گوندھا گیا اور ایک بکری ذبح کی گئی اور اس کی کھجی اور اندر کے باقی اجزا بھونے گئے۔ بخدا ایک سو تیس آدمیوں میں کوئی ایسا نہ تھا۔ جسے اس سے حصہ نہ ملا ہو۔ پھر اسے دو بڑے برتنوں میں ڈالا گیا، سب نے سیر ہو کر کھایا۔ دونوں برتنوں میں بچ رہا جسے میں نے اونٹ پر لا دیا (بخاری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں، کہ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے مجھے حکم دیا کہ میں اصحاب۔ جھفہ کو کھانے کی دعوت دوں۔ میں نے ان کا بیچا کر کے انہیں اکٹھا کیا۔ اس

کے بعد ہمارے سامنے ایک پیالہ رکھا جس سے ہم نے کھایا جتنا کہ کھا سکتے تھے، فارغ ہوئے، تو اس میں ابھی اتنا ہی کھانا موجود تھا۔ ہاں البتہ اس میں انگلیوں کے نشان تھے۔  
(طبرانی وغیرہ)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ راوی ہیں، کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سنی مطلب کو اکٹھا کیا اور وہ چھاپس آدمی تھے۔ وہ بھیڑ کے بچے کا گوشت کھا رہے تھے اور ایک برتن سہری رہے تھے، آپ نے ان کے لیے دو رطل کھانا تیار کرایا، اور سب نے خوب پیٹ بھر کر کھایا پھر آپ نے بڑا سا پیالہ منگوا دیا، چنانچہ سب نے سیراب ہو کر پیا۔

بیماریوں کی شفا، مردوں کا اچھا اور بچوں کا بہتی دلائل میں لکھتے ہیں، کہ آپ نے ایک شخص کو اسلام کی دعوت دی، اس نے کہا، کہ میں اس وقت تک ایمان نہیں لاؤں گا جب تک آپ میری لڑکی کو

زندہ نہ کر دیں۔ فرمایا، مجھے اس کی قبر دکھاؤ۔ اس نے تعجب کی، آپ نے مخاطب ہو کر فرمایا، اسے لڑکی بکنے لگی، بلیک و سعدیک یا رسول اللہ! پوچھا، کیا تو واپس دنیا میں آنا چاہتی ہے؟ نہیں یا رسول اللہ! میں نے خدا کو ماں باپ سے اور آخرت کو دنیا سے بہتر پایا۔

طبرانی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی، کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بہ مقام حجون اترے اور منہم اور ناخوش تھے، کچھ وقت وہاں ٹھہرے رہے، واپس آنے تو سرور تھے۔ فرمایا، میں نے خدا سے دعا کی، اس نے میری ماں کو زندہ کیا، جو ایمان لائی اور پھر خدا نے اسے واپس بھیج دیا۔ اسی طرح حدیث عائشہ میں مذکور ہے، کہ خدا نے آپ کے والدین کو زندہ کیا جو آپ پر ایمان لائے۔ (سیلی و خطیب)

حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں، کہ ایک انصاری فوت ہو گیا جس کی ایک اندھی اور بڑھیا ماں تھی۔ ہم نے اس کی تکفین کی اور اس کی ماں سے تعزیت کی۔ پوچھا، میرا

بیٹا مر گیا ہے، ہم نے کہا ہاں۔ کہنے لگی: اے خدا اگر تو جانتا ہے، کہ میں نے تیرے لیے اور تیرے نبی کے لیے اس امید پر ہجرت کی تھی، کہ تو ایسی مصیبتوں میں میری مدد کرے گا اور مجھ پر ایسی مصیبت نہیں ڈالے گا۔ ہم وہیں کھڑے تھے، کہ اس نے منہ سے کپڑا الٹ دیا، ہم نے کھانا کھایا اور اس نے بھی۔ (بہیقی وغیرہ)

نعمان بن بشیر راوی ہیں، کہ زید بن خارجه انصار کے سرداروں میں سے تھا۔ وہ ایک دن ظہر اور عصر کے درمیان مدینہ کی ایک گلی سے گزر رہا تھا، کہ گرا اور فوت ہو گیا، انصار کو معلوم ہوا تو وہ آئے اور اٹھا کر اس کے گھر لے گئے۔ انہوں نے اسے ایک کپڑا اور دو چادریں اوڑھا دیں۔ گھر میں انصار کی عورتیں تھیں، جو رو رہی تھیں اور مرد بھی تھے، وہ اسی حالت میں پڑا رہا۔ مغرب اور عشا کا وقت تھا کہ ایک آدمی کو انصتوا انصتوا کہتے سنا گیا۔ دیکھا کہ کپڑے کے نیچے سے آواز آرہی تھی۔ اس کے پھرے اور سینے سے کپڑا ہٹایا گیا تو یہ کہتے سنا گیا۔ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ النَّبِيُّ الَّذِي خَاشَعُ النَّبِيِّينَ لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ۔ یہ کتاب اوں میں مرقوم تھی۔ پھر کہنے لگا۔ صَدَقَ صَدَقَ۔ پھر کہنے لگا۔ هَذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ، السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ۔ (ابو بکر بن ابی الدنیا)

ابونعیم راوی ہیں، کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے ایک بکری کو ذبح کیا، پکایا اور ایک برتن میں اس کا ٹرید بنایا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا، اجاب نے کھایا، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرما رہے تھے، کھاؤ ضرور لیکن ہڈی کو نہ توڑنا۔ پھر آپ نے ہڈیاں چھ کیں، ان پر ہاتھ رکھا، پھر کچھ پڑھا۔ اتنے میں بکری اٹھ کھڑی ہوئی وہ اپنے کانوں کو جھٹکارہی تھی۔

سعید بن جبیر نے فرمایا ہے، کہ میں حجۃ الوداع میں موجود تھا۔ مکے کے ایک گھر میں مکان میں داخل ہوا، وہاں رسول کریم علیہ السلام تھے۔ ایک عجیب بہت دلچسپ پیام کا ایک آدمی، ایک بچے کو جو اسی دن پیدا ہوا تھا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا۔

آپ نے فرمایا، اسے بچے! میں کون ہوں۔ کہا، آپ اللہ کے رسول ہیں۔ فرمایا، تو نے ٹھیک کہا، خدا تجھے برکت دے۔ اس کے بعد وہ بچہ جوانی تک خاموش رہا۔ ہم اسے مبارک الہام کہتے تھے۔ (بیہقی)

فہد بن علیہ راوی ہیں، کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک لڑکا لایا گیا، جو جوان ہو چکا تھا، لیکن بولتا نہیں تھا۔ آپ نے پوچھا میں کون ہوں؟ کہنے لگا، اللہ کے رسول۔ (بیہقی)۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما راوی ہیں۔ کہ ایک عورت رسول کریم علیہ السلام کے پاس اپنا بیٹا لائی۔ کہا یا رسول اللہ، میرا بیٹا دیوانہ ہے جسے صبح اور رات کو دورہ پڑتا ہے۔ آپ نے اس کے سینے کو چھوا، اسے قے ہوئی اور اس کے اندر سے کالے پلے کی طرح کوئی چیز نکلی۔

جب احد میں قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کی آنکھ نکل کر رخسار پر لٹک گئی، وہ حاضر خدمت ہوا، عرض کیا، یا رسول اللہ! مجھے اپنی بیوی سے محبت ہے، ڈرتا ہوں، کہ جب وہ مجھے اس حالت میں دیکھے گی، تو اسے ٹھن آئے گی، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اٹھا کر اسے اپنی جگہ رکھ دیا، اور دعا فرمائی، اے خدا تو اسے تسن عطا کر، چنانچہ وہ دوسری آنکھ سے بھی بہتر ہو گئی اور اس کی نظر تیز تر ہو گئی اور جب اس کی دوسری آنکھ بیمار ہو جاتی، تو یہ بیمار نہ ہوتی تھی۔

بخاری میں مذکور ہے، کہ غزوہ خیبر میں آپ نے دریافت فرمایا، علی کہاں ہے؟ صحابہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! ان کی آنکھیں دکھتی ہیں، فرمایا، بلاؤ، حضرت علی کرم اللہ وجہہ آئے آپ نے ان کی آنکھوں میں لعاب دہن ڈالا، دعا فرمائی اور آنکھیں ٹھیک ہو گئیں۔ اور درختم ہو گیا۔ مسلم میں ایاس بن سلمہ نے اپنے باپ سے روایت کی، کہ رسول کریم علیہ السلام نے مجھے بھیجا تھا، کہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حین کی آنکھیں دکھتی

تھیں، تمام لاؤل۔ آپ نے ان کی آنکھوں میں لعاب دہن ڈالا اور ٹھیک ہو گئیں۔  
 طبرانی، حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے راوی ہیں، کہ مجھے آج تک شکایت نہیں ہوئی۔  
 جنگ خیبر میں سلمہ کی ہنڈلی میں ایک زخم آگیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس  
 میں زمین دفعہ بھونک ماری، پھر کھچی تکلیف نہ ہوئی۔ (بخاری) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے  
 فدیہ کی آنکھوں میں جو بالکل سفید ہو گئی تھیں اور اسے کچھ دکھائی نہیں دیتا تھا، کیونکہ وہ  
 سانپ کے انڈوں پر گر پڑے تھے، بھونک ماری تھی۔ وہ اسی برس کے ہو گئے تھے  
 اور سوئی میں دھاگہ ڈال لیتے تھے، مگر آنکھیں سفید ہی رہیں۔ (ابن ابی شیبہ)

## فصل دوم

اس فصل میں ان معجزات کا ذکر ہے، جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مخصوص ہیں  
 اور نیز ان فضائل اور واضح علامات کو بیان کیا ہے، جن کی بنا پر آپ تمام انبیاء  
 علیہم السلام سے مشرف ہیں۔

تہیں معلوم ہونا چاہیے، کہ خدا نے رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کو ایسی خوبیوں سے  
 مختص فرمایا ہے جو آپ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں۔ اور اگر کسی پیغمبر کو کوئی خاص  
 فضیلت عطا کی گئی، تو عین بعین ویسا ہی وصف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطا فرما دیا گیا  
 کیونکہ آپ کو تمام اوصاف بلاغت سے نوازا گیا۔ (جامع الکفر) آپ نبی ہو چکے تھے اور  
 آدم تخلیق کے مندرجہ سے گزر رہا تھا، اسی طرح باقی انبیاء بھی اس وقت نبی ہوئے، جب  
 آپ کو نبوت اور خیر رسالت مل گئی۔ اور جب آپ کو یہ مقام حاصل ہوا، تو یہ حقیقت  
 واضح ہو گئی، کہ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم ہر اس کمال انسان کے معین تھے جو خدا کی طرف

سے مبعوث ہوا۔ شرف الدین بوہیری نے کیا خوب کہا :-

وَكُلُّ شَيْءٍ آتَى الرَّسُولَ الْكَرَامَ بِهَا فَإِنَّمَا تَصَلَّتْ مِنْ نُورِهِ بِهِمْ

(ترجمہ) ہر وہ علامت جو خدا کی طرف سے انبیائے کرام کو عطا ہوئی ہے، یہ آپ

کے نور ہی سے انہیں ملی ہے۔

فَإِنَّهُ شَمْسٌ فَضِيلٌ، هُمْ كَوَاكِبُهُمَا يُظْهِرُونَ أَفْوَارَهَا لِلنَّاسِ فِي الظُّلَمِ

(ترجمہ) آپ فضیلت کے سورج ہیں اور وہ ستارے ہیں جو اندھیرے میں لوگوں

کی اپنے نور سے رہ نمائی کرتے ہیں۔

علامہ ابن مردوق رقمطراز ہیں، کہ انبیا علیہم السلام میں سے ہر نبی کا معجزہ آپ کے

نور کی بنا پر عطا ہوا اسی طرح آدم کی تخلیق کا اصلی مدعا ان کی پشت سے حضور اکرم صلی اللہ

علیہ وسلم کی تخلیق تھی۔ اس بنا پر آپ اصل مقصود تھے اور آدم علیہ السلام وسیلہ۔ رہا فرشتوں

کا آدم کو سجدہ کرنا، اس کے بارے میں امام فخر الدین رازی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ فرشتوں

کو آدم کے سجدے کا اس لیے حکم دیا گیا تھا، کہ ان کی پیشانی سے محمدی نور عیاں تھا۔ امام سہل

بن محمد لکھتے ہیں، کہ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کو إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى

الرَّبِّيِّ۔ کہہ کر جو احترام بخشا گیا، وہ اس احترام کے مقابلے میں جو آدم علیہ السلام کو فرشتوں

کے سجدے سے عطا ہوا، کہیں زیادہ جامع اور مکمل ہے، کیونکہ اس احترام میں اللہ کا فرشتوں

کے ساتھ شریک ہونا شایع ہے۔ اس بنا پر وہ احترام جس میں خدا، فرشتے اور انسان

شریک ہوں، اس احترام سے جو صرف فرشتوں سے مخصوص ہے، کہیں بہتر ہے۔ رہا حضرت آدم

کو تمام اشیاء کے نام بتا دینا اس کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ میری امت

ابھی ماورطین کی منزل میں تھی، کہ مجھے تمام اشیاء کے نام یوں بتا دیتے گئے، جیسا کہ حضرت آدم

کو بتائے گئے تھے۔ (دینی اذاین رافع) یہ درست ہے، کہ حضرت ادریس علیہ السلام کو بلند

مقام پر اٹھایا گیا تھا۔ اس کے مقابلے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس مقام تک معراج

نعیب ہوئی جس پر پہلے کوئی شخص نہیں پہنچا تھا۔ اسی طرح لوح علیہ السلام اور مومنوں کو نجات بخشی اور طوفان سے بچایا، حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کو یہ فضیلت حاصل ہے کہ آپ کی امت آسمانی عذابوں سے محفوظ رہی۔ ارشاد ہوتا ہے: - وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ۔ علامہ فخر الدین رازی کی تفسیر میں مذکور ہے، کہ خدا نے لوح علیہ السلام کی نشستی کو عزت قاب ہونے سے بچایا اور ان کی شان میں اضافہ کیا، اس کے مقابلے میں حضور اکرم سے بہتر سلوک کیا۔ روایت میں مذکور ہے، کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک ندی کے کنارے پر تھے اور عمر بن ابوجہل بھی وہاں بیٹھا تھا۔ کہنے لگا، اگر آپ سچے ہیں، تو اس پتھر کو جو دوسرے کنارے پر ہے، بلائیے، وہ تیر کر آئے اور پانی میں نہ ڈوبے۔ آپ نے پتھر کو بلایا، وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور تیرتا ہوا آپ کے سامنے آکھڑا ہوا۔ اور آپ کی رسالت کی شہادت دی۔ فرمایا، تمہاری تسلی ہو گئی، کہا ہاں بشرطیکہ وہ ابھی اپنی جگہ وہیں چلا جائے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام پر نرود کی آگ کو ٹھنڈا کر کے، انہیں بچایا گیا تھا اس کے مقابلے میں رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے لیے جنگ کی آگ بجھا دی گئی، اور اس آگ کو جس کی لکڑیاں تلواہیں ہیں اور جس کا ایندھن موتیں ہیں، جسے بھڑکانے والا حسد ہے اور جس کا مقصد روح اور جسم ہے، خدا نے ختم کر دیا۔ ارشاد ہوتا ہے: بِرُكُوتِنَا اَوْ قَدْ وَاَنَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاءَ اللّٰهُ۔

امام نسائی محدثین کا طلب سے راوی ہیں، کہ جب میں بچہ تھا، تو مجھ پر ہنڈیا گری اور میرا جسم جل گیا۔ میرا والد مجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اٹھا لایا۔ آپ نے اس پر لعاب دہن لگایا پھر ہاتھ سے پھوٹا اور فرمایا اسے خدا تو اس تکلیف کو دور فرما چنانچہ میں بالکل ٹھیک ہو گیا۔ یہ بات کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل اللہ ہونے کا فخر حاصل تھا۔ تو رسول مقبول بھی محبت کے مقام پر فائز تھے۔

حدیث شفاعت میں مذکور ہے، کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام سے قیامت کے

دن کہا جائے گا، کہ خدا نے آپ کو خلیل کہا ہے، اس لیے ہماری شفاعت فرمائیے، تو وہ کہیں گے، کہ میں خلیل ہوں بیرون در، تم کسی اور کے پاس جاؤ، تا آنکہ لوگ آخر کار آپ کی خدمت میں حاضر ہوں گے، آپ فرمائیں گے، ہاں میں ہی اس کام کے لیے ہوں۔ یہ بات اس کی دلیل ہے، کہ آپ ایسے خلیل ہیں، جن کی اسٹھوں سے پر وہ اٹھا دیا گیا ہے اور اگر بیرون در کے خلیل ہوتے، تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح معذرت کر دیتے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خصوصیات میں یہ بات بھی شامل ہے، کہ وہ دنیا میں خدائی عبادت، توحید اور صنم شکنی کی حیثیت سے منفرد ہیں۔ اس کے مقابلے میں رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم، جب مکے میں داخل ہوئے، تو انہوں نے خدائی رسیت سے کہنے کے ارادہ (نہ کہ ڈنڈے سے) یمن سو ساٹھ بیت (جنہیں وہ ایک لکڑی سے ٹھونکا دیتے تھے) توڑے تھے۔ آپ ہر بیت کو ٹھونکا دیتے وقت قُلْ جَاءَ النُّحُودُ وَذُصِقَ الْبَاطِلُ پڑھتے تھے اور بیت گر پڑتا۔ (شعین) حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خصوصیات میں سے بنائے کعبہ بھی ہے۔ اس کے مقابلے میں یہ واقعہ پیش کیا جاسکتا ہے، کہ جب قریش نے کہنے کو گرانے کے بعد پھر سے اسے تعمیر کیا، اور صرف حجر اسود کا لگانا باقی رہ گیا، تو قبائلی گھمنڈ پر اڑ گئے، پھر اس پر رضا مند ہو گئے، کہ کل جو شخص کہے میں سب سے پہلے داخل ہو، اسے حکم بنائیں۔ اتفاقاً حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے اول داخل ہوئے۔ کہنے لگے، یہ امین ہیں، انہیں اس معاملے میں حکم بناؤ۔ آپ نے کپڑا بچھانے اور اس میں حجر اسود کے رکھنے کا حکم دیا، پھر کہا کہ ہر قبیلے کا ایک آدمی ایک کھنہ کو پکڑ کر حجر اسود کو اوپر اٹھائے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حجر اسود کو اپنی جگہ پر رکھ دیا۔ خدا نے یہ منصب آپ کو عطا کیا تاکہ ہمیشہ کے لیے یہ عزت آپ کو حاصل رہے۔

اگر موسیٰ علیہ السلام کو خدا نے یہ معجزہ عطا کیا، کہ ان کا عصا اژدہا بنے غیر ناطق بن گیا تو آپ کو ستون مسجد کے رونے کا معجزہ عطا ہوا جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں۔ امام رازی نے



اپنی تفسیر میں لکھا ہے، کہ جب ایک دفعہ ابو جہل نے آپ کو پتھر مارنا چاہا، تو اس نے اپنے کندھوں پر دو اڑدیاں دیکھے جنہیں دیکھ کر وہ ڈر گیا، اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے یہ بیٹا جس سے آنکھیں چند صیبا ہوتی تھیں، کے مقابلے میں وہ نور عطا کیا، جو آپ کے آباؤ اجداد کی پشتوں اور واویلوں نانیوں کے ارحام میں آدم علیہ السلام سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والد حضرت عبداللہ تک منتقل ہوتا رہا۔

ایک دفعہ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کو، جنہوں نے سخت اندھیری رات میں آپ کے ساتھ عشا کی نماز پڑھی تھی، ایک کھجور کی ٹہنی دی اور فرمایا کہ یہ تیرے آگے پیچھے دس قدم تک روشنی دے گی۔ جب تو اپنے گھر میں داخل ہو گا، تو تجھے ایک سیاہ چیز نظر آئے گی، تم اسے مارنا تاکہ گھر سے بھاگ نکلے، کیونکہ وہ شیطان ہے۔ وہ چل دیئے، اور کھجور کی ٹہنی سے روشنی نکل رہی تھی، وہ گھر میں داخل ہوئے تو سیاہ چیز نظر آئی، جسے انہوں نے مار کر بھگا دیا۔ (ابو نعیم، بیہقی اور حاکم نے اس کی تصحیح کی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ ایک دفعہ عباد بن بشر اور انسید بن حنییر کی خدمت میں حاضر تھے، کہ رات کا ایک حصہ گزر گیا، اور رات سخت تاریک تھی۔ وہ گھر کو روانہ ہوئے اور دونوں کے ہاتھوں میں لاکھٹیاں تھیں۔ ان میں ایک سے روشنی نکل رہی تھی، اور وہ اس کی روشنی میں چلتے گئے جب ان کے راستے علیحدہ ہو گئے۔ تو دوسرے کی لاکھٹی سے بھی روشنی نکل آئی، چنانچہ وہ دونوں اپنی اپنی لاکھٹیوں کی روشنی میں چلتے گئے، تا آنکہ اپنے گھر پہنچ گئے۔ (بخاری)

بخاری نے تاریخ میں اور بیہقی اور ابو نعیم نے حمزۃ الاسلمی سے روایت بیان کی ہے کہ ہم ایک سفر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے، ایک اندھیری رات میں ہم بچھڑ گئے، اس پر میری آنکھوں سے روشنی نکلنا شروع ہو گئی، تا آنکہ پھرے ہوئے اس کی روشنی میں پھر سے مل گئے، اور کوئی بھی اپنی منزل سے نہ بھٹکا۔

موسیٰ علیہ السلام کے معجزات میں بحیرہ احمر کا پھٹنا ہے، اس کے مقابلے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ شق قرع ہے، جیسا کہ ہم لکھ آئے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تصرف اس دنیا تک محدود تھا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تصرف آسمانی دنیا میں رونما ہوا، اور دونوں میں فرق واضح ہے۔

ابن المنیر کا قول ہے اور ابن حبیب کا بیان ہے، کہ زمین اور آسمان کے درمیان ایک سمندر ہے جس کا نام بحر مکھوف ہے، جس کے مقابلے میں دنیا کے سمندر کی مثال ایسی ہے جیسے سمندر کے مقابلے میں قطرہ۔ یہ ہے وہ سمندر جسے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات کو عبور کیا تھا۔ اور یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزے کے مقابلے میں زیادہ بڑا معجزہ ہے۔

موسیٰ علیہ السلام کے معجزات میں اجابت دعا بھی شامل ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کا اس باب میں کوئی حد و شمار نہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے پتھر سے (بہ ضرب عصا) پانی نکالا تھا۔ ہمارے رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی انگلیوں سے پانی بھوٹ بہا۔ یہ اس سے بڑا معجزہ ہے، کیونکہ پتھر زمین کی جنس سے ہے، جس سے پانی نکلتا رہتا ہے لیکن گوشت سے پانی کا نکلنا خلاف معمول ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے خدا سے کلام کیا۔ یہی صورت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کی رات پیش آئی، نیز خدائی قرب بھی ملا۔ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی مناجات کا مقام آسمانوں سے اوپر اور سدرۃ المنتہیٰ المستویٰ جہاں ہائے نور اور رفوف سے ماورا تھا۔ جبکہ موسیٰ علیہ السلام کی مناجات کا مقام طور سینا تھا۔

حضرت ہارون علیہ السلام فصاحت سے ممتاز تھے اور ہمارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فصاحت اور بلاغت کے اس درجے پر تھے، جو سب سے بلند ہے اور جس سے انکار ممکن نہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام کو جہانی حسن کا کچھ حصہ دیا گیا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

کو جامع حسن دیا گیا تھا۔ ہم اس کے بارے میں باب معراج میں گفتگو کریں گے۔ اور جو شخص بھی رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی ان خوبیوں پر جن کا ذکر کیا جا چکا ہے، غور کرے گا۔ اس تفصیل سے آپ کی فضیلت، ہر اس گروہ پر، جو حسن میں ممتاز رہا ہے، ثابت ہوتی ہے۔ اسی طرح حضرت یوسف علیہ السلام کی فضیلت کی وجہ خوابوں کی تعبیر بھی تھی۔ اس باب میں ان سے تین خواب مذکور ہیں۔ (۱) جب آپ نے گیارہ ستاروں اور سورج اور چاند کو دیکھا۔ (۲) جیل کے دو ساتھیوں کا خواب۔ (۳) بادشاہ کا خواب۔ اس کے مقابلے میں ہمارے رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی اس باب میں بے حد حساب دخل حاصل ہے، جو شخص بھی ان باتوں کی تلاش کرے گا، اور آثار کا تعاقب کرے گا، اسے عجیب و غریب امور کا علم ہوگا۔ ان میں سے کچھ باتیں ہم جلدی ہی انشاء اللہ بیان کریں گے۔

حضرت داؤد علیہ السلام کے معجزات میں، فولاد کو نرم کرنا تھا۔ وہ جب لہے کو ماتھے لگاتے تو نرم ہو جاتا۔ اس کے بالمقابل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ماتھے میں خشک لکڑی بری ہو گئی تھی اور اس کے پتے لکل آئے تھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ام مہدی کی خشک (بے شیر) اور بیمار بکری کو چھوا تھا، وہ تندرست ہو گئی تھی اور دو دھو دینے لگ گئی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے معجزات میں پرندوں کا بولنا، شیاطین اور ہوا کی تسخیر اور ایسی سلطنت کا ملنا جو ان کے بعد اور کسی کو نزل سکی، شامل ہے۔ ہمارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے زیادہ عطا ہوا۔ راہ چشموں اور پرندوں کا بولنا، رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم سے پتھروں کا بولنا، اور آپ کے ماتھے میں کنکروں کا تسبیح پڑھنا اور زہریلی بکری کے بازو کا بولنا، ہرنی کی گفتگو اور اونٹ کی شکایت ثابت ہے۔ اسی طرح ایک روایت میں ہے، کہ ایک پرندے کو اپنے بچے کی وجہ سے تکلیف پہنچی، وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سر کے ارد گرد اڑتا تھا، اور آپ سے گفتگو کرتا تھا۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ اس پرندے کو بچے کی وجہ سے کس نے دکھ دیا ہے، ایک آدمی نے کہا میں نے، فرمایا اس کے بچے واپس کر دو۔

(رازی) بھڑیے کی گفتگو کا تو سب کو علم ہے۔

وہ ہوا جس کی صبح اور شام کی رفتار مہینہ بھر کی مسافت پر حاوی تھی، اور جو حضرت سلیمان علیہ السلام کو دنیا کے مختلف حصوں میں اڑنے جاتی تھی، اس کے مقابلے میں ہمارے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وہ براق دیا گیا، جو ہوا اور بجلی سے زیادہ تیز تھا۔ جو آپ کو فرش سے اٹھا کر عرش تک ایک لمحے میں لے گیا، اور اس کی کم از کم رفتار، سات ہزار سال کی مسافت بنتی ہے اور یہ مسافت آسمانوں کی ہے، یہی وہ مسافت جو مستوی اور رفرف تک ہے، اسے خدا کے بغیر کوئی نہیں جانتا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے ہوا مسخر کی گئی تھی، تاکہ وہ انہیں زمین کے مختلف اطراف میں لے جائے۔ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ساری زمین یوں سمیٹ لی گئی، کہ مشرق و مغرب آپ کی آنکھوں کے سامنے تھے، اور اس شخص میں جو زمین کے طول و عرض میں گھومتا ہے، اور اس شخص میں جس کی طرف زمین خود چل کر آتی ہے، فرق واضح ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی تسخیر شیاطین کا مقابلہ اس واقعہ سے کیجئے، کہ آپ نماز میں مصروف تھے، آپ نے شیطان پر قابو پا کر اسے مسجد کے ستون سے باندھ دیا۔ اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے اس معجزے سے یہ بہتر ہے، کہ جن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے، اسی طرح جنوں کے حضرت سلیمان کے لشکر میں شامل ہونے سے یہ امر کہیں بہتر ہے کہ جبریل اور فرشتے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لشکر میں شامل تھے، اور انہوں نے جہاد میں حصہ لے کر اسلامی لشکر کی تعداد میں اضافہ کیا۔ پرندوں کے حضرت سلیمان کے لشکر میں شامل ہونے سے غار ثور کی فاختہ اور اسی وقت اس کا گھونسل بنانا اور دشمن کے خلاف اس کی حمایت اس سے زیادہ حیران کن ہے۔ کیونکہ زیادتی تعداد لشکر سے مراد، حمایت ہی ہوتی ہے جو اس معاملے میں یوں آسانی سے میسر آگئی۔ رہا سلطنت کا سوال، تو ہم بیان کر آئے ہیں کہ رسول کریم علیہ النجیۃ والتسلیم کو اختیار دیا گیا، آیا وہ نبی اور بادشاہ بننا چاہتے ہیں یا نبی اور بندہ

آپ نے آخر الذکر کو ترجیح دی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ، جو دربارہ تندرستی اکہ وابرہ میں (مادر زاداندر سے او کوٹھی) اور مردوں کو زندہ کرنے کے متعلق ہے، اس کے مقابلے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھ کو جو اپنی جگہ سے نکل گئی تھی، اس کی جگہ پر رکھ کر تندرست کر دیا، بلکہ پہلے سے بہتر بنا دیا۔ علامہ بیہقی نے دلائل النبوة میں اس آدمی کا واقعہ بیان کیا ہے، جس نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہا تھا، کہ میں اس وقت تک ایمان نہیں لاؤں گا۔ جب تک آپ میری بیٹی کو زندہ نہیں کر دیتے۔ آپ اس کی قبر پر تشریف لے گئے، فرمایا اے لڑکی! اس نے جواب میں لبیک اور سعدیک یا رسول اللہ کہا۔ اسی طرح کنگولیل نے آپ کی پھیلی پر خدا کی تسبیح پڑھی اور آپ کے فراق میں ستون رو یا۔ یہ احیاء الموتی کے زیادہ حیران کن ہے، کیونکہ کنگولیل اور ستون ان چیزوں میں شامل ہیں جو بولتے نہیں۔

عیسیٰ علیہ السلام کو یہ معجزہ دیا گیا تھا، کہ انہیں گھروں میں مخفی اشیاء کا علم ہو جاتا تھا۔ اس باب میں آپ کو خدا کی طرف سے وہ کچھ دیا گیا، جس کا کوئی حساب نہ تھا۔ اور جسے ہم انشاء اللہ جلدی ہی اچھی طرح بیان کریں گے۔

اگر عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اٹھا لیے گئے ہیں، تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کی رات اس سے کہیں بلند درجات عطا ہوئے، آپ کی مناجات قبول ہوئی اور خدائی حضور میں مختلف مشاہدات ملاحظہ فرمائے اور ایسے طریقے سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم کی گئی، جو اس سے پہلے کسی اور کی نہیں ہوئی تھی، اس باب میں حضرت جابر راوی ہیں، کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، کہ مجھے پانچ ایسی چیزیں دی گئی ہیں جو مجھ سے پیشتر کسی کو نہیں دی گئی تھیں۔ (۱) ہر نبی اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا، لیکن مجھے امر و اسود سب کی طرف بھیجا گیا۔ (۲) مال غنیمت میرے لیے حلال قرار دیا گیا، جو اس سے پہلے حلال نہیں تھا۔ (۳) ساری زمین میرے لیے ظاہر اور مسجد بنائی گئی، چنانچہ میری امت کے ہر آدمی

کو، جہاں بھی نماز کا وقت ہو جائے، اولاً نماز کی اجازت ہے۔ (۴) مجھے ایسی ہیبت دی گئی ہے، جو ایک مہینے کے فاصلے پر محسوس ہوتی ہے۔ (۵) اور مجھے شفاعت کی اجازت عطا ہوتی ہے۔ (بخاری) ایک روایت میں ہے :- میں تمام دنیا کی طرف بھیجا گیا ہوں۔ امام احمد کی روایت میں ہے۔ مجھے شفاعت کی اجازت دی گئی جو میں نے اپنی امت کی خاطر (بِصَنْ لَّا يُشْرِكُ بِاللَّهِ شَيْئًا) منظور کر لی۔ مسلم کی حدیث میں مزید مذکور ہے، کہ مجھے جوامع الکلم (قرآن) اور ختم نبوت عطا ہوئی۔ مسلم کی ایک اور حدیث میں مذکور ہے کہ مسلمانوں کی صفوں کو فرشتوں کی صفوں کا شرف حاصل ہے۔ ابن خزیمہ اور نسائی نے ایک اور اعزاز کا ذکر کیا ہے جو سورہ بقرہ کے آخری آیات میں مذکور ہے، وہ عرش کے خزانے سے لی گئی ہیں۔ کیونکہ ان آیات میں اس امر کا اشارہ ملتا ہے، کہ خدا نے آپ کی امت سے ان احکام کا بوجہ، جنہیں وہ نہیں اٹھا سکتے، ہٹا لیا ہے۔ اسی طرح آپ کو خطا اور نسیان سے مبرا قرار دیا۔ امام احمد کی حدیث میں مذکور ہے، کہ مجھے دنیا کے خزانوں کی چابیاں دی گئیں اور میرا نام احمد رکھا گیا، نیز میری امت کو خیر الائم کہا گیا۔ بزاز کے خیال کے مطابق آپ کی مزیت یہ ہے، کہ خدا نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اگلے پچھلے سب حضور معاف کر دیئے ہیں۔ فرمایا مجھے کوثر عطا ہوا، اور تمہارے آقا کے پاس قیامت کے دن خدائی حمد کا جھنڈا ہوگا، جس کے نیچے آدم اور اس کے علاوہ سب لوگ جمع ہوں گے۔ نیز مجھے یہ مزیت حاصل ہے کہ مجھ پر مسلط شیطان کافر تھا۔ خدا نے میری امداد کی، ورنہ مسلمان ہو گیا۔ ممکن ہے، کہ ان کے علاوہ اور بھی کئی فضیلتیں اس شخص کو مل جائیں، جو اس سلسلے میں مزید تلاش کرے گا۔

ابوسعید خدری نے اپنی کتاب "شرف المصطفیٰ" میں لکھا ہے کہ ساٹھ باتیں ایسی ہیں، جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے خاص ہیں بعض علمائے لکھا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گمن ہزار معجزے اور خصوصیات تھیں۔

آپ کی خصوصیات کی چار قسمیں ہیں :-

## قسم اول

اس ذیل میں ان خصائص کا ذکر ہے، جن پر عمل آپ کے لیے واجب ہے، تاکہ آپ کو زیادہ اجر ملے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر مندرجہ ذیل امور کی بجا آوری واجب تھی چاشت کی نماز، وتر، فجر کی دو رکعتیں، تہجد، سواک، قربانی، مشاورت، دشمن کے مقابلے میں صبر خواہ ان کی تعداد کتنی بھی ہو۔ اور برائی کو روکنا، جب آپ دیکھ پائیں اور خوف کی حالت میں غلطی نہ کرنا، اور نادار مسلمان کا جو مری جائے، قرض ادا کرنا، اور ازواجِ مطہرات کو اس امر کا اختیار مل جانا کہ اگر وہ چاہیں تو آپ سے علیحدہ ہو جائیں اور پھر بعد از اختیار انہیں روکے رکھنا۔ اور مزید نکاح کرنے یا ان کی جگہ اور خواتین سے نکاح کرنے سے روکنا، جو حکم بعد میں منسوخ ہو گیا تھا کیونکہ خدا آپ کی طرف سے ان پر مزید احسان کرنا چاہتا تھا اور ہر اس نیک کام کا پورا کرنا، جسے آپ ایک دفعہ شروع کر بیٹھیں، اسی طرح رونے، نماز اور باقی احکام کا عدم سقوط جب حالت وحی میں آپ اس دنیا سے اٹھا لیے جاتے۔ اور اسی طرح جب آپ کے دل پر پردہ پڑ جاتا تو خدا سے ستر دفعہ استغفار کرنا اور مسلم کی روایت میں سو دفعہ کا ذکر ہے۔ اور دل پر پردہ پڑنے سے مراد (ماومت ذکر اور مشاہدہ حق سے، وہ سہو ہے، جو انسانوں کے مصائب اور امت کی تکالیف کی وجہ سے پیش آ جاتا تھا۔ ابو الحسن شافعی راوی ہیں، میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے خواب میں دریافت کیا، کہ پردہِ دا سے کیا مراد ہے۔ فرمایا، اسے مبارک! یہ پردہ انوار ہے، پردہِ اختیار نہیں۔

## قسم دوم

اس باب میں ان امور کا ذکر ہے، جو بالخصوص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے حرام قرار دی گئیں، مثلاً آپ کے لیے اور آپ کی اولاد کے لیے زکات اور صدقہ حرام ہیں نیز وہ چیز جس کی بونا پسندیدہ ہو، جیسے پیاز اور مخموم کیونکہ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کو درشتوں اور وحی کے آنے کا انتظار رہتا، اسی طرح تکیہ لگا کر کھانا، کتابت اور شعر سے توسل منع ہونے کے بعد بغیر از جنگ ہتھیار اتار دینا، یا جب تک خدا اس معاملے میں کوئی فیصلہ نہ دے غیر مسلح ہو جانا، اس بنا پر احسان کرنا، تاکہ خدا اس میں اضافہ کرے (وَلَا تَمُنَّ بِتَشْكِشِكُمْ بَلْ كَمَا خَدَاكُمْ لِيَوْمِ تَلْقَوْنَهُمْ)۔

متنوع ہو رہے ہوں، بہ نظر تحسین دیکھنا اور یہ خواہش کرنا کہ ایسی چیز مجھے بھی ملنا چاہیے، اور استھول کی خیانت (اس سے مراد یہ ہے، کہ کسی ایسے قتل یا ضرب کی طرف اشارہ کرنا جو صورت حال کے خلاف ہو) اور غیر مہاجرہ عورت سے نکاح اور اس عورت کو روکے رکھنا جو نارضا مند ہو۔ نیز کتابت سے نکاح کرنا، مسلمان کنیز سے نکاح اور جہاں سے اللہ اکبر کی آواز آئے، وہاں حملہ کرنا یہ سب امور آپ کے لیے حرام تھے۔

## قسم سوم

بعض امور بالخصوص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مباح قرار دیئے گئے مگر ان میں اکثر ایسے ہیں جن سے آپ نے فائدہ نہیں اٹھایا۔ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کو بہ حالت جنابت مسجد میں ٹھہرنے کی اجازت تھی چت سونے سے آپ کا وضو نہیں ٹوٹا تھا۔ چارے سے زیادہ عورتوں سے نکاح، نکاح بہ حالت احرام، عورت کی رضامندی کے بغیر نکاح، اگر آپ



کسی مجرد خاتون سے نکاح کی خواہش کرتے، تو اسے ماننا پڑتا۔ اور دوسرے آدمی کو اسے پیغام نکاح بھجوانے کی اجازت نہ ہوتی، آپ کو ولی اور گواہوں کے بغیر نکاح جائز تھا۔

اپنی لوثی (حضرت صفیہ کی آزادی کو ان کا ہر مقرر کرنا، بھتیجی اور بھوپھی اور خالہ ہر دو سے نکاح کا جواز، مال عنیت میں سے انتخاب کا جواز قبل از تقسیم (از قسم کنیز وغیرہ) مکے میں جنگ اور قتل اور بغیر از احرام مکے میں داخلہ آپ اپنے علم کے مطابق فیصلہ فرماتے، اپنے لیے اولاد کی اپنی اولاد کے بارے میں احکام جاری کرنا، شخص کی حالت میں آپ کو فیصلے اور فتوے کی اجازت تھی۔ کیونکہ غضب اور رضا کی حالت میں آپ کا فیصلہ ایک سا ہوتا۔ آپ کو اجازت تھی، کہ صلوٰۃ کا لفظ جس کے لیے چاہیں استعمال کریں، جب کہ ہم نبی اور فرشتے کے بغیر کسی اور کے لیے یہ لفظ استعمال نہیں کر سکتے۔ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کو قبل از فتح تیس زمین کی اجازت تھی، کیونکہ خدا نے ساری زمین کی ملکیت آپ کے سپرد کر دی تھی، ایام غزالہ اس شخص کے کفر کا فتویٰ دیا ہے، جو تقسیم الداری کی اولاد سے دوبارہ تقسیم زمین حاصل کرے گا کیونکہ آپ کو جنت کی تقسیم کی اجازت ہے، دنیا کی زمین کا تو کیا ذکر۔

## قسم چہارم

اس عنوان کے تحت آپ کے مخصوص فضائل اور کرامات کا ذکر ہے۔

تحلیقی طور پر آپ پہلے نبی ہیں۔ بزرگوں اور اہل ترمذی، آپ کو نبوت عطا ہو چکی تھی اور آدم ابھی پانی اور کھجور کی منزل پر تھے آپ پہلے وہ انسان ہیں، جن سے مہتابی لیا گیا اور جنہوں نے اسے ہر یکم کے جواب میں ملی کہا (قطان) آدم اور ساری مخلوق آپ کے لیے پیدا کی گئی۔ وہ یعنی خدا نے آپ کا نام عرش، آسمانوں اور جنت پر لکھ دیا اور انہی کے خدا نے آدم علیہ السلام اور بعد میں آپ نے واسطے انبیاء علیہم السلام سے وعدہ لیا، کہ اگر وہ آپ کے عہد میں ہونے تو آپ پر ایمان لائیں گے اور امداد کریں گے۔ ارشاد ہے:

وَإِذَا خَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ الْبَنِيَيْنِ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ  
 ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ  
 نیز کتب سابقہ میں آپ کی آمد کی بشارت دی گئی ہے، اور آپ کے خاندان میں آدم  
 سے لے کر آپ تک کسی نے زنا کا ارتکاب نہیں کیا۔ (بیعتی وغیرہ) آپ کی ولادت پر  
 اصنام (بت) سرنگوں ہو گئے۔ (خرائطی وغیرہ) آپ فطرتاً مَخْتُون تھے اور ناف کٹی ہوئی  
 تھی۔ (طبرانی) اور جب پیدا ہوئے، تو صاف سحرے تھے اور جسم پر کوئی غلاظت نہ تھی۔  
 (ابن سعد) جب آپ زمین پر گرے، تو سجدے کی حالت میں تھے۔ اور اللہ اکبر کہنے والے  
 دعا گو کی طرح دونوں انگلیاں اوپر اٹھائی ہوئی تھیں، اور آپ کی والدہ نے اس وقت  
 ایسی روشنی دیکھی کہ شام کے محلات چمک اٹھے۔ (امام احمد) اور فرشتے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام  
 کے ٹکھوڑے کو ہلاتے تھے (ابن ربیع) اور جب آپ پٹھوڑے میں ہوتے تو چاند سے گفتگو  
 فرماتے اور اسے جدر کو اشارہ کرتے وہ ادھر ہو جاتا (نطق المفہوم کا مصنف) آپ ٹکھوڑے  
 میں باتیں کرتے تھے (واقدی) اور گرمیوں میں بادل آپ کو ڈھانپ لیتا (ابو نعیم  
 وغیرہ) اور جب آپ کسی درخت کی طرف بڑھتے، تو اس کا سایہ آپ کا استقبال کرتا۔  
 (بیعتی) آپ کا سینہ شوق کیا گیا (مسلم وغیرہ) اور ابتدائے وحی میں آپ کو تین دفعہ بھیجا گیا۔  
 اور قرآن میں خدا نے آپ کے اکثر اعضا کا ذکر فرمایا ہے :- **وَلِذَكَرِ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ**  
**مَا رَأَىٰ** اور **نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ عَلَىٰ قَلْبِكَ** (زبان کا ذکر) **مَا يَنْطِقُ**  
**عَنِ النَّهْوَىٰ** اور **فَإِنَّمَا يَسْمُوٰنَا بِلسَانِكَ** آنکھ کا ذکر **مَا زَاغَ**  
**الْبَصَرُ وَمَا طَغَىٰ** (چہرے کا ذکر) **قَدْ نَرَىٰ تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ**  
**بِأَعْيُنِنَا** اور **رُؤسُ الْمَلَائِكَةِ مُهَوِّدَاتٌ** سینہ اور پیٹھ  
 کا **الَّذِي نَفَخَ فِيكَ مِنْ صَدْرِكُمْ** **وَوَضَعْنَا عَنُقُكَ** **وِذْرَكَ** **الَّذِي أَنْقَضَ**  
 ظہنوک، اور آپ کا نام (محمد) خدا کے صفاتی نام محمود سے مشتق ہے :- **حَسْبُكَ**

۱۱۔ ۱۲۔ ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۵۔ ۱۶۔ ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۰۔ ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۳۔ ۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱۔ ۳۲۔ ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ۳۶۔ ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۰۔ ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔ ۶۰۔ ۶۱۔ ۶۲۔ ۶۳۔ ۶۴۔ ۶۵۔ ۶۶۔ ۶۷۔ ۶۸۔ ۶۹۔ ۷۰۔ ۷۱۔ ۷۲۔ ۷۳۔ ۷۴۔ ۷۵۔ ۷۶۔ ۷۷۔ ۷۸۔ ۷۹۔ ۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۴۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷۔ ۸۸۔ ۸۹۔ ۹۰۔ ۹۱۔ ۹۲۔ ۹۳۔ ۹۴۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۷۔ ۹۸۔ ۹۹۔ ۱۰۰۔

وَسَقَىٰ لَهُ مِنْ إِسْمِهِ لِيُجِدَّهُ فَذُو الْعَرْشِ مَعْمُودٌ وَهَذَا مُحَمَّدٌ

(ترجمہ) آپ کے نام کو خدا نے اپنے نام کے مشق فرما کر عزت بخشی۔ خدا نے

ذوالعرش محمود ہے اور آپ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔

آپ کا نام احمد رکھا گیا، جو اس سے پہلے کسی کا نام نہیں تھا (مسلم، حضور صلی اللہ

علیہ وسلم رات کو بھوکے سوتے صبح اٹھتے تو سیر ہوتے، کیونکہ خدا آپ کو کھلاتا پلاتا۔

آپ بیٹھ پیچھے بھی اس طرح دیکھ لیتے، جس طرح کہ سامنے۔ آپ رات کے اندھیرے میں

اس طرح دیکھ سکتے جس طرح دن کی روشنی میں (یعنی) آپ کا لعاب دہن شہاب کو میٹھا

کر دیتا اور دودھ پیتے بچے کی تسلی ہو جاتی (یعنی) ایک دفعہ آپ سنگ خارہ پر چلے گئے

تو آپ کے قدم اس میں دھنس گئے تھے۔ آپ کی نعلوں میں بال نہیں تھے۔ (قرطبی) وہ

مقام سفید تھا، جس کا رنگ نہیں بدلتا تھا۔ (طبری) آپ کی آواز دور تک پہنچتی اور آپ آواز

کو دور سے سن لیتے۔ آپ کی آنکھیں سوتی تھیں، مگر دل بیدار رہتا۔ (بخاری) آپ نے کبھی

جمائی زلی (ابن ابی شیبہ) خطابی سے منقول ہے، کہ کسی نبی نے کبھی جمائی نہیں لی اور آپ

کو کبھی احتلام نہیں ہوا، یہی حال باقی انبیاء کا ہے (طبرانی) آپ کا پسینہ کستوری سے زیادہ

خوشبودار تھا (ابو نعیم وغیرہ) جب آپ کسی دراز قد آدمی کے ساتھ چلتے تو اس سے طویل تر

دکھائی دیتے۔ آپ کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا تھا چنانچہ دھوپ ہو یا چاندنی آپ کا سایہ

نظر نہیں آتا تھا، کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود نور تھے، آپ کے کپڑوں پر مکھی نہیں بیٹھتی

بھتی اور پھر آپ کا خون نہیں چوستا تھا (عزرازی) آپ کو کھٹل نہیں ستا تھا۔ (ابن السبع)

جب آپ کی بعثت ہوئی، تو کمانت کا خاتمہ ہو گیا جس طرح ملائے اعلیٰ میں باتیں سننے

کے لیے شیاطین کا آنا جانا منقطع ہو گیا۔ معراج کی رات کو زمین کر وہ اور لگام دادہ براق لایا

گیا اور حسب روایت باقی انبیاء اس پر نشی بیٹھ سواری کرتے تھے۔ آپ اس پر مسجد حرام سے

مسجد اقصیٰ تک گئے اور پھر مقام اعلیٰ تک گئے اور خدا نے آپ کو اعلیٰ نشانیاں دکھائیں

اور معراج میں خدا نے آپ کی حفاظت کی (مَا ذَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغَىٰ) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خدا نے فرشتوں کو جمع کیا اور آپ نے انہیں اور فرشتوں کو نماز پڑھانی جنت اور جہنم کی سیر کرائی گئی۔ آپ نے خدا کو آنکھوں سے دیکھا اور گفتگو کی اور یہ گفتگو آسمان اعلیٰ پر ہوئی، جبکہ موسیٰ علیہ السلام سے پہاڑ پر ہوئی تھی۔ جہاں بھی رسول کریم گئے، فرشتے آپ کے پیچھے پیچھے رہے۔ اور غزوہ بدر و حنین میں آپ کے پہلو پہ پہلو لڑے۔ نیز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر صلوٰۃ و سلام بھیجنا مسلمانوں پر فرض ہے (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا) آپ کو قرآن حکیم دیا گیا، حالانکہ آپ امی تھے نہ لکھ سکتے تھے نہ پڑھ سکتے تھے، آپ کو در رسول میں نہیں ڈالا گیا تھا۔ اور خدا نے آپ پر اتاری گئی کتاب کو تحریف و تاویل سے محفوظ رکھا (لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ تَنْزِيلٌ مِنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ۔ نیز خدائی ارشاد (إِنَّا نَحْنُ مُزَنُّوْنَ الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ)، اگر کوئی شخص قرآن کا ایک حرف یا ایک نقطہ بھی بدلے، تو اہل دنیا سے کذاب کہیں گے۔ یہاں تک کہ اگر کسی باہمیت آدمی کے منہ سے اتفاقاً کوئی غلط حرف نکل جائے، تو تمام بچے بھی چلا اٹھیں گے۔ مولانا! آپ غلط پڑھ رہے ہیں، صحیح لفظ یہ ہے، اور کسی کتاب کو یہ صورت پیش نہیں آتی کیونکہ ہر کتاب میں تحریف و تصحیف ہو چکی ہے، اگرچہ یہود، نصاریٰ اور متحدوں نے اس کتاب کے ابطال میں زبردست کوششیں کی ہیں۔ اور اس کتاب میں وہ تمام تعلیمات مندرج ہیں جو باقی تمام کتابوں میں ملتی ہیں اور خدا نے اس کا حفظ طلبہ کے لیے آسان کر دیا (وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ) چنانچہ یاد کر کے والوں کو یہ آسانی میسر ہے، کہ وہ تھوڑی سی مدت میں اسے یاد کر لیتے ہیں۔ باقی امتوں میں بے شکل کوئی ایک آدمی بھی اپنی کتاب کو یاد کر سکتا ہے جم غفیر کا تو کیا ذکر نیز قرآن برائے آسانی سات لمحوں میں اتارا گیا ہے، اور جب تک دنیا باقی ہے۔ یہ کتاب باقی رہے گی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بالخصوص آیت الکرسی

مفصل سورتیں، مثانی اور سات مطول سورتیں اتاری گئیں مفصل کی ذیل میں آخری سورت  
قل العوذ برب الناس آتی ہے پہلی کے بارے میں اختلاف ہے۔ امام نووی نے سورہ  
حجرات کو ترجیح دی ہے۔ المثانی سے مراد سورہ فاتحہ ہے (بخاری) سات مطول سورتوں  
میں پہلی بقرہ ہے اور آخری انفال۔ آپ کو خزانوں کی کنجیاں دی گئی تھیں بعض کا خیال ہے  
کہ اس سے خزانے اجناس عالم مراد ہیں، تاکہ آپ ان کے لیے اتنا کچھ ہی نکالیں، جتنا کہ ان  
کو ضرورت ہے۔ اس بنا پر جو کچھ دنیا میں از قسم رزق ظاہر ہوتا ہے خداوند تعالیٰ وہ اشیا  
بندوں تک، رسول کریم علیہ التحیۃ والسلام کے اس ہاتھ سے پہنچاتا ہے جس میں رزق کی کنجیاں  
ہیں جس طرح غیب کی کنجیاں خدا کے ہاتھ میں ہیں، جسے خدا کے بغیر کوئی نہیں جانتا۔ خدا نے  
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خزانوں کی چابیاں دے کر مخصص فرما دیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام  
کو جو مع الکلم (ایسے الفاظ جو تمام معانی پر حاوی ہوں) قرآن حکیم، عطا کیے گئے۔ آپ تمام دنیا  
کی طرف نبی بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں مذکور ہے کہ ہر نبی  
بالخصوص اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا ہے مگر میں سب کی طرف (سپاہ اور سرخ) بھیجا گیا ہوں۔  
ایک روایت میں ہے تمام لوگوں کی طرف۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا نے ایسے رعب  
سے نوازا، جو ایک مہینے کی مسافت پر محسوس کیا جاتا تھا۔ آپ کے لیے مال غنیمت حلال تھا۔  
جو اس سے پہلے کسی کے لیے جائز نہیں تھا اور زمین آپ کے لیے اور امت کے لیے مسجد  
اور پاک قرار دی گئی۔ آپ کے معجزات قیامت تک جاری رہیں گے، جبکہ باقی انبیاء کے  
معجزے اپنے وقت پر ختم ہو گئے ہیں اور ان کا صرف نام ہی رہ گیا ہے۔ قرآن حکیم ایک  
زبردست دلیل ہے اور ان کا مقابلہ ناممکن ہے۔ آپ کے معجزات کی تعداد سب سے زیادہ  
ہے اور آپ خاتم الانبیاء و المرسلین ہیں، اور آپ کی شریعت تا قیامت قائم رہے گی۔ اور  
تمام انبیاء کے مذاہب کی ناسخ ہے اور قیامت کے دن آپ کے پیروں کی تعداد سب  
سے زیادہ ہوگی۔ اور اگر یہ انبیاء آپ کے عہد میں ہوتے، تو انہیں آپ کی اطاعت لازم

ہوتی۔ آپ بالاتفاق جنوں کی طرف بھی مبعوث ہوئے ہیں۔ اور ایک روایت کے رو سے آپ فرشتوں کے لیے بھی مبعوث ہوئے ہیں۔ علامہ سبکی نے اس روایت کو ترجیح دی ہے اور رسول کریم رحمہ اللعالمین بنا کر بھیجے گئے ہیں۔

خدا نے تمام انبیاء کو ان کے ناموں سے پکارا ہے جیسے یا آدم، یا نوح، یا ابراہیم، یا داؤد، یا زکریا، یا یحییٰ، یا عیسیٰ، یا موسیٰ وغیرہ۔ مگر آپ کو یا ایہا الرسول، یا ایہا النبی، یا ایہا المنزل اور یا ایہا المدثر کہہ کر یاد فرمایا۔ اور آپ کی امت پر، آپ کا نام لے کر بلائے کو ناجائز قرار دیا (لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا) یعنی تم رسول کریم کو بلائے اور مخاطب میں وہ رویہ نہ اختیار کرو جس طرح تم باہم ایک دوسرے کو نام لے کر اونچی آواز سے پکارتے ہو، بلکہ ادب، توقیر اور نرم آواز سے پکارو۔ یا یا نبی اللہ کہہ کر خطاب کرو۔ اور آپ سے بہ آواز بلند خطاب (گفتگو) حرام ہے۔ (یا ایہا

الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ) اسی طرح آپ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حجروں کے باہر کھڑا ہو کر بلانا بھی حرام ہے۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يٰنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ۔ وَ لَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لٰكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ) رسول کریم اللہ کے حبیب ہیں جس میں غلت اور محبت کا امتزاج پایا جاتا ہے۔ اور

خدا نے آپ کی زندگی، رسالت، شہر اور زمانے کی قسم کھائی ہے، اور آپ پر ہر طرح کی وحی کا نزول ہوا ہے، آپ کے پاس، اسرائیل علیہ السلام آئے، جو اس سے پہلے کسی اور نبی کے پاس نہیں آئے تھے۔ طبرانی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے اخذ کیا ہے، کہ میں نے رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کو کہتے سنا، کہ مجھ پر آسمان سے ایک ایسا فرشتہ نازل ہوا جو اس سے پہلے نہ تو کسی نبی پر اترا ہے نہ بعد میں اترے گا، وہ اسرائیل ہیں۔

انہوں نے اگر کہا، میں خدا کی طرف سے آپ کو پیغام لایا ہوں، آپ نبی اور بندہ ہونا پسند کریں گے یا نبی اور بادشاہ ہونا۔ میں نے جبریل کی طرف دیکھا۔ انہوں نے مجھے اشارتاً تواضع کا مشورہ دیا، اگر میں بادشاہ بننا پسند کرتا۔ تو پہاڑوں کو سونا بنا دیا جاتا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اولادِ آدم میں سب کے سرور ہیں۔ امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ان الفاظ کا ذکر کیا ہے۔ اَنَا سَيِّدٌ وُلْدِ آدَمَ وَلَا فَخْرٌ وَبَيْدَىٰ نَوَاءِ الْحَمْدِ وَلَا فَخْرٌ۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام فروگزاشیں معاف کر دی گئیں۔ ارشاد ہے (لِيَغْفِرَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَهُ) یہ قول بیعتاوی اس سے مراد ہر وہ فعل ہے جس پر سرزنش کی جا سکتی ہے، رسول اکرم، اللہ کے یہاں اکرم المخلوق (تمام کائنات سے معزز تر) تمام انبیائے مرسلین اور سب ملائکہ مقربین سے افضل ہیں، اور آپ پر متعین شیطان اسلام لے آیا تھا۔ (مسلم، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خطا اور نسیان کا انتساب درست نہیں، اور مردے سے قبر میں رسول کریم علیہ السلام کی تسلیم کے بارے میں پوچھا جائے گا اور ازواج مطہرات سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد نکاح ناجائز ہے) وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ، یعنی وہ حرمت و توقیر میں ماؤں کی طرح ہیں اور آپ کے بعد ان سے نکاح کرنا، آپ کی تکریم و تحریم کے پیش نظر حرام ہے۔ اور ازواج مطہرات پر خواہ وہ چادر میں لپیٹی ہوئی ہوں، نگاہ ڈالنا حرام ہے۔ نیز چہرے اور ہاتھوں سے یہ وقت شہادت پر وہ اٹھانا بھی نادرست ہے اور خدا کے نام کے ساتھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کی قسم کھانا بھی درست ہے۔ آپ کے علاوہ کسی اور نبی، فرشتے یا ولی کی قسم کھانا درست نہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیٹیوں کی اولاد آپ کی طرف منسوب ہو سکتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا، میرا یہ بیٹا سردار ہے۔ نیز فرمایا، کہ قیامت کے دن میرے نسب اور حسب کے علاوہ تمام نسب اور حسب ختم ہو جائیں گے۔ نسب کا تعلق ولادت سے ہے۔

اور حسب کالکاح سے۔ آپ کی صاحبزادیوں پر سوکن ڈالنے کی اجازت نہیں کیونکہ یہ بات آپ کے لیے باعث تکلیف ہے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھ دینا بالالتحاق حرام ہے۔ حضرت مسور بن مخزوم سے روایت ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ابو جہل کی بیٹی کو نکاح کا پیغام بھیجا یا سالانہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ان کے نکاح میں تھیں جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو معلوم ہوا، تو وہ سرکارِ دو عالم کی خدمت میں آئیں اور عرض کیا، آپ کی قوم کہتی پھرتی ہے، کہ آپ اپنی بیٹیوں کے بارے میں کسی سے بگاڑ نہیں کرتے، چنانچہ علی رضی اللہ عنہ ابو جہل کی بیٹی سے نکاح کرنے کو ہیں۔ راوی کہتے ہیں کہ آپ نے سنا تو اٹھ کھڑے ہوئے، بعد از تشهد میں نے آپ کو یہ کہتے سنا: اما بعد، بے شک میں نے ابو العاص بن ربیع سے بیٹی کا نکاح کرایا، لیکن اس نے بعد از گفتگو میری تصدیق کی۔ فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے اور میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں، کہ وہ لوگ اسے آزمائش میں ڈال دیں اور رسول خدا کی بیٹی اور دشمن خدا کی لڑکی ایک شخص کے گھر میں بھی جمع نہیں ہوں گی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس خیال سے دستبردار ہو گئے (شجین) نیز انہوں نے مسور رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بھی بیان کی ہے، "میری بیٹی میرے جگر کا ٹکڑا ہے، جو چیز اسے پسند ہے وہ مجھے پسند ہے اور جو چیز اسے رنج پہنچاتی ہے وہ مجھے رنج پہنچاتی ہے، اور کوئی شخص بھی آپ کے محراب میں دائیں اور بائیں رخ کر کے نہیں بیٹھ سکتا جس نے آپ کو خواب میں دیکھا صحیح دیکھا، کیونکہ شیطان آپ کی شکل نہیں اختیار کر سکتا۔ مسلم کی روایت میں ہے، جس نے مجھے خواب میں دیکھا، اس نے صحیح دیکھا۔ نیز حدیث جابر میں مذکور ہے، جس نے خواب میں مجھے دیکھا، اس نے مجھے دیکھا، کیونکہ شیطان میری شکل اختیار نہیں کر سکتا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام کا رکھنا دین و دنیا میں باعث برکت ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، دو بندے اللہ کے سامنے پیش ہوں گے، ان کے بارے میں جنت کا حکم ملے گا۔



وہ دریافت کریں گے، اے خدا تو نے کس لیے ہمیں جنت کا مستحق قرار دیا ہے، حالانکہ ہم نے کوئی ایسا کام نہیں کیا کہ جس کی جزا جنت بن سکے، خدا جواب دے گا، جنت میں داخل ہو جاؤ، کیونکہ میں نے اپنے لیے اس امر کو لازمی قرار دیا ہے، کہ جس شخص کا نام بھی احمد اور محمد ہوگا وہ جنت میں جائے گا۔ ابو نعیم، بیہ بن شریطہ سے راوی ہیں، آپ نے فرمایا، کہ خدا نے اپنی عزت اور جلال کی قسم کھا کر کہا کہ جو شخص تیرا ہم نام ہوگا، اسے جہنم کا عذاب نہیں دیا جائے گا حضرت علی کرم اللہ وجہہ راوی ہیں، کہ جہاں بھی دسترخوان بچھایا گیا، اور اس پر احمد یا محمد کے نام کے لوگ حاضر ہوئے، اللہ تعالیٰ اس گھر پر دن میں دو دفعہ رحمت بھیجے گا۔ (ابو منصور دہلی) امام شافعی کے نزدیک کوئی شخص بھی اپنی کنیت الباقا سم نہیں رکھ سکتا، خواہ اس کا نام محمد ہو یا نہ ہو۔ مگر امام مالک کے نزدیک جائز ہے۔

حنور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں یہ بات شامل ہے، کہ جب رسول کریم کی احادیث پڑھی جائیں تو غسل کرنا اور خوشبو لگانا مستحب ہے، نیز مشورہ نہ بچایا جائے، اور آہستہ گفتگو کی جائے، جیسا کہ آپ کی زندگی میں ہوتا تھا۔ کیونکہ بعد از وفات بھی آپ کے کلام کا وہی احترام ہے، جو اس کلام کا تھا، جو آپ کی زبان مبارک سے سنا جاتا تھا۔ اور حدیث اونچی جگہ بیٹھ کر پڑھی جانی چاہیے۔ جناب مطرف راوی ہیں، کہ جب لوگ امام مالک کے پاس جاتے، تو ان کی ایک کینز آکر دریافت کرتی، آیا آپ حدیث سنے آتے ہیں، یا مسائل دریافت کرنے؟ اگر مسائل کے لیے آتے، تو امام فوراً باہر آجاتے اور اگر وہ کلام حدیث کے لیے آتے، تو غسل خانے میں داخل ہو کر غسل کرتے، خوشبو لگاتے، منہ کپڑے پہنتے، ہگڑی باندھتے، جبہ اوڑھتے، آپ کے لیے ایک تخت پوش رکھا جاتا، اس پر آکر بیٹھ جاتے، اور آپ پر حالت خشوع طاری ہوتی، اور وہاں اس وقت تک ٹو جھلا جاتا، جب تک تدریس حدیث سے فارغ نہ ہو جاتے، اور اس مسند پر صرف اس وقت بیٹھتے، جب درس حدیث دیتے۔ ابن ابی اویس راوی ہیں۔ ان سے اس کی وجہ

پوچھی گئی، کہنے لگے، میں حدیث رسول کی تعظیم کو پسند کرتا ہوں، اس لیے میں اس کی تدبیر کے وقت صاف سٹھرا ہوا ہوں کہ وقار سے بیٹھتا ہوں۔ کہتے ہیں، انہوں نے یہ بات حضرت سعید بن مسیب سے اخذ کی۔ حضرت قتادہ، امام مالک اور محدثین کی ایک جماعت کے خیال میں بغیر وضو کے حدیث پڑھنا مکروہ ہے۔ چنانچہ امام اگش جب بغیر وضو ہوتے، تو تمیم کر لیتے۔ بلاشبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم بعد از وفات اور اسی طرح آپ کی حدیث کی توقیر اور آپ کے نام اور سیرت کی تکریم اسی طرح ضروری ہے، جیسا کہ آپ کی زندگی کے دوران میں تھی۔ اور قاری حدیث کے لیے کسی شخص کے لیے تعظیماً اٹھنا مکروہ ہے۔ اور اس بارے میں حضرت امام مالک کا وہ واقعہ کافی ہے، کہ انہیں ایک بچھو نے سترہ دفعہ ڈنگ مارا اور وہ اپنی جگہ سے توقیر نہیں ہٹے اور اس کے ڈنگ کی اذیت کو برداشت کیا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں یہ بات بھی شامل ہے، کہ صحابی بننے کے لیے آپ کی صحبت کا ایک لمحہ کافی ہے، لیکن تابعی بننے کے لیے صحابی سے عرصے تک صحبت رکھنا ضروری ہے۔ اس فرق کی وجہ نبوت کے مرتبے اور اس کے نور کی عظمت ہے۔ چنانچہ جو نبی آپ کی نظر کسی فائز شیدہ بدو پر پڑتی وہ حکیمانہ باتیں کرنے لگ جاتا۔ اور رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے سارے صحابی عادل تھے، کیونکہ خدا نے اس وقت کے صحابہ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ وَجَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا۔ (وسطا سے مراد عادل ہے) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، میرے صحابی کو بُرا بھلا مت کہو۔ مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، اگر تم اُحد پہاڑ جتنا بھی سونا خرچ کرو تم ان کے برابر نہیں ہو سکتے۔ بلکہ ان کے نصف تک بھی نہیں پہنچ سکتے۔ آپ نے فرمایا، میرا زمانہ بہترین زمانہ ہے، پھر اس کے بعد وہ جوان کے بعد آئیں گے اور پھر وہ جو ان کے بعد آئیں گے۔ یہ بات بھی آپ کی خصوصیات میں شامل ہے۔ کہ نماز پڑھنے والا آپ

سے مخاطب ہو کر اسلام علیک ایھا النبی کہتا ہے اور آپ کے علاوہ کسی اور سے نہیں کہتا۔ اور اسی طرح اگر آپ کسی آدمی کو بلائیں اور وہ نماز پڑھ رہا ہو، تو اسے جواب دینا واجب ہے۔ اور جس شخص نے آپ پر کوئی افترا باندھا یا غلط بات آپ سے منسوب کی، وہ خواہ توبہ کر لے، ابدی طور پر مردود شہادت ہو جاتا ہے جنور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر گناہ سے صغیرہ ہو یا کبیرہ، عمد ہو یا سہو، معصوم ہیں۔ اسی طرح باقی انبیاء بھی۔ نیز آپ پر نہ تو جنون نہ لمبی بے ہوشی اور نہ اندھا پن واقع ہو سکتا ہے، کیونکہ یہ نقص ہے، اسی طرح باقی انبیاء پر بھی۔ اور جو شخص سب رسول کرے یا آپ میں نقائص تلاش کرے، وہ قتل کر دیا جائے (قاضی عیاض) اس پر قرآن، حدیث اور اجماع امت سے دلیل پیش کی جاتی ہے۔ امام خطاب فرماتے ہیں، میں مسلمانوں میں سے کسی ایسے آدمی کو نہیں جانتا، کہ جسے ایسے شخص کے قتل کے بارے میں اختلاف ہو۔ مذہب امام مالک کے رو سے ایسے شخص کو بطور سزا قتل کیا جائے گا نہ بطور مرتد۔ اس کی توبہ اور معذرت بہ بہانہ سہو غلطی منظور نہیں ہوگی۔ شافعیوں کا مذہب یہ ہے، کہ یہ ارتداد ہے، ایسا شخص اسلام سے نکل کر کفر میں آگیا، وہ مرتد اور کافر ہے۔ اور اس بارے میں ہمارے علماء میں کوئی اختلاف نہیں۔ مرتد اگر توبہ کرے، تو اس کی توبہ مان لی جائے گی، ورنہ قتل کر دیا جائے گا۔ اور جنور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں یہ بات بھی شامل تھی، کہ آپ جس آدمی کو چاہتے، کسی خوبی سے نواز دیتے۔ جیسے حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کو دو آدمیوں کی شہادت کے مساوی قرار دیا۔

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ راوی ہیں، کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بدو سے گھوڑا خریدا۔ بعد میں بدو نے گھوڑا دینے سے انکار کر دیا۔ اس اثنا میں حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ آگئے، انہوں نے کہا بدو میاں! میں اس بات کا شاہد ہوں کہ تم نے گھوڑا بیچا ہے۔ بدو کہنے لگا، کہ اگر خزیمہ کی شہادت میرے خلاف ہے، تو لایئے

قیمت۔ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے فرمایا، "خزیمہ! تم تو اس واقعہ میں موجود نہ تھے، تم کیسے شہادت دے رہے ہو؟" انہوں نے جواب دیا، "یا رسول اللہ! جب ہم آسمانی معاملات میں آپ کی تصدیق کرتے ہیں تو اس اعرابی کے بارے میں کیوں تصدیق نہ کروں؟" آپ اس کے بعد ان کی شہادت کو دو آدمیوں کے برابر جانتے تھے اور اسلام میں ہوائے جناب خزیمہ رضی اللہ عنہ کے اور کوئی آدمی ایسا نہ تھا۔ اسی ذیل میں آتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی (حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا کو ماتم کی) اجازت۔ وہ راوی ہیں، کہ جب قرآن حکم کی یہ آیت (يٰۤاَيُّهَا عَلِيُّ اَنْ لَا يُشْرِكَنَ بِاللّٰهِ شَيْۤاٌ وَلَا يَعْصِيَنَّكَ فَاَمْرًا مَّعْرُوۡفًا) اتری تو ماتم بھی اس میں شامل تھا۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! اس میں فلاں خاندان کو مستثنیٰ فرما دیجئے۔ یہ لوگ جہالت میں مجھ سے حسن سلوک سے پیش آتے تھے، مجھے بھی ان سے حسن سلوک کے بغیر چارہ نہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اجازت دے دی۔ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے اسماء بنت عمیس کو ترک سوگ کی اجازت دے دی تھی۔ وہ بیان کرتی ہیں کہ جب جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے، تو حضور نے مجھے فرمایا، تو تین دن تک ماتمی لباس پہننے رکھ، اس کے بعد جو چاہے کر۔ اسی طرح بزغلے کی قربانی کا واقعہ ہے جو ابو بردہ بن دینار کو پیش آیا، ابھی اس کا ایک سال پورا نہیں ہوا تھا۔ اسی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کا ایک عورت سے (جو کچھ اسے قرآن سے یاد تھا) اس پر نکاح کر دیا، فرمایا اس کے بعد کسی شخص کو اس مہر کی اجازت نہ ہوگی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بخارا آتا، تو آپ کو دو آدمیوں جتنی تکلیف ہوتی، تاکہ آپ کو زیادہ اجر ملے۔ اور رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی بیماری کے دوران میں تین دفعہ حضرت جبریل علیہ السلام عیادت کے لیے آئے (بیہقی) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال پر لوگوں نے گروہ درگروہ بغیر امام اور بغیر دعائے جنازہ کے نماز جنازہ پڑھی (بیہقی) اور آپ کو تین دن تک دفن نہیں کیا گیا (جیسا کہ ہم بیان کریں گے) اور آپ کی قبر میں

ایک کپڑا بچھایا گیا تھا۔ اور ہمارے لیے یہ دونوں باتیں مکروہ ہیں۔ اور آپ کی وفات پر دنیا میں اندھیرا چھا گیا تھا۔ اور آپ کا جسم مبارک مٹی میں نہیں سڑے گا اور یہی صورت حال باقی انبیاء کی ہے۔ (ابوداؤد) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی وارث نہیں تھا اور یہی حال باقی انبیاء کا ہے، جیسا کہ نسائی نے حضرت زبیر کی حدیث (إِنَّمَا مَعَاشِرُ الْأَنْبِيَاءِ لَا تَوْرَثُ) میں مذکور ہے۔ نیز آپ اپنی قبر میں زندہ ہیں اور اذان اور اقامت سے نماز پڑھتے ہیں یہی حال باقی انبیاء کا ہے۔ اسی وجہ سے کہتے ہیں، کہ آپ کی ازواج مطہرات پر عدت لازم نہیں تھی۔ ابن نجار وغیرہ نے ذکر کیا ہے۔ کہ ایام الحزہ (وہ تین دن مراد ہیں، جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ میدان کربلا میں پیاسے رہے) میں یہ معمول (اذان دینا) متروک ہو گیا تو لوگ اور سعید بن مسیب گھبرا کر مسجد میں گئے۔ حضرت سعید راوی ہیں، کہ میں گھبرا کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے قریب گیا۔ جب ظہر کا وقت آیا، تو میں نے قبر سے اذان کی آواز سنی اور میں نے ظہر کی نماز پڑھی۔ تین دن تک یہ اذان اور اقامت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر میں ہوتی رہی۔ تا آنکہ تین دن گزر گئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر ایک فرشتہ مقرر ہے، جو درود پڑھنے والوں کے درود آپ تک پہنچاتا ہے۔ (امام احمد) حاکم نے اسے بایں الفاظ بیان کیا ہے۔ کہ زمین میں خدا کے کچھ سیاح فرشتے ایسے ہیں، جو میری امت کا سلام و درود مجھے پہنچاتے رہتے ہیں۔ (اصغفانی نے حضرت عمار سے یوں بیان کیا ہے۔ خدا کا ایک فرشتہ ایسا ہے، جو تمام انسانوں کی باتیں سن لیتا ہے، جو شخص بھی درود پڑھتا ہے۔ وہ فرشتہ مجھ تک اسے پہنچا دیتا ہے۔ اور امت کے اعمال مجھ تک پہنچاتا ہے اور میں اس کے لیے استغفار مانگتا ہوں۔ ابن مبارک، سعید بن مسیب سے راوی ہیں، کہ کوئی ایسا دن نہیں ہوتا، کہ صبح و شام امت کے اعمال، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش نہ کیے جاتے ہوں چنانچہ آپ انہیں ان کے چہرے ہرے اور اعمال سے پہچانتے ہیں۔ آپ کا منبر حوض کوثر پر واقع ہے۔ ایک روایت میں مذکور ہے، کہ میرا منبر بہشت کے ایک باغ پر

نصب ہے اگر اس سے مراد اطمینان قلب ہے، تو وہ تو باغ ہی ہے۔ اور علماء میں سے کسی شخص کو بھی اس سے اختلاف نہیں، کہ اس سے مراد واقعی باغ ہے اور یہ امر درست، محسوس اور موجود ہے۔ کیونکہ قدرت میں اس کی صلاحیت ہے اور ایسا کرنے سے معذور نہیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو امور غیب بیان فرمائے ہیں، ان پر ایمان لانا واجب ہے اور آپ کے منبر اور قبر کے درمیان جنت کا ایک باغ ہے۔ بخاری نے اسی بات کو بایں الفاظ بیان کیا ہے (ما بین بیٹی و منبری) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وہ پہلے آدمی ہوں گے جن کی قبر (قیامت کے دن) شق ہوگی۔ ہمیں یہ الفاظ مذکور ہیں (اَنَا اَوَّلُ مَنْ تَنْشَقُّ عَنْهُ الدَّرْعُ) آپ سب سے پہلے اٹھیں گے اور سب سے پہلے پل صراط سے گزریں گے۔ (بخاری) نیز آپ ستر ہزار فرشتوں کے ساتھ قبر سے اٹھائے جائیں گے جیسا کہ کعب احبار کی روایت میں ہے، کہ صبح ستر ہزار فرشتے آپ کی قبر پر جمع ہو کر پروں کو پھڑپھڑاتے ہیں اور جب شام ہو جاتی ہے تو وہ پس چلے جاتے ہیں۔ پھر ستر ہزار فرشتے اترتے ہیں تا آنکہ قیامت کے دن زمین پھٹے گی اور آپ ستر ہزار فرشتوں کے ساتھ، جو ازراہ توقیر آپ کے ساتھ ہوں گے، نکلیں گے، اور آپ براق پر سوار ہوں گے۔ (حافظ سلمیٰ، اور میدان حشر میں آپ کو جنت کا ایسا بہترین لباس پہنایا جائے گا، جسے کوئی اور آدمی برداشت نہیں کر سکے گا۔ کعب بن مالک نے اس روایت کو برابر ایں انداز بیان کیا ہے۔ قیامت کے دن لوگ قبروں سے اٹھائے جائیں گے، میں اور میری امت ایک ٹیلے پر ہونگے اور میرا خدا مجھے سبز لباس پہنائے گا۔ اور آپ عرش کے دائیں طرف ایسی جگہ کھڑے ہوں گے جہاں کوئی دوسرا شخص نہیں کھڑا ہوگا اور سب اگلے پچھلے آپ سے رشک کریں گے۔ (ابن مسعود) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام محمود عطا ہوگا۔ مجاہد کہتے ہیں کہ اس سے مراد جلوس علی العرش ہے، عبداللہ بن سلام کے مطابق اس سے مراد کرسی

سب یغوی کے مطابق آپ سے مراد دونوں ہیں۔ رسول کریم علیہ التحیۃ والسلام کو شفاعت عظمیٰ کا مقام دیا جائے گا۔ اور آپ حشر میں کھڑے جھکڑے چکائیں گے جب وہ اپنے انبیاء سے مایوس ہو کر آپ کے پاس آئیں گے۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بعض ایسے لوگوں کی شفاعت کا منصب ملے گا، جو بغیر از حساب جنت میں داخل کر دیئے جائیں گے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سفارش پر جنت میں لوگوں کے درجے بڑھائے جائیں گے۔ اور آپ کے پاس لو اور الحمد ہوگا، جس کے نیچے آدم اور باقی لوگ کھڑے ہوں گے۔ (بزاز) اور قیامت کے دن آپ کے پیروؤں کی تعداد سب سے زیادہ ہوگی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے جنت کے دروازے پر دستک دیں گے۔ امام مسلم، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، میں جنت کے دروازے پر دستک کو آؤں گا، تو خازن کہے گا۔ مجھے آپ ہی کے بارے میں حکم دیا گیا تھا، کہ کسی اور کے لیے آپ سے پہلے دروازہ نہ کھولوں۔ طبرانی نے اس میں یہ اضافہ کیا ہے۔ خازن تعظیماً اٹھ کھڑا ہوگا، اور کہے گا میں نے آپ سے پہلے کسی کیلئے دروازہ نہیں کھولا اور آپ کے بعد کسی اور کے لیے کھٹوں گا بھی نہیں، آپ سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے، فرمایا، میں سب سے پہلے جنت کی کنڈی کھٹکھٹاؤں گا اللہ کھول دے گا اور مجھے داخل کرے گا اور میرے ساتھ قرآنے مومنین کی جماعت ہوگی۔ (ترمذی) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں نہر کوثر بھی ہے جو آپ کے حوض میں آکر شامل ہو جائے گی اور جس کی گزرگاہ میں موتی اور یاقوت بھرے پڑے ہیں اور جس کا پانی شہد سے زیادہ میٹھا اور برف سے زیادہ سفید ہے، علاوہ ازیں آپ کی خصوصیات میں الوسیلہ بھی ہے، جو جنت کا سب سے اوپر کا درجہ ہے۔

تمہیں معلوم ہونا چاہیے، کہ خدا نے آپ کی امت کو فضائل امت محمدیہ :- اہل عالم کے لیے تمام امتوں سے بہتر بنایا، وہ

انبیاء کے وارث ہیں اور احکام دین میں انہیں اجتہاد کی اجازت دی۔ چنانچہ وہ اجتہاد کے مطابق احکام جاری کرتے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد جو شخص بھی اس امت کے عہد میں عیسیٰ علیہ السلام کی طرح آئے گا، وہ شرع محمدی کے مطابق عمل کرے گا، وہ پیغمبر ہمارے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع ہوں گے۔ اسی طرح علماء کی جو جماعت، حضرت خضر کے بارے میں اس بات کی قائل ہے، کہ وہ اب بھی زندہ ہیں وہ انہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دین کا متبع قرار دیتی ہے۔ اسی طرح حضرت ایسا بھی، جو بقول ابو عبد اللہ قرطبی زندہ ہیں، اور انبیاء میں سولے جناب رسول کریم علیہ السلام کے کوئی ایسا نبی نہیں ہوا، کہ دوسرا کوئی نبی اس کا پیروں رہا ہو اور امت محمدیہ کو اتنا شرف کافی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس امت کو ایسے خصائص سے نوازا ہے، جو پہلے کسی امت کو عطا نہیں ہوئے۔ اور اخبار و آثار اس کے شاہد ہیں۔ ابو نعیم، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام پر توریت نازل ہوئی، انہوں نے پڑھی اور اس میں اس امت کا ذکر دیکھا۔ کہنے لگے، اے خدا میں الواح توریت میں ایک ایسی امت کا ذکر پاتا ہوں، جو آخر میں آکر بھی سب سے آگے نکل جائیگی۔ اسے میری امت بنا، فرمایا یہ احمد کی امت ہے۔ پھر عرض کیا، میں ان الواح میں ایک ایسی امت کا ذکر پاتا ہوں، کہ جن کے صحیفے ان کے سینوں میں ہوں گے اور زبانی پڑھیں گے، تو اسے میری امت بنا۔ ارشاد ہوگا، کہ وہ امت احمد ہے۔ پھر عرض کیا، میں ان الواح میں ایک ایسی امت کا ذکر پاتا ہوں جن پر مال غنیمت حلال ہوگا۔ اسے میری امت بنا۔ ارشاد ہوا، یہ امت احمد ہے۔ پھر کہا، اے خدا ان الواح میں ایسی امت کا ذکر ہے، جو صدقہ خود کھائے گی لیکن اسے پھر بھی اجر ملے گا۔ اسے میری امت بنا۔ ارشاد ہوا، وہ امت احمد ہے۔ پھر کہا اسے



خدا میں ان الواح میں ایسی امت کا ذکر پاتا ہوں، جن میں سے جب کوئی نیکی کا ارادہ کرے گا، تو بغیر از عمل اسے ایک نیکی کا اجر ملے گا۔ لیکن اگر وہ اس پر عمل بھی کرتا ہے، تو اسے دس نیکیوں کا اجر ملے گا، اسے میری امت بنا فرمایا، یہ امت احمد ہے۔ پھر کیا، اسے خدا میں نے ان الواح میں دیکھا ہے، کہ اس میں ایک ایسی امت کا ذکر ہے، کہ جن میں سے اگر کوئی کسی ایسی برائی کا ذکر کرے، جسے وہ کہ نہیں پاتا تو اسے اس کے خلاف نہیں لکھا جائے گا اور اگر عمل کرتا ہے، تو صرف ایک برائی لکھی جائے گی، فرمایا یہ امت احمد ہے۔ پھر عرض کیا، اے اللہ میں ان الواح میں ایسی امت کا ذکر پاتا ہوں، جنہیں اول اور آخر کا علم ہوگا، اور وہ دجال کو قتل کریں گے، مجھے اس امت میں شامل کر، فرمایا، وہ امت احمد ہے، عرض کیا، اے خدا تو مجھے اس امت میں شامل کر لے۔ اس بنا پر انہیں دو خوبیاں عطا کی گئیں، فرمایا۔ اے موسیٰ! میں نے تجھے لوگوں میں سے رسالت اور حکم کے اوصاف سے سرفراز کیا ہے، جو کچھ میں نے دیا ہے لے لو، اور شکر گزار بندوں میں شامل ہو جاؤ۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا، اے خدا میں اس پر رضا مند ہوں۔ بے نطق المفہوم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے گزارش کی، اے خدا! کیا میری امت سے بڑھ کر تجھے کوئی اور امت پیاری ہے، کیونکہ تو نے میری امت کے سر پر بادل کا سایہ مسلط کیا، اور من و سلوی اتارا، فرمایا، اے موسیٰ! کیا تمہیں علم نہیں، کہ تمام امتوں میں امت محمدی کو وہی مقام فضیلت حاصل ہے، جو مجھے تمام مخلوق کے مقابلے میں، عرض کیا، اے خدا تو مجھے وہ امت دکھا تو دے۔ فرمایا، تو انہیں دیکھ تو نہیں سکے گا۔ البتہ تو ان کی گفتگو سن سکے گا۔ اس پر خدا نے انہیں آواز دی، سب نے بیک آواز بیکاً اللہم بیک کہا، اللہ نے کہا، تم پر میری رحمت ہو۔ میری شفقت کو میرے غضب پر اور میری عفو کو عذاب پر سبقت حاصل ہے، قبل اس کے کہ تم مانگو، میں نے تمہاری

خواہش پوری کر دی۔ تم میں سے جو شخص بھی میری وحدانیت اور محمد کی رسالت کی توثیق کرے گا میں اس کے گناہ معاف کر دوں گا۔ چنانچہ خدا نے مجھ پر اسی نوازش کے اظہار کے لیے فرمایا: ”جب ہم نے طور کے ایک کنارے پر موسیٰ کو سنانے کے لیے آپ کی امت کو آواز دی، تو آپ وہاں موجود نہ تھے“

ابونعیم نے اعلیٰ میں لکھا ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ خدا نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی کی، کہ بنی اسرائیل کو کہہ دو، کہ جو شخص بھی مجھ سے ایسی حالت میں ملے گا، کہ وہ احمد کا منکر ہوگا، میں اسے جہنم میں داخل کروں گا۔ انہوں نے پوچھا، اسے خدا، احمد کون ہیں؟ فرمایا، ”ساری خلقت میں مجھے ان سے محبوب تر اور کوئی نہیں، آسمانوں اور زمین کی تخلیق سے پہلے میں نے ان کا نام اپنے نام کے ساتھ لکھ دیا۔ اور تمام مخلوق پر جنت کا داخلہ اس وقت تک ممنوع ہے جب تک ان کی امت داخل نہ ہو چکے گی“ پوچھا، ان کی امت کون لوگ ہیں؟ فرمایا، اٹھتے بیٹھے میری تعریف کرنے والے، ہر حالت میں اپنی کمزریاں باندھ رکھنے والے اور اپنے ہاتھ پاؤں کو صاف ستھرا رکھنے والے، دن کو روزہ رکھنے والے اور راتوں کو عبادت کرنے والے، میں ان کی بھڑکی سی چیز بھی قبول کر لوں گا اور ہر کلمہ گو کو بہشت میں داخل کر دوں گا۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا، ”تو مجھے اس امت کا نبی بنا دے، فرمایا، ”ان کا نبی انہی میں سے ہوگا۔“ عرض کیا، ”مجھے اس امت میں شامل کر دے“ فرمایا، ”تم مقدم ہو، اور وہ (محمد) بعد میں آئیں گے لیکن میں تم دونوں کو دارالجلال میں جمع کر دوں گا۔“

حضرت وہب بن منبہ راوی ہیں، خدا نے حضرت شعیب کو وحی کی، کہ میں دنیا میں ایک ایسا نبی اتنی بھیجے والا ہوں، جو ہرے کانوں، غافل دلوں اور اندھی آنکھوں کو کھول دے گا۔ اس کی پیدائش تو سننے میں ہوگی، مگر وہ ہجرت کر کے مدینے میں آجائے گا اور اس کی سلطنت شام تک پھیل جائے گی۔ وہ میرا بندہ ہے، متوکل، برگزیدہ، بلند مرتبہ

محبوب، منتخب اور مختار جو برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دے گا۔ بلکہ معاف کر دے گا، درگزر کرنے والا اور مومنوں پر رحیم ہوگا۔ جو بھاری بوجھ اٹھانے والے جانور اور بیوہ ماؤں کی گود میں یتیم بچوں کے لیے روئے گا، وہ نہ بد خو ہے اور نہ تنگ دل اور نہ بازاروں میں شور کرنے والا نہ فحش گوئی کرنے والا اور نہ اس کی آواز میں عنف ہوگا۔ یعنی ان کی آواز صاف اور واضح ہوگی، اگر وہ چراغ کے پاس سے گزرے گا تو اس کی نرم روی کی وجہ سے بجھے گا نہیں، اور اگر وہ لمبے اور خشک سر کندھے پر گزرے گا، تو اس کے پاؤں کے نیچے سے آواز نہیں آئے گی۔ میں اسے بشر اور نذیر بنا کر بھول گا۔ اور اس کی امت کو بہترین امت بناؤں گا۔ جو اچھے کام کرنے کا حکم دے گی اور بُرے افعال سے روکے گی۔ میری توحید کی قائل ہوگی، مجھ پر ایمان لائے گی، اور مجھ سے غلصہ ہوگی۔ اور میرے رسول جو پیغام لائے ہیں، اس کی تصدیق کرے گی۔ وہ شمس و قمر کی نگہبان ہوگی۔ مبارک ہیں وہ دل، چہرے اور روحیں جو میرے لیے مخصوص ہیں۔ اس امت کے پیروکار مسجدوں، مجلسوں، بستروں اور گھروں میں میری تسبیح، تکبیر، تہجد اور توحید کے بارے میں ذکر اذکار کریں گے اور وہ اپنی مساجد میں اس طرح صفیں باندھ کر کھڑے ہوں گے جس طرح فرشتے میرے عرش کے گرد کھڑے ہیں وہ لوگ میرے اولیا اور انصار ہیں، میں ان کی معرفت اپنے دشمنوں (بتوں کی پرستش کرنے والوں) سے انتقام لوں گا۔ وہ لوگ قیام، قعود، رکوع اور سجدے میں میری عبادت کریں گے اور وہ لوگ ہزاروں کی تعداد میں اپنے گھروں اور مال و متاع سے علیحدہ کر دیئے جائیں گے۔ اور میری راہ میں صفیں باندھ کر لڑیں گے۔ میں ان کی کتاب (قرآن) پر اپنی کتابوں کا اور ان کی شریعت اور دین پر اپنی شریعتوں اور دینوں کو ختم کر دوں گا۔ جس نے مجھ سے ان کے زمانے کو پایا اور ان کی کتاب پر ایمان نہ لایا اور ان کے دین اور شریعت میں شامل نہ ہوا، تو اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔ میں ان لوگوں کو تمام امتوں سے بہتر بناؤں گا، اور انہیں

ایسی مستدل امت قرار دوں گا، جو لوگوں کے نگہبان ہوں گے۔ جب وہ کسی وجہ سے غصے میں ہوں گے، تو لا الہ الا اللہ کا ورد کریں گے، اور جب لڑیں بھگڑیں گے، تو میری تسلیح کریں گے۔ اپنے چہرے اور ہاتھ پاؤں صاف ستھرے رکھیں گے۔ اور انصاف کیلئے ہر وقت آمادہ رہیں گے۔ نیز ٹیلوں اور بلند مقامات پر میرا ذکر کریں گے۔ ان کے خون ان کی قربانیاں ہیں، اور ان کے مذہبی صحیفے ان کے سینوں میں ہوں گے۔ راتوں کو عبادت گزار اور دنوں کو شیریں لیغار ہوں گے۔ بشارت ہے ان لوگوں کے لیے جو ان کا ساتھ دیں گے۔ اور ان کا دین، مسلک اور شریعت اپنائیں گے۔ یہ میری نوازش ہے، جسے چاہوں عطا کر دوں۔ اور میں عظیم فضل کا مالک ہوں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیتوں میں سے ایک خصوصیت جمعہ بھی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، ہم سب سے بعد آئے ہیں، لیکن قیامت کے دن سب سے آگے ہوں گے، ہر چند انہیں ہالہامی کتاب ہم سے پہلے ملی ہے۔ یہ دن ان کا تھا۔ جس کا تقدس ان پر فرض تھا، ان میں اختلاف ہو گیا، بعد میں خدا نے ہمیں راہ دکھائی چنانچہ وہ لوگ اس باب میں ہمارے پیروکار ہیں۔ یہود نے ہفتے کا انتخاب کیا اور مسیحیوں نے ایت وار کا۔

اس امت کی خصوصیات میں یہ امر بھی شامل ہے، کہ خدا نے انہیں ان فریادوں سے مبرا کر دیا، جو پہلی امتوں پر ڈالی گئی تھیں۔ چنانچہ قرآن حکیم میں مذکور ہے وَیَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ یعنی خدا انہیں تکالیف و ثقلات سے برہنہ کرنے سے مستثنیٰ قرار دے گا، مثلاً قتل عمد اور خطا میں تعین قصاص سے مستطافار عضو کے کاٹ دینے سے اور ناپاک کپڑے کو کاٹنے سے اور قبول توبہ کی غرض سے، اور تکالیف خود کشی سے، بنی اسرائیل میں یہ دستور تھا، کہ جب کوئی آدمی کسی گناہ کا ارتکاب کرتا۔ تو صبح کے وقت اس کے دروازے پر لکھا ہوتا، کہ فلاں گناہ کا کفارہ یہ ہے، کہ تو

اپنی دونوں آنکھوں کو نکال کر پھینک دے۔ چنانچہ وہ آنکھوں کو نکال کر پھینک دیتا۔  
اگر اس بوجھ کو کہتے ہیں، جو آدمی کو روک لے اور جگہ سے ہٹنے نہ دے۔

ایک خصوصیت یہ بھی ہے، کہ خدا نے ان سے وہ تین وقتیں اٹھالیں، جو ان سے پہلی امتوں پر وارد تھیں۔ اور ان کے دین میں کوئی رکاوٹ باقی نہ رہی :- وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ یعنی ایسی وقتوں سے مستثنیٰ قرار دیا۔ جو باعث تکلیف ہو سکتی تھیں۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ خدا نے اس امت کو ان تمام وقتوں اور مشکلوں سے بچایا، جو بنی اسرائیل پر عاید تھیں۔

اس امت کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے، کہ خطا اور نسیان پر کوئی گرفت نہیں اور وہ اس پر قابل ملامت نہیں گردانے جاتے۔ اور نہ حدیثِ نفس (دل کی بخت پز) پر گرفت ہے۔ بنی اسرائیل کو جب کسی بات کا حکم دیا جاتا، اور وہ اسے بھول جاتے، یا کسی غلطی کا ارتکاب کر بیٹھتے تو فوراً انہیں سزا مل جاتی اور کھانے پینے کی کوئی چیز مطابقت گناہ ان پر حرام کر دی جاتی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میری امت کے ان قصوروں سے جو خطا و نسیان کی وجہ سے سرزد ہوں۔ صرف نظر کر دی گئی ہے، اور کوئی گرفت نہ ہوگی۔ (امام احمد وغیرہ)

نیز اسلام ایک وصفِ خاص ہے جس میں سوائے انبیاء علیہم السلام کے کوئی لون کا شریک نہیں۔ قرآن کا ارشاد ہے، هُوَ سَمَّاكُمُ الْمَلِئِينَ مِنْ قَبْلُ وَرَضِيَتْ لَكُمْوَالْإِسْلَامَ دِينًا

نیز شریعتِ اسلامی تمام سابقہ شریعتوں کے مقابلے میں کامل تر ہے، اور یہ ایسی خوبی ہے جس کے لیے کسی وضاحت کی ضرورت نہیں۔ موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کو دیکھیے۔ وہ جلال اور قہر کی شریعت ہے جس میں انہیں اپنے آپ کو قتل کرنے کا حکم ملا۔ ان پر چربی، کھردار جانور کی اور پاک اشیا اور مالِ غنیمت حرام قرار دیا گیا۔ انہیں

گناہوں کے ارتکاب پر فوراً سزا میں دی گئیں اور ان پر ایسے ایسے بوجھ لادے گئے جو اس سے پیشتر کسی پر نہیں لادے گئے تھے۔ موسیٰ علیہ السلام رعب و آب کے لحاظ سے سب سے بڑھ کر تھے اور ہیبت و جلال میں سب سے زیادہ تھے، اور خدا کے دشمنوں پر ان کی گرفت اتنی مضبوط تھی کہ آدمی ان سے آنکھیں نہیں ملا سکتا تھا۔ (برخلاف ایں) عیسیٰ علیہ السلام خدا کے جمالی اوصاف کا مظہر تھے اور ان کی شریعت میں فضل و احسان کا عنصر زیادہ ہے، وہ نہ کسی سے لڑے نہ بھگڑے اور ان کی شریعت میں جنگ کی اجازت نہیں اور نصاریٰ کے دین میں لڑائی حرام ہے اور وہ اس باب میں مجرم ہیں۔ کیونکہ انجیل کا حکم تو یہ ہے، جو شخص تیرے دائیں رخسار پر پتھر مارے تو بائیں رخسار اس کی طرف پھیر دے اور جو شخص تیری قمیص اتارے، تو اسے چادر بھی اتار کر دے دے اور اگر کوئی شخص بیگار میں تجھے ایک میل تک لے جائے تو دو میل تک چلا جاؤ وغیرہ۔

اس کے برخلاف ہمارے رسول کریم علیہ الخیرۃ و التسلیم ایسے کمال کا مظہر تھے جس میں قوت کے علاوہ عدل بھی تھا، نیز مستحق کے ساتھ نرمی، رحمت اور شفقت تھی۔ اس بنا پر آپ کی شریعت تمام شریعتوں سے کمال تر تھی اور نیز امت محمدیہ کے احوال اور معاملات مقابلہ بہتر اور اعلیٰ ہیں۔ اسی وجہ سے شریعت اسلامی میں عدل فرض ہے اور دوسرے سے بھلائی کو مرغوب قرار دیا ہے۔ نیز سختی کے مقابلے میں سختی اور نرمی کے مقابلے میں نرمی کا حکم ہے۔ خدا نے ظلم کا نام لیا اور اسے حرام قرار دیا، عدل کا نام لیا، اور اس کے کرنے کا حکم دیا، فضل کا نام لیا اور اسے پسند فرمایا۔ قرآن میں ارشاد ہوتا ہے برائی کا بدلہ، اسی طرح کی برائی ہے۔ یہ عدل ہے۔ جو شخص معاف کر دے اور حسن سلوک سے پیش آئے، اس کی جزا اللہ کے ہاتھ ہے۔ یہ فضل ہے۔ خدا ظالموں کو ناپسند کرتا ہے۔ اس میں ظلم کی حرمت بیان ہوئی ہے۔ اگر تمہیں کوئی تکلیف دے، تو تم اسے اتنی ہی تکلیف دو جتنی کہ تمہیں دی گئی ہے۔ اس میں عدل کی اجازت دی گئی ہے اور ظلم

سے روکا گیا ہے اور اگر تم صبر کر سکو، تو صبر کرنے والوں کی اس میں بھلائی ہے: اس آیت میں بھلائی کی ترغیب دی گئی ہے۔

اسی طرح اس امت پر از روئے احتیاط و پرہیز ہر ناپاک اور مضر چیز کو حرام اور ہر پاک اور مفید چیز کو حلال قرار دیا گیا ہے۔ ناپاک اور مضر اشیاء کی تحریم اس امت کے لیے رحمت ہے اور گزشتہ امتوں پر اس کی حیثیت عذاب کی تھی۔ نیز مسلمانوں کو اس چیز کی طرف رہ نمائی کی جس سے پہلی امتیں بھٹک گئی تھیں۔ جیسا کہ جمعے کا دن، اللہ نے مسلمانوں کو اپنے علم اور علم سے حصہ دیا، اور انہیں بہترین امت قرار دیا اور انہیں تمام ان اوصاف سے نوازا، جو باقی امتوں کو مجموعی طور پر دی تھیں۔ اسی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام ان خوبیوں سے سجایا گیا۔ جو پیشتر ازیں مجموعی طور پر تمام سابقہ انبیاء میں بانٹی گئی تھیں، اور اسی طرح حضور کی کتاب میں وہ تمام محاسن جمع کر دیئے ہیں جو سابقہ الہامی کتب میں مجموعی طور پر پائے جاتے ہیں۔ اسی وجہ سے خدا نے اس امت کو برگزیدہ امت کے خطاب سے نوازا ہے۔ **هُوَ اجْتَبَاكُمْ وَ مَا جَعَلْ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ** نیز خدا نے اس امت کو قیامت کے دن باقی لوگوں پر نگہبانی کا اعزاز بخشا۔ اور انہیں اس باب میں گزشتہ امتوں کے ان انبیاء کا مقام عطا فرمایا، جو اپنی امتوں کیلئے اس مقام پر سرفراز ہو کر مبعوث ہوئے تھے۔

نیز یہ امت بھی بھی گمراہی پر مجتمع نہ ہوگی یہ حدیث امام احمد سے مروی ہے حضور نے فرمایا، میں نے خدا سے درخواست کی، کہ میری امت کو کبھی بھی گمراہی پر مجتمع نہ کرنا۔ خدا نے میری یہ دعا منظور کر لی۔

نیز اس امت کا اجماع حجت ہے اور ان کا اختلاف باعث رحمت ہے۔ حالانکہ گزشتہ امتوں کا اختلاف، عذاب شمار ہوتا تھا۔ نیز یہ امت اعمال کے لحاظ سے سب سے آگے ہے اسے زیادہ اجر ملے گا، اور ان کی مگر یہ چھوٹی ہوں گی، انہیں اول و آخر کا علم

دیا گیا ہے اور یہ سب سے آخری امت ہے۔ باقی امتیں ان کے سامنے رسوا ہوں گی، مگر یہ کسی کے سامنے رسوا نہ ہوں گے۔

نیز اس امت کو اسناد (نقل روایت) کی خوبی سے سرفراز فرمایا، اور یہ خوبی اس امت کی بہترین خصوصیتوں میں شمار ہوتی ہے، اور سنن مؤکدہ میں بہترین سنت بھی جاتی ہے محمد بن حاتم بن مظفر فرماتے ہیں، کہ خدا نے اس امت کو اسناد کے وصف سے سرفراز فرمایا، حالانکہ باقی تمام امتوں میں قدیم ہوں یا جدید اسناد نہیں ملتا۔ ان کے صحیفے ان کے پاس ہیں، چنانچہ انہوں نے اپنی باتیں آسمانی صحیفوں میں گڈ مڈ کر دیں۔ ان کے یہاں ان آیات میں جو توریت اور انجیل میں اتاری گئیں، اور ان باتوں میں جو انہوں نے غیر ثقہ لوگوں سے لے کر کتابوں میں شامل کر دی ہیں، کوئی فرق نہ رہا مگر اس امت شریفہ کے پیروکار ان احادیث کو ان لوگوں سے جو ان کے زمانے میں راستی اور دیانت میں ضرب مثل تھے، حاصل کرتے، اور پھر انہیں ان لوگوں تک لے جاتے، جو انہی اوصاف کے حامل تھے۔ پھر ان پر زبردست بحث چھڑ جاتی۔ پھر وہ ان میں سے زیادہ اچھی یادداشت والے اور زیادہ محتاط راوی کو ڈھونڈ لیتے اور پھر اس راوی کو جس کا اپنے سے اوپر والے راوی کے ساتھ، باقی راویوں کے مقابلے میں زیادہ اٹھنا بیٹھنا تھا، تلاش کرتے پھر وہ حدیث کو بیس یا اس سے بھی زیادہ اسناد سے لکھتے، اور اسے غلطیوں اور لغزشوں سے صاف کر دیتے۔ اس کے حروف کو منضبط کرتے اور شمار کرتے۔ یہ اس امت پر خدا کا بہت بڑا احسان ہے۔ نیز اس امت میں ہمیشہ ایک ایسا گروہ موجود رہے گا، جو اس وقت تک حق کی حمایت کرتا رہے گا۔ تا آنکہ آخرت کا دن آجائے گا (بخاری و مسلم) نیز ان لوگوں کو آخرت میں یہ خصوصیت حاصل ہوگی، کہ تمام امتوں میں سے اس امت کی قبریں پہلے ہی کھل جائیں گی، یہ حدیث ابو نعیم نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بر این الفاظ بیان کی ہے: - اَنَا اَوَّلُ مَنْ تَنَشَقُّ الدَّرْصُ عَنِّي وَعَنْ اُمَّتِي



وَلَا فَخْرَ نِزْوَهُ جَب قِيَامَتِ كَعِ دِنِ طَلَبِ كَيْسَ جَانِيَسِ كَعِ ، تَوَانِ كَعِ چِرِيَسِ  
 رُوشِنِ اُورِ بَاتِهِي پَاؤَلِ ، بُوخِي وَضُو ، سَفِيْدِ هُوَلِ كَعِ (بِخَارِي) اُورِ وَه قِيَامَتِ كَعِ دِنِ جَب  
 خَدَا كَعِ سَا نِي كُطْرِيَسِ هُوَلِ كَعِ ، تَوَا دِنِچِي مَقَامَاتِ پَرِ هُوَلِ كَعِ (اِبْنِ جَرِيَسِ) حَضْرَتِ جَابَرِ  
 رَضِي اَللّٰهُ عَزَمَتِيَسِي رَوَايَتِيَسِي هِي ، كِه حَضْرَتِ اَكْرَمِ صَلِي اَللّٰهُ عَلَيْهِ وَاسَلَمُ نِي فرَمَايَا ، كِه مِيں اُورِ مِيْرِي  
 اَمَتِ اِيكِ بَلَنْدِ مَقَامِ پَرِ هُوَلِ كَعِ اُورِ اُو پَرِ سِي لُو كُوَلِ كُو بَهَانِكِ رِسِي هُوَلِ كَعِ . اُورِ  
 كُوْنِي اِيسَا اُدِي نِيَسِي هُو كَا جِيَسِي يِه خَمَا شِسْ نِي هُو كِي ، كِه كَا شِسْ وَه هِي مِيں سِي هُو تَا . اُورِ حَسْبِي نِي  
 كِي اَمَتِ هِي اِسِ كِي تَكْذِيْبِ كَرِيَسِي كِي ، اِسِ كِي بَارِيَسِي مِيں هِي شَهَادَتِ دِيَسِي كَعِ ، كِه  
 اِسِ نِي وَاقِعِي اِيْنَا فَرَضِ اُدَا كِيَا تَهَا . اِيكِي رَوَايَتِ مِيں اُسِي نِي فرَمَايَا ، كِه مِيں اُورِ مِيْرِي  
 اَمَتِ اِيكِي تُسِيَلِي پَرِ هُوَلِ كَعِ . نِيَزِيَه اَمَتِ بَاتِي سَبِ لُو كُوَلِ سِي پِيَلِي هِي شِتِ مِيں دَاخِلِ  
 هُو كِي ، طَبْرَانِي نِي حَضْرَتِ عَمْرِ رَضِي اَللّٰهُ عَزَمَتِيَسِي رَوَايَتِ كِي هِي حَضْرَتِ اَكْرَمِ صَلِي اَللّٰهُ عَلَيْهِ وَاسَلَمُ  
 نِي فرَمَايَا جَب تَكِ مِيں جَنَّتِ مِيں دَاخِلِ نِيَسِي هُوَلِ كَا ، بَاتِي اَنْبِيَا پَرِ اِسِ كَا دَاخِلِ حَرَامِ هِي  
 اُورِ اِسِي طَرَحِ جَب تَكِ مِيْرِي اَمَتِ دَاخِلِ نِيَسِي هُو كِي ، دُوسَرِي اَمَتِيں دَاخِلِ نِي هُوَلِ كِي .  
 نِيَزَا اِسِ اَمَتِ كِي نَامَه بَا نِي اَعْمَالِ اِنِ كِي دَانِيں بَاهُتُوَلِ مِيں دِيئِي جَانِيَسِ كَعِ (اِحْمَدِ)  
 نِيَزَا اِنِ كَا لُورَا نِ كِي آكِي آكِي چَلِي كَا نِيَزَا اِسِ اَمَتِ كِي اَفْرَادِ كُو اِيْنِي اَعْمَالِ كِي جَزَا  
 طِي كِي . اُورِ نِيَزَا اِنِ اَعْمَالِ كِي هِي ، كِه جُو دُوسَرَا اِنِ كِي لِيئِي سَرَا اِنْجَامِ دِي كَا . حَالَا شَكْرِ پِيَلِي  
 اَمَتُوَلِ كُو صَرَفِ اِيْنِي اَعْمَالِ كِي جَزَا طِي مِثْقِي . رِهي قَرَا نِ پَاكِ كِي يِه آيَتِ . نَفْسِ بِلَادِنَانِ  
 اِلَا مَا سَعَىٰ ۱۰ . اِسِ كَا تَعْلُوقِ كَا فَرِيَسِي هِي . جَب كِه مُؤْمِنِ كُو دُوسَرِي كِي اَعْمَالِ كِي  
 جَزَا هِي طِي هِي شَمْسِ الدِيْنِ عَسْقَلَانِي لِيكُتِي مِيں . كِه قَرَا نِ كِي تِلَاوَتِ كَا ثَوَابِ ، رِشْتِي دَارِ يَا  
 اِبْنِي كِي طَرَفِ سِي فَرِيَسِي كُو سِيخِ جَا تَا هِي ، حَسْبِ طَرَحِ صَدَقِ ، دَعَا اُورِ اسْتِغْفَارِ كَا ثَوَابِ سِيخِ  
 هِي . لِيكِنِ رَسُوْلِ اَكْرَمِ صَلِي اَللّٰهُ عَلَيْهِ وَاسَلَمُ كِي خَدْمَتِ مِيں قَرَا نِ كِي تِلَاوَتِ كَا هِي سِيخِ كَرْنَا بَرِ قَوْلِ  
 اِبْنِ قِيَمِ بَعْضِ مَتَاخِرِيں فُقَهَا نِي اِسِي سَتَحَبِ قَرَارِ دِيَا هِي ، اِكْرَهِي رَسُوْلِ كَرِيْمِ عَلَيْهِ اَلْحِيْتِي وَاسَلَامُ

کو اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ کیونکہ آپ کی امت میں سے جب بھی کوئی آدمی اچھا کام کرتا ہے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اتنا ہی ثواب ملتا ہے، جتنا کہ کام کرنے والے کو۔ امام شافعی لکھتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے جو شخص بھی کوئی اچھا کام کرتا ہے، آپ کو اس کا ثواب ملتا ہے۔ علامہ مراغی اپنی تصنیف تحقیق النصرۃ میں لکھتے ہیں، کہ مسلمانوں کے تمام نیک اعمال کا ثواب جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نامہ اعمال میں مرقوم کیا جاتا ہے وہ اس اجر کے علاوہ ہوتا ہے، جو اس کا اصل اجر ہوتا ہے۔ اور اس پر جو اضافہ ہوتا ہے، اس کا کوئی حد و شمار نہیں۔ کیونکہ ہر ہدایت یافتہ شخص کو تاہم قیامت اجر ملے گا، اور اسی طرح اس کے شیخ کو بھی اور اس کے شیخ کے شیخ کو دو گنا اور شیخ ثالث کو چار گنا اور شیخ رابع کو آٹھ گنا اور یہ سلسلہ اسی طرح بڑھتے بڑھتے رسول کریم علیہ الخیرۃ والتسلیم تک پہنچ جائے گا۔ اس سے تمہیں اندازہ ہو سکے گا، کہ سلف کو بعد میں آنے والوں پر کیا فضیلت حاصل ہے۔ اگر تم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے درمیان دس واسطوں کا وقفہ فرض کرو، تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایک ہزار چوبیس اجر ملیں گے۔ اور اگر دسویں سے گیارہواں ہدایت پاتا ہے۔ تو آپ کے اجر کی تعداد دو گنا ہو جاتی ہے (دو ہزار اڑتالیس) اسی طرح جب بھی ایک واسطے کا اضافہ ہوگا، تو اجر اول کی تعداد دو گنا ہوتی جائے گی (الی غیر النہایۃ) اس سے اس اعتراض کا جواب مل جاتا ہے، کہ جب قاری کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمہ تنی کمال کا علم ہے، تو آپ کے لیے دعا کرنے کا مطلب کیا ہے۔ گویا آپ کے لیے دعا کرنے والے کو معلوم ہو جاتا ہے، کہ اس کی تلاوت کی قبولیت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے ایسی ہی ہے جیسے کہ شاگرد کا اجر استاد کو ملتا ہے اور یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہتا ہے، تا آنکہ نوبت معلم اول (رسول اکرم) تک پہنچ جاتی ہے۔

فی الجملہ رسول کریم علیہ الخیرۃ والتسلیم ایسے فضائل سے مخصوص ہیں، جن کی نہ حد ہے نہ شمار اور اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت بھی۔ وَذَٰلِكُمْ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ. وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ

## باب پنجم

اسے باب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسے خصوصیت کا ذکر ہے، جو آپ کو دربارہ معراج و اسرا حاصل ہوئی۔ نیز ان سے بے شمار نوازشات کا جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ کے دربار میں از قسم مکالمہ و مشاہدہ نصیب ہوئی ہے۔

عقیدے معلوم ہونا چاہیے، کہ اسرا اور معراج کا قصہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مشہور ترین معجزہ، روشن ترین دلیل، محکم ترین حجت، سب سے سچی خبر اور سب سے بڑی نشانی ہے، اور فی الحقیقت یہی وہ منفرد سیر (اسرا) ہے، جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بہ حالت بیداری جسم اور روح کی معیت میں پیش آئی۔ اور یہی مذہب ہے جمہور محدثین، فقہاء اور متکلمین (علمائے کلام) کا۔ اور اس باب میں بہ کثرت صحیح احادیث مذکور ہیں، جن سے انکار ممکن نہیں۔ اور خدا کے حضور میں مع جسم کے حاضری کی عزت آپ کے سوا اور کسی نبی کو حاصل نہیں ہوئی۔ اسرا کی رات آپ کو دس معراجیں نصیب ہوئیں۔ سات، سات آسمانوں کی طرف، آنکھوں سے سدۃ المنتہی کو، نویں مستوی کو، جہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانی قسموں کے بارے میں قلم تقدیر کی آواز سنی۔ دسویں معراج عرش اور رفوف کو اور نیز رویت الہی اور سماع خطاب کی طرف پیش آئی، جو مشاہدہ اور کشف حقیقی پر مبنی تھی۔ حدیث اسرا کو کئی صحابہ نے بیان کیا ہے، جن میں سے چھپیس کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ فی الجملہ، حدیث اسرا پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے اور صرف زندیق طغدی ہی اس سے منکر ہیں، جو اللہ کے نور کو پھونکوں سے بچانا چاہتے ہیں، لیکن خدا کو اس نور ہدایت

کی تکمیل پسند ہے، کافر پسند کریں یا نہ کریں۔

امام بخاری نے قتادہ سے اور انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسرا کی رات کے بارے میں فرمایا، میں حلیم میں ہلو کے بل سویا ہوا تھا (اکثر احادیث میں حجر کا ذکر ہے) کہ ایک آنے والا آیا اور اس نے گرون کے گڑھے سے موہائے زیاد تک میرا سینہ چیر ڈالا۔ پھر سونے کا ایک تھال لایا، جو آب ایمان سے بھرا ہوا تھا۔ پھر اس نے میرا دل نکالا، اس کو دھویا، پھر اپنی جگہ پر دکھا اور وہی حالت ہو گئی جو پہلے تھی۔ ایک روایت میں ہے، پھر میرا سینہ کھولا، زرم کے پانی سے دھویا، پھر سونے کا ایک تھال لایا، جو تخت اور ایمان سے لبریز تھا۔ اسے میرے سینے میں اندیل دیا، اور پھر ڈھانپ دیا۔ پھر ایک سفید چارپایہ لایا گیا، جو حجر سے چھوٹا اور گدھے سے بڑا تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں، کہ یہ براق تھا جس کا قدم اس کی حد لگاہ پر پڑتا تھا۔ مجھے اس پر سوار کیا گیا۔ جبریل علیہ السلام میرے ساتھ تھے۔ تا آنکہ ہم آسمان دنیا تک پہنچ گئے۔ ہم بیت المقدس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نماز کے بعد جو آپ نے انبیاء کے ساتھ ادا کی اور تفصیل معراج کے بعد کہ آپ نے آسمان کی طرف صعود فرمایا، پھر اس سلسلے کو بیان کریں گے۔

امام ترمذی نے حضرت انس بن مالک سے روایت کی ہے، کہ معراج کی رات کو جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس براق کو زمین اور لگام سے تیار کر کے لایا گیا، تو براق پر یہ بات شاق گزری۔ جبریل نے کہا، تم نے یہ حرکت کیوں کی۔ ایک روایت میں ہے، تمہیں جیسا نہیں آتی، کہ آج تک تم پر ان سے بہتر کسی مخلوق نے سواری نہیں کی۔ اس پر اسے گھبراہٹ سے سینہ آگیا۔ ابن مسعود کی حدیث میں مذکور ہے، کہ جب وہ براق پہاڑ پر چڑھنے لگتا، تو دونوں پاؤں اٹھالیتا۔ اور جب اترنے لگتا، تو ہاتھ اٹھالیتا اور ابن سعد کی روایت میں ہے کہ اس کے دو پر تھے۔ حضرت عبداللہ بن عباس

کی روایت کی رو سے اس کا چہرہ انسانی چہرے کی طرح، اور بال گھوڑے کی طرح اور ٹانگیں اونٹ کی طرح، کھڑا اور دم گائے کی طرح تھی، اور اس کا سینہ سرخ یا قوت کا تھا۔ اور ابن سعد کی روایت کے مطابق جبرائیل نے آپ کی رکاب تھام رکھی تھی اور اہل بیت نے لگام بہتی وغیرہ نے شہاد بن ادس سے روایت کی ہے کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج شروع ہوئی، تو سب سے پہلے آپ ایک ایسے مقام سے گزے جہاں کھجور کے درخت تھے، جبریل نے کہا، یہاں اترے اور نماز پڑھیں۔ آپ نے نماز پڑھ لی، تو جبریل نے کہا، اس مقام کا نام یثرب ہے۔ پھر آپ سفید رنگ کی زمین پر گزے، جبریل نے عرض کیا، یا رسول اللہ! یہاں بھی اترے اور نماز پڑھیں۔ آپ نے نماز پڑھ لی، تو جبریل نے کہا، کہ آپ نے یہ مقام مدین نماز پڑھی ہے۔ پھر بیت اللحم کے پاس سے گزے، جبریل نے کہا، اترے اور نماز پڑھیں۔ آپ نماز پڑھ چکے، تو جبریل نے کہا، یہ وہ مقام ہے، جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تھے۔

بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی، کہ جب جبرائیل علیہ السلام براق لے کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو براق نے کان کھٹے کر لیے، اس پر جبرائیل نے کہا، اسے براق! ہوش میں آؤ۔ ایسا آدمی کبھی بھی تیری پیٹھ پر سوار نہیں ہوا ہوگا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام روانہ ہو پڑے۔ راستے میں آپ کو ایک بڑھیا ملی، دریافت فرمایا، اسے جبریل یہ کون ہے! انہوں نے کہا، یا رسول اللہ چلے چلیے۔ آپ چلتے گئے، جتنا کہ خدا کو منظور تھا، اتنے میں راستے کے ساتھ ایک بوڑھے کو کھڑا دیکھا، اس نے کہا، اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم، ادھر آجائے، جبریل نے کہا، چلے چلیے، پھر ایک عجمت کے پاس سے گزے۔ انہوں نے آپ کو سلام کیا، ایک نے السلام علیک یا اولیٰ دوسرے نے کہا، السلام علیک یا آخرتیرے نے کہا، السلام علیک یا حاضر۔ جبریل نے کہا، سلام کا جواب دیجئے۔ آپ نے سلام کا جواب دیا۔ پھر جبریل نے کہا، یا رسول اللہ! جو بڑھیا

آپ نے راستے پر کھڑی دیکھی تھی، اس سے مراد یہ تھی، کہ دنیا کی عمر سے صرف اتنا حصہ باقی رہ گیا ہے، جتنی کہ اس بڑھیا کی عمر رہ گئی ہے، یہ بڑھیا دنیا تھی، اور جس بوڑھے نے آپ کو بلایا تھا، وہ شیطان تھا، لیکن اگر آپ اس بڑھیا کی طرف متوجہ ہوتے، تو آپ کی امتِ آخرت پر دنیا کو ترجیح دیتی۔ جن لوگوں نے آپ کو سلام کہا تھا وہ حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام تھے۔

ایک روایت میں ہے، کہ آپ موسیٰ علیہ السلام کی قبر کے پاس سے گزرے، وہ نماز پڑھ رہے تھے، انہوں نے کہا، اَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ۔ اور اس میں کوئی استبعاد نہیں، کیونکہ انبیاء زندہ ہیں، انہیں رزق دیا جاتا ہے اور وہ قبروں میں نماز پڑھتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں طبرانی اور بزاز نے بیان کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسی جماعت کے پاس سے گزرے، جو بولتے تھے اور کاٹتے تھے۔ جو نبی کاٹ چکے اسی طرح فصل تیار ہو جاتی۔ آپ نے پوچھا، یہ کون ہیں؟ جبریل علیہ السلام نے جواب دیا، یہ لوگ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے ہیں، جن کی ایک ایک نیکی کا سات سو گنا ثواب دیا جاتا ہے، اور وہ اللہ کی راہ میں جو کچھ بھی خرچ کرتے ہیں، اللہ اس کا بدلہ دیتا ہے اور وہ بہترین رزق دینے والا ہے۔ پھر آپ ایک ایسی جماعت کے پاس سے گزرے، جو اپنے سروں کو پتھروں سے ٹکڑے ٹکڑے کرتے وہ پھر اصلی حالت میں آجاتے۔ اور ان میں کچھ نمی نہ ہوتی۔ آپ نے دریافت کیا، اے جبریل یہ کیا ہے، عرض کیا، یا رسول اللہ، یہ وہ لوگ ہیں، جن کے سر فرض نماز کے وقت بھاری ہو جاتے تھے۔ پھر آپ ایک ایسی قوم کے پاس سے گزرے، جن کے اگلے حصے پر اور نیز پچھلے حصے پر ٹکڑے سٹے ہوئے تھے اور جانوروں کی طرح خشک گھاس بھوہرا اور گرم پتھروں کو کھاتے پھرتے تھے، آپ نے دریافت کیا، یہ کیا معاملہ ہے، جبریل نے جواب

دیا، یہ وہ لوگ ہیں، جو اپنے مال کی زکات نہیں دیتے تھے۔ خدا نے ان سے کوئی بے انصافی نہیں کی۔ اور خدا بندوں سے بے انصافی نہیں کرتا۔ پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسے گروہ کے پاس سے گزرے، کہ جن کے پاس ہنڈیا کا پکا ہوا گوشت تھا۔ اور نیم جوش ناپاک گوشت بھی ایک ہانڈی میں تھا۔ وہ ناپاک گوشت کھا رہے تھے اور پکا ہوا گوشت کھا رہے تھے۔ آپ نے دریافت فرمایا، کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ جبریل نے کہا یہ آپ کی امت کا ایک ایسا انسان تھا، جس کے پاس حلال طیب عورت موجود ہے لیکن وہ ایک خبیث عورت کے پاس اگر رات گزارتا ہے اسی طرح ایک عورت اپنے حلال اور طیب خاوند کے پاس سے اٹھ کر ناپاک مرد کے پاس اگر رات گزارتی ہے۔ پھر آپ ایک ایسے آدمی کے پاس سے گزرے، جس نے لکڑیوں کا بڑا سا گھر جمع کر رکھا ہے، لیکن وہ اسے اٹھانے سے قاصر تھا، مگر مزید لکڑیاں جمع کر رہا تھا۔ حضور اکرم نے اس کے بارے میں دریافت کیا، عرض کیا، یا رسول اللہ! یہ وہ شخص ہے جس کے پاس لوگوں کی امانتیں ہیں، جنہیں وہ ادا نہیں کر سکتا، لیکن ان میں اضافہ کیے جا رہے ہیں۔ پھر آپ ایک ایسی جماعت کے پاس سے گزرے، جن کی زبانیں اور ہونٹ لوسے کی قینچوں سے کاٹے جا رہے ہیں، جب کٹ چکے، تو پھر اصلی حالت میں آجاتے اور ان میں کوئی کمی نہ ہوتی۔ آپ نے جبریل سے پوچھا، انہوں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! یہ مفسدہ پر فاذ خلیب ہیں۔ پھر آپ ایک بھوٹے سے سوراخ کے پاس سے گزرے، جس سے ایک بڑا سا بیل نکلا تھا۔ وہ جس سوراخ سے نکلا تھا، اس میں واپس جانے کی کوشش کر رہا تھا، لیکن ناکام تھا۔ آپ کے استفسار پر جبریل نے کہا، یہ وہ شخص ہے، جس کے منہ سے ایک بڑی بات نکل گئی، جس پر وہ پشیمان ہوا، لیکن اب وہ اسے واپس نہیں لے سکتا۔ پھر آپ ایک وادی پر پہنچے، جس سے نہایت خوشبودار ٹھنڈی ہوا آرہی تھی۔ آپ نے ایک آواز بھی سنی۔ جبریل نے کہا، یا رسول اللہ! یہ جنت کی آواز ہے

جو کہہ رہی ہے، کہ اسے خدا، جو تو نے وعدہ کیا تھا وہ پورا کر۔ کیونکہ میرے عملات دیا، ریشم، قیمتی کپڑوں، موتیوں، مرجان، چاندی، سونے، پیالوں، صراحیوں، سوارپوں، شہد پانی، دودھ اور شرابوں کی کوئی حد نہیں رہی، اس لیے اپنا وعدہ پورا کر۔ اللہ نے جواب دیا۔ کہ ہر مسلم مرد اور عورت اور اسی طرح ہر مومن مرد اور عورت جو مجھ پر اور میرے رسولوں پر ایمان لائے گا اور نیک عمل کرے گا، اور میرا کوئی شریک نہیں ٹھہرائے گا اور میرے بغیر کسی اور کو معبود نہیں بنائے گا اسے میں تیرے پاس بھیجوں گا اور جو مجھ سے ڈرے گا، میں اسے امن میں رکھوں گا، جو مجھ سے مانگے گا، میں اس کی درخواست منظور کروں گا، جو مجھے قرض دے گا، میں اسے نیک جزا دوں گا۔ نیز جو مجھ پر بھروسہ کرے گا، میں اس کے عہد پر پورا اتروں گا۔ میں واحد لا شریک خدا ہوں، میں خلاف وعدہ کام نہیں کرتا۔ مومن نجات پائے گا، اور مبارک ہے وہ خدا جو بہترین خالق ہے جنت نے جواب دیا، میں راضی ہوں۔

پھر آپ ایک ایسی وادی کے پاس سے گزرے جس سے بڑی ڈراؤنی آواز آتی اور بدبو دار ہوا کا بھونکا آیا، جبریل نے کہا، یہ جہنم کی آواز ہے، جو کہہ رہا ہے کہ اسے خدا تو نے جو وعدہ کیا تھا، وہ پورا کر۔ کیونکہ میرے زنجیروں، طوقوں، آگ، گرم پانی، بھوسہ، پیپ اور عذاب کی کوئی حد نہیں رہی، میری گہرائی زیادہ ہو گئی ہے، گرمی بڑھ گئی ہے، اس لیے تو مجھ سے اپنا وعدہ پورا کر۔ خدا جواب میں کہے گا، میں نے ہر مشرک مرد اور عورت اور اسی طرح ہر کافر مرد اور عورت کو اور نیز ہر ایسے جبار کو جو یوم حساب کا قائل نہیں تیرے لیے مخصوص کر دیا ہے۔ جہنم جواب میں کہے گا، میں اس پر راضی ہوں

پھر وہ بیت المقدس کے مقام پر پہنچے۔ حضرت ابو سعید خدری کی روایت میں مذکور ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مجھے کسی شخص نے دائیں طرف سے آواز دی۔ میری طرف دیکھئے، مجھے آپ سے کچھ دریافت کرنا ہے۔ میں نے کوئی جواب نہ دیا۔



پھر کسی نے اسی طرح سے بائیں جانب سے آواز دی، مگر میں نے جواب نہ دیا۔ وہیں ایک عورت دیکھی جس کے دونوں بازو ننگے تھے، اور وہ ہر طرح کی زیب و زینت سے آراستہ تھی، کہنے لگی، اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) میری طرف دیکھیے، مجھے آپ سے کچھ پوچھنا ہے، لیکن میں نے کوئی توجہ نہ کی۔ اس پر جبریل نے کہا، پہلا بلائے والا یہودی تھا، اگر آپ جواب دیتے، تو آپ کی ساری امت یہودی ہو جاتی۔ دوسرا بلائے والا نصرانی تھا، اگر آپ جواب دیتے، تو آپ کی ساری امت نصرانی ہو جاتی۔ تیسری عورت منیامتی حضرت ابوسعید کی حدیث میں مذکور ہے، کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ دستر خوان ایسے دیکھے، جن پر صاف ستھرا گوشت تھا، مگر کھانے والا کوئی نہ تھا۔ مزید کچھ ایسے دستر خوان دیکھے، جن پر بدبو دار گوشت تھا، مگر کھانے کو کوئی لوگ موجود تھے۔ جبرائیل کہنے لگے۔ یہ وہ لوگ ہیں، جو حلال کو چھوڑ دیتے ہیں اور حرام کھاتے ہیں۔ پھر آپ ایک ایسی جماعت کے پاس سے گزرے، جن کے پیٹ مکانوں کی طرح بڑے بڑے تھے جب وہ انہیں اوپر اٹھاتے، وہ پھر گر پڑتے۔ جبریل کہنے لگے، یہ سود خواروں کی جماعت ہے۔ پھر آپ ایک ایسی جماعت کے پاس سے گزرے، جن کے ہونٹ اونٹوں کی طرح تھے۔ وہ انگاں کھا رہے تھے اور انگار ہی نکال رہے تھے۔ جبریل نے کہا، یہ وہ لوگ ہیں جو بے انصافی سے یتیموں کا مال کھاتے ہیں۔ پھر آپ ایسی عورتوں کے پاس سے گزرے جو اپنے پستانوں پر لٹک رہی تھیں، یہ زنا کار عورتیں تھیں۔ پھر آپ ایسے لوگوں کے پاس سے گزرے، جو اپنے پہلو سے گوشت کاٹ کاٹ کر کھا رہے تھے، یہ چغل خور اور غیبت کرنے والے لوگ تھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، پھر میں بیت المقدک پہنچ گیا۔ اور اپنے براق کو اس کٹڑے سے باندھا، جس سے پیشتر ازیں انبیاء سے باندھتے تھے۔ پھر ہم بیت المقدس میں داخل ہوئے اور دو رکعت نماز ادا کی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، پھر میں مسجد میں داخل ہوا۔

دو رکعت نماز ادا کی، مسجد سے نکلا، تو جبریل میرے پاس ایک برتن میں شراب اور دوسرے میں دودھ لائے، میں نے دودھ کو پسند کیا۔ جبریل کہنے لگے، آپ نے فطرت کا یعنی دودھ کا جس پر انسانی فطرت کی بنیاد رکھی گئی ہے انتخاب کیا ہے۔ امام نووی فرماتے ہیں، کہ فطرت سے مراد اسلام اور استقامت ہے۔ ابن مسعود کی روایت میں بھی اسی طرح مذکور ہے۔ البتہ انہوں نے ان الفاظ کا اضافہ کیا ہے کہ جب میں مسجد میں داخل ہوا، تو میں نے انبیاء کو جن میں سے کچھ قیام میں تھے اور کچھ بہ حالت رکوع و سجود۔ پھر مؤذن نے اذان دی، نماز کھڑی ہوئی، ہم نے صفیں بنائیں۔ اور منتظر تھے، کہ دیکھے امام کون ہوتا ہے جبریل نے مجھے پکڑ کر آگے کر دیا۔ اور میں نے انہیں نماز پڑھائی۔ ابوامامہ کی روایت میں ہے پھر نماز کھڑی ہوئی، تو انہوں نے ایک دوسرے کو آگے پیچھے دھکیلا اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو امام بنا دیا۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بیت المقدس میں تشریف لائے، سواری سے اترے اور گھوڑے کو ایک پتھر سے باندھ دیا، پھر مسجد میں فرشتوں کو نماز پڑھائی۔ جب نماز پڑھی جا چکی، تو انہوں نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا، کہ آپ کے ساتھ کون ہیں، انہوں نے کہا، آپ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں خاتم النبیین پوچھا، کیا آپ کو بلایا گیا ہے؟ جبریل نے کہا، کہ ہاں۔ کہنے لگے، خدا اس بھائی اور خلیفہ کو تادیر سلامت رکھے۔ آپ کتنے اچھے بھائی ہیں۔ اور کتنے اچھے خلیفہ! پھر ارواح انبیاء سے آپ کی ملاقات ہوئی، جنہوں نے خدا کی ثنا بیان کی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کہنے لگے، تعریف اس خدا کی جس نے مجھے خلیل بنایا اور مجھے عظیم ملک عطا کیا اور مجھے اطاعت گزار بندہ بنایا۔ اور لوگ میری اقتدا کرتے ہیں مجھے آگ سے باہر نکالا۔ اور اسے میرے لیے ٹھنڈا کر دیا اور مجھے محفوظ رکھا۔ پھر نبیوں علیہم السلام نے اپنے خدا کی تعریف کی، اس خدا کی تعریف جس نے مجھے شرفِ اعلیٰ سے نوازا اور مجھے جہنم پر توبیت

نازل کی اور میرے ذریعے فرعون کو ہلاک کیا۔ اور بنی اسرائیل کو نجات دی۔ اور میری قوم سے ایک ایسی جماعت اٹھائی جو راستی اور حق کی طرف رہنمائی کرتی ہے اور اسی کے مطابق لوگوں سے انصاف کرتی ہے۔

اس کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام نے خدا کی تعریف کی اور کہا، تعریف کے قابل ہے خدا کی وہ ذات جس نے مجھے ایک بڑی حکومت عطا کی، زبور پڑھائی، اور لوہے کو میرے لیے نرم کر دیا، اور پہاڑاؤں پر بندے میرے مسخر کر دیے، جو میرے ساتھ مل کر خدا کی تسبیح کرتے۔ نیز مجھے حکمت اور پرجہ اور جھوٹ میں امتیازی قوت عطا کی۔

ان کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام نے خدا کی ثنا بیان کی اور کہا، اس کی تعریف کرتا ہوں، جس نے نبوا اور شیطانوں کو میرے ماتحت کر دیا، جو میرے حکم کے ماتحت محرابیں اور محلات بناتے تھے، مجھے پرندوں کی بولیاں سکھائیں، اور ہر نعمت سے نوازا اور شیطاں، جنات، طیور اور انسانوں کے لشکر میرے تحویل میں دے دیئے۔ اور مجھے ایک ایسی سلطنت عطا کی، جو میرے بعد کسی اور کو نہیں ملے گی، اور میری حکومت کو ایسی تقدیس عطا کی کہ اس میں کبھی کسی سے محاسبہ نہیں کیا گیا۔

پھر عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب کی تعریف میں کہا :- میں اس خدا کی تعریف کرتا ہوں جس نے مجھے اپنا کلمہ کہا، اور مجھے آدم سے، جسے اس نے مٹی سے پیدا کیا تھا، مشابہہ قرار دیا اس نے مجھے حکمت سکھائی اور ثوریت اور انجیل پڑھائی اور میں مٹی سے پرندوں کے نمونے بناتا ہوں، ان میں مھونک مارتا ہوں اور وہ اللہ کے حکم سے پرندے بن جاتے ہیں۔ اور اسی طرح میں مادر زاد اندھوں اور کوڑھیوں کو تندست کر دیتا ہوں۔ نیز اللہ کے حکم سے مڑے کو زندہ کرتا ہوں۔ اور خدا نے مجھے اٹھایا، اور پاک صاف کیا اور مجھے اور میری ماں کو شیطان سے بچایا۔ اور اس کا ہم دونوں پر کوئی بس نہیں چلتا تھا۔ پھر رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے رب کی تعریف میں فرمایا، اس خدا کی

تعریف جس نے مجھے رحمۃ اللعالمین بنا کر بھیجا اور تمام دنیا کے لیے بشیر اور نذیر مقرر کیا اور  
مجھ پر قرآن اتارا جس میں ہر چیز کی وضاحت ہے، اور میری امت کو بہترین امت قرار  
دیا اور اس امت کو امتِ وسط (معتدل) بنایا اور میری امت ہی اول اور آخر ہے،  
اس نے میرا سینہ کھولا اور میرا بوجھ مجھ سے اتار لیا۔ اور میرا ذکر بلند کیا اور مجھے ابتدا کرنے  
والا اور ختم کرنے والا بنایا۔ اس پر ابراہیم علیہ السلام نے کہا، انہی امور کی وجہ سے محمد  
صلی اللہ علیہ وسلم کو تم پر فضیلت حاصل ہے۔

پھر حضرت جبریل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ساتھ لے کر آسمان دنیا کو روانہ ہوئے  
اور اس کا ذکر الشفا میں بالاختصار مذکور ہے۔ اور ابن حاتم نے اپنی تفسیر میں حضرت  
مالک بن انس سے یہ روایت بیان کی ہے، کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بیت المقدس  
میں پہنچے، تو آپ اس مقام پر آئے، جسے بابِ محمد کہا جاتا ہے، پھر آپ اس پتھر کے  
پاس آئے جو دروازے کے پاس تھا۔ جبریل نے اسے انگلی سے ٹھکورا، چنانچہ اس میں  
سورخ ہو گیا، اور پھر آپ نے سواری کو اس سے باندھ دیا۔ پھر آپ اوپر چڑھے جب  
وہ مسجد کے صحن میں پہنچے، تو جبریل نے کہا، یا رسول اللہ! کیا آپ نے خدا سے حورانِ بستی  
کو دیکھنے کی اجازت لی تھی؟ آپ نے فرمایا، ہاں۔ جبریل نے کہا، چلیاں گورنوں کے  
پاس مانیں سلام کیے گا۔ آپ نے انہیں سلام کہا۔ انہوں نے سلام کا جواب دیا۔ حضور  
نے کہا، تم کن لوگوں کے لیے ہو۔ انہوں نے جواب دیا، ہم ان نیکو کار مردوں کیلئے ہیں،  
جنہوں نے پاکیزہ زندگی گزاری اور خود کو نجاست سے دور رکھا، جو اپنی جگہ پر ڈٹے رہے  
اور صحیح موقف سے بالکل نہ ہٹے۔ جنہوں نے ہمیشہ کی زندگی پائی اور موت سے بچ گئے  
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام وہاں سے آگے بڑھ گئے۔ ابھی مٹوڑی دیر گزری تھی کہ وہاں  
بہت سے لوگ جمع ہو گئے۔ مؤذن نے اذان دی اور جماعت کھڑی ہو گئی، صحنِ درست  
کی لہنیں آپ منظر تھے، کہ دیکھے امامت کے فرائض کون ادا کرتا ہے۔ اتنے میں جبریل

نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے آگے کر دیا۔ چنانچہ میں نے انہیں نماز پڑھائی۔ جب میں فارغ ہوا تو جبریل نے پوچھا، کیا آپ کو معلوم ہے کہ آپ کے مقتدی کون تھے۔ میں نے کہا، نہیں، انہوں نے کہا، یہ سب انبیاء تھے، جنہیں خدا نے مبعوث فرمایا تھا۔ قاضی عیاض کہتے ہیں، کہ بظاہر یہ نماز معراج سے پہلے ادا کی گئی ہوگی۔ ابن کثیر کے مطابق یہ نماز دونوں مواقع پر پڑھی گئی، کیونکہ حدیث سے ایسا ہی معلوم ہوتا ہے اور اس میں کوئی خرابی بھی نہیں۔ اور بعض احادیث میں مذکور ہے، کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیاء کو آسمانوں میں نماز پڑھائی۔

ابن اسحاق سے مروی ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب میں بیت المقدس کی مصروفیات سے فارغ ہوا تو میرے پاس معراج لائی گئی اور میں نے اس سے خوبصورت تراور کوئی چیز نہیں دیکھی تھی۔ یہ وہ چیز ہے، کہ جو میت کے سامنے وفات کے وقت پیش کی جاتی ہے۔ میرے ساتھی نے مجھے اس میں سوار کیا، تا آنکہ ہم آسمان کے دروازے پر پہنچے۔ کعب کی روایت میں ہے، کہ رسول کریم علیہ السلام کے لیے ایک سیرھی چاندی کی اور ایک سونے کی لگائی گئی، تاکہ آپ اور جبریل دونوں اوپر کو چڑھے۔ شرف المصطفیٰ میں مذکور ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے معراج جنت سے لائی گئی تھی۔ اور وہ موتیوں سے جڑاؤ کی ہوئی تھی، اور اس کے دائیں بائیں فرشتے تھے۔

اور امام بخاری کی حدیث میں جس کا کچھ حصہ مذکور ہے، قتادہ نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، کہ حضور نے فرمایا، کہ جبریل مجھے ساتھ لے چلے، تا آنکہ ہم آسمان دنیا کے دروازے پر پہنچے اور دستک دی، پوچھا کون ہو، کہا جبریل، ساتھ کون ہے؟ کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم، کیا طلبی ہوئی ہے، کہا ہاں۔ کہا خوش آمدید اور دروازہ کھول دیا جب اس پوچھ گچھ سے چھٹکارا ملا، تو وہاں حضرت آدم علیہ السلام

سے ملاقات ہوئی، جبریل نے کہا یہ آپ کے جدِ آدم ہیں، انہیں سلام کیجئے، میں نے انہیں سلام کیا، تو انہوں نے جواب سلام دیا پھر کہنے لگے، میں اپنے نیک بیٹے اور نیک نبی کو خوش آمدید کہتا ہوں۔ پھر آگے بڑھے اور دوسرے آسمان پر پہنچے اور دستک دی۔ پوچھا کون ہو، کہا جبریل، ساتھ کون ہے؟ کہا، محمد صلی اللہ علیہ وسلم، کیا طلبی ہوئی ہے، کہا ہاں، کہا، آنے والے کو ہم خوش آمدید کہتے ہیں۔ دروازہ کھلا اور میں اندر داخل ہوا، تو یحییٰ اور عیسیٰ علیہما السلام سے ملاقات ہو گئی۔ دونوں خالد زاد بھائی تھے۔ جبریل نے کہا، یہ یحییٰ اور عیسیٰ ہیں۔ میں نے دونوں کو سلام کہا، انہوں نے سلام کا جواب دیا اور کہا ہم صلح بھائی کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ پھر وہ مجھے لے کر تیسرے آسمان کو چلے اور دستک دی۔ پوچھا، کون ہو، کہا، جبریل، کہا ساتھ کون ہے، کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم، کہا، ہم آنے والے کو مزہا کہتے ہیں۔ دروازہ کھلا اور میں اندر داخل ہوا، تو حضرت یوسف علیہ السلام سے ملاقات ہو گئی، جبریل نے کہا، یہ یوسف علیہ السلام ہیں انہیں سلام کیجئے، میں نے سلام کیا، تو انہوں نے سلام کا جواب دیا اور کہا میں برادرِ صالح اور نبی صالح کو خوش آمدید کہتا ہوں۔ پھر ہم چوتھے آسمان پر پہنچے اور دستک دی، پوچھا کون ہو۔ کہا، جبریل ہوں، ساتھ کون ہے، کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، کیا طلبی ہوئی ہے، کہا ہاں۔ کہا، ہم معان کو خوش آمدید کہتے ہیں، دروازہ کھولا، تو ادریس علیہ السلام سے ملاقات ہو گئی، جبریل نے کہا، یہ ادریس ہیں، انہیں سلام کیجئے۔ میں نے سلام کیا اور انہوں نے سلام کا جواب دیا اور کہا میں برادرِ صالح اور نبی صالح کو سلام کہتا ہوں۔ پھر ہم پانچویں آسمان پر پہنچے اور دستک دی، پوچھا کون ہو، کہا جبریل، ساتھ کون ہے، کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، کیا طلبی ہوئی ہے، کہا ہاں، کہا ہم آنے والے کو خوش آمدید کہتے ہیں، جب دروازہ کھلا۔ تو ہارون علیہ السلام سے ملاقات ہو گئی۔ جبریل نے کہا، یہ ہارون ہیں، انہیں سلام کیجئے۔ میں نے سلام کیا، انہوں نے سلام کا جواب دیا اور کہا میں برادرِ صالح اور نبی صالح کو

مرجا کتا ہوں پھر مجھے چھٹے آسمان کو لے چلے اور دستک دی، پوچھا کون، کہا جبریل، ساتھ کون ہے، کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، کیا طلبی ہوئی ہے، کہا ہاں، کہا، آنے والے کو مرجا کتے ہیں، اس نے دروازہ کھولا، تو موسیٰ علیہ السلام سے طاقات ہو گئی، جبریل نے کہا، یہ موسیٰ ہیں، انہیں سلام کیجئے۔ میں نے سلام کہا انہوں نے سلام کا جواب دیا اور کہا کہ میں برا در صالح اور نبی صالح کو مرجا کتا ہوں۔ جب میں آگے بڑھا تو وہ رونے لگے۔ پوچھا گیا، کہ آپ کو رونا کیوں آ رہا ہے، کہنے لگے، یہ لڑکا میرے بعد مبعوث ہوا ہے لیکن میری امت کے مقابلے میں اس کی امت کے زیادہ افراد بہشت میں داخل ہوں گے۔ پھر ہم ساتویں آسمان پہنچے اور دستک دی، پوچھا، کون ہو۔ کہا جبریل ہوں۔ ساتھ کون ہے، کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، کیا طلبی ہوئی ہے، کہا ہاں، کہا ہم آنے والے کو مرجا کتے ہیں۔ جب دروازہ کھلا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے طاقات ہو گئی، جبریل نے کہا، یہ آپ کے جدِ اعلیٰ ابراہیم علیہ السلام ہیں، سلام کیجئے۔ میں نے سلام کیا، انہوں نے سلام کا جواب دیا اور کہا کہ میں ابن صالح اور نبی صالح کو مرجا کتا ہوں۔

پھر مجھے سدرۃ المنتقی تک لے گئے۔ اس کے پیر محمد گافل کا نام، کی ٹکڑیوں کی طرح تھے اور پتے ہاتھی کے کان کی طرح۔ جبریل نے کہا، یہ سدرۃ المنتقی ہے، اس جگہ چار دریا تھے، دو ظاہر اور دو خفیہ۔ میں نے پوچھا، یہ کیا معاملہ ہے، جبریل نے کہا، ظاہری دریا تو فزات اور نیل ہیں اور خفیہ بہشت کے دو دریا ہیں۔ پھر بیت المعمور میرے سامنے لایا گیا، جس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں، پھر مجھے برتن پیش کیے گئے، جن میں شراب، دودھ اور شہد تھا۔ میں نے دودھ لے لیا۔ جبریل نے کہا، یہ وہ فطرت ہے، جس پہ آپ کی امداد آپ کی امت کی تخلیق ہوئی ہے۔ پھر مجھ پر دن بھر میں بچاس نازیں فرض کی گئیں۔ میں واپس لوٹا اور موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا، پوچھا، کیا حکم ہوا ہے، میں نے کہا، دن رات میں بچاس نازوں کا، کہا، آپ کی امت ایک دن میں بچاس

نمازوں کی تاب نہیں لاسکے گی۔ کیونکہ میں پیشتر ازیں آزما چکا ہوں اور میں نے بنی اسرائیل کی کوتاہیوں کے علاج میں کوئی کمی نہیں کی تھی۔ آپ واپس جائیں اور تخفیف کی درخواست کریں۔ میں واپس ہوا اور خدا نے دس نمازیں کم کر دیں، میں پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا، انہوں نے پھر وہی بات کہی۔ خدا نے پھر دس کی کمی کر دی۔ میں پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا، انہوں نے پھر وہی بات دہرائی، میں پھر لوٹا اور دس نمازوں کا حکم دیا گیا، پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا تو انہوں نے وہی بات کہی، میں لوٹا اور پھر پانچ نمازوں کا حکم ملا۔ میں پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا، انہوں نے کہا، آپ کی امت دن میں پانچ نمازیں نہیں پڑھ سکے گی۔ میں نے بنی اسرائیل پر بڑی محنت کی لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا، آپ پھر واپس جائیں اور خدا سے تخفیف کی درخواست کریں۔ فرمایا، میں نے اتنی دفعہ درخواست کی ہے، کہ اب خدا سے حیا آتی ہے۔ اب میں راضی بہ رضا ہوں جب میں وہاں سے آگے بڑھا، تو منادی نے آواز دی۔ میں نے اپنا حکم دے دیا ہے اور اپنے بندوں سے تخفیف کر دی ہے۔

بخاری میں باب الصلوٰۃ میں مذکور ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ جب میں آسمان دنیا پر پہنچا، وہاں میں نے ایک آدمی کو بیٹھے دیکھا جس کے دائیں جانب بھی کچھ لوگ تھے اور بائیں جانب بھی۔ جب وہ دائیں جانب دیکھتا تو مسکراتا اور بائیں جانب دیکھتا تو روتا۔ مجھے دیکھا تو کہنے لگا میں ابن صالح اور نبی صالح کو مر جاتا ہوں۔ میں نے جبریل سے پوچھا، یہ کون ہے، کہا یہ حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور ان کے دائیں بائیں ان کی اولاد کی رو میں ہیں۔ دائیں جانب والے اہل جنت ہیں اور بائیں والے اہل جہنم جب وہ دائیں طرف دیکھتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں اور بائیں جانب دیکھ کر روتے ہیں۔

صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں مذکور ہے، کہ جبریل ہمیں



لے کر ساتویں آسمان پر پہنچے، وہاں حضرت ابراہیم سے ملاقات ہوئی جو بیت معمور سے پشت لگا کر بیٹھے تھے، اس مسجد میں روزانہ ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں، جو پھر ادھر سے لوٹ کر نہیں آتے۔ اسی طرح تیسرے آسمان کے متعلق مذکور ہے، کہ وہاں حضرت یوسف سے ملاقات ہوئی اور انہیں حسن کا ایک حصہ دیا گیا تھا۔ سہمی کی حدیث میں مذکور ہے، حضور باکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں نے ایک آدمی کو دیکھا جو نہایت ہی حسین تھا، اور وہ انسانوں میں ایسا دکھائی دیتا تھا جیسا کہ ستاروں میں چاند۔ اس سے مراد حضور کے علاوہ باقی لوگ مراد ہیں۔ ترمذی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں مذکور ہے، کہ خدا نے ہر نبی کو خوش چہرہ اور خوش آواز بنا کر بھیجا اور رسول کریم علیہ التحیۃ والسلام سب سے زیادہ خوش صورت اور خوش آواز تھے۔ ابو سعید خدری سے سہمی نے ذکر کیا ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، میں ساتویں آواز پر پہنچا۔ وہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے، جو اپنی پیٹھ بیت معمور کی طرف کر کے بیٹھے تھے، وہ بہت خوبصورت تھے، اور ان کے ساتھ اپنی قوم کے کچھ لوگ تھے۔ میں نے انہیں سلام کیا، انہوں نے سلام کا جواب دیا۔ وہاں میں نے اپنی امت کے دو گروہ دیکھے، ایک گروہ کے کاغذ کی طرح سفید کپڑے تھے۔ اور دوسرے کے خاکستری تھے۔ فرمایا، میں بیت المعمور میں داخل ہوا اور سفید کپڑوں والے بھی میرے ساتھ داخل ہو گئے، اور خاکستری کپڑوں والوں کو روک دیا گیا۔ میں نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ بیت المعمور میں نماز پڑھی۔ طبرانی کی روایت میں ہے، کہ حضور باکرم صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہوئے، تو آپ نے ایک ایسے آدمی کو دیکھا، جس کے سر کے بال سیاہ اور سفید تھے اور جنت کے دروازے پر کرسی پر بیٹھا تھا۔ اس کے پاس ایک جماعت ایسے لوگوں کی بیٹھی تھی، جن کے چہرے سفید کاغذ کی طرح تھے۔ اور ایک جماعت ایسی تھی جن کے رنگوں میں کچھ نقص تھا۔ وہ منانے کو ایک نمر میں داخل ہوئے، جب باہر آئے، تو ان کے رنگ میں کچھ صفائی آگئی تھی۔ پھر دوسری نمر میں داخل

ہوئے، وہاں غسل کیا، باہر نکلے تو ان کے رنگ کچھ اور صاف ہو گئے تھے۔ پھر ایک اور نہر میں داخل ہوئے، وہاں نہائے، جب باہر نکلے، تو ان کے رنگ سفید چہرہ آدمیوں کی طرح بالکل صاف ہو چکے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا، یہ کون ہیں، اور یہ دوسرے لوگ کون ہیں، جن کے رنگ صاف نہیں ہیں۔ اور یہ نہریں کیا ہیں، جن میں نہانے سے ان کے رنگ صاف ہو گئے ہیں۔ جبریل نے جواب دیا، یہ آپ کے جد اعلیٰ حضرت ابراہیم ہیں۔ حضرت ابراہیم پہلے وہ آدمی ہیں جن کے بال دنیا میں سیاہ اور سفید ہوئے یہ سفید چہرہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے ایمان ظلم سے واعدار نہیں بنائے، جن لوگوں کے رنگوں میں کچھ خرابی تھی، یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اعمال صالحہ کے ساتھ بُرے اعمال کو طایا پھرائیوں نے توبہ کی اور خدا نے ان کی توبہ منظور کر لی۔ رہی نہریں۔ پہلی نہر اللہ کی رحمت ہے، دوسری نعمت اللہ ہے اور تیسری کا نام وَسْقَاهُمْ زَبْءَهُمْ شَرَابًا طَهُورًا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضور اکرم سے فرمایا، اے میرے بیٹے! آپ آج خدا سے طاقات کرنے والے ہیں۔ آپ کی امت آخری امت ہے۔ ان کی تعداد میں اضافہ کیجئے، اور اگر آپ اپنی امت کے بارے میں خدا سے کوئی رعایت حاصل کر سکیں، تو ضرور حاصل کیجئے۔

ابن ابی حاتم حضرت انس رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابراہیم سے طاقات کے بعد ساتویں آسمان کی چھت پر چل پڑے، تا آنکہ ایک نہر کے کنارے (جہاں یا قوت، موتیوں اور زبرجد کے خیمے نصب تھے) پر آئے، وہاں نہایت خوبصورت بے زنگ کے پرندے تھے۔ جبریل نے کہا، یہ ہے کوثر جو خدا نے آپ کو دیا ہے۔ اس میں سونے اور چاندی کے گلاس تھے، یہ نہر یا قوت اور زمرود کے پھوٹے پھوٹے دینوں پر رواں دواں تھی۔ اور اس کا پانی دو دھ سے زیادہ صاف تھا۔ آپ نے ایک گلاس لیا، اس میں چند گھونٹ پانی ڈالا اور پیا۔ وہ شربت شمس سے زیادہ میٹھا

اور کستوری سے زیادہ خوشبودار تھا۔ مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں جنت کی سیر کر رہا تھا، ایک نہر دیکھی، کہ جس کے کنارے عجوب موتیوں کے قبے اور تہ کی مٹی خالص کستوری تھی۔ جبریل کہنے لگے یہ کوثر ہے۔ امام مسلم نے ابو ذر کی حدیث میں مذکور ہے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا میں جنت میں داخل ہوا دیکھا، کہ وہاں موتیوں کے قبے تھے اور مٹی خالص کستوری تھی۔ بیہقی نے حضرت ابو سعید خدری سے روایت کی، رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے فرمایا، پھر مجھے ساتویں آسمان پر لے گئے، پھر سردۃ المفتری میرے سامنے لایا گیا، میں نے دیکھا، کہ اس کا ہر پتہ اس امت پر سایہ کیے ہوئے ہے، اور اس میں ایک چشمہ ہے، جس کا نام سلبیل ہے۔ اس سے دو نہریں نکلتی ہیں، ایک کا نام کوثر ہے اور دوسری کو حوت کہتے ہیں میں نے اس میں غسل کیا اور میرے گلے پھیلے گناہ معاف کر دیئے گئے۔ پھر مجھے جنت میں لے جایا گیا، وہاں ایک لڑکی نے میرا استقبال کیا، میں نے پوچھا، اسے لڑکی تم کس سے منسوب ہو۔ اس نے کہا، زید بن حارثہ سے۔ ہمیشہ کے انار اتنے اتنے بڑے تھے، جیسا کہ دلو (آبکش)، اور اس کے پرندے بنجی اونٹوں کی طرح تھے۔ پھر مجھے جہنم دکھایا گیا، اس میں اللہ کا غضب، عذاب اور اس کا انتقام نوح زن تھا۔ اگر کس میں پتھر اور لوہا ڈالا جاتا، تو وہ اسے کھا جاتا۔ پھر اسے میری آنکھوں سے اوجھل کر دیا گیا۔ بخاری کے باب الصلوٰۃ میں مذکور ہے، مجھے مزید اوپر اٹھایا گیا۔ تا آنکہ میں مستوی پر پہنچ گیا، جہاں میں قلم تقدیر کی آواز سن سکتا تھا۔

اور ابو الحسن بن غالب نے اس بارے میں ان احادیث کے متعلق گفتگو کی ہے جن میں سات ہزار سات سو ستر حجاب کا ذکر ہے۔ اور جسے اس نے شفاء الصدور میں ابو الریح بن سبع کی طرف منسوب کیا ہے، حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما راوی ہیں، کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے واقعہ اسرار کے آغاز کے بعد فرمایا کہ جبریل آئے۔

جو خدا کی طرف میرے سفیر تھے، یہاں تک کہ وہ ایک مقام پر جا کر رک گئے۔ میں نے کہا، اسے جبریل یہ وہ مقام ہے، جہاں دوست، دوست کو چھوڑ دیتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اگر میں اس مقام سے آگے بڑھوں، تو خدائی نور مجھے جلا دے گا۔ رسول کریم علیہ السلام نے فرمایا، آپ کو دوبارہ خداوندی میں کوئی التجا پیش کرنی ہے۔ کہا، یا رسول اللہ! آپ دوبارہ خداوندی میں میری طرف سے درخواست کریں، کہ وہ میرے پرول کو پل صراط تک اس طرح پھیلا دے، کہ آپ کی امت اس پستے گزر جائے۔ جنو با کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، پھر مجھے نور میں زبردست غوطہ دیا گیا اور یوں ستر ہزار حجاب چل گئے، اور کوئی ایسا حجاب نہ رہا، جسے صحیح معنوں میں حجاب کہا جاسکے، اور مجھے انسانوں اور فرشتوں کا کوئی احساس نہ رہا اور مجھ پر حیرت چھا گئی، اتنے میں مجھے کسی نے ابو بکر کے انداز میں آواز دی: تمہر جیسے، آپ کا خدا آپ پر رحمت بھیج رہا ہے۔ میں سوچ میں پڑ گیا اور دل میں کہا کہ کیا ابو بکر مجھ سے پہلے اس مقام پر پہنچ گیا ہے۔ اس پر طائے اعلیٰ سے آواز آئی، اسے تمام مخلوقات سے بہتر آگے آئے۔ اسے احمد، اسے محمد قریب آجائے، تاکہ محبوب نزدیک تر آجائے، میں قریب ہو گیا اور یہ حالت ہو گئی **شَوْ دَنَا فَتَدَلَّى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَىٰ**۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، خدا نے مجھ سے سوال کیا، مگر میں جواب نہ دے سکا۔ پھر اس نے اپنا ہاتھ بلا کیف و جود میرے دونوں کندھوں کے درمیان رکھا، میں نے اس کی ٹھڈک اپنے سینے میں محسوس کی۔ پھر اس نے اولین اور متاخرین کا علم عطا کیا اور مزید کئی علوم سکھائے۔ ان میں بعض علوم ایسے ہیں جن کا اخفا ضروری قرار دیا، کیونکہ یہ ایسا علم ہے جسے میرے بغیر اور کوئی متحمل نہیں ہو سکتا۔ اور کچھ ایسے ہیں جن کے بارے میں مجھے اختیار دیا، اور مجھے قرآن کی تعلیم دی۔ اور اس سلسلے میں جبریل مجھے حفظ کراتے تھے۔ ایک علم ایسا بھی تھا جس کے بارے میں حکم ہوا کہ میں خاص و عام کو یہ باتیں بتاؤں۔ میں نے ایک آیت کے

بارے میں، جو اس وقت ہی مجھ پر نازل ہوئی تھی، جبریل سے تعجیل کے لیے کہا، اس پر  
خدا نے سرزنش کی اور یہ آیت اتری: وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْآنِ مِنْ قَبْلِ أَنْ يُقْضَىٰ  
إِلَيْكَ وَحْيُهُ، وَقُلْ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا۔

پھر میں نے عرض کیا، اے خدا تجھ تک پہنچنے سے پہلے مجھ پر جو حیرت طاری ہوئی  
تھی، میں نے ایک شخص کو ابوبکر کے انداز میں یہ کہتے سنا، ٹھہرایے، آپ کا رب مصروف  
صلوٰۃ ہے۔ مجھے دو باتوں سے حیرت ہوئی، آیا ابوبکر مجھ سے پہلے اس مقام پر پہنچ گیا،  
اور یہ کہ میرا رب تو صلوٰۃ سے مستثنیٰ ہے۔ اس پر ندا آئی، کہ بلاشبہ میں اس سے مستثنیٰ ہوں  
کسی اور پر صلوٰۃ پڑھوں، لیکن میری صلوٰۃ ہے:۔ سبحانی سبحانی سبقت و رحمتی  
غضبی ماے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پڑھیے۔ هُوَ الَّذِي يُضِلُّ  
عَلَيْكُمْ وَمَلَأَ بُكْتَهُ لِيُخْرِجَكُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِينَ  
رَحِيمًا۔ اس بنا پر میری صلوٰۃ آپ کے لیے اور آپ کی امت کے لیے رحمت  
ہے۔ رہا آپ کے ساتھی کا معاملہ بات یہ ہے، کہ آپ کے بھائی موسیٰ کا تعلق عصا  
سے تھا جب ہم نے اس سے گفتگو کا ارادہ کیا تو ہم نے اس سے مخاطب ہو کر کہا: وَمَا  
بَلَدِكَ يَمِينِكَ يَا مُوسَى۔ اس نے جواب میں کہا: هِمَّ عَصَائِي۔ اور عصا  
کے ذکر سے اس کا ذہن میری ہیبت و جبروت سے ہٹ گیا ابوبکر اور آپ کو ایک ہی فطرت  
سے پیدا کیا ہے اور وہ دنیا اور آخرت میں آپ کا ساتھی ہے۔ ہم نے ایک فرشتہ  
اس کی شکل و صورت پر پیدا کیا ہے جس نے اس کے بچے میں آپ کو بلایا۔ تاکہ

آپ کا ڈر جاتا رہے، میری جبروت سے آپ متاثر نہ ہوں، اور جس عرض کے لیے  
آپ کو بلایا گیا ہے، وہ فوت نہ ہو جائے۔ پھر خدا نے کہہ وہ جبریل کی درخواست کیا  
ہوئی، حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے خدا! تو خود بہتر جانتا ہے۔ خدا نے کہا،

اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! جو کچھ اس نے کہا، میں نے اسے منظور کر لیا ہے، لیکن یہ ان لوگوں کے لیے ہوگا جو آپ سے محبت کریں گے اور آپ کی صحبت میں رہیں گے۔

ایک روایت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں آگے چل دیا اور جبریل میرے پیچھے پیچھے آرہے تھے، تا آنکہ وہ مجھے اس حجاب کے پاس پہنچائے، جس کا پردہ سنہری تھا۔ جبریل نے حجاب کو ہلایا، فرشتے نے پردے کے پیچھے سے پوچھا، کون ہو۔ جبریل نے کہا، میں جبریل ہوں اور میرے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ فرشتے نے اشد اکبر کہا، پھر اس نے اپنا ہاتھ حجاب کے نیچے سے نکالا مجھے اٹھایا اور آنکھ پھینکنے کی دیر میں اپنے سامنے لارکھا۔ اور پردے کی موٹائی پانچ سو سال کی مسافت کے برابر تھی۔ مجھے کہنے لگے آگے تشریف لائیے۔ پھر مجھے فرشتہ آنکھ پھینکنے کی دیر میں حجاب اللو لوتھک لے گیا، اس نے پردے کو ہلایا اور فرشتے نے جو حجاب کے پیچھے تھا، پوچھا، کون ہو۔ اس نے کہا میں فلاں ہوں جو حجاب الذہب کا انچارج ہے اور میرے ساتھ محمد رسول اللہ ہیں۔ فرشتے نے اشد اکبر کہا، پھر اپنا ہاتھ پردے کے نیچے سے نکالا اور مجھے اٹھا کر اپنے سامنے لارکھا۔ میں اسی طرح پردوں سے گزرتا گیا اور یوں ستر ہزار پردے عبور کر گیا۔ ہر پردے کی موٹائی پانسو سال کی مسافت کے برابر تھی۔

پھر رفوف میرے پاس لائی گئی، یہ سبز رنگ کی تھی اور اس کی سبزی سے سوج کی روشنی مانند پڑ گئی۔ چنانچہ میری آنکھیں چندھیا گئیں۔ مجھے رفوف پر سوار کر دیا گیا وہ مجھے لے اڑی، تا آنکہ میں عرش پر پہنچ گیا۔ وہاں میں نے ایسا مشاہدہ کیا جسے زبان پر نہیں بیان کر سکتیں۔ پھر عرش سے میرے لیے ایک قطرہ لایا گیا، جو میری زبان پر گرا۔ کسی شخص نے اس سے شیریں تر چیز نہیں چکھی ہوگی۔ اس سے خدا نے مجھے اولین اور آخرین کے علوم سکھا دیئے، میرا دل منور ہو گیا اور اس کے عرش کا نور میری آنکھوں پر چھا گیا۔ اور مجھے کچھ دکھانی نہیں دیتا تھا۔ اب میں آنکھوں کی بجائے دل سے دیکھنے

لگ گیا اور میں اپنے پیٹھ پیچھے ہی اس طرح دیکھ سکتا تھا جس طرح اپنے سامنے یہ امر پیش نظر رہنا چاہیے، کہ اس مقام رفیع پر حجاب کا تعلق بندوں سے ہے نہ کہ ذاتِ باری سے کیونکہ وہ منزہ عن المحاب ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس، عروہ اور کعب الاحبار وغیرہ سے مروی ہے، کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کو اپنی دونوں آنکھوں سے دیکھا۔ لیکن اس روایت کی نہ تو کیفیت بتائی جاسکتی ہے اور نہ اس سے کسی چیز کو تشبیہ دی جاسکتی ہے۔

جب رسول کریم علیہ التحیہ والتسلیم سفرِ ہجر سے واپس تشریف لائے، تو راستے میں آپ قریش کے ایک قافلے کے پاس سے جو خوراک کا سامان لیے آ رہا تھا، گزرے۔ اس قافلے میں ایک اونٹ تھا، جس پر دو بوریال تھیں، ایک سفید اور دوسری سیاہ۔ جب آپ ان کے قریب سے گزرے، تو قافلے والے بھاگے اور لوٹ گئے۔ اور وہ اونٹ بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ ایک روایت میں مذکور ہے، کہ آپ ایک قافلے کے پاس سے گزرے، جن کا ایک اونٹ گم ہو گیا تھا۔ اور جسے ایک آدمی ڈھونڈ لایا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں نے انہیں سلام کہا، کسی نے کہا، یہ تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد ہے، پھر آپ صبح سے پہلے مکے واپس پہنچ گئے، اور قریش کو اپنے مشاہدات سے آگاہ فرمایا، نیز فرمایا، کہ جو کچھ میں کہ رہا ہوں، اس کی دلیل یہ ہے، کہ میں نے تمہارے قافلے کو فلاں مقام پر دیکھا ہے، ان کا ایک اونٹ گم ہو گیا تھا جسے فلاں شخص تلاش کر کے لایا تھا اور وہ اس سفر میں فلاں فلاں مقام پر پڑاؤ کریں گے۔ اور فلاں دن یہاں پہنچیں گے، اور ان کے آگے آگے ایک بھورے رنگ کا اونٹ ہو گا جس پر ایک کالا گھیل اور دو بوریال لدی ہوں گی۔ جب وہ دن آگیا، تو لوگ قافلے کا انتظار کرنے لگ گئے، چنانچہ جب دوپہر کا وقت ہوا، تو قافلہ نمودار ہوا اور آگے آگے وہ اونٹ تھا جس کا ذکر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ اور ایک روایت میں ہے، کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

سے انہوں نے آپ کے مشاہدات کے بارے میں دلیل مانگی، آپ نے فرمایا، تمہارا قافلہ بدھوار کو یہاں پہنچ جائے گا۔ جب وہ دن آیا، قافلے والے نہ آئے تا آنکہ سورج غروب ہونے کو تھا۔ آپ نے دعا فرمائی، ہمارے سورج کو قافلے کے آنے تک روک لیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، کہ چند لوگ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے، کہنے لگے، تم اپنے رشتیق سے ملے ہو، وہ کہہ رہے ہیں کہ وہ رات کو بیت المقدس کی سیر کر آئے ہیں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، کیا واقعہ آپ نے یہ فرمایا ہے۔ کہا ہاں۔ کہا اگر آپ نے ایسا فرمایا ہے، تو ٹھیک فرمایا ہے۔ کہا، کیا تم اس امر کی تصدیق کرتے ہو، کہ تمہارے رفیق (رسول کریم علیہ السلام) راتوں رات وہاں گئے اور طلوع صبح سے پہلے واپس آگئے۔ کہا، ہاں میں آپ کی ان باتوں کی بھی تصدیق کرتا ہوں جو اس تجربے سے بھی زیادہ بعید لغہم ہیں کیونکہ میں صبح و شام آپ کی آسمانی باتوں کی تصدیق کرتا ہوں۔ سب سے آپ کو صدیق کا لقب ملے گا۔ (حاکم وابن اسحاق) اس روایت میں مزید اس امر کا اضافہ کیا گیا ہے، کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سیدے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دریافت کیا، یا رسول اللہ! کیا آپ نے ان لوگوں سے ذکر کیا ہے، کہ آپ رات کو بیت المقدس تشریف لے گئے تھے حضور علیہ السلام نے فرمایا، ہاں، انہوں نے کہا، یا رسول اللہ! میں نے بیت المقدس دیکھا ہوا ہے، آپ اس کا نقشہ بیان فرمائیں۔ حضرت حسن سے روایت ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ اس پر سچے میرے سامنے لائی گئی اور وہ میری آنکھوں کے سامنے تھی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اس کا نقشہ بتایا، انہوں نے تصدیق کی اور جب بھی حضور کسی چیز کا ذکر فرماتے، حضرت ابو بکر کہتے، میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ بلاشبہ خدا کے رسول ہیں۔ اور حضرت ابو بکر کی یہ درخواست (یا رسول اللہ! آپ بیت المقدس کا نقشہ بیان



فرمائیں) بر بنائے شک نہ تھی۔ کیونکہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے پہلے ہی اس کی تصدیق کر دی تھی۔ بلکہ مقصد یہ تھا کہ قریش کے سامنے آپ کی راستی کا اظہار کریں۔ بخاری کی روایت میں ہے، کہ خدا نے بیت المقدس کی تختی مجھے دکھا دی یعنی میرے اور اس کے درمیان سے حجاب کو اٹھا دیا۔ مسلم کی روایت میں ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، انہوں نے مجھ سے ایسے سوال کیے جنہیں میں ثابت نہیں کر سکتا تھا اس سے مجھے اتنی کوفت ہوئی، کہ اس سے پہلے کبھی نہیں ہوئی تھی۔ اس پر خدا نے اسے میرے سامنے پیش کیا، چنانچہ وہ اس سے متعلق جو سوالات بھی کرتے، میں ان کا جواب دیکھ کر دے دیتا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں مذکور ہے، مسجد میرے سامنے لائی گئی، میں اسے دیکھ رہا تھا، تا آنکہ عقیل کے گھر کے پاس لا کر رکھ دی گئی اور میں دیکھ دیکھ کر اس کا نقشہ بیان کرتا جا رہا تھا۔ اور یہ بہت زبردست معجزہ ہے اور اس میں کوئی خرابی نہیں۔ کیونکہ بلقیس کا تخت اٹھ چھپکنے کی دیر میں لایا گیا تھا۔ امام لانی کی حدیث میں مذکور ہے، مشرکین نے آپ سے پوچھا، کہ مسجد کے کتنے دروازے ہیں مگر میں گن نہیں پایا تھا میں اسے دیکھ دیکھ کر اس کا ایک ایک دروازہ گنتا تھا اور بتاتا جاتا تھا۔

اور بعض اہل رموز نے اپنی تحریروں میں لکھا ہے: جب رسول کریم علیہ السلام بیت المقدس کے درخت کا پھل اور صدف و جود کا موتی اور طہ من کے معنی تھے اور اس کے بغیر کوئی چارہ نہ تھا کہ اس پھل کو پھل پیدا کرنے والے کے سامنے پیش کیا جائے، اور اس کی بارگاہ مقدس میں اٹھا کر لایا جائے، اور اس کی درگاہ معلیٰ کے مذہبوں کو طواف کا موقع دیا جائے، تو بادشاہ (خدا) نے اپنا بہترین خادم بھیجا۔ جب وہ ان کے پاس پہنچا تو آپ کو فرشتہ خلیق پر سویا پایا، کہا، اے سونے والے اٹھیے، کہ آپ کے لیے تحائف تیار کیے گئے ہیں۔ فرمایا، اے جبریل! کہاں چلنا ہے، جبریل نے کہا، یا رسول اللہ! این جاں کا قصہ چھوڑیے، میں خدا کے جلیل کا قاصد ہوں، آپ کی طرف آپ کی خدمت گزاروں کے لیے بھیجا گیا ہوں۔

اسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ارادہ اذلی کی مراد ہیں، اور باقی تمام مخلوق آپ کی مفضلین اور آپ مقصود قدرت ہیں، آپ جام محبت کی صاف شراب، صدف کائنات کے موتی، علوم معرفت کے سورج اور روحانیت کے بدرِ منیر ہیں۔ اس دنیا کی اساس آپ کی خاطر ڈالی گئی، اور اساس مرغزار کے تحفظ کا مقصد آپ کی ذات مقدس ہے۔ جام محبت کو آپ کی خاطر ہی لبالب بھرا گیا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اسے جبریل! خدائے عظیم مجھے بلارہا ہے، مجھ سے کیا کام لیا جائے گا۔ کہا، تاکہ آپ کے اگلے پچھلے قصور معاف کر دیئے جائیں، یہ تو میرے لیے ہے، میرے اہل و عیال کے لیے کیا ہوگا؟ کہا، وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ۔ آپ نے فرمایا، اسے جبریل! اب میرا دل خوش ہو گیا ہے۔ اب میں اپنے رب کی طرف روانہ ہوتا ہوں۔ پھر جبریل نے کہا، مجھے آج آپ کی طرف اس لیے بھیجا گیا ہے، تاکہ میں آپ کی دولت کا خادم، آپ کے ماحول کا حاجب اور آپ کا حاشیہ بردار ہوں اور آپ کے احترام کے پیش نظر سواری لایا ہوں۔ کیونکہ بادشاہوں کا یہ قاعدہ ہے کہ جب وہ کسی دوست سے ملنے کی خواہش کرتے ہیں، یا کسی عزیز کو دعوت دیتے ہیں، اور ان کے اکرام و احترام کا ارادہ کرتے ہیں، تو انہیں لانے کے لیے اپنے خاص لوگوں اور معزز نائب کو روانہ کرتے ہیں۔ میں آپ کے پاس ان کے قواعد اور رسوم کے مطابق حاضر ہوں جس شخص کا یہ خیال ہو، کہ وہ قدموں کی مدد سے اس تک پہنچ سکتا ہے، وہ غلطی پر ہے اور جو شخص یہ سوچتا ہے، کہ ذاتِ خداوندی پر دونوں کے پیچھے پوشیدہ ہے، وہ بخششِ ایزدی سے محروم ہے۔

بعض اہلِ بد موز لکھتے ہیں: خدائے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا، اسے محمد! میں نے آپ کو ایسا نود دیا ہے، جس سے آپ میرے جمال کا مشاہدہ کرتے ہیں، ایسے کان دینے ہیں، جن سے آپ میری گفتگو سنتے ہیں، اسے محمد! لسانِ حال سے آپ کو میری ذات تک پہنچنے کا مطلب سمجھاتا ہوں۔ میں نے آپ کو اہلِ عالم کی طرف شاہد، بشیر اور نذیر

## بابِ ششم

اس باب میں قرآن حکیم کے ان آیات کا ذکر ہے، جن میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عظمت اور شہرت کا بیان ہے اور جن میں خدا نے آپ کے نبوت کے شہادت دی ہے اور اس نے آپ کے رسالت کے حقانیت کے قسم کھائے ہے آپ کی صفت کے اتباع اور اطاعت کے ضرورت کا ذکر کیا ہے نیز خدا نے تمام انبیاء سے پکا وعدہ لیا، کہ اگر انہوں نے رسول کریم کے عہد کو پالیا، تو وہ ان کے امداد کریں گے۔ اور پہلے کتابوں و تورات اور انجیل سے، میں آپ کے نبوت کے بشارت دی گئی ہے۔ اس میں دس فصلیں ہیں۔

## فصل اول

اس فصل میں ان آیات قرآنی کا ذکر ہے، جن میں آپ کے شان کی عظمت نام کی رفعت، مرتبے کا جلال اور درجات کی بلندی کا ذکر ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: **ثُمَّ لَمْ يَكُنِ الرَّسُولُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ. مِنْهُمْ مَنْ كَلَّمَ اللَّهُ مَغْفِرِينَ** لکھتے ہیں کہ اس سے حضرت موسیٰ مراد ہیں، کیونکہ خدا نے ان سے بلا واسطہ خطاب فرمایا، لیکن اس سے حضرت موسیٰ بالخصوص مراد نہیں، کیونکہ یہ بات ثابت ہے، کہ خدا نے رسول کریم علیہ السلام سے گفتگو فرمائی۔ ارشاد باری ہے: **وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ دَرَجَاتٍ**

اس آیت میں بعض سے مراد رسول کریم ہیں۔ آپ کی رفعت کی تین وجوہ ہیں۔ ذاتی طور پر بوجہ معراج، تمام انسانوں سے بہتر اور افضل ہونے کی وجہ سے اور پزیرینے کے معجزات، کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اتنے معجزات ظہور ہوئے، جو آپ سے پیشتر کسی اور نبی سے ظہور پذیر نہیں ہوئے تھے۔ علامہ زعشری لکھتے ہیں، کہ اس آیت میں آپ کی عظمت اور جلالت شان کا واضح اشارہ موجود ہے، کیونکہ اس آیت میں ایسی شہادت موجود ہے کہ اس سے مراد بلاشبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ہی ہے اور ایسے وصف امتیازی کا ذکر ہے جس میں کسی التباس کی گنجائش نہیں۔ نیز قرآن کی اس آیت :- **وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيِّينَ عَلَىٰ بَعْضٍ** سے ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء کے مدارج میں اختلاف ہے۔ قاضی عیاض بعض اہل علم سے راوی ہیں، کہ تفضیل سے مراد دینی فضیلت ہے جس کی تین وجوہ ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات اور آپ کی علامات مشہور ہیں اور عطا ہونے آپ کی امت اخلاقاً پاکیزہ تر اور عدداً سب سے زیادہ ہے۔ ۳۔ آپ کی ذات افضل اور اطہر ہے اور آپ کی ذاتی فضیلت کا تعلق ان خوبیوں اور فضائل سے ہے، جو خدا نے آپ کو بالخصوص عطا فرمائیں، مثلاً شرف کلام، وصف خلقت اور رویت الہی، نیز وہ نوازشات اور ولایت خداوندی کے تحائف جو خدا نے آپ کو عطا فرمائے، بناءً علیٰ هذا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اوصاف اور معجزات واضح اور عیاں ہیں، نیز تعداد میں اور، بہ لحاظ تاثیر زیادہ پائیدار اور طاقت ور ہیں آپ کا رتبہ بلند اور آپ کا دائرہ اثر عظیم تر و کثیر تر اور آپ کی ذات افضل و اطہر ہے آپ کی خصوصیات تمام انبیاء سے مقابلہ زیادہ مشہور اور مستعنی عن الذکر ہیں۔ اسی طرح آپ کا درجہ تمام پیغمبروں کے مدارج سے بلند تر اور آپ کی ذات تمام مخلوق سے اعلیٰ اور پاکیزہ تر ہے۔ میدان حشر میں دربارہ شفاعت جو مذکور حدیث ہے، اس پر غور کیجئے۔ کہ یہ مکروہ سلسلہ آخر کار آپ کی ذات پر ختم ہوا، اور کس طرح اس مقام پر سیادت کا

تاج آپ کے سر پر رکھا گیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: میں بنی آدم کا سردار ہوں اور قیامت کے دن پہلے میری قبر شق ہوگی اور اس میں غز کا شاہ تھک نہیں پڑا بن جائے، جامع ترمذی میں یہ حدیث بہ الفاظ ذیل مذکور ہے: **أَنَا أَكْرَمُ يَوْمَئِذٍ عَلَى دِينِي وَلَا فَخْرَ**۔ امام راہی معالم میں لکھتے ہیں، کہ خدا نے تمام انبیاء کے اوصاف حمیدہ بیان کر کے پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہو کر فرمایا: **أُولَئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فَبِئْسَ مَا هُمْ أَقْتَدَةُ**۔ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم میں اجتماعی طور پر وہ تمام اوصاف موجود ہیں، جو انبیاء علیہم السلام میں فرداً فرداً پائے جاتے تھے، گویا آپ ان خوبیوں کا جامع نمونہ ہیں جو تمام پیغمبروں میں باقی جاتی تھیں، اس بنا پر ان سے افضل ہیں، نیز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت اسلام دنیا کے تمام ممالک میں پہنچ چکی ہے۔ اس سے ظاہر ہوا کہ اہل عالم نے آپ کی دعوت سے جو فائدہ اٹھایا، وہ اس فائدے سے کہیں زیادہ جامع اور کمال ہے، جو باقی تمام انبیاء کی دعوت ارشاد سے اٹھایا گیا۔ جامع ترمذی میں حضرت ابوسعید خدری سے روایت ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، **أَنَا سَيِّدُ وُلْدِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا فَخْرَ وَبَيْدِي لَوَاءُ الْحَمْدِ وَلَا فَخْرَ وَمَا بَنِي آدَمَ وَمَا سِوَاهُ إِلَّا تَحْتَ لَوَائِي**۔ امام بخاری حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں **أَنَا سَيِّدُ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ**۔ اس سے ثابت ہوتا ہے، کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت آدم اور ان کی ساری اولاد سے افضل ہیں حضور نے **أَنَا سَيِّدُ النَّاسِ** ازراہ غر و غرور نہیں کہا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسی باتوں سے بچایا ہے۔ بلکہ آپ کا مقصد اظہارِ نعمت ہے اور نیز امت کو یہ بتانا ہے، کہ ان کے امام اور پیغمبر کا خدا کے یہاں کیا احترام ہے اور خدا کے یہاں ان کی کیا قدر ہے، تاکہ اہل امت کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان کا علم ہو، اور خدا کی نعمت کو پہچانیں، اللہ کے فضل و کرم سے یہ خوشی اور مسرت کا مقام ہے۔ ارشاد ہوتا ہے: **قُلْ بِفَضْلِ اللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذَلِكَ فَلْيَفْرَحُوا**۔

نیز وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ<sup>۱</sup>۔ ابن خزیمہ نے حضرت ابو سعید سے روایت کی ہے کہ حضور نے فرمایا، جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے اور کہا، کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، آیا آپ کو معلوم ہے کہ ہم نے آپ کے ذکر کو کس طرح بلند کیا، میں نے کہا کہ اس کا علم خدا کو ہے خدا نے کہا، جب میرا نام لیا جاتا ہے، تو تیرا نام بھی ساتھ ہی لیا جاتا ہے۔ طبرانی نے اس کا ذکر کیا ہے اور ابن جہان نے تصحیح کی ہے۔ امام شافعی فرماتے ہیں، ابن عیینہ ابن ابی مجیح سے راوی ہیں، اس کا مطلب یہ ہے، کہ جب بھی اور جہاں بھی میرا ذکر ہوتا ہے، تیرا ذکر بھی ہوتا ہے مثلاً لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ۔ امام شافعی فرماتے ہیں خدا کو معلوم ہے، کہ اس پر ایمان لاتے وقت اور اذان کے دوران میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر آتا ہے۔ نیز قرآن حکیم کی تلاوت اور خدا کی اطاعت اور گناہوں سے رک جاتے وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام آتا ہے۔ یحییٰ بن آدم کہتے ہیں اس سے مراد یہ ہے، کہ آپ کو نبوت عطا کر کے بلندی دی۔ ابن عطا سے مروی ہے، کہ اس سے مراد یہ ہے کہ میں نے تیرے ذکر کو اپنا ذکر قرار دیا۔ پس جو شخص تجھے یاد کرتا ہے وہ مجھے یاد کرتا ہے۔ ان سے یہ روایت بھی ہے، کہ میں نے کمال ایمان کی شرط یہ قرار دی، کہ تیرا نام میرے نام کے ساتھ لیا جائے۔ قاضی بیضاوی لکھتے ہیں، کہ اس سے بڑھ کر اور کیا بلندی ہو سکتی ہے، کہ کلمہ شہادت میں آپ کا نام خدا کے نام کے ساتھ آتا ہے۔ اور آپ کی اطاعت کو اپنی اطاعت گردانا۔ ارشاد ہوتا ہے: - وَمَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ وَاللَّهُ وَرَسُولُهُ أَحَقُّ أَنْ يُرْضَوْهُ وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ. وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ<sup>۲</sup>۔ حضرت قتادہ راوی ہیں کہ خدا نے دنیا اور آخرت میں آپ کا ذکر بلند فرمایا، ہر خطیب ہر کلمہ شہادت پڑھنے والا اور ہر نماز گزار کو اشہدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ۔ پڑھنا پڑتا ہے۔ نباء علیٰ هذا۔ آپ کا نام شہادت اور شہید میں مذکور ہے

۱۔ الفرقان ۳۰۔ انازلہ ۸۰۔ توبہ ۶۲۔ انزلہ ۵۲۔ انفال ۲۰۔ آل عمران ۱۰۲۔

نیز آپ کا نام خدا کے نام کے ساتھ قرآن، خطبات اور اذان میں آتا ہے، اور نیز قیامت کے دن آپ کے نام کو اذان میں دہرایا جائے گا۔ ابو نعیم نے علیہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ جب حضرت آدم علیہ السلام ہندوستان میں اترے، تو آپ کو وحشت ہونے لگی اتنے میں جبریل علیہ السلام آئے اور اذان کہی اور دو دفعہ اللہ اکبر کہا، اسی طرح اشہد ان لا الہ الا اللہ دو دفعہ اور اشہد ان محمد رسول اللہ دو دفعہ کہا۔

نیز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام عرش پر لکھا ہوا ہے، اسی طرح تمام آسمانوں پر، جنتوں میں اور ان اشیا پر جو وہاں پائی جاتی ہیں (ابن عساکر) بنانے حضرت بلکن عمر سے روایت کی ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب مجھے آسمانوں کو لے چلے تو جس آسمان سے میرا گزر ہوا، وہاں میں نے محمد رسول اللہ لکھا پایا۔ اور علیہ میں ابن عباس سے مذکور ہے، کہ جنت میں جتنے درخت ہیں ان کے ہر پتے پر محمد رسول اللہ مرقوم ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اسم مبارک اللہ کے نام سے مشتق ہے۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :-

وَشَقَّ لَهُ مِنْ اسْمِهِ لِيُجِلَّهُ فُذُّ الْعَرْشِ مَحْمُودٌ وَهَذَا مُحَمَّدٌ

خدا نے رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے نام کو اپنے نام سے اس لیے مشتق فرمایا، تاکہ آپ کو معزز فرمائے، خدائے ذوالعرش کا نام محمود ہے اور آپ محمد ہیں۔

اسی طرح اپنے اسمائے حسنی سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ستر صفاتی نام عطا فرمائے۔ اور فرشتوں کے ساتھ آپ پر درود بھیجا اور مسلمانوں کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود کا حکم دیا۔ ارشاد ہوتا ہے :- اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلٰی النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا۔ اور اس طرح خدا نے اپنے بندوں کو اپنے نبی کی قدر و منزلت کے بارے میں ملائے اعلیٰ میں اطلاع دی

کہ خدا فرشتوں کے سامنے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف بیان کرتا ہے، اور فرشتے آپ پر درود بھیجتے ہیں۔ پھر اہل دنیا کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر سلام اور درود کا حکم دیا۔ اس طرح پر خداوند تعالیٰ اور عالم علوی اور سفلی کے مبین آپ کی ثنا بیان کرتے ہیں۔ ان باتوں کے علاوہ بھی حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی شہرت اور ناموری کے اور بھی کئی ذریعے ہیں۔

ارشاد باری ہے: - طه. مَا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لِتَشْقَىٰ. اس آیت کے نزول کے بارے میں کئی اقوال ہیں۔ ایک یہ ہے، کہ ابو جہل، ولید بن مغیرہ اور مطعم بن عدی نے رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم سے کہا، کہ آپ نے آج دین چھوڑ کر شہادت (نعوذ باللہ) خرید لی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں تو دنیا والوں کے لیے رحمت اور سعادت بنا کر بھیجا گیا ہوں، چنانچہ خدا نے یہ آیت نازل کر کے ان کی تردید فرمائی، اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعریف کی، کہ دین اسلام اور قرآن دنیا میں ہر کامیابی حاصل کرنے کا زینہ اور ہر سعادت کے حصول کا ذریعہ ہیں اور حقیقی شہادت تو وہ ہے جس میں کفار بھٹکتے پھرتے ہیں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رات کو اتنی عبادت کرتے تھے، کہ آپ کے دونوں پاؤں متورم ہو گئے تھے۔ اس پر جبریل نے آپ سے کہا، کہ اپنے نفس پر رحم کیجئے، کیونکہ اس کا بھی آپ پر حق ہے۔ یعنی ہم نے قرآن اس لیے نازل نہیں کیا، کہ آپ اپنے نفس کو عبادت سے لانا اور بیمار کر دیں، اور سخت مشقت برداشت کریں، بلکہ ہم نے آپ کو کیسوی اور آسانی کا حکم دیا ہے اور طہ کے معنی یہ قول ابن عباس 'اسے آدمی ہے۔ نیز ارشاد باری ہے: - اِنَّا اَعْطَيْنَاكَ الْكِتَابَ. یہ قول محمد بن رازی اس سورت میں کئی فوائد ہیں۔ ۱۔ یہ سورت پہلی سورتوں کی متم ہے، کیونکہ سورہۃ الضحیٰ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف بیان ہوئے ہیں اور آپ کے حالات کی تفصیل ہے اس سورت کے شروع میں تین باتوں کا ذکر ہے،



جن کا تعلق آپ کی نبوت سے ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے: مَا وَدَّ عَاثُكَ رَبُّكَ وَمَا  
 قُلِي وَاللَّاحِزَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْأَوْلَادِ، وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ  
 فَتَرْضَى۔ پھر تین باتوں کا، جن کا تعلق دنیا سے ہے، اس کو ختم کر کے ذکر کیا ہے۔  
 اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيمًا فَآوَىٰ وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ، وَوَجَدَكَ عَابِلًا فَأَغْنَىٰ  
 اس کے بعد سورہ الم نشرح میں خدا نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تین اوصاف کا  
 ذکر کیا ہے، اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ (یعنی کیا ہم نے آپ کے سینے کو مناجات حق  
 اور دعوت حق کے لیے کھول نہیں دیا)، وَوَضَعْنَا عَنكَ وِزْرَكَ (بھاری مصائب)  
 اَلَّذِي اَنْقَضَ ظَهْرَكَ وَدَقَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ۔ اسی طرح بعد کی سورتوں میں حضور  
 کا ذکر ہوتا چلا آیا، تا آنکہ سورہ اِنَّا اعطیناک الکو فراتری کو ختم میں بے حد و شمار اوصاف  
 ہیں جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطا ہوئے، ان اوصاف میں سے ہر ایک (دنیا بھر  
 سے اس کی تمام وسعتوں سمیت) عظیم تر ہے۔ ارشاد ہوتا ہے، جب ہم نے آپ پر  
 اتنی نعمتیں نچھاور کی ہیں، تو آپ کو ہماری بندگی سے سروکار رکھنا چاہیے اور کفار کی باتوں  
 کی پرواہ نہیں کرنا چاہیے۔ اور اشتغال بالعبادت یا تو بالنفس ہوگا (فصل لربک) ،  
 اور یا بالمال (واختر) اور اب اِنَّا اعطیناک پر غور فرمائیے، کہ بجائے مستقبل کے ماضی  
 کا لفظ استعمال کیا ہے جس کا مطلب یہ ہے، کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ انعام  
 ماضی ہی میں حاصل ہو چکا ہے، آپ نے فرمایا: کُنْتُ بَيْنَكَ اَدَمُ بَيْنَ الرَّوْحِ وَالْحَبْدِ  
 پس جو انسان ماضی میں عزیز القدر تھا، وہ یقیناً اس شخص سے بہتر ہوگا، جسے مستقبل میں  
 اس نعمت سے نوازا جائے گا۔ گویا خداوند تعالیٰ یہ کہہ رہے ہیں، اسے محمد! ہم نے علم  
 وجود میں داخل ہونے سے پہلے ہی، آپ کی سعادت کا انتظام کر دیا تھا۔ اب جب  
 آپ کو نعمت وجود سے نوازا ہے، تو آپ کی صورت حال کیا ہوگی اور ہماری عبادت  
 میں آپ کی مشغولیت کا کیا عالم ہوگا۔ اسے ہمارے نیک بندے ہمارے اس فضل عظیم

کی وجہ، آپ کی عبادت نہیں، بلکہ ہم نے آپ کو بغیر از وجہ بر بنائے فضل و احسان پسند فرمایا ہے۔

سورۃ الکوثر کی تفسیر کے بارے میں مفسرین میں بوجہ اختلاف ہے۔ ایک صورت یہ ہے، کہ کوثر جنت میں ایک نہر کا نام ہے اور سلف و خلف میں اسی خیال کو مقبولیت اور شہرت حاصل ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں جنت میں گھوم رہا تھا، کہ نہر کے کنارے پر پہنچا، جس کے دونوں کناروں پر بچوں موتیوں کے قبے نصب تھے۔ میں نے جبریل سے دریافت کیا، یہ کیا ہے، کہا، یہ نہر کوثر ہے جو خدا نے آپ کو عطا کی ہے اور جس کی مٹی خالص ستوری ہے (بخاری) صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن ہمارے درمیان بیٹھے ہوئے تھے کہ سو گئے، پھر آپ نے سر اٹھایا، تو مسکرائے تھے ہم نے دریافت کیا، یا رسول اللہ! آپ کے تسم کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا ابھی مجھ پر یہ سورۃ نازل ہوئی ہے: - اِنَّا اَعْطَيْنَاكَ الْكُوْثَرَ، فَصَلِّ لِزَوْجِكَ وَاَنْحَرِ، اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ۔ پھر فرمایا، جانتے ہو، کوثر کیا ہے، ہم نے عرض کیا، اٹھا اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا، نہر ہے، جس کا خدا نے مجھ سے وعدہ کیا ہے، اس میں بڑی بھلائی ہے اور یہ وہ نہر ہے جس پر میری امت قیامت کے دن اترے گی، اس پر پیالوں کی تعداد ستاروں کی طرح بے حساب ہوگی۔ ان میں سے ایک کوئی کو علیحدہ کر دیا جائے گا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے، یا اللہ! یہ تو میری امت سے تھا۔ خدا کے گا، کیا آپ کو معلوم ہے، کہ اس نے آپ کے بعد کیا کیا حضور نبی کریم سے یہ اس امر کی صریح تفسیر ہے، کہ کوثر سے مراد جو من ہے، چنانچہ یہ اس کی مشہور تفسیر ہے اور یہی بہتر ہے اور یہی مشہور بھی ہے۔ مقدس ہے وہ ذات، کہ جس نے آپ کو یہ عظیم فضائل عطا کیے، اور آپ کو ان اوصاف سے مشرف فرمایا اور بڑی بڑی نعمتیں

آپ کو عطا فرمائیں۔

خدا کا قاعدہ یہ چلا آرہا ہے کہ وہ تمام انبیا کو ان کے ناموں سے مخاطب کرتا  
چلا آیا ہے مثلاً یا آدم اسکن۔ یا نوح اصبط۔ یا موسیٰ الی انا اللہ یا عیسیٰ بن مریم اذکر  
فعمتی علیک۔ لیکن ہمارے رسول کریم علیہ التیجہ والتسلیم کو خدا نے نبی اور رسالت کے  
وصف کو سامنے رکھ کر یا ایہا النبی اور یا ایہا الرسول کہہ کر مخاطب فرمایا۔ چنانچہ  
ایک شاعر کہتا ہے:-

فَدَعَا جَمِيعَ الرُّسُلِ كَلًّا بِاسْمِهِ وَدَعَاكَ بِالرُّسُولِ وَبِالنَّبِيِّ

خدا نے تمام انبیا کو ان کے نام لے کر مخاطب کیا۔ صرف آپ ہی ایسے آدمی ہیں  
جنہیں رسول اور نبی کہہ کر خطاب کیا۔

شیخ عزالدین بن عبدالسلام لکھتے ہیں، یہ بات کسی سے مخفی نہیں، کہ جب آقا  
اپنے بندے کو اس کے اوصاف عالیہ اور اخلاق فاضلہ سے یاد کرتا ہے اور دوسرے  
لوگوں کو ان کے نام لے کر مخاطب کرتا ہے اور اس کے اوصاف اور اخلاق میں  
سے کسی وصف یا خلق کا نام نہیں لیا جاتا ہے، تو لازماً اول الذکر کا مقام جسے اس کے  
اخلاق و اوصاف سے یاد کیا جاتا ہے، اس سے بلند تر ہوگا، جسے اس کا نام لے کر  
مخاطب کیا جائے۔ اور ہر شخص کو اس بات کا علم ہے، کہ جس آدمی کو اس کے اوصاف  
اخلاق سے یاد کیا جائے، گویا اس سے اس کا احترام اور تعظیم میں مبالغہ مقصود ہوتا  
ہے۔ قرآن حکیم کی اس آیت پر غور فرمائیے:- **وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ إِنِّيٰ  
جَاعِلٌ فِیۡہِ الْاَرْضِ خَلِیۡفَہٗ۔** اس میں رب کی نسبت کاف کی طرف ہے  
جس سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں، اس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے شرف  
اور اختصاص کا ذکر ہے کیونکہ خدا نے آپ کو مخاطب فرمایا۔ اس کتاب مقدس میں  
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جلالت رتبہ، عظمت قدر، بلندی منصب اور علو ذکر کا

بالتصریح ایسا بیان ملتا ہے، جو آپ کے درجاتِ رفیع پر وال ہے۔ اور اس امر کی ایک اور دلیل یہ ہے، کہ خدائے آپ کو ازراہ تکلف عتاب سے پہلے عفو فرمایا۔ ارشاد ہوتا ہے: - عَفَا اللَّهُ عَنْكَ لِمَ أَذْنَتْ لَكَ - اور اسی طرح باقی انبیاء کے نام سے پہلے باوجود تاخیر زمانی آپ کا نام لیا گیا ہے: - وَمِنْ نُوحٍ وَإِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ - اور نیز اہل نارا آپ کی اطاعت کی تمنا کریں گے: يَوْمَ تَقَلَّبُ وُجُوهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُولُونَ يَا لَيْتَنَا أَطَعْنَا اللَّهَ وَأَطَعْنَا الرَّسُولَ - یہ ایسا سمنند ہے جو ختم نہیں ہوتا۔ اور ایسے قطرے ہیں، جن کا شمار نہیں۔

## فصل دوم

خدائے تمام انبیاء علیہم السلام سے میثاق لیا، کہ اگر انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا، تو وہ آپ کی امداد کریں گے: - وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ، ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ، لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ - حضرت علی اور حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ خدائے دنیا میں کوئی بھی ایسا نبی نہیں بھیجا، جس سے خدائے یہ میثاق نہ لیا ہو، کہ اگر ان کی زندگی میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی تو وہ ایمان لائے گا اور آپ کی امداد کرے گا۔ بعض لوگوں نے اس کا یہ مطلب بیان کیا ہے، کہ خدائے انبیاء اور ان کی امتوں سے عہد لیا، اور انبیاء کا ذکر کر کے ان کی امتوں کے ذکر کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔ امام بسکی نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے، کہ اگر یہ لوگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں پیدا ہوتے، تو آپ ان کی طرف بھی مبعوث ہوتے اور اس طرح آپ کی نبوت اور رسالت حضرت آدم کے زمانے سے لے کر قیامت تک کے لیے تمام انسانوں کے لیے

ہوتی۔ اور تمام انبیا اور ان کی امتیں، آپ کی امت میں شامل ہوتیں اور اس طرح آپ کا یہ ارشاد: **بُعِثْتُ الْاِنْسَانَ كَافَّةً**۔ صرف آپ کے زمانے سے مخصوص نہ ہوتا۔ بلکہ آپ سے پیشتر زمانے پر بھی حاوی ہوتا۔ اور انبیا سے اس لیے میثاق لیا گیا، تاکہ انہیں معلوم ہو، کہ آپ ان سے مقدم ہیں اور ان کے بھی نبی اور رسول ہیں۔ اس طرح محمد رسول اللہ، نبی الانبیا ہیں اور اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے، کہ تمام انبیا دنیا و آخرت میں آپ کے علم کے نیچے ہیں۔ اسی طرح آپ نے اسرا کی بات کو انبیا کو نماز پڑھائی۔ اور اگر آپ کی بعثت حضرت آدم، نوح، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کے زمانے میں وقوع پذیر ہوتی، تو ان پر اور ان کی امتوں پر آپ کا اتباع، ایمان اور امداد فرض ہوتی۔ اسی لیے خدا نے ان سے میثاق لیا اور یوں معنا آپ کی نبوت اور رسالت ان کے لیے بھی ثابت ہو گئی۔ بہر حال اس حکم کا اطلاق اس امر پر منحصر ہے، کہ انبیا علیہم السلام اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک زمانے میں جمع ہو جائیں۔ نہاذا علی ہذا۔ اس حقیقت کے تاخر کا مدار انبیا علیہم السلام کے وجود پر ہے، نیز یہ کہ وہ اس حکم کے تقاضوں کو پورا نہیں کرتے۔ اور ان دو باتوں میں، کہ وقوع فعل کا انحصار، محل کی موزوں نیت پر ہے یا فاعل کی اہلیت پر، واضح فرق پایا جاتا ہے۔ اس مثال میں فاعل کی جانب سے کوئی روک نہیں ہے اور اسی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کوئی رکاوٹ نہیں بلکہ اس توقف کی وجہ وہ زمانہ ہے جس میں سرورِ دو عالم پیدا ہوئے۔ اگر آپ ان کے عہد میں پائے جاتے تو بلاشبہ ان پر آپ کا اتباع لازم ہوتا۔ اسی لیے عیسیٰ علیہ السلام آخری زمانے میں آپ کی شریعت پر تشریح لائیں گے، حالانکہ وہ اس وقت بھی نبی ہوں گے۔ اور جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے، کہ حضرت عیسیٰ اس امت کے ایک فرد ہوں گے، اس بنا پر درست ہے، کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کی بنا پر اس امت کے ایک پیروکار ہوں گے۔ اور وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت پر

قرآن اور سنت کے مطابق عمل کریں گے۔ اور امر و نہی کے احکام ان پر بھی اسی طرح لاگو ہوں گے جس طرح ساری امت پر لاگو ہیں۔ اسی طرح اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے، یا حضرت ابراہیم، موسیٰ، نوح اور آدم علیہم السلام کے زمانوں میں مبعوث ہوتے تو یہ انبیا اپنی امتوں کے لیے اسی طرح مامور رہتے اور رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم ان سب کے نبی اور رسول ہوتے اس لحاظ سے آپ کی نبوت اور رسالت مقابلاً زیادہ عام، جامع اور عظیم ہے، اور اصولاً ان کی شریعتوں سے متفق ہے، کیونکہ ان میں باہم کوئی اختلاف نہیں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو تمام شرائع پر تقدم حاصل ہے اور اگر اختلاف ہے تو صرف فروع میں۔ اس سے ہم پر مندرجہ ذیل دو احادیث کا مفہوم جو ابھی تک ہماری نگاہوں سے اوجھل تھا، واضح ہو گیا۔ پہلی حدیث ہے یُعِثُّ الْخَلْقَ النَّاسِ كَافَّةً۔ ہم اس سے یہ سمجھتے تھے کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے سے لے کر قیامت تک پیدا ہوتے رہیں گے۔ اب اس سے واضح ہو گیا، کہ اس سے مراد تمام وہ مخلوق ہے، جو ازل سے ابد تک پیدا ہوتی رہے گی۔ دوسری حدیث ہے: كُنْتُ بَيْنًا وَآدَمَ بَيْنَ الرَّوْحِ وَالْجَسَدِ۔ ہم اس حدیث کا مطلب یہ سمجھتے تھے، کہ اس کی حیثیت علمی ہے، لیکن اب معلوم ہوا کہ اس سے کچھ بڑھ کر ہے۔

## فصل سوم

اللہ میاں رسولی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے اوصاف اور آپ کی رسالت کے شاہد ہیں چنانچہ حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل کی زبانی تعمیر حرم کے موقع پر ارشاد ہوتا ہے: رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ۔ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمِينَ لَكَ  
بقرہ - ۱۲۷ - ۱۲۹

وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةٌ مُّسْلِمَةٌ لَّكَ وَإِنَّا مَنَاسِكُنَا وَتُبَّ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ  
التَّوَّابُ الرَّحِيمُ۔ رَبَّنَا وَأَبْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ  
آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ، إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ  
الْحَكِيمُ۔ خدا نے ان کی دعا قبول کر لی اور اہل مکہ میں ان میں سے ایک رسول بھیجا  
جو اولادِ اسماعیل سے تھا اور مذکورہ اوصاف کا حامل تھا۔ اور تمام مفسرین متفق ہیں، کہ  
اس آیت سے مراد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جنہوں نے صلوة والسلام سے فرمایا میں اپنے  
جدِ اعلیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں اور حضرت عیسیٰ کی بشارت، جیسا کہ سورہ صفت  
میں مذکور ہے۔ مَبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِيهِمْ مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ۔  
اور حضرت ابراہیم نے یہ دعائے میں اپنی اس اولاد کے لیے کی جو ہاں اور اس پاس  
موجود تھی۔ اور خدا نے مکے میں سوائے رسول کریم علیہ السلام کے اور کوئی نبی نہیں  
بھیجا۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان صفات کے ساتھ بھیج کر خدا نے موتوں پر احسان  
کیا ہے۔ ارشاد باری ہے: لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا  
مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ  
سے بڑھ کر اللہ کا اور کیا احسان ہو سکتا ہے، کہ اس نے رسول کریم علیہ السلام کو بھیجا  
جو راستی اور سیدھے راستے کی طرف ہدایت کرتے ہیں۔ اور حضور علیہ السلام کی  
بعثت اس امت پر بہت بڑا احسان ہے۔ کیونکہ اس نعمت کی وجہ سے دین دنیا کی  
بھلائی مکمل ہو گئی اور اس کی وجہ سے وہ دین بھی مکمل ہو گیا، جو خدا نے اپنے بندوں کیلئے  
بھیجا تھا۔ مِنْ أَنْفُسِهِمْ یعنی حضور ان جیسے انسان ہیں، جو بوجہ روحی ممتاز ہیں۔  
أَنْفُسِهِمْ یعنی حضور ان میں اشرف اور افضل ہیں، کیونکہ آپ بنو ہاشم سے تھے جو قریش  
کا اعلیٰ خاندان ہے اور قریش عربوں میں افضل اور عرب باقی دنیا سے افضل ہیں۔ ارشاد  
باری ہے: هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ

آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَلِيُعَلِّمَهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ  
لَفِجْرٍ مُنْتَدِلٍ مُّبِينٍ۔ اُمِّيّين سے مراد عرب ہیں جنہیں اس نعمت کی  
قد و قیمت اور عظمت پر تنبیہ کی گئی ہے، کیونکہ وہ ان پڑھ تھے۔ اور ان کے پاس  
اہل کتاب کی طرح نبوت کی سی کوئی چیز نہ تھی۔ خدا نے انہیں رسول کریم اور قرآن  
کی وساطت سے افضل الائم بنا دیا۔ اور انہیں ان امتوں کی گمراہی کا علم ہو گیا جو پیشتر  
ازیں گزر چکی تھیں۔ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ میں دو باتوں کی طرف اشارہ ہے، کہ حضور اکرم صلی اللہ  
علیہ وسلم بھی اسی طرح اُمّی ہیں، جس طرح وہ امت، جس کی طرف آپ مبعوث ہوئے۔  
نہ آپ نے کوئی کتاب پڑھی اور نہ کبھی دائیں ہاتھ سے کچھ لکھا: وَمَا كُنْتُمْ تَتْلُوا مِنْ  
كِتَابٍ وَلَا تَخُطُّوْنَ بِيَمِيْنِكُمْ۔ نہ آپ کبھی اپنی قوم کو چھوڑ کر کسی اور ملک  
میں پڑھنے کو تشریف لے گئے۔ آپ اسی طرح اس اُمّی قوم میں چالیس سال تک مقیم  
رہے، چنانچہ نہ لکھا نہ پڑھا۔ پھر آپ یہ کتاب مبین اور روشن شریعت اور دین لائے۔  
جس کے بارے میں تمام دنیا کے دانشوروں اور علما کا خیال ہے، کہ دنیا میں اس سے  
عظیم تر دین کبھی نازل ہوا ہی نہیں۔ اور یہ امر آپ کی صداقت پر بہت بڑی دلیل ہے۔  
دوسری بات یہ ہے، کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو اہل مکہ کی طرف مبعوث ہوئے،  
ان ہی میں سے تھے، جو آپ کے نسب، شرف، صدق، امانت اور عظمت کو اپنی طرح  
جانتے تھے، اور آپ نے ان میں نشوونما پائی، وہ ان اوصاف کی وجہ سے مشہور تھے  
آپ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا تھا۔ یہ کیسے ممکن تھا، کہ آپ لوگوں کو جھوٹ کی طرف بلائیں  
اور پھر خدا پر افترا باندھیں۔ چونکہ یہ بات اصولاً غلط ہے، اسی لیے ہر قلم نے آپ کے  
بارے میں انہی اوصاف سے متعلق دریافت کیا تھا اور اس سے اس نے آپ کی نبوت  
اور رسالت کی حقانیت پر دلیل قائم کی تھی چنانچہ خدا نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا:  
فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ۔ مروی ہے، ایک شخص نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم



سے کہا: اے محمد! آپ نے کبھی ہم سے جھوٹ نہیں کہا لیکن آج ہم آپ پر تہمت باندھ رہے ہیں، لیکن اگر ہم آپ کا اتباع کریں تو ہمیں زمین سے اچک لیا جائے گا۔ اس پر یہ آیت اتری تھی۔ یہ ابن عباس کا قول ہے۔ مقاتل راوی ہیں کہ عارف بن عامر حضور اکرم کی علانیہ تکذیب کرتا تھا، لیکن جب گھر میں ہوتا، تو کہا کرتا، کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جھوٹ بولنے والوں سے نہیں۔ نیز مروی ہے کہ مشرکین جب بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھتے تو کہتے، بلاشبہ یہ شخص نبی ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ راوی ہیں، ابوہل کئے لگا، اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم آپ کو جھوٹا نہیں کہتے، لیکن آپ کے دین کی تکذیب کرتے ہیں، چنانچہ مذکورہ بالا آیت اتری۔ آیت کا مطلب یہ ہے، باوجودیکہ انہیں آپ کی صداقت کا علم ہے، لیکن پھر بھی وہ منکر ہیں۔ روایت ہے، کہ ایک دفعہ ابوہل کا رسول کریم سے سامنا ہو گیا اور آپ سے مصافحہ کیا، لوگوں نے کہا، کہ تم نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کیوں مصافحہ کیا۔ کہنے لگا، بخدا مجھے اس بات کا علم ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نبی ہے، لیکن ہم کب تک بنو عبدمناف کی غلامی کرتے رہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (ابن حاتم) اور سارا قرآن ایسی آیات سے بھرا پڑا ہے، جو رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی صداقت اور آپ کی رسالت کی حقانیت پر دلالت کرتی ہیں اور خدائی بحال کو یہ بات کیسے زیب دیتی ہے کہ وہ اس شخص کو دوام بخشنے، جو اس پر عظیم ترین بتان لگاتا ہے اور خدا سے خلاف حقیقت باتیں منسوب کرتا ہے، بایں ہمہ وہ (خدا) اس کی امداد کرتا ہے، اس کی تائید کرتا ہے، اس کی باتوں کو اونچا کرتا ہے، اس کی شان کو بڑھاتا ہے، اس کے دشمن کو تباہ کرتا ہے، اور اس کے ہاتھوں پر ایسی علامات اور دلائل کا اظہار فرماتا ہے کہ جن کو انسانی قوی وجود میں نہیں لاسکتیں۔

حیرت ہے، کہ بایں ہمہ وہ شخص کا ذب اور فقری ہے اور زمین میں فساد پھیلانا چاہتا ہے، حالانکہ ہر شخص جانتا ہے کہ خدا ہر جگہ حاضر ناظر ہے، اسے ہر چیز پر قدرت

حاصل ہے اور اس کی حکمت، جبروت اور کمال مقدس ہر جگہ ان امور کو گوارا نہیں کرتا اور جو شخص خدا کے بارے میں ایسا ظن کرتا ہے اور اس سے ان امور کے وقوع کو جائز قرار دیتا ہے وہ خدا کو قطعاً سمجھ نہیں سکا۔ جب تم قرآن پر غور کرو گے تو دیکھو گے، کہ قرآن ہر اس شخص کو جسے خدا نے سمجھ عطا کی ہے اور بیدار دل دیا ہے، اسے خدا ان امور کی طرف بلاتا ہے، انہیں عیاں کرتا ہے اور بار بار دہراتا ہے۔ ارشاد باری ہے: **وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضُ الْأَقَاوِيلِ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ فَمَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِينَ**۔ خدا نے ان لوگوں سے جو صداقت رسول کے بارے میں دلیل مانگتے تھے، فرمایا: **أَوَلَمْ يَكْفِهِمْ أَنَا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ يُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَرْحْمَةً وَذِكْرَىٰ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ**۔ **قُلْ كَفَىٰ بِاللَّهِ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ شَهِيدًا يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالَّذِينَ آمَنُوا بِالْبَاطِلِ وَكَفَرُوا بِاللَّهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ**۔ چنانچہ خدا نے بتایا، کہ اس کتاب مقدس کی ہر آیت فی ذاتہ مکمل ہے۔ جو اس امر کی دلیل ہے کہ وہ خدا کی طرف اتاری گئی ہے، اور خدا نے اپنے رسول کو یہ آیت دے کر روانہ کیا ہے اور اس میں اس کے ماننے والوں کے لیے سعادت ہے، اور عذاب سے نجات دلاتی ہے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے: **قُلْ كَفَىٰ بِاللَّهِ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ شَهِيدًا يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ**۔ پس خداوند تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے، تو اس کی شہادت بہترین اور سچی شہادت ہے جو ایسے مکمل علم پر مبنی ہے، کہ جو مشہور دنیا پر حاوی ہے۔ ارشاد باری ہے: **إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَهِيدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا**۔ **وَاللَّهُ بِأَذْنِهِ وَبِسُورِ جَامِنِيَا**۔ گویا خدا یہ کہہ رہا ہے، کہ اسے وہ انسان کہ جسے ہم نے عزت عطا کی ہے، ہم نے آپ کو اپنی وحدانیت کا گواہ اور اپنی معجزات انفرادیت کا شاہد بنا کر ارسال کیا ہے۔ ہمارے بندوں کو بشارت دیں اور ہمارے

احکام کی مخالفت سے ڈرائیں، اور انہیں ہم سے ڈرنے کے مواقع بتائیں اور لوگوں کو ہماری طرف بلائیں، نیز ہم نے آپ کو چراغ بنا کر بھیجا تاکہ اہل عالم آپ سے نور حاصل کریں اور ایسا سورج جس کی کرنیں تمام ان لوگوں پر پھیل جائیں جو آپ کی تصدیق کریں اور آپ پر ایمان لائیں۔ اور ہم تک صرف ان لوگوں کی رسائی ہو سکے گی، جو آپ کے پیروکار خدمت گزار اور خوش آمدید کہنے والے ہوں گے انہیں ہماری نوازشات، انعامات اور احسانات کی بشارت دیجئے جب خدا موجود تھا۔ تو اس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی وحدانیت پر گواہ بنایا، اور گواہ مدعی نہیں ہو سکتا۔ اس لیے خدا نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مسئلہ وحدانیت میں مدعی نہیں بنایا، کیونکہ مدعی وہ شخص ہوتا ہے، جو کسی غیر ظاہر چیز کے بارے میں دعویٰ کرتا ہے اور وحدانیت تو ظاہر باہر حقیقت ہے۔ رسول کریم نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا، چنانچہ خدا نے اپنے آپ کو اس کا اس لیے گواہ بنایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی وحدانیت کے گواہ تھے، چنانچہ اسی سلسلے میں ارشاد ہوتا ہے: **وَاللّٰهُ يُعَلِّمُ اَنْتَكَ لَوْ سُوْلَةٌ -** مزید ارشاد ہے: **۱۔ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اَلَمْ نَكُنْ مُّرْسَلًا۔ قُلْ كَفَىٰ بِاللّٰهِ شٰهِيْدًا بَيْنِيْ وَبَيْنِكُمْ وَمَنْ عِنْدَهُ عِلْمُ الْكِتٰبِ۔** اس طرح آپ کی رسالت پر خدا کی طرف سے شہادت پیش کی گئی ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **قُلْ اَيُّ شَيْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً۔ قُلِ اللّٰهُ شٰهِيْدٌ بَيْنِيْ وَبَيْنِكُمْ۔** نیز ارشاد ہوتا ہے: **۲۔ لٰكِن اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَا اَنْزَلَ اِلَيْكَ اَنْزَلَهُ بِعِلْمِهِ۔ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَشْهَدُوْنَ۔** **وَكَفَىٰ بِاللّٰهِ شٰهِيْدًا۔** نیز **وَاللّٰهُ يُعَلِّمُ اَنْتَكَ لَوْ سُوْلَةٌ** نیز **مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔** ان سب آیات میں اللہ کے رسول کے بارے میں خدائی شہادت موجود ہے۔ اس طرح خدا نے اس کو وضاحت کے ساتھ بیان کیا، اور اس کی صحت کے بارے میں ایسی وضاحت فرمائی، کہ بندوں کے لیے کسی عذر کی گنجائش نہیں رہی، اور اپنی شہادت سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رسالت پر دلیل قاطع قائم کی۔ ارشاد ہوتا ہے: **هُوَ الَّذِي**

اَوْسَلْ رَسُوْلَهُ بِالْهُدٰى وَدِيْنَ الْحَقِّ لِيُنظِرَهُ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهِ۔ وَكَفٰى  
 بِاللّٰهِ شٰهِيْدًا۔ یہ اظہار و طریقوں سے ہوا، اول دلیل اور بیان سے، دوم، خدائی  
 امداد و تائید اور غلبے سے، تا آنکہ وہ اپنے مخالفین پر غالب ہے اور کامیاب ہو۔ نیز یہ امر  
 بھی خدائی شہادت میں شامل ہے، کہ اس نے اپنے بندوں کے دلوں میں، اپنے کلام  
 اور وحی کے بارے میں جازم یقین کمال اور پختہ اطمینان پیدا کر دیا۔ کیونکہ خدانے دلوں  
 کی تخلیق اس طریقے سے کی ہے، کہ قبول حق پر آمادہ رہتے ہیں، اس کو مانتے ہیں، جس  
 سے انہیں سکون اور اطمینان نصیب ہوتا ہے۔ اسی طرح دلوں کو جھوٹ سے نفرت ہوتی  
 ہے، اور وہ سکون سے محروم ہو جاتے ہیں۔ اگر انسانی فطرت علیٰ حالہ باقی رہتی، تو وہ  
 سوائے راستی کے کسی اور چیز کو پسند نہ کرتی، اس کے بغیر اسے سکون اور اطمینان حاصل نہ  
 ہوتا اور اس کے بغیر کسی اور چیز سے اسے انس نہ ہوتا۔ اسی لیے خدانے قرآن پر تدبیر کا  
 حکم دیا ہے۔ کیونکہ جو شخص بھی قرآن پر تدبیر کرتا ہے، اسے اس کا ضروری علم اور پاک یقین  
 ہوتا چاہیے، کہ قرآن راستی ہے، بلکہ ہر راستی سے بڑھ کر راستی اور ہر سچائی سے بڑھ کر  
 سچائی ہے۔ قرآن فرماتا ہے: اَفَلَا يَتَذَكَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَفْقَالِهَآ۔  
 اگر دلوں کے قفل کھل جائیں، تو قرآن کے حقائق آشکارا ہو جائیں اور ان میں دین کی  
 شمعیں جل جائیں، اور باقی و جہدانی حقائق و لذت و الم، کی طرح انہیں معلوم ہو جائے۔  
 کہ قرآن خدا کی طرف سے اترا ہے، اس میں مذکور حقائق درست ہیں اور جبریل علیہ السلام  
 نے اسے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اتارا۔ اور دل کی یہ جہدانی شہادت، بہترین شہادت  
 ہے۔ (خلاصہ مدارج السالکین)

اِرْشَادِ بَارِيْ سَبَّحَ قُلْ يَاۤ اَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيۡ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا۔

اس آیت میں اس بات کا ذکر ہے، کہ آپ سب انسانوں اور جنوں کی طرف مبعوث  
 ہیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،  
 لے محمد: ۲۳: ۵۷ اعراف: ۱۵۸۔

اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، اس امت میں سے جس نے میرے بارے میں سنا اور اسی طرح جس یہودی اور عیسائی کو میرے متعلق علم ہوا اور وہ میری رسالت پر ایمان نہیں لایا، وہ جہنمی ہے۔ اسے امام مسلم نے روایت کیا ہے اور اس میں تمام مذاہب کی تفسیح کا ذکر ہے، ارشاد ہوتا ہے: **يَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلَى قُرْآنٍ عَرَبِيٍّ كَثِيرٍ مِّنَ الرُّسُلِ الَّتِي كُنْتُمْ تُكَفِّرُونَ**۔ اس آیت میں یہود اور نصاریٰ کو مخاطب کر کے کہا گیا ہے کہ ہم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین بنا کر بھیجا، ان کے بعد نہ کوئی نبی ہو گا نہ رسول، بلکہ وہ سب کے بعد آنے والے پیغمبر ہیں۔ **عَلَى قُرْآنٍ عَرَبِيٍّ كَثِيرٍ مِّنَ الرُّسُلِ** یعنی حضرت عیسیٰ کے بعد اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے وقفے میں طویل مدت کے بعد اور اس وقفے کی مدت کے بارے میں اختلاف ہے۔ حافظ بن کثیر کہتے ہیں اور مشہور قول بھی یہی ہے، کہ یہ ہر صبح چھ سو سال کا تھا۔ میں ابن مریم کے بعد بہترین انسان ہوں کیونکہ اس دوران میں اور کوئی نبی نہیں آیا (بخاری)، اس حدیث کا مقصد یہ ہے کہ خدا نے محمد رسول اللہ کو سلسلہ رسالت کے رک جانے راستوں کے نشانات مٹ جانے، آسمانی مذاہب کے مسخ ہو جانے، اصنام، آگ اور صلیب کی عبادت کرنے والوں کے پھیل جانے کے بعد بھیجا، اس لحاظ سے یہ نعمت کامل ہے اور اس کا نفع عام ہے۔ امام احمد کی حدیث میں مذکور ہے کہ خدا نے اہل زمین پر نگاہ ڈالی اور اہل عرب و عجم سے سوائے بنو اسرائیل کے چند آدمیوں کے سب آدمیوں کو ناپسند فرمایا صحیح مسلم میں اہل کتاب کا ذکر ہے، گویا تمام اہل زمین نے دین کی تعلیم میں مداخلت کر دی تھی۔ خدا نے رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کو بھیجا، جن کی وجہ سے انہوں نے ہدایت پائی۔ خدا نے اندھیروں سے نکال کر روشنی دکھائی۔ اور انہیں روشن درمیانے راستے اور چمکدار شریعت پر چھوڑا۔

ارشاد باری ہے: **لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ**

حَوْلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ ذُوقُوا دَجِيمَ - یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی  
 امت کے شرک اور گناہوں سے نفرت تھی اور آپ کو تکلیف ہوتی حضرت حسن سے  
 روایت ہے، کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی امت کا آگ میں جانا ناپسند تھا اور یہ  
 آپ کی زبردست خواہش تھی، کہ آپ کے پیروکار جنت میں داخل ہوں۔ آپ کی اس  
 خواہش کا اظہار اس طرح ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو بات ہم تک پہنچانا اور  
 سمجھانا چاہتے تھے آپ اس چیز کی حیثیت کو پیش نظر رکھتے تھے، بلکہ ہماری حیثیت کا  
 خیال فرماتے۔ ارشاد باری ہے: وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ۔ اور جو چیز  
 فہم سے بالا ہو۔ اس کے بارے میں حکم دینا، رحمت کی ذیل میں نہیں آتا۔ یہی وجہ تھی،  
 کہ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم اکثر محسوسات کی مثالیں دیا کرتے، تاکہ باسانی سمجھی جا  
 سکیں۔ جو شخص بھی کتاب و سنت کے تتبع کی کوشش کرے گا، اسے بڑی بڑی عجیب  
 باتیں دیکھنے کو ملیں گی۔ جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی  
 محبت سے مساوات پیدا کی، تو خدا نے مسلمانوں کو اپنی رحمت اور نوازش سے مخصوص  
 فرمایا۔ ابو بکر بن طاہر کہتے ہیں، کہ خدا نے محمد رسول اللہ کو رحمت کی خوبی سے نوازا، اس  
 بنا پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود (فی ذاتہ) رحمت ہے، اور آپ کے اطوار اور  
 اخلاق اہل دنیا کے لیے رحمت ہیں۔ چنانچہ جنہیں آپ کی رحمت سے حصہ ملا، وہ دین و  
 دنیا میں ہر بلا سے نجات پا گئے، اور ہر مرغوب چیز انہیں مرحمت ہوئی۔ ابن عباس  
 فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر اچھے بڑے کے لیے باعث رحمت تھے۔ کیونکہ  
 جب نبی کی تکذیب کی جاتی ہے، تو تکذیب کرنے والوں کو خدا ہلاک کر دیتا ہے۔ اور  
 رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے تکذیب کرنے والوں کو موت یا قیامت تک کی مہلت دی  
 گئی۔ لیکن جب کسی شخص نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی تو دین و دنیا کی سعادت  
 پائی۔ علامہ سمرقندی کی رائے میں آپ انسانوں اور جنوں کے لیے باعث رحمت تھے۔

ایک قول کے مطابق آپ تمام مخلوق کے لیے باعث رحمت تھے۔ مسلمانوں کے لیے از روئے ہدایت، منافق کے لیے بوجہ امان من القتل اور کافر کے لیے بہ سبب تاخیر عذاب۔ اس بنا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت مومن اور کافر ہر دو کے لیے عام ہے۔ ارشاد ہوتا ہے: **وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ**۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہیں اللہ کی برکتوں والی رحمت ہوں (یعنی وغیرہ) بعض عارفین کا قول ہے، کہ تمام انبیاء رحمت کا سرچشمہ ہیں اور ہمارے نبی تو عین رحمت ہیں۔ قاضی عیاض نے شفا میں لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل علیہ السلام سے دریافت کیا کیا تمہیں بھی اس رحمت سے کوئی فائدہ پہنچا ہے۔ کہا ہاں میں اپنی عاقبت کے متعلق متفکر تھا، لیکن جب نے میرے متعلق مندرجہ ذیل آیت نازل فرمائی، تو میں مطمئن ہو گیا۔ **ذِي قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِينٍ مُّطَّلِعٍ عَلَى الْكُوفِ**۔

ارشاد باری ہے: **مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِنْ دِجَالِكُمْ وَلَكِنْ رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ**۔ یہ آیت دلیل ہے اس بات کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور ان کے بعد کوئی نبی نہیں۔ رسول کا تو ذکر ہی نہیں۔ کیونکہ رسول، نبی سے خاص ہے ہر رسول نبی ہوتا ہے لیکن ہر نبی رسول نہیں ہوتا اور اس باب سے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کئی احادیث مذکور ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ نبوت اور رسالت ہر دو ختم ہو گئی ہیں، میرے بعد نہ کوئی نبی ہوگا اور نہ رسول (ترمذی) حضرت جابر رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میری اور باقی انبیاء کی مثال یوں ہے، کہ ایک شخص نے مکان بنایا۔ اسے مکمل کیا اور سوارا مگر ایک اینٹ کی جگہ باقی رہ گئی۔ جو شخص بھی اس مکان میں داخل ہوتا، اس جگہ کو محسوس کرتا اور کہتا کہ مکان تو بہت اچھا ہے، لیکن ایک اینٹ کی کمی ہے۔ میں ہوں اس اینٹ کی جگہ کو پُر کرنے والا۔ چنانچہ مجھ پر انبیاء کا خاتمہ ہو گیا (مسلم و بخاری) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث

میں مذکور ہے کہ میں تمام مخلوق کی طرف بھیجا گیا ہوں اور مجھ پر نبوت کا خاتمہ ہو گیا۔ اور خدا نے اپنی کتاب میں اور رسول نے حدیث میں تو اثر سے ارشاد فرمایا کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں، تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے، کہ جو بھی اس منصب کا ادعا کرے، اسے جھوٹا، کذاب، ضال اور مضل سمجھا جائے۔ خواہ وہ کتنے ہی شعبدے، ٹوٹکے، جادو اور کرشمے دکھائے، یہ سب باتیں محال اور غلط ہیں۔ اس میں عیسیٰ علیہ السلام کے نزول سے کوئی فرق نہیں پڑتا، کیونکہ جب آپ نازل ہوں گے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت پر ہوں گے اس بنا پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں۔

## فصل چہارم

اس فصل میں ان بشارات کا ذکر ہے، جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ادیان گذشتہ کی کتابوں تورات اور انجیل میں مذکور ہیں۔ قرآن میں ارشاد ہوتا ہے

الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ۔ يَهْدِيهِمْ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ۔

یہ آیت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کاملہ کی دلیل ہے۔ کیونکہ اگر یہ بات ان کے یہاں مذکور نہ ہوتی تو اس کے ذکر سے یہود و نصاریٰ کو حد درجہ نفرت ہوتی۔ کیونکہ کذب اور بہتان پر شخص سے ہر آدمی کو سخت نفرت ہوتی ہے۔ اور کوئی عقلمند آدمی ایسی بات نہیں کرتا، جس سے اسے نقصان پہنچے اور لوگوں کو اس کی بات ماننے سے نفرت ہو جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے یہ بات کہی، تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے اوصاف تورات اور انجیل میں مذکور ہیں، اور آپ کی نبوت کی صحت پر یہ سب سے بڑی دلیل ہے۔ لیکن اہل کتاب جیسا کہ قرآن پاک میں فی الواقع مذکور ہے، حق کو جان بوجھ کر چھپاتے ہیں



اور الفاظ کے معانی بدل دیتے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ (خدا انہیں غرق کرے) وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح پہچانتے ہیں، جیسا کہ وہ اپنے بچوں کو پہچانتے ہیں۔ کیونکہ توریت اور انجیل میں آپ کے اوصاف مذکور ہیں، لیکن انہوں نے تحریف کر کے انہیں بدل دیا، تاکہ پھونکوں سے اللہ کے نود کو بھاویں، لیکن خدا نے بھی، اپنے نود (دین) کو مکمل کرنے کا ارادہ کر رکھا ہے، خواہ کفار کو ناگوار ہی کیوں نہ ہو۔ اس بنا پر ان کی کتابوں میں آپ کی نبوت کے دلائل باوجود ان کی تحریف کے کافی و وافی اور آپ کی شریعت اور رسالت کے علامات واضح اور روشن طور پر موجود ہیں چنانچہ ان کا انکار بے سود ہے۔

سربانی زبان میں آپ کے اوصاف میں سے، ایک وصف مشفح ہے اور بلاشبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی مشفح ہیں۔ کیونکہ جب انہیں (سربانیوں کو) الحمد لہ کنا ہو تو وہ شفا بالالہ کہتے ہیں جب سنگھ کے معنی الحمد ہیں، تو مشفح کے معنی محمد ہوں گے۔ کیونکہ مشفح میں وہ جن اوصاف کا اقرار کرتے ہیں، وہ آپ کے حالات، زلزلے، پیدائش، بعثت اور شریعت سے منطبق ہیں۔ اس سے ہم اس شخص تک رسائی حاصل کر لیتے ہیں جس میں یہ صفات پائی جاتی ہیں، جس کے سامنے کئی انہیں اٹھیں، جو اس کے مطیع ہوں اور جنہوں نے اس کی دعوت پر لبیک کہی۔ اور کون ہے وہ ساربان جس کی وجہ سے بابل اور اس کے صنم کدے تباہ ہو گئے۔ اگر یہ واقعات اور حکایات ان کی کتابوں میں مذکور نہ ہوتیں، تو کیا جو کچھ خدا نے قرآن میں ودیعت کر دیا ہے، اس کی دلیل نہ ہوتا چنانچہ اہل کتاب کا انکار نہ کرنا۔ حالانکہ قرآن انہیں باقاعدہ سرزنش کرتا ہے، ان کے اعتراف کی دلیل ہے، کیونکہ قرآن کا ارشاد ہے: **الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ**۔ نیز قرآن میں اس کی زبانی کتاب ہے: **إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ مُصَدِّقٌ لِمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ**۔ نیز: **يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَلْبَسُونَ الْكُفْرَ**

لہ اعتراف : ۱۵۷ طہ صفت ۶۱ طہ عمران : ۷۱

بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُونَ الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ - نیز :- الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ أَبْنَاءَهُمْ - اور جب وہ اپنے دشمنوں کے خلاف لڑتے تو کہا کرتے کہ نبی (آخر الزمان) کی پیدائش کا وقت قریب آگیا ہے، اور آپ کی ان صفات کا جو ان کی کتابوں میں مذکور ہیں، ذکر کرتے تھے، لیکن جس چیز کو وہ جانتے تھے، جب وہ شخص آگیا، تو انہوں نے پر بنائے حسد اور اس ڈر سے کہ حکومت ان سے چھین جائے گی انکار کر دیا۔ فَلَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَافِرِينَ -

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اتباع اور تصدیق نبوت کی دعوت دیتے تھے۔ یہ کیسے درست ہو سکتا ہے، کہ آپ ایک غلط دلیل سے استدلال کر کے، اسے اس سے جو ان کے پاس ہے منطبق کریں اور کہیں، کہ میری نبوت اور صداقت کی دلیل یہ ہے، کہ یہ تمہارے یہاں تحریر کردہ صورت میں موجود ہے، اور حقیقت حال یہ نہ ہو، کیا ایسی صورت میں وہ لوگ آپ سے اور زیادہ دور نہیں ہو جائیں گے۔ حالانکہ آپ کو اس کی کوئی ضرورت نہ تھی، کہ آپ انہیں ایسے طریقے سے دعوت دیں، کہ وہ آپ سے اور دور ہو جائیں اور ان اہل کتاب کے علماء میں سے کتنے لوگ ایسے تھے، جو آپ پر ایمان لائے۔ مثلاً عبد اللہ بن سلام، تمیم الداری اور کعب۔ جو آپ کے ان دعاوی سے واقف تھے۔ ابن عباس نے تائید دمشق میں عبد اللہ بن سلام سے روایت کی ہے کہ جب انہوں نے سنا کہ حضور اکرم کی بعثت مکے میں ہو چکی ہے، تو وہ آپ سے ملاقات کو آئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ ابن سلام کیا تم اہل مدینہ کے علماء میں سے ہو، عرض کیا، ہاں یا رسول اللہ! فرمایا، میں تجھے خدا کی قسم سے کہتا ہوں، جس نے حضرت موسیٰ پر توریت نازل کی، آیا اس میں میرے اوصاف کا ذکر ملتا ہے۔ انہوں نے کہا، آپ ازراہ کرم اپنے رب کے اوصاف بیان فرمائیں، رسول کریم خاموش ہو گئے۔ جبریل علیہ السلام نے کہا، آپ قل ھو اللہ احد پڑھ کر سنائیے۔ اس پر ابن سلام نے کلمہ شہادت پڑھا اور کہا، اللہ آپ کو اور آپ کے

دین کو باقی دینوں پر غلبہ عطا کرے گا اور بلاشبہ آپ کے اوصاف توریت میں مذکور ہیں قرآن کا ارشاد ہے: **يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا**۔ آپ میرے بندے اور رسول ہیں اور میں نے آپ کا نام المتوکل رکھا ہے، آپ نہ درشت نہ سخت دل ہیں نہ بازاروں میں زور زور سے بولتے ہیں اور نہ آپ برائی کا بدلہ برائی سے دیتے ہیں، بلکہ معافی اور درگزر سے کام لیتے ہیں۔ اور آپ کی وفات سے پہلے خدا اس ٹیڑھی قوم کو سیدھا کر دے گا، وہ توحید کے قائل ہو جائیں گے، اندھی آنکھیں روشن، برے کان شنوا اور دلوں کے پردے اٹھ جائیں گے۔ آپ درشت اور سخت دل نہیں۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے: **فَبِمَا رَحْمَةٍ مِنَ اللَّهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ**۔ بخاری میں عطاء بن یسار نے حضرت عمرؓ کی روایت میں (جو ام دروانے کعب سے بیان کی ہے) **يُعِينُ الْمَقْلُومَ وَيَمْنَعُهُ أَنْ يَسْتَضَعَفَ**۔ کے الفاظ مذکور ہیں۔ اور ابن اسحاق نے مندرجہ ذیل الفاظ میں آپ کے اوصاف بیان کیے ہیں: وہ بازاروں میں شور نہیں کرے گا، اور نہ غصہ گفتگو کرے گا اور نہ لغو باتیں کہے گا۔ میں ہر اچھی بات سے اس کی امداد کروں گا اور ہر اچھی خصلت سے اسے سجاؤں گا۔ پھر میں سکون قلب کو اس کا لباس، نیکی اس کا شعار، تقویٰ کا خمیر، حکمت اس کی غلام، راستی اور وفا اس کی طبیعت، سخاوت اور شکر کاری اس کی عادت، عدل سیرت حق، شریعت ہدایت، امام، اسلام دین اور احمد اس کا نام رکھوں گا اور گنہگاری کے بعد اس کو شہرت عطا کروں گا، قلت کے بعد کثرت، بھوک کے بعد تو نگری، انتشار کے بعد جمعیت عطا کروں گا۔ اور اس پیغمبر کی وجہ سے منتشر دلوں میں الفت اور پریشانی خواہشات اور متفرق قوموں کو متحد کروں گا۔ اور اس کی امت کو خیر الائم قرار دوں گا۔ یہی نے حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت کی ہے، کہ چاروں خدمت اقدس میں حاضر ہو کر مسلمان

ہو گیا اور عرض کیا، اس ذات کی قسم جس نے آپ کو راستی پر مبعوث فرمایا کہ میں نے آپ کے اوصاف کو انجیل میں لکھا پایا ہے اور ابن مریم نے آپ کے آنے کی بشارت دی تھی۔ ابن سعد راوی ہے، کہ جب حضرت ابراہیم کو حضرت ہاجرہ کے اخراج کا حکم ملا، تو آپ کو براق پر سوار کیا گیا، چنانچہ جب بھی وہ کسی شاداب اور زرخیز قطعہ زمین سے گزرتے، تو جبریل کو وہاں اترنے کو کہتے، وہ انکار کر دیتے، تا آنکہ وہ بہ مقام مکتہ پہنچے۔

جبریل علیہ السلام نے حضرت ابراہیم کو وہاں اترنے کو کہا۔ کہا ایسی جگہ جہاں نہ دودھ ہے نہ بھیت۔ کہا ہاں، کیونکہ اسی مقام پر وہ نبی پیدا ہوگا، جو آپ کے بیٹے کی پشت سے ہوگا اور جس پر نبوت ختم ہو جائے گی۔

توریت میں یہود نے بعد از حذف، تحریف اور تبدیلی کے جن الفاظ کا ذکر مناسب سمجھا، انہیں ابن خلف نے البشیر میں اور ابن قتیبہ نے اعلام النبوت میں بہ ایں انداز ذکر کیا ہے: خدا نے سینا پر اپنی تجلی دکھائی، ساعیر پر چپکا اور جبل فاران سے اعلان حق فرمایا۔

سینا اس پہاڑ کا نام ہے جس پر خدا نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا اور ساعیر اس پہاڑ کا نام ہے، جہاں حضرت مسیح کی نبوت کا ظہور ہوا۔ اور فاران بنو ہاشم کے پہاڑوں کا عبرانی نام ہے، جہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عبادت فرمایا کرتے تھے، جہاں وحی کی ابتداء ہوئی، وہاں تین پہاڑ ہیں، ایک ابو قبیس جو قیقعان کے بالمقابل واقع ہے، تیسرا پہاڑ فاران ہے اور اس کا وہ درہ، جو قیقعان سے ملتا ہے، شعب ابی طالب کے نام سے مشہور ہے، جہاں ایک روایت کی رو سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے تھے۔

ابن قتیبہ لکھتے ہیں، کہ اس روایت میں کوئی اشتباہ نہیں۔ کیونکہ سینا پر خدا کی تجلی سے مراد، حضرت موسیٰ پر توریت کا نزول ہے، اور ساعیر پر اللہ کی روشنی اور چمک سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل کا نزول ہے، اسی طرح کوہ فاران پر، حق کے اعلان سے مراد، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نزول قرآن ہے، اسی طرح کوہ فاران کے پہاڑ ہے،

اور عیسائیں اور مسلمانوں میں باہم اس باب میں کوئی اختلاف نہیں۔ اور اگر وہ کہیں، کہ فاران سے مراد مکہ نہیں، تو ہم پوچھیں گے کیا تورات میں یہ مذکور نہیں کہ خدا نے حضرت باجرہ اور حضرت اسماعیل کو بہ مقام فاران سکونت عطا کی۔ اور نیز ہم کہیں گے، کہ اگر اس سے مراد مکہ نہیں، تو ہمیں وہ جگہ بتاؤ، کہ جس کا خدا نے اعلان فرمایا کہ اس کا نام فاران ہے، نیز اس نبی کا نام بتاؤ، جس پر کہ مسیح علیہ السلام کے بعد کتاب نازل ہوئی۔ کیا اشعٰق اور غلن یعنی اظہار اور انکشاف نہیں۔ کیا تم کسی ایسے دین کو جانتے ہو، جو اسلام کی طرح ظاہر ہوا، اور مشرق و مغرب میں پھیل گیا۔ اسی طرح ابن ظفر نے تورات سے اس مقام کا حوالہ دیا ہے، جہاں خدا موسیٰ علیہ السلام سے مخاطب ہوتا ہے اور مراد بالخصوص وہ لوگ ہیں، جنہیں موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب کے میقات کے لیے منتخب کیا۔ اور جنہیں زلزلے نے آیا۔ اور عموماً بنی اسرائیل مراد ہیں: تیرا خدا، تیرے بھائیوں (بنی اسماعیل) میں سے ایک نبی کو اٹھائے گا۔ اس کی بات کو اس طرح سننا، جس طرح کہ تو نے طاقات کے دن بہ مقام حوریت اپنے رب کی بات سنی تھی، اور تو نے کہا تھا۔ کہ میں اس لیے اپنے رب کی آواز سننے آتا ہوں تاکہ میں زندہ رہوں۔ خدا نے کہا، "انہوں نے کیا اچھی بات کہی۔ میں ان میں بتاری طرح کا ایک نبی، ان کے بھائیوں سے اٹھاؤں گا۔ اور اپنے الفاظ اس کے منہ میں ڈالوں گا۔ اور جس بات کا حکم دوں گا، کرے گا۔ اور جو شخص بھی میرا نام لے گا، اور میرے احکام کی تعمیل نہیں کرے گا، میں اس سے انتقام لوں گا۔" تورات کے اس حوالے میں محمد رسول اللہ کی نبوت پر کئی دلیلیں ہیں۔ نبیائہن اٰخوانہم۔ حضرت موسیٰ اور ان کی قوم بنی اسحاق سے تھی اور بنو اسماعیل ان کے بھائی تھے۔ اگر نبی موعود بنو اسحاق ہی سے ہوتا تو تورت میں من اٰلہہم کے الفاظ مذکور ہوتے، نہ کہ من اٰخوانہم۔ نبیائہم، تورت میں مذکور ہے، کہ بنو اسرائیل میں سے کبھی بھی حضرت موسیٰ کی طرح کوئی نبی نہیں پیدا ہوگا۔ یہود کہتے ہیں، کہ نبی موعود سے مراد یوشع بن نون ہیں، لیکن یہ خیال غلط ہے، کیونکہ یوشع

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مشیل نہیں تھے، وہ زندگی بھر ان کے خادم رہے اور حضرت موسیٰ کے انتقال کے بعد ان کی دعوت کی تائید کرنے والوں میں سے تھے۔ لازماً نبی موعود سے مراد محمد رسول اللہ ہیں، کیونکہ وہ مشیل موسیٰ ہیں، کیونکہ دعوتِ حقہ کے قیام، اس کے غلبے، احکامِ شرعیہ کے اجراء اور ادیانِ سابقہ کی تفسیح میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مماثل تھے۔ رہا خدا کا یہ ارشاد، کہ میں اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا۔ اس سے صاف ظاہر ہے، کہ خدا کی مراد محمد رسول اللہ ہیں، کیونکہ اس کا مطلب یہ ہے میں اس پر اپنا پیغام بذریعہ وحی روانہ کروں گا، جو اس سے اس طریقے سے گفتگو کرے گا، کہ وہ اسے سنے گا۔ میں اس پر صحیفے یا الواح نازل نہیں کروں گا، کیونکہ وہ اُمّی ہوگا اور لکھی ہوئی کتاب کو پڑھ نہیں سکے گا۔

ابن طغرل نے الدر المنظم میں انجیل سے مندرجہ ذیل حوالہ نقل کیا ہے۔ یوحنا نے اپنی انجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ قول لکھا ہے: میں اپنے باپ سے یہ درخواست کروں گا، کہ وہ تمہیں دوسرا فارقلیط دے، جو ابد تک حق کی روح، کو تمہارے ساتھ قائم رکھے جسے دنیا کی کوئی طاقت ختم نہ کر سکے۔ اس مضموم کو ابن طغرل نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے: میں باپ سے درخواست کروں گا، کہ وہ تمہیں دوسرا فارقلیط عطا کرے جو ابد ابد ہر تمہارے پاس رہے گا۔ اگر تمہیں مجھ سے انس ہے، تو میری وصیت کو یاد رکھو گے: اس قول میں اس امر کی تصریح موجود ہے، کہ خدا جلدی ہی ان میں ایک ایسے آدمی کو روانہ کرے گا جو اس کا قائم مقام ہوگا۔ اور خدائی رسالت کی تبلیغ اور مخلوق کی سیاست میں اس کا نائب ہوگا۔ اور اس کی شریعت ابد الابد تک باقی رہے گی۔ ایسا آدمی محمد رسول اللہ کے علاوہ اور کون ہوگا۔

فارقلیط کی تشریح میں نصاریٰ میں اختلاف ہے، بعض نے اس کے معنی الحامد لکھے ہیں اور بعض نے انجیل۔ اگر ہم تسلیم کر لیں، کہ اس کے معنی انجیل ہیں، تو ہم اس نتیجے پر پہنچیں

گے، کہ مخلص ایک ایسا نبی ہوگا جو اہل عالم کی نجات کے لیے مسجوت ہوگا۔ اور یہ ہمارے مقصد کے عین مطابق ہے، کیونکہ ہر نبی اپنی امت کو کفر سے نجات دینے کے لیے آتا ہے، اور جس کی توثیق مسیح علیہ السلام کے اس قول سے ہوتی ہے، کہ میں اہل عالم کی نجات کیلئے آیا ہوں۔ جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ مسیح علیہ السلام نے اپنے آپ کو اہل عالم کی نجات دہندہ قرار دیا ہے۔ اور انہوں نے باپ سے دوسرے فارقلیط کے بھیجنے کی درخواست کی ہے تو ان الفاظ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے، کہ فارقلیط اول گزر چکا ہے اور فارقلیط دوم کا انتظار ہے۔ اور اگر فارقلیط کے معنی الحامد لیے جائیں، تو احمد اور محمد سے بڑھ کر کون سا لفظ اس کے قریب تر ہے۔ اور ابن طغرلکھتا ہے، کہ انجیل میں بعض الفاظ کے ترجمے سے یہ معلوم ہوتا ہے، کہ فارقلیط رسول ہے، کیونکہ مسیح علیہ السلام کہتے ہیں، جو باتیں تمہری زبان سے سن رہے ہو، یہ میری باتیں نہیں، بلکہ اس باپ کی ہیں، جس نے مجھے یہ الفاظ دے کر بھیجا ہے۔ لیکن فارقلیط وہ روح القدس ہے جسے خدا نے میرے نام سے بھیجا ہے، وہ تمہیں ہر بات کی تعلیم دے گا، اور جو کچھ میں کتابتوں میں نہیں دہرائے گا۔ کیا اس کے بعد کسی اور دلیل کی ضرورت ہے، کیا اس میں یہ تصریح موجود نہیں، کہ فارقلیط رسول ہے، جسے اللہ بھیجے گا۔ وہ روح القدس ہے، جو مسیح کی تصدیق کرے گا اور وہ اس بات کی وضاحت کرے گا، کہ وہ مسیح علیہ السلام، خدا کے برحق رسول ہیں اور خدا نہیں۔ اور وہ لوگوں کو ہر بات بتائے گا۔ اور جو کچھ مسیح علیہ السلام دوبارہ توحید کہہ چکے ہیں، انہیں دہرائے گا۔ را خدا کے لیے باپ کے لفظ کا استعمال اس میں تحریف کی گئی ہے۔ اور اہل کتاب اسے نازیبا نہیں خیال کرتے۔ اس سے ان کی مراد خدا ہے۔ اور ان کے یہاں یہ لفظ تعظیم کے لیے استعمال ہوتا ہے، اور جس سے شاگرد اپنے استاد کو جس سے علم حاصل کرتا ہے، مخاطب کرتا ہے۔ اور یہ بات سب کو معلوم ہے، کہ نصرانی اپنے بزرگان دین کو آباؤے روحانی کہہ کر پکارتے ہیں اور

یہودی اور عیسائی ہمیشہ سونے فہم سے خود کو ابنا، اللہ کہتے آئے ہیں۔ اور میری سزا یا سزا  
سے مراد یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی راستی اور رسالت کی شہادت میں  
گئے اور قرآن میں افترا کے خلاف ان کی مدح اور پاکیزگی بیان ہوگی۔

انجیل کے ایک دوسرے ترجمے میں مذکور ہے، کہ جب فارقلیط آئے گا، اور اہل علم  
کو ان کی خطاؤں پر لعن طعن کریگا وہ کوئی بات اپنی طرف سے نہیں کہے گا۔ بلکہ جو سنے گا،  
انہیں بتائے گا اور انہیں قبول حق پر اس لئے گا، حوادث کے آنے کی اطلاع دے گا۔

اسے ابن مغزیب نے برائی الفاظ بیان کیا ہے (فاذا جاء روح الحق، لیس ینطق  
من عنده بل یتکلم بكل ما یسمع من اللہ ویخبرہم بكل ما یأقی  
وہو یمجد فی لانہ یاخذ ما ہولی ویخبرکم) لیس ینطق

من عنده سے مراد یہ ہے، کہ وہ اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کہے گا۔ بلکہ جو خدا سے  
سنے گا، وہی کچھ نہیں بتائے گا۔ اور یہ وہی بات ہے، جو خدا نے رسول کریم علیہ السلام  
کے بارے میں فرمائی ہے :- وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۗ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ

یوحیٰ۔ اور یہ علیہ السلام کا یہ قول وَهُوَ یُحَدِّثُ بِنِیِّ حَقِّ یَسْبُ، کہ رسول کریم  
کی طرح کسی اور آدمی نے یہ علیہ السلام کی ایسی تعریف نہیں کی، کیونکہ آپ نے حضرت  
یوحیٰ اور ان کی مال کو ان الزامات سے جو ان پر لگائے گئے تھے، بری قرار دیا اور اس

کو تسلیم کرنے کا حکم دیا۔ ابن مغزیب لکھتا ہے، وہ سوائے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے  
کوئی ہے، جس نے علماء کو کتمان حق، القاطکی، تحریف اور دین کو چند کھوٹے درابھ کے بدلے  
پہنچ دینے پر سرزنش کی۔ اور نیز حوادث سے ڈرا یا اور غیب کی باتوں سے آگاہ فرمایا۔

یعنی نے الدلائل میں ہشام بن عاص ماموی سے روایت کی، کہ میں ایک اور  
آدمی کے ساتھ قیصر روم کے دربار میں تبلیغ اسلام کے لیے بھیجا گیا، پھر اس نے سارا واقعہ  
بیان کیا، کہ ایک لاس کس نے ہمیں بلا بھیجا۔ ہم اس کے دربار میں حاضر ہوئے، پھر اس



نے ایک ایسی چیز منگائی، جو ایک سنہری رنگ کی سرائے کی طرح دکھائی دیتی تھی۔ جس میں بہت سے چھوٹے چھوٹے دروازوں والے گھر تھے۔ اس نے ایک دروازہ کھولا اور سیاہ رنگ کا ایک ریشمی کپڑا نکالا اور پھیلا دیا۔ اس پر سرخ رنگ کی تصویر تھی۔ وہ ایک مرد تھا، بڑی بڑی آنکھوں والا اور بھاری سرین والا۔ میں نے اتنی لمبی گردن پہلے نہیں دیکھی تھی۔ اور اس کے سر پر دو خوبصورت زلفیں تھیں۔ پوچھا، کیا اسے جانتے ہو۔ ہم نے کہا، نہیں۔ کہا، یہ آدم علیہ السلام ہیں۔ پھر ایک اور دروازہ کھولا۔ اور سیاہ رنگ کا ریشمی کپڑا نکالا، جس پر سفید تصویر تھی ایک سرخ آنکھوں والے، موٹے سروالے اور خوبصورت ڈاڑھی والے مرد کی۔ پوچھا، جانتے ہو، کون ہے، ہم نے کہا، نہیں۔ کہا، یہ نوح علیہ السلام ہیں۔ پھر ایک اور دروازہ کھولا، اور ریشمی کپڑا نکالا، جس پر سفید تصویر تھی۔ اور بخدا وہ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی تصویر تھی۔ پوچھا جانتے ہو، کون ہے، ہم نے کہا، یہ محمد رسول اللہ ہیں۔ اس پر قیصر اٹھ کھڑا ہوا۔ پھر بیٹھ گیا۔ پوچھا، کیا فی الحقیقت محمد رسول اللہ ہیں۔ ہم نے کہا، ہاں بالکل آپ ہی ہیں۔ گویا تم انہی کو دیکھ رہے ہو۔ پھر وہ تھوڑی دیر تک رک گیا، اور تصویر کو دیکھتا رہا۔ پھر کہنے لگا۔ بخدا یہ تو آخری خانہ گھر تھا جسے میں نے کھولنے میں جلدی کی، تاکہ میں تمہاری بات جان سکوں (یا تمہارا عندیہ معلوم کر سکوں)۔

حالانکہ ان خانوں میں حضرات ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ اور سلیمان علیہم السلام کی تصاویر بھی ہیں۔ پھر ہم نے پوچھا، تم نے یہ تصاویر کہاں سے لی ہیں؟ کہنے لگا۔ آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے درخواست کی، کہ وہ اسے تمام ان لوگوں کو تصاویر دکھائے جو اس کی اولاد میں سے انبیاء مقرر ہوں گے۔ چنانچہ خدا نے یہ تصاویر نازل فرمائیں، جو مغرب شمس کے قریب آدم علیہ السلام کے خزانے میں تھیں۔ جنہیں ذوالقرنین وہاں سے نکال لائے تھے اور وانیال علیہ السلام کے سپرد کر دی تھیں۔

حضرت داؤد علیہ السلام کی زبور کے چالیسویں گیت میں مذکور ہے: تمہارے ہونٹوں

سے نعمت پھوٹ ہی، اسی لیے خدا نے آپ کو مبارک گردانا۔ اسے باجبروت انسان !  
اپنی تلوار کو حائل کر لو، کیونکہ تمہاری شریعت اور سنت کا دار و مدار آپ کے بائیں ہاتھ  
کی ہیبت پر ہے۔ تمہارے تیر تیز ہیں، چنانچہ تمام اقوام اس کے تحت آجائیں گی۔ یہ گیت  
محمد رسول اللہ کے متعلق اطلاع فراہم کرتا ہے۔ جو نعمت کہ آپ کے ہونٹوں سے پھوٹ  
ہی، اس سے وہ الفاظ مراد ہیں، جو آپ کی زبان سے نکلے، یعنی وہ کتاب جو آپ پر  
نازل ہوئی۔ اور جس سنت کی آپ نے بنیاد رکھی۔ اور اسے باجبروت انسان ! تم اپنی  
تلوار حائل کر دو۔ یہ نبی اُمی العربی کی نشاندہی کرتا ہے۔ کیونکہ عربوں کے بغیر اور کوئی قوم  
بھی تلوار کو نکلے میں حائل نہیں کرتی، بلکہ کاندھے پر لٹکاتے ہیں۔ اسی طرح یہ قول کہ تمہاری  
شریعت اور سنت نص صریح ہے۔ اس امر کی دلیل ہے کہ آپ صاحب شریعت  
اور صاحب سنت ہیں۔ اور آپ تلوار کے بل پر موجود رہیں گے اور جبار اس آدمی کو کہتے  
ہیں، تیر بزور شمشیر حق کو قائم رکھے اور لوگوں کو کفر سے جبراً روکے۔

حضرت وہب بن منبہ راوی ہیں، کہ میں نے بعض قدیم کتابوں میں پڑھا ہے، اللہ  
فرماتا ہے، مجھے اپنی عزت اور جلال کی قسم، میں عرب کے پہاڑوں پر ایسا نور نازل کروں  
گا جو مشرق و مغرب میں پھیل جائے گا اور میں اولاد اسماعیل سے ایک ایسا عربی اُمی نبی  
پیدا کروں گا، کہ جس پر آسمان کے ستاروں اور زمین کی روئیدگی کے حساب سے لوگ  
ایمان لائیں گے۔ چنانچہ وہ مجھے اپنا رب اور لوگ اسے اپنا رسول تسلیم کر لیں گے، اور  
آباؤ اجداد کے دین سے نفرت اور اظہار بیزاری کریں گے۔

موسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں: "اے خدا! تو پاک ہے اور تیرا نام مقدس ہے، تو  
نے اس نبی کو بڑی عزت اور احترام بخشا ہے۔" خدا نے جواب دیا، "اے موسیٰ! میں اس  
نبی کے مخالفین سے دین و دنیا میں انتقام لوں گا۔ اور میں اس کی دعوت کو باقی تمام  
دعوتوں پر غلبہ عطا کروں گا اور جو اس کی مخالفت کرے گا، اسے ذلیل کروں گا۔ میں

نے اسے زیورِ عدل سے سجایا ہے اور میں نے اسے انصاف کے فروغ کے لیے ہی پیدا کیا ہے۔ مجھے اپنی عزت کی قسم! میں اس کے وسیلے سے امتوں کو آگ سے نجات دوں گا۔ میں نے دنیا کی ابتدا آدم علیہ السلام سے کی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اسے ختم کروں گا۔ اسے بنی اسرائیل! تم اس بات کو سمجھو، کہ جو کتاب وہ لائے گا، اس کی مثال اس برتن کی سی ہے، جو دو دھسے لبالب بھرا ہے، اس میں خمیر اٹھتا ہے اور پھر کھن نکل آتا ہے۔ میں اس کی کتاب اتار کر یہ سلسلہ ختم کر دوں گا، اور اس کی شریعت بھیج کر یہ سلسلہ بھی ختم ہو جائے گا۔ جو شخص اس نبی کے عہد میں پیدا ہوا اور ایمان نہ لایا اور ان کے مذہب میں داخل نہ ہوا، تو اللہ اس سے بیزار ہے۔ اس کی امت مشرق و مغرب میں مسجدیں تعمیر کرے گی۔ جب ان مساجد میں میرا نام لیا جائے گا، تو میرے نام کے ساتھ اس نبی کا نام بھی لیا جائے گا۔ اور جب تک یہ دنیا قائم رہے گی، اس کا نام بھی باقی رہے گا۔

اسے ابن طغر و غیرہ نے بیان کیا ہے۔

# فصل پنجم

اس سے فصل میں اسے آیات کا ذکر ہے۔ جن میں اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی حقانیت کی قسم کھائی ہے، اور ان آیات کا جو خدا کی طرف سے آپ پر نازل ہوئے، اور نیز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بلند مرتبے اور آپ کے منصب جلیل کا ذکر ہے۔ اور یہ پانچ حصوں پر مشتمل ہے۔

**حصہ اول :-** اس حصے میں خدا نے آپ کے خلق عظیم اور فضیلت تمامہ کی جو صرف آپ کی ذات سے مخصوص ہے، قسم کھائی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

لَا جِبْرَآئِلَیْمٌ مِّنْ سَمَوٰتٍ وَّ لَا مَلَآئِکَآءُ مِّنْ اَرْضٍ وَّ لَا نَبِیٌّ مِّنْ قَبْلِکَ اَنْزَلْنَا ذٰلِکَ عَلَیْکَ بِالْحَقِّ لَعَلَّکَ تَتَّقِیْ - مَا اَنْتَ بِنِعْمَۃٍ رَبِّکَ بِمَجْنُوْنٍ - وَاِنَّ لَکَ لَآجْرًا غَیْرَ مُمْسُوْنٍ - وَاِنَّکَ لَعَلَّیْ خَلْقٍ عَظِیْمٍ - کہ ان میں سے ایک نورانی تختی ہے، کہ جس پر فرشتے خدائی احکام تحریر کرتے ہیں۔ ایک دفعہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے بارے میں دریافت کیا گیا انہوں نے جواب دیا، آپ کا خلق قرآن تھا یعنی آپ کا کلام از روئے تفضل و وضاحت قرآن کے مطابق تھا۔ اور آپ کے علوم قرآنی علوم تھے یعنی آپ کی خواہشات اور اعمال وہی کچھ تھے، جو قرآن نے ضروری قرار دیئے تھے، اور جن کی طرف قرآن بلا تا تھا۔ اور جن جن اعمال سے قرآن روکتا تھا، اور ان کے چھوڑنے کا حکم دیتا تھا، آپ ان سے اعراض فرماتے۔ نیز قرآن جن اعمال کی رغبت دلاتا، رسول کریم علیہ الحجۃ والتسلیم ان میں رغبت

سَلَّمَ الْقَلَمُ : ۳۰۱

کا اظہار فرماتے، جن سے روکتا، ان سے رُک جاتے جنہیں ناپسند کرتا، آپ ناپسند فرماتے جنہیں پسند کرتا، آپ پسند فرماتے، اور قرآنی احکام کے نفاذ میں کوشش کرتے۔ بلکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو قرآن میں پورا درک حاصل تھا، اور رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کو بھی نہایت اچھی طرح جانتی تھیں۔ اس لیے آپ نے نہایت عمدہ طریقے سے اس سارے مفہوم کو بایں الفاظ لدا کیا: **كَانَ خَلْقَهُ الْقُرْآنَ** جب خدا نے آپ کے خلقِ عظیم کے وصف کو بیان کرنا چاہا تو فرمایا: **فَتَبَصَّرُ وَيُبْصِرُونَ بِأَيْكُمُ الْمُفْتُونِ**۔ یعنی اسے رسول! آپ کو اور مشرکین کو جلدی ہی معلوم ہو جائے گا، کہ آپ کی دینی مہم کا کیا انجام ہوتا ہے۔ آپ معزز اور محترم ہوں گے اور آپ کے دشمن ذلیل اور رسوا اور آپ کو ان پر غلبہ حاصل ہوگا۔

اس حصے میں خدا تعالیٰ آپ کو عطا کردہ نعمتوں کی قسم کھاتا ہے اور **حصہ دوم :-** آپ کے منصبِ جلیل کا ذکر کرتا ہے: **وَالضُّحَىٰ وَاللَّيْلِ إِذَا سَجَىٰ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلَىٰ**۔ اس مقسم بہ نور صبح، جو رات کی تاریکی کے بعد پھیل جاتا ہے، کی مطابقت اس نورِ وحی سے دی گئی ہے، جس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی آنکھوں میں لے لیا ہے اور جو کچھ عرصے کے لیے آپ سے شتعلع ہو گیا تھا، اور دشمنوں نے آپ کو طعنہ دیا تھا، کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے خدا نے چھوڑ دیا ہے، لیکن خدا نے اس بات سے انکار کیا، کہ اس نے اپنے نبی کو ترک کر دیا ہے، یعنی چونکہ ہم نے آپ سے اعتنا کیا ہے اور ہم آپ کو پسند کرتے ہیں، اس لئے نہ ہم نے آپ کو چھوڑا ہے اور نہ آپ سے ناراض ہوئے ہیں۔ پھر ارشاد ہوتا ہے: **وَاللَّاحِزَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْأُولَىٰ**۔ اس کا تعلق آپ کی ساری زندگی سے ہے اور اس امر کی دلیل ہے، کہ آپ ترقی کر کے جس حالت کو بھی پہنچیں گے، وہ حالت ماقبل سے بہتر ہوگی، جس طرح کردارِ آخرت اپنے ماقبل سے بہتر ہے۔ اس طرح بعینِ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ایسی چیز کا وعدہ کیا

گیسا ہے جس کا تقرب یعنی ذات باری کا تقرب ہے اور جس سے آپ کا سینہ کھل جاتے گا اور خدا آپ کو ایسی چیز دے گا جسے آپ پسند کریں گے اور اس سے قرآن، ہدایت بشر اسلام، اعلیٰ کلمہ حق اور آپ کی زندگی، خلفا کی زندگی اور ان کے بعد کے زمانے میں، دشمنان دین کے خلاف اسلام کی فتح، نیز میدان حشر میں منصب شفاعت اور مقام محمود اسی طرح جنت میں وسیلے، بلند مرتبے اور کوثر کا اعطاء مراد ہے۔ اس آیت سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ خدا آپ کو ہر وہ چیز جسے آپ پسند کریں گے، دے گا۔ پھر خدا نے اپنی نعمتیں گنتیوں اور حکم دیا کہ ان کے اندازے کے مطابق، خدا کا شکر ادا کریں:

أَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيمًا فَآوَىٰ - اٰلِیٰ آخِرہ۔

اس حصے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشن کی تصدیق کی گئی ہے حصہ سوم :- اور آپ کے نطق کو میرا عن الہوی قرار دیا ہے :- وَاللَّيْلُ إِذَا هَوَىٰ، مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَىٰ۔ اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو ان الزامات سے جو آپ کے مخالفین، اذقہم لکراہی و بے راہ روی آپ سے منسوب کرتے تھے، میرا قرار دیا ہے۔ ابن عباس کی رائے ہے، کہ خدا نے ثریا کے غروب اور سقوط کی قسم کھائی ہے۔ اس آیت پر غور کیجئے: مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَىٰ۔ یہاں صاحب کی جگہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا لفظ اس لیے استعمال نہیں کیا، کیونکہ ان کے خلاف یہ حجت قائم کی گئی ہے، کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے رفیق ہیں اور تم ان کے حالات اقوال اور اعمال سے اچھی طرح واقف ہو۔ اور تم جانتے ہو، کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو غلط کار ہیں اور نہ بے راہ۔ اور تم لوگ ان پر کسی طرح کا الزام نہیں لگا سکتے۔ اور خدا نے اسی خیال کو ان الفاظ میں ادا کیا ہے: أَمْ لَمْ يَعْرِفُوا رَسُولَهُمْ - پھر خدا نے اپنے رسول کو اس افترا سے منزه قرار دیا ہے، کہ وہ گفتگو میں نفس امارہ کا پیروکار ہے: وَمَا يَنْطَلِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ۔

۶۰: العن ۶۰: ۱-۲۔ المؤمنون: ۶۹: ۱۔ البقرہ: ۲۱۳۔

امام اوتامی حسان بن عطیہ سے راوی ہیں، کہ جس طرح جبریل علیہ السلام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن لے کر اترا کرتے تھے، اسی طرح حدیث لے کر بھی اترتے تھے اور آپ کو ان کی تعلیم دیتے تھے۔ پھر خدا نے اس فرد کے اوصاف بھی بیان فرمائے۔ جو قرآن لے کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس آتا تھا: عَلَّمَهُ شَدِيدُ الْقُوَىٰ۔

اس سے مراد جبریل ہیں۔ اور معلم کی تعریف سے معلم کی توصیف مراد ہے۔ اس کی مثال ایسی ہی ہے: ذِي قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِينٌ۔ پھر ارشاد ہوتا ہے: فَأَوْحَىٰ

إِلَىٰ عَبْدِهِ مَا أَوْحَىٰ، مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَىٰ۔ خدا نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

کے مشاہدے کی دل تصدیق کی اطلاع دی ہے۔ اور دل کی آنکھوں کے مشاہدے کی تصدیق کی ہے۔ اور آپ اس شخص کی طرح نہیں ہیں، کہ جس نے کسی چیز کو خلافت واقعہ حالت میں دیکھا۔ اور دل نے آنکھوں کی تکذیب کی، بلکہ جو کچھ آنکھوں نے دیکھا دل نے

اس کی تصدیق کی۔ اور آپ نے جان لیا، کہ صورت حال یہی ہے۔ ارشاد باری ہے :-

فَلَا أُقْسِمُ بِالْخُنُفِ الْجَوَادِي الْكُنُفِ تَأْتِيهِمْ سُرُورٌ وَمَا هُمْ بِقَوْلِ شَيْطَانٍ رَّجِيمٍ۔

میں قسم نہیں کھاتا، کیونکہ معاملہ بالکل واضح ہے اور قسم کی ضرورت نہیں، اس بارے میں

اور بھی کئی آرا ہیں یعنی کہ قرآن رسول کریمؐ رسیاں اس سے جبریلؑ رلوبے کا قول ہے۔ لیکن سورۃ

الحاقة میں رسول کریمؐ سے مراد رسول اکرمؐ ہیں۔ اس کی اضافت تبلیغ فرشتے کی طرف

ہوتی ہے اور بھی آدمی کی طرف، اور یہ اضافت اضافت تبلیغ ہے نہ کہ اضافت انشا

اور لفظ رسول اس کی نشاندہی کرتا ہے، کیونکہ رسول بھیجنے والے کا پیغام پہنچاتا ہے،

جس کا مطلب یہ ہے، کہ یہ محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم، اور جبریلؑ کو بھیجنے والے کا کلام ہے۔

جبریلؑ نے یہ کلام خدا سے سیکھا اور محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریلؑ سے۔ خدا نے اس صورت

میں اپنے ملکی ماصد کو کریم کے لقب سے یاد فرمایا۔ جسے خدا نے بہترین عطایات دی

ہیں، مثلاً علم، معرفت، ہدایت، نیکی، ارشاد وغیرہ۔ وَذِي قُوَّةٍ سَوْءٌ نَّجْمٍ فِي عِلْمِهِ

شَدِيدُ الْقُوَىٰ - اور یوں اپنی قوت سے شیطانوں کو اس کے قریب نہیں آنے دیتا۔ تاکہ وہ اس میں کمی بیشی نہ کر سکیں۔ اور روایت میں آیا ہے کہ جبریل علیہ السلام نے لوط علیہ السلام کے چار گاؤں کو اپنے پیروں پر اتنا اونچا اٹھالیا تھا، کہ اہل سما نے کتوں کے بھونکنے کی آوازیں اور بچوں کے رونے کی چیخیں سن لی تھیں۔ عِبْدُ ذِي الْعَرْشِ مَكِينٌ یعنی ان کی شان و شوکت پائدار ہے جس کا مطلب اکرام، تکریم اور احترام ہے۔ مُطَافِعٍ - اللہ کے ان مقرب فرشتوں میں، جو اس کے حکم سے صادر اور وارد ہوتے ہیں۔ شَمَّ الْجِبِينِ - دربارہ وحی و رسالت باری۔ خدا نے اسے خیانت اور فرودگشتوں سے محفوظ رکھا ہوا ہے۔ یہ پانچ اوصاف ایسے ہیں جو قرآن کے بے عیب ہونے کی دلیل ہیں۔ چنانچہ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے جبریل سے اور جبریل نے خدا سے سنا۔ اور اس سند سے قرآن کی عظمت اور جلال کی تصدیق ہوتی ہے۔ اول تو خدا کی ذات منزہ عن الخطایہ ہے۔ پھر اس نے اپنے بشری رسول کو پاک و صاف کا وصف عطا فرمایا، اور جو باتیں مخالفین ان کی طرف منسوب کرتے ہیں ان سے آپ کو برا قرار دیا۔ وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمُبْتَغُونَ۔ اس حقیقت کا انہیں علم ہے اور اس بارے میں انہیں کوئی شک نہیں۔ ہر چیز ان کی زبانیں آپ کے خلاف چلتی رہتی ہیں مگر انہیں اپنے بھوٹ کا علم ہے۔

پھر خدا نے بتایا، کہ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے جبریل کو دیکھا۔ وَلَقَدْ رَاَهُ بِالْأُفُقِ الْإِنبِیْتِ - یعنی وہ ایسا فرشتہ ہے، جو خارج میں موجود ہے جسے آنکھوں سے رو بردیکھا جاسکتا ہے۔ وَمَا هُوَ عَلَى الْغَیْبِ بِضُنَّیْنِ - ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جو کچھ خدا نے نازل فرمایا ہے اس کے ابلاغ میں وہ بخیل نہیں ہیں۔ سب مفسرین اس پر متفق ہیں کہ غیب سے مراد قرآن اور وحی ہے۔ اس لفظ کی ایک صورت بَطْنِیْنِ بھی ہے جس کے معنی ہتھم ہیں؛ یعنی محمد رسول اللہ دربارہ قرآن متہم نہیں بلکہ وہ ایمین ہیں۔ نہ بڑھاتے ہیں نہ کھاتے ہیں۔



ارشاد ہوتا ہے: فَلَا أُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُونَ وَمَا لَا تُبْصِرُونَ إِنَّهُ لَقَوْلُ  
 رَسُولٍ كَرِيمٍ۔ خدانے تمام اشیا کی قسم کھائی ہے، جن میں سے کچھ دکھائی دیتی ہیں اور کچھ  
 دکھائی نہیں دیتیں اور قسم کا یہ اندازہ بالعموم قرآن میں مذکور ہے، کیونکہ یہ عالم علوی و سفلی اور  
 دنیا و آخرت پر عادی ہے جو رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی صداقت کی دلیل ہے، اور جو  
 کچھ آپ لائے ہیں، وہ اللہ کی طرف سے اتر رہے ہیں، اور وہ پیغام ایسی حقیقت ثابت ہے  
 جیسے کہ تمام کائنات جو مرنی اور غیر مرنی اشیا پر مشتمل ہے، ارشاد باری ہے: قَوْلِ  
 السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِنَّهُ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَا أَنَّكُمْ تَنْطِقُونَ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، کہ  
 یہ صداقت ہے جس طرح کہ تمام وہ اشیا جو تم دیکھتے ہو، اور جو تم نہیں دیکھ پاتے، ایک  
 صداقت ہیں، اور ان اشیا میں سے جو انسان کو دکھائی دیتی ہیں اور دکھائی نہیں دیتیں،  
 اسے اپنے نفس اور پیدائش کی ابتدا، نشوونما اور اس کے ظاہری اور باطنی حالات،  
 غور کرنے کو کافی ہیں۔ ان امور میں اللہ کی وحدانیت، اس کی صفات اور ان باتوں کا  
 ثبوت موجود ہے، جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائی ہیں اور جس شخص کا دل  
 ان امور کو حقیقت نہیں گردانتا، اس کا دل ایمان کی بشارت سے محروم رہتا ہے۔ اس  
 کے بعد اللہ نے اپنے رسول کی صداقت پر قاطع دلیل قائم کی اور فرمایا، کہ وہ ہم پر بہتان  
 نہیں بندھتا۔ اور اگر وہ ایسا کرتا، یا افترا پر وازی کامرنگب ہوتا تو ہم اس کے پاؤں نہ  
 جمنے دیتے۔ اور اسے فوراً ہلاک کر دیتے۔ کیونکہ خدا کا علم، قدرت اور حکمت اس امر کی  
 متقاضی ہے، کہ ایسے بہتان تراش اور مغتری کو جس نے اس کے بندوں کو گمراہ کیا، اور  
 جس شخص نے بھی اس کی تکذیب کی، اس کا خون، حرم اور مال کو مباح گردانا۔ خدانے  
 حکم الحاکمین اور قادر مطلق کو کیسے زیب دیتا ہے، کہ وہ ایسے آدمی کو دم لینے دے، نیز یہ  
 کتنا غیر مناسب ہوگا۔ کہ وہ ایسے آدمی کی تائید کرے، امداد کرے، بلندی عطا کرے، اس  
 کو ترقی دے اور دشمنوں پر غلبہ عطا کرے۔ تاکہ وہ ان کا خون بہائے، ان کا مال، اولاد

شہر میں اور عورتوں کو مباح خیال کرے اور کتنا پھرے کہ خدا نے مجھے اس کا حکم دیا ہے اور ان اشیا کو مباح قرار دیا ہے۔ بلکہ یہ امر غیر موزوں ہے، کہ وہ ہر طریقے سے اس کی تصدیق کرے چنانچہ خود اپنے اقرار اور ان آیات و دلائل سے جن سے اس کی تصدیق لازم آتی ہے۔ ایسے شخص کی تصدیق کرے اس طرح ہر دلیل فی نفسہ اس کی تصدیق کرتی ہے۔ اس کے بعد وہ اس بارے میں حتیٰ دلیل پیش کرتا ہے، کہ یہ اس کے اپنے الفاظ اور اپنا کلام ہے چنانچہ اپنا اقرار، فعل اور قول بطور شہادت پیش کرتا ہے پس یہ امر قطعاً محال اور بالکل باطل ہوگا کہ وہ خدا نے حکم الحاکمین سے ان امور کے جواز کو منسوب کرے۔ الرسول اکرم سے مراد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

نیز ارشاد باری ہے: فَلَا أُقْسِمُ بِتَوَاقِعِ النُّجُومِ، وَإِنَّهُ لَقَسَمٌ لِّوَعْلَمُونَ عَظِيمٍ، إِنَّهُ لَقُرْآنٌ كَرِيمٌ فِي كِتَابٍ مَّكْنُونٍ، لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ بعض کہتے ہیں، کہ اس سے مراد لوح محفوظ ہے۔ بعض کہتے ہیں، اس سے مراد وہ کتاب ہے جو فرشتوں کے پاس ہے، بعض اس سے مصحف مراد لیتے ہیں۔ ابن الرفعتہ نے اس رائے کو ترجیح دی ہے۔

اس حصے میں اللہ تعالیٰ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت حصہ چہارم :- کی صداقت کی قسم کھاتا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے :- لَيْسَ - وَالْقُرْآنِ الْحَكِيمِ - إِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ عَلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ - ابن حنفیہ فرماتے ہیں یسین سے مراد محمد رسول اللہ ہیں۔ ابن عباس کی رائے ہے، چونکہ یہ قسم ہے، اس لیے یسین، خدا کا نام ہے جس کی اس نے قسم کھائی ہے اس کے بعد فرمایا، وَالْقُرْآنِ الْحَكِيمِ إِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ - یہ ان کفار کی تردید ہے، جو آپ کو پیغمبر نہیں سمجھتے، چنانچہ خدا نے اپنے نام اور قرآن کی قسم کھائی، کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم رسول خدا ہیں جو بندوں کی طرف اس کی وحی لے کر آئے ہیں اور وہ خود ایمان کے سیدھے راستے پر

ہیں جس میں ٹیڑھ پن نہیں، اور راستی سے منحرف نہیں۔ نقاش کی رائے ہے، کہ خدا نے اپنی کتاب میں سوائے رسول کریم کے کسی پیغمبر کی رسالت کی قسم نہیں کھائی۔

اس حصے میں خدا نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی، آپ کے حصّہ پنجم :- زندے اور شہر کی قسم کھائی ہے :- لَعْنَةُكَ، اِنَّهُمْ لَفِي سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُونَ۔ عَمْر اور عَمْر ایک ہی چیز ہے اور جب اس کی قسم کھائی جائے، تو عَمْر پڑھتے ہیں۔ اور يَعْمَهُونَ کے معنی تجیروں کے ہیں، یعنی وہ حیران ہوتے ہیں۔ مخاطب کے بارے میں دو قول ہیں۔ ایک قول یہ ہے، کہ یہ جملہ فرشتوں نے حضرت لوط علیہ السلام سے کہا تھا۔ دوسری رائے یہ ہے، کہ اس آیت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے خطاب کیا گیا ہے اور اللہ نے آپ کی زندگی کی قسم کھائی ہے، اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت بڑی عزت افزائی، احترام و اکرام منظور ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، کہ خدا نے تعالیٰ نے کوئی انسان بھی ایسا پیدا نہیں کیا، جو اسے محمد رسول اللہ سے زیادہ قابل احترام ہو۔ اور اس نے آپ کے بغیر کسی اور آدمی کی زندگی کی قسم نہیں کھائی۔ یہ ابن جریر کی روایت ہے۔ امام بغوی نے اسی خیال کو اپنے الفاظ میں بایں انداز بیان فرمایا ہے، کہ خدا نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے علاوہ کسی اور آدمی کی زندگی کی قسم نہیں کھائی، جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ اللہ کی مخلوق میں سب سے محترم اور معزز ہیں۔

ارشاد باری ہے :- لَا اُقْسِمُ بِهَذَا الْبَلَدِ وَاَنْتَ جَلَّ بِهَذَا الْبَلَدِ۔ خدا نے بلد امین یعنی مکہ کی جو تمام شہروں کی اسس ہے، قسم کھائی، اور اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا شہر کہہ کر اسے آپ کی اقامت سے مشروط کر دیا۔ اس سے مقصد اس شہر کی عزت کا اظہار ہے اور یہ ظاہر کرنا مقصود ہے، کہ مکان کے شرف کا انحصار مکین پر ہے یہ بیضاوی کی رائے ہے۔ پھر والد اور بیٹے کی قسم کھائی، جس سے مراد حضرت ابراہیم اور

حضرت اسماعیل اور ماولد سے مراد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ وَأَنْتَ حِلٌّ بِهَذَا  
لَبْنَدِ حِلِّ كَيْ لَفْظ سے مراد حلال ہے۔ اس لحاظ سے، خدا کا اس شہر کی قسم کھانا، جس میں  
اس کا رسول اور بندہ مقیم ہے، اس امر کی دلیل ہے، کہ وہ شہر بہترین مقام ہے اور اس  
میں بہترین انسان قیام پذیر ہے، چنانچہ خدا نے اپنے گھر کو لوگوں کے لیے ہدایت اور  
اپنے نبی کو ان کا امام اور ہادی بنایا۔ اور مخلوق پر خدا کا یہ بہت بڑا انعام اور احسان  
ہے اور خدا نے آپ کے شہر کی قسم کھا کر آپ کے شرف میں اضافہ فرمایا ہے۔

روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی خدمت میں  
عرض کیا، یا رسول اللہ! میرے مال باپ آپ پر خدا ہوں آپ کی فضیلت کا یہ حال ہے  
کہ خدا نے تمام انبیاء میں سے آپ کی زندگی کی قسم کھا کر اس کا اظہار فرمایا اور نیز آپ  
کے شہر کی قسم بھی کھائی۔ البلد سے مراد مکہ ہے اور بعض کا خیال ہے کہ مدینہ منورہ  
مراد ہے۔

ارشاد باری ہے: وَالْعَصْرِ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِ خُسْرٍ۔ امام رازی  
اور علامہ بیضاوی وغیرہ کی رائے ہے، کہ خدا نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی قسم  
کھائی ہے۔ امام رازی کہتے ہیں، کہ اس امر کی دلیل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وہ حدیث ہے  
جس میں آپ نے فرمایا، کہ تمہاری اور اگلی امتوں کی مثال ایسی ہے کہ ایک شخص نے کئی  
مزدور کام کے لیے بلائے، اور پوچھا، کہ تم میں سے کون ایک قیراط کے بدلے صبح سے ظہر  
تک کام کرے گا۔ یہود نے یہ کام سرانجام دیا، پھر پوچھا، ظہر سے عصر تک یہ کام اسی معاوضے  
پر کون کرے گا۔ یہ کام نصاریٰ نے کیا۔ پھر پوچھا، دو قیراط کے بدلے عصر سے مغرب تک  
کون کرے گا۔ یہ کام تم نے کیا، اس سے یہود اور نصاریٰ بچو گئے۔ کہنے لگے، ہم نے زیادہ  
کام کیا ہے مگر مزدوری بخوڑی ملی ہے۔ خدا نے کہا، کیا میں نے تمہاری مقررہ مزدوری میں  
کوئی کمی کی ہے، کہا نہیں۔ فرمایا، یہ میرا انعام ہے، جسے چاہوں وہے دوں۔ حضور نے

فرمایا۔ یہ تم ہو۔ کہ کام بھٹوڑا اور اجر زیادہ پایا۔ اس حدیث۔ یہ ثابت ہوتا ہے کہ حجر سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ ہے۔ اس بنا پر خدا نے اس آیت میں آپ کے زمانے کی اور اُنّتِ حلّٰہُ بِحُذِّ الْبَلَدِ سے آپ کے شہر کی اور لَعْرُک سے آپ کی زندگی کی قسم کھائی۔ یہ سب ظرف ہیں جس سے منظروف کی توفیر کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ قسم کی وجہ یہ ہے، کہ خدا کتنا چاہتا ہے کہ وہ لوگ کیسے بد بخت ہیں، جو آپ سے اعراض کرتے ہیں۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے، کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اشرف المخلوق ہیں۔

## فصل ششم

اس باب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نور اور چمکتے دیئے سے تشبیہ دی گئی ہے۔ ہمیں معلوم ہونا چاہیے، کہ خدا نے رسول کریم علیہ السلام کو نور سے تشبیہ دی ہے: **قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ** بعض لوگ کہتے ہیں، کہ نور سے مراد قرآن ہے۔ مزید براں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو روشن دیئے سے تشبیہ دی ہے: **يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَذَاعِيًا لِقَابِ اللَّهِ** سِرَاجًا مُبِينًا۔ مراد یہ ہے، کہ آپ وضاحت کرنے والے ہادی ہیں، اس دیئے کی طرح جس سے راستہ صاف نظر آنے لگے، جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وضاحت سورج کی روشنی سے زیادہ طاقتور، مکمل اور مفید ہے۔ جب صورت حال یہ ہے، تو ضروری ہے، کہ آپ کا نفس مقدس نورانیت میں سورج سے بڑھ کر ہو۔ پس جس طرح سورج مادی دنیا میں اپنے نور سے دوسروں کو فائدہ پہنچاتا ہے اور خود کسی سے استفادہ نور نہیں کرتا۔ اسی طرح تمام بشریت آپ کے انوارِ عقلیہ سے استفادہ کرتی ہے۔ اسی وجہ سے خدا نے سورج کو بھی چراغ کہا ہے: **وَجَعَلْنَا فِيهَا سِرَاجًا وَقَمَرًا مُبِينًا**۔

لہ ماخذ: ۱۵: ۱۵۱ احزاب: ۳۵، ۳۶: ۱۱ طہ: ۴۱

جس طرح خدا نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نور سے تشبیہ دی۔ اپنے آپ کو بھی اسی وصف سے یاد فرمایا ہے :- **اللَّهُ نُورٌ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ**۔ زمین و آسمان میں خدا کے بغیر اور کچھ نہیں، اور اللہ کا نور مقدس وجود، حیات، جمال اور جمال کی روح ہے جس نے عالم مادیت کو جگمگا دیا۔ پھر اس نے عالم روحانیت پر جس سے مراد فرشتے ہیں، روشنی ڈالی۔ چنانچہ وہ چراغوں کی طرح جگمگا اٹھے۔ جن سے دوسرے لوگ، اللہ کی مہربانی سے استفادہ کرتے ہیں۔ پھر ہی خدائی نور، انسانی نفوس کی طرف منتقل ہوا۔ جسے انسانی روحوں نے انسانی اجسام پر منعکس کر دیا۔ پس دنیا میں خدا کے نور کے بغیر اور کچھ نہیں، جو اس کی ذات سے اشیائے عالم تک، ان کی صلاحیت کے اندازے اور وسعت استعداد کے مطابق پہنچتا رہتا ہے۔ مثل نُورِہ میں نور سے مراد ہدایت ہے۔ مقال نے اس آیت کا مفہوم بہ انداز ذیل بیان کیا ہے :- کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں ایمان کی مثال اس فانوس کی سی ہے، جس میں ایک چراغ رکھا ہو۔ فانوس آپ کے والد حضرت عبد اللہ کی پشت سے مشابہہ ہے اور شیشے سے مراد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جسد مبارک ہے اور دیے سے مراد ایمان اور تہوت ہیں۔ جن سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دل منور ہے اور بعض لوگوں نے فانوس سے ابراہیم اور شیشے سے اسماعیل اور چراغ سے حضور اکرم مراد لی ہے۔ اور شجرہ سے مراد نبوت اور رسالت ہے۔

## فصل ہفتم

اس فصل میں ان آیات کا ذکر ہے، جن میں آپ کی اطاعت اور اتباع سنت کو ضروری قرار دیا گیا ہے :- **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ**۔ نیز **وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ**۔ نیز **قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ** **فَإِنْ قُولُوا فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُجِبُّ الْكَافِرِينَ**۔ قاضی عیاض لکھتے ہیں کہ خدا نے اپنی

لہ النور ۳۵۰ عہ عمران ۳۲۰ عہ عمران ۱۳۲۱ عہ عمران ۳۳۰

اطاعت کو رسول کی اطاعت اور اپنی اطاعت کو رسول اکرم کی اطاعت سے مقرون قرار دیا۔ اس پر زبردست ثواب کا وعدہ کیا اور مخالفت پر سخت عذاب سے ڈرایا۔ ارشاد ہوتا ہے: **مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ**۔ جس نے، پس رسول کی جو لوگوں تک احکام الہی کو پہنچاتا ہو۔ اطاعت کی، اس نے فی الحقیقت خدا کی اطاعت کی، اور ایسا صرف خدا کی توفیق ہی سے ہو سکتا ہے: **وَمَنْ تَوَلَّى فَعَاذْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِيفًا**۔ کیونکہ جس شخص کو خدا ہدایت سے اندھا کر دے اور سیدھے راستے سے بٹھا دے اسے دنیا کی کوئی مخلوق سیدھی راہ نہیں دکھا سکتی۔ اور یہ آیت اس امر کی قوی دلیل ہے، کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمام اوامر اور نواہی اور ان احکام میں جو خدا تعالیٰ سے ملتے ہیں میں معصوم ہیں، کیونکہ اگر آپ سے کوئی غلطی وقوع پذیر ہوتی۔ تو آپ کی اطاعت کو خدا کی اطاعت نہ کہا جاتا۔ چونکہ خدا نے آپ کے اتباع کا حکم دیا ہے، اس لیے ضروری ہے، کہ آپ کے تمام افعال کو معصوم عن الخطا قرار دیا جائے، حکم ہوتا ہے **وَأَطِئُوهُ**، اور متابعت کے معنی ہیں کسی دوسرے آدمی کے قول و فعل کی تقلید سوائے ان اعمال کے جو بوج کسی دلیل کے صرف اس کے لیے مخصوص ہوں پس ثابت ہوا، کہ آدمی کے اقوال و افعال کی اطاعت خدائی اطاعت شمار ہوگی۔ ارشاد ہوتا ہے، **وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ**۔ یہ آیت تمام ان لوگوں کے لیے، جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے تھے، یا بعد میں آئے، عام ہے، اس آیت کا شان نزول یہ ہے، کہ حضرت ثویبان رضی اللہ عنہ کو جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام تھے، آپ سے حد درجہ محبت تھی۔ اور جہانی کی تاب نہیں لاسکتے تھے، ایک دن وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے، چہرے کا رنگ اٹا ہوا، جسم کمزور اور ڈھیلا ڈھالا اور آنکھوں نمایاں تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پریشانی کی وجہ دریافت کی، تو کہنے لگے یا رسول اللہ!

مجھے اس کے سوا کوئی تکلیف نہیں، کہ جب میں آپ کو کسی وجہ سے دیکھ نہیں پاتا تو مجھے سخت تکلیف ہوتی ہے اور شدید وحشت طاری ہو جاتی ہے۔ تاآنکہ آپ سے ملاقات نہ ہو جائے اس پر مجھے آخرت کا خیال آگیا۔ جہاں میں آپ کو دیکھ نہیں سکتا، کیونکہ اگر میں بھی جنتوں میں شامل ہوں، آپ تو انبیاء علیہم السلام کے درمیان ہوں گے، اور اگر مجھے جنت میں داخل نہ ملا، پھر تو میں آپ کو کبھی بھی دیکھ نہیں سکوں گا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

ابن ابی حاتم نے مسروق سے روایت کی ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! ہم آپ سے علیحدگی کے خواہاں نہیں، لیکن اگر آپ کا وصال پہلے ہو گیا، تو آپ کو اتنا اوپر مقام ملے گا کہ ہم وہاں تک نہیں پہنچ سکیں گے، خدا نے یہ آیت نازل فرمائی حضرت عکرمہ راوی ہیں کہ ایک جوان حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں آیا عرض کیا، یا رسول اللہ! دنیا میں تو ہمیں آپ کی زیارت کا موقع مل جاتا ہے۔ لیکن آخرت میں تو ہم آپ کو نہیں دیکھ سکیں گے، کیونکہ آپ بلند ترین مقام پر ہوں گے۔ اس پر آیت نازل ہوئی، اور آپ نے فرمایا، تم جنت میں میرے ساتھ ہو گے۔ ان روایات کی صحت پر محققین کو کوئی اعتراض نہیں۔ ہاں اس صورت میں ایسا ممکن ہے کہ اس آیت کے نزول کی وجہ کوئی ایسی چیز ہو، جو اس سے عظیم تر ہو۔ اور وہ اطاعت اور عبادت الہی پر اکتانابھی ہو سکتا ہے، کیونکہ ہمیں معلوم ہے، کہ کسی خاص سبب کے لیے، عام لفظ کا استعمال غلط نہیں چنانچہ یہ آیت اپنے حکم کے لحاظ سے تمام مکلفین کے لیے عام ہے، چنانچہ جو آدمی خدا کی اطاعت کرتا ہے اور رسول کی اطاعت بھی کرتا ہے وہ بارگاہ ایزدی میں بلند درجات اور معزز مقام پانے میں کامیاب ہوتا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث صحیح طور پر مروی ہے، کہ آدمی جس سے انس کرتا ہے، اسی کی محبت میں ہو گا۔ اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ قول بھی منقول ہے، کہ مدینے میں نہی کر دیا ایسے ہے کہ آپ جس سفر کو بھی روانہ ہوں اور جس منزل پر بھی اتریں، آپ کا ساتھ دیں۔



کوئی عذر نہیں روک نہیں سکے گا۔ ارشاد باری ہے: **قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ**  
**فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ**۔ اس آیت کا نام آیۃ محبت ہے۔  
 بعض سلف سے مروی ہے، کہ کچھ لوگوں نے اللہ کی محبت کا دعویٰ کیا جس پر یہ آیت  
 اتنی جس میں محبت کی دلیل، اس کے ثمرے اور فائدے کا ذکر ہے۔ اس کی دلیل اور علامت  
 رسول کا اتباع ہے اور اس کا فائدہ اور ثمرہ یہ ہے، کہ اللہ تم سے محبت کرے گا۔ اور اگر تم  
 متابعت رسول نہیں کرتے تو تم خدا کی محبت سے محروم رہو گے۔ حالانکہ اس کی محبت تمہارے  
 لیے مفید ہے، اور خدا سے ان کی محبت اور ان سے خدا کی محبت، رسول کی متابعت کے  
 بغیر وقوع پذیر نہیں ہو سکتی۔ پس اس سے ثابت ہو کہ رسول کا اتباع ہی اللہ اور رسول  
 کی محبت ہے، اور عبودیت میں اس کا وقوع اس وقت تک ممکن نہیں، جب تک کہ اللہ  
 اور رسول اسے ماسوا سے عزیز تر نہ ہوں۔ اور اگر اسے کوئی چیز ان دو اشیاء سے عزیز تر  
 ہے، تو یہ شرک ہے، جو کسی طرح بھی قابل معافی نہیں، اور خدا ایسے آدمی کو ہدایت سے  
 نہیں نوازتا۔ ارشاد ہوتا ہے: **قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ**  
**وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ**  
**كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَرِجَالِهِ**  
**فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَاتَّبِعُوا حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ**۔ واللہ لایہدی القوم  
 الفاسقین جس شخص نے بھی ان مذکورہ اشیاء کی محبت کو اللہ اور رسول کی محبت پر  
 اور کسی غیر شخص کی بات کو اللہ اور رسول کے قول پر، یا کسی کی رضا کو اللہ اور رسول  
 کی رضا پر، یا کسی غیر اللہ کے خوف، اس سے امید اور توکل کو، اللہ کے خوف، اس  
 کی رحمت کی امید اور اس پر توکل پر، یا ان اشیاء سے تعلق اور لگاؤ کو اللہ اور رسول سے  
 تعلق اور لگاؤ پر ترجیح دی، وہ ان لوگوں میں شامل نہیں ہوگا، جو اللہ اور رسول سے  
 محبت کرتے ہیں۔ اگر وہ زبان سے ایسا کہتا ہے، تو یہ خالص جھوٹ ہے اور ایسی

بات کہہ رہا ہے جسے وہ دل سے تسلیم نہیں کرتا۔ یہ مدارج السالکین کے مندرجات کا خلاصہ ہے۔

ارشادِ باری ہے :- **فَأْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ الْبَشَرِ الْأُنثَىٰ الَّذِي يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَكَلِمَاتِهِ وَاتَّبَعُوهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ**۔ اس آیت میں ہدایت کی امید کو دو باتوں سے مربوط قرار دیا ہے، ایمان بالرسول اور اتباع الرسول۔ گویا یہ ان لوگوں کے لیے تنبیہ ہے، جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے تصدیق تو کرتے ہیں لیکن آپ کی شریعت کے اتباع کا التزام نہیں کرتے۔ وہ گمراہ ہیں۔ چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جو احکام لائے سوائے ان احکام کے جو آپ کی ذات سے مخصوص ہیں، ہم پر ان کا اتباع واجب ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :- **فَأْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالنُّورِ الَّذِي أَنْزَلْنَا**۔ نور سے مراد قرآن ہے، اس لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا ہر شخص پر واجب اور فرض ہے۔ چنانچہ آپ پر ایمان لائے بغیر اور کوئی چارہ نہیں، اور اس کے بغیر اسلام کی درستی نہیں ہو سکتی۔ ارشاد ہوتا ہے: **وَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ فَإِنَّا أَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ سَعِيرًا**۔ مزید ارشاد ہوتا ہے :- **فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِي مَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ**۔ مفہوم آیت اول یہ ہے، کہ جو شخص اللہ اور رسول پر ایمان نہیں لاتا، وہ کافروں میں سے ہے اور ہم نے کافروں کے لیے جہنم تیار کر رکھا ہے۔ دوسری آیت کا مطلب یہ ہے (اس آیت کی ابتدا میں) لاقسم کے معنوں میں تاکید مزید کے لیے لایا گیا ہے، اور لاؤمنون جواب قسم ہے، خداوند تعالیٰ اپنی ذات مقدس کی قسم کھا کر کہتا ہے، کہ کوئی شخص بھی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا۔ جب تک وہ اپنے تمام معاملات میں رسول کریم کو حکم نہیں بناتا۔ اور آپ کے فیصلوں پر رضامند نہیں ہوتا اور دل و جان سے

آپ کی اطاعت نہیں کرتا۔ خواہ وہ حکم خداوندی اس کی خواہش کے مطابق ہو یا مخالف ہو۔ حدیث میں آیا ہے، ”مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، کہ تم سے کوئی شخص بھی اس وقت تک مومن نہ ملے گا کہ اس کا مستحق نہیں ہو گا۔ جب تک اس کی خواہشات میری تعلیمات کے مطابق نہیں ہوں گی۔ اس کا مطلب یہ ہے، کہ جو شخص رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر رضا مند نہیں ہوتا، مومن نہیں ہو سکتا۔ نیز آپ کے احکام پر دلی پسندیدگی ضروری ہے اور وہ اس طرح کہ اس کے دل میں یہ پختہ یقین ہو کہ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے احکام برحق اور درست ہیں، اس لیے ظاہر اور باطن میں ان کا اتباع ضروری ہے۔“

## فصل ہشتم

اس فصل میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب و احترام کے چند قواعد کا ذکر ہے ارشاد باری ہے: ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْصُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ“ امام مجاہد لکھتے ہیں، کہ تم رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم سے از خود کوئی بات نہ پوچھو، کہ جب تک کہ خدا، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت خود بخود بیان نہ کر دے۔ آپ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ادب و احترام پر غور کریں، کہ نماز میں وہ آگے کھڑے تھے، اور کیسے وہ ہٹ کر پیچھے آگے، کہنے لگے، کہ ابن ابوقحافہ کو یہ بات کیونکر زیب دیتی تھی، کہ وہ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے آگے کھڑا ہو۔ نتیجتاً خدا نے کس طرح آپ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقام کا وارث اور آپ کا جانشین مقرر فرمایا۔ صحابہ نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر کسی بات میں کوئی رائے نہ دو۔ بعض لوگ کہتے ہیں، آیت کا مطلب یہ ہے، کہ تم کسی چیز کے کرنے

یا نہ کرنے کا حکم نہ دو، جب تک آپ ایسا نہ کریں پس یہ بات آداب نبوت میں شمار ہوگی، کہ کوئی شخص بھی آپ سے پہلے امر و نہی اور اذن و تصرف کا کوئی اقدام نہ کرے جب تک خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس سلسلے میں اللہ کے حکم کے مطابق کوئی اقدام نہ فرمائیں۔ اور تاقیامت یہ آیت غیر منسوخ ہے۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کی سنت کے خلاف عمل ایسا ہی ہے جیسا کہ آپ کی زندگی میں ہوتا۔ اور عقل سلیم کی نگاہوں میں دونوں حالتوں میں کوئی فرق نہیں۔

آداب نبوت میں یہ امر بھی شامل ہے، کہ مخاطب کی آواز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے بلند تر نہ ہو۔ ارشاد باری ہے: - يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَابَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ ؕ

امام رازی کی رائے میں کسی آدمی کو زیب نہیں دیتا، کہ وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس طرح گفتگو کرے جس طرح غلام آقا کے سامنے کرتا ہے۔ بلکہ چاہیے کہ اس کی آواز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے اس آواز سے بھی پست تر ہو، جو وہ آقا کے سامنے نکالتا ہے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اونچی آواز نکالنے سے اعمال کے ضیاع کا خطرہ ہو۔ تو آپ کی سنت کے خلاف اپنی رائے اور فکر کے نتیجے کو اہمیت دینے کا نتیجہ کیا ہوگا۔ مروی ہے، کہ جب یہ آیت نازل ہوئی، تو حضرت ابو بکر صدیق نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا، یا رسول اللہ! اب مجھے آپ سے گفتگو کرتے وقت، کانا بھوسی کا انداز اختیار کرنا پڑے گا۔ اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی آپ سے گفتگو کرتے وقت یہی انداز اختیار کرتے، اور نزول آیت کے بعد حضور پیشکل اللہ کی بات سن پاتے۔ چنانچہ آپ کو پھر سے دریافت کرنا پڑتا۔ مروی ہے کہ ابو جعفر منصور نے امام مالک سے مسجد نبوی میں کسی بات پر مناظرہ کیا۔ تو امام نے کہا، اسے امیر المؤمنین! اس مسجد میں اونچی آواز نہ نکالیے۔ کیونکہ خدا نے حکم دیا ہے، کہ

پونمبر کے حضور اونچی آواز نہ لگالو۔ لَا تَرْفَعُوا أَصْوَابَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ۔  
 چنانچہ ان لوگوں کی تعریف فرمائی، جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے آہستہ بولتے  
 ہیں :- إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَابَهُمْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ - اور کچھ لوگوں  
 کی مذمت کی :- إِنَّ الَّذِينَ يُنَادُونَكَ مِنَ وَدَائِ الْحُجُرَاتِ - اور جس طرح  
 یہ امر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں حرام تھا، وفات کے بعد بھی حرام ہے اس  
 پر ابو جعفر نے آواز دہی کر لی۔

آداب نبوت میں یہ امر بھی شامل ہے، کہ ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح  
 نہ بلائیں جس طرح ہم ایک دوسرے کو بلاتے ہیں :- لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ الرَّسُولِ  
 بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا۔ اس حکم کے بارے میں مفسرین کے دو قول ہیں :-  
 (۱) کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لے کر آپ کو مخاطب نہ کیا جائے۔ بلکہ تعظیم اور توقیر  
 سے آپ کو یا رسول اللہ، یا نبی اللہ کہہ کر مخاطب کیا جائے۔ (۲) کہ حضور اکرم صلی اللہ  
 علیہ وسلم کی طلب کو تم ایسا نہ سمجھو، جیسا کہ تم آپس میں ایک دوسرے کو طلب کرتے ہو۔  
 چاہا تو جواب دیا اور نہ چاہا تو نہ دیا۔ بلکہ یہاں صورت یہ ہے، کہ اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
 طلب فرمائیں گے یا بلائیں گے، تو تعمیل کے بغیر چارہ نہیں، کیونکہ آپ کی طلب کی تعمیل  
 واجب ہے اور بغیر اجازت واپس لوٹ جانا حرام ہے۔

اسی طرح آداب نبوت میں یہ امر بھی شامل ہے، کہ جب مسلمان حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام  
 کے ساتھ کسی اجتماع میں از قسم خطبہ، جہاد یا کیمپ شریک ہوں تو کوئی شخص بھی بغیہ  
 اجانت اپنے کسی کام کو نہیں جاسکتا :- اِنَّهَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ  
 وَرَسُولِهِ وَإِذَا كَانُوا مَعَهُ عَلَىٰ أَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوا  
 حَتَّىٰ يَسْتَأْذِنُوهُ۔

نیز آداب نبوت میں یہ امر بھی شامل ہے۔ کہ اقوال نبوت کو دوسرے لوگوں کی

آرا سے مشابہ نہ قرار دیا جائے۔ بلکہ برعکس اذیوں لوگوں کی آرا کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال سے مطابقت دی جائے اور آپ کے قطعی حکم کو قیاس اور ظن و تخمین کے مقابلے میں نہ لایا جائے۔ بلکہ قیاس کو باطل قرار دے کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قطعی حکم کی تعمیل کی جائے۔ اور آپ کے کلام میں حقیقت سے تحریف نہ کی جائے کسی ایسے خیال کے پیش نظر جسے مخالفین معقول تصور کرتے ہیں۔ بلاشبہ ایسا خیال لغو اور مجہول ہوگا اور حقیقت سے بہت دور۔ نیز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو پیغام لے کر آئے ہیں، اسے کسی کی موافقت کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں۔ یہ تمام امور سوائے ادب میں شامل ہیں اور یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بہت بڑی گستاخی ہے اور احترام نبوت کی بہترین صورت یہ ہے، کہ آدمی کمال تسلیم کو اپنالے اور آپ کے احکام کی دل و جان سے متابعت کرے اور آپ کی ہر بات کو تسلیم کرے اور اس کی تصدیق کرے۔ اور اسے کوئی خیال باطل اس بات پر آمادہ نہ کر سکے، کہ وہ دوسرے لوگوں کی آرا کو آپ کی رائے پر ترجیح دے۔ پس وہ شخص سوائے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی اور کا حکم نہ مانے، کسی کے آگے سر تسلیم خم نہ کرے، اور نہ کسی اور کی متابعت کرے۔ اور وہ اس باب میں ایسا ہی موجد ہو، جیسا کہ خدا کی عبادت میں موجد ہے۔ یہ دو ایسی توحیدیں ہیں، جن کے بغیر نجات نہیں ہو سکتی۔ اور قرآن میں ایسی آیات کی کوئی کمی نہیں، جن میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم کا ہر شہود مذکور ہے۔

# فصل نہم

اس فصل میں ان آیات کا ذکر ہے جن میں اللہ تعالیٰ نے بذلت خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معاندین کے خلاف، آپ کا دفاع فرمایا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

ن وَاللّٰہِ مَا یَسْطُرُوْنَ مَا اَنْتَ بِنِعْمَةٍ رَّبِّکَ یَمْجُوْنُوب۔

جب کفار نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ تمنا شروع کیا، یا ائہا الذی نزل علیہ الذکر انک لم تجنون۔ تو خدا نے آپ کی طرف سے دشمن کے جواب میں بلاواسطہ ارشاد فرمایا: مَا اَنْتَ بِنِعْمَةٍ رَّبِّکَ یَمْجُوْنُوب۔ اور جب کا قاعدہ بھی یہی ہے، کہ جب وہ اپنے دوست کے خلاف کسی شخص کو بدگوئی کرتے سنتے ہیں، تو اس کے جواب کی ذمہ داری اپنے سر لیتے ہیں اس موقع پر خدا نے بعوض امداد خود بخود جواب کی ذمہ داری لی، کیونکہ خدائی امداد سے بہتر کوئی امداد نہیں اور اس کے آپ کا مرتبہ اور بلند ہوتا ہے پس خدا نے اپنے رسول کو کفار کے الزامات سے مبرا قرار دینے کے لیے قلم کی قسم کھائی جو اللہ کی حکیم علامات سے ہے۔ اور اس طرح ان کے انفرادی تکذیب فرمادی۔ اس طرح آپ کے ان مخالفین کو، جو آپ کی تکذیب کہتے ہیں، دنیا ہی میں معلوم ہو جائے گا، کہ فریب خوردہ کون ہے، رسول اکرم یا وہ خود۔ اور عالم برزخ میں ان کے علم میں ادا احواف ہو گا۔ اور آخرت میں تو مکمل طور پر اس کی ایسی وضاحت ہو جائے گی، کہ تمام مخلوق اس بارے میں پورے طور پر باخبر ہو جائے گی۔ ارشاد باری ہے: مَا صَاحِبِکُمْ یَمْجُوْنُوب۔

جب عاصی بن ذوالسبی لے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد حرام سے دھب

وہ خود مسجد میں داخل ہو رہا تھا، نکلے دیکھا، تو دونوں کا باہم ہنسہم کے دروازے کے پاس آنا سامنا ہو گیا، اور کچھ بات چیت بھی ہوئی، اس اثنا میں سردارانِ قریش کی ایک جماعت مسجد میں بیٹھی ہوئی تھی۔ جب عاصی مسجد میں داخل ہوا، تو سردارانِ قریش نے دریافت کیا، جس سے تم باتیں کر رہے تھے، وہ کون تھا۔ اس نے کہا۔ اَبْرَزُ یہ وہ زلفیہ تھا جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صاحبزادے جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھے، فوت ہوئے تھے، چنانچہ خدا نے اس منہ بچھٹ کے جواب میں فرمایا:-  
**اِنَّ مَثَانِكَ هُوَ الْاَبْرَزُ**

اسی طرح جب دشمنوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں کتنا شروع کیا:-  
**اَفْتَوَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا**۔ تو جواب میں خدا نے کہا:- **بَلِ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ فِي الْعَذَابِ وَالضَّلَالِ الْبَعِيدِ**۔ نیز جب کفار نے آپ سے مخاطب ہو کر کہا:- **لَنْتَ مُرْسَلًا**۔ تو خدا نے کہا:- **بَلِيسِينَ**، **وَالْقُرْآنَ الْحَكِيمَ**۔ **اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ**۔ پھر جب مخالفین نے کہا:- **اِنَّا لَنَارِكُوْا آلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُونٍ**۔ خدا نے تردید کرتے ہوئے فرمایا:- **بَلْ جَاءُ بِالْحَقِّ وَهُوَ فِي الْمُرْسَلِينَ**۔ اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معاندین کو عذاب کی بشارت دی:- **اِنَّكُمْ لَفِي سَعْوَةِ الْعَذَابِ الْاَلِيمِ**۔ پھر جب کفار نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کہا:- **اَمْ يَقُولُونَ شَاعِرٌ نَّتَوَّبُ لِحُجَّتِمْ**۔ تو خدا نے ان کی تردید میں فرمایا:- **وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ**۔ **اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَقُرْآنٌ مُّبِينٌ**۔ جب خدا نے کفار کا یہ قول الزام بیان فرمایا:- **اِنَّ هَذَا اِلَّا افْكٌ بَاخْتِرَاكَ وَاعَانَهُ عَلَيْهِ قَوْمٌ آخُرُونَ**۔ تو ان کی تردید بھی کر دی:- **فَقَدْ جَاءُ ظُلْمًا وَزُورًا**۔ اور جب انہوں نے قرآن کو انسانا طیبوا الذولین کہا، تو خدا نے جواباً کہا:- **قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِي يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ**۔ اور جب کفار نے قرآن کے بارے

۱۰ کور ۳۱: ۱۰، ۱۱: ۱۰، ۱۲: ۱۰، ۱۳: ۱۰، ۱۴: ۱۰، ۱۵: ۱۰، ۱۶: ۱۰، ۱۷: ۱۰، ۱۸: ۱۰، ۱۹: ۱۰، ۲۰: ۱۰، ۲۱: ۱۰، ۲۲: ۱۰، ۲۳: ۱۰، ۲۴: ۱۰، ۲۵: ۱۰، ۲۶: ۱۰، ۲۷: ۱۰، ۲۸: ۱۰، ۲۹: ۱۰، ۳۰: ۱۰، ۳۱: ۱۰، ۳۲: ۱۰، ۳۳: ۱۰، ۳۴: ۱۰، ۳۵: ۱۰، ۳۶: ۱۰، ۳۷: ۱۰، ۳۸: ۱۰، ۳۹: ۱۰، ۴۰: ۱۰، ۴۱: ۱۰، ۴۲: ۱۰، ۴۳: ۱۰، ۴۴: ۱۰، ۴۵: ۱۰، ۴۶: ۱۰، ۴۷: ۱۰، ۴۸: ۱۰، ۴۹: ۱۰، ۵۰: ۱۰، ۵۱: ۱۰، ۵۲: ۱۰، ۵۳: ۱۰، ۵۴: ۱۰، ۵۵: ۱۰، ۵۶: ۱۰، ۵۷: ۱۰، ۵۸: ۱۰، ۵۹: ۱۰، ۶۰: ۱۰، ۶۱: ۱۰، ۶۲: ۱۰، ۶۳: ۱۰، ۶۴: ۱۰، ۶۵: ۱۰، ۶۶: ۱۰، ۶۷: ۱۰، ۶۸: ۱۰، ۶۹: ۱۰، ۷۰: ۱۰، ۷۱: ۱۰، ۷۲: ۱۰، ۷۳: ۱۰، ۷۴: ۱۰، ۷۵: ۱۰، ۷۶: ۱۰، ۷۷: ۱۰، ۷۸: ۱۰، ۷۹: ۱۰، ۸۰: ۱۰، ۸۱: ۱۰، ۸۲: ۱۰، ۸۳: ۱۰، ۸۴: ۱۰، ۸۵: ۱۰، ۸۶: ۱۰، ۸۷: ۱۰، ۸۸: ۱۰، ۸۹: ۱۰، ۹۰: ۱۰، ۹۱: ۱۰، ۹۲: ۱۰، ۹۳: ۱۰، ۹۴: ۱۰، ۹۵: ۱۰، ۹۶: ۱۰، ۹۷: ۱۰، ۹۸: ۱۰، ۹۹: ۱۰، ۱۰۰: ۱۰



میں کہا کہ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم، کو شیطانِ القاسم (نعوذ باللہ) تو خدا نے فرمایا :-  
 مَا تَنْزَلَتْ بِهِ الشَّيَاطِينُ جِبِّ حَضْرًا كَرِيمًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيًّا مَخَالِفُونَ كَوَازِرَ  
 ہوتے لوگوں کے حالات سنائے، تو نضر بن حارث کہنے لگا :- لَوْ نَشَاءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هَذَا  
 إِنَّ هَذَا إِلَّا أَشَاطِينُ الْأَوْلِيَيْنِ - خدا نے ان کی تکذیب کی: قُلْ إِنَّ جَمْعَتِ  
 الْإِنْسِ وَالْجِنِّ عَلَىٰ أَنْ يَأْتُوا بِمِثْلِ هَذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ  
 وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا - جب ولید بن مغیرہ نے کہا :- إِنَّ هَذَا  
 إِلَّا سِحْرٌ يُوَثَّرُ، إِنَّ هَذَا إِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ - تو خدا نے جواب میں فرمایا :-  
 كَذَابِكَ مَا أَتَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا قَالُوا سَاجِدٌ أَوْ  
 مَجْنُونٌ - اس سے مراد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینا تھا۔ اسی طرح جب  
 کفار نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم، کو اس کے رب نے پھوڑ دیا ہے، تو خدا نے اس  
 کی تردید بایں الفاظ کی: مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلَىٰ - اور جب کفار نے کہا :-  
 مَا لِهَذَا الرَّسُولِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمشِي فِي الْأَسْوَاقِ - تو خدا نے فرمایا :-  
 وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا أَنْتَهُمْ لِيَأْكُلُوا الطَّعَامَ وَيَمْشُوا  
 فِي الْأَسْوَاقِ - جب دشمنانِ خدا یہود نے آپ سے کثرت نکاح اور تعدد ازواج  
 پر اعتراض کیا اور کہنے لگے کہ اس سارے ہنگامے سے آپ کا مقصد بس یہی کچھ ہے  
 أَنْ يَخْشِدُونَ النَّاسَ عَلَىٰ مَا آتَاهُمْ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ فَقَدْ آتَيْنَا آلَ  
 إِبْرَاهِيمَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَآتَيْنَاهُمْ مُلْكًا عَظِيمًا - اور جب کفار  
 نے اس امر پر اظہارِ تعجب کیا، کہ خدا نے ایک انسان کو کیسے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے،  
 چنانچہ قرآن نے اس اعتراض کو بایں الفاظ بیان کیا ہے :- وَمَا مَنَعَ النَّاسَ  
 أَنْ يُؤْمِنُوا إِذْ جَاءَهُمُ الْهُدَىٰ إِلَّا أَنْ قَالُوا أَبَعَثَ اللَّهُ بَشَرًا  
 رَسُولًا - ان لوگوں کو اتنی بات بھی معلوم نہ تھی، کہ ہم جنس سے اس ہوتا ہے اور

۱۔ شعراء: ۲۱۰۔ ۲۔ النفال: ۳۱۔ ۳۔ تہذیب التریاق: ۸۸۔ ۴۔ تہذیب التریاق: ۲۵۱، ۲۵۲۔ ۵۔ ذاریات: ۵۲۔ ۶۔ ص: ۳۱۔  
 ۷۔ تہذیب التریاق: ۸۸۔ ۸۔ تہذیب التریاق: ۹۲۔

غیر جنس سے نفرت ہوتی ہے۔ ارشاد باری ہے :- قُلْ لَوْ كَانِ فِي الْأَرْضِ  
 مَلَائِكَةٌ يَمَشُونَ مُطْمَئِنِّينَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِم مَّلَكًا رَسُولًا۔ اگر دنیا میں  
 فرشتے بستے ہوتے، تو لازماً ان کا رسول بھی فرشتہ ہی ہوتا لیکن جب ساکنان زمین  
 انسان ہیں تو ضرور ہے کہ ان کا رسول بھی انسان ہو۔ اور تمام انبیا اپنے دفاع میں ہمیشہ  
 خود لگے رہے ہیں اور خود ہی دشمنوں کی تردید کرتے رہے ہیں۔ نوح علیہ السلام نے  
 اپنی قوم سے مخاطب ہو کر فرمایا :- يَا قَوْمِ لَيْسَ بِي ضَلَالَةٌ۔ اسی طرح ہود علیہ السلام  
 نے کہا :- يَا قَوْمِ لَيْسَ بِي سَفَاهَةٌ۔ (سوائے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
 کے جن کا دفاع، خود بنات باری نے فرمایا)۔

## فصل دہم

اس فصل میں ان غیر واضح قرآنی آیات کی، جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے  
 بارے میں وارد ہوئی ہیں وضاحت کر کے شبہات کا ازالہ کیا گیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:  
 وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ۔ تمام علمائے امت اس پر متفق ہیں، کہ حضور بھی برگز  
 ایک لمحے کے لیے بھی گمراہ نہیں ہوئے۔ قاضی عیاض لکھتے ہیں، کہ تمام انبیا قبل از نبوت  
 بھی اللہ کی ذات و صفات کے بارے میں محسوم عن الخطا ہیں اور وہ اس باب میں  
 کسی طرح کی تشکیک کا شکار نہیں ہوتے۔ اور تمام اخبار و آثار، دربارہ انبیا اس پر متفق  
 ہیں، کہ انبیا علیہم السلام از ابتدائے ولادت اس نقص سے پاک ہیں اور ان کی نشوونما  
 توحید اور ایمان، بلکہ نور معرفت کی روشنی اور الطاف سعادت کے تھوڑی بچوں میں ہوتی ہے  
 اور اہل علم سے کوئی ایسی روایت مروی نہیں، کہ کبھی بھی کسی ایسے شخص کو نبوت کے لیے  
 منتخب کیا گیا ہو، جو پیشتر ازیں کفر اور شرک میں شہرت پا چکا ہو۔ اور تمام علماء اس پر متفق  
 نہ بنی اسرائیل: ۹۵ علیہ اعراف: ۹۱ علیہ اعراف: ۹۱ علیہ اعراف: ۹۱

یہ بہر حال اس آیت کی تفسیر میں اختلاف ہے، عبداللہ بن عباس اور علما کی ایک جماعت کا خیال ہے، کہ آپ علامات نبوت سے نا آشنا تھے، چنانچہ ارشاد باری ہے: مَا كُنْتُ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْاٰيْمَانُ يَعْنِي نَزُولِ وحي سے پہلے آپ کو قطعاً معلوم نہیں تھا، کہ آپ کیسے قرآن پڑھیں اور لوگوں کو ایمان کی طرف بلائیں۔ یہ رائے علامہ سمرقندی کی ہے، قاضی بکر کا خیال ہے، کہ آپ فرائض اور احکام شریعت سے جو اصل ایمان ہے، ناواقف تھے حضور اکرم، قبل از نبوت توحید باری پر تو ایمان رکھتے تھے، پھر فرائض اور احکام کا نزول ہوا جن سے حضور پیشتر ازیں ناواقف تھے۔ چنانچہ ان پر ایمان لانا ضروری ہوا۔ امام رازی نے اس آیت کی تفسیر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک واقعہ نقل کیا ہے، ان کے نزدیک گویا، یہ واقعہ اس آیت کی تفسیر ہے: ضَلَلْتُ عَنْ حَبْدِي عَبْدَ الْمُطَلَّبِ وَأَنَا صَبِيٌّ حَتَّى كَادَ الْجُوعُ يَقْتُلَنِي فَهَذَا بِنِي اللَّهِ - حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ دو دفعہ کے سوا، میں نے اہل جاہلیت کے کاموں میں کبھی دل چسپی لینے کا ارادہ نہیں کیا مگر ہر دفعہ خدا میرے اور میرے ارادے کے درمیان حائل ہو گیا، چنانچہ بعد ازاں تابعت مجھے کسی ایسی چیز کا خیال بھی نہ آیا۔ ایک رات میں نے قبریش کے ایک لڑکے کو جو مجھے کے بالائی حصے میں بکریاں چرانے تھا، کہا، کہ تم رات کو میری بھوکوں کی رکھوالی کرنا، میں آج مکے میں باگ رنگ کی محفل میں شرکت کرنا چاہتا ہوں۔ میں روادار ہو کر مکے کے قریب پہنچا تو مجھے گانے بجانے کی آواز سنائی دی، میں بھی ان میں شامل ہو گیا، اتنے میں خدا نے میرے کان بند کر دیئے اور میں سو گیا۔ دوسرے دن اس وقت جاگا، جب دھوپ نکل آئی۔ دوسری شام کو پھر میں نے ویسا ہی کیا۔ چنانچہ پھر خدا نے میرے کان بند کر دیئے۔ اور اس وقت جاگا، جب دھوپ نکل آئی۔ معنی اس کے بعد میں نے کبھی بھی کسی ایسے فعل کا ارادہ نہیں کیا، تا آنکہ اللہ نے مجھے خلعت نبوت سے سرفراز فرمایا۔

قرآن پاک کی مندرجہ ذیل آیت :- **وَوَضَعْنَا عَنكَ وِزْرَكَ الَّذِي أَنقَضَ**

**ظَهْرَكَ**۔ کی تفسیر میں مفسرین کا اختلاف ہے، کہا گیا ہے، کہ اس سے مراد نبوت کا وہ

بوجھ ہے، جو آدمی کی کمر کو سیدھا نہیں ہونے دیتا اور جس کے احکام کی پابندی سخت

مشکل ہے، چنانچہ خدا نے یہ مشکل آسان کر دی۔ اور اس بوجھ کو ہلکا کر دیا۔ بعض کی رائے ہے،

کہ وِزْر سے مراد وہ ناگوار تبدیلی ہے، جو کفارِ مکہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت

میں رائج کر دی تھی، اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں روک نہیں سکتے تھے۔ تا آنکہ خدا نے

آپ کو تقویت دی اور فرمایا، آپ اپنے جدا چچ حضرت ابراہیم کی پیروی کریں۔

ایک دوسری آیت میں مذکور ہے :- **لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنْبِكَ**

**وَمَا تَأَخَّرَ**۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، کہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ اگر

آپ سے کوئی گناہ سرزد ہوتا بھی، جب بھی آپ سے کوئی مواخذہ نہ کیا جاتا۔ ایک قول یہ

ہے، کہ اس سے مراد امت کے گناہ ہیں، ایک رائے یہ ہے، کہ خطا (ذنب) سے مراد،

ترکِ اولیٰ ہے، جیسا کہ مشہور ہے: **حَسَنَاتُ الذُّبُرِ اِدْمِثَاتُ الْعَمَلِ بَيْنَ اِيَادِي لَيْكِنَ**

ہیں، کہ آیت کے سیاق و سباق پر غور کرنے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں، کہ اس کی

صرف ایک ہی توجیہ ممکن ہے۔ کہ اس سے مراد حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم اور توقیر

سے، حالانکہ آپ سے کوئی قصور سرزد نہیں ہوا۔ یہی تفسیر ان سے پہلے ابن عطیہ نے کی۔ وہ

کہتے ہیں، اس سے مراد آپ کا احترام ہے، حالانکہ آپ کسی فردِ گزشتہ کے مرتکب نہیں

ہوئے۔ اور اس امر کا تصور بھی ممکن نہیں، کیونکہ آپ کے حالات کے دو حصے ہیں: اقوال

اور اعمال۔ اول الذکر کے بارے میں ارشادِ باری ہے :- **وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ**

**اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ**۔ اسے اعمال، سوال کے بارے میں تمام صحابہ کا اس

بات پر اجماع ہے، کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کیا جائے۔ اور آپ کے تمام

چھوٹے بڑے اعمال میں اقتدا کی جائے۔ اور وہ اس باب میں نہ توقف کرتے تھے۔

اور نہ بحث۔ یہاں تک کہ ان اعمال کے بارے میں بھی، جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے خلوت اور تنہائی میں سرزد ہوتے۔ جاننے کے خواہش مند ہوتے۔ اور ان پر عمل پیرا ہونے خواہ آپ کو اس کا علم ہوتا یا نہ ہوتا۔ اور جو شخص بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحابہ کے لگاؤ اور تعلق پر غور کرے گا، اسے شرم آئے گی، کہ وہ اپنے دل میں اس کے خلاف عمل پیرا ہونے کا تصور بھی لاسکے۔

ارشاد ہوتا ہے: **يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللَّهَ وَلَا تُطِعِ الْكَافِرِينَ**۔

اس میں خدا نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تقویٰ کا حکم دیا ہے جس سے خدا کا حاضر ناظر ہونا ثابت ہوتا ہے۔ بعض کے خیال میں اس سے مراد دوام علی التقویٰ ہے بعض کہتے ہیں کہ خطاب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہے، لیکن مراد امت سے دلیل یہ ٹکراتی ہے، جو اس آیت کے آخر میں آتا ہے: **إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا**۔ وہاں **بِمَا تَعْمَلُونَ** نہیں کہا۔

**فَلَا تُطِعِ الْمُكذِبِينَ**۔ جب خدا نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کفار کا عندیہ بیان کر دیا، اور نیز اس الزام کا جو وہ آپ پر لگاتے تھے، مع اس نعمت کے جو دربارہ دین اور خلق عظیم آپ کو عطا کی تھی، ذکر کر دیا، تو اس کے بعد خدا نے اس چیز کا ذکر کرنا مناسب بنا جس سے آپ کا دل مضبوط ہو، چنانچہ آپ کو اپنی قوم سے تعلق کو مضبوط کرنے کا حکم دیا، تاکہ مسلمانوں کی تعداد کی کمی اور کفار کی کثرت کے باوجود آپ کا حوصلہ بلند رہے (یہ ان سورتوں میں سے ہے، جو ابتدائے اسلام میں نازل ہوئیں) خدا نے حکم دیا: **فَلَا تُطِعِ الْمُكذِبِينَ**۔ ان سے مراد سرداران قریش مکہ ہیں، کیونکہ وہ آپ کو اپنے دین کی طرف بلاتے تھے، چنانچہ خدا نے آپ کو منع کر دیا۔ اس سے خدا کا مقصد آپ کو ان کے خلاف شدت سے اکسانا تھا۔

**فَإِنْ كُنْتَ فِي شَكٍّ مِمَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ فَاسْئَلِ الَّذِينَ يُقْرَأُونَ**

سہ احزاب: ۱۱، سہ نساء: ۹۴، سہ مائدہ: ۸، سہ یونس: ۹۴

الْكِتَابِ مِنْ قَبْلِكَ: بعض لوگوں کا خیال ہے، کہ اس آیت کے مخاطب آپ کے علاوہ اور لوگ ہیں، بعض کہتے ہیں، کہ ظاہر میں تو خطاب آپ سے ہے، لیکن اس سے مراد اور لوگ ہیں۔

وَالَّذِينَ اتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَعْلَمُونَ أَنَّهُ مُنَزَّلٌ مِنْ رَبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِينَ۔ یعنی آپ سے اس امر میں، کہ وہ آپ کے بارے میں جانتے ہیں، کوئی شبہ نہیں ہونا چاہیے۔

ارشاد باری ہے:۔ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدَىٰ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْجَاهِلِينَ۔ اس میں خدائے تعالیٰ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی قوم کی روگردانی پر صبر کا حکم دیا ہے، کہ خواہ مخواہ آپ ان باتوں سے تنگ دل نہ ہوں اور ناواقف لوگوں کی طرح شدت حسرت سے پریشان نہ ہوں۔ ایک روایت کی رو سے، اس آیت کے مخاطب تمام افراد امت ہیں، اور قرآن میں ایسی مثالوں کی کمی نہیں۔ مثلاً:۔  
 إِنَّ تَطِيعَ أَكْثَرِ مَنْ فِي الْأَرْضِ وَإِنْ تُطِيعُوا الَّذِينَ كَفَرُوا وَإِنْ يَشَاءَ اللَّهُ يَخْتِمْ عَلَىٰ قَلْبِكَ اور وَلَمِنْ أَشْرَكَتَ لِيَخْطُبَنَّ عَمَلُكَ۔ ان سب باتوں سے مراد رسول کریم علیہ السلام کی فات نہیں ہے۔

ارشاد باری ہے:۔ وَإِنْ كُنْتُمْ مِنْ قَبْلِهِ لَمِنَ الْغَافِلِينَ۔ یہاں غفلت کے وہ معنی مراد نہیں، جو اس آیت میں پائے جاتے ہیں۔ وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ آيَاتِنَا غَافِلُونَ۔ بلکہ مراد یہ ہے، کہ آپ یوسف علیہ السلام کے قصے سے ناواقف تھے جس کا آپ کو تصور بھی نہ تھا، اور نہ ہی اس کی بھنک ہی آپ کے کانوں میں بڑی تھی چنانچہ آپ کو بذریعہ وحی اس کا علم ہوا۔

ارشاد ہوتا ہے:۔ وَإِنَّمَا يُوَسْوِسُ مِنَ الشَّيْطَانِ نَفْسٌ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ۔ نزع کے معنی معمولی پھیڑ پھاڑ کے ہیں پس اگر شیطان آپ سے پھیڑ پھاڑ کر کے مشرکین

۱۵۰ انعام ۳۸ انعام ۱۱۰ اللہ علم ان ۱۳۹۱ ۲۳ ۶۵  
 ۶۵ یوسف ۳۰ شوری ۱۰۰ ۲۱۰

کے عدم التفات کی وجہ سے آپ کو غصہ و لاد سے (تو اللہ سے پناہ مانگیے)۔  
 ارشاد ہوتا ہے :- **وَمَا أَرْسَلْنَاكَ مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ وَلَا نَبِيٍّ إِلَّا إِذَا تَمَعْتِيَ الْفَى الشَّيْطَانِ فِي أُمْنِيَّتِهِ**۔ اس آیت کی تفسیر میں اکثر مفسرین کی رائے یہ ہے، کہ تمنی سے مراد اس مقام پر تلاوت ہے۔ اور شیطانِ العا سے مراد، وہ خیالات ہیں، جو اس دوران میں انسان کے دل میں پیدا ہوتے ہیں۔ چنانچہ قاری پر وہم اور نسیان کا غلبہ ہو جاتا ہے۔ یا سامعین کے دماغوں میں تحریری مفہوم، یا غلط تاویل داخل کر دیتا ہے جسے خدا نازل کر کے دل و دماغ سے محو کر دیتا ہے اور التباس کو رفع کر کے حقیقت کو واضح کر دیتا ہے۔

ارشاد ہے :- **عَبَسَ وَتَوَلَّى أَنْ جَاءَهُ الْأَعْمَى**۔ اس آیت میں اور نیز بعد کی آیات میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی فرد گزاشت کی نشاندہی نہیں کی گئی۔ اور اس سلسلے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عمل اور کافر سے اعتقاد کہ وہ اسلام قبول کرے، میں اللہ کی اطاعت ہے، تبلیغ دین ہے اور اس کو حسب اجازت شرع مائل بہ اسلام کرنا ہے۔ نہ کہ معصیت یا احکام الہی کی مخالفت ہے، اور اس واقعہ کے بیان کرنے سے خدا کا مقصد آپ کو دونوں آدمیوں کی کیفیت سے آگاہ کرنا ہے اور نیز کافر کی توہین اور اس سے اعراض کا حکم دینا ہے۔

**وَمَا عَلَيْكَ أَنْ لَدَيْكَ** یعنی اگر وہ کافر اسلام قبول کر کے کفر کی نجاست کو ترک کرنے پر آمادہ نہیں ہوتا، تو آپ کا کچھ نہیں بگڑتا یعنی آپ کو ان کفار کے قبول اسلام کی خواہش اتنی شدید نہیں ہونا چاہیے، کہ آپ ان لوگوں سے جو قبول اسلام پر آمادہ ہیں، بے اعتنائی رہیں۔ کیونکہ آپ کا کام تو صرف ابلاغ ہے۔

**عَفَا اللَّهُ عَنْكَ، لِمَ أَذِنْتَ لَهُمْ**۔ ابن ابی حاتم نے مسعر سے اور اس نے عون سے روایت کی ہے، وہ کہتا ہے، کہ کیا تم نے اس سے بہتر سرزنش کا طریقہ کبھی

دیکھا ہے کہ سرزنش سے پہلے ہی معافی دے دی گئی ہو۔ قتادہ کی رائے یہ ہے، کہ خدا نے اس آیت میں آپ کو تنبیہ فرمائی۔ اور پھر سورۃ نور میں اجازت دے دی، کہ اگر آپ مناسب سمجھیں، تو ایسا کر سکتے ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے: **فَإِذَا انشأ ذُنُوكَ لِبَعْضِ مَثَابِهِمْ فَأَذِّنْ لَهُمْ بِشَيْءٍ مِنْهُمْ**۔ اس آیت میں مخاطب آپ کی رائے کے پروا کر دیا ہے۔ عمرو بن مہیون لکھا ہے، کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ تو منافقین کو تعلق عن الجہاد کی اجازت دی گئی تھی اور نہ بدر کے جنگی قیدیوں کا فدیہ قبول کرنے کا حکم ملا تھا۔ اس پر خدا نے جیسا کہ تم دیکھتے ہو، آپ کو سرزنش فرمائی یہ امر آپ کی توقیر اور تعظیم میں مبالغہ کی نشاندہی کرتا ہے، اس کی مثال ایسی ہے، کہ آپ کسی قابل احترام آدمی سے کہیں: **عَدَا اللَّهُ عَنْكَ مَا جَوَابَكَ عَزَّ كَلَامِي وَعَافَاكَ اللَّهُ أَلَا عَرَفْتَ حَقِّي** اس طرز خطاب سے مخاطب کی تکریم اور عزت اخرا فی مقصود ہوتی ہے۔ لہذا اذنت لہم کے بارے میں بعض لوگوں کا خیال ہے، کہ آپ کو سرزنش کی گئی ہے۔ لیکن حقیقت یہ نہیں، کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اجازت تھی کہ جیسا ہوا میں کریں مگر بعد میں خدا نے آپ کو بتا دیا، کہ اگر انہیں جانے کی اجازت نہ دیتے، تو منافق بوجہ نفاق بیٹھے رہتے ہر حال اگر اجازت دے دی، تو چنداں حرج نہیں۔

بدر کے قیدیوں کے بارے میں خدائی ارشاد: **مَا كَانَ لِشَيْءٍ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَمْرٌ حَتَّىٰ يَشْجُرَ فِي الْأَرْضِ**۔ تُوَيْدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللَّهُ يُؤْتِي الْأَجْرَةَ الْبَلِيَّ آجْرَهُ۔ اس بارے میں امام مسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے، کہ جب اللہ تعالیٰ نے بدر کے میدان میں مشرکین کو ہزیمت سے دوچار کیا۔ تو ان میں سے ستر مارے گئے اور ستر جنگی قیدی بنائے گئے، تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر، عمر اور علی رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا۔ حضرت ابوبکر نے کہا، یا رسول اللہ! یہ لوگ ہمارے چچا زاد، رشتہ دار اور بھائی ہیں، میری رائے یہ ہے، کہ آپ



ان سے فدیہ قبول کر لیں، یہ رقم ہمارے لیے کفار کے خلاف باعث تقویت ہوگی۔ نیز یہ بھی ممکن ہے کہ خدا انہیں ہدایت کر دے اور ہمارے دست و بازو بن جائیں۔ پھر حضور نے فرمایا، ”عمر! تمہاری کیا رائے ہے۔ میں نے کہا، بخدا میں ابوبکر سے متفق نہیں ہوں۔ میری رائے یہ ہے، کہ فلاں آدمی کو جویرا قریبی عزیز ہے، میرے حوالے کر دیں، تاکہ میں اسکی گردن مار دوں۔ عقیل کو علی کے حوالے کر دیجئے، تاکہ وہ اس کی گردن اڑا دے۔ عباس کو اس کے بھائی حمزہ کے حوالے کر دیجئے، وہ اسے قتل کر دے۔ تاکہ خدا کو معلوم ہو جائے کہ ہمارے دلوں میں کفار کے لیے کوئی نرم گوشہ نہیں ہے۔“ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر کی بات سے اتفاق کیا، اور میری بات نہ مانی۔ اور فدیہ قبول کر لیا۔ دوسرے دن میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ابوبکر بھی وہیں تھے، اور دونوں رو رہے تھے۔ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! کیا وجہ ہے، کہ آپ اور ابوبکر رو رہے ہیں اور اگر کوئی رونے کی بات ہے، تو میں بھی روؤں، ورنہ اس کے سبب کو دور کرنے کی کوشش کروں۔ فرمایا، قبول فدیہ کی وجہ سے جو صورت حال پیش آئی ہے، میں اس کی وجہ سے رو رہا ہوں۔ وہ عذاب جو اس کی وجہ سے تم پر نازل ہونے والا تھا مجھے اتنا نزدیک دکھایا گیا، جتنا کہ یہ درخت ہے۔ پھر یہ آیت اتری: ﴿مَا كَانَ لِإِبْنِي أَنْ تَكُونَ لَهُ أَسْرَىٰ حَتَّىٰ يُشَاجِنَ فِي الْأَرْضِ﴾۔ آیت کے اختتام تک حَتَّىٰ يُشَاجِنَ فِي الْأَرْضِ یعنی کثرت سے خون ریزی کرے، تاکہ کفر ذلیل ہو۔ کفار کی تعداد کم ہو۔ اسلام کی توقیر بڑھے اور مسلمانوں کو غلبہ حاصل ہو۔ اس آیت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر کسی فرد گزاشت کا الزام نہیں ہے۔ بلکہ اس میں آپ کی خصوصیت اور باقی انبیاء پر آپ کی تفضیلت کا ذکر ہے، گویا خدا یہ کہہ رہا ہے، کہ آپ کے بغیر یہ بات کسی اور نبی کے لیے جائز نہیں جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے، کہ میرے لیے مال غنیمت حلال کر دیا گیا ہے، جو اس سے پہلے اور کسی نبی کے لیے جائز نہیں تھا۔ ﴿يَذُوقُونَ



کو بیان کر کے اپنی نعمت اور نوازش کا اظہار فرمایا ہے، کہ ہم نے پہلے سے ہی یہ بات لوح محفوظ پر لکھ دی تھی، اس سے سرزنش اور انکار مراد نہیں۔

ارشاد ہوتا ہے:- **وَلَوْلَا أَنْ شَتَّكَ لَقَدْ كِدْتَ تَوَكَّنَ إِلَيْهِمْ شَيْئًا قَلِيلًا**  
**إِذَا لَذَقْنَاكَ جِنْعَتَ الْحَيَاةِ وَصِنْعَتَ الْمَمَاتِ**- اس کا مطلب یہ ہے، کہ اگر ہم آپ کو ثابت قدم نہ رکھتے، تو قریب تھا، کہ آپ ان کفار کی خواہش کے مطابق چل پڑتے، لیکن ہماری حفاظت آپ کے کام آگئی اور آپ رک گئے۔ چہ جائیکہ آپ ان کی طرف مائل ہوتے۔ اس سے صاف ظاہر ہے، کہ باوجود اتنی ترغیبات کے حضور نے ان کی بات ماننے کی خواہش نہ کی۔ اور خطا سے بچنے کا دار و مدار تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم پر ہے۔

**وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ**- اس آیت کا مطلب یہ ہے، کہ اگر وہ ہم پر اپنی طرف سے کوئی افترا باندھتا، تو ہم اسے دائیں ہاتھ سے پکڑ لیتے اور اس کے دل کی رگ کاٹ کر اسے ہلاک کر دیتے۔ اللہ نے آپ کو افترا پر دازی سے بچالیا۔

**مَا كُنْتَ تَذَرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ**- اس آیت کا یہ مفہوم بیان کیا گیا ہے، کہ آپ ایمان کے اس مفہوم سے جو قرآن میں بالتفصیل بیان ہوا ہے، واقف نہ تھے۔ یہ امر احادیث میں مذکور ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم توحید باری کے قابل تھے اور بتوں کی پرستش سے نفرت کرتے تھے۔ نیز آپ حج اور عمرہ بھی ادا کرتے تھے حضرت علی سے مروی ہے، کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے استفسار کیا گیا، کہ کیا مجھی آپ نے بتوں کی پرستش بھی کی تھی، فرمایا نہیں۔ پوچھا، کبھی شراب پی۔ فرمایا نہیں، میں اچھی طرح جانتا تھا، کہ جو کچھ یہ کفار کر رہے ہیں، زہ کفر ہے۔ ہر چند مجھے کتاب اور ایمان کا علم

نہیں تھا۔ اور روایت میں ہے، کہ عرب بچے کچھے دین اسماعیل پر ستائم رہے۔  
 مثلاً حج، ختنہ اور غسل جنابت وغیرہ۔ آپ بتوں کی عبادت کے قریب بھی نہیں جاتے  
 تھے۔ اور اسے معیوب جانتے تھے۔ اور اس دین سے جو خدائے آپ پر اتارا، ناواقف  
 تھے۔ یہی اس آیت کا مطلب ہے۔



## باب ہفتم

اسے باب میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت آپ کی سنت کے اتباع اور آپ کے دینے کے اطاعت سے بحث کی گئی ہے، اور نیز آپ کے آل اور آپ کے صحابہ سے الفت کو ضروری جاننے اور آپ پر درود و سلام بھیجنے کی تاکید کی گئی ہے۔ یہ باب توبہ فضول پر مشتمل ہے فصل اول میں حضور اکرم سے محبت، اتباع سنت اور آپ کے دینے کے پیروی کے وجوب (فرضیت) پر بحث کی جائیگی۔

### فصل اول

تمہیں معلوم ہونا چاہیے، کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت وہ مقام ہے، کہ جس کی تمنا ہر چاہنے والے کے دل میں پائی جاتی ہے، اور جس پر عمل کرنے والوں کی نفا میں لگی رہتی ہیں، اور جس کے لیے عشاق اپنے آپ کو فنا کر دیتے ہیں، اور جس کی روح افزا نسیم عبادت گزاروں کو تروتازہ کر دیتی ہے۔ آپ کی محبت، دلوں کی قوت، روحوں کی فضا اور آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ اور یہ ایسی زندگی ہے، کہ جو اس سے محروم ہے اس کا شمار مردوں میں ہوگا، اور وہ ایسا نور ہے کہ جو اسے نہ پاسکا، وہ اندھیروں کی پاتھار ہراہیوں میں ڈوب گیا۔ پس رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی محبت ایمان، اعمال، احوال

باطنی اور مقامات روحانی کی روح ہے۔ جب انسان، ایسے شخص سے (جو اس سے اس فانی اور اختتام پذیر دنیا میں ایک آدھ بھلائی کرتا ہے، یا اسے کسی ناپائدار مصیبت یا تکلیف سے نجات دلاتا ہے) محبت کرنے پر مجبور ہے، تو تمہارا اس شخص کے متعلق کیا خیال ہے، جس کا احسان دائمی اور پائدار ہے اور جو تمہیں جہنم کے ابدی عذاب سے بچھڑاتا ہے جب ایک شخص ایک غیر آدمی سے بھی جمال صورت یا حسن سیرت کی بنا پر محبت کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے، تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایسے نبی مکرم اور رسول معظم کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہوگی جو اخلاق حسنہ کے جامع اور مکارم اخلاق کا مجموعہ ہیں اور جن کے باعث ہم دین و دنیا کی سعادتوں اور ظاہری اور باطنی نعمتوں سے بہرہ ور ہونے ہیں۔ ایسی مقدس ہستی بذریعہ اولیٰ اس بات کی مستحق ہے کہ اس سے ہم اپنے نفس، اولاد اہل و عیال، مال و متاع بلکہ تمام مخلوق سے بڑھ کر پیار کریں۔ بلکہ اگر ہمارے ہر بال کی جڑ میں اس ذات مقدس کی مکمل اور تام محبت بھی پائی جائے۔ جب بھی ہم اس کا پورا حق ادا نہیں کر سکیں گے۔ قاضی عیاض کی رائے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کاملہ ایمان کی شرط ہے۔ کیونکہ اس کے خیال میں محبت کے معنی تعظیم و تکریم ہے۔ بعض اور علما کا خیال ہے، کہ تعظیم کے اعتقاد سے یہ لازم نہیں آتا، کہ اس شخص کے دل میں محبت بھی ہو۔ کیونکہ بعض اوقات دل میں کسی چیز کی تعظیم پائی جاتی ہے، لیکن اس کی محبت نہیں ہوتی۔ اس لیے جس کے دل میں محبت رسول نہ پائی جائے، اس کا ایمان مکمل نہیں ہوتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں حصہ بخاری نے باب ایمان و نذور میں نقل کیا ہے۔ مذکور ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا۔ یا رسول اللہ! آپ مجھے دنیا کی ہر چیز سے (سوائے میری ذات کے جو میرے پہلو میں ہے) عزیز تر ہیں۔ فرمایا، اسے عمر! تم میں سے کوئی شخص بھی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا، جب تک مجھے وہ اپنی ذات سے بھی عزیز تر نہ سمجھے۔ اس پر حضرت عمر نے کہا،

مجھے اس ذات کی قسم، جس نے آپ پر کتاب نازل فرمائی، کہ آپ مجھے میری ذات سے بھی، جو میرے پہلو میں ہے، عزیز تر ہیں۔ اس پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، عمر! ہاں اب یہ درست ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ محبت کا تعلق اعتقادِ تعظیم سے نہیں، کیونکہ وہ اعتقاد تو حضرت عمر کے دل میں پہلے بھی موجود تھا۔

اس محبت کی ایک علامت یہ ہے، کہ انسان اپنے نفس سے پوچھے، کہ اگر اسے یہ اختیار دیا جائے، کہ وہ اپنی کسی دشمنی غرض سے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار کی خاطر بشرطیکہ اس کا امکان ہو، دست بردار ہو جائے، اور یہ دست برداری اسے شاق نہ لگے، تو ایسے شخص کا دل بلاشبہ آپ کی محبت سے سرشار ہوگا۔ ورنہ نہیں۔ علامہ قرظی لکھتے ہیں، کہ جو شخص بھی صحیح طور سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے، اس کے دل میں تھوڑی بہت محبت ضرور پائی جاتی ہے۔ ہاں مدارجِ محبت میں فرق ہوتا ہے۔ بعض لوگوں کے دل میں یہ محبت اعلیٰ درجے کی ہوتی ہے اور بعض میں ادنیٰ درجے کی۔ جیسا کہ بعض آدمی شہوات میں غرق ہوتے ہیں اور اکثر اوقات ان کی آنکھوں پر غفلت کا پردہ پھا رہتا ہے۔ تاہم بیشتر تعداد ایسے لوگوں کی ہوتی ہے، کہ جب ان کے سامنے حضور کا نام لیا جاتا ہے، تو وہ آپ کے شوقِ زیارت میں، اہل و عیال اور مال و متاع سے دست بردار ہو جاتے ہیں۔ اور اپنے نفس کو خطرناک مہمات میں ڈال دیتے ہیں، اور اس کے دل میں یہ رجحان بلا تردد بڑا زبردست ہوتا ہے، چنانچہ ان میں بعض ایسے لوگ بھی آتے ہیں، جو آپ کے روضہ مبارک اور ان مقامات کی زیارت کو، جہاں آپ کے آثار پائے جاتے ہیں، تمام مذکورہ بالا اشیاء پر ترجیح دیتے ہیں، کیونکہ ان کے دل میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بڑا احترام ہوتا ہے۔ ہاں البتہ یہ محبت متواتر غفلتوں کی وجہ سے سریع الزوال بھی ہے۔ اسی لیے ہر مسلمان کے دل میں خدا اور رسول کی محبت کا پایا جانا ضروری ہے، کیونکہ یہ اسلام کی ضروری شرط ہے۔

اس فیض کی وجہ سے جو لوگوں کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے دین و دنیا میں حاصل ہوتا ہے، آپ سے لگاؤ کے مختلف درجے ہیں، چنانچہ اس باب میں صحابہ کرام کا حصہ سب سے زیادہ ہے کیونکہ یہ لگاؤ معرفت و واقفیت کا نتیجہ ہے، اور صحابہ اس باب میں سب سے آگے ہے۔ ابن اسحاق راوی ہیں، کہ احد کی جنگ میں ایک انصار عورت کا باپ، بھائی اور خاوند شہید ہو گئے۔ اس نے دریافت کیا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کس حال میں ہیں؟ لوگوں نے جواب دیا، بجز اللہ، حسب مراد آپ بہ خیر و عافیت ہیں۔ کہنے لگی: ذرا مجھے دکھاؤ۔ دیکھا تو خدا کا شکر بجالائی اور کہنے لگی، آپ سلامت ہیں تو کس مصیبت کی کوئی پرواہ نہیں۔ جنت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں، کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام میں مال اولاد اور آباؤ اجداد سے زیادہ پیارے تھے، بلکہ اس ٹھنڈے پانی سے بھی، جو لب مرگ پیاسے کو پیش کیا جائے جب اہل مکہ حضرت زید بن الدثنہ کو قتل کرنے کے لیے حرم سے باہر لائے، تو ابوسفیان بن حرب نے مخاطب ہو کر دریافت کیا: اسے زید! میں تجھے خدا کی قسم دیتا ہوں، پچ پچ بنا، کیا تیرا دل نہیں چاہتا، کہ اس وقت محمد صلی اللہ علیہ وسلم، یہاں ہوتا ہم اسے قتل کرتے اور تو اپنے اہل و عیال میں ہوتا۔ زید یعنی اللہ عنہ نے جواب دیا، بخدا میں تو یہ بھی نہیں چاہتا۔ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جہاں وہ اس وقت ہیں، کاشا بھی چھبے او اور میں اپنے اہل و عیال کے درمیان بیٹھا ہوا ہوں۔ ابوسفیان کہنے لگا، میں نے کوئی ایسا آدمی نہیں دیکھا جس سے اس کے پیروکار اس طرح محبت کرتے ہوں، جس طرح کہ اصحاب محمد، محمد صلی اللہ علیہ وسلم، سے محبت کرتے ہیں۔ امام بغوی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں، کہ تدرجہ ذیل آیت حضرت ثوبان (جو رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے آزاد کردہ غلام تھے، کے بارے میں نازل ہوئی۔ وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصَّادِقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا۔ حضرت ثوبان کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑی محبت



تھی، اور آپ کے فراق کی تاب نہیں لاسکتے تھے۔ ایک دن وہ آپ کی خدمت میں آئے، ان کا رنگ اڑا ہوا تھا، اور آثارِ غم چہرے پر نمایاں تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا، آج تمہارا چہرہ کیوں مغموم ہے؟ کہا، یا رسول اللہ! مجھے کوئی مرض ہے نہ درد۔ زیبات صرف اتنی ہے، جب میں آپ کو دیکھ نہیں پاتا تو میں سخت پریشان ہو جاتا ہوں۔ اس پر مجھے آخرت کا خیال آیا، تو کھبراہٹ ہوئی، کہ شاید وہاں آپ کو دیکھنے کا موقعہ ہی نہ ملے، کیونکہ آپ کا مقام تو انبیاء علیہم السلام میں ہوگا۔ اگر میں جنت میں داخل ہوا بھی، تو میرا مقام آپ کے مقام سے بہت پست ہوگا، اور اگر وہاں داخلے کی اجازت نہ مل سکی، پھر تو میں کبھی بھی آپ کو دیکھ نہیں سکوں گا۔ اس پر یہ آیت اتری۔ اس کو واحدی نے بھی اسی طرح بیان کیا ہے۔

عامر اشعبی سے روایت ہے، کہ ایک انصاری، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا کہنے لگا، یا رسول اللہ! آپ مجھے میری جان، مال، اولاد اور خاندان سے عزیز تر ہیں۔ اگر کسی وجہ سے آپ کی زیارت نہ ہو، تو میں آکر آپ کا دیدار کر لیتا ہوں۔ میں سوچتا ہوں، اگر آپ فوت ہو گئے۔ اس پر وہ انصاری رو پڑا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رونے کی وجہ دریافت فرمائی۔ کہنے لگا، میں اس لیے رو رہا ہوں کہ جلد ہی آپ فوت ہو جائیں گے۔ ہم بھی مرجائیں گے، آپ کو تو انبیاء میں مقام ملے گا، اور ہمیں اگر جنت میں داخلہ ملا بھی، تو آپ کے مقام سے پست تر مقام میں ہوں گے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سن کر خاموش ہو گئے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

مقاتل بن سلیمان لکھتے ہیں کہ اس صحابی کا نام عبد اللہ بن زید تھا، اور یہ وہی شخص ہیں، جنہوں نے کسی شخص کو خواب میں اذان کتے سنا تھا اسی صحابی کے

بارے میں مذکور ہے، کہ وہ اپنے باغ میں کام کاج کرتے تھے، وہاں انہیں اطلاع ملی، کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام وصال فرمائے گئے ہیں، انہوں نے دعا کی کہ اے خدا! تو میری آنکھیں بند کر دے، تاکہ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی اور کو نہ دیکھ پاؤں۔ چنانچہ انہوں نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ خلاصہ کلام یہ ہے، کہ دل کی زندگی کا دار و مدار، خدا اور اس کے رسول کی محبت پر ہے اور حقیقی عیش انہی لوگوں کو حاصل ہوتی ہے، جو اپنی آنکھوں کو اپنے حبیب کے دیدار سے ٹھنڈا کرتے ہیں۔ اور جن کی رحوں کو اس سے سکون ملتا ہے، اور دل مطمئن ہوتے ہیں۔ اس کے قرب کی خواہش کرتے ہیں اور اس کی محبت سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ ہر دل میں ایک جذبہ ہے، جسے صرف اللہ اور اس کے رسول کی محبت ہی قابو میں رکھ سکتی ہے، اور جو شخص اس جذبے پر قابو نہیں پاسکتا، اس کی ساری زندگی، غم و الم اور مصائب و تکالیف کا شکار رہتی ہے۔ صاحب المذارج لکھتے ہیں، کہ کوئی بندہ بھی اس بلند مقام اور اعلیٰ درجے پر فائز نہیں ہو سکتا، جب تک وہ خدا کو نہ پہچانے۔ اور اس رستے پر نہ چلے، جس کے ذریعے خدا تک رسائی ہو سکتی ہے اور جب تک بصیرت کے شعاعوں سے، مادیت کے اندھیروں کو نابود نہ کر دے۔ اس طرح اس کے دل میں آخرت کے شواہد میں سے ایک شاہد اٹھ کھڑا ہوگا، اور یوں وہ انسان کلیتاً آخرت کی طرف کھینچا جائے گا۔ فانی تعلقات سے پرہیز کرے گا۔ تصحیح توبہ میں کوشاں ہوگا، ظاہری اور باطنی مامورات کو بجالانے گا اور ہر طرح کے ممنوع کاموں سے پرہیز کرے گا، پھر وہ اپنے دل کی نگرانی کرے گا اور ایسے امور کے بارے میں جو خدا کو ناپسند ہیں مسامت نہیں ہر تے گا اور کسی ایسے کام کا ارتکاب نہیں کرے گا جو لغو ہیں۔ اور اس طرح سے اللہ کے ذکر، اس کی محبت اور انابت (رجوع) سے اس کا دل پاک صاف

ہو جائے گا۔ اس منزل پر اس کا دل مطمئن ہو جائے گا، اور اس کا نفس خدائی ارادے کے ماتحت ہو جائے گا۔ اسے اسی کی طلب ہوگی اور اسی کا شوق ہوگا۔ جب وہ اس معاملے میں مخلص ہوگا تو اسے عشق رسول عطا ہوگا، اور اس کی روحانیت دل پر قابض ہو جائے گی چنانچہ عشق رسول اس کا امام، استاد، معلم، شیخ اور رہبر بن جائے گا، جیسا کہ خدا نے اس کے نبی، باوی اور رسول کو یہ منصب ارزانی فرمایا ہے۔ وہ شخص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت، آپ کی ابتدائی زندگی اور نزول وحی کی کیفیت پر غور کرے، اور آپ کے صفات و اخلاق، آداب، حرکات و سکنات، بیداری و خواب، عبادت اور اہل و عیال اور صحابہ سے حسن سلوک اور نیز تمام ان اوصاف پر جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مخصوص ہیں، توجہ مبذول کرے گا، اور اس کی اخلاقی حالت ایسی ہو جائے گی گویا وہ بھی آپ کے صحابہ میں شامل تھا۔

## علامات عشق رسول

۱۔ عشق رسول کی سب سے بڑی علامت، رسول کریم علیہ السلام و التسلیم کا اقتداء، آپ کی سنت پر عمل، آپ کے رستے پر چلنا، آپ کی ہدایت اور سیرت کی پیروی، اور حدود و شریعت کی پاسداری ہے۔ ارشاد باری ہے: **قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ**۔ اس آیت میں خدا نے، متابعت رسول کبندے کی اپنے اللہ سے محبت کی نشانی قرار دیا ہے۔ اور اس بندے کے لیے، جو نہایت اچھے طریقے سے رسول خدا کی پیروی کرتا ہے، اپنی محبت کو اس کا صلہ مقرر کیا۔ اور اسی اتباع کے تناسب سے بندے کو اللہ کی محبت اور محبوبیت عطا ہوتی ہے اور یہ ہم ان دو باتوں کے بغیر کامیاب

نہیں ہو سکتی۔ مقصد صرف یہ نہیں، کہ تو اللہ سے محبت کرے، بلکہ یہ ہے، کہ اللہ بھی تجھ سے محبت کرے اور یہ اسی وقت ممکن ہوگا، کہ تو ظاہر و باطن میں اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرے، اس کی ہر بات کی تصدیق کرے، اس کے احکام کو مانے، اس کی دعوت پر لبیک کہے۔ اس کی بندگی کا طوق اپنے گلے میں ڈال لے اور اس کے حکم اور محبت کے سامنے، غیر کے حکم اور محبت کو ٹھکرا دے۔ اور اگر صورت حال یہ نہ ہو، تو تمہارے سب دعوے فضول ہیں اور تباری کوئی حیثیت نہیں ہے۔ تم سیت کے اس حصے پر غور کرو۔ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ مقصود یہ ہے کہ اللہ تم سے محبت کرے، نہ یہ کہ تم اس سے محبت کرو، اور یہ مقام رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے اتباع کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔ علامہ محاسبی لکھتے ہیں، کہ خدا سے بندے کی محبت کی علامت یہ ہے، کہ وہ اس کی رضا کا پابند اور سنت رسول کا پیروکار ہو۔ جب بندہ ایمان کے مزے کو چکھتا ہے، تو اس کے اعضا اور زبان پر اس کا اثر ظاہر ہوتا ہے، زبان پر اللہ کا ذکر جاری ہو جاتا ہے اور اس کے اعضا طاعت باری کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔ ایسی صورت میں ایمان کی محبت اس طرح اس کے دل میں داخل ہو جاتی ہے، جس طرح کہ ٹھنڈے پانی کی خواہش سخت گرم دن میں سخت پیاسے کے دل میں داخل ہو جاتی ہے اور چونکہ اسے عبادت گزار سے لذت حاصل ہوتی ہے، اس لیے عبادت کی مشقت ختم ہو جاتی ہے۔ بلکہ عبادت، اس کے دل کی غذا، آنکھوں کی ٹھنڈک اور روح کی مسرت بن جاتی ہے، جس سے وہ بہترین جسمانی لذت حاصل کرتا ہے، چنانچہ عبادت کے وظائف میں کلفت نہیں رہتی۔ ترمذی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: جس نے میری سنت کو دل سے لگایا، اس نے مجھے دل سے لگایا اور ایسا شخص جنت میں میرا ساتھی

ہوگا۔ ابن عطا سے مروی ہے کہ جس شخص نے لڑو نا آکاب سنت کی پیروی کی اللہ اس کے دل کو نور معرفت سے جگمگا دے گا اور رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی پیروی سے (اوامر و نواہی اور افعال و اخلاق میں) بلند تر اور کوئی مقام نہیں۔

ابو اسحاق رقی جو جنید بغدادی کے معاصرین سے ہیں، لکھتے ہیں، کہ اللہ کی محبت کی علامت، اس کی اطاعت اور رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی سنت کی پیروی ہے، کسی اور بزرگ کا اتباع ہے، کہ اتباع سنت اور بدعت سے اجتناب کے بغیر کسی شخص سے بھی نور ایمان کا ظہور نہیں ہو پاتا۔ بلکہ جو شخص کتاب و سنت سے اعراض کرتا ہے، اور رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی مشعل سے علم حاصل نہیں کرتا، اگر وہ اپنے دعوے کے مطابق خود کو علم لدنی سے سرفراز بتاتا ہے، تو ایسا علم نفسانی اور شیطانی شمار ہوگا۔ صرف وہی علم لدنی رحمانی شمار ہوگا، جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت سے حاصل ہوگا۔ اور ایسا علم عبودیت اور رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے اتباع ہی کا ثمرہ ہو سکتا ہے، اور اسی کی وجہ سے قرآن اور سنت کا ایسا فہم عطا ہوتا ہے، جو صرف اس آدمی کی ذات پر منحصر ہوتا ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے پوچھا گیا، کیا آپ کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عوام کے مقابلے میں کوئی خاص چیز بھی عطا کی تھی، کہا نہیں، مگر وہ سمجھ جو خدا بندے کو مطالب قرآن کے حل کے لیے عطا کرتا ہے اور یہی حقیقی علم لدنی ہے اس لحاظ سے رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی اطاعت دلوں کی زندگی، آنکھوں کا نور، سینوں کی شفا، نفس کی خوشی، روح کی لذت، اجنبی کے لیے باعث انس اور بھٹکے ہوئے لوگوں کے لیے دلیل راہ ہے۔

۷۔ محبت رسول کی ایک علامت یہ بھی ہے، کہ وہ بطور مدعی قرآن کے فیصلے پر مطمئن اور راضی ہو، اور خدائی فیصلے کے خلاف اس کے دل میں کوئی فغذہ

نہ ہو۔ ارشاد ہوتا ہے: **فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا  
 شَجَرَ بَيْنَهُمْ، ثُمَّ لَمْ يَجِدُوا فِيْ اَنْفُسِهِمْ رَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ  
 سَلَّمُوا تَسْلِيمًا**۔ اس آیت کی رو سے، اس شخص سے ایمان کا نام چھین لیا  
 جاتا ہے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فیصلے سے دل میں مطمئن نہ ہو اور اسے  
 تسلیم نہ کرے۔ تاج الدین بن عطاء اللہ لکھتا ہے، کہ خداوند تعالیٰ ہمیں حضور اکرم  
 صلی اللہ علیہ وسلم کے مشرب کی لذت سے بہرہ یاب کرے۔ یہ آیت اس امر کی  
 دلیل ہے، کہ ایمان حقیقی صرف اس شخص کو حاصل ہوتا ہے جو قولاً وفعلاً خدا اور  
 رسول کو اپنے نفس پر ماتم بنا لیتا ہے۔ نیز لینے دینے اور محبت اور عداوت کو خدا و  
 رسول کی مرضی کے تابع کر دیتا ہے، پھر خدا نے اس شخص کے بارے میں جس نے  
 خدائی حکم کو قولاً وفعلاً نہ مانا، یا دل میں اس کے متعلق کدورت رکھی، صرف نفی ایمان  
 پر ہی اکتفا نہیں لی بلکہ اس رُبوبیت کی جو مخصوص بالرسول ہے، قسم کھائی (ملا ورتبک)  
 جو رسول اکرم سے خاص عنایت اور خاص رعایت کی مظہر ہے، اس طرزِ ادا میں  
 قسم سے تاکید پیدا کی گئی ہے، کیونکہ خدا کو معلوم ہے، کہ انسانی نفوس میں غلبے اور  
 تسلطی خواہش، خواہ اس کے لیے مفید ہو یا غیر مفید، اس کے خمیر میں شامل ہے۔  
 اس آیت کریمہ میں رسول کریم علیہ التَّحِيَّةُ وَالتَّسْلِيْمُ سے اتنی زبردست عنایت کا اظہار  
 فرمایا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو اپنا حکم اور رسول کے فیصلے کو اپنا فیصلہ  
 قرار دیا۔ چنانچہ انسانوں کے لیے آپ کے حکم کو تسلیم کرنا اور آپ کے امر کی تعمیل  
 کو لازمی قرار دیا۔ اور اپنی الوہیت کے بارے میں ان کے ایمان کو رسول کے احکام  
 کے اتباع سے مشروط کر دیا۔ کیونکہ خدا نے رسول کریم علیہ التَّحِيَّةُ وَالتَّسْلِيْمُ کی تعریف میں  
 فرمایا ہے: **مَا يَنْطَلِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۗ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ**۔  
 اس لیے آپ کا حکم اللہ کا حکم اور آپ کا فیصلہ اللہ کا فیصلہ شمار ہوگا جیسا کہ

ارشاد باری ہے: **إِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللّٰهَ**  
 اسی بات کی یوں تاکید فرمائی: **يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ**۔ نیز اس آیت  
 (فَلَا وَرَبِّكَ) میں آپ کی تعظیم و تکریم کے بارے میں ایک اور اشارہ ملتا ہے۔  
 کہ خدا نے اپنی ذات کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا (وَرَبِّكَ)  
 جیسا کہ ایک دوسری آیت میں مذکور ہے: **ذِكْرُ رَبِّكَ عَبْدُكَ ذَكْرًا**۔  
 اس آیت میں بھی خدا نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی ذات کی طرف منسوب  
 کر کے پھر حضرت زکریا علیہ السلام کو اپنی طرف منسوب کیا، تاکہ لوگ دونوں بزرگوں  
 کے مقام اور منصب میں فرق کو محسوس کر سکیں۔ پھر خدا نے ظاہری حکم پذیری کو مومن  
 ہونے کے لیے کافی نہیں گردانا بلکہ یہ شرط بھی عائد کر دی، کہ اس آدمی کے دل میں  
 بھی، خدا کے رسول کے حکم کے خلاف کوئی کدورت اور بددلی پیدا نہ ہونے پائے۔  
 خواہ فیصلہ اس کی خواہشات کے مطابق ہو، یا مطابق نہ ہو۔ اس بددلی کی وجہ انوار  
 الہی کا فقدان اور غیر اللہ کا وجود ہوا کرتا ہے۔ اور مومن ایسا نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس  
 کا دل انوار الہی سے لبریز ہوتا ہے چنانچہ اس میں وسعت اور انشراح پیدا ہو  
 جاتا ہے۔ یہ وسعت خدائے عظیم کے نور سے پیدا ہوتی ہے، اور اس کے فضل عظیم  
 کی وجہ سے دل کی حدود پھیل جاتی ہیں اور وہ اس کے تمام احکام کی تعمیل کے لیے  
 مستعد رہتا ہے اور ہر حالت میں نقض ہو یا ابرام، خود کو اس کے سپرد کر دیتا ہے  
 سہل بن عبد اللہ فرماتے ہیں، جو شخص اپنے تمام احوال میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم  
 کی سیادت کا احساس نہیں رکھتا، اور اپنی ذات کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے  
 قبضہ قدرت میں نہیں سمجھتا، وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی لذت سے  
 نا آشنا رہتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے: **كَمْ مِّنْ سَخِيْفٍ**  
 بھو، اس وقت تک مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک وہ مجھے اپنی ذات سے

عزیز تر نہ جانے۔

۳۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی ایک علامت یہ ہے، کہ انسان قول و فعل سے آپ کے دین کی مدد اور آپ کی شریعت کا دفاع کرے۔ نیز سخاوت، ایثار، علم، صبر اور تواضع میں آپ کے اخلاق کی پیروی کرے، جو شخص اس طریقے سے اپنے نفس کی تربیت کرتا ہے، وہ ایمان کی حلاوت سے بہرہ ور ہوتا ہے اور ایسا شخص عبادت الہی سے لطف اندوز ہوتا ہے اور دین کیلئے دکھ اٹھاتا ہے اور فانی دنیا سے منہ موڑ لیتا ہے۔

۴۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی ایک علامت یہ بھی ہے، کہ اسے مصائب برداشت کرنے میں لطف آتا ہے، کیونکہ عاشق کو عشق میں ایسا لطف آتا ہے کہ وہ مصائب کو بھول جاتا ہے اور ان سے اسے اس دکھ کا احساس نہیں ہوتا۔ جو دوسروں کو ہوتا ہے۔ اس طرح اس میں ایک دوسری فطرت جنم لیتی ہے جو پہلی فطرت سے مختلف ہوتی ہے، اور جذبہ محبت کی تقویت کا باعث ہوتی ہے اور اس طرح وہ بیشتر مصائب سے مقابلہ زیادہ خطا اندوز ہوتا ہے۔

۵۔ نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اکثر ذکر کرنا بھی علامات محبت سے ہے، کیونکہ جو شخص جس چیز کو پسند کرتا ہے، وہ بکثرت اس کا ذکر کرتا ہے۔

۶۔ آپ کی محبت کی ایک علامت یہ بھی ہے، کہ آپ کا نام تعظیم سے لیا جائے۔ اور آپ کا نام سن کر خضوع و خشوع اور انکسار کا اظہار کیا جائے، کیونکہ جو شخص کسی چیز کو پسند کرتا ہے، اس کا نام سن کر اظہار خشوع کرتا ہے، جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے بعد اکثر صحابہ کی حالت تھی، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر آتا، تو انکسار سے ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے اور وہ رو پڑتے۔



یہی حالت اکثر تابعین کی تھی۔ جو لوگ ان کے بعد آئے، وہ بھی انرا وقعت و شوق اور نیز آپ کی ہیبت اور توقیر کی وجہ سے ایسا ہی کرتے تھے۔ ابراہیم الخثیبی لکھتے ہیں، کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام لیا جائے، تو ہر مومن پر واجب ہے، کہ وہ خشوع و خضوع کا اظہار کرے، یا وقار یا انداز اختیار کرے، اور حرکت بند کر دے، اور بول اپنے اوپر ہیبت و درخشندگی طاری کر لے، گویا وہ بناۃ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے موجود ہے، اور اس طرح مودب ہو جائے۔ جیسا کہ خدا نے ہمیں اس بارے میں حکم دیا ہے۔ حضرت ایوب استقبانی کی یہ حالت تھی کہ جب رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کا نام لیا جاتا، وہ اس شدت سے روکتا کہ ان پر دم آتا۔ حضرت جبریلؑ بڑے عزیز و طبع آدمی تھے، جب بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لیا جاتا، ان کا رنگ زرد پڑ جاتا۔ اسی طرح جب عبدالرحمن بن قاسم کے سامنے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام لیا جاتا، ان کے چہرے کا رنگ سیاہ و کھائی دیتا، گویا خون نکال لیا گیا ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیبت سے زبان منہ میں خشک ہو جاتی، حضرت عبداللہ بن زبیر کی یہ حالت تھی کہ جب بھی حضور کا نام لیا جاتا، وہ اس کثرت سے روتے، کہ ان کی آنکھوں میں آنسو خشک ہو جاتے۔ امام زہریؒ بڑے ہی خوش خلق اور مہنسا آدمی تھے، لیکن جب آپ کا نام لیا جاتا، تو وہ اس طرح ہو جاتے، گویا نہ تو انہیں جانتا ہے اور نہ وہ سمجھے جانتے ہیں، اسی طرح صفوان بن سلیم عبادت گزار محدثین سے تھے۔ جب آپ کا نام لیا جاتا تو رقاد مرنے اور آہ وزاری شروع کر دیتے، تا آنکہ لوگ انہیں اسی حال میں چھوڑ کر چل دیتے۔ یہی حال قتادہ کا تھا، جب حدیث سنتے تو ان پر رقت طاری ہو جاتی، یہ روایات قاضی عیاض نے بیان کی ہیں۔

۶۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیادت کا شوق بھی، آپ کی محبت کی

علامت میں سے ہے، جب صحابہ کرام کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا شوق زیارت بے گل اور مضرب کر دیتا، تو وہ بے تابانہ اٹھ کر آپ کی طرف چل دیتے آپ کی زیارت اور آپ کی صحبت میں بیٹھنے سے مسرت حاصل کرتے اور آپ کو دیکھ کر جو پائے برکت ہوتے، مجددہ دختر خالد بن معدان جو تابعی تھے، راوی ہیں کہ میرے والد سونے سے پہلے ذوق شوق سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ و مہاجرین اور انصار کو نام لے لے کر یاد کرتے اور کہتے: "اے خدا یہی لوگ میرے خوشیاں اور بھائی ہیں، میرا دل ہر وقت ان کی یاد میں کڑھتا ہے، اور میرا شوق بچھے ان کی طرف کھینچنے لگتا ہے۔" تو جلدی میری روح قبض کر: "اسی حالت میں انہیں نیند آجاتی جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ فوت ہونے لگے، تو ان کی بیوی نے کہا، "ہائے اسکو، حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے سنا، تو کہنے لگے، "مقام صد مسرت ہے، کہ انشاء اللہ کل میری ملاقات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ سے ہوگی۔"

۸۔ قرآن حکیم رنج حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا، اور جس سے آپ نے رہ نمائی حاصل کی اور لوگوں کی رہ نمائی فرمائی اور جس کے مطابق آپ نے عمل کیا، کی محبت بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت کی علامت ہے۔ جب تم یہ اندازہ لگانا چاہو، کہ خود تمہیں اور باقی لوگوں کو اللہ اور رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی ذات سے کتنی محبت ہے، تو تم اس محبت کا جو تمہارے دل میں قرآن سے پائی جاتی ہے، اندازہ لگاؤ، اور نیز دیکھو، کہ آیا تمہیں سماعت قرآن سے سزا حاصل ہوتا ہے اور آیا یہ سزا، اس سزا سے جو راگ سننے والوں کو گانے بجانے سے حاصل ہوتا ہے زیادہ ہے۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرمایا، کہ اگر ہمارے دل پاک ہوں، تو کلام اللہ سننے سے ہم کبھی بورد نہ ہوں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے فرمایا، مجھے قرآن سناؤ۔

عرض کیا، یا رسول اللہ! میں آپ کو سناؤں۔ حالانکہ قرآن کا نزول آپ پر ہوا ہے۔ فرمایا، میں دوسرے سے سنا پسند کرتا ہوں۔ تعمیل ارشاد میں انہوں نے سورہ نسا کی قرأت کی جب اس آیت پر پہنچے: **لَهُ كَيْفٌ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا**۔ فرمایا بس کافی ہے، آپ نے سراٹھایا، تو آنکھیں آنسوؤں سے ڈبڈبائی ہوئی تھیں (بخاری) اور یہ صورت حال ہر آدمی کو پیش آتی ہے، جو قرآن کو دل کے کانوں سے سنا ہے، ارشاد باری ہے: **وَإِذَا سَمِعُوا مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ الرَّسُولِ،**

**تَوَلَّىٰ أَعْيُنُهُمْ تَفِيضٌ مِّنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوا مِنَ الْحَقِّ**۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جب اپنے اوراد و وظائف میں کوئی آیت تلاوت کرتے تو بیٹ سے ان کا گلا گھٹ جاتا اور وہ گر پڑتے۔ اور ایک آدمی دن گھر میں پڑے رہتے اور لوگ ان کی عبادت کو آتے۔ جب تم کوئی ایسا آدمی دیکھو، جس پر اشعار کے سننے سے وجد و طرب طاری ہو جائے۔ مگر سماع آیات سے یہ حالت نہ ہو، تو یہ اس امر کی پختہ ترین دلیل ہے کہ اس کا دل اللہ اور اس کی محبت سے خالی ہے۔ خدا ہمیں اپنے فضل و کرم سے اس لذت سے بہرہ ور کرے۔

۹۔ آپ کی سنت سے محبت اور حدیث کا پڑھنا بھی ایک علامت محبت رسول ہے، کیونکہ جس شخص کے دل میں ایمان کی حلاوت داخل ہو جائے ایسا شخص جب بھی قرآن کی آیت سنتا ہے یا حدیث پڑھتا ہے اس کی روح، دل اور نفس خوشی سے سرشار ہو جاتا ہے۔

۱۰۔ ایک علامت محبت یہ ہے، کہ جب حضور کا ذکر کیا جائے، یا آپ کا مقدس نام سنے تو اس پر ایسی حالت سرطاری ہو جائے، کہ اس کی روح، دل اور نفس اس میں ڈوب جائیں جس شخص میں مذکورہ بالا اوصاف پائے جائیں ایسا شخص

اللہ اور رسول کی محبت میں کامل شمار ہو گا اور جس میں بعض اوصاف نہ پائے جائیں اس کی محبت ناقص ہے، مگر اس سے محروم نہیں ہے۔ مثلاً ایک شخص کو شراب نوشی کی وجہ سے حد ماری گئی، تو بعض لوگوں نے اسے بُرا بھلا کہا، اور کہا کہ اسے پوری سزا نہیں ملی۔ آپ نے فرمایا، اسے بُرا بھلا نہ کہو، کیونکہ وہ اللہ اور رسول سے محبت کرتا ہے۔ گویا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بتایا، کہ بایں ہمہ وہ خدا اور رسول کی محبت سے خالی نہیں ہے۔

محبتِ غلط سے بہتر ہے، مگر بعض لوگوں  
 محبت اور غلطی میں فرق :- کا خیال ہے، کہ معاملہ اس کے برعکس ہے  
 بعض کہتے ہیں کہ دونوں برابر ہیں، اور ہمارے پیغمبر اللہ کے حبیب ہیں اور خلیل  
 بھی ساگرچہ مشہور یہ امر ہے، کہ آپ حبیب ہیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام خلیل  
 ہیں اور اس پر اجماع امت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء بلکہ تمام  
 مخلوق سے افضل ہیں۔

## فصل دوم

اس فصل میں ان احکام کا ذکر ہے، جن میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر صوم و سلام بھیجنے کے لیے کہا گیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے: **إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا**۔ کہا جاتا ہے، کہ یہ آیت ماہ شعبان میں اتری تھی، اسی وجہ سے اس مہینے کو ماہِ صلوة کہا جاتا ہے۔ ابوالعالیہ کہتے ہیں، کہ صلوة بر محمد کے معنی یہ ہیں کہ اللہ، فرشتوں کے سامنے آپ کے اوصاف بیان کرتا ہے، اور صلوة الملائکہ کے معنی یہ ہیں کہ فرشتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے دعا کرتے ہیں۔ فتح الباری میں مذکور ہے، کہ صلوة کے یہ معنی نہایت عمدہ ہیں۔ بنا بریں صلوة اللہ بر رسول کے معنی ثنائے رسول اور صلوة الملائکہ کے معنی یہ ہوں گے، کہ اللہ سے اس کی رحمت طلب کی جائے اور مقصد طلب زیادت ہے۔ طلب اصل صلوة نہیں۔ قاضی عیاض نے بکر القشیری سے بیان کیا ہے کہ خدا کی طرف سے صلوة علی النبی سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے احترام میں زیادتی اور اضافہ ہے، اور نبی کے علاوہ کسی اور انسان پر صلوة اللہ سے مراد رحمت ہے۔ اس سے نبی اور باقی مومنوں کے درمیان فرق واضح ہو جاتا ہے جیسا کہ سورہ احزاب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے: **إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ**۔ اور اسی صورت میں اس سے پہلے مذکور ہے: **هُوَ الَّذِي يُصَلِّي عَلَيْكُمْ وَمَلَائِكَتُهُ**۔

لہ احزاب: ۵۶ سے احزاب: ۵۷

اور ظاہر ہے، کہ اس افضل و صلاۃ کا جو منہم نبی کے لیے موزوں ہے، وہ اس سے کہیں اعلیٰ و ارفع ہے، جو دوسروں کے لیے موزوں ہے اور اس بات پر امت کا اجتماع ہے، کہ اس آیت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور توقیر کا ذکر جس طریقے سے آیا ہے، ویسا اور کسی اور آیت میں مذکور نہیں۔

علامہ علیؑ لکھتے ہیں، کہ صلاۃ علیؑ انہی کے معنی تعظیم و تکریم ہے، اس بنا پر صلّ علی محمد کے معنی ہوں گے، اے خدا! تو رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کو عظمت عطا کر اور دنیا میں تعظیم سے مراد، آپ کے دین کا غلبہ اور آپ کی شریعت کا دوام ہے اور آخرت میں اس سے مراد ثواب جزیل شفاعت امت اور مقام محمود پر فائز کرنا ہے، اس صورت میں صلّوا علیہ کا مطلب ہوگا، تم اپنے رب کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر صلاۃ بھیجنے کے لیے بلاؤ اور صلاۃ علیؑ انہی سے مراد خدا کے احکام کی تعمیل سے اس کے تقرب کی تمنا اور ہم پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض حقوق کی ادائیگی ہے۔ ابن عبد السلام لکھتے ہیں، کہ صلوٰۃ بر محمد سے مراد شفاعت نہیں، کیونکہ ہمارے پاس کے لوگ، رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے لیے کیسے شفاعت کر سکتے ہیں۔ لیکن خدا نے ہمیں حکم دیا، کہ جو شخص ہم سے بھلائی کرے ہم اس کا بدلہ دیں اور اگر ہم کسی وجہ سے ایسا نہ کریں، تو اس کے حق میں دعائے خیر کریں۔ چونکہ خدا کو معلوم ہے، کہ ہم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بدلہ دینے سے قاصر ہیں اس لیے اس نے ہماری رہنمائی فرمائی۔ ابن عربی لکھتے ہیں، کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کا فائدہ درود بھیجنے والے کو ملتا ہے، کیونکہ یہ عمل پختگی، عقیدہ، خلوص نیت، اظہار محبت، مداومت اطاعت اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و تکریم پر ہے کیونکہ آپ مقدس وسیلہ ہیں، دلالت کرتا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجنے کے بارے میں علمائے امت

کے کئی اقوال ہیں :-

(۱) امام شافعی اور ان کے متبعین کی رائے یہ ہے کہ ہر روز نماز کے آخر میں یہ حالت قعود، تشہد اور سلام کے درمیان پڑھا جائے۔

(۲) دوسرا قول یہ ہے، کہ درود کا پڑھنا (گنتی بغیر) ضروری ہے، لیکن شرط پورا کرنے کے لیے ایک دفعہ پڑھنا ہی کافی ہے۔

(۳) ابو بکر بن بکیر مالکی کی رائے ہے، کہ تعداد کا خیال رکھے بغیر بہ کثرت درود پڑھنا واجب ہے۔

(۴) اکثر احناف، شوافع اور مالکیوں کا قول ہے، کہ جب بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لیا جائے، درود پڑھنا واجب ہے، دلیل میں یہ حدیث پیش کرتے ہیں، کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، جس کے سامنے میرا نام لیا گیا اور اس نے مجھ پر درود نہیں بھیجا اور اس اثنا میں مر گیا، وہ داخل نار ہوگا۔ خدا ہمیں اس سے بچائے۔ اسی طرح حدیث 'کہ تم آگ، بھی بطور دلیل پیش کی جاتی ہے :- مَنْ ذَكَرْتُ عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ - نِيْزُ حَدِيْثِ شُتْحٰى :- عَبْدُ ذِكْرُكَ عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ -

(۵) ہر محفل میں کم از کم ایک دفعہ درود پڑھنا واجب ہے۔ خواہ آپ کا ذکر بار بار کیوں نہ آئے۔

(۶) علامہ زعزعی کی رائے ہے، کہ ہر دعائیں آپ پر درود و پاک پڑھنا ضروری ہے۔

(۷) علامہ ابن جریر طبری کا قول ہے کہ رسول کریم علیہ التحیۃ والسلام پر درود پڑھنا مستحب ہے۔

(۸) ابو بکر رازی جو احناف سے ہیں، لکھتے ہیں، کہ زندگی بھر میں ایک دفعہ

پڑھنا واجب ہے، نماز میں پڑھے یا یونہی پڑھے۔

(۹) ابو جعفر یا قرظتے ہیں، کہ نماز میں درود پڑھنا واجب ہے، جہاں

چاہے پڑھے۔

(۱۰) امام شعبی اور اسحاق بن راہویہ کہتے ہیں، کہ پہلے اور دوسرے تشہد میں درود

پڑھنا فرض ہے۔

عبدالرحمن بن ابی سلی رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ  
 درود پڑھنے کا طریقہ :- میری ملاقات کعب بن عجرہ سے ہو گئی، کہا، کیا  
 میں تجھے ایک تحفہ نہ پیش کروں! ایک دفعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہائے یہاں  
 تشریف لائے، ہم نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ تو ہمیں معلوم ہے  
 کہ آپ پر سلام کیسے بھیجا جائے، لیکن درود کیسے پڑھیں، فرمایا :- اَللّٰهُمَّ صَلِّ  
 عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ  
 حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ - اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ  
 كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ - (بخاری، مسلم،  
 ترمذی، ابو داؤد اور نسائی)، اور ابن حاتم نے اس روایت کو بالفاظ ذیل بیان  
 کیا ہے۔ جب یہ آیت : اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلٰی النَّبِيِّ -  
 نازل ہوئی، ہم نے دریافت کیا، یا رسول اللہ! آپ پر درود بھیجنے کا کیا طریقہ ہے  
 فرمایا، پڑھو :- اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا  
 صَلَّيْتَ عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ  
 مَّجِيْدٌ وَبَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ  
 عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ - ابو حمید  
 الساعدی سے روایت ہے، ہم نے دریافت کیا، یا رسول اللہ! ہم آپ پر درود



کیونکہ یہ صحیح ہے۔ فرمایا کہ ہو: اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَأَزْوَاجِهِ وَذُرِّيَّاتِهِ  
 كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَأَزْوَاجِهِ وَذُرِّيَّاتِهِ  
 كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ خَبِيرٌ مَجِيدٌ (امام احمد)  
 ابو مسعود انصاری سے روایت ہے، کہ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم جاسے یہاں  
 تشریف لائے اور ہم لوگ سعد بن عبادہ کی محفل میں بیٹھتے تھے، بشیر بن سعد نے عرض  
 کیا، یا رسول اللہ! ہمیں خدائے آپ پر صلاۃ پڑھنے کا حکم دیا ہے، ہم کیسے پڑھیں  
 آپ خاموش ہو گئے، اس وقت ہمارے دل میں خواہش پیدا ہوئی۔ کاش ہم نے یہ  
 بات نہ پوچھی ہوتی۔ پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہو: اللَّهُمَّ صَلِّ  
 عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَبَارَكْ  
 عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ  
 إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ خَبِيرٌ مَجِيدٌ۔ اور سلام کے بارے  
 میں تو تم جانتے ہی ہو (مالک اور مسلم وغیرہ)، اور اگر تم کہو کہ کَمَا صَلَّيْتَ عَلَى  
 إِبْرَاهِيمَ میں تشبیہ کی گنجائش کہاں ہے، کیونکہ یہ طے شدہ امر ہے کہ مشبہ،  
 مشبہ بہ سے کم تر ہوتا ہے اور یہاں معاملہ اس کے برعکس ہے، کیونکہ تنہا رسول اکرم  
 صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آل ابراہیم سے بدرجہا افضل ہیں  
 حالانکہ یہاں آل محمد کا ذکر بھی شامل ہے اور آپ کے افضل ہونے کی وجہ سے وہ  
 صلاۃ جو آپ کے لیے طلب کی جا رہی ہے یقیناً اس صلوٰۃ سے جو کسی اور کے لیے  
 طلب کی گئی ہے یا کی جائے گی، بدرجہہ باہتر ہوگی۔ علمائے اس کے کئی جواب دینے  
 ہیں، حضرت امام شافعی سے یہ قول نقل کیا گیا ہے، کہ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ  
 كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ، بلکہ اس کا تعلق وعلی آل محمد سے ہے۔ دوسرا جواب یہ  
 ہے، کہ مشبہ کا مشبہ بہ سے کم تر ہونا لازمی نہیں، بلکہ بعض اوقات تشبیہ، مساوی اور کمتر

چیز سے بھی دی جاتی ہے جیسا کہ اس آیت میں: **مَثَلُ نُورٍ كَمِثْلِكَوۃ۔** اندازہ لگاؤ، کہ ایک فانوس کی خدائی نور سے کیا نسبت ہے، امام نووی لکھتے ہیں، کہ بہتر جواب وہ ہے، جو امام شافعی سے منسوب ہے، کہ تشبیہ اصل صلوٰۃ کی اصل صلوٰۃ سے ہے یا مجھ سے کی مجھ سے ہے۔ اور عارف ربانی، ابو محمد مر جانی کی طرف جو جواب منسوب ہے وہ یہ ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: **كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اَبُو اِهْتِم** اور **كَمَا بَاوَدْتَ عَلٰى اَبُو اِهْتِم** اور یہ نہیں فرمایا، **كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى مُوسٰى**، کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خدائی (جلال) کی ایک جھلک دیکھی تھی اور بہوش ہو کر گر پڑے تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خدائی جمال کی تجلی دکھائی گئی تھی کیونکہ محبت اور غلت خدائی جمال کے آثار سے ہیں۔ اسی لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو کہا کہ تم مجھ پر اس طرح درود بھیجو، جیسا کہ خدا نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر رحمت بھیجی یعنی آپ کے لیے خدا کی جمالی تجلی کی درخواست کی جائے اور اس سے رسول کریم علیہ الخیرۃ والتسلیم اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے درمیان مساوات کا ہونا ضروری نہیں۔ بلکہ یہ حدیث، تجلی جمال میں، مشارکت کی متقاضی ہے، اور دونوں کے مقام اور رتبے میں مساوات کا ہونا لازمی نہیں۔ کیونکہ خداوند تعالیٰ ہر دو آدمیوں کو ان کے مقام اور رتبے کے مطابق اپنی تجلی جمال سے فیض یاب کرتا ہے، شاہ وہ دونوں اس وصف میں شریک ہی ہوں۔ پس وہ دونوں آدمیوں کو ان کے رتبے اور درجے کے مطابق، اپنی تجلی جمال سے بہرہ ور کرے گا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے درجے کے مطابق اور رسول کریم علیہ الخیرۃ والتسلیم اپنے درجے کے مطابق مستفیض ہوں گے اس تشریح سے حدیث کا مفہوم واضح ہو جاتا ہے۔

اس حدیث میں آل محمد سے مراد وہ لوگ ہیں، جن پر صدقہ حرام ہے، جیسا کہ امام شافعی سے منقول ہے اور جے عبور علانی نے پسند کیا ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں اس

سے مراد ازواج مطہرات اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بال بچے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد ساری امت ہے، بعض کہتے ہیں، اس سے مراد پرہیزگار ہیں اس حدیث میں صلاۃ سے مراد، افضل الصلوات ہے، کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے لیے بہترین اودا علیٰ چیز پسند فرمائیں گے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے، کہ اگر کوئی شخص یہ قسم کھائے، کہ وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر بہترین صلاۃ بھیجے گا، تو اسے اپنی قسم پورا کرنے کے لیے یہی صورت اختیار کرنا پڑے گی۔ اس کی امام نووی نے تصویب کی ہے۔ ایک روایت میں قسم سے برأت کی صورت یہ ہے کہ وہ یوں کہے: کُلَّمَا ذَكَرَهُ الذَّاكِرُونَ وَكُلَّمَا عَفَلَ عَنْ ذِكْرِهِ الْغَافِلُونَ۔ امام شافعی نے اپنے ایک رسالے کے خطبے میں یہی صورت بیان کی ہے۔

قاضی حسین لکھتے ہیں، کہ برأت قسم کی صورت یہ ہے کہ وہ کہے: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ كَمَا هُوَ اَوْلٰئُهُ وَتَسَلِّطْهُ۔ اور اگر چاہے، تو اسے اور جو کچھ حدیث میں بیان ہوا ہے جمع کر لے اور امام شافعی کے بیان کر وہ الفاظ کا اضافہ کر لے۔ لیکن جو کچھ قاضی حسین نے کہا ہے وہ زیادہ جامع ہے۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ وہ تمام درست روایات پر غور کرے اور ان میں سے ایسے الفاظ تلاش کر لے، جن سے یہ مقصد پورا ہو جائے، تو یہ صورت بہتر ہوگی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، جو شخص مجھ پر صلاۃ پڑھنا چاہے وہ یوں پڑھے: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ وَارْحَمْ مُحَمَّدًا وَاٰلَ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ وَبَارَكْتَ وَتَرَحَّمْتَ عَلٰی اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔ (حاکم)

حضرت سلامۃ الکندی سے مروی ہے، کہ حضرت علی اکرم اللہ وجہہ لوگوں کو

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے کے لیے جو الفاظ سکھاتے تھے ان کا ترجمہ  
 حسب ذیل ہے: "اے خدا، زمینوں کے بچانے والے آسمانوں کے پیدا کرنے  
 والے، اپنی بہترین رحمتیں اور لائبریا، برکتیں اور مغنیمتیں نوازشات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم  
 پر نازل فرما جو تیرے بندے اور رسول ہیں۔ جو بندہ شے (شرع) کو کھولنے والا اور پہلے  
 ادیان کو ختم کرنے والے، راستی کا ٹھیک طور پر اعلان کرنے والے اور کفر کے لشکروں  
 کو بھگا دینے والے ہیں۔ جب آپ پر ذمہ داری کا یہ بوجھ ڈالا گیا تو تیری اطاعت  
 کرتے ہوئے آپ نے تیرے کام کو آگے بڑھایا، اور تیری رضا کے حصول کے لیے  
 فوراً آگے بڑھے۔ تیری وحی کی حفاظت کی، تیرے عہد کو نبھایا اور تیرے احکام کے  
 نفاذ پر ڈٹ گئے۔ تا آنکہ آپ نے حق کے متلاشی کے لیے شعلہ بھڑکا دیا، جس سے  
 اشد کی نعمتیں، سختیوں تک پہنچ گئیں۔ اسی شعلے کی وجہ سے وہ دل جو فتنوں اور گناہوں  
 کی گہرائیوں میں گر پڑے تھے، راہِ راست پر آگئے، نیز واضح نشانات کا احکام الہی کا  
 الاؤ اور اسلام کی مشعلیں جل اٹھیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تیرے قابل اعتماد امین  
 تیرے مخفی علوم کے خزانچی، یومِ جزا کے شاہد اور تیری طرف سے اہل عالم کے لیے  
 نعمت بنا کر بھیجے گئے ہیں اور تیرے رسول برحق ہیں اور تیری رحمت ہیں۔ اے  
 اشد! تو اپنے بہشت میں انہیں کھلا مقام عطا کر اور اپنے فضل و کرم سے کسی گنا  
 جزا سے معذور ہے، تیری یہ رحمتیں تیرے فیض سے خوشگوار ہوں نہ کہ ناگوار اور تیری  
 عطائے جزیل سے وہ بار بار فیضیاب ہوں۔ اے اشد! تو ان کی عمارت کو تمام  
 اہل عالم کی عمارتوں سے اونچا کر دے اور اپنے پاس ان کے قیام اور مقام کو معزز  
 فرما۔ تو ان کے نور کو مکمل کر اور نیز تو اپنے فضل و کرم سے ان کی دعوت کو قبولیت  
 عامہ سے سرفراز فرما۔ ان کی گفتگو میں برانصاف ہو، ان کا مشن فاسق بین الحق  
 والباطل اور ان کی دلیل اعلیٰ اور ارفع ہو۔"

حضرت عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے، کہا، جب تم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھو، تو عمدہ اور بہتر طریقے سے پڑھو، کیونکہ کون کہہ سکتا ہے کہ تمہارا درود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کر دیا جائے، لوگوں نے کہا، ہمیں سکھائیے، انہوں نے کہا، کہو :- **اللَّهُمَّ اجْعَلْ صَلَاتِكَ وَبَرَكَاتِكَ وَرَحْمَتِكَ عَلَى سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ وَإِمَامِ الْمُتَّقِينَ وَخَاتَمِ النَّبِيِّينَ مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُولِكَ إِمَامِ الْحَقِّينَ وَرَسُولِ الرَّحْمَةِ - اللَّهُمَّ اَبْرَأْنَا بِكَ مَقَامًا مَحْمُودًا يَغِيظُهُ فِيهِ الْأَوْلُونَ وَالْآخِرُونَ - اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَإِنَّا نَعْبُدُكَ حَمِيدًا مَجِيدًا وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ -**

حضرت ابو یوسف بن ثابت انصاری راوی ہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس شخص نے میرے لیے مندرجہ ذیل دعا کی جنت اس پر واجب ہوگی۔  
**اللَّهُمَّ أَنْزِلْهُ الْمَقْعَدَ الْقَدِيمَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ - (طبرانی)**

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو شخص ہم اہل بیت پر درود بھیج کر پورا پورا تو لٹا چاہیے تو اسے یوں کہنا چاہیے :- **اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ وَآزْوَاجِهِ أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ وَذُرِّيَّتِهِ وَأَهْلِ بَيْتِهِ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَإِنَّا نَعْبُدُكَ حَمِيدًا مَجِيدًا (ابوداؤد)**  
طاؤس سے مروی ہے، کہتے ہیں، میں نے حضرت عبداللہ بن عباس کو حسب ذیل انداز میں صلوة پڑھتے سنا :- **اللَّهُمَّ تَقَبَّلْ شَفَاعَةَ مُحَمَّدٍ الْكَبْرِيِّ**

وَأَرْفَعُ دَرَجَتَهُ الْعُلْيَا وَأَعْطِيهِ سُؤْلَهُ فِي الْأَجْرَةِ وَالْأُولَى،  
كَمَا بَيَّنَّتْ إِبْرَاهِيمُ وَمُوسَى -

وہ مقام جہاں درود پڑھنا مشروع  
وہ مقام جہاں درود پڑھنا چاہیے :- ہے : تشہد دوم جس میں صلاۃ پڑھنا  
واجب ہے، اور تشہد اول جس میں درود پڑھنا سنت ہے۔ یہ مختصر ترین صورت  
ہیں بلکہ اصل علیٰ محمد ہے۔ نیز جیسے اور عیدین کے شبے، اور چھ کے دونوں شبے  
اس کے بغیر درست نہیں۔ اسی طرح مؤذن کی اذان کے بعد جیسا کہ امام احمد نے  
عبد اللہ بن عمرو بن عاص سے روایت کی ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،  
جب تم مؤذن کو اذان کہے سنو، تو میں طرح وہ کہے، تم بھی ساتھ ساتھ وہی الفاظ  
دہرائے جاؤ، پھر مجھ پر درود پڑھو، کیونکہ جو شخص مجھ پر ایک دفعہ درود پڑھتا ہے  
میرا اس پر کس دفعہ درود پڑھتا ہے۔ پھر تم خدا سے میرے لیے وسیلے کی دعا مانگو،  
یونہی کہ وہ جس قدر میں ایک ایسا مقام ہے جس کا استحقاق اللہ کے بندوں میں سے  
ایک بندے کو حاصل ہوگا۔ اور چاہتا ہوں کہ وہ بندہ میں ہی نہیں اور جس شخص  
سے میرے لیے اس وسیلے کی دعا مانگی اس کی شفاعت مجھ پر واجب ہوگئی۔

امام بخاری وغیرہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے حضور اکرم  
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو شخص بعد ازاں مندرجہ ذیل دعا پڑھتا ہے اس  
کی شفاعت مجھ پر واجب ہوگئی :- اللَّهُمَّ زِدْ هَذِهِ الدَّعْوَةَ التَّامَّةَ  
وَالصَّلَاةَ الْقَائِمَةَ آتِ مُحَمَّدَ بْنَ الْوَيْسِلَةَ وَالْقَضِيَّةَ وَأَرْفَعَهُ  
مَقَامًا مَعْمُودَ الْذِمَّةِ وَعَدَّتْهُ - نیز ہر دعا کے شروع اور میان  
اور آخر میں درود شریف پڑھا جائے۔ امام احمد نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے  
یہ حدیث روایت کی ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم مجھے سوار کے

پیالے کی طرح مت بناؤ، کہ وہ اپنے پیالے کو پانی سے بھرتا ہے، پھر رکھ دیتا ہے، پھر سامان اٹھاتا ہے، اگر پینے کی ضرورت پڑے تو پی لیتا ہے۔ بصورت وضو، وضو کر لیتا ہے، ورنہ گرا دیتا ہے۔ بلکہ تم مجھے دعا کے شروع، وسط اور آخر میں دہراؤ۔

نیز درود کا پڑھنا، دعائے قنوت کے آخر میں، بہت ضروری ہے۔ جیسا کہ امام احمد وغیرہ نے حضرت حسن بن علی سے روایت کی، کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے بعض کلمات ایسے سکھائے، جنہیں آپ نے دعائے قنوت کے بعد پڑھنے کا حکم دیا :- **اللَّهُمَّ اهْدِنِي فِيمَنْ هَدَيْتَ وَعَافِنِي فِيمَنْ عَافَيْتَ، وَتَوَلَّنِي فِيمَنْ تَوَلَّيْتَ، وَبَارِكْ لِي فِيمَا أَعْطَيْتَ وَ**  
**قِنِي شَرَّ مَا قَضَيْتَ، فَإِنَّكَ تَقْضِيهِ وَلَا يَقْضِي عَلَيْكَ، وَ**  
**إِنَّهُ لَا يَذِلُّ مَنْ وَالَيْتَ، وَلَا يُعِزُّ مَنْ عَادَيْتَ، تَبَارَكْتَ رَبَّنَا**  
**وَتَعَالَيْتَ وَصَلَّى اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ۔**

نیز تکبیرات عیدین کے درمیان بھی درود پڑھا جائے۔ یہ روایت حضرت عبداللہ بن مسعود نے بیان کی ہے۔ نیز مسجد میں داخل ہوتے وقت اور مسجد سے نکلنے وقت بھی درود پڑھا جائے۔ امام احمد نے حضرت فاطمہ سے روایت کی ہے کہ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم مسجد میں داخل ہوتے وقت درود پڑھتے اور فرماتے :- **اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي ذُنُوبِي وَافْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ** اور جب مسجد سے نکلنے تو پھر درود پڑھ کر آخر میں فرماتے :- **اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي ذُنُوبِي وَافْتَحْ لِي أَبْوَابَ فَضْلِكَ۔**

نیز نماز جنازہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا جائے۔ کیونکہ سنت یہ ہے، کہ پہلی تکبیر کے بعد سورہ فاتحہ پڑھے اور دوسری کے بعد رسول کریم

پر درود پڑھے اور تیسری کے بعد میت کے لیے دعائے مانگے اور چوتھی کے بعد یہ الفاظ کہے :- اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَهُ لَا تَقْبِتْنَا بَعْدَهُ۔ اس بارے میں امام شافعی اور نسائی نے ایک حدیث بیان کی ہے۔

نیز ایام حج میں تلبیہ (لبیک) سے فراغت کے بعد، نیز صفا اور مروہ کے مقامات پر قومی اور ملی اجتماعوں میں اور نیز مجالس برخواست کرتے وقت جیسا کہ امام ترمذی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، کہ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے فرمایا، کہ جب بھی کوئی ایسا اجتماع ہوا، جس میں اللہ کا نام نہ لیا گیا اور محمد پر درود نہیں بھیجا گیا، ایسا اجتماع ناقص ہوگا۔ خدا چاہے، تو انہیں سزا دے اور چاہے تو معاف کر دے۔ حضرت ابوسعید راوی ہیں کہ جب کچھ لوگ اکٹھے ہوں، پھر اٹھ کھڑے ہوں، اور رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم پر درود نہ بھیجیں خواہ وہ جنت میں داخل کیوں نہ ہو جائیں، جب وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے والوں کا مقام اور درجہ دیکھیں گے، تو ان کے دل میں حسرت پیدا ہوگی۔

نیز صبح و شام کے وقت درود پڑھنا چاہیے۔ طبرانی نے ابوالدرداء کی حدیث میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بیان کیا ہے، آپ نے فرمایا، جس نے صبح اور شام کو دس دس مرتبہ درود بھیجا، اسے قیامت کے دن میری شفاعت نصیب ہوگی۔ نیز وضو کرتے وقت درود پڑھنا چاہیے۔ ابن ماجہ نے حضرت سہل بن سعد سے روایت کی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ جو شخص مجھ پر درود نہیں بھیجتا، اس کا وضو نہیں ہوتا۔

اسی طرح جب کوئی چیز بھول جاوے، تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجو۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث روایت



کی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، جب تم کوئی چیز بھول جاؤ، تو مجھ پر درود بھیجو، انشاء اللہ وہ بات یاد آجائے گی۔ اسے ابو موسیٰ المدینی نے بیان کیا ہے نیز پھینک کے بعد عیسا کہ ابو موسیٰ المدینی اور ایک جماعت کی رائے ہے، نیز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک کی زیارت کے وقت ابو داؤد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ جب کوئی مجھ پر سلام بھیجے گا، تو خدا میری روح کو میرے جسم میں واپس بھیج دے گا اور میں اس کے سلام کا جواب دوں گا۔ ابن عساکر راوی ہیں، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، جو بھی میری قبر کے پاس مجھ پر درود بھیجتا ہے، میں اسے سنتا ہوں اور آپ کا ارشاد ہے کہ جمعے کے دن اور رات کے دوران میں کثرت سے درود پڑھو۔ اوسن بن اوس ثقفی راوی ہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ جمعہ تمام دنوں سے افضل ہے اس دن آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا اسی دن ان کی روح قبض ہوئی، اسی دن نفع صور ہوگا اور اسی دن آسمان سے آگ کا ظور ہوگا۔ تم کثرت سے مجھ پر درود بھیجو۔ کیونکہ تمہاری کارگزاری میرے سامنے پیش کی جاتی ہے۔ ہم نے کہا، یا رسول اللہ یہ کیسے ممکن ہے، حالانکہ آپ کی ہڈیاں بھی گل سڑ چکی ہوں گی۔ فرمایا، خدا نے زمین پر انبیا کے جسموں کا کھانا حرام کر دیا ہے۔ (امام احمد وغیرہ)

بیہقی نے ابو امامہ کی حدیث میں رسول کریم علیہ السلام نے فرمایا

**فضیلت جمعہ :-** سے یہ روایت بیان کی ہے کہ آپ نے جمعے کے دن

اور رات کو کثرت سے درود پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ اگر آپ کہیں کہ اس دن کی خصوصیت میں کیا حکمت ہے، علامہ ابن قیم نے یہ جواب دیا ہے کہ حضور اکرم سید الانام ہیں، اور جمعہ سید الایام ہے، اور اس لیے اس دن کے درود کو باقی دنوں کے درود پر فضیلت حاصل ہے۔ اس میں دوسری حکمت یہ ہے، کہ امت محمدیہ کو

دین و دنیا میں جو بھلائی نصیب ہوئی، وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ویسے سے ہوئی اور خدا نے اس امت کے لیے دین و دنیا کی بھلائیاں جمع کر دیں۔ اور جو بہتر بھلائی انہیں حاصل ہوگی، وہ جسے کے دن حاصل ہوگی۔ کیونکہ اسی دن وہ قبروں سے اٹھ کر جنت میں اپنے محلات میں داخل ہوں گے اور بعد از داخلہ اسی دن ان کے مراتب میں اضافہ ہوگا، اور اسی دن دنیا میں ان کی عید ہوتی ہے۔ اور نیز یہ وہ دن ہے، جب خداوند تعالیٰ ان کی ضرورتوں اور حاجتوں کو پورا کریگا اور ان کی درخواستوں کو رد نہیں کرے گا، اور امت محمدیہ کو یہ تمام نعمتیں رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی معرفت اور آپ کے طفیل حاصل ہوئیں۔ بناءً علی ہذا، آپ کا شکر ادا کرنے کے لیے امت محمدیہ پر بقدر اقل یہ ضروری قرار دیا ہے، کہ وہ جسے کے دن اور رات کے دوران حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر بہ کثرت درود شریف پڑھیں۔

**فضیلت درود :-** درود کی فضیلت کا کئی صحیح حدیثوں میں ذکر آیا ہے امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت بیان کی ہے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، جس نے مجھ پر ایک دفعہ درود بھیجا، خدا اس پر دس دفعہ درود بھیجے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ راوی ہیں، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جب ریل علیہ السلام نے آکر مجھے بتایا، کہ آپ کی امت سے جو شخص آپ پر ایک دفعہ درود بھیجے گا، خدا اس پر دس دفعہ درود بھیجے گا، اور اسے دس درجے بلند کر دے گا۔ (طبرانی اور ترمذی) ابو طلحہ راوی ہیں کہ ایک دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور خوشی کے آثار آپ کے چہرے سے نمایاں تھے۔ ہم نے کہا، یا رسول اللہ! آپ کے چہرے پر آثار مسرت نمایاں ہیں۔ فرمایا جبریل آئے تھے، کہنے لگے، اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ نواں

بات سے خوشی نہ ہوگی، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، جو شخص بھی تمہاری امت سے تجھ پر ایک دفعہ درود بھیجے گا، ہم اس پر دس بار رحمت بھیجیں گے اور اسی طرح جو شخص ایک دفعہ سلام بھیجے گا، ہم اس پر دس بار سلام بھیجیں گے۔ (امام احمد وغیرہ) عامر بن ربیعہ راوی ہیں، حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے فرمایا، جو شخص مجھ پر درود بھیجتا ہے تو فرشتے اس پر (خواہ وہ زیادہ پڑھے یا کھوڑا پڑھے) باقاعدہ درود بھیجتے رہتے ہیں (امام احمد) حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص راوی ہیں، کہ جو شخص حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود بھیجتا ہے، اللہ اور اس کے فرشتے اس آدمی پر ستر بار درود بھیجتے ہیں۔ اب اس کا انحصار اس آدمی پر ہے، خواہ وہ زیادہ پڑھے یا کھوڑا پڑھے۔ حضرت ابی بن کعب سے روایت ہے، میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں اکثر آپ پر صلوٰۃ پڑھتا ہوں۔ میں کس قدر اور پڑھوں؟ فرمایا، جو تمہاری مرضی ہے، عرض کیا (دن یا رات کا) چوتھا حصہ فرمایا، تمہاری مرضی، اگر اس پر کچھ اضافہ کر دو گے، تو اس میں تمہاری سبلائی ہے۔ عرض کیا، نصف، فرمایا، تمہاری مرضی، اگر کچھ بڑھا دو، تو اس میں تمہارا بھلا ہے۔ میں نے عرض کیا، دو تہائی، فرمایا، تمہاری مرضی، کچھ اور بڑھا دو، تو فائدہ میں رہو گے۔ عرض کیا، میں اپنا سارا وقت آپ پر درود بھیجنے میں گزار دوں گا۔ فرمایا، اس صورت میں تیرے مصائب ختم ہو جائیں گے، اور تیرے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ (ترمذی)، امام نووی فرماتے ہیں، کہ صلوٰۃ اور سلام کو علیحدہ کرنا مکروہ ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے، کہ خدا نے مندرجہ ذیل آیت میں دونوں کا حکم دیا ہے :- اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلٰی النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيْمًا۔ فتح الباری میں مذکور ہے، اگر صلوٰۃ پڑھے اور سلام بالکل نہ پڑھے تو یہ مکروہ

ہے، لیکن اگر ایک وقت میں سلام پڑھے اور پھر صلاۃ پڑھ دے، تو اس سے تعمیل حکم ہو جائے گی۔

## فصل سوم

اسے فضل میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل و عیال، قرابت داروں، اہل بیت اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے محبت کا ذکر ہے۔

علامہ طبرانی لکھتے ہیں، تجھے معلوم ہونا چاہیے، کہ جب اللہ تعالیٰ نے رسول کریم علیہ التحیۃ والسلام کو تمام کائنات سے منتخب فرمایا، اور اپنے عمومی انعامات سے آپ کو مختص کیا، تو جو شخص بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہ لحاظ نسب یا کسی اور نسبت سے منسوب ہوا، اللہ نے اسے آپ کی برکت سے بلند مقام عطا کیا۔ اور جو شخص بھی آپ کی امداد کے لیے آپ کے قریب آیا، یا آپ کی صحبت میں شریک ہوا، اللہ نے اسے عزت دی، خدا نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اقربا سے دوستی کو آدمی کی برکت کے لیے کافی گردانا اور آپ کے اہل بیت اور اولاد کی محبت کو فرض قرار دیا۔ فرمایا: **قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ**۔ مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی، تو صحابہ نے دریافت کیا، یا رسول اللہ! آپ کے قرابت دار کون ہیں؟ فرمایا، علی، فاطمہ اور ان کے دو بیٹے۔ ارشاد ہے: **إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا**۔ اس آیت میں جن اہل بیت کا ذکر ہے۔ ان کے بارے میں اختلاف

سب سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، کہ یہ آیت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے بارے میں نازل ہوئی۔ اس کے راوی ابو عامر ہیں جنہوں نے حضرت عکرمہ سے روایت کی۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما راوی ہیں، کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تشریف فرما تھے، کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما ایک دگچی میں خزیرہ (گوشت) میں آٹا ملا کر پکاتے تھے، ایسے آئیں فرمایا، علی اور بچوں کو بلالاً و حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما گئیں اور انہیں بلالائیں۔ وہ آئے اور خزیرہ کھانے لگ گئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک چادر اور صلی ہوئی تھی اور میں اپنے حجرے میں نماز پڑھ رہی تھی۔ اس اثنا میں یہ آیت نازل ہوئی۔ حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے چادر کا پلو بڑھایا اور ان سب کو اس سے ڈھانپ کر ہاتھ باہر نکالے اور آسمان کی طرف اٹھا کر فرمایا، اے خدا! یہ لوگ میرے اہل بیت اور مجھ سے خاص ہیں، تو ان سے گناہوں کی نجاست دور کر۔ اور انہیں پاک صاف بنا دے۔ (ام سلمہ رضی اللہ عنہما فرماتی ہیں) میں نے بھی سر باہر نکالا اور کہا، یا رسول اللہ! میں بھی آپ کے ساتھ ہوں۔ فرمایا، تو بھی ان میں شامل ہے، اس فقرے کو پھر دہرایا۔

حضرت ابوسعید خدری راوی ہیں، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یہ آیت میرے، علی، فاطمہ اور حسین کے بارے میں اتری ہے۔ حضرت زید بن ارقم راوی ہیں، کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دینے کو اٹھے، خدا کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا، اے لوگو! میں بھی تمہاری طرح کا ایک انسان ہوں، قریب ہے کہ خدا کا پیغام موصول ہو، اور مجھے اس کی تعمیل کرنا پڑے، میں تم میں دو نہایت عمدہ چیزیں چھوڑ رہا ہوں۔ پہلی چیز کتاب اللہ ہے جس میں ہدایت اور نور ہے، تم اللہ کی کتاب کو مضبوطی سے محکم رکھو، آپ نے اس پر لوگوں کو اکسایا اور رعبت دلائی۔ پھر

فرمایا، دوسری چیز اہل بیت ہیں، میں تمہیں اس باب میں خدا کی یاد دلاتا ہوں۔  
 (آپ نے تین بار یہ فقرہ دہرایا) زید سے پوچھا گیا، کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج  
 ہی اہل بیت ہیں، کہا بلاشبہ وہ اہل بیت میں شامل ہیں، لیکن یہاں اہل بیت  
 سے تمام وہ لوگ مراد ہیں جن پر صدقہ حرام ہے۔ پوچھا، وہ کون ہیں؟ کہا، آل  
 علی، آل جعفر، آل عقیل اور آل عباس۔ پوچھا، کیا ان سب پر صدقہ حرام ہے، کہا،  
 ہاں۔ اور بلاشبہ جو شخص بھی قرآن پر غور کرتا ہے اسے معلوم ہو جاتا ہے کہ ازواج مطہرات  
 اس آیت میں شامل ہیں۔ کیونکہ سیاق کلام کا تعلق ان سے ہے۔ یہ ابن عطیہ کی رائے  
 ہے۔ حالانکہ قبور کا خیال یہ ہے، کہ اس سے مراد علی، فاطمہ اور حسین ہیں۔ حضرت  
 ابو سعید رضی اللہ عنہ، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہیں، فرمایا، جلدی ہی  
 مجھے بلایا جائے گا اور مجھے تعمیل کرنا ہوگی، میں تم میں دو اعلیٰ اشیا چھوڑ رہا ہوں،  
 کتاب اللہ اور میری اولاد۔ کتاب اللہ وہ رسی ہے، جو زمین و آسمان کے درمیان  
 بندھی ہوئی ہے اور عمرت سے مراد اہل بیت ہیں، اور مجھے خدا نے آگاہ کر دیا ہے  
 کہ یہ دونوں ایک دوسرے سے اس وقت تک علیحدہ نہیں ہوں گے، جب تک  
 کہ جوہن کوثر پر میری اور ان کی ملاقات نہ ہو جائے گی۔ اب یہ تمہارا کام ہے، تم سوچو  
 کہ میرے بعد ان سے کیا سلوک کرو گے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اسے  
 لوگو! تم رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کو ان کے اہل بیت کے بارے میں کوئی دکھ نہ  
 دینا۔ نیز فرمایا، رسول کریم کے قرابت و اقربت وار مجھے اپنے قرابت داروں سے زیادہ  
 عزیز ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم اللہ سے اس لیے محبت کرو کہ وہ  
 تمہیں رزق دیتا ہے، اور مجھ سے اس لیے محبت کرو کہ تم اللہ سے محبت کرتے ہو  
 اور میری محبت کی وجہ سے میرے اہل بیت سے محبت کرو۔ امام احمد مناقب میں لکھتے  
 ہیں، کہ جسے اہل بیت سے بغض ہو، وہ منافق ہے۔

بخاری میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا، تمہاری نسبت مجھ سے وہی ہے، جو حضرت ہارون کو موسیٰ علیہ السلام سے حاصل تھی، ہاں مگر میرے بعد کوئی آدمی نبی نہیں ہو سکتا۔ ایک دوسری روایت میں یوں مذکور ہے، کیا تمہیں یہ پسند نہیں، کہ میرے بعد تمہاری حیثیت ایسی ہو جیسی کہ حضرت ہارون کی حیثیت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد تھی۔ چونکہ حضرت ہارون علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں خلیفہ تھے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے، کہ حضرت علی بھی حضور کی زندگی میں آپ کے خلیفہ رہے۔ یہی ترمذی اور نسائی کی یہ حدیث: رَمَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلَيْتُ مَوْلَاهُ۔ امام شافعی لکھتے ہیں، اس سے مراد اسلامی بھائی چارہ ہے جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے: ذَٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ مَوْلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَأَنَّ الْكَافِرِينَ لَا مَوْلَى لَهُمْ۔ ایک روایت میں آیا ہے آپ نے فرمایا، جس نے علی کو دکھ دیا، اسے نے مجھے دکھ دیا۔ (امام احمد مخلص الذہبی کی روایت میں ہے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، "جس نے علی سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی"۔ نقاش لکھتے ہیں کہ مندرجہ ذیل آیت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بارے میں نازل ہوئی: اِنَّ الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا حضرت محمد بن حنفیہ فرماتے ہیں، کوئی ایسا مومن نہیں جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور بطحیت سے محبت نہ کرتا ہو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت فاطمہ تمام انسانوں اور حضرت علی تمام مردوں سے زیادہ عزیز تھے۔ بخاری میں مذکور ہے، آپ نے فرمایا، فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے، اسے جس نے ناراض کیا، اس نے مجھے ناراض کیا۔ اس سے امام سیبلی نے یہ نتیجہ نکالا

ہے، کہ جو شخص حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کی شان میں گستاخی کرتا ہے، وہ کاڑھو جانا ہے۔ حضرت اسامہ بن زید راوی ہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن و حسین کے بارے میں فرمایا۔ اے خدا! میں ان دو سے محبت کرتا ہوں، تو بھی ان سے محبت کر اور اس سے بھی محبت کر، جو ان سے محبت کرتا ہے، حافظ سلفی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث بیان کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں، میں جب بھی حسن بن علی کو دیکھتا ہوں، تو میری آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں۔ وہ یہ ہے، کہ ایک دفعہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے تشریف لائے اور میں مسجد میں بیٹھا تھا، میرا ہاتھ پکڑ کر مجھ پر سہارا لے لیا، تا آنکہ ہم بنو قینقار کے بازار میں آئے اور اُدھر اُدھر دیکھا، لوٹے اور آکر مسجد میں بیٹھ گئے۔ فرمایا، میرے بیٹے کو بلاؤ، اتنے میں حضرت حسن بھگتے آئے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی گود میں گر پڑے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے منہ کو کھولتے تھے، پھر اپنا منہ ان کے منہ میں ڈالتے، فرماتے، اے اللہ! میں اس بچے سے محبت کرتا ہوں، پس جو اس سے محبت کرتا ہے، تو اس سے محبت کر۔ یہ بات تین دفعہ دہرائی۔ فرمایا، جس نے مجھ سے محبت کی اور ان دو بچوں اور ان کے والدین سے محبت کی، وہ قیامت کے دن میرے درجے میں ہوگا۔ یہاں معیت سے مراد، درجے میں برابری نہیں، بلکہ مراد رفع حجاب ہے، جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے: - فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ - عقبہ بن عارث سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دیکھا۔ وہ حضرت حسن کو اٹھائے ہوئے تھے اور کہہ رہے تھے، بخدا حسن باپ کے بجائے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مشابہ ہے، اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ مسکرا رہے تھے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے کہا، مجھے



اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، کہ کسی شخص کے دل میں ایمان داخل نہیں ہو سکتا، جب تک وہ تم سے خدا اور رسول کی خاطر محبت نہ کرے، فرمایا: اے لوگو! جس نے میرے چچا کو دکھ دیا، اس نے مجھے دکھ دیا، چونکہ ہر آدمی کا چچا اس کے باپ کی مثال ہوتا ہے۔ (ترمذی) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اور ان کے بیٹے کو چادر سے ڈھانپ لیا تھا۔ پھر دعائیں فرمایا: - اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْعَبَّاسِ وَوَلَدِهِ مَغْفِرَةً ظَاهِرَةً وَبَاطِنَةً لَا تُغَادِرُ ذَنْبًا اِلَّا سَتَرْتَهُ، اَللّٰهُمَّ احْفَظْهُ فِئْتِ وَوَلَدِهِ - (ترمذی) ابن السری کی روایت میں ہے، کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کالی چادر سے جس میں سُرخ دھاریاں تھیں، ڈھانپ لیا اور فرمایا: - اَللّٰهُمَّ اِنَّ هٰؤُلَاءِ اَهْلُ بَيْتِيْ وَعِيْتِيْ، فَاسْتُوْهُمْ مِنْ النَّارِ كَسْتُوْهُمْ مِنْ هٰذِهِ الشَّمْلَةِ - اس گھر میں کوئی اینٹ اور کوئی دروازہ ایسا نہیں تھا، جس نے اس دعا پر آمین نہ کہی ہو۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عقیل سے فرمایا، مجھے تجھ سے دھرج کی محبت ہے، ایک تو اس لیے کہ تو میرا قرابت دار ہے اور ایک اس لیے کہ مجھے معلوم ہے، کہ میرا چچا تجھ سے محبت کرتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حنین کے دن فرمایا، کہ ابوسفیان بن حارث میرے اچھے رشتہ داروں میں سے ہے۔ (عالم) ابوسعید راوی ہیں، رسول کریم علیہ السلام نے فرمایا، جو شخص میرے اہل بیت سے عداوت رکھتا ہے، خدا سے جہنم میں داخل کرے گا۔

تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ ان چار الفاظ: آل، اہل، عترت اور ذوی القربی کے معنی ملتے جلتے ہیں اور ماموں عباسی کے زمانے میں، یہ لوگ بالخصوص شرفاً سبز رنگ کا جبہ پہنتے تھے۔ پھر آٹھویں صدی ہجری کے آخر تک اس کا استعمال بند

ہو گیا۔ بعد میں سلطان اشرف نے ۷۷۳ ہجری میں حکم دیا، کہ بعض امتیاز پتھریوں پر سبز رنگ کی پٹی باندھ لی جائے، چنانچہ مصر اور شام وغیرہ میں اس پر باقاعدہ عمل ہوتا رہا۔

صحابہ کرام کے بارے میں ارشادِ خداوندی ہے:

**فضیلت صحابہ کرام :-** مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ آمَنُوا  
 ابْتَدَأُوا عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ۔ اس آیت میں خدا نے  
 یہ بتایا ہے، کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے سچے رسول ہیں جس میں کوئی شک نہیں  
 پھر صحابہ کی تعریف میں فرمایا، کہ وہ کفار کے خلاف شدید جذبات رکھتے ہیں اور  
 آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ اس کے بعد اسی آیت میں بیان فرمایا، کہ وہ اپنے اعمال  
 میں بڑے مخلص ہیں، چنانچہ جو شخص بھی ان کو دیکھتا ہے، اسے ان کی پیشانی کے  
 نشان دیکھ کر ان کے خلوص نیت اور حسن اعمال پر تعجب ہوتا ہے، پھر ارشاد ہوتا ہے:

ذَلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ كَزُرِّعٍ أَخْرَجَ  
 شَطَاةً فَازَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سَوْقِهِ لِيُجِيبَ  
 التَّوْرَةَ۔ یہی حالت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی ہے، انہوں نے  
 حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تائید کی اور آپ کی مدد کر کے اس طرح آپ کا ساتھ  
 دیا، جس طرح تنا اور دانہ ایک دوسرے کا ساتھ دیتے ہیں۔ اسی آیت سے حضرت  
 امام مالک نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے، کہ بعض جو صحابہ کرام کی مخالفت کرتے ہیں،  
 کافر ہیں۔ کیونکہ وہ صحابہ سے بغض اور عناد رکھتے ہیں اور یہی بغض وجہ کفر ہے۔  
 چنانچہ علما کی ایک جماعت اس باب میں امام مالک کی ہم نوا ہے۔ صحابہ کی  
 فضیلت کے بارے میں کافی احادیث ہیں مگر اس سلسلے میں خدا کی پسندیدگی اور  
 رضای کافی ہے۔ خدا نے ان سے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا ہے، خدا

کا وعدہ سچا ہے اور بہ حق ہے، اور اس کے الفاظ نہیں بدل سکتے۔ وَهُوَ  
السَّمِيعُ الْعَلِيمُ۔

امام مالک فرماتے ہیں، جب عیسائیوں نے صحابہ کرام کو فتح شام کے موقع پر  
دیکھا، تو کہنے لگے، یہ ہمارے خوارین سے بہتر ہیں۔ کیونکہ ہمارے صحابہ کا ذکر اقوام  
گزشتہ کی الہامی کتابوں میں موجود تھا۔

صحابی وہ شخص ہے، جو اسلام لایا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے  
یہ مدت کتنی ہی مختصر کیوں نہ ہو، مستفید ہوا، یا آپ کو دیکھا، اور پھر حالت اسلام میں  
فوت ہوا۔ تمام علمائے قدیم و جدید اس پر متفق ہیں، کہ صحابہ کرام تمام مخلوق سے  
بہ استثنائے انبیاء و ملائکہ مقربین افضل اور اعلیٰ ہیں۔ جیسا کہ امام بخاری نے حضرت  
عبداللہ بن مسعود سے روایت کی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: - خَيْرَ الْقُرُونِ  
قُرُونِي، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ۔ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ۔ فتح الباری  
میں مرقوم ہے، کہ قرن سے مراد متعارب زمانوں کے وہ لوگ مراد ہیں، جن میں کوئی  
خوبی مشترک ہو۔ نیز عام زمانہ بھی مراد ہوتا ہے۔ قرن کی مدت کے بارے میں اختلاف  
ہے۔ بعض لوگ اس سے دس سال مراد لیتے ہیں اور بعض ایک سو بیس سال۔

اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث میں قرن سے مراد صحابہ ہیں اور صحابہ  
کی جماعت سے جو شخص سب سے آخر میں فوت ہوا، وہ بالاتفاق ابو لطفیل عامر بن  
وانثاء اللیثی تھے، جو سن سو چہری میں فوت ہوئے۔ صحابہ کی تعداد کا صحیح علم صرف  
اللہ کو ہے، کیونکہ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی بعثت سے آپ کے وصال تک  
کافی لوگ ایمان لائے، ایک روایت میں ہے، کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
کا وصال ہوا تو صحابہ کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار تھی۔ یہ اجماع اہل سنت  
والجماعہ سب سے بہتر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تھے اور پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ

بعض حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ترجیح دیتے ہیں۔ ان میں سفیان ثوری شامل ہیں۔ مگر جمہور علما حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر ترجیح دیتے ہیں۔ امام مالک اس باب میں خاموش ہیں۔ اور وہ کسی کو دوسرے پر ترجیح نہیں دیتے۔ امام ابو منصور بغدادی کی رائے ہے کہ ہمارے تمام لوگوں کا اس پر اتفاق ہے، کہ اصحاب اربعہ سب سے بہتر ہیں اور ان کے بعد عشرہ مبشرہ کے باقی چھ حضرات: طلحہ، زبیر، سعد، سعید، عبدالرحمان بن عوف اور عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہم۔

امام طبری نے الریاض میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ایک روایت بیان کی ہے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، خدا نے تم پر ابوبکر، عمر، عثمان اور علی کی محبت اس طرح فرض کر دی ہے، جس طرح نماز، زکات، روزہ اور حج فرض کر دیا ہے۔ جو ان کی فضیلت کا متکرر ہے، اس کی یہ عبادت منظور نہیں ہوں گی۔ اسی طرح حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک اور حدیث میں مذکور ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ ابوبکر کی محبت میری امت پر فرض ہے۔ انصاری نے حضرت انس سے اس روایت کا اخراج کیا ہے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، "اے ابوبکر! کاش میں اپنے بھائیوں سے مل سکتا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، ہم آپ کے بھائی ہیں، فرمایا، نہیں تم میرے اصحاب ہو، میرے بھائی وہ لوگ ہیں جنہوں نے دیکھے بغیر میری تصدیق کی اور مجھ سے اتنی محبت کی، کہ میں انہیں ان کی اولاد اور اجداد سے زیادہ عزیز ہوں۔" اس پر صحابہ نے سن کر کہا، یا رسول اللہ! کیا ہم آپ کے بھائی نہیں۔ فرمایا نہیں بلکہ تم میرے صحابی ہو۔ اے ابوبکر! کیا تم ان لوگوں کو پسند نہیں کرتے، جو تجھ سے اس لیے محبت کرتے ہیں، کہ تو مجھ سے محبت کرتا ہے، کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ان لوگوں سے اس وقت

تک محبت کرتا رہوں گا۔ جب تک وہ مجھ سے (آپ سے محبت کی وجہ سے) محبت کرتے رہیں گے پس اس شخص کی محبت، جس سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، اہل بیت اور صحابہ کی طرح محبت کرتے ہیں، رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم سے محبت کی علامت ہے۔ جس طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت اللہ کی محبت کی علامت ہے۔

اسی طرح اس شخص کی عداوت جو صحابہ سے عداوت کرتا ہے اور اس شخص کا بغض جو ان سے بغض روا رکھتا ہے اور انہیں گالیاں دیتا ہے (گویا یہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عداوت اور بغض کے مترادف ہے) جو شخص کسی سے محبت کرتا ہے، وہ اس سے

محبت کرنے والے سے بھی محبت کرتا ہے اور عداوت کرنے والے سے عداوت رکھتا ہے۔ ارشاد باری ہے: - لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ

الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ - اس لیے حضور اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت، صحابہ، اولاد اور ازواج مطہرات کی محبت مقرر و اجابت سے ہے اور ان کا بغض تباہ کرنے والا ہے۔ ان حضرات کا حق محبت

اس امر کا متقاضی ہے، کہ ہم ان کی توقیر کریں اور ان کے حقوق بجالائیں۔ ان کی اقتدار کے ان کی سنت پر چلیں، ان کے طور طریقے اپنائیں اور ان کے اقوال پر

جن میں عقل کو مداخلت کی گنجائش نہیں، عمل پیرا ہوں۔ نیز ہم ان کی تعریف کو (ان کے عمدہ اوصاف اور بہترین خوبیوں کی وجہ سے) اس طرح بیان کریں، کہ

ان کی تعظیم کا اظہار ہو۔ خدا نے اپنی کتاب میں ان کی تعریف بیان کی ہے، اور جس کی تعریف خدا نے بیان کی ہو، ان کی تعریف کرنا ضروری ہے۔

شیخ ولی الدین عراقی کہتے ہیں جس نے اس امر کو جان لیا، کہ رسول اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد افضل الامت بالترتیب ابو بکر، عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم ہیں، لیکن وہ علی کو ابو بکر سے اچھا جانتا ہے، اگر یہ دینی محبت ہے، تو یہ بے معنی ہے،

کیونکہ محبت افضلیت کی متقاضی ہے اور یہ آدمی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا زبانی قائل ہے اور ولی طور پر وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا قائل ہے اور یہ دینی محبت حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی محبت سے زیادہ ہے اور یہ ناجائز ہے اور اگر یہ دینی محبت ہے، کیونکہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہے یا کسی اور وجہ سے وہ ایسا کرتا ہے۔ تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ واللہ اعلم بحضرت سہل بن عبد اللہ تستری لکھتے ہیں، جو شخص حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کا احترام نہیں کرتا اور آپ کا حکم بجا نہیں لاتا، وہ مؤمن نہیں۔

نیز صحابہ کرام کے درمیان جو جھگڑے اور اختلافات پیدا ہوئے، ان کے بارے میں خاموشی ضروری ہے اور مورخین کی طعنہ آمیز باتوں اور جاہل راویوں اور طبعوں کی گمراہی اور مقبذین کی لغویت سے صرف نظر کرنا چاہیے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب میرے صحابہ کا نام لیا جائے، تو زبان روک لو۔ اور لوگوں سے یہ التماس کی جاتی ہے، کہ صحابہ کرام کے درمیان جو جھگڑے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد اٹھ کھڑے ہوئے، ان کی عمدہ تاویل کی جائے، اور انہیں بہتر صورت میں پیش کیا جائے، کیونکہ صحابہ اس رعایت کے مستحق ہیں، جیسا کہ ان کے مناقب میں مشہور ہے اور ان کے تذکروں میں مذکور ہے۔ جن میں سے بعض کا ذکر بھی باعث طوالت ہو گا۔ صحابہ کے درمیان جو جھگڑے پیدا ہوئے اور جو لڑائیاں لڑی گئیں ان کی مناسب تاویلات کی گئیں اور تعبیرات بیان ہوئیں۔ اس بنا پر صحابہ کو گالیوں دینا اور لعن طعن کرنا کفر ہے جب یہ حرکت قطعی دلائل کے خلاف ہو۔ مثلاً حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تممت وغیرہ، ورنہ وہ فسق اور بدعت ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اسے لوگو! تم میری بہنوں، بہنوں اور صحابہ کے بارے میں زبانی بند رکھو، کیونکہ ان کی غلطیوں کے بارے میں تم سے

پوچھ گچھ نہیں ہوگی اور یہ ایسا جرم ہے جو معاف نہیں کیا جاسکتا۔ (مخلصی) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔ میرے بعد تم انہیں اپنی نفسانی اغراض کا ہدف نہ بنانا، جو شخص ان سے محبت کرے گا وہ مجھ سے محبت کرے گا اور جو ان سے بغض کرے گا وہ مجھ سے بغض کرے گا، جو انہیں دکھ دے گا، وہ مجھے دکھ دے گا۔ اور جس نے مجھے دکھ دیا، اس نے خدا کو دکھ دیا، عجب نہیں کہ خدا اس سے مواخذہ کرے (مخلصی) اور یہ حدیث ایک طرح سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت ہے دربارہ صحابہ جس میں ان سے الفت کی ترغیب دی گئی ہے اور بغض سے ڈرایا گیا ہے۔ یہ اس امر کی دلیل ہے کہ ان کی محبت ایمان ہے اور ان کی عداوت کفر ہے۔ کیونکہ جب صحابہ کی عداوت، رسول کریم علیہ السلام کی عداوت قرار پاتی ہے تو حدیث سابقہ (لَنْ يُؤْمِنُوا) اَخَذَكُمْ حَتَّىٰ اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ نَفْسِهِ کی روشنی میں کفر ہے۔ نیز یہ اس امر کی دلیل ہے، کہ صحابہ کرام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اتنے قریب تھے، اور انہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات سے ایسی عینیت حاصل تھی کہ ان کی تکلیف رسول کریم علیہ السلام کی تکلیف کا باعث بن گئی۔ اور آپ کی ذات تک پہنچ گئی۔ ایک حدیث میں آیا ہے، جو میرے صحابی کو گالی دے اسے کوڑے لگاؤ۔

## باب ششم

اس باب میں مرصیوں اور مصیبت زدہ لوگوں کے لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طب نیز خوابوں کی تعبیر اور اخبار غیب کا ذکر ہے۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے، کہ کوئی شخص بھی ان علوم کے سمندر میں سے جو خدا نے آپ کو حساب معرفت سے عطا فرمائے ہیں، ایک نقطے یا ایک قطرے تک بھی نہیں پہنچ سکتا۔ اور جب تو خدا کے ان انعامات پر غور کرے گا، جو قرآن (جو جامع العلم) کی شکل میں آپ کو دیئے گئے ہیں، نیز ان عجیب و غریب حکمتوں، آپ کی پاکیزہ سیرت، پراز حمت گفتگو، گزرے ہوئے ادوار اور گزشتہ اقوام اور موجود مذاہب کے وہ واقعات جو ان اقوام کے انبیاء علیہم السلام کو پیش آئے (مثلاً حضرت موسیٰ اور خضر علیہما السلام کی ملاقات، حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کا واقعہ، اصحاب کف، ذوالقرنین کے قصے، نخلین عالم کی ابتدا اور قیامت کے حالات، نیز وہ باتیں جو تورات، انجیل زبور اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صحیفوں میں مذکور ہے۔ اسی طرح انبیاء اور ان کی امتوں کے کوائف، ان کے علوم کے معجزات، ان کی شہزادوں کے پوشیدہ حالات، ان کی کتابوں کے اسرار وغیرہ سے آپ کو مطلع فرمایا۔ یہ وہ امور ہیں، کہ علمائے جن کی تصدیق کی، اور آپ کی باطنی



باتوں میں سے کسی چیز کی تکذیب نہ کر سکے۔ اس کے علاوہ خدا نے آپ کو مقدس علم بہترین اخلاق و عادات، مواظظ و حکم اور عوام کی تشبیہ کے لیے عقلی دلائل کے مختلف طریقوں کے استعمال اور واضح دلائل سے مختلف امتوں کی تردید فرمائی۔ اور بعض ایسے علوم کے مختلف شعبوں کا اشارہ بھی ملتا ہے جسے اہل زبان نے اپنا رہ نما اصول قرار دیا۔ مثلاً علوم عربیہ (صرف و نحو و معانی و بیان) احکام شرعیہ، سیاست عقلیہ اور معارف قلبیہ کے حقائق وغیرہ۔ نیز یہی صورت مختلف علوم و فنون اور ان معارف میں پیش آئی، جن کا تعلق امت محمدیہ کی بہتری سے ہے۔ مثلاً علم طب، خوابوں کی تعبیر اور حساب وغیرہ جن کی کوئی حد نہیں۔ جب تو ان باتوں کو پیش نظر رکھے گا، تو تجھے معلوم ہو جائے گا، کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے یہ باب اتنا وسیع ہے کہ ختم نہیں ہو سکتا۔ اور آپ کے علوم و معارف کا سمندر اتنا بیکراں ہے، کہ کسی طرح بھی مسدود نہیں ہو سکتا۔ ظاہر ہے، کہ یہ تمام امور ایک انسان کے بس کی بات نہیں، ہاں مگر جب اسے قدرت خداوندی کے سمندروں اور غیبی نوازشات سے مدد ملے گی۔

یہ باب تین فصلوں پر مشتمل ہے :-

## فصل اول

اس فصل میں مریضوں اور مصیبت زدہ لوگوں کے لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طب کا ذکر ہے۔ ہمیں معلوم ہونا چاہیے، کہ یہ بات محقق ہے، کہ حضور علیہ السلام اپنے مریض صحابہ کی عیادت فرمایا کرتے تھے۔ آپ نے اپنے

ایک خادم کی جوابی کتاب سے تھا، عیادت کی۔ اور اپنے چچا حضرت ابو طالب کی بھی، دونوں کو اسلام پیش کیا، اول الذکر جو یہودی تھا، مسلمان ہو گیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مریض کے قریب اس کے سر کے پاس بیٹھ جاتے اور حال پوچھتے۔ حضرت ہابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں، میں بیمار پڑ گیا، حضور نبی کریم اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ میری عیادت کو آئے۔ مجھے غشی کے دورے پڑ رہے تھے۔ آپ نے ہاتھ منہ دھویا اور وضو کا پانی مجھ پر چھڑکا جس سے مجھے ہوش آ گیا، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے قریب بیٹھا دیکھا۔ (بخاری وغیرہ)

رسول کریم علیہ السلام نے عیادت کا دن مقرر کیا۔ وقت اس لیے ہفتے کے دن عیادت نہ کرنا خلاف سنت ہے، جو یہودی طبیعوں کی بدعت ہے۔ اور غیر مسلم طبیب کے علاج سے پرہیز کرنا بہتر ہے بالخصوص جب مریض دینی اور علمی لحاظ سے بہتر ہو۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مریضوں کی طبیعت کی خوشی اور ان کے دلوں کی تقویت کے لیے ہدایت فرمایا کرتے تھے۔ ابو سعید خدری کی حدیث میں مذکور ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، جب تم مریض کے پاس جاؤ، تو اسے موت کی رغبت دلاؤ، جو ہر انسان کا فطری انجام ہے، کیونکہ اس سے اس کا دل ہلکا ہو جائے گا۔ اس حدیث میں اقسام علاج سے ایک عمدہ علاج کا ذکر ملتا ہے، اور وہ یہ ہے، کہ ایسی بات کرنے کا حکم دیا گیا ہے، جو مریض کے دل کو خوش کر دے۔ اور جس سے اس کی طبیعت کو تقویت پہنچے اور اس کی قوت میں بائیدگی پیدا ہو۔ اور مریض کے نفس کی تفریح اور دل کی خوشی و مسرت کو، مرض کی کمی اور ازالے میں زبردست تاثیر حاصل ہے۔ الھدیٰ میں مذکور ہے، کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مریض سے اس کی تکلیف اٹھاتا اور حالت کے بارے میں دریافت فرماتے اور

اگر وہ کوئی چیز خواہش کرتا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم دیکھتے، کہ اس کے استعمال میں کوئی حرج نہیں، تو اجازت دے دیتے۔ آپ مریض کی پیشانی یا سینے پر ہاتھ رکھ کر دعا فرماتے اور جو چیز مفید ہوتی، تجویز فرماتے۔ اکثر وضو فرماتے اور وضو کا پانی مریض پر چھڑکتے۔ اکثر مریض کو تسلی دیتے اور فرماتے کہ اس بیماری سے تمہارے گناہ چھڑ جائیں گے اور تم پاک صاف ہو جاؤ گے کیونکہ یہ گناہوں کا کفارہ ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا راوی ہیں کہ جب رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم مریض کی عیادت فرماتے، تو جہاں تکلیف ہوتی وہاں ہاتھ رکھتے پھر بسم اللہ پڑھتے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے کہ مریض کی عیادت یہ ہے، کہ تم اس کے ماتھے پر ہاتھ رکھ کر حال دریافت کرو۔ (ترمذی) اور ایک روایت میں ہے، کہ مریض سے دریافت کیا جائے، کہ اس نے رات کیسے گزاری اور دن کیسے بسر کیا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، خدا نے ہر بیماری کا علاج بھی پیدا کیا ہے۔ (بخاری و مسلم) محدثین لکھتے ہیں، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، اسے اللہ کے بندو! علاج کراؤ، کہ خدا نے ہر بیماری کا علاج بھی پیدا کیا ہے، سوائے بڑھاپے کے اور ایک روایت میں موت کا لفظ آیا ہے، یعنی ایسی بیماری جس میں مریض کو موت سے ہلکار ہونا ہے۔ حضرت ابو درداء راوی ہیں، رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے فرمایا، ہر مرض کا علاج ہے اس لیے علاج کراؤ، لیکن حرام چیز سے پرہیز کرو۔ (ابوداؤد) بخاری میں ہے، کہ خدا نے حرام شے میں شفا نہیں رکھی، اس لیے اس سے علاج کرنا ناجائز نہیں۔ امام مسلم حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، ہر مرض کا علاج ہے، جب مقررہ دوا مل جائے، تو مریض شفا یاب ہو جاتا ہے۔ اس حدیث میں اس امر کا اشارہ پایا جاتا ہے، کہ ہر چیز کا سبب ہے اور یہ منافی توکل نہیں۔

جس طرح کہ بھوک اور پیاس مٹانے کے لیے کھانا پینا منافی توکل نہیں، اسی طرح مصائب سے بچنا اور شفا کی دعائیں مانگنا اور نقصان سے بچنا بھی منافی توکل نہیں۔ اور بنی اسرائیل کی کتابوں میں مذکور ہے، کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدا سے پوچھا، اے خدا بیماری کس نے پیدا کی؟ خدا نے فرمایا، میں نے، پھر پوچھا، علاج کس نے بنایا؟ فرمایا، میں نے، پھر دریافت کیا، طبیب کی کیا پوزیشن ہے؟ فرمایا، میں مہمن کا علاج اس کی معرفت بھیجتا ہوں۔

حذاق اطباء کی طب کی حیثیت زیادہ سے زیادہ یہ  
**حذاق اطباء کا مقام :-** ہے، کہ وہ وحی کے مقابلے میں قیاس، حدس اور تجربے پر منحصر ہے، جو مفید بھی ہو سکتی ہے اور مضر بھی۔ اس لحاظ سے حذاق طبیبوں کی طب کی نسبت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی سے ایسی ہے، جیسی کہ ان کے علوم کی نسبت ہے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات سے۔ کیونکہ آپ کے الہامات میں جو دوائیں، امراض سے شفا بخشتی ہیں، ان تک طبیبوں کی عقلیں نہیں پہنچ سکتیں۔ اور ان کے تجربے، علوم اور قیاسات ان روحانی اور ذہنی دواؤں تک رسائی حاصل نہیں کر سکتے، جو دل کی قوت اعتماد علی اللہ، توکل، انکسار، صدقے، نماز، دعا، توبہ، استغفار اور لوگوں سے بھلائی کرنے سے حاصل ہوتی ہیں۔ کیونکہ یہ وہ دوائیں ہیں، جنہیں مختلف قوموں نے باوجود اختلاف مسلک آزمایا ہے، اور ان میں شفا کی وہ تاثیر پائی ہے، جو زبردست اطباء کی دواؤں کو بھی حاصل نہ ہو سکی۔ الاصل میں مذکور ہے بخدا میں نے ان ادویہ کو بار بار آزمایا، اور اتنا مفید پایا، کہ حسی دوائیں اس کا پاسنگ بھی نہ تھیں۔ اور بلاشبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طب سے شفا کا حصول یقینی ہے۔ کیونکہ اس کا دار و مدار وحی اور شعل نبوت پر ہے، اور باقی لوگوں کی طب حدس اور تجربے پر مبنی ہے۔

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے، کہ طب نبی کا استعمال کرنے والا شفا یاب نہیں ہوتا۔ اس کی وجہ یہ ہے، کہ اس طب کے استعمال کرنے والے کا اعتقاد دربارہ شفا کمزور ہوتا ہے۔ جو صحت کی راہ میں رکاوٹ بن جاتا ہے۔ اس کی واضح مثال قرآن ہے، جو دلی کدورتوں کے لیے باعث شفا ہے لیکن بایں ہمہ بعض لوگ دلی عوارض سے شفا یاب نہیں ہوتے۔ کیونکہ اس کے اعتقاد میں قصور ہوتا ہے۔ بلکہ منافق کی دلی بجاہت اور ذہنی مرض اور زیادہ ہو جاتا ہے۔ پس طب نبوی، پاکیزہ اجسام کے علاوہ اور کسی سے سازگار نہیں ہوتی جس طرح قرآنی شفا، صرف مقدس روتوں اور زندہ دلوں پر اثر انداز ہوتی ہے۔ پس طب نبوی سے لوگوں کا اعراض ایسا ہی ہے، جیسا کہ قرآن سے ان کا اعراض جو یقیناً شفا بخش ہے جنور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مرصیوں کے علاج میں تین طریقے استعمال فرماتے۔ روحانی ادویہ، طبی ادویہ اور ہر دو کا امتزاج۔

## حصہ اول

اس فصل میں روحانی ادویہ کا ذکر ہے، ہمیں معلوم ہونا چاہیے، کہ خدا نے قرآن حکیم سے بڑھ کر شفا کے لیے آسمان سے اور ایسی کوئی چیز نازل نہیں کی، جو دفع مرض کیلئے اتنی عام، اتنی مفید، اتنی عظیم اور اتنی موثر ہو۔ قرآن امراض کے لیے شفا اور دلی کدورتوں کے لیے جلا ہے۔ ارشاد باری ہے: **وَيُنزِلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ**۔ اور میں کالفظ جنس کے معنوں میں آیا ہے۔ نہ کہ بمعنی بعض۔ پس قرآن روحانی امراض کا علاج ہے جیسا کہ اعتقادات باطلہ اور اخلاق مذمومہ اور امراض جسمانیہ سے بھی باعث شفا ہے، لیکن قرأت قرآن کی برکت سے کئی امراض کا ازالہ ہو جاتا ہے جنور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو قرآن سے طلب شفا نہیں کرتا، خدا اسے شفا نہ دے۔

شیخ ابوالقاسم القشیری سے منقول ہے، کہ ان کا بیٹا اتنا سخت

قریب مرگ پہنچ گیا اور حالت سخت نازک ہو گئی۔ میں نے حضور اکرم صلی  
خواب میں دیکھا، اور لڑکے کی حالت کے بارے میں آپ کو اطلاع دی اور فرمایا، تم نے  
قرآن کی آیات شفا کو پڑھا ہے، میں جاگ اٹھا اور غور کیا، تو قرآن حکیم میں چھ ایسے  
مقام نکلے، جہاں شفا کا ذکر تھا۔ مثلاً: - وَيَشْفِي صُدُورَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِينَ -  
اور بِشْفَاءِ لِمَا فِي الصُّدُورِ - اور يُخْرِجُ مِنْ بُطُونِهَا شَرَابٌ  
مُخْتَلِفٌ أَلْوَانُهُ فِيهِ شِفَاءٌ لِلنَّاسِ اور وَنُنزِلُ مِنَ الْقُرْآنِ  
مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ - اور وَإِذَا مَرَضْتُمْ فَهُوَ  
يَشْفِيكُمْ - اور قُلْ هُوَ الَّذِي هَدَىٰ وَبِشْفَاءِ -  
میں نے یہ آیات لکھیں، پانی میں گھولا اور لڑکے کو پلا دیں۔ اس کی ایسی حالت ہو گئی  
گویا کہ اس کی رسی کاٹ دی گئی ہو۔

اس طرح تم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ پر، جو بعض دعاؤں میں مذکور ہیں  
غور کرو، وَأَنْ تَجْعَلَ الْقُرْآنَ الْعَظِيمَ رِبِّعَ قَلْبِي وَجِلْدًا  
حُزْنِي وَبِشْفَاءِ صَدْرِي - حضرت علی کرم اللہ وجہہ راوی ہیں  
آپ نے فرمایا، قرآن بہترین دوا ہے۔ اور ایسے موقع پر ہر آدمی کو وہ بات پڑھنا  
رکھنا چاہیے جس کے بارے میں علامہ ابن قیم نے متنبہ کیا ہے کہ ایسی تمام آیات  
اور ادا اور دعائیں جن میں بیماری سے شفا طلب کی جاتی ہے وہ فی ذاتہ شفا بخیر  
اور مفید ہیں، لیکن شرط یہ ہے کہ محل قبول کے لیے آمادہ ہو۔ اور نیز دعا کرنے والے  
کی سمت اور تاثیر پر منحصر ہے، پس جب بھی شفا رک گئی، اس کی وجہ دعا مانگنے  
والے کی تاثیر کی کمی یا محل کی عدم قبولیت ہوگی۔ یا اس کی وجہ کوئی ایسا قوی مانع  
ہوگا جو تاثیر دعا کی راہ میں رکاوٹ بن جائے گا، جیسا کہ عام طور پر دواؤں اور تہی

لئے التوبہ: ۱۳، یوسف: ۵۷، النمل: ۶۹، آل عمران: ۸۲، الشعراء: ۸۰، سجدہ: ۲۳

امراض میں ہوتا ہے۔

دعا تمام دواؤں سے مفید تر ہے  
 دعا کی اہمیت اور مانگنے کا طریقہ :- جو مصیبت کی دشمن ہے اسے  
 روکتی ہے، اس کا علاج کرتی ہے، اسے مٹا دیتی ہے اور اس میں کمی کرتی ہے اور  
 دعا مومن کا ہتھیار ہے اور جب دعا کے ساتھ حضور قلب بھی جمع ہو جائے اور اجابت  
 دعا کے اوقات (مثلاً آخری حصہ شب) میں واقع ہو، اور پھر وہ حضور و خشوع،  
 نہایت انکسار اور عاجزی سے پاک صاف ہو کر قبلہ رو ہو، دونوں ہاتھ اٹھائے خدا  
 کی حمد و ثنا کرے اور رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم پر صلوٰۃ و سلام پڑھے اور توبہ استغفار  
 اور صدقے کے بعد اپنی درخواست کو الحاح و زاری سے پیش کرے، اور دعا میں اللہ  
 کے نام اور اس کی صفات کو وسیلہ بنائے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت خدا  
 کی طرف متوجہ ہو، ایسی دعا ہرگز رد نہیں ہو سکتی، بالخصوص جب وہ ان الفاظ دعا کو  
 استعمال کرے جن کی قبولیت کے بارے میں آپ کا ارشاد موجود ہے، یا جن میں  
 اہم عظیم مذکور ہے۔

تعوذ ایک طرح کی طب روحانی ہے جن میں  
 تعوذ اور اس کا جواز :- معوذات وغیرہ اور اسمائے الہی کا استعمال ہوتا  
 ہے بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام  
 رضی اللہ عنہ میں معوذات (سورہ اخلاص سورہ فلق اور والناس) پڑھ پڑھ کر اپنے اوپر  
 پہنچتے تھے قرآن میں جہاں بھی شیطان سے پناہ مانگی گئی ہے، وہ طب روحانی میں  
 شامل ہے مثلاً وَقُلْ رَحِمْتُ الْبَشَرِیَّةَ اَعُوذُ بِكَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّیْطَانِ۔  
 تمام علما تعوذ نویسی کے جواز پر متفق ہیں بشرطیکہ اس میں تین باتیں پائی جائیں پہلی  
 شرط یہ ہے کہ تعوذ کلام اللہ، اسمائے الہی اور صفات سے حاصل کیا جائے، عربی

زبان میں ہو یا ایسے الفاظ ہوں جن کے معنی سمجھے جا سکیں، نیز اسے اعتقاد ہو، کہ تعویذ بذاتہ مؤثر نہیں ہو سکتے، بلکہ خدائی تقدیر سے مربوط ہے۔ صحیح مسلم میں حضرت عون بن مالک سے مروی ہے، کہ ہم زمانہ جاہلیت میں ٹونے ٹوٹنے کیا کرتے تھے، ہم نے عرض کیا، یا رسول اللہ! اس کے بانے میں آپ کی کیا رائے ہے۔ فرمایا، اپنے ٹونے ٹوٹنے میرے سامنے پیش کرو، فی الجملہ اگر اس میں شرک نہ ہو، تو کوئی حرج نہیں۔ مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فسوں سے منع فرمایا۔ عمرو بن حزم قبیلے کے لوگ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی خدمت میں آئے، اور عرض کیا، یا رسول اللہ! ہمارے پاس ایک منتر ہے، جس سے ہم بچھو کے کاٹے کا علاج کرتے ہیں، فرمایا، پیش کرو (پڑھو) انہوں نے سنایا۔ فرمایا، کوئی حرج نہیں، تم میں سے جو شخص اپنے بھائی کو فائدہ پہنچا سکے وہ ضرور فائدہ پہنچائے۔ مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چشم بد بخار، مرگی، کان اور خون کے فسوں کی اجازت دی ہے۔

امام مسلم حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی  
**نظر بد کا علاج :-** ہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، نظر کا لگنا درست ہے، اگر کسی چیز کا وقوع مقدر ہو چکا ہے، نظر بد اس پر سبقت لے جا سکتی ہے یعنی نظر بد کا لگنا ایک ناقابل انکار حقیقت ہے۔ ہاں البتہ اس کی تاثیر ارادہ خداوندی کے تابع ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بلا سے نجات کے لیے معوذتین کا کثرت سے پڑھنا تجویز فرمایا ہے۔ نیز سورہ فاتحہ اور آیۃ الکرسی کی قرأت کا حکم دیا ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ایسے موقع پر مندرجہ ذیل دعا پڑھتے تھے :- اَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ شَرِّ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَّةٍ وَ مِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَّامِيَةٍ۔ نیز آپ سے یہ الفاظ بھی منقول ہیں :- اَعُوذُ



بِكَلِمَاتِ اللَّهِ التَّامَاتِ الَّتِي لَا يَجَاوِزُهَا مِنْ بُرٍّ وَلَا فَاجِرٍ  
 مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ وَذَرَأَ وَبَرَأَ وَمِنْ شَرِّ مَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ  
 وَمِنْ شَرِّ مَا يَخْرُجُ فِيهَا وَمِنْ شَرِّ مَا ذَرَأَ فِي الْأَرْضِ وَمِنْ  
 شَرِّ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمِنْ شَرِّ فِتَنِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمِنْ شَرِّ  
 طَوَارِقِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ إِلَّا طَارِقًا يَطْرُقُ بِخَيْرٍ يَا رَحْمَانُ۔  
 اور جب کسی شخص کو نظر بد کا ڈر ہو، تو اس کے شر کو مندرجہ ذیل دعا پڑھ کر رفع  
 کرے۔ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلَيْهِ۔ اور نظر بد سے بچنے کے لیے یہ دعا پڑھے:  
 مَا شَاءَ اللهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔ انہی دعاؤں میں وہ دعا بھی ہے جو حضرت  
 جبریل علیہ السلام نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتائی۔ (بروایت مسلم) بِسْمِ اللّٰهِ  
 اَرْقِيكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يُؤْذِيكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ ذِي نَفْسٍ  
 اَوْ عَيْنٍ حَاسِدٍ، اللّٰهُ يَشْفِيكَ بِسْمِ اللّٰهِ اَرْقِيكَ۔

امام احمد اور نسائی نے ابو امامہ سے روایت کی، کہ ان کے والد سہل بن  
 حنیف نے انہیں بتایا، کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شہر سے باہر نکلے، اور کچھ لوگ  
 آپ کے ساتھ ایک چٹھے کی طرف روانہ ہوئے، جب وہ جمعہ کی گھاٹی خزار میں  
 پہنچے، تو سہل بن حنیف نے غسل کیا وہ سفید رنگ کے تھے اور ان کا جسم اور جلد بڑی  
 خوبصورت تھی جب عامر بن ربیع کی نظر ان پر پڑی، تو کہنے لگے، میں نے ایسا  
 خوبصورت منظر اور اتنی دیدہ زیب جلد کبھی نہیں دیکھی سہل پر مرگی کا دورہ پڑا اور وہ  
 گر پڑے۔ اتنے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے، فرمایا، کیا تم کسی کو الزام  
 دیتے ہو، انہوں نے عامر بن ربیع کا نام لیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ناراض ہوئے  
 اور فرمایا، مجھ کو کیوں تم اپنے بھائی کو قتل کرنا چاہتے ہو، جب تم نے یہ عجیب نظارہ  
 دیکھا تو کیوں بارک اللہ نہیں کہا۔ فرمایا، اب تم سہل کی خاطر غسل کرو۔ اس پر عامر

نے منہ ہاتھ اور بازو دھوئے، پھر گھٹنے، پاؤں اور انار کے اندر کا حصہ جسم ایک برتن میں دھویا۔ پھر ایک آدمی نے وہ پانی پھلی طرف سے اس کے سر اور پیٹھ پر ڈالا۔ پھر اس نے برتن اوندھا کر دیا۔ اس کے بعد سہل ہوش میں آگئے، اور تکلیف جاتی رہی۔

وہ افسوں جس حضورِ نضرید کے علاوہ علاج فرماتے تھے :- عبد العزیز راوی ہیں  
میں اور ثابت،

انس بن مالک سے طے گئے۔ ثابت کہنے لگے، اسے ابو حمزہ! میری آنکھوں میں درد ہو رہا ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا، کیا میں تجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا افسوں بتاؤں، کہا ضرور بتاؤ کہنے لگے، کہو! اللَّهُمَّ رَبِّ النَّاسِ، مُذْهِبَ الْبَاسِ، اِشْفِ اَنْتَ الشَّافِي لِمَا فِي الْاَلَا اَنْتَ بِشَفَاءِ لَا تُعَادِرُ مَقَمًا۔ (بخاری)

صحیح مسلم میں عثمان بن العاص سے روایت ہے، کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے جسم میں درد کی شکایت کی۔ فرمایا، جسم کے جس حصے پر درد ہے، وہاں ہاتھ رکھو، اور تین دفعہ بسم اللہ پڑھو اور سات دفعہ یہ دعا پڑھو :-  
اَعُوذُ بِعِزَّةِ اللّٰهِ وَقُدْرَتِهِ مِنْ شَرِّ مَا اَجِدُ وَاُحَاذِرُ۔

حضرت بریدہ راوی ہیں، کہ حضرت خالد ڈراور نیند نہ آنے کا علاج :- نے رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم سے شکایت کی، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے رات کو نیند نہیں آتی، فرمایا، جب تو بستر پر لیٹے، تو یہ دعا پڑھا کر :- اللَّهُمَّ رَبَّ السَّمَوَاتِ السَّبْعِ وَمَا اَخْلَقْتَ وَرَبَّ اَرْضَيْنِ السَّبْعِ وَمَا اَخْلَقْتَ وَرَبَّ الشَّيَاطِينِ وَمَا اَخْلَقْتَ كُنْ بِي جَارًا مِنْ شَرِّ خَلْقِكَ كَلِّمْنِي جَمِيْعًا اَنْ يَفْرُقَا عَلَيَّ اَحَدٌ

مِنْهُمْ أَوْ يَنْجِبْ عَلَى عَزِّ جَارِكَ وَحَبْلَ شَاوُكٍ وَلَا إِلَهَ  
عِوَاكَ - (ترمذی)

امام مسلم، مالک اور امام احمد، رسول اکرم صلی اللہ  
مصیبت کا علاج :- علیہ وسلم سے راوی ہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام  
نے فرمایا، جس شخص کو کوئی مصیبت پیش آئے، اسے مندرجہ ذیل الفاظ کناچا نہیں :-  
إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ. اللَّهُمَّ اجْرِنِي فِي مُصِيبَتِي  
وَاخْلُفْ لِي خَيْرًا مِنْهَا. اس سے اللہ سے مصیبت میں اجر لے  
گا اور تکلیف کے بعد آرام ملے گا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما راوی  
غم اور کوفت کا علاج :- ہیں، کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کرب واندوہ  
کے موقع پر مندرجہ ذیل دعا فرمایا کرتے تھے :- لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الْعَظِيمُ الْمُجِيمُ،  
لَا إِلَهَ إِلَّا رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ. لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ رَبُّ  
السَّمَوَاتِ السَّبْعِ وَالْأَرْضَيْنِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيمِ۔ (بخاری و مسلم)  
ترمذی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، کہ جب رسول کریم صلی اللہ  
علیہ وسلم کو کوئی مشکل کام پیش آتا، تو آسمان کی طرف آنکھ اٹھاتے اور فرماتے :-  
سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ۔ اور جب دعائیں منہمک ہوتے تو یاجی یا قیوم کا ورد  
کرتے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ جب آپ کو کوئی مشکل پیش  
آئی تو فرماتے : يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ يَا كَرِيْمُ اسْتَفِيْتُ۔ ابو داؤد میں حضرت ابو بکر  
سے روایت ہے، کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مشکل کے وقت یہ دعا پڑھا کرتے  
تھے :- اللَّهُمَّ رَحْمَتِكَ أَرْجُو فَلَا تَكِلْنِي إِلَى نَفْسِي طَرْفَةَ عَيْنٍ وَ  
أَصْلِحْ لِي شَأْنِي كُلَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ۔ مسند امام احمد میں حضرت

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے فرمایا: جس انسان کو کوئی دکھ یا غم پیش آئے، اور وہ مندرجہ ذیل دعا پڑھے، اللہ اس کے دکھ ختم کر دے گا، اور تکلیف کے بدلے میں آرام پائے گا: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ عَبْدُكَ، اِبْنُ عَبْدِكَ، اِبْنُ اُمَّتِكَ، نَاصِیْتِیْ بِیْدِكَ، مَا ضِیْعَ فِیْ حُكْمِكَ، عَدْلٌ فِیْ قَضَائِكَ، اَسْأَلُكَ بِكُلِّ اِسْمٍ هُوَ لَكَ سَمِیْعٌ بِهٖ نَفْسُكَ اَوْ اَنْزَلْتَهُ فِیْ كِتَابِكَ اَوْ عَلَّمْتَهُ اَحَدًا مِنْ خَلْقِكَ اَوْ اِسْتَاثَرْتَهُ بِهٖ فِیْ عِلْمِ الْغَیْبِ عِنْدَكَ، اَنْ تَجْعَلَ الْقُرْآنَ الْعَظِیْمَ رِبِیْعًا قَائِمًا وَتُوْرَ صَدْرِیْ وَجِلَاءَ حُزْنِیْ وَذَهَابَ بِسَمِّیْ۔

ابو داؤد میں حضرت ابوسعید خدری سے روایت ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن مسجد میں تشریف لائے وہاں ایک انصاری بھی موجود تھے، جن کا نام ابو امامہ تھا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دریافت کیا، اے ابو امامہ! آج تم مسجد میں کیا کر رہے ہو، حالانکہ یہ نماز کا وقت نہیں۔ اس نے عرض کیا، یا رسول اللہ! مقروض ہوں اور غموں میں گھرا ہوا ہوں، فرمایا، کیا میں تجھے ایسی دعا نہ بتا دوں جس سے خدا تیرے غموں کا ازالہ فرما دے۔ اور تیرا قرض ادا ہو جائے۔ اس نے عرض کیا، یا رسول اللہ! ضرور بتائیے، فرمایا صبح و شام یہ دعا پڑھا کرو: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحُزْنِ وَاعُوْذُ بِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَاعُوْذُ بِكَ مِنَ الْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَاعُوْذُ بِكَ مِنَ غَلْبَةِ الدِّیْنِ وَقَهْرِ الرِّجَالِ۔ ابو امامہ راوی ہیں کہ میں نے ایسا ہی کیا، غموں کا ازالہ ہو گیا، اور قرض ادا ہو گیا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم سے

روایت کی، کہ جو شخص مصائب میں گھر جائے، وہ کثرت سے لا حول ولا قوۃ الا باللہ پڑھے اور صحیحین میں یہ بات ثابت ہے کہ یہ کلمات جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہیں، ترمذی میں ہے، کہ جنت کا دروازہ ہیں اور طبرانی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث بیان کی ہے جس میں مذکور ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بھی مجھے کوئی تکلیف پیش آتی، جبریل علیہ السلام میرے سامنے آجود ہوتے اور مجھے مندرجہ ذیل دعا کی تلقین کرتے :- **تَوَكَّلْتُ عَلَى اللَّهِ حَتَّىٰ لَدَىٰ يَصُوتُ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَلَمْ يَكُنْ لَهُ شَرِيكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ وَلِيٌّ مِنَ الذُّلِّ وَكِبْرَهُ تَكْبِيرٌ** ابن اسنی کی کتاب میں حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں مذکور ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے آیت الکرسی اور سورہ بقرہ کی آخری آیات مصیبت کے وقت پڑھیں اللہ اس کی مشکلیں آسان کر دے گا۔ اسی طرح حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث میں مذکور ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مجھے ایک ایسی آیت یاد ہے، کہ جو شخص بھی اسے مصیبت کے وقت پڑھے گا، اللہ تعالیٰ اس کی مشکل آسان کر دے گا اور وہ آیت یہ ہے، جو میرے بھائی یونس علیہ السلام سے مذکور ہے :- **أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ**۔

دہلی نے مسند فردوس میں امام جعفر صادق رَمَّة اللہ علیہ سے روایت کی ہے کہ میرے باپ نے میرے دادا سے روایت کی، کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کسی مشکل میں پڑجاتے، تو آپ مندرجہ ذیل دعا پڑھتے تھے :- **اللَّهُمَّ احْرُسْنِي بَعْدِيكَ** **أَبِي لَا تَنَامُ وَكَفُنِي بِوَكْنِكَ الَّذِي لَا يُرَامُ وَارْحَمْنِي بِقُدْرَتِكَ عَلَيَّ** **فَلَا أَهْلِكَ وَأَنْتَ رَجَائِي فَكُمْ مِنْ نِعْمَةٍ**

أَنْعَمْتَ بِهَا عَلَيَّ قُلْ لَكَ بِهَا شُكْرٌ مِنْكُمْ مِنْ بَلِيَّةٍ ابْتَلَيْتَنِي  
 بِهَا، قُلْ لَكَ بِهَا صَبْرٌ يَا مَنْ قُلْ هِنْدُ نِعْمَةٌ شُكْرِي فَلَمْ  
 يَحْرُمْنِي وَيَا مَنْ قُلْ عِنْدَ بَلِيَّةٍ صَبْرِي، فَلَمْ يَحْذُبْنِي وَيَا مَنْ  
 رَأَى عَلَيَّ الْخَطَايَا فَلَمْ يُغْضِبْنِي يَا ذَا الْمَعْرُوفِ لَا يَنْقُضِي أَبَدًا،  
 وَيَا ذَا النِّعْمَةِ الَّتِي لَا تُحْصَى عَدَدًا - أَسْأَلُكَ أَنْ تُصَلِّيَ عَلَيَّ مُحَمَّدٍ  
 وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ - وَبِكَ أَدْرَأُ فِي نُحُودِ الْأَعْدَاءِ وَالْجَبَّارِينَ - اللَّهُمَّ  
 أَعِنِّي عَلَى دِينِي بِالذَّنْبِ يَا وَعَلَى آخِرَتِي بِالتَّقْوَى وَاحْفَظْنِي فِيمَا  
 غَبْتُ عَنْهُ، وَلَا تَكِلْنِي إِلَى نَفْسِي فِيمَا حَضَرَتْهُ - يَا مَنْ لَا تَضُرُّهُ  
 الذُّنُوبُ وَلَا يَنْقُصُهُ الْعَفْوُ - هَبْ لِي مَالًا يَنْقُصَكَ وَاعْفِرْ لِي  
 مَالًا يَضُرُّكَ إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ - أَسْأَلُكَ فَرَجًا قَرِيبًا وَصَبْرًا  
 جَمِيلًا وَبِرْزًا وَاسِعًا - وَالْعَافِيَةَ مِنَ الْبَلَاءِ يَا وَاسْأَلُكَ تَمَامَ الْعَافِيَةِ  
 وَأَسْأَلُكَ دَوَامَ الْعَافِيَةِ - وَأَسْأَلُكَ الشُّكْرَ عَلَى الْعَافِيَةِ وَأَسْأَلُكَ  
 الْبُغْضَ عَنِ النَّاسِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَظِيمِ -

**فقر (افلاس) کا علاج** | حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے  
 ایک شخص نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی  
 خدمت میں عرض کی، یا رسول اللہ! مال دنیا نے مجھ سے منہ پھیر لیا ہے، فرمایا،  
 تم فرشتوں کی صلوة اور مخلوق کی تسبیح جس کے طفیل انہیں رزق ملتا ہے، کیوں نہیں  
 پڑھتے، تم طلوع فجر کے بعد سو دفعہ پڑھا کرو: سبحان اللہ وجمہدہ، سبحان اللہ  
 العظیم، استغفر اللہ۔ دنیا خود بخود بھاگتی چلی آئے گی۔ وہ شخص چلا گیا، کچھ عرصہ گزرا تو  
 پھر حاضر ہوا، عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! دنیا واپس آگئی ہے، اب یہ  
 حالت ہے، کہ رکھنے کی جگہ نہیں رہی۔ (خطیب)

حضرت ابو موسیٰ اشعری سے مروی ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، جو شخص دن میں سو مرتبہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ پڑھے گا، افلاس اس کے پاس بھی نہیں آئے گا۔ (ابن ابی الدنیا، حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے، جو شخص دن رات کے دوران میں سو دفعہ لا الہ الا اللہ الملک الحق المبین پڑھے گا، وہ افلاس سے محفوظ ہوگا، اور قبر کی وحشت سے بچ جائے گا اور دولت کا دروازہ کھل جائے گا اور اس سے جنت کے دروازے پر دستک دے گا۔ اسے مولانا عبدالحق نے طب النبوی میں ذکر کیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے  
**آگ کے بھڑک اٹھنے کا علاج :-** مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر کہیں آگ لگ جائے، تو اللہ اکبر کا ورد کرو، کہ یہ آگ بجھا دیتا ہے۔ ابن قیم لکھتے ہیں، ہم نے کئی اور لوگوں نے بھی اسے آزمایا، اور درست پایا۔ اسی طرح الاصل میں مذکور ہے، کہ میں نے اس نسخے کو طیبہ (مدینے) میں ۸۷۵ ہجری میں آزمایا اور اسے بڑا موثر پایا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مرگی کے علاج میں جو خبیث  
**مرگی کا علاج :-** جنوں کی وجہ سے لاحق ہوتا ہے، بیمار سے مخاطب ہو کر فرماتے :- اُخْرِجْ عَدُوَّ اللَّهِ، اَنَا رَسُولُ اللَّهِ۔ اس سے حن نکل جاتا اور بیمار تندرست ہو جاتا۔ الاصل کا مصنف لکھتا ہے، کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کی قسم کو محمد رسول اللہ سے لے کر سورہ فتح کے آخر تک یہ آیات پڑھ کر دو بچوں پر آزمایا، جو بیہوش ہو گئے تھے چنانچہ دونوں تندرست ہو گئے۔ وہ لکھتے ہیں اس سے بھی عجیب تر قصہ غزالہ جشیہ کا ہے، جو مکتے کے دروازے پر بیہوش ہو کر گ پڑی جب میں مصر کے ارادے سے ۸۸۵ ہجری میں وہاں سے لوٹا تھا، وہ کئی دن

بیوش پڑی رہی، میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے طالب امداد ہوا سچا پچا خواب میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم سے اس جن کو کپڑے لائے جس نے اسے بیوش کر رکھا تھا۔ میں نے اسے برا بھلا کہا، اس نے قسم کھائی، کہ وہ پھر اسے نہیں ستائے گا۔ اتنے میں میں جاگ اٹھا، دیکھا، کہ غزالہ کو کوئی تکلیف نہ تھی۔ اس کے بعد وہ لوٹ کر نہ آیا۔ الحمد للہ، اور وہ بالکل تندرست رہی۔ تا آنکہ ۸۹۴ ہجری میں ہم سے علیحدہ ہو گئی۔

بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، کہ جادو کا علاج :- حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا گیا، پچا پچا آپ کی یہ حالت تھی، آپ سمجھتے کہ آپ کوئی کام کر رہے ہیں، حالانکہ آپ کچھ نہیں کر رہے ہوتے۔ ایک رات آپ نے حضرت عائشہ کے حجرے میں بسر کی اور متواتر دعا مانگتے رہے، پھر فرمایا، اے عائشہ! کیا تجھے اندازہ ہو سکا، کہ جو کچھ میں نے خدا سے پوچھا تھا وہ اس نے مجھے بتا دیا ہے۔ میرے پاس دو آدمی آئے، ایک سر ہانے بیٹھ گیا اور دوسرا پائنتی پر ایک نے دوسرے سے پوچھا، اس آدمی کو کیا تکلیف ہے، دوسرے نے کہا، اسے جادو کیا گیا ہے۔ پوچھا، کس نے کیا، کہا، بسید بن عمیر، الیہودی نے۔ پوچھا، کس چیز میں؟ کہا، کنگھی اور بالوں میں اور زکجورد کے شگونے کے غلاف میں۔ پوچھا، وہ کہاں ہے؟ کہا، ذروان کے کنوئیں میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بعض صحابہ کی معیت میں وہاں تشریف لے گئے، وہاں پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے فرمایا، کنوئیں کا پانی حنائی رنگ کا تھا، اور اس کی کجورد کے خوشے گویا شیطان کے سر تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا، یا رسول اللہ! آپ نے اسے باہر نہیں نکلوایا، فرمایا، خدا نے مجھے اس کے شر سے بچا لیا ہے، میں نے مناسب نہ جانا، کہ لوگوں کو اس کا شر کھول کر بتاؤں۔ آپ کے



حکم سے کنوئیں کو مٹی سے بھر دیا گیا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس معاملے میں توکل علی اللہ اور استعانة باللہ سے کام لیا۔ ابتدا میں آپ نے خود کو اللہ اور اس کی تقدیر کے سپرد کر دیا اور صبر کا اجر پایا، پھر جب اس تکلیف نے طول کھینچا اور آپ کو نادریشہ ہوا، کہ کہیں آپ سے عبادت الہی کے بارے میں کو تازی نہ ہو جائے، تو آپ نے علاج کا دامن مختار۔ ابوعبید نے عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ سے بیان کیا، کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سر کی رگ کا فصد کرایا۔ پھر دعا کی طرف توجہ فرمائی۔ چنانچہ دونوں معاملوں میں بحال کر دکھایا۔

حضرت ابوہریرہ سے مروی  
ایسا کلام جو ہر بیماری کے لیے مفید ہے :- ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
نے فرمایا، تم میں سے جو شخص بیمار ہو جائے، اسے مندرجہ ذیل دعا پڑھنا چاہیے۔  
اللہ کے حکم سے تندرست ہو جائے گا :- رَبَّنَا الَّذِي فِي السَّمَاءِ تَقَدَّسَ  
اسْمُكَ، اَمْرُكَ فِي السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ كَمَا رَحِمْتَكَ فِي السَّمَاءِ فَاجْعَلْ  
رَحِمَتَكَ فِي الْاَرْضِ وَاعْفِرْ لَنَا حُوبَنَا وَخَطَايَاَنَا، اَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِينَ  
اَنْزِلْ رَحْمَةً مِنْ عِنْدِكَ وَشِفَاءً مِنْ شِفَاءِكَ عَلَيَّ هَذَا الْوَجَعِ۔  
(ابو داؤد) ابو الدرداء نے اس کلام کو پیشاب کی خرابی کے لیے مفید قرار دیا ہے۔

خمیدی نے یونس بن یعقوب اور اس نے عبد اللہ سے  
درودِ سر کا علاج :- یہ روایت بیان کی، کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم درودِ سر  
کے لیے مندرجہ ذیل انسون پڑھتے تھے :- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
بِسْمِ اللّٰهِ الْكَبِیْرِ وَاعُوْذُ بِاللّٰهِ الْعَظِیْمِ مِنْ سَخْرِ كُلِّ عَرَقٍ نَعَارٍ وَمِنْ  
سَخْرِ حَرِّ النَّارِ۔ یہی راوی ہیں، کہ حضرت اسرار رضی اللہ عنہما کے سر میں درود

ہو گیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کپڑے کے اوپر سے ان کے سر پر ہاتھ رکھ کر تین دفعہ فرمایا :- بِسْمِ اللّٰهِ اِذْ هَبْ عَنْهَا سُوءًا وَفُحْشَةً بِدَعْوَةِ نَبِيِّكَ الْمَكِّيِّنِ الْمُبَارَكِ عِنْدَكَ۔ حضرت اسرار رضی اللہ عنہا نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ اس کلام کو تین دفعہ دہرایا پھر پانچہ ورم جانا رہا۔

بہتی راوی ہیں کہ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ  
وانت کے درد کا علاج :- نے رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی خدمت میں درد

کی شکایت کی۔ آپ نے اپنا ہاتھ ان کے اس رخسار پر رکھا، جس میں درد تھا، اس کے بعد آپ نے سات دفعہ فرمایا :- اَللّٰهُمَّ اِذْ هَبْ عَنْهُ سُوءًا مَا يَجِدُ وَفُحْشَةً بِدَعْوَةِ نَبِيِّكَ الْمَكِّيِّنِ الْمُبَارَكِ عِنْدَكَ۔ فوراً تکلیف رفع ہو گئی۔

ایک دفعہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور درد و دندان کی شکایت کی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دائیں ہاتھ کی انگشت شہادت ان کے منہ میں ڈالی، اور اس وانت پر رکھی جس میں درد تھا اور فرمایا :- بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ اَسْأَلُكَ بِعِزَّتِكَ وَجَلَدِكَ وَ قُدْرَتِكَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ۔ فَاِنَّ مَرْيَمَ لَم تَلِدْ غَيْرَ عِيسَى مِنْ دُوْحِكَ وَكَلِمَتِكَ اَنْ تَكْتُمَ مَا تَلْقَى فَاِطْمَئِنِّيْ بِثُبُوتِ خِدْيَتِيْ مِنْ الضَّرِّ كُلِّهِ۔ درد جانا رہا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ بخار کا علاج :- حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے۔ انہیں سخت بخار تھا، اور اسے برا بھلا کہہ رہی تھیں۔ فرمایا، اسے برا بھلا نہ کہو، کیونکہ یہ تو ماورس ہے، ہاں اگر تم چاہو، تو میں تمہیں چند کلمات سکھا دیتا

ہوں جب تو یہ کلمات دہرائے گی، خدا تیری تکلیف کو دور کر دے گا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا، مجھے وہ الفاظ سکھا دیجئے۔ فرمایا کہو: - **اللَّهُمَّ ارْحَمْ جِلْدِي الرَّقِيقَ وَعَظْمِي الدَّقِيقَ مِنْ بَشَّةِ الْحَرِيقِ يَا أُمَّ مَلْدَمِ إِنَّ كُنْتُ آصَنْتُ بِاللَّهِ الْعَظِيمِ فَلَا تُصَدِّعِي الرَّاسِ وَلَا تُنْتَبِئِي النَّمَّ وَلَا تَأْكُلِي اللَّحْمَ وَلَا تُشْرِبِي الدَّمَ وَتَحَوِّبِي عَيْنِي إِلَى مَنْ اتَّخَذَ مَعَ اللَّهِ الْمَهْلَ آخِرَ** حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ الفاظ کے اور تکلیف رفع ہو گئی۔ (بیہقی) اور ایک روایت میں یہ الفاظ بھی شامل ہیں: - **فَأَنِّي أَسْتَهْدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ**۔

حضرت ابان بن عثمان نے اپنے باپ سے

باقی ماندہ بیماریوں کا علاج :- یہ روایت کی، وہ کہتے ہیں، میں نے رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کو فرماتے سنا، جو شخص مندرجہ ذیل الفاظ تین دفعہ صبح کو پڑھے تو شام تک اسے کوئی حادثہ پیش نہیں آئے گا، اور جو شخص شام کو پڑھے وہ صبح تک ہر ناگمانی آفت سے محفوظ رہے گا :- **بِسْمِ اللَّهِ الَّذِي لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ**۔ راوی کہتا ہے کہ حضرت ابان کو فالج ہو گیا، پچنانچہ جو شخص بھی اس کی زبانی یہ حدیث سنا تو انہیں غور سے دیکھا۔ وہ کہتے، تم مجھے کیوں غور سے دیکھ رہے ہو، بجز انہ تو میں نے اپنے باپ سے غلط بات منسوب کی ہے اور نہ میرے باپ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ لیکن بہر حال مجھے یہ مصیبت پیش آ ہی گئی۔ (مگر غصے میں، میں یہ بات کتنا بھول گیا، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے رسول کریم ستر بلاؤں کا علاج :- علیہ التحیۃ والتسلیم سے روایت کی، جو شخص دس دفعہ مندرجہ ذیل دعا پڑھے گا، اس کے سب گناہ معاف ہو جائیں گے۔ گویا وہ ابھی

مال کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ وَلَا  
خَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ۔ یہ دعا ستر بیماریوں کا علاج  
ہے۔ جنوں، جذام، برص اور ریک وغیرہ۔

بخاری نے اپنی تاریخ میں حضرت عبداللہ بن مسعود  
کھانے کی بیماریوں کا علاج :- سے روایت بیان کی ہے، وہ کہتے ہیں کہ  
جس شخص کے سامنے کھانا رکھا جائے اور وہ بِسْمِ اللّٰهِ حَبِیْرَ السَّمَاوٰتِ وَ  
الْاَرْضِ وَفِی السَّمَاوٰتِ لَا یَضُرُّوْهُ مَعَ اَسْمِہِ دَاءٌ اِجْعَلْ فِیْہِ رَحْمَةً وَشِفَاؤً  
پڑھے، تو اسے کوئی دکھ نہیں پہنچے گا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے، حضور  
ام الصبیان کا علاج :- علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، جس شخص کے گھر  
بچہ پیدا ہو، اور اس کے دائیں کان میں اذان دی جائے اور بائیں میں اقامت  
کی جائے، تو وہ ام الصبیان سے محفوظ رہے گا۔ (ابن اسنی)

## حصہ دوم

اسے نعلے میںے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے  
تجویز کردہ طبعی دواؤں کا ذکر ہے۔

امام احمد نے حضرت بریدہ سے روایت  
کی ہے، کہ جب بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
کو دردِ شقیقہ کی شکایت ہوتی، تو آپ ایک آدھ دن گھر سے باہر نہ نکلتے۔ شقیقہ اس  
درد کا نام ہے جو سر کے ایک طرف ہوتا ہے۔ اور حدیث میں ہے کہ رسول اکرم کو

مرض موت میں دردِ سر کی شکایت کی، آپ نے خطبہ دیا، اور سر پر پٹی باندھی ہوئی تھی، اور پٹی اس قسم کی دردوں میں مفید ہے۔ اور بخاری میں مذکور ہے، کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھا ہوا تھا، اور دردِ شقیقہ کی وجہ سے آپ نے سر میں فصد کرایا، ایک روایت میں ہے کہ سر کے درمیان فصد کرایا، جو بقول حکما اس درد کے لیے بہت مفید ہے۔ نیز یہ بھی مروی ہے، کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے گردن کی پھپی دو رنگوں اور دونوں کندھوں کے درمیانِ رگ میں بھی فصد کرایا، جسے اطبا نے سر، چہرے، کانوں، اور اسی طرح ناک کے لیے مفید بتایا ہے۔ ابن ماجہ کی روایت ہے، کہ جب حضور علیہا الصلوٰۃ والسلام کے سر میں درد ہوتا تو سر پر مندی لگایا کرتے۔ اور فرمایا کرتے، کہ خدا کے حکم سے یہ علاج مفید ہے۔ یعنی اس صورت میں جب دردِ سر کی وجہ گری ہو، اور کوئی ایسا مادہ نہ ہو جس کا استفراغ ضروری ہو۔ ایسی صورت میں حنا کا لیپ بہت مفید ہے۔ تاریخ بخاری اور ابو داؤد میں ہے کہ جب بھی کوئی شخص آپ سے دردِ سر کی شکایت کرتا، تو آپ فصد کرانے کا مشورہ دیتے۔ اور جب کوئی آدمی پاؤں کی تکلیف کی شکایت کرتا، تو مندی لگانے کا حکم فرماتے۔ حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ کی بیوی سلمیٰ راوی ہیں کہ جب بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی پھوٹا یا پھنسی لگی آتی، تو مجھے حکم دیتے اور میں مندی لیپ دیتی۔

روایت میں ہے، کہ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم درِ چشم دردِ چشم کا علاج :- کا علاج سکون آرام اور عدم حرکت سے منع فرمایا کرتے تھے۔ ابن ماجہ میں حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، کہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوا، اور آپ کے سامنے کھجور اور روٹی رکھی تھی۔ فرمایا، قریب آجاؤ اور کھاؤ۔ میں نے کھجور اٹھائی اور کھائی۔ تو آپ نے فرمایا، کہ

تمنا ہی اُنھیں دیکھتی ہیں اور کھجور کھا رہے ہو۔ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! میں  
 دوسری طرف چہار ہا ہوں حضور مسکرا دیئے۔ روایت ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ  
 کی آنکھیں دکھنے کو آئیں، تو آپ نے انہیں کھجور کھانے سے منع کر دیا۔ بخاری میں  
 حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ  
 علیہ وسلم سے سنا، کہ کھلب از قسم من (نعمت) ہے اور اس کا پانی آنکھوں  
 کے لیے شفا ہے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ سے مروی ہے  
 بچوں کے گلے کے درد کا علاج :- کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت عائشہ  
 کے حجرے میں تشریف لائے، وہاں ایک بچے کو دیکھا، جس کے گلے سے خون بہ رہا تھا۔  
 دریافت فرمایا، اسے کیا تکلیف ہے، انہوں نے جواب دیا، اس کے گلے اور سر میں  
 درد ہے۔ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے فرمایا جیٹ ہے، تم ان بچوں کو جلان سے  
 مار دو گی جب کسی بچے کو یہ تکلیف ہو، تو عود ہندی لے کر اسے پانی میں حل کرو،  
 اور بچے کو دو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عود ہندی منگوائی اور بچے کو دی تو  
 وہ ٹھیک ہو گیا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے  
 دستوں کا علاج :- کہ ایک شخص آیا، اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے  
 خدمت میں اپنے بھائی کے پیٹ کے بارے میں شکایت کی، کہ اسے دست دک  
 گئے ہیں، فرمایا، اسے شہد پلاؤ۔ اس نے پلایا، لیکن مرض بڑھتا گیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ  
 والسلام نے سن کر فرمایا، خدا سچا ہے، لیکن تیرے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے۔ احمد بن  
 یزید بن ہارون کی روایت میں ہے، کہ آپ نے چومتی و فترہ بھی فرمایا، کہ اسے  
 شہد پلاؤ۔ چنانچہ اس نے تمیل کی، اور اس کا بھائی ٹھیک ہو گیا، اس پر پھر آپ

نے فرمایا، خدا سچا ہے لیکن تیرے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے۔ ابن جوزی لکھتے ہیں کہ  
 فِيهِ شِفَاءٌ لِلنَّاسِ سے مراد یہ ہے کہ گھوٹا شہد شفا بخش اثرات کا حامل ہے، جیسا کہ  
 حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: - عَلَيْكُمْ بِالشِّفَا مِثْنِ،  
 الْغَسْبِ وَالْقُرْآنِ -

قبض کا علاج :- ترمذی وغیرہ نے حضرت اسماء بنت عمیس سے روایت بیان  
 کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ

تم جلاب کے لیے کس چیز کو استعمال کرتی ہو؟ انہوں نے کہا شہرم کو یہ ایک  
 پودے کا نام ہے جس کی جڑیں مسل ہوتی ہیں، فرمایا، یہ گرم ہے۔ پھر انہوں نے کہا،  
 میں عینا سے بھی مسل لیتی ہوں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، اگر موت کا علاج  
 ہوتا، تو وہ سنا ہوتا۔ اور رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم اسے کھجور کے ساتھ استعمال فرماتے  
 تھے۔ یہ محاسبی کا بیان ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :- عَلَيْكُمْ بِالنَّارِ  
 وَالشُّؤْبِ فَإِنَّ فِيهَا شِفَاءً مِّنْ كُلِّ دَاءٍ إِلَّا السَّامَ (الموت) سنت  
 اس شہد کو کہتے ہیں، جو گھی کے برتن میں ڈالا جائے۔ مطلب یہ ہے، کہ سنا کو باریک  
 کر کے شہد میں ملایا جائے۔ پھر نگل لی جائے۔ اس طرح سنا کی گرمی کی اصلاح ہو  
 جاتی ہے۔

ابوداؤد نے سعد سے روایت بیان کی ہے، میں  
 بیماری دل کا علاج :- بیمار پر گیا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عیادت  
 کے لیے تشریف لائے۔ اپنا لقمہ میرے سینے پر رکھا اور میں نے دل پر ہاتھ کی ٹھنڈک  
 عکس کی۔ فرمایا تمہیں دل کا عارضہ ہے۔ تم حارث بن کلدہ ثقفی کو بلاؤ، کیونکہ وہ طب  
 میں تھوڑی بہت شہد رکھتا ہے، تم مدینے کی سات کھجوریں لو، اور ٹھنڈی سمیت کوٹ  
 لو، اور پھر اس ملعوبے کو نگل لو۔ یا انگلی کی مدد سے حلق میں ڈال لو۔

بخاری میں ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم عود ہندی نمونیا کا علاج :- کو بہ کثرت استعمال کیا کرو کہ اس میں سات بیماریوں کا علاج ہے، جن میں نمونیا بھی شامل ہے۔ ترمذی میں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، تم نمونیا کا علاج عود ہندی اور زیتون کے تیل سے کرو۔ اور طریقہ یہ ہے کہ دو امربعین کے منہ میں انڈیل دی جائے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، کہ قبائل عربیہ استسقا کا علاج :- اور عکل سے کچھ لوگ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی خدمت میں آئے مدینہ میں ان کے پیٹ خراب ہو گئے، مسلم میں ہے، کہ ان کے پیٹ پھیل گئے، انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں شکایت کی، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، بہتر ہوگا، کہ تم وہاں چلے جاؤ، جہاں صدقے کے اونٹ رکھے گئے ہیں، ان کا دودھ پیو اور بول کا استعمال کرو۔ (بخاری اور مسلم)

عرق الفسار کا علاج :- یہ وہ رگ ہے، جو سرین کے جوڑے سے چل کر پاؤں کی پشت تک آتی ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے فرمایا، عرق الفسار کی دوا یہ ہے۔ کہ عربی دسبے کے سرین کی چربی کو پگھلایا جائے۔ پھر اس کے تین حصے کیے جائیں، اور ہر روز اس کا ایک حصہ منار منہ پیا جائے، (ابن ماجہ) یہ دوا اہل حجاز، عربوں اور ان کے مسابولوں کے لیے مخصوص ہے۔

ورم کا علاج :- حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مذکور ہے، میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک آدمی کی عیادت کو گیا جس کی پیٹھ پر ورم تھا، انہوں نے کہا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں پیپ ہے فرمایا، اس میں شکاف دے کر نکال دو، حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ اس میں میں نے



شکاف دیا، اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام دیکھ رہے تھے۔

صحیحین میں مذکور ہے، کہ رسول کریم علیہ السلام نے فصد اور داغ سے علاج :- نے ابی بن کعب طبیب کو بلا بھیجا، انہوں نے آپ کی رگ میں شکاف دیا اور فصد کیا۔ مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کی شہ رگ کٹ گئی تو حضور اکرم نے داغ دے کر ان کا خون روکا اور ترمذی میں ہے، کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کو سرخی چہرہ کی وجہ سے داغ دیا۔ اور داغ ایسی باغی غلط کو مٹانے کے لیے دیا جاتا ہے۔ جس کا مادہ اس کے بغیر ختم نہیں ہوتا۔ اسی وجہ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی تعریف کی، لیکن پھر اس سے منع کر دیا۔ کیونکہ اس سے سخت درد ہوتا ہے اور اس میں بڑا خطرہ ہے۔ فتح البیہودی میں ہے، کہ کسی صحیح حدیث سے یہ معلوم نہیں ہوا، کہ آپ کو داغ دیا گیا ہو۔ رسول کریم علیہ السلام نے اس لیے منع فرمایا، کہ ناپسندیدہ کام ہے۔

قاصی عیاض لکھتے ہیں کہ طاعون  
طاعون کا علاج، جہاں طاعون ہو :- ان گلیوں کو کتے ہیں، جو جم پر  
وہاں نہ جانا اور وہاں سے بھاگ نکلنا :- نکل آتی ہیں۔ اور یہ وہ عام مرض  
ہے، اور صحیحین میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، حضور اکرم صلی اللہ  
علیہ وسلم نے فرمایا، کہ طاعون خدائی عذاب ہے، جو بنی اسرائیل کے ایک گروہ اور  
تم سے پہلے بعض لوگوں پر نازل ہوا تھا۔ جب تم اس بیماری کے بارے میں سنو  
تو وہاں نہ جاؤ۔ اور جب یہ وہاں پھوٹ پڑے، جہاں تم رہتے ہو، تو  
وہاں سے بھاگو مت۔

بخاری نے اپنی تاریخ میں حضرت شریف  
 کفیدگی (جلد کے پھٹنے) کا علاج :- جنی سے یہ روایت بیان کی ہے کہ  
 میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور میرے ہاتھ کی جلد پھٹی ہوئی  
 تھی میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! اس نے مجھے بٹاؤق کر رکھا ہے، جب میں  
 تلوار کا قبضہ ہاتھ میں لیتا ہوں یا جانور کی باگ پکڑتا ہوں تو یہ درمیان میں حائل ہو  
 جاتی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا ہاتھ اس پر دیکھا اور گھمایا، اور ہاتھ پر  
 بھونک ماری، جب ہاتھ اٹھایا، تو تکلیف کا نام و نشان نہ تھا۔ اسی طرح رسول کریم  
 علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ابی بن حمال کے چہرے پر جس پر داؤ تھا، ہاتھ پھیرا، اور اس  
 دن کے بعد سے اس کا نام و نشان تک مٹ گیا۔

بخار کا علاج :- امام بخاری نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت  
 کی ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ بخار جہنم کا شعلہ  
 ہے جسے تم پانی سے بجھاؤ۔ ابن ماجہ کی روایت میں ٹھنڈے پانی کا ذکر ہے، حضور کا  
 مقصد ہے، کہ مخصوص حالت میں اس سے غسل کیا جائے۔ اور بہتر یہ ہے، کہ اس قول سے  
 مراد بخار کو پانی سے ٹھنڈا کرنا ہی جائے۔ جس طرح کہ حضرت اسماعیل رضی اللہ عنہما کیا کرتی  
 تھیں، وہ مریض کے بدن پر پانی پھڑکا کرتی تھیں۔ گویا یہ وہ ترخ ہوگا، جس کی ایسے  
 موقعہ پہ اجازت ہوتی ہے، لیکن قیم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس تجویز کو اہل حجاز  
 اور ان کے ملحقہ علاقوں کے لیے مخصوص سمجھتے ہیں۔ اور حدیثیں جکار اس امر کا ذکر ملتا  
 ہے، کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام بخار کی حالت میں ٹھنڈے پانی سے علاج کرتے تھے  
 جیسا کہ حدیث میں مذکور ہے، آپ نے فرمایا، مجھ پر سات بھری مشکوں کا پانی انڈیل  
 دو۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب بھی بخار ہوتا، آپ پانی کی مشک منگواتے، اسے  
 سر پر ڈالتے اور غسل فرماتے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ نے

فرمایا، تم میں سے جسے بخار ہو جائے، اسے چاہیے، کہ ٹھنڈا پانی تین دن تک اپنے اوپر ڈالے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ بخار موت کا قاصد ہے۔ اور دنیا خدا کا جیل خانہ ہے، تم اسے پانی انڈیل کر ٹھنڈا کرو۔ اور مغرب اور عشاء کے اذان کے درمیان اپنے اوپر ڈالو۔ لوگ اس طرح کرتے اور ان کا بخار جاتا رہتا۔

ترمذی میں حضرت ثوبان سے روایت ہے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ جب تم میں سے کسی شخص کو بخار آئے، جو جہنم کا ایک حصہ ہے، تو اسے پانی سے بھجائے اور بتے پانی میں داخل ہو اور اس کے بہاؤ کا سامنا کرے اور یہ دعا بعد از نماز صبح و طلوع آفتاب پڑھے: بِسْمِ اللّٰهِ اللّٰهُمَّ اشْفِ عَبْدَكَ وَحَسَدِي وَسُوءِي۔ اور اس میں روزانہ تین دن تک تین غوطے لگائے، اگر تندرست نہ ہو، تو پانچ دن ورنہ سات دن ورنہ نو دن کیونکہ جھنڈا نو دن سے نہیں بڑھے گا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

خارش اور جوئیں پیدا کرنیوالی بیماری کا علاج :- نے زبیر بن العوام اور عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہما کو بوجہ خارش، ریشمی کپڑا پہننے کی اجازت سے دی تھی (بخاری)

جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خیبر میں

خیبر میں دیتے گئے زہر کا علاج :- بخری کا زہر پلا گوشت کھا گئے تو آپ نے کندھوں کے درمیان واقع رگ کا تین دفعہ خصد کرایا۔ اور یہ واقعہ غزوات النبی کے ذیل میں بیان کیا جا چکا ہے۔

## حصہ سوم

اس فصل میں روحانی اور طبیعی دواؤں کا ذکر ہے۔

پھنسیوں، زخموں اور باقی بیماریوں کا علاج :- بخاری میں مروی ہے کہ  
 ایسے موقع پر مندرجہ ذیل الفاظ دہراتے :- بِسْمِ اللّٰهِ تُرْبَةُ اَنْفَسَانَا وَ  
 رَيْقَةُ بَعْضِنَا يَشْفِي سَقِيمَنَا بِاَذْنِ رَبِّنَا۔ اور مسلم کی روایت  
 میں مذکور ہے، کہ جب کوئی آدمی پھنسی یا زخم کی شکایت کرتا حضور علیہ الصلوٰۃ  
 والسلام اپنی انگلی زمین پر رکھتے۔ امام نووی نے حدیث کے یہ معنی بیان کیے ہیں۔  
 کہ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم اپنا لعاب دہن، انگشت شہادہ پر لگاتے، پھر  
 اسے زمین پر رکھتے، اس سے جوٹی لگ جاتی، اسے متاثر مقام یا زخم پر لگاتے۔  
 اور اس دوران میں مذکورہ بالا الفاظ دہراتے۔

بچھو کے ڈسنے کا علاج :- حضرت عبداللہ بن مسعود راوی ہیں، کہ  
 حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے، جب سجدہ کیا تو بچھو نے آپ کو انگلی پر ڈس لیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام  
 نے منہ پھیرا، اور فرمایا، خدا کی لعنت ہو بچھو پر، کہ نہ نبی کو چھوڑتا ہے اور نہ غیر نبی کو  
 پھر آپ نے برتن منگایا جس میں پانی اور نمک تھا۔ پھر وہ انگلی برتن میں ڈالی،  
 اور قل ھو اللہ احد اور معوذتین پڑھتے رہے، تا آنکہ آرام آگیا۔ (ابن ابی شیبہ)

یہ پھنسیاں ہیں، جو آدمی کے پہلو میں لگی  
 چھوٹیوں کے رینگنے کا علاج :- آتی ہیں، اور مرض یوں عکس کرتا ہے،  
 گویا اس کے جسم پر چھوٹییاں ریگ رہی ہیں، اور کاٹ رہی ہیں۔ صحیح مسلم میں حضرت  
 انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے زہریلے جانوروں  
 کے کاٹنے، نظر بد اور چھوٹیوں کے رینگنے کے متعلق افسوں پڑھنے کی اجازت دی  
 ہے۔ حضرت غلال رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ شفا بنت عبد اللہ زمانہ جاہلیت میں  
 کبھی اس مرض کا افسوں پڑھتی تھیں۔ جب انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے  
 بیعت کر کے مکے ہجرت کی، تو رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم سے عرض کیا۔ یا رسول اللہ  
 میں زمانہ جاہلیت میں چھوٹیوں کی بیماری کا علاج کیا کرتی تھی۔ میں آپ کے سامنے  
 وہ افسوں پیش کرتی ہوں :- بِسْمِ اللّٰهِ صَلَّتْ حَتّٰی تَعُوْذَ مِنْ اَقْوَامِهَا  
 وَلَا تَضُرَّ اَحَدًا اَللّٰهُمَّ اَكْثِفْ اَلْبَاسَ رَبَّ النَّاسِ۔ راوی  
 کہتا ہے، کہ وہ یہ افسوں کسبات دفعہ ایک لکڑی پر پڑھتی تھیں۔ پھر کسی صاف  
 ستھری جگہ پر جاتیں اور لکڑی کو پتھر پر خالص سر کے سے رگڑتیں اور پھر چھوٹیوں  
 پر لیپ دیتیں۔

فسائی نے بعض ازواج مطہرات کی زبان سے یہ  
 چھلے کا علاج :- روایت بیان کی ہے، کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے ان سے پوچھا، آیا تمہارے پاس زیرہ ہے۔ انہوں نے عرض کیا ہے، آپ  
 نے منگوایا اور اسے اس چھلے پر، جو آپ کے پاؤں کی دوائلیوں کے درمیان  
 اٹھ آیا تھا۔ لگا کر فرمایا :- اَللّٰهُمَّ مَطْفِئِ الْكَبِيْرَ وَ مَكِّئِ الصَّغِيْرَ اَطْفِئْهَا  
 چنانچہ چھالامٹ گیا۔

نسائی نے حضرت محمد بن حاطب سے روایت  
 آگ سے جلنے کا علاج :- کی نہیں نے گرم ہنڈیا کو اٹھایا، اس کا پانی میرے  
 ہاتھ پر لگا، اور پشت دست جل گئی۔ میری ماں مجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی  
 خدمت میں لے گئی، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پڑھا :- اَذْهَبِ الْبَاسَ  
 رَبِّ النَّاسِ وَاِحْبِبْہ۔ پھر فرمایا، وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِی۔  
 تکلیف جاتی رہی۔

پرہیز سے علاج :- ام منذر و خرقیس (انصاریہ) راوی ہیں کہ رسول کریم علیہ  
 التحیۃ والتسلیم حضرت علی کریم اللہ وجہہ کی معیت میں،  
 جو مرض کی وجہ سے کمزور تھے، ہماری یہاں تشریف لائے، اللہ ہمارے یہاں انکو  
 لگا ہوا تھا، دونوں حضرات کھانے لگ گئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت علی  
 کو بوجہ نقاہت روکتے رہے، تا آنکہ وہ رک گئے۔ پھر میں اٹھی اور ان کے لیے جو  
 اور منقی پکا لائی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت علی کریم اللہ وجہہ سے کہا،  
 یہ کھاؤ، تمہارے لیے مفید ہے۔

حضرت قتادہ بن نعمان سے مروی ہے، رسول کریم علیہ  
 پانی سے پرہیز :- التحیۃ والتسلیم نے فرمایا۔ جب اللہ کسی بندے کو پسند کرتا  
 ہے، تو اسے دنیا کے شر سے بچالیتا ہے، جس طرح کہ تم اپنے بیماروں کو پانی سے  
 بچاتے ہو۔ (ترمذی، حمیدی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہیں۔ اگر لوگ  
 پانی تھوڑا پیئیں، تو ان کے جسم محفوظ رہیں۔ طبرانی نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ  
 سے روایت کی، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، جو شخص نہار منہ پانی پیتا ہے،  
 اس کی طاقت کم ہو جاتی ہے۔

امام شافعی اور دارقطنی، حضرت عمر  
دھوپ سے گرم شدہ پانی سے پرہیز :- بن خطاب رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں  
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم دھوپ میں گرم شدہ پانی سے غسل مت کرو  
کہ اس سے بھس پیدا ہوتا ہے۔ اور دارقطنی نے حضرت عامر رضی اللہ عنہ سے اسی  
مفہوم کی حدیث بیان کی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی  
کنجوس کھانے سے پرہیز :- ہے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، کنجوس  
کا کھانا بیماری ہے اور سخی کا کھانا شفا ہے۔ اسے تنسی نے امام مالک رحمہ اللہ علیہ  
سے (سوائے موطا کے) روایت کیا ہے۔

ابو داؤد نے یونس سے اور انہوں نے  
دھوپ میں سونے سے پرہیز :- ربیعہ بن عبدالرحمن سے روایت کی ہے۔  
انہوں نے اسے دھوپ میں لیٹے دیکھا، تو منع کیا اور کہا، مجھے بتایا گیا ہے، کہ  
رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے فرمایا، اس شخصے سستی پیدا ہوتی ہے، اور نیز اس سے  
بعض مخفی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ راوی ہیں۔  
پیشاب روک کر جماع سے پرہیز :- حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم  
سے کوئی شخص ایسی حالت میں جماع نہ کرے، کہ اس نے پیشاب روک رکھا ہے،  
کیونکہ اس سے بواسیر پیدا ہوتی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے  
مکھی کا پینے کی چیزیں گرنا :- حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب  
کسی برتن میں مکھی گر پڑے، تو اسے اس چیز میں غوطہ دو، اور پھر اسے نکال کر باہر

پھینک دو، کیونکہ اس کے ایک پر میں شفا ہے اور دوسرے میں بیماری ہے۔  
 حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے  
 رات کو برتن ڈھانپ کر رکھو :- حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم  
 اپنے برتنوں کو ڈھانپ دو اور مشک کا منہ بند کر دو۔ کیونکہ سال میں ایک رات  
 ایسی ہوتی ہے جس میں آسمان سے دبا نازل ہوتی ہے، اور وہ جس برتن پر ٹھکنا  
 نہ ہو، یا جس مشک کا منہ بند نہ ہو، وہ بلا اس میں داخل ہو جاتی ہے۔ (مسلم، ایک  
 روایت میں ہے کہ رومی سال کے آخری مہینوں میں (کانون اول) یہ صورت  
 پیش آتی ہے۔

ابو داؤد سے بہ سند صحیح  
 بچے کو احمق عورت کا دودھ نہ پلایا جائے :- مروی ہے، کہ حضور علیہ الصلوٰۃ  
 والسلام نے احمق عورت کا دودھ پلانے سے منع فرمایا، کیونکہ دودھ سے دودھ  
 پینے اور پلانے والی کے درمیان مشابہت پیدا ہو جاتی ہے، حضرت عبداللہ بن  
 عباس رضی اللہ عنہما نے رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم سے روایت کی ہے کہ دودھ  
 سے فطرت بدل جاتی ہے، ابن حبیب سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے فاجرہ کا دودھ پلانے سے منع فرمایا۔

سروی سے بچنے کے بارے میں، ابو نعیم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ  
 کی حدیث بیان کی ہے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، کہ گرمی اور سردی  
 سے بچ کر رہو، مستغفری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے  
 رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے فرمایا، فرشتوں کو، میری امت کو سردی سے  
 بچانے میں خوشی ہوتی ہے۔



## فصل دوم

اس فصل میں خوابوں کے تعبیرات کا ذکر ہے۔

وادی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے۔ کہ مدینہ میں ایک عورت کا خاوند تاجر تھا، جو تجارت کے لیے آنا جانا رہتا۔ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی اور عرض کیا، یا رسول اللہ! میرا خاوند غائب ہے، جب وہ سفر کو چلا تھا، تو میں حاطہ تھی، میں نے خواب میں دیکھا، کہ میرے گھر کا ستون ٹوٹ گیا ہے، اور میں نے ایک بچہ جنا ہے، اندھا، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، انشاء اللہ تیرا خاوند بخیر و عافیت واپس آجائے گا اور تو نیک اور صالح بچہ جنے گی۔ اس نے یہ خواب سنا اور دوسری دفعہ سنا یا۔ دوسری دفعہ پھر آئی۔ اور رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم موجود نہ تھے۔ میں نے اس سے دریافت کیا تو اس نے خواب سنا یا میں نے اسے کہا، کہ اگر تیرا خواب سچا نکلا، تو تیرا خاوند مر جائے گا اور تو بد معاش بچہ جنے گی۔ وہ بیٹھ گئی اور رونے لگ گئی۔ اتنے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے، فرمایا، عائشہ! دیکھو، جب کسی مسلمان کے خواب کی تعبیر بیان کرو، تو خیر کو سننا رکھو۔ کیونکہ خواب کا نتیجہ ویسا نکلتا ہے، جیسا کہ معبر بیان کرتا ہے۔

عطاء بن ابی رباح رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، کہ ایک عورت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی، کہنے لگی، میں نے خواب میں دیکھا، کہ میری چھت کا ستون ٹوٹ گیا ہے، اور میرا شوہر گھر سے باہر ہے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے

فرمایا، خدا تیرے شوہر کو صحیح و سالم واپس لائے گا۔ بیعتی راوی ہیں کہ جب ابن زل، اپنا خواب بیان کرنے لگا، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: - خَيْرٌ نَلْقَاهُ وَشَرُّ نَشَوْتَاهُ وَخَيْرٌ لَنَا وَشَرٌّ عَلَيَّ اَعْدَانُنَا، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ۔ اچھا اب اپنا خواب سنا۔

تمہیں معلوم ہونا چاہیے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض خوابوں کی تعبیریں: - کہ سچے خواب، انبیاء کے اور ان کی متابعت کرنے والے صالح لوگوں کے ہوتے ہیں۔ اور ان کے سوا اور لوگوں کو شاذ و نادر ہی یہ صورت پیش آتی ہے، اور یہ خواب بہ حالت بیداری اس طرح پیش آتے ہیں، جیسا کہ حالت خواب میں۔ اور رسول کریم علیہ السلام کے سچے خواب اس طرح ہوتے تھے، جیسا کہ طلوع صبح اور بے حد و شمار حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا راوی ہیں، کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی کی ابتدا روپے سے ہوتی۔ جب بھی آپ خواب دیکھتے، وہ طلوع صبح کی طرح وقوع پذیر ہوتا (بخاری) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تقریباً سارے خواب سچے ہوتے اور اچھے ہوتے۔ کچھ خواب ایسے بھی تھے، جو بظاہر اچھے نہ تھے جیسا کہ احد کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا کہ آپ نے مضبوط ذرع (زرہ) پہنی ہوئی ہے اور ایک گائے فزح کی جا رہی ہے۔ اور آپ کی تلوار میں دندانہ پڑ گیا ہے، آپ نے زرہ سے مراد مدینہ لیا، اور گائے سے مراد آپ کے وہ صحابہ تھے، جو میدان احد میں شہید ہوئے، اور تلوار کی دھار میں دندانہ کا مطلب یہ تھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اہل بیت سے کوئی آدمی شہید ہوگا۔ اور وہ سیدنا شہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ تھے (اور عاقبت متقین کے لیے ہے)۔

بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ میں نے حضور

سے سنا، میں سو رہا تھا، کہ مجھے خواب میں دودھ کا پیالہ پیش کیا گیا، میں نے اتنا دودھ  
 پیا، کہ اس کی تری میرے ناخنوں سے نکلنے لگ گئی۔ جو پچ رہا وہ میں نے عمر بن خطاب  
 کو دے دیا۔ صحابہ نے پوچھا، یا رسول اللہ! دودھ سے آپ نے کیا مراد لی۔ حضور اکرم  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ علم۔

حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام  
 نے فرمایا، میں سویا ہوا تھا کہ کچھ لوگ میرے سامنے پیش کیے جانے لگے، جن کے جسم پر  
 کرتے تھے، بعض لوگوں کے کرتے سینے تک تھے اور بعض کے اس سے بھی کم تھے۔  
 اتنے میں عمر بن خطاب کو میرے سامنے لایا گیا۔ ان کے جسم پر لپٹا کرتا تھا جسے وہ زمین  
 پر گھسیٹتا آرہا تھا۔ لوگوں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! اس کی کیا تعبیر ہے؟ آپ  
 نے فرمایا۔ دین۔ (بخاری)

امام بخاری حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں۔ رسول کریم  
 علیہ السلام نے فرمایا، میں سویا ہوا تھا میں نے دیکھا، کہ مجھے سونے کے دو کپڑے  
 پہنائے گئے جنہیں میں نے سخت ناپسند کیا۔ پھر مجھے اجازت دی گئی، میں نے چھوٹا  
 ماری اور وہ دونوں اڑ گئے۔ میں نے اس کی یہ تعبیر کی۔ کہ دو جھوٹے نبی میری امت  
 میں پیدا ہوں گے۔ ان میں سے ایک اسود عقی تھا جسے فیروز نے یمن میں قتل کیا تھا  
 اور دوسرا سیلہ کذاب تھا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں اس طرح مذکور ہے، حضور اکرم  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں سو رہا تھا۔ کہ میرے پاس دنیا بھر کے خزانے لاتے  
 گئے اور میرے ہاتھوں میں دو کنگن دے دیئے گئے۔ خزانے ارض سے مراد قیصر و  
 کسری کے وہ ممالک ہیں، جو مسلمانوں نے فتح کیے۔

بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول کریم

نے فرمایا، میں نے ایک سیاہ فام عورت کو جس کے بال پریشاں تھے خواب میں دیکھا وہ مدینے سے نکلی اور حنفہ میں آ کر رک گئی جس سے میں یہ سمجھا کہ اس سے مراد وہ وہ ہے جو مدینے سے نکل کر وہاں چلی گئی ہے۔

حضرت ابو موسیٰ سے صحیحین میں مروی ہے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، میں نے خواب میں دیکھا کہ میں مکے سے ہجرت کر کے ایک ایسے شہر میں جا رہا ہوں جس میں کھجوریں ہیں۔ میں سمجھا کہ اس سے مراد یامہ یا ہجر ہے، لیکن وہ مدینہ نکلا۔

امام مسلم حضرت انس رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں، میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا میں نے ایک رات خواب میں دیکھا، گویا میں دار بنعقبہ بن نافع میں ہوں۔ پھر ہم تروتانہ کھجوروں کے پاس آئے، جو ابن طاب کے کھجوروں کی طرح تھیں، آپ نے اس کی یہ تعبیر کی، کہ مسلمانوں کو دین و دنیا میں بلندی اور عزت حاصل ہوگی۔ اور ہمارا دین پسند کیا جائے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے فرمایا میں نے خواب میں دیکھا، کہ میں ایک کنوئیں کی منڈیر پر کھڑا ہوں اور اس پر ڈول ہے، میں اس سے پانی کے ڈول نکالتا رہا جب تک خدا کی مرضی تھی۔ پھر ابو بکر نے وہ ڈول لے لیا اور اس نے ایک یا دو ڈول نکالے۔ جب وہ کھینچتا تھا، تو معلوم ہوتا تھا، کہ وہ کچھ کمزور ہے، خدا سے معاف کرے۔ پھر بڑا ڈول بدلا اور اسے عمر نے پھڑپھڑایا۔ میں نے لوگوں کے سرداروں میں سے کسی کو نہیں دیکھا، جس نے عمر کی طرح دلکشی کی ہو۔ تا آنکہ لوگ پوری طرح سیر ہو گئے۔ اس خواب کا تعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور آپ کے دو خلفا کی زندگیوں سے ہے۔

امام احمد اور ابو داؤد نے سمر بن جندب سے روایت کی، کہ ایک شخص نے حضور اکرم کی خدمت میں عرض کی، یا رسول اللہ! میں نے خواب میں دیکھا، کہ آسمان سے ایک

ڈول لٹکایا گیا۔ اتنے میں ابو بکر آئے اور انہوں نے چرخہ کو پکڑا اور تھوڑا سا پانی پیا۔ پھر گمراہ آئے، انہوں نے چرخہ پکڑ لی اور خوب پیٹ بھر کر پیا۔ پھر علی آئے، اور چرخہ اٹھا لی گئی اور ان پر اس کے کچھ پھینٹے پڑے۔

حضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب صبح کی نماز سے فارغ ہوتے، تو صحابہ کی طرف متوجہ ہو کر دیکھا لوگوں کے خوابوں کی تعبیرات :-

ذرا تے اگر تم میں سے کسی نے رات کو خواب دیکھا ہے، تو بیان کرو، کہ میں تمہیں اس کی تعبیر بتاؤں۔ چنانچہ لوگ اپنے خواب بتلاتے۔ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوچھنا چھوڑ دیا، تاکہ تعبیرات کے نتائج مخفی نہ رہیں۔ چنانچہ جو شخص از خود خواب بیان کرتا، رسول کریم تعبیر بیان فرما دیتے۔

اس سلسلے میں جو عجیب ترین تعبیر آپ سے نقل کی گئی ہے، وہ زرارہ بن عمرو نخعی کے بارے میں ہے۔ وہ بنو نضیح کے وفد کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، عرض کیا، یا رسول اللہ! میں نے راستے میں خواب میں دیکھا، کہ ایک گدھی نے جسے میں قبیلے میں پھوڑا آیا تھا۔ بچہ جنا جو چکرے رنگ کا ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دریافت فرمایا، کیا تو نے گھر میں ایسی عورت پھوڑی ہے جو حاملہ ہو۔ اس نے کہا، ہاں یا رسول اللہ! ایک لونڈی حاملہ تھی۔ آپ نے فرمایا، اس نے بچہ جنا ہے، جو تیرا بیٹا ہے۔ عرض کیا، یا رسول اللہ! چکرے کا کیا مطلب ہے، فرمایا، قریب آجاؤ، پوچھا، کیا تمہیں برص ہے، جسے تم چھپائے پھرتے ہو۔ اس نے جواب دیا، درست ہے یا رسول اللہ! قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو پیغمبر بنا کر بھیجا۔ اسے نہ کسی نے دیکھا اور نہ اس کا کسی کو علم ہی ہے۔ فرمایا، یہ وہی چیز ہے، زرارہ نے کہا، میں نے نعمان بن منذر کو دیکھا۔ اس نے دو بالیاں، دو چوڑیاں اور دو سونے کے کنگن پہن رکھے تھے۔ فرمایا، اس سے مراد ملک عرب ہے، جو پھر سے پردہ نئی ہو گیا ہے، پھر

اس نے کہا، میں نے ایک بڑھیا دیکھی جس کے بال سیاہ اور سفید ہیں، وہ زمین سے برآمد ہوئی، فرمایا، یہ دنیا کا باقی ماندہ حصہ ہے۔ پھر انہوں نے کہا، میں نے زمین سے آگ کو نکلتے دیکھا، جو میرے اور میرے بیٹے عمر کے درمیان حائل ہو گئی اور وہ کہہ رہا تھا، شعلہ شعلہ، بیٹا، نابینا، تمہارے مال اور اولاد کو نکل جائے گی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا یہ آخری زمانے کے فتنے ہیں۔ انہوں نے دریافت کیا۔ یا رسول اللہ! فتنہ کیا شے ہے، فرمایا، لوگ اپنے لیڈروں سے دھوکا کھائیں گے۔ پھر وہ سر کی ہڈیوں کی طرح باہم الجھ جائیں گے۔ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انگلیوں کو باہم پھنسا دیا) مفسد خود کو محسن شمار کرے گا اور مومن، مومن کے خون کو مھنڈے پانی سے شیریں تر شمار کرے گا۔

قیس بن عباد راوی ہے، کہ میں اجاب کے ایسے حلقے میں تھا جس میں سعد بن مالک اور عبداللہ بن عمر موجود تھے۔ ان کے پاس سے عبداللہ بن سلام گزرے، تو اہل حلقہ کہنے لگے کہ یہ شخص اہل جنت سے ہے۔ میں نے عبداللہ سے اس کا ذکر کیا، وہ کہنے لگے، انہیں ایسی بات نہیں کہنا چاہیے تھی جس کا انہیں علم نہیں۔ عبداللہ بن سلام کہنے لگے میں نے خواب میں دیکھا، کہ ایک سبز باغ کے اندر ایک ستون نصب کیا گیا۔ اس کی چوٹی پر ایک رسی ہے اور نیچے ایک غلام کھڑا ہے، وہ مجھ سے کہنے لگا۔ اوپر چڑھ جاؤ۔ میں چڑھ گیا اور رسی کو پکڑ لیا۔ میں نے رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم سے اپنا خواب بیان کیا، فرمایا، تم فوت ہو گے اور دین کی مضبوطی پکڑے ہو گے۔ (بخاری)

امام مسلم راوی ہیں، عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا، میں سویا ہوا تھا، دیکھا، کہ ایک شخص خواب میں آیا، میرا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگا، اٹھو، مجھے ساتھ لے کر چل دیا، ہم ایک راستے پر جا پہنچے جو بائیں جانب سے آتا تھا۔ ایک کشادہ راستہ میرے دائیں ہاتھ بھی تھا۔ اس آدمی نے کہا، یہ راستہ پکڑ لو، ہم ایک پہاڑ کے قریب پہنچ گئے، مجھے کہا، اوپر چڑھو۔ میں نے تعمیل کی، لیکن نیچے گر پڑا۔ اس عمل کو کسی دفعہ دہرایا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

نے سن کر فرمایا، اس خواب میں تیرے لیے بھلائی ہے۔ کشادہ راستے سے مراد میدانِ حشر ہے اور پہاڑ سے مراد شہدا کا مقام ہے، لیکن تم وہاں نہیں پہنچ سکو گے۔ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی علامت ہے کیونکہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کو شہادت نہ نصیب ہو سکی اور وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی عہدِ خلافت میں فوت ہوئے تھے۔ بخاری نے ام العلاء سے روایت کی، کہ میں نے رسول کریم علیہ السلام سے بیعت کی اور عثمان بن مظعون کی وفات کے بعد میں نے خواب میں ایک بتا چہتمہ دیکھا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بیان کیا۔ آپ نے فرمایا، یہ اس کا عمل ہے، جو بعد از وفات جاری ہے۔

## فصل سوم

اس فصل میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے غیب کے باتوں کا ذکر ہے۔

تمہیں معلوم ہونا چاہیے، کہ علم غیب خدا کی ذات کا خاصہ ہے، اور جن باتوں کا ظہور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی اور کی زبان سے ہوا، وہ خدا کی طرف سے (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت کے اثبات کے لیے) یا تو بذریعہ وحی ہوا یا بذریعہ الامامِ حدیث میں آیا ہے، آپ نے فرمایا، بخدا مجھے ان ہی چیزوں کا علم ہوتا ہے جو خدا مجھے بتاتا ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت کی شہرت اور دین کی اشاعت، امور غیب کے علم پر منحصر ہے، چنانچہ اس عہد کے لوگ اپنے ساتھی سے کہا کرتے، خاموش رہو۔ اگر ہم میں کوئی اس کا مخبر نہ بھی ہو، جب بھی بظلمت کے کھکھرا سے

ہماری باتیں بتلا دیں گے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ حضور پاکرم  
صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں لکھتے ہیں :-

وَفِيَا رَسُولُ اللَّهِ يَتْلُو كِتَابَهُ  
إِذَا انشأ معروفٌ من أجمع ساطعٌ  
أَرَانَا الْهَدَى بَعْدَ لَعْنِي نَقْلُوبُنَا  
بِهِ مَوْقِنَاتٌ أَنَّ مَا قَالَ وَاقِعٌ

(ترجمہ) ۱۔ افسوس میں رسول کریم ہیں، جو اللہ کی کتاب کو اس وقت پڑھتے ہیں،  
جب صبح کا روشن چہرہ نمودار ہوتا ہے۔

۲۔ آپ نے اندھے پن کے بعد ہدایت کی روشنی دکھائی، ہمیں آپ کی ان  
باتوں سے اس امر کا یقین ہے کہ جو آپ نے فرمایا وہ ضرور واقع ہوگا۔

اسی طرح حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں :-

بُنِي يَوْمِي مَا لَا يَوْمِي النَّاسُ حَوْلَهُ  
وَيَتْلُو كِتَابَ اللَّهِ فِي كُلِّ مَشْهَدٍ  
فَإِنْ قَالَ فِي يَوْمٍ مَقَالَةٌ غَائِبٍ  
فَتَصْدِيقُهَا فِي ضَمَّةٍ الْيَوْمِ أَوْغَدٍ

۱۔ آپ ایسے پیغمبر ہیں، کہ جس کا مشاہدہ آپ کرتے ہیں آپ کے ارد گرد رہنے  
والے لوگ ان چیزوں کو نہیں دیکھ پاتے۔

۲۔ اگر آپ کسی دن، کوئی غائب کی بات کہہ دیں، اس کی تصدیق اسی دن دُپہر  
کو ہو جاتی ہے یا دوسرے دن۔

یہ فصل دو حصوں میں منقسم ہے حصہ اول میں وہ باتیں ہیں جن کے بارے میں  
حضور پاکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اطلاع دی اور قرآن حکیم میں ان کا ذکر ملتا ہے: مثلاً  
وَإِنْ كُنْتُمْ فِي حَرْبٍ مِمَّنْ يَمِئًا لَنَا عَلِيٌّ عَبْدٌ نَافِقًا قُوا بِسُورَةٍ  
مِنْ مِثْلِهِ مَا فَإِنْ لَوْ تَفَعَّلُوا وَلَنْ تَفَعَّلُوا - آیت کریمہ کے اس ٹکڑے  
میں وَلَنْ تَفَعَّلُوا کی ترکیب اطلاع عن الغیب ہے، چونکہ وہ لوگ حدود فصیح و  
بلغتھے اس لیے اصولاً یہ بات ان کی عادت کے خلاف ہے۔ اسی طرح قرآن



کی یہ آیت :- **وَإِذْ يَبْعِدُكُمُ اللَّهُ إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ أَنْتَاهَا لَكُمْ وَتُوذُونَ أَنْ عَنِ ذَاتِ الشُّوْكَةِ تَكُونُ لَكُمْ طَائِفَتَيْنِ** سے مراد قافلہ تجارت اور لشکر ہے۔ خدا نے انہیں ان کے دل کی بھی بات بتا دی اور اپنا وعدہ بھی وفا کیا اور بلاشبہ یہ وعدہ جنگ سے پہلے کیا گیا تھا۔ اسی طرح اللہ کا یہ وعدہ **سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ** (یعنی کفار قریش کو بدر کے دن یہ صورت پیش آئے گی) حالانکہ ان کی تعداد نو سو اور ہزار کے درمیان تھی۔ اور مالدار ہونے کے علاوہ پوری طرح مسلح تھے اور مسلمانوں کی تعداد تین سو تیرہ تھی۔ اللہ نے کفار کو شکست دی اور کفار کے بہادروں کے قتل اور مال غنیمت سے مسلمانوں کی دھاک بٹھا دی۔

اسی طرح ارشاد باری ہے :- **سَلِّقْنَا فِي قُلُوبِ الَّذِينَ كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَا أَشْرَكُوا بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزَّلْ بِهِ سُلْطَانًا**۔ اس سے مراد وہ رعب ہے، جو خدا نے اُحد کے دن کفار کے دلوں میں ڈال دیا اور وہ بغیر وجہ بھاگ گئے۔

نیز ارشاد ہوتا ہے :- **الْحَوَّاءُ غُلِبَتِ الرُّومُ فِي آذَانِ الْأَذْرَحِ وَهُمْ مِنْ أَجْدِ عَلَيْهِمْ سَيَغْلِبُونَ فِي بَيْعِ بَنِي إِسْرَائِيلَ**۔ اس آیت کے نزول کی وجہ یہ ہے، کہ قبصر و کسریٰ میں جنگ ہوئی، جس میں کسریٰ کو فتح ہوئی مسلمانوں کو اس سے رنج ہوا، کیونکہ اہل روم، اہل کتاب تھے، اور نیز اس لیے کہ قبصر نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مکتوب کی تعظیم کی تھی، اور کسریٰ نے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مکتوب کو بھاڑ دیا تھا، اور کفار مکہ کو کسریٰ کی فتح سے خوشی ہوئی تھی پس خدا نے قرآن میں بتا دیا کہ چند برسوں کے بعد رومیوں کو فتح حاصل ہوگی (بضع سے مراد تین سے دس تک ہے) چنانچہ رومیوں نے،

سہ انفال : ۱، سہ قر : ۴۵، سہ آل عمران : ۱۵۱، سہ روم : ۲-۳

ایرانیوں کو حدیبیہ کے موقع پر شکست دی تھی اور انہیں اپنے علاقے سے نکال دیا تھا اور یہ واقعہ سات سال کے بعد پیش آیا تھا۔

اسی طرح ارشاد باری ہے :- فَتَمَنُّوا الْمَوْتِ اِنَّ كُنْتُمْ صَادِقِينَ وَلَنْ يَتَمَنَّوْهُ اَبَدًا اس آیت میں اطلاع دی گئی ہے، کہ وہ نہ تو دل سے موت کی خواہش کرتے ہیں اور نہ زبان سے۔ حالانکہ وہ ایسا کر سکتے ہیں۔ اگر انہیں اس کا یقین نہ ہوتا۔ اگر انہوں نے زبان سے بھی موت کی خواہش کی، تو موت انہیں دبوچ لے گی تو وہ قرآن کی تکذیب کے لیے ضرور ایسا کرتے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر وہ موت کی خواہش کرتے، تو فی الفور ہر آدمی کا گلابند ہو جاتا اور وہ مرجاتا، اور روئے زمین پر کوئی یہودی باقی نہ رہتا۔

اسی طرح ارشاد ہوتا ہے :- وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَاَعْمَلُوا الصّٰلِحٰتِ لِيَتَّخِلْنَ لَهُمْ فِى الدَّرَجِىْنَ كَمَا اَسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ۔ اس آیت میں خدا کی طرف سے رسول کریم علیہ التَّحِيَّةِ وَالسَّلَامِ سے وعدہ کیا گیا ہے، کہ وہ آپ کی امت کو آپ کے بعد خلیفہ فی الارض، نیز لوگوں کے امام اور ان کا والی مقرر فرمائے گا۔ چنانچہ ان کی وجہ سے مختلف ممالک میں اخلاقی اصلاح ہو جائے گی، اور لوگ امت محمدیہ کے مطیع ہو جائیں گے۔ اور بالکل ایسا ہی ہوا، اور خدا کا شکر کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال سے پہلے ہی مکہ، خیبر، بکر، باقی جزیرہ عرب اور سارا یمن فتح ہو گیا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہجر کے مجوسیوں اور شام کے نواحی سے جزیرہ وصول کیا اور قیصر روم کے علاوہ مقوقس مصر، اسکندریہ، نیز شاہ عمان اور حبشہ کے شاہ نجاشی نے جو احمد کے بعد والی سلطنت ہوئے، مخالف بھیجے۔ اور جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابو بکر خلیفہ ہوئے، تو جن لوگوں نے علیحدہ ہونا چاہا، خلیفہ نے انہیں ایسا نہ کرنے دیا، اور

سارے جزیرہ عرب کو ہموار کر دیا اور اسلامی لشکر نے فارس پر چڑھائی کی اور اس کا ایک حصہ فتح کر لیا۔ دوسرا لشکر شام کو اور تیسرا مصر کو روانہ کیا۔ چنانچہ حضرت صدیق کے عہدِ خلافت میں اس لشکر نے بصری، دمشق اور ان کے اطراف کے علاوہ حوران اور اس کا علاقہ بھی فتح کر لیا۔ جب وہ وفات پا گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے ایسے جانشین ہوئے کہ بعد از انبیاء چہتم فلک نے ان کی مثال شاید ہی دیکھی ہوگی اور ان کے عہدِ خلافت میں شامی علاقے تمام کے تمام، نیز مصر اور فارس کا بیشتر حصہ اسلامی سلطنت میں شامل ہو گیا۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں، اسلامی حکومت کی حدود مشرق اور مغرب میں دُور دُور تک پھیل گئیں۔ اور مشرق و مغرب سے خراج کا اتنا ثمرہ ہوا۔ اس کے بعد بھی اسلامی مالک کی وسعت بڑھتی رہی اور اب ہم خدا اور رسول کے وعدے کی صداقت کو بہ چشم خود دیکھ رہے ہیں۔

نیز حُرَيْبُثٌ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ۔ کے رو سے یہود تمام دنیا کے کفار میں سے ذلیل ترین مخلوق ہیں۔

اسی طرح ارشاد باری :- هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظَاهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ۔ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ۔ اور یہ امر واضح ہے، کہ فی الوقت دین اسلام تمام ادیان پر غالب ہے۔

اسی طرح ارشاد ہوتا ہے: إِذَا حَبَّأْنَا نَصْرًا لِلَّهِ وَأَفْجَحْنَا بِبَشَارَاتِ اقْوَامٍ عَالَمِ دِينِ اسْلَامٍ مِیْنَ گروہ در گروہ داخل ہوئیں۔ چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے وقت، عرب کا کوئی شہر یا بستی ایسی نہ تھی، جہاں اسلام نہ پہنچ چکا ہو۔

اس عنوان کے تحت ان غیب کی باتوں کا ذکر ہے، جن کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اطلاع دی، لیکن قرآن میں اس کا ذکر نہیں آیا۔ چنانچہ یہ امور غیب، رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی وفات کے بعد اسی طرح

۱۔ بقرہ ۶۱، آل عمران ۳۳، آل عمران ۱۰۱

ظہور پذیر ہوئے، جیسا کہ آپ کی زندگی میں ہوتے رہے تھے۔

۱۔ طبرانی میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، خدا نے دنیا میرے سامنے لاکھڑی کی ہے، چنانچہ میں اسے اور جو کچھ اس میں تاقیامت ظہور پذیر ہوتا رہے گا، یوں دیکھ رہا ہوں جس طرح کہ ہاتھ کی ہتھیلی کو۔

۲۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمارے درمیان ایسے مقام پر سرفراز رہے کہ آپ نے تاقیامت وقوع پذیر اشیا کا ذکر فرما دیا۔ چنانچہ جو آدمی ان کو یاد رکھ سکا، اس نے یاد رکھا اور جس نے بھلا دیا، اس نے بھلا دیا۔ اور میرے ان دوستوں کو وہ باتیں یاد ہیں اور ہو سکتا ہے کہ میں کوئی بات بھول چکا ہوں لیکن میں اسے دیکھتے ہی پہچان لوں گا اور مجھ اس طرح اس کی یاد آجائے گی، جس طرح کوئی شخص کسی غائب ہونے والے آدمی کو یاد رکھتا ہے، اور دیکھتے ہی اسے پہچان لیتا ہے، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا، میں نہیں کہہ سکتا، آیا میرے احباب ان باتوں کو بھول چکے ہیں یا بھول جائیں گے۔ بخدا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت آنے والے تمام مفسدوں اور ان کے ساتھیوں کا ذکر فرمایا تھا، جن کی تعداد تین سو سے کچھ اوپر تھی۔ نیز آپ نے ان کے، ان کے آبا کے اور ان کے قبیلوں کے نام بھی ہمیں بتا دیئے تھے۔ (البدو اوو)

۳۔ امام مسلم عبداللہ بن مسعود سے روایت کرتے ہیں، کہ وہاں دس سواروں کو بطور جاسوس (دریافت حال) کے لیے روانہ کرے گا۔ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے فرمایا، مجھے ان کے نام معلوم ہیں اور ان کے باپ دادا کے بھی۔ نیز ان کے گھوڑوں کے رنگوں کا بھی مجھے علم ہے۔ اور وہ دنیا کے بہترین شاہ سواروں میں شمار ہوتے ہیں اس سے واضح ہوا، کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان حالات سے واقف تھے جو آپ کی

زندگی میں وقوع پذیر ہوئے اور نیز ان سے جو آپ کے انتقال کے بعد واقع ہوں گے حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایسی حالت میں ہم سے رخصت ہوئے، کہ ہوا کے اندر گر کوئی پرندہ بھی اپنے پر پھڑپھڑاتا تھا، تو رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم ہمیں اس کے بارے میں بتا دیا کرتے تھے۔

۴۔ شیخین نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے، کہ جس دن نجاشی (احمد) کی موت واقع ہوئی، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو بتا دیا، آپ صحابہ کے ساتھ عید گاہ کو تشریف لے گئے، نماز جنازہ پڑھائی اور چار تکبیریں کہیں۔

۵۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے امام احمد اور بخاری نے روایت کی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اُحد کے پہاڑ پر چڑھے اور آپ کے ساتھ حضرت ابو بکر، عمر، اور عثمان رضی اللہ عنہم تھے۔ اتنے میں پہاڑ کا پنے لگ گیا، اور رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے اس پر پاؤں مار کر فرمایا۔ اسے اُحد امت کا نپ، کیونکہ تجھ پر ایک نبی ایک صدیق اور دو شہید ہیں، چنانچہ ویسا ہی ہوا، جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔

۶۔ شیخین نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب کسری اور قیصر مر گئے، تو ان کے بعد مزید کوئی کسری اور قیصر نہیں ہوگا۔ مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، کہ تم ان کے خزانوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے۔ امام نووی لکھتے ہیں، امام شافعی اور باقی علما کا خیال ہے، کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ بعد ازیں عراق میں کسری نہیں ہوگا اور شام میں قیصر نہیں ہوگا، جیسا کہ آپ کے زمانے میں تھا۔ اس طرح آپ نے ان کی حکومتوں کے خاتمے کے بارے میں اطلاع دے دی۔

۷۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سراقہ سے فرمایا، جب تم کسری کے کنگن پہنو گے تو تمہارا کیا حال ہوگا۔ جب وہ کنگن لائے گئے، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں پرچا

اور کہا، خدا کا شکر ہے کہ اس نے کسریٰ سے چھین کر سراقہ کو جو بنو مذحج کا بدو عرب ہے، پہنا دیئے۔

۸۔ اسی ذیل میں آتا ہے وہ واقعہ ہے، جب حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنا کچھ مال پھپکا کر اپنی بیوی ام الفضل کے پاس رکھ دیا، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات بتا دی، حالانکہ سوائے حضرت عباس اور ام الفضل کے اور کسی کو اس کا علم نہ تھا۔ اس کے بعد حضرت عباس اہلان لے آئے۔

۹۔ اسی طرح آپ نے اس خط کی نشاندہی فرمادی جو حضرت حاطب نے اہل مکہ کو لکھا تھا۔

۱۰۔ آپ کی اونٹنی گم ہو گئی، اور اس کی مہار ایک درخت میں پھنس کر رہ گئی تھی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ واقعہ بھی لوگوں کو بتا دیا تھا۔

۱۱۔ جب کفار جنگ احزاب سے واپس چلے گئے، تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اب ہم ان سے جنگ کرنے جایا کریں گے، یہ ہم سے جنگ کرنے نہیں آئیں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

۱۲۔ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے بہ مقام موتہ ایک شکر روانہ فرمایا، اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو اس کا امیر مقرر فرمایا، حکم دیا، اگر وہ شہید ہو جائیں، تو جعفر بن ابی طالب ان کے جانشین ہوں گے اگر وہ بھی جام شہادت نوش کر جائیں تو عبد اللہ بن رواحہ ان کی جگہ لیں گے۔ جب موتہ میں جنگ شروع ہوئی، تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہوئے، آپ کو کشف عطا فرمایا گیا۔ چنانچہ آپ میدان جنگ کا نظارہ فرما رہے تھے۔ فرمایا، یہ لو، اب کھان زید بن حارثہ کے پاس ہے، وہ شہید ہو گئے، تو آپ نے ان کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھائی، اور فرمایا، کہ اس کی معذرت کی دعائے پھر کھان جعفر بن ابی طالب نے سنبھالی، وہ بھی شہید ہو گئے، تو آپ نے ان کی نماز جنازہ

بھی پڑھائی اور فرمایا اپنے بھائی جعفر کے لیے دعائے مغفرت مانگو۔ اسی طرح آپ نے صحابہ کو ان کے قتل کے بارے میں اسی وقت اطلاع دی، جب وہ ماتے گئے۔

۱۳۔ حضرت اسمائت عیسیٰ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، کہ جس دن حضرت جعفر اور ان کے ساتھی شہید ہوئے اسی دن آپ تشریف لائے، اور فرمایا، کہ جعفر کے بیٹے کہا ہیں؟ میں انہیں لے آئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں گلے لگایا اور چوما۔ پھر آپ کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور آپ رو پڑے۔ میں نے پوچھا، یا رسول اللہ! کیا جعفر کے بارے میں آپ کو کوئی اطلاع موصول ہوئی ہے، فرمایا، ہاں وہ آج شہید ہو گیا ہے۔ (یعنی) ۱۴۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، زمین میرے سامنے پیش کی گئی، اور میں نے اس کے مشرق و مغرب پر نگاہ ڈالی۔ جلدی ہی میری امت کی سلطنت ان مقامات تک جو مجھ دکھائے گئے ہیں پہنچ جائے گی چنانچہ ایسا ہی ہوا، اور یہ سلطنت اقصائے مشرق سے بحر طنجہ تک پہنچ گئی۔

۱۵۔ اسی قبیل سے ہے، کہ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے قریش کو بتایا، کہ وہ ایک ان کے اس صحیفے کو چاٹ گئی ہے، جو انہوں نے بنو ہاشم پر دباؤ ڈالنے اور قطع تعلقات کے لیے لکھا تھا، اور اس میں صرف اللہ کا نام سالم بچا ہے۔ اور بعد از معاینہ صورت حال ایسی ہی نکلی تھی۔

۱۶۔ بنو نضیر نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث بیان کی ہے، میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا، کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دو آدمی حاضر ہوئے، ایک انصاری اور دوسرا ثقفی۔ سلام کہہ کر عرض کیا، یا رسول اللہ! ہم آپ سے کچھ دریافت کرنے آئے ہیں۔ فرمایا، اگر تم چاہو، تو میں تمہیں بتا دوں، کہ تم مجھ سے کیا دریافت کرنے آئے ہو۔ اور اگر تم چاہو، تو میں خاموش رہتا ہوں، اور تم خود دریافت کر لو۔ انہوں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! آپ فرمائیں۔ ثقفی نے انصاری

سے کہا تم آگے آؤ، اس نے عرض کیا، یا رسول اللہ! آپ میرے متعلق ارشاد فرمائیں۔ فرمایا  
 اُڑمجھ سے یہ دریافت کرنے آیا ہے، کہ تو گھر سے نکل کر کچے کو جانا چاہتا ہے، تجھے کیا کرنا چاہیے۔  
 اور بعد از طواف دو رکعت نماز کے بارے میں، اور تجھے کیا کرنا چاہیے۔ اور دربارہٴ سعی  
 درمیان صفا و مروہ، اور تجھے کیا کرنا چاہیے۔ اور عرفہ کی رات کو وقوف کے بارے میں،  
 اور تجھے کیا کرنا چاہیے، اور رتی حمار کے متعلق اور تجھے کیا کرنا چاہیے اور دربارہٴ قربانی،  
 اور تجھے کیا کرنا چاہیے۔ اور سوراشی کے ہانڈے میں اور نیز واپسی کے متعلق اس نے کہا،  
 یا رسول اللہ! مجھے اس ذبت کی قسم جس نے آپ کو نبی بنا کر بھیجا، کہ میں یہی باتیں دریافت  
 کرنے کو آیا تھا۔

۱۷ حضرت فاطمہ بن اسحاق سے مروی ہے، میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت  
 میں حاضر ہوا، اور آپ کے پاس کچھ صحابہ بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ میں اس حلق کے درمیان بیٹھ  
 گیا، اس پر شخص صحابہ نے کہا، اسے واٹر، تم پہاں سے لٹکھ کھڑے ہو، کیونکہ ہمیں ایسا کرنے سے  
 روکا گیا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، تم اسے میرے پاس بیٹھا رہنے دو، کیونکہ مجھے  
 معلوم ہے کہ یہ گھر سے کیوں آیا ہے۔ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! آپ فرمائیں کہ میں کیوں  
 آیا ہوں۔ فرمایا، تو اس لیے آیا ہے کہ مجھ سے دربارہٴ نیکی اور دربارہٴ شک دریافت کرے،  
 میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! اس خدا کی قسم جس نے آپ کو مبعوث فرمایا، میں اسی عرض  
 کے لیے آیا تھا۔ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے فرمایا، نیکی وہ ہے جو دل میں گڑجائے اور جس  
 سے دل مطمئن ہو۔ اور شک وہ ہے جس کو دل نہ مانے، پس وہ چیز جس میں تجھے شبہ ہو،  
 اس چیز کے لیے جس میں تجھے شبہ نہ ہو چھوڑ دے۔ خواہ تجھے کوئی فریب خوردہ آدمی اس  
 بارے میں فتویٰ کیوں نہ دے۔

۱۸ اسی ذیل میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ بات بھی آتی ہے جو آپ نے حضرت  
 فاطمہ رضی اللہ عنہا سے قبل از وفات ارشاد فرمائی تھی کہ اہل بیت میں سے تم پیشتر از ہم



مجھ سے آٹوگی، چنانچہ وہ آپ کے بعد صرف آٹھ یا چھ ماہ زندہ رہیں۔

۱۹۔ اسی طرح آپ نے ازواج مطہرات سے فرمایا، کہ تم میں جس کے ہاتھ لمبے ہیں (یعنی زیادہ سختی ہے) وہ سب سے پہلے مجھ سے آٹے کی۔ وہ حضرت زینب بن جحش تھیں جو زیادہ صدقات دیتی تھیں۔

۲۰۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے پوچھا، کیا تم جانتے ہو کہ بعد کے آنے والوں میں بد بخت ترین انسان کون ہے۔ انہوں نے عرض کیا، اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں، آپ نے فرمایا۔ تمہارا قاتل۔ (امام احمد)

۲۱۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے امیر معاویہ سے فرمایا۔ میرے بعد جلد ہی امت کی عنان اختیار تیرے ہاتھ میں دے دی جائے گی، جب یہ حالت ہو، تو ان کے اچھے لوگوں سے حسن سلوک سے پیش آنا اور بروں کو معاف کر دینا۔ (ابن عساکر)

۲۲۔ حضرت اسامہ بن زید سے مروی ہے، کہ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے مدینہ کے قلعوں پر نگاہ ڈالی اور فرمایا، جو کچھ میں دیکھتا ہوں، کیا تمہیں بھی دکھائی دیتا ہے۔ میں تمہارے گھروں کے درمیان فتنہ و فساد کو بارش کے قطروں کی طرح برستا دیکھتا ہوں۔ چنانچہ شہادت عثمان رضی اللہ عنہ سے واقعہ یزید تک مختلف فتنے ظہور پذیر ہوتے رہے۔

۲۳۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن حضرت ابو موسیٰ سے، جب وہ آپریس کے کنوئیں کی منڈیر پر بیٹھے تھے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دروازہ کھٹکھٹایا، فرمایا، دروازہ کھول دو، اور عثمان کو جنت کی بشارت دو۔ اس سے مراد حضرت عثمان کی شہادت تھی جو باغیوں کے ہاتھوں واقع ہوئی۔ اس کی تصریح امام احمد کی روایت میں پائی جاتی ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عمر سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک فتنے کا ذکر فرما رہے تھے کہ ایک آدمی دہاں سے گزرا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یہ آدمی بے انصافی سے اس ہنگامے میں شہید ہو گا۔ میں نے دیکھا تو وہ عثمان رضی اللہ عنہ تھے۔ (بہ اسناد صحیح)

۲۴۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ جمل اور صفین کی اور حضرت عائشہ اور حضرت زبیر کی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے خلاف جنگ کا ذکر فرمایا (حاکم) بہت سی روایت میں ہے، حضور نے حضرت زبیر سے فرمایا، تم علی سے جنگ کرو گے اور تم ناحق پر ہو گے۔

۲۵۔ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے حضرت حسن سے مخاطب ہو کر فرمایا، میرا یہ بیٹا سردار قوم ہے اور خدا اس کی معرفت مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں مصالحت کرانے کا (بخاری) اس کا اشارہ اس واقعہ کی طرف ہے، جب حضرت حسن نے امیر معاویہ سے صلح کی۔

۲۶۔ اسی طرح آپ نے کربلا میں امام حسین کی شہادت کی اطلاع دی۔ آپ نے مٹی ہاتھ میں اٹھائی اور فرمایا، کہ اس میں امام کی آرام گاہ ہوگی۔ (یعنی)

۲۷۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمار سے فرمایا، کہ تجھے ایک باہنی گروہ قتل کرے گا چنانچہ اسی طرح ہوا۔

۲۸۔ ابن عبد البر راوی ہیں، کہ حضرت عبداللہ بن عمر نے ایک اجنبی کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ دیکھا۔ آپ نے فرمایا، تم نے یہ شخص دیکھا، انہوں نے کہا، ہاں یا رسول اللہ! فرمایا یہ جبریل تھے، تم جلدی ہی اپنی آنکھیں صانع کر بیٹھو گے۔ چنانچہ وہ آخری عمر میں اندھے ہو گئے تھے۔

۲۹۔ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے ثابت بن قیس بن شماس سے فرمایا، تو قابل ستائش زندگی بسر کرے گا اور بطور شہید قتل ہوگا۔ وہ پیامہ میں مسیلمہ کذاب کے خلاف لڑتے لڑتے مارے گئے تھے۔

۳۰۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن زبیر سے فرمایا، خدا تجھے لوگوں سے بچائے اور لوگوں کو تجھ سے بچائے۔ چنانچہ انہیں حجاج بن یوسف کے خلاف خطرناک معرکہ پیش آیا۔

۳۱۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، دین اسلام کی ابتدا نبوت اور رسالت سے

ہوئی۔ پھر یہ دینِ خلافت اور رحمت میں بدل جائے گا، پھر سلطنت بنے گا اور لوگوں کیلئے  
رحمت ہوگا، پھر سلطنت اور جبر کا روپ دھار لیگا۔

۳۲۔ حدیث سفینہ میں مذکور ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میرے بعد  
خلافت تیس سال تک رہے گی۔ پھر اس کے بعد طو کیت بن جائے گی جو صوبت حال ہی رہی  
اور خلافت کے تیس سالوں کی تکمیل ان چھ ماہ سے ہوتی ہے، جن کے دوران میں حضرت حسن  
خلیفہ رہے۔

۳۳۔ ابو نعیم نے عبد اللہ بن عباس سے روایت بیان کی، کہ ام الفضل (حضرت عباس  
کی بیوی) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزریں تو آپ نے فرمایا، کہ تو حاضر ہے، جب  
تو اس بچے کو جنے تو اسے میرے پاس لانا۔ جب بچہ پیدا ہوا، تو میں اسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام  
کی خدمت میں لے گئی، آپ نے اس کے دائیں کان میں اذان کی اور بائیں میں اقامت،  
پھر فرمایا، اب اس ابو الخلفاء کو اٹھالے جاؤ۔ میں نے جا کر عباس کو بتایا، انہوں نے حاضر ہو کر  
اس امر کا تذکرہ کیا، فرمایا، ہاں، بات یہی ہے، کہ یہ لڑکا ابو الخلفاء ہوگا۔ تا آنکہ ان میں سفاح  
پیدا ہوگا اور پھر مہدی کی باری آئے گی۔

۳۴۔ حاکم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بیان کی ہے، رسول کریم  
علیہ التحیۃ والتسلیم نے فرمایا، وہ زمانہ قریب آ رہا ہے کہ لوگ اپنی اونٹنیوں پر سوار ہو کر عساکر  
تلاش میں لگیں گے مگر انہیں مدینے کے علم سے بڑا عالم نہیں ملے گا۔ سفیان بن عیینہ کی روایت  
ہے، کہ اس سے مراد امام مالک ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود سے مروی ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم قریش  
کو برا بھلا مت کہو، کہ ان کا ایک عالم دنیا کے مختلف حصوں کو علم سے بھر دے گا (ابو داؤد  
الطیالسی)، امام احمد سے مروی ہے، کہ اس عالم سے مراد امام شافعی ہیں، کیونکہ دنیا میں کسی  
شخص سے بھی بہ شمول صحابہ، علم کی اتنی اشاعت نہیں ہوئی، جتنی کہ امام شافعی کے ہاتھوں ہوئی۔

۳۵۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ میری امت میں سے ایک گروہ تاقیامت  
ہمیشہ فائز رہے گا۔ (بخاری و مسلم)

۳۶۔ آپ نے فرمایا، ہر صدی کے اختتام پر میری امت میں ایک شخص پیدا ہوگا،  
جو دین کی تجدید کرے گا۔ (حاکم)

۳۷۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، آہستہ آہستہ اچھے لوگ بکے بعد دیگرے رخصت  
ہوتے چلے جائیں گے۔ (حاکم)

۳۸۔ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے خوارج کے بارے میں بھی پیش گوئی فرمائی حضرت  
ابوسعید خدری سے مروی ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مال غنیمت کی تقسیم فرما رہے تھے  
کہ ذوالخویصرہ آیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ انصاف کیجئے، آپ نے فرمایا، اگر میں نے انصاف  
نہ کیا تو اور کون کرے گا اگر میں نے انصاف نہ کیا، تو تو سخت خسار سے اور کھانٹے میں  
ہوگا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، یا رسول اللہ مجھے اجازت دیجئے، کہ میں اس کی گردن  
مار دوں، فرمایا، دفع کرو، کیونکہ اس کے اجباب میں ایسے لوگ شامل ہیں، کہ تمہارا ہر آدمی  
اس کے صوم و صلوٰۃ کو ان کے صوم و صلوٰۃ سمیت ناقابل توجہ خیال کرے گا، وہ مستعدان  
پر محسوس گئے لیکن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا اور وہ اسلام سے یوں بچ کر نکل  
جائیں گے، جس طرح تیرکمان سے نکل جاتا ہے۔ ان کی علامت، ان کا وہ سیاہ فام آدمی  
ہے جس کا ایک کندھا عورت کے پستان کی طرح ہے وہ ایک موقع پر لوگوں سے علیحدہ  
ہو کر بغاوت کر دیں گے۔ حضرت ابوسعید کہتے ہیں، میں شہادت دیتا ہوں کہ میں نے  
آپ سے یہ بات سنی حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ان سے جنگ کی اور میں حضرت علیؓ کے  
ساتھ تھا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس آدمی کی تلاش کا حکم دیا۔ تلاش سے وہ مل گیا، اور  
حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس لایا گیا چنانچہ میں نے اسے ویسا ہی پایا، جیسا کہ حضور  
ﷺ فرمایا تھا۔

۳۹۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رافضیوں کے فرقے کے متعلق بھی اطلاع دی۔ یہ حق نے حضرت علی سے یہ روایت بیان کی، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، میری امت میں ایک گروہ ایسا ہوگا، جسے رافضی کہا جائے گا، کیونکہ وہ اسلام کو چھوڑ دیں گے۔

۴۰۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قدریہ اور مرجئیہ فرقے کے بارے میں بھی خبر دی فرمایا، کہ یہ لوگ اس امت کے مجوسی ہیں (طبرانی)، قدریہ کو قدریہ اس لیے کہتے ہیں، کہ وہ تقدیر کے منکر ہیں، اور وہ افعال انسانی کو اس کی اپنی کارگزاری قرار دیتے ہیں، اور نیزان کا یہ اعتقاد ہے، کہ شر خدائی تقدیر نہیں۔ مرجئیہ، عمل اور ارادے میں کسی رشتے کے قائل نہیں کیونکہ ان کے نظریے کے رُو سے ایمان قول کا نام ہے، نہ کہ عمل کا۔

۴۱۔ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے صحابہ کو بعض ایسی باتیں بھی بتائیں جن کا تعلق اس زلزلے سے تھا، جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات اور قیام قیامت کے درمیان واقع ہے۔ اور اس کے اچانک آجانے سے ڈرنے کی ہدایت فرمائی۔ اور قیامت اس وقت قائم ہوگی، جب دنیا کی ساری (مخفی) دولت ظاہر ہو جائے گی۔ اسی طرح یہ روایت بھی ہے کہ دنیا سے امانت اور قرآن اٹھایا جائے گا، خیانت اور حسد پھیل جائے گا۔ مرد کم ہو جائیں گے اور عورتوں کی تعداد زیادہ ہو جائے گی وغیرہ وغیرہ اور اسی طرح کی اور باتیں جن کی صحت پر احادیث وارد ہیں۔

۴۲۔ بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ قیامت اس وقت قائم ہوگی جب دو بڑے گروہوں کے درمیان زبردست جنگ ہوگی اور دونوں کا مقصد ایک ہوگا نیز جب تقریباً تیس بھوٹے اور مکار آدمی پیدا ہوں گے، ان میں سے ہر آدمی یہ خیال کرے گا کہ وہ خدا کا پیغمبر ہے۔ اسی طرح علم کم ہو جائے گا اور زلزلے زیادہ آئیں گے ومانہ قریب الختم ہو جائے گا، فتنے پھیل جائیں گے اور خونریزی بڑھ جائے گی۔ اسی طرح مال کی اتنی کثرت ہو جائے گی کہ ایک آدمی ایسے شخص کی تلاش کرے گا، جو صدقہ قبول کرنے، وہ اسے اس آدمی

کے سامنے پیش کرے گا لیکن وہ لینے سے انکار کر دے گا۔ لوگ اپنی اصل پر فخر کریں گے اور ایک آدمی دوسرے کی قبر سے گزرے گا اور کہے گا، کاش میں اس کی جگہ ہوتا بسوچ مغرب سے طلوع کرے گا۔ جب ایسی صورت پیش آئے گی اور لوگ دیکھیں گے، تو لوگ بلاجماع ایمان لے آئیں گے۔ لیکن اس وقت ایمان لانا اس آدمی کو مفید نہیں ہوگا، جو اس سے پہلے ایمان نہیں لایا اور ایمان لاکر کوئی بھلائی نہیں کی۔

اور بلاشبہ قیامت کا قیام ایسی حالت میں وقوع پذیر ہوگا، کہ دو آدمیوں نے کپڑے پھیلا رکھے ہوں گے، نہ تو وہ خرید و فروخت کر پائیں گے اور نہ اسے لپیٹ سکیں گے۔ اسی طرح بلاشبہ قیامت کا قیام ایسی حالت میں عمل میں آئے گا، کہ ایک آدمی اپنی اونٹنی کا دودھ دوہ کر لائے گا مگر اسے پی نہ پائے گا اور بلاشبہ قیامت آجائے گی اور ایک آدمی اپنے حوض کو لپیٹ رہا ہوگا مگر اس سے پینے کی نوبت نہیں آئے گی۔ اسی طرح قیامت ایسی حالت میں آجائے گی کہ ایک آدمی نے لقمہ ہاتھ میں اٹھایا ہوگا اور اسے کھانے کا موقع نہیں ملے گا۔ اسی طرح کی تیرہ علامات ہیں، جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایک حدیث میں جمع کی ہیں اور جن میں سے اکثر علامات واقع ہو چکی ہیں۔

۴۳۔ بخاری اور مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے،  
 حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، قیام قیامت سے پہلے حجاز سے ایک آگ نمودار ہوگی جس کی چمک سے بصری میں اونٹوں کی گردنیں دیکھی جاسکیں گی اور مدینہ سے ایک منزل کے فاصلے پر ایک زبردست آگ ظاہر ہو چکی ہے۔ اور اس کی ابتدا، ایک زبردست زلزلے سے ہوئی تھی، جو ۶۵۲ ہجری میں جمادی الاخر کی تین تاریخ کو بدھ وار کے دن بعد از نماز عشا آیا تھا اور منگل وار کے دن ہی زلزلے کے جھکے تیز ہوئے تھے لپکا بٹ بڑھ گئی تھی۔  
 پے درپے شکست و ریخت جاری تھی اور زمین پر ہر چیز کانپ رہی تھی چنانچہ اہل مدینہ کو تباہی کا یقین ہو گیا تھا۔ چونکہ ایک دن میں درت کو چھوڑ کر، اٹھارہ جھٹکے آئے تھے اس

یہ لوگ سخت گھبرائے تھے۔ علامہ قرظی لکھتے ہیں، کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے مدینے میں ٹھنڈی ہوا کے جھونکے آ رہے تھے اور اس آگ سے ایسا طوفان گرد و غبار اٹھ رہا تھا جیسا کہ سمندر میں طوفان اٹھتا ہے۔ یہ آگ نین کے ایک قصبے کے پاس جا کر ختم ہو گئی، جسے اس نے بلا ڈالا میرے بعض اصحاب نے مجھے بتایا کہ انہوں نے اس آگ کو پانچ دن کی مسافت سے دیکھا تھا۔ میں نے یہ بھی سنا ہے کہ یہ آگ مکے سے بھی دکھائی دیتی تھی اور نیز بصری کی پہاڑیوں سے بھی قطب القسطلانی لکھتے ہیں، کہ یہ آگ بادلوں دن چلتی رہی، اور رجب کی ستائیس تاریخ کو جو شب معراج ہے مکہ طور پر بجھی۔



# پانچواں باب

اس باب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کا ذکر ہے اللہ نے آپ سے مخاطب ہو کر فرمایا: **وَلَقَدْ نَعَّمْنَاكَ يُضِيقُ صَدْرَكَ مِمَّا يَقُولُونَ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِنَ السَّاجِدِينَ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّىٰ يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ**۔ نیز ارشاد ہوتا ہے: **وَاعْبُدْ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهِ** اور **وَاللَّهُ عَزِيزٌ عَلِيمٌ** والارض والیہ یرجع الامور کلہ فاعمدہ و توکل علیہ۔ علمائے باہم اس امر پر اختلاف ہے کہ آیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بعثت سے پہلے کسی سابقہ شریعت کے مطابق مکمل کرتے تھے یا نہیں۔ ایک جماعت کی رائے ہے، کہ آپ کسی کی عبادت نہیں کرتے تھے اور یہی عام لوگوں کا خیال ہے اور مندرجہ ذیل آیت میں **بَلَّغْتُمْ اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ اِنْ اتَّبَعْتُمْ مِلَّةَ ابْرٰهٖمَ حَنِيفًا** مراد اتباع فی التوحید ہے شیخ الاسلام بلقینی، شرح بخاری میں لکھتے ہیں، کہ جو احادیث ہمارے علم میں آئی ہیں، ان میں کہیں آپ کی عبادت کی کیفیت کا ذکر نہیں لیکن ابن اسحاق وغیرہ لکھتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال ایک مہینے کے لیے غار حرا میں عبادت کے لیے جایا کرتے تھے اور جب اس عزت گزینی سے واپس ہوتے، تو گھر تشریف لے جانے سے پہلے کعبے کا طواف کرتے اور بعض لوگوں کے خیال میں عبادت سے مراد یہی نور و فکوس ہے۔



یہ باب سات فضول پر مشتمل ہے۔

## فصل اول

### اس فصل میں طہارت کا ذکر ہے

اس کے چھ حصے ہیں۔ حصہ اول میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو، مسواک اور پانی کی مقدار کا ذکر ہے۔ حافظ ابن عبد البر لکھتے ہیں، کہ اہل سیر کا اس پر اتفاق ہے، کہ غسل جنابت حضور پر مکی زندگی ہی میں فرض کر دیا گیا تھا جس طرح نماز، جو آپ ہمیشہ وضو کر کے ادا فرماتے تھے۔ اور کوئی پڑھا لکھا اس سے نابلد نہیں ہوگا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے لیے وضو فرماتے تھے، ان سے پوچھا گیا، کہ آپ لوگ کیا کرتے تھے؟ انہوں نے جواب دیا، جب تک وضو ٹوٹ نہ جاتا، ہم اسے درست سمجھتے۔ (اور نماز پڑھتے رہتے) بخاری، امام مسلم نے حضرت بریدہ سے روایت کی، کہ حضور اکرم ہر نماز کے لیے وضو فرماتے مگر فتح مکہ کے موقع پر آپ نے ایک وضو سے کئی نمازیں پڑھیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! آج آپ نے ایک ایسی بات کی جو اس سے پہلے کبھی نہیں کی تھی۔ فرمایا، اسے عمر بنی نے دانستہ ایسا کیا ہے تاکہ اس کا جواز ثابت ہو۔ اور امام احمد اور ابو داؤد نے عبد اللہ بن غیل سے روایت کیا ہے، کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے لیے تازہ وضو فرماتے تھے، جب یہ باعث تکلیف ہو گیا، تو آپ کو ہر نماز سے پہلے مسواک کا حکم دیا گیا، اور وضو کی شرط اڑا دی گئی ہاں مگر بہ صورت حدیث۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین باتیں مجھ پر فرض ہیں جو تمہارے لیے سنت ہیں۔ وتر، مسواک اور نماز تہجد (طہرانی) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام غسل کے لیے ایک صاع (چار سیر) اور وضو کے لیے ایک مد (ایک سیر) پانی استعمال کرتے تھے۔

حصہ دوم میں ذکر ہے حضور اکرم کے وضو کا :- (ایک بار، دو بار اور سہ بار) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بخاری میں مروی ہے، کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہر وضو کو ایک ایک بار دھویا۔ حضرت عبداللہ بن زید سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر وضو کو دو دو بار دھویا۔ اور فرمایا، کہ یہ توڑ علیٰ نور ہے (زین، حضرت عثمان راوی ہیں، کہ حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے ہر وضو کو تین تین دفعہ دھویا۔ (احمد و سلم) حصہ سوم، حضور اکرم کے وضو کی کیفیت کے بارے میں ہے :- حضرت عثمان سے مروی ہے کہ آپ نے پانی کا برتن منگوا یا اور ہاتھ پر تین دفعہ پانی ڈالا، انہیں دھویا، پھر دائیں ہاتھ کو برتن میں ڈال کر گلی کی اور پھر ناک میں ڈالا، پھر منہ کو تین بار اور بازوؤں کو کہنیوں تک تین بار دھویا، پھر سر پر مسح کیا، پھر ٹخنوں تک پاؤں کو تین بار دھویا۔ پھر فرمایا، جو شخص میری طرح وضو کرے پھر دو رکعت نماز پڑھے اور اس دوران میں اپنے آپ سے کوئی بات نہ کہے (دل میں اور کوئی خیال نہ آنے دے) اس کے تمام پہلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ (بخاری)

حضرت عبداللہ بن زید بن عامر الانصاری سے مروی ہے کہ مجھے لوگوں نے کہا، کہ میں رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے وضو کا نمونہ بناؤں۔ میں نے پانی کا برتن منگوا یا، اور اس سے ہاتھوں پر پانی ڈال کر انہیں دھویا، پھر برتن میں ہاتھ ڈال کر پانی نکالا، ایک ہاتھ سے گلی کی اور ناک میں تین بار پانی ڈالا۔ پھر برتن میں ہاتھ ڈال کر دو دفعہ کہنیوں تک ہاتھ دھوئے، پھر ہاتھ ڈالا، تو سر پر مسح کیا، ہاتھوں کو پہلے آگے لایا پھر پیچھے لے جایا گیا۔ پھر پاؤں کو ٹخنوں تک دھویا۔ میں نے کہا، کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس طریقے پر وضو فرمایا کرتے تھے۔ ایک روایت میں مذکور ہے، کہ وہ صحابی پہلے اپنے ہاتھوں کو آگے لائے اور پھر پیچھے لے گئے، یعنی ابتدا سر کے اگلے حصے سے کی، پھر ہاتھوں کو پیچھے گدی تک لے گئے۔ پھر انہیں وہاں تک لائے، جہاں سے شروع کیا تھا۔ (بخاری و سلم وغیرہ)

ابوداؤد کی روایت میں مذکور ہے، کہ انہوں نے سر پر مسح کر کے کانوں کے اندر اور باہر بھی مسح کیا اور کانوں کے سوراخ میں انگلی ڈالی۔ اور ابوداؤد کی روایت کے مطابق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کان کے اندر بھی مسح فرماتے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، کہ آپ اپنی ریش مبارک کا خلل کرتے تھے۔ (ترمذی و ابن ماجہ) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں مذکور ہے کہ حضور اکرم و وضو کے بعد اپنے رخسار کو تھوڑا سا ملتے اور پھر نیچے سے اپنی ڈاڑھی میں انگلیوں سے خلل کرتے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں، کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام وضو کر چکے، تو چلو پھر پانی لے کر تھوڑی کے نیچے سے ڈاڑھی میں ڈالتے اور خلل کرتے اور فرماتے کہ مجھے خدا نے اس کا حکم دیا ہے (ابوداؤد) حضرت ابو رافع سے مذکور ہے، کہ جب رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم وضو کرتے تو اپنی انگشتی کو حرکت دیتے۔ (ابن ماجہ) مستوردین شہاد راوی ہیں کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وضو فرماتے، تو اپنے پاؤں کی انگلیوں کو ہنگلی سے آہستہ آہستہ مالش (خلل) کرتے۔ (ترمذی) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ کا دایاں ہاتھ طہارت اور طعام کے لیے تھا اور باایاں ہاتھ حوائج ضروریہ کے لیے۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ راوی ہیں، کہ آپ ایک سفر کے دوران میں رفع حاجت کے لیے گئے۔ حضرت مغیرہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھوں پر پانی ڈالتے تھے اور آپ وضو فرما رہے تھے۔ (بخاری و مسلم) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا راوی ہیں کہ آپ کے پاس ایک کپڑا تھا، جس سے بعد از وضو ہاتھ منہ پونچھ لیتے۔ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم جب بعد از خواب بیدار ہوتے، تو کبھی وضو فرماتے اور کبھی نہ فرماتے۔ کیونکہ اگرچہ آپ کی آنکھیں سوتیں لیکن دل نہیں سوتا تھا۔ (بخاری) آپ کے دل پر نیند کا اثر اس لیے نہیں ہوتا تھا، تاکہ آپ کو وہ وحی یاد رہ سکے، جو دوران خواب نازل ہو۔

حصہ چہارم میں موزوں پر مسح کا ذکر ہے :- حضرت مغیرہ بن شعبہ راوی ہیں

کہ میں غزوہ تبوک میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک تھا۔ آپ قبل از فجر  
 رفع حاجت کے لیے صحرا کی طرف نکلتے، میں پانی کا برتن لے کر ساتھ ہو لیا، جب آپ قضائے  
 حاجت سے فارغ ہو کر آئے تو میں برتن سے آپ کے ہاتھوں پر پانی انڈیلنے لگا۔ آپ نے  
 اولاً ہاتھ دھوئے، پھر منہ دھویا۔ آپ نے اون کا جبہ پہن رکھا تھا۔ بازو باہر نکالنا چاہے  
 لیکن اس کی آستین تنگ تھیں، آپ نے جبہ کندھوں پر ڈال دیا اور نیچے سے بازو باہر  
 نکال کر انہیں دھویا، پھر ہاتھ اور پگڑی پر مسح فرمایا۔ بعدہ میں نیچے جھکا، تاکہ آپ کے  
 ٹوڑے اتار دوں، فرمایا رہنے دو، کہ میں نے اس وقت پہنے تھے، جب پاؤں پاک تھے  
 پھر آپ نے ان پر مسح کیا۔ پھر آپ سوار ہو لیے، اور میں بھی سوار ہو گیا۔ مسلم، حضرت علی  
 راوی ہیں، کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسافر کو متواتر تین دن اور مقیم کو ایک دن رات  
 ٹوڑوں پر مسح کی اجازت دی۔ (مسلم)

حصہ پنجم میں تیمم کا ذکر ہے :- حضرت حذیفہ سے مروی ہے ،  
 حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہمیں باقی امتوں کے مقابلے میں تین باتوں میں  
 فضیلت حاصل ہے۔ ۱۔ ہماری نماز کی صفوں کو فرشتوں کی صفوں کے برابر قرار دیا گیا ہے۔  
 ۲۔ ساری زمین ہماری مسجد بنا دی گئی ہے۔ ۳۔ اور زمین کی مٹی کو جب پانی نہ ملے ہمارے  
 لیے پاک بنا دیا گیا ہے۔ (مسلم) حضرت عمار سے مروی ہے، ایک شخص حضرت عمر رضی اللہ عنہ  
 کے پاس آیا، کہنے لگا، میں جنبی ہوں اور پانی دستیاب نہیں۔ حضرت عمار نے حضرت عمر  
 سے کہا، کیا آپ بھول گئے ہیں، ہم دونوں سفر میں تھے (اور دونوں جنبی ہو گئے) تمہنے  
 نماز نہ پڑھی اور میں نے زمین پر دو چار کروٹیں بدل کر نماز پڑھ لی۔ میں نے حضور صلی اللہ  
 علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا، آپ نے فرمایا، تمہیں اتنا کافی تھا۔ آپ نے دونوں ہاتھ زمین  
 پر مار کر بھونک ماری، پھر اپنے منہ اور ہاتھوں پر کینوں تک مسح کیا (بخاری و مسلم)  
 حضرت ابو الجہیم سے مروی ہے، میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس سے نکلا، آپ

پیشاب کر رہے تھے، میں نے سلام کہا، لیکن آپ نے جواب نہ دیا، بعدہ آپ اٹھ کر ایک دیوار کی طرف گئے اور عصا جو ہاتھ میں تھا، اسے کھودا اور پھر اپنے ہاتھ دیوار پر رکھ کر ہاتھ اور منہ پر مسح کیا اور پھر میرے سلام کا جواب دیا (بخاری)۔

حصہ ششم، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل کے متعلق ہے :- حضرت انس

رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی غسل میں، تمام ازواج مطہرات سے مجامعت کر لیتے تھے (مسلم) حضرت ابو رافع سے مروی ہے، کہ آپ نے ایک دن تمام ازواج سے مجامعت کی اور ہر دفعہ غسل فرمایا میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ، کیا آخر میں ایک ہی غسل کافی نہ ہوتا! فرمایا، اس میں زیادہ پاکیزگی اور طہارت ہے۔ (امام احمد وغیرہ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم غسل جنابت کرتے تو پہلے ہاتھ دھوتے اور پھر اس طرح وضو کرتے، جس طرح نماز کے لیے کیا جاتا ہے، پھر ہاتھ پانی میں ڈال کر، بالوں کی جڑوں میں انگلیوں سے خلال کرتے، پھر ہاتھ سے سر پر تین دفعہ پانی ڈالتے پھر سارے جسم پر پانی اندیل دیتے (بخاری)

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، میں نے آپ کے غسل کا پانی رکھا آپ نے دو یا تین دفعہ ہاتھوں کو دھویا۔ پھر بائیں ہاتھ پر پانی ڈال کر شرمگاہ کو دھویا، پھر ہاتھ کو زمین پر مل کر گلی کی اور ناک میں پانی ڈالا، پھر منہ اور بازو دھوئے، پھر جسم پر پانی ڈالا بعدہ اپنی جگہ سے اٹھ کر پاؤں دھوئے۔ امام بخاری نے حدیث میمونہ کے سلسلے میں لکھا ہے وہ فرماتی ہیں، میں نے آپ کے لیے غسل کا پانی رکھا۔ اور اسے کپڑے سے ڈھانپ دیا۔ آپ نے ہاتھوں پر دھونے کیلئے پانی ڈالا۔ پھر دائیں ہاتھ سے بائیں پر ڈال کر شرمگاہ کو دھویا پھر اس ہاتھ کو زمین پر رگڑ کر پانی سے دھویا، پھر گلی کی، ناک میں پانی ڈالا اور منہ اور بازو کھنیوں تک دھوئے پھر سر اور جسم پر پانی ڈالا۔ پھر اپنی جگہ سے ہٹ کر پاؤں دھوئے میں نے آپ کو کپڑا دیا، لیکن آپ نے نہ لیا۔ آپ چل پڑے اور ہاتھوں کو مروڑتے جا

رہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جنابت کی حالت میں سونے کا ارادہ کرتے، تو شرمگاہ کو دھوتے اور نماز کا وضو کرتے (بخاری) بیہوشی سے روایت ہے، کہ جب آپ جنابت کی حالت میں سونے کا ارادہ فرماتے، تو وضو کرتے یا بصورتِ عدم دستیابی آب تمیم کر لیتے۔

## فصل دوم

اس فصل میں حضور اکرم کے نماز کا ذکر ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ معراج کی رات کو فرضیت نماز :- حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر پچاس نمازیں فرض کی گئیں، پھر کم کر کے پانچ کر دی گئیں، پھر نہ آئی، اسے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارے یہاں اب اس بات (نماز) میں کوئی تبدیلی نہیں کی جائے گی، اور ان پانچ نمازوں کا ثواب، پچاس جتنا ہوگا۔ (ترمذی) بخاری اور سلم نے اس واقعے کو ایک لمبی حدیث میں بیان کیا ہے، جو باب المعراج میں بالوضاحت بیان ہو چکی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، اوقات نمازِ خمسہ :- حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ جبریل نے مجھے کے پاس دو دفعہ امامت کی اور پہلی دفعہ مجھے ظہر کی نماز پڑھانی، جبکہ سایہ جوتے کے تسمے کی طرح تھا۔ پھر عصر پڑھانی، جبکہ ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہو چکا تھا۔ پھر نماز مغرب پڑھانی جب سورج غروب ہو گیا اور روزہ دار نے روزہ کھول دیا، پھر عشا پڑھانی جب شفق غائب ہوئی، پھر صبح پڑھانی۔ جب صبح طلوع ہوئی اور روزہ دار کو کھانا پینا درست نہ رہا۔

پھر دوسرے موقع پر ظہر کی نماز اس وقت پڑھائی، جبکہ اشیا کا سایہ ان کے مساوی ہو گیا تھا، جو پہلے دن عصر کا وقت تھا۔ پھر عصر پڑھائی، جب ہر چیز کا سایہ اس سے دوگنا ہو چکا تھا، پھر مغرب پہلے وقت کے مطابق پڑھائی۔ پھر عشاء اس وقت پڑھائی، جب رات کا تیرا حصہ گزر چکا تھا۔ پھر صبح پڑھائی، جب سفید صبح پھیل گیا تھا۔ پھر خبر لی نے مجھ سے مخاطب ہو کر کہا۔ آپ سے پہلے انبیاء کی عبادت کے اوقات یہ تھے۔ آپ کے اوقات نماز ان دو انتہاؤں کے درمیان ہیں (ترمذی) اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول: **بِوَصْلَتِي فِي الظُّلَمِ حِينَ كَانَ ظِلُّ كُلِّ شَيْءٍ مِثْلَهُ**۔ یعنی جب آپ نماز ظہر سے فارغ ہو چکے (تو چیزوں کا سایہ اس طرح تھا) جس طرح کہ پہلے دن آپ نے نماز عصر شروع کی تھی۔ اس بنا پر دونوں نمازوں میں اشتراک نہیں پایا جاتا۔ چنانچہ مسلم کی حدیث اس کی دلیل ہے جس میں مذکور ہے، کہ ظہر کا وقت زوال آفتاب سے اس وقت تک ہے، جب تک عصر کا وقت نہیں آجاتا۔

اور ابن اسحاق نے المغازی میں، نافع بن جبیر سے بیان کیا ہے کہ حضرت جریر نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دن کی صبح کو نماز پڑھائی، جس رات کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو معراج نصیب ہوئی تھی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز عصر ادا فرماتے اور سورج اتنا اونچا اور اتنا روشن ہوتا، کہ ایک آدمی عوالی (جو دینے سے چاہیل ہے) کو جاتا، اور سورج اس وقت بھی اونچا ہوتا (بخاری) یہ اس امر کی دلیل ہے کہ آپ نماز عصر کے پڑھنے میں تعجیل فرماتے تھے۔

حضرت سلمہ بن اکوع سے روایت ہے کہ آپ نماز مغرب اس وقت ادا فرماتے جب سورج غروب ہو کر پردے کے پیچھے چھپ جاتا۔ (بخاری و مسلم) حضرت رافع بن خدیج سے مروی ہے، کہ ہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مغرب کی نماز ایسے وقت

میں ادا کرتے، کہ بعد از نماز اگر کوئی آدمی تیر اندازی کرتا، تو تیر کے گرنے کی جگہ کو دیکھ سکتا۔  
 حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گرمیوں میں نماز کو ٹھنڈا کر کے پڑھتے، اور سردیوں میں تعجیل فرماتے۔  
 ایک رات کو عشا کی نماز میں اتنی تاخیر ہو گئی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مجبوراً کنا پڑا۔  
 یا رسول اللہ! نماز میں بہت دیر ہو گئی ہے، اور غور میں اور بچے سو گئے ہیں، حضور اکرم صلی اللہ  
 علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ اس وقت دنیا میں اور کوئی قوم اس نماز کا انتظار  
 نہیں کر رہی (گویا یہ تمہارے خصوصیت ہے) ایک روایت میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام  
 باہر تشریف لائے اور آپ نے سر سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے، فرمایا، اگر میری امت  
 کو وقت نہ ہوتی تو میں انہیں اس وقت نماز عشا ادا کرنے کا حکم دیتا۔ (بخاری و مسلم) ابو داؤد  
 کی روایت میں ہے۔ فرمایا، جب تک تم نماز کا انتظار کرتے رہتے ہو، فی الحقیقت اس وقت  
 تک تم نماز ہی میں شمار ہوتے ہو۔ اگر ضعیف کے ضعف اور بیماری کی بیماری کا خیال مانع نہ ہوتا  
 تو میں اس نماز کو اس وقت تک مؤخر کر دیتا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے  
 کہ اگر امت کی تکلیف کا خیال مانع نہ ہوتا تو میں حکم دیتا، کہ تم نماز کو راست کے تیسرے حصے  
 آدھی رات تک مؤخر کر دیا کرو۔ (ترمذی)

ابو داؤد سے مروی ہے، کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت  
 کیفیت نماز :- بلال رضی اللہ عنہ کو اقامت کہتے سنتے اور وہ قد قامت الصلوٰۃ۔

کہتے تو آپ فرماتے، اَقَامَهَا اللّٰهُ وَاَدَامَهَا۔ اور نماز کو اللہ اکبر کہہ کر شروع کرتے۔  
 حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، جب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز کے لیے اٹھتے تو  
 اللہ اکبر کہتے۔ (بخاری) اور نماز کی نیت کے لیے ضروری ہونے کے بارے میں قطعاً کوئی اختلاف  
 نہیں۔ جب آپ نماز کے لیے اٹھتے تو دونوں ہاتھوں کے برابر اٹھاتے، پھر تکبیر کہتے۔ جب  
 رکوع کرنا ہوتا، تو یہی عمل دہراتے، جب رکوع سے سر اٹھاتے تو اللہ اکبر کے بعد سمع اللہ لمن  
 عدہ ربنا للک الحمد کہتے اور جب سجدہ کرتے یا سجدے سے سر اٹھاتے تو اللہ اکبر کہتے۔



(بخاری و مسلم) اور امام مالک سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر اٹھنے بیٹھنے پر اللہ اکبر کہتے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھتے۔ (ابوداؤد) رسول کریم علیہ السلام نے تسبیح قرأت اور تکبیر کے درمیان سکوت فرماتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے مال باپ آپ پر فدا ہوں، آپ تکبیر اور قرأت کے درمیانی وقفے میں کیا پڑھتے ہیں فرمایا میں مندرجہ ذیل الفاظ دہراتا ہوں :- **اللَّهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِي وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ - اللَّهُمَّ نَقِّنِي مِنْ خَطَايَايَ كَمَا يُنْقِي الثَّوْبَ الْأَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ - اللَّهُمَّ اغْسِلْ خَطَايَايَ بِالْمَاءِ وَالسَّلْجِ وَالْبَرْدِ -** (بخاری و مسلم)

حضرت علی کریم اللہ وجہ سے مروی ہے، جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو اللہ اکبر کہتے اور پھر مندرجہ ذیل آیات اور دعائیہ کلمات دہراتے :- **وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ - إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ - لَا شَرِيكَ لَهُ وَيُذِيقُ الْآمِرَاتُ - وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ - اللَّهُمَّ أَنْتَ الْمَلِكُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ - أَنْتَ رَبِّي وَأَنَا عَبْدُكَ، ظَلَمْتُ نَفْسِي وَاعْتَرَفْتُ بِذُنُوبِي، فَاعْفُرْ لِي ذُنُوبِي - جَمِيعًا لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ - وَاهْدِنِي لِأَحْسَنِ الْأَخْلَاقِ، لَا يَهْدِي لِأَحْسَنِهَا إِلَّا أَنْتَ، وَاصْرِفْ عَنِّي سَيِّئَهَا، لَا يَصْرِفُ عَنِّي سَيِّئَهَا إِلَّا أَنْتَ، لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَ الْغَيْرُ كُلَّهُ فَرِحْتُ بِذِيكَ وَالشُّرَكَائِ إِلَيْكَ أَنَا بِكَ وَإِلَيْكَ، تَبَارَكْتَ وَتَعَالَيْتَ اسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ -** (مسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز شروع کرتے تو فرماتے :- **سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالَى جَدُّكَ وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ -** (ترمذی و ابوداؤد)

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھا تو آپ نے پڑھا: - اللَّهُ أَكْبَرُ كَبِيرًا وَالْحَمْدُ لِلَّهِ كَثِيرًا وَسُبْحَانَ اللَّهِ بُكْرَةً وَأَصِيلًا، أَعُوذُ مِنَ الشَّيْطَانِ مِنْ نَفْسِهِ نَفْسِهِ وَهَمَزٍ -

اس بات میں اختلاف ہے، آیا حضور فاتحہ کے پہلے بسم اللہ کا پڑھنا: -  
 علیہ الصلوٰۃ والسلام فاتحہ سے پہلے بسم اللہ

الرحمن الرحیم پڑھتے تھے یا نہ۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں، کہ ان مختلف روایات میں برابرین طریق اتفاق ممکن ہے۔ کہ عدم قرأت کو عدم سماع پر محمول کیا جائے (یعنی چونکہ لوگوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے بسم اللہ نہیں سنی، اس لیے انہوں نے کہہ دیا کہ آپ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ نہیں پڑھتے تھے) اور عدم سماع کو عدم سماع پر مبنی قرار دیا جائے (یعنی چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بسم اللہ بالجہر نہیں پڑھی، اس لیے لوگوں نے یہ کہہ دیا، کہ آپ نے بسم اللہ نہیں پڑھی) اس طریقے سے ان روایات میں اختلاف کو ختم کیا جاسکتا ہے۔

(فاتحہ پڑھنا اور پھر آمین کہنا) جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عَنِ الْمَخْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ۔ پڑھ چکے تو آمین کہتے اور آواز کو بلند کرتے۔ ترمذی میں ہے، کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام آواز کو دھماکے سے، ابو داؤد میں ہے، کہ آواز کو بلند فرماتا۔

نسائی میں ابو براء سے مروی ہے،  
 نماز صبح میں فاتحہ کے بعد سورت کا پڑھنا: - کہ آپ صبح کی نماز میں ساٹھ اور سو

کے درمیان آیات تلاوت فرماتے۔ یہ بھی مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز میں اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ پڑھتے جابر بن عمر سے روایت ہے، کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فجر کی نماز میں، ق، وَالْقُرْآنِ الْجَنِيِّدِ کی طرح کی سورتیں پڑھتے تھے، بعد میں تخفیف فرما

دی بھٹی (مسلم) ابو داؤد کی روایت کے مطابق آپ نے صبح کی دونوں رکعتوں میں افاز لزلت تلاوت فرمائی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جمعے کے دن صبح کی نماز میں سورۃ السجدۃ اور عَلَى غَلِيٍّ الْاِنْسَانِ۔ پوری پوری تلاوت فرماتے اور اس سے کم پڑھنا خلاف سنت ہے۔ طبرانی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی ہے، کہ آپ نے جمعے کے دن صبح کی نماز میں سورۃ سجدہ پڑھی اور سجدہ کیا۔

حضرت ابو قتادہ سے روایت ہے، حضور اکرم ظہر

نماز ظہر اور عصر میں قرأت :- کی پہلی دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ اور دوسری

اور آخری دو رکعتوں میں صرف سورۃ فاتحہ تلاوت فرماتے۔ کبھی ایک آیت ہما کے

کان میں پڑجاتی، اور پہلی رکعت دوسری رکعت سے طویل تر ہوتی۔ اسی طرح نماز عصر اور

صبح میں ہوتا۔ (بخاری و مسلم) حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے ہم ظہر اور عصر کی

نمازوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام کا اندازہ لگاتے تھے۔ چنانچہ ظہر کی دو رکعتوں کے

قیام کا وقفہ سورۃ سجدہ کے وقفہ قرأت کے برابر ہوتا، اور آخری دو رکعتوں کے قیام کا وقفہ

اس کے نصف کے برابر ہوتا۔ اسی طرح عصر کی پہلی دو رکعتوں کے قیام کا وقفہ ظہر کی دو

آخری رکعتوں کے وقفہ قیام کے برابر اور دو آخری رکعتوں کے قیام کا وقفہ اس کے نصف

ہوتا۔ (مسلم) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز ظہر میں

قَالَ لِي اِذَا نَعِشْتُمْ، اور ایک روایت کے مطابق سَبِّحْ اِسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰی، تلاوت فرماتے

اور اسی طرح نماز عصر میں۔ ان ہی سے یہ روایت بھی ہے، کہ آپ ظہر اور عصر میں وَالسَّمَاءِ

فَاَسْتَابِرُؤُوحِ۔ وَالسَّمَاءِ وَالطَّارِقِ پڑھتے (ابو داؤد) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت

ہے، کہ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے ظہر کی نماز میں سَبِّحْ اِسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰی اور هَلْ اَتَاكَ

خَدِيثًا نَغَاشِيَةً تلاوت فرمائی۔ (نسائی)

نماز مغرب میں قرأت سورہ :- ام الفضل بنت حارث سے مروی ہے

کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نمازِ مغرب میں سب سے آخر بار المرسلات عرفاً پڑھتے سنا (بخاری و مسلم) ابن شہاب سے مروی ہے کہ یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آخری نمازِ مغرب تھی۔ حضرت جبیر بن مطعم سے روایت ہے، میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نمازِ مغرب میں سورہ طور پڑھتے سنا۔ (بخاری و مسلم) نسائی میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے نمازِ مغرب میں سورہ الطور پڑھی اور اسے دونوں رکعتوں میں بانٹ دیا۔ عبد اللہ بن عتبہ سے ہے، آپ نے نمازِ مغرب میں سورہ دخان تلاوت فرمائی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے میں نے کسی شخص کی نماز کو فلاں آدمی کی نماز کے مقابلے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سے مشابہہ تر نہیں پایا۔ اور وہ آدمی صبح کی نماز میں طوالِ مفصل (ابتدائی نوسورتیں) اور نمازِ مغرب میں قصارِ مفصل (حجرات سے آخر قرآن تک) پڑھا کرتا تھا۔

نمازِ عشا میں قرأتِ سورہ اس ذیل میں تمام ان حدیثوں کا ذکر ہے جن کا تعلق نماز سے ہے

حضرت براد سے مروی ہے کہ حضور نمازِ عشا میں سورہ  
 وَاللَّيْنِ وَالرَّيْمُونِ تلاوت فرماتے تھے۔ میں نے آپ سے بہتر آواز سنی اور نہ بہتر قرأت سنی۔ (بخاری و مسلم) جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی ایسی آیت تک پہنچتے جس میں عذاب کا ذکر ہوتا تو آپ رک جاتے اور خدا سے پناہ مانگتے۔ امام ترمذی نے حضرت حذیفہ سے بیان کیا ہے جب آپ سُبْحِ اسْمِ رَبِّكَ الْأَعْلَى تلاوت فرماتے تو سبحان ربی الاعلیٰ کہتے (احمد و ابو داؤد) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے، آپ نے فرمایا تم میں سے جو شخص وَاللَّيْنِ وَالرَّيْمُونِ، اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَكْبَمِ الْاَرَكَمِ تک پڑھے، وہ بَلَىٰ وَاَنَا عَلٰی ذٰلِكَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ پڑھے اور جو شخص لَا اُقْسِمُ بِیَوْمِ الْقِيَامَةِ كَمَا اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقَادِرٍ عَلٰی اَنْ یُّحِیِيَ الْعَوْتِیَّ پڑھے وہ بلی کہے اور جو شخص

وَالْمُؤَسَّلَاتِ عُرْفًا تَأْتِي حَدِيثٌ بَعْدَهُ يُؤْمِنُونَ مِثْلَهُ تَوَامِنًا بِاللَّهِ كَسَ .  
 اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر تحریر اور قرأت کے وقفے میں خاموش رہتے۔ اسی طرح بعد  
 از قرأت فاتحہ خاموش ہو جاتے اور تیسری دفعہ بعد از قرأت سورت سکوت اختیار کر  
 لیتے۔ اور یہ وقفہ بہت ہی مختصر ہوتا، تاکہ آپ دم لے سکیں۔ اور قرأت اور رکوع کو طے نہیں  
 تھے۔ پہلا وقفہ اتنا ہوتا جس میں سبحانک اللہم پڑھا جاسکے۔ اور دوسرا اس لیے تاکہ مقتدی  
 فاتحہ پڑھ سکے، چنانچہ اسے اتنا ہی لمبا کرنا پڑتا۔

ابو حمید ساعدی سے مروی ہے، کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم  
 دربارہ رکوع :- نماز کے لیے اٹھتے، تو اپنے ہاتھ کندھوں تک اوپر اٹھاتے پھر  
 تکبیر کرتے اور ہاتھوں کو پھر کندھوں تک لے جاتے، رکوع کرتے اور دونوں ہاتھ گھٹنوں پر  
 رکھتے پھر سیدھے ہوتے، لیکن سر کو نہ تو جھکائے رکھتے اور نہ زیادہ اوپر اٹھاتے (ابوداؤد و  
 دارمی) حضرت انس بن مالک سے مروی ہے، کہ میں نے تابعین میں سے سوائے حضرت  
 عمر بن عبدالعزیز کے کسی اور ایسے شخص کی اقتدا میں کبھی نماز نہیں پڑھی کہ جس کی نماز حضور اکرم  
 کی نماز سے مشابہ تر ہو میں نے ان کے رکوع و سجود کا اندازہ لگایا، وہ دس تسبیح پڑھنے کے برابر  
 ہوتے۔ (ابوداؤد) حضرت براء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کا رکوع  
 سجود اور ہر دو سجودوں، اور نیز رکوع سے اٹھنے کے بعد کا وقفہ (قیام اور قعود کے علاوہ)  
 سب برابر ہوتے۔ (بخاری و مسلم) امام نووی لکھتے ہیں کہ حدیث سے یہ بات ثابت ہے  
 کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قیام طویل ہوتا تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا  
 رکوع میں اور اس کج بعد آپ کیا پڑھتے تھے :- سے مروی ہے کہ حضور اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم اکثر سجود سے اور رکوع اور بعد ازاں مندرجہ ذیل کلمات دہراتے تھے :-  
 . سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ ، اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي - اور ان کلمات کے

کے پڑھنے سے قرآن کے اس حکم کی تعمیل فرماتے: **فَبِشَیْءٍ بِحَمْدِكَ وَاسْتِغْفَرُكَ إِنَّهُ**  
**كَانَ تَوَّابًا** حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، قرآن حکیم کی آیت کے تتبع میں مذکورہ بالا کلمات  
کو نہایت ذرا فانی سے دہراتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ بھی مروی ہے، کہ  
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام رکوع اور سجدے میں **سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ رَبُّ الْمَلَائِكَةِ**  
**وَالرُّوحِ پڑھتے تھے** (مسلم) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، کہ آپ رکوع میں  
**سبحان ربی العظیم اور سجدے میں سبحان ربی الاعلیٰ** پڑھتے تھے۔ حضرت ابو سعید خدریؓ روایت  
میں، کہ جب رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم رکوع سے سر اٹھاتے تو مندرجہ ذیل کلمات دہراتے۔  
**تَحْمَدُ۔ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا نَكَ الْحَمْدُ مِنْ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِ وَمِنْ مَآسِئَتِ مَنْ**  
**شِئْنَا بَعْدَ اَهْلِ النَّبَاِ وَالْمَجِدُ اَحْوُ مَا قَالَ الْعَبْدُ وَكَلْنَا لَكَ عَبْدٌ**  
**لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيٍّ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ**  
**الْجَدُّ۔** (مسلم) اور ایک روایت میں ہے کہ **مِنْ شَيْءٍ بَعْدَ اَبِ اللّٰهُمَّ طَهَّرْنِي**  
**بِالتَّلَجِ وَالْبُرْدِ وَالْمَاءِ الْبَارِدِ۔** پڑھتے تھے۔

جب رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم رکوع کے بعد قیام  
در بارہ سجود و دعائے سجود :- کو ختم کر چکے تو تکبیر کہہ کر سجدے میں گر پڑھتے اور  
رفع یدین نہ کرتے اور یہ روایت بھی ہے کہ رفع یدین فرماتے۔ اور بعض حفاظ نے اس کی  
تصحیح کی ہے۔ بروایت ابو داؤد آپ اپنے ہاتھ گھٹنوں سے پچھے زمین پر رکھتے پھر اٹھتا اور  
ناک رکھ دیتے۔ آپ نے فرمایا سبھے حکم دیا گیا ہے، کہ میں سات بڑے اعضاء سے سجدہ کروں  
(پیشانی، دو ہاتھ، دو گھٹنے اور دو پاؤں) بخاری اور مسلم نے حضرت عبداللہ بن عباس سے  
روایت کی ہے۔ اور جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کرتے، تو دونوں ہاتھوں کو اتنا  
پھیلاتے، کہ بغلوں کی سفیدی نمایاں ہو جاتی۔ (بخاری و مسلم) اور آپ سجدہ میں فرماتے:  
**اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي ذَنْبِي كُلَّهُ دِقَّةً وَجِلَّةً اَوَّلَهُ وَاَجْرَهُ عَلَانِيَةً وَسِرَّهُ** (مسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، کہ میں نے ایک رات میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بستر سے غائب پایا، انہیں تلاش کیا، تو میرے ہاتھ آپ کے پاؤں کے تلووں سے ٹکرائے جو اٹھے ہوئے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا پڑھ رہے تھے: **اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَبِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوبَتِكَ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْكَ لَأُحْصِيَ ثَنَاءَ عَلَيْكَ كَمَا أَثْنَيْتَ عَلَيَّ نَفْسِكَ**۔ (مسلم، رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم تکبیر کہہ کر سجدے سے بغیر اذرع یدین سر اٹھاتے اور دایاں پاؤں کھڑا کر کے، بائیں پاؤں پر بیٹھ جاتے۔) (مسلم، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اعضا کو آرام دینے کے لیے کھڑکی دیر تک بیٹھتے اور پھر دوسری رکعت کے لیے اٹھ کھڑے ہوتے۔) (بخاری) ہر دو سجدوں کے درمیانی وقفے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ دعا پڑھتے: **اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي وَارْحَمْنِي وَاهْدِنِي وَعَافِنِي وَادْرُقْنِي**۔ (ابوداؤد، داری)

در بارہ قعود برائے تشہد :- جب آپ تشہد کے لیے بیٹھتے تو بائیں پاؤں بچھا کر دایاں پاؤں کھڑا کر دیتے۔ (مسلم، ابوجمید ساعدی نے

دس صحابہ کی موجودگی میں کہا، کہ میں آپ لوگوں کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ بتاتا ہوں، انہوں نے کہا، ٹھیک ہے، پیش کر دو، انہوں نے حدیث در بارہ نماز بیان کی اور جب وہ اس منزل پر پہنچے، جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آخری سجدہ ادا فرماتے تو ابوجمید نے کہا کہ آپ بائیں پاؤں لگاتے، اور بائیں سرین پر سہارا لے کر بیٹھ جاتے پھر سلام پھیرتے صحابہ نے کہا، تو نے ٹھیک کہا آپ اسی طرح نماز ادا کرتے تھے۔ اسی طرح جب تشہد کے لیے قعود فرماتے، تو ہاتھ گھٹنوں پر رکھتے اور اپنی اس انگلی کو جو انگوٹھے کے ساتھ ہے اٹھاتے اور دعا فرماتے، اور اپنا بائیں ہاتھ گھٹنے پر رکھ کر پھیلا دیتے اور آپ اپنی انگلیوں کو رفع یدین، رکوع اور سجدہ کے وقت قبل رخ رکھتے اور سجدے میں پاؤں کی انگلیوں کا رخ بھی قبلے کی طرف ہوتا تھا۔

حضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ تشہدِ آخری جلسہ کے دوران  
در بارہ تشہد :- میں پڑھتے، اور صحابہ کو بھی بتاتے، کہ وہ بھی مندرجہ ذیل طریقے  
سے تشہد پڑھیں :- اَلْحَيَاتُ الْمُبَارَكَاتُ وَالصَّلَوَاتُ الطَّيِّبَاتُ بِاللهِ  
السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ - السَّلَامُ عَلَيْنَا  
وَعَلَىٰ عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِينَ - أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ  
مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ (مسلم)

حضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں مندرجہ ذیل دعائیں پڑھتے تھے :- اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ  
اَعُوْذُبِکَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدِّجَالِ  
وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَفِتْنَةِ الْمَمَاتِ ، اَللّٰهُمَّ اَعُوْذُبِکَ  
مِنَ الْمَآثِمِ وَالْمَغْرَمِ - ایک شخص نے دریافت کیا، یا رسول اللہ! مغرم کیا ہے  
جس سے آپ بکثرت پناہ مانگتے ہیں۔ فرمایا: مغرم یہ ہے، کہ جب بھی آدمی بات کرے،  
بھوٹ بولے اور وعدہ کرے، تو وفانہ کرے (بخاری و مسلم) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی  
یہ دعا امت کی رہنمائی کے لیے تھی۔

حضرت علی کریم اللہ وجہ سے روایت ہے، کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشہد اور  
سلام پھیرنے کے درمیان یہ دعا پڑھا کرتے تھے :- اَللّٰهُمَّ اَغْفِرْ لِيْ مَا قَدَّمْتُ  
وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ وَمَا اَسْرَفْتُ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ  
بِهِ مِنّْیْ ، اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ (مسلم)

حضرت عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ رسول کریم  
در بارہ سلام وغیرہ :- علیہ النجیۃ والتسلیم اذل وائیں طرون سلام کہتے اور پھر  
بائیں طرف (ترمذی، ابوداؤد کی روایت میں ہے، کہ آپ چہرے کو اتنا پھیرتے، کہ  
عائیں مبارک کی سفیدی دیکھی جاسکتی۔ جب آپ نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو سر کو جھکا



لیتے۔ (امام احمد) اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں، آپ کی انگشت شہادت سے پرے نہ جائیں۔ اور اگرچہ خدا نے نماز میں آپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک رکھی تھی جیسا کہ حضور کا ارشاد ہے: - وَجُعِلَتْ قُرَّةُ عَيْنِي فِي الصَّلَاةِ - اور دربارِ خداوندی میں آپ کو قرب حاصل تھا، بایں ہمہ آپ مقتدیوں کے حالات اور ضروریات سے صرف نظر نہیں فرماتے تھے، رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نماز شروع کرتے اور آپ کا ارادہ اسے لمبا کرنے کا ہوتا، اس اثنا میں کسی بچے کے رونے کی آواز سن پاتے، تو نماز کو مختصر فرما دیتے۔ کہ ماں کو تکلیف نہ ہو۔ (بخاری وغیرہ) بعض اوقات آپ امامت نماز کے دوران میں اپنی نواسی امامہ کو اٹھائے ہوتے۔ (مسلم وغیرہ) کبھی آپ نماز پڑھا رہے ہوتے، اس اثنا میں حضرت حسن یا حسین آکر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پشت پر بیٹھ جاتے اور آپ کو سجدہ لمبا کرنا پڑتا، کیونکہ آپ کو یہ بات ناپسند تھی، کہ بچے کو پیٹھ سے نیچے پھینک دیں۔ اگر کوئی شخص دوران نماز میں آپ کو سلام کتا تو انگلی کے اشارے سے جواب دیتے (مسلم وغیرہ) آپ مصروف نماز ہوتے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کے اور قبلے کے درمیان بیٹی ہوتیں۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کرتے، تو انگلی سے حضرت عائشہ کو مس کرتے اور وہ اپنی ٹانگیں سیکڑ لیتیں۔ جب حضور اٹھتے، تو پھر پھیلا دیتیں۔ (بخاری) مطرف بن عبد اللہ نے اپنے والد سے یہ روایت بیان کی، کہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ نماز پڑھا رہے تھے۔ اور آپ کے شکم سے ہنڈیا کے ابال کی آواز آ رہی تھی، یعنی آپ رو رہے تھے۔ آپ نماز کے دوران میں آنکھوں کو بند نہیں کرتے تھے۔ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی نماز متوسط درجے کی غلو سے خالی ہوتی تھی۔ مثلاً نیت کے اہبارے میں وسوسہ اور جن اذکار کو آہستہ پڑھنا ہے، انہیں بالجر پڑھنا جیسا کہ عموماً مرض وسوسہ کے مریض کیا کرتے ہیں (خدا ہمیں اس سے محفوظ رکھے) جو شخص اس بلا سے بچنا چاہتا ہے، اسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت (اعتدال) کی پیروی کرنا چاہیے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور  
 دربارہ دعائے قنوت :- **صلى الله عليه وسلم** نے ستر قاریوں کو برائے اشاعت  
 دین روانہ فرمایا، انہیں بنو سلیم کے دو قبیلوں رعل اور ذکوان نے روکا اور قتل کر دیا۔ حضور  
 عیدہ الصلوٰۃ و السلام ان لوگوں کے خلاف مہینہ بھر نماز صبح میں بددعا کرتے رہے۔ یہ سختی  
 قنوت کی ابتدا، اس سے پیشتر ہم قنوت نہیں پڑھا کرتے تھے۔ ایک روایت کے مطابق  
 آپ نے دعائے قنوت رکوع سے پہلے پڑھی اور ایک دوسری روایت کی رو سے رکوع  
 کے بعد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، کہ جب رسول کریم علیہ السلام نے نماز فجر میں سجدے سے آخری رکعت میں سر اٹھایا، تو آپ نے **سَمِعَ اللهُ لِمَنْ**  
**حَمِدَهُ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ** کے بعد بددعا کی، اے خدا تو فلاں فلاں اور فلاں  
 پر لعنت بھیج۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی :- **لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ** تا  
**فَانْتَهُمُ ظَالِمُونَ**۔ (بخاری) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے  
 جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دوسری رکعت میں سر اٹھاتے تو فرماتے، اے خدا! تو  
 ولید بن ولید، سلمہ بن مشام، عیاش بن ربیعہ اور متکے کے کڑوروں کو کفار کے پنجے سے  
 نجات دے۔ اے خدا تو آل مضر پر اپنا دباؤ زیادہ کر، اور ان پر حضرت یوسف کا قحط  
 مسلط کر۔ ایک روایت میں ہے، کہ آپ نے یہ کلمات نماز فجر میں کہے۔ ایک روایت میں  
 ہے، کہ جب یہ آیت **لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ** اتری، تو آپ نے یہ سلسلہ ختم  
 کر دیا۔ (بخاری و مسلم) حضرت براء سے روایت ہے، کہ آپ نماز صبح اور مغرب میں قنوت  
 پڑھا کرتے تھے (مسلم و ترمذی) ابو داؤد میں مغرب کا ذکر نہیں ہے۔ حضرت عبداللہ بن  
 عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، کہ آپ نماز صبح اور رات کے وتروں میں یہ  
 کلمات پڑھتے تھے :- **اللَّهُمَّ اهْدِنِي فِيمَنْ هَدَيْتَ وَعَافِنِي فِيمَنْ**  
**عَافَيْتَ، وَتَوَلَّنِي فِيمَنْ تَوَلَّيْتَ وَبَارِكْ لِي فِيمَا أَعْطَيْتَ وَقِنِي**

شَرَّ مَا قَضَيْتَ فَإِنَّكَ تَقْضِي وَلَا يُقْضَى عَلَيْكَ وَ إِنَّهُ لَا يَذِلُّ  
مَنْ وَالَيْتَ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَ تَعَالَيْتَ - (ابو داؤد)

حضرت عبداللہ بن مالک سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم  
در بارہ سجدہ سہو :- نے کسی نماز کی دو رکعتیں پڑھائیں، مگر قعود نہ فرمایا آپ  
اٹھے، تو باقی لوگ بھی آپ کے ساتھ اٹھے، جب نماز پڑھا چکے، تو ہم سلام کے منتظر  
تھے، کہ قبل از سلام آپ نے تکبیر کہی، دو سجدے ادا کیے، پھر کچھ دیر بیٹھے، پھر السلام علیکم  
ورحمۃ اللہ کما (بخاری)

بعد از نماز دعا بیٹھنا اور پھر فوراً ہی رخ پھینا: حضرت  
توبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، جب آپ بعد از نماز مڑتے تو تین دفعہ استغفار  
پڑھتے اور پھر یہ کلمات ادا فرماتے :- اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَ مِنْكَ السَّلَامُ  
تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ (مسلم) جب آپ نماز پڑھ چکے تو صحابہ کی  
طرف منہ کر لیتے، اور اس بارے میں آپ بہت سرعت سے کام لیتے، کبھی دائیں جانب  
سے پھرتے اور کبھی بائیں جانب سے، لیکن اکثر دائیں جانب سے پھرتے تھے حضرت  
ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، کہ سلام کے بعد آپ تھوڑی دیر تک ٹھہرے  
رہتے، امام زہری لکھتے ہیں، ہمارا خیال ہے، کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ عمل اس  
غرض پر مبنی تھا، کہ بعد از نماز عورتیں اٹھ کر چلی جائیں (واللہ اعلم) یہ روایت بخاری سے  
لی گئی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ بعد از نماز صرف  
اتنی دیر تک بیٹھے رہتے، کہ یہ دعا مانگ سکیں :- اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَ مِنْكَ  
السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ - (مسلم) حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ کلمات  
بعد از نماز دہراتے :- لَدَالِہِ الْاَلٰہِ الْاَلٰہِ وَ حُدَّہِ لَدٰ شَرِّکِ لَہِ، لَہِ الْمَلٰئِکَۃُ  
وَ لَہِ الْحَمْدُ وَ هُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ - اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا

اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطَىٰ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَنَّةِ مِنْكَ الْجَنَّةُ  
 (بخاری و مسلم) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اونچی آواز سے مندرجہ ذیل کلمات ادا فرماتے:-  
 لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ  
 عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ. لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَلَا  
 نَعْبُدُ إِلَّا إِيَّاهُ لَهُ النِّعْمَةُ وَلَهُ الْفَضْلُ وَلَهُ الثَّنَاءُ الْحَسَنُ الْجَمِيلُ، لَا إِلَهَ  
 إِلَّا اللَّهُ، مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ (مسلم) حضرت سعد رضی اللہ عنہ  
 اپنے بیٹوں کو مندرجہ ذیل کلمات سکھاتے تھے اور کہتے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی  
 نمازوں کے بعد، یہ کلمات استعمال فرماتے:- اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْجُبْنِ  
 وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ الْبُخْلِ وَأَعُوذُ بِكَ أَنْ أُرَدَّ إِلَىٰ أَرْذَلِ الْعُمُرِ وَأَعُوذُ  
 بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الدُّنْيَا وَعَذَابِ الْقَبْرِ۔ (بخاری) حضرت زید بن  
 ارقم سے مروی ہے کہ رسول کریم علیہ التحیة والتسلیم نہر نماز کے بعد یہ دعا فرماتے:-  
 اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَرَبَّ كُلِّ شَيْءٍ، أَنَا شَهِيدٌ أَنَّكَ الرَّبُّ وَحْدَكَ  
 لَا شَرِيكَ لَكَ، اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَرَبَّ كُلِّ شَيْءٍ أَنَا شَهِيدٌ أَنَّ مُحَمَّدًا  
 عَبْدُكَ وَرَسُولُكَ۔ اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَرَبَّ كُلِّ شَيْءٍ أَنَا شَهِيدٌ أَنَّ الْعِبَادَ  
 كُلَّهُمْ إِخْوَةٌ۔ اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَرَبَّ كُلِّ شَيْءٍ اجْعَلْنِي مُخْلِصًا  
 لَكَ وَأَهْلِي فِي كُلِّ سَاعَةٍ مِنَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ  
 اِسْمِعْ وَاسْتَجِبْ۔ اللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ نُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ  
 اللَّهُ أَكْبَرُ، حَسْبِيَ اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ۔ اللَّهُ أَكْبَرُ۔ اللَّهُ أَكْبَرُ۔  
 (ابوداؤد و امام احمد) امام نسائی کی روایت ہے، کہ جب آپ بعد از نماز مڑ کر  
 بیٹھے تو فرماتے۔ اللَّهُمَّ اصْلِحْ لِي دِينِي۔ اسی طرح مروی ہے، کہ  
 جب نماز مسجد میں پھری ہو جاتی، اگر آدمی مھوڑے ہوتے تو آپ بیٹھ جاتے اور اگر

کافی ہوتے، تو نماز پڑھا دیتے (ابوداؤد) ابوسعود بدری راوی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے وقت ہمارے کندھوں کو چھو کر فرماتے، سیدھے کھڑے ہو، اور ٹیڑھے مت کھڑے ہو، ورنہ تمہارے دل بھی ٹیڑھے ہو جائیں گے، چاہیے کہ تم میں عمل مند اور فہیم لوگ باہم مل کر کھڑے ہوں تاکہ بعد میں آنے والے بھی یہی کریں۔ (مسلم) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما راوی ہیں، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ادائے نماز کے لیے اٹھے، میں آپ کے بائیں ہاتھ پکڑا ہوا۔ آپ نے اپنی پیٹھ کے پیچھے سے مجھے سیدھا کرنے کے لیے میرا ہاتھ پکڑا۔ اسی طرح اپنی پیٹھ کے پیچھے ہی سے اپنے دائیں طرف کر دیا۔ (بخاری و مسلم)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز جمعہ زوال آفتاب کے وقت دربارہ نماز جمعہ :- ادا فرماتے (بخاری) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں مینار پر آپ کے سامنے دو دفعہ اذان نہیں دی جاتی تھی بلکہ جب آپ منبر پر بیٹھے تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ آپ کے سامنے کھڑے ہو کر اذان کہتے۔ ابن اسحاق راوی ہیں، جب رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم تشریف فرمائے مدینہ ہوئے، تو قبائلی بنو عمرو بن عوف کے یہاں سوموار، منگلوار، بدھوار اور جمعرات کا دن گزارا اور مسجد تعمیر فرمائی جسے کے دن وہاں سے کوچ فرمایا۔ جب بنو سالم کی بستی میں پہنچے، تو نماز جمعہ کا وقت ہو گیا آپ نے اس مسجد میں جو راوی کے اندر تھی، نماز پڑھی۔ مدینے میں یہ آپ کا پہلا جمعہ تھا، اور یہ مسجد نبوی کی تعمیر سے پہلے کی بات ہے، آپ نے خطبہ دیا اور یہ مدینہ میں آپ کا پہلا خطبہ تھا :- اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ، اَحْمَدُہٗ وَاسْتَعِیْنِہٗ وَاسْتَغْفِرْہٗ وَاسْتَسْئِدْ بِہٖ وَاُوْمِنْ بِہٖ وَلَا اَکْفُرْ وَاَعَادِیْ مِنْ یَکْفُرْ بِہٖ۔ وَاسْتَشْہِدْ اَنَّ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاسْتَشْہِدْ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔ اُرْسَلْتُ بِالْہُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ وَالتَّوْرِ وَالمَوْعِظَۃِ وَالحِکْمَۃِ عَلٰی فِتْنَۃٍ مِنَ الرَّسْلِ وَ

قَلْبِهِ مِنَ الْعِلْمِ وَصَلَاةٍ مِنَ النَّاسِ وَالْفِطَايِحِ مِنَ الزَّمَانِ وَوُجُوهِ مِنَ  
 السَّاعَةِ وَقُرْبٍ مِنَ الْأَجْلِ. مَنْ يُطِيعِ اللَّهَ كَرِسْوَلَهُ فَقَدْ رَسَدَ وَمَنْ  
 يَعْصِ اللَّهَ وَرِسْوَلَهُ فَقَدْ عَوَى، وَقَرَطَ وَصَلَّ صَلَاةً بَعِيدًا، أَوْهَيْكُمْ  
 بِتَقْوَى اللَّهِ فَإِنَّ خَيْرَ مَنْ أَوْصَى بِهِ الْمُسْلِمُ الْمُسْلِمُ أَنْ يَحْضَاهُ  
 عَلَى الْأُجْرَةِ وَأَنْ يَأْمُرَهُ بِتَقْوَى اللَّهِ وَاحْذَرُوا مَا حَذَرَ كُمْ اللَّهُ مِنْ  
 نَفْسِهِ. فَإِنَّ تَقْوَى اللَّهِ لَمَنْ عَمِلَ بِهَا عَلَى وَجَلٍ وَمَخَافَةٍ مِنْ رَبِّهِ  
 عَوْنٌ وَصِدْقٌ عَلَى مَا يَبْتَغُونَ مِنَ الْأُجْرَةِ. وَمَنْ يَصِلُ الَّذِي بَيْنَهُ  
 وَبَيْنَ اللَّهِ مِنْ أَمْرِهِ فِي السِّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ لَا يَنْوِي بِهِ إِلَّا وَجْهَ اللَّهِ،  
 يَكُنْ لَهُ ذِكْرًا فِي الْعَاجِلِ وَذُخْرًا فِيمَا بَعْدَ الْمَوْتِ حِينَ يَفْتَقَرُ الْمَرءُ  
 إِلَى مَا قَدَّمَ. وَمَا كَانَ مِمَّا سِوَى ذَلِكَ فَيُودُّ لَوْ أَنَّ بَيْنَهُ وَبَيْنَ أَمَدٍ  
 بَعِيدًا. وَيُحَذِرُ كُمْ اللَّهُ نَفْسَهُ وَاللَّهُ رَوِّفٌ بِالْعِبَادِ. هُوَ الَّذِي  
 صَدَّقَ قَوْلَهُ وَأَنْجِزَ وَعْدَهُ لَأَخْلَفَ لِمَا لَكَ فَإِنَّهُ يَقُولُ مَا يَبْدُلُ  
 الْقَوْلَ لَدَيْهِ وَمَا أَنَا بِظَلَّامٍ لِلْعَبِيدِ. فَاتَّقُوا اللَّهَ فِي عَاجِلِ أَمْرِكُمْ وَ  
 آجِلِهِ فِي السِّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ، فَإِنَّهُ مَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَكْفُرْ عَنْهُ سَيِّئَاتِهِ  
 وَيُعْظِمَ لَهُ أَجْرًا وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا. وَإِنَّ تَقْوَى  
 اللَّهِ تَوْفِيقٌ عَقُوبَتُهُ وَمَسْخَطَةٌ وَأَنَّ تَقْوَى اللَّهِ تَبْيِضُ الْوَجْهَ  
 وَتَرْضِي الرَّبَّ وَتَرْفَعُ الدَّرَجَةَ. فَخُذُوا بِحِظِّكُمْ وَلَا تَفَرِّطُوا  
 فِي جَنْبِ اللَّهِ. فَقَدْ عَلَّمَكُمْ كِتَابَهُ وَكَلَّمَ لَكُمْ سَبِيلَهُ لِيَعْلَمَ الَّذِينَ  
 صَدَقُوا وَيَعْلَمَ الْكَاذِبِينَ. فَاحْسِنُوا كَمَا أَحْسَنَ اللَّهُ إِلَيْكُمْ وَعَادُوا  
 أَعْدَاءَهُ وَجَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ. هُوَ أَجْتَبَاكُمْ وَسَمَّاكُمْ  
 الْمُسْلِمِينَ. لِيَهَبَ لَكُمْ مِنْ هَلِكٍ عَنْ بَيْنَتِهِ وَيَعْنِي مَنْ حَتَّى عَنْ بَيْنَتِهِ.

وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ - فَالْتَرُوا ذِكْرَ اللَّهِ وَاعْمَلُوا لِمَا بَعْدَ  
 الْمَوْتِ - فَإِنَّهُ مَنْ يُصْلِحْ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ اللَّهِ يُلْفِهِ اللَّهُ مَا بَيْنَهُ وَ  
 بَيْنَ النَّاسِ - ذَالِكِ بَيَانَ اللَّهُ يَقْضِي عَلَى النَّاسِ وَلَا يَقْضُونَ عَلَيْهِ  
 وَيَمْلِكُ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَمْلِكُونَ مِنْهُ - اللَّهُ أَكْبَرُ، وَلَا حَوْلَ وَلَا  
 قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَظِيمِ -

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، کہ آپ دو خطبے دیتے تھے۔  
 جب منبر پر چڑھتے تو بیٹھ جاتے تا آنکہ مؤذن اذان سے فارغ ہو جاتا۔ پھر اٹھتے، خطبہ پڑھتے  
 پھر بیٹھ جاتے۔ اور کوئی بات کہیں پھر اٹھ کر خطبہ دیتے۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ  
 دیتے تو آپ کی آنکھیں سرخ ہو جاتیں، آواز بلند ہو جاتی اور مزاج میں اس طرح تبدیلی آ  
 جاتی، گویا آپ کسی شکر کو دھمکار رہے ہیں۔ فرماتے تمہاری صبح اور شام بہ خیر ہو، پھر فرمانے،  
 میں اور قیامت یوں جڑے ہوئے ہیں جس طرح یہ دو انگلیاں چنانچہ انگشت شہادت  
 اور درمیانی انگلی کو جوڑ دیتے۔ پھر فرماتے :- اَمَّا بَعْدُ، فَإِنْ خَيْرًا لِمَدِينَةِ كِتَابِ اللَّهِ  
 وَخَيْرًا لِلْمَدِينَةِ هَدَى مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَنَشْرُ الْأُمُورِ  
 مُخَدَّاتِهَا، وَكُلُّ يَدْعَةٍ صَنَلَةٌ وَكُلُّ صَنَلَةٍ فِي النَّارِ - پھر فرماتے :-  
 أَنَا أَوْلَى بِكُلِّ مُؤْمِنٍ مِنْ نَفْسِهِ - مَنْ تَرَكَ مَالًا فَلِإِخْوَانِهِ وَمَنْ تَرَكَ دِينًا  
 أَوْ ضِياعًا فَإِنِّي وَعَلَى - (مسلم)

ام شام بنت ہارث سے مروی ہے کہ میں نے فی القرآن الجید، حضور اکرم کی  
 زبان مبارک سے سُن کر یاد کر لی۔ ہر جہے کو جب خطبہ دیتے تو یہ سورت تلاوت  
 فرماتے۔ مسلم،

حضرت حکم بن حزن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت  
 میں حاضر ہوا۔ اسات میں ساتواں تھا یا نویں لوں۔ ہم حضور علیہ السلام کی خدمت

میں کچھ دن معتمم رہے اور نماز جمعہ میں موجود تھے۔ آپ مکان یا لائٹ پر سہارا لیتے اٹھے، اللہ کی شانناہایت ہلکے پھلکے پاکیزہ اور مبارک الفاظ میں بیان فرمائی، پھر فرمایا، اسے لوگو! جن باتوں کا میں نے حکم دیا ہے، نہ تم انہیں کر سکو گے اور نہ تم میں اس کی بہت ہی ہے، لیکن مبارک ہو، کہ اس کا ثواب ہمیں ملتا رہے گا۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، کہ ایک جمعے کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ذیل کا خطبہ ارشاد فرمایا :- تَوَدُّوا إِلَى اللَّهِ قَبْلَ أَنْ تَمُوتُوا وَ بَادِرُوا بِالْأَعْمَالِ الصَّالِحَةِ قَبْلَ أَنْ تَسْتَعْلُوا وَ صِلُوا الَّذِي بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَ رَبِّكُمْ تَسْعُدُوا وَ أَكْثَرُوا الصَّدَقَةَ تُرْزَقُوا. وَأْمُرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَ نَهَوُوا عَنِ الْمُنْكَرِ تَنْصُرُوا. أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ أَكْثَرَكُمْ ذُكْرًا لِلْمَوْتِ. وَ أَكْرَمَكُمْ أَحْسَنُكُمْ اسْتِعْدَادًا لَهُ. أَلَا وَ إِنَّ مِنْ عَلَامَاتِ الْعَقْلِ، الشَّجَا فِي عَنِّ دَارِ الْغُرُورِ وَ الْإِنَابَةَ إِلَى اللَّهِ. دَارِ الْخُلُودِ وَ التَّرَوُّدَ لِسُكْنَى الْقُبُورِ وَ التَّاهِبِ لِيَوْمِ النُّشُورِ (ابن ماجہ)

ابو داؤد میں امام زہری سے مروی ہے، کہ رسول کریم علیہ السلام نے خطبے کے ابتدائی کلمات حسب ذیل ہوا کرتے :- الْحَمْدُ لِلَّهِ نَحْمَدُهُ وَ نَسْتَعِينُهُ وَ نَسْتَغْفِرُهُ وَ نَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ سُرُورِ أَنْفُسِنَا مَنْ يَهْدِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَ مَنْ يُضِلِّ فَلَا هَادِيَ لَهُ. وَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَ رَسُولُهُ. أَرْسَلَهُ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَ نَذِيرًا بَيْنَ يَدَيْ السَّاعَةِ. مَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَ رَسُولَهُ فَقَدْ رَشِدَ وَ مَنْ يَعِصْهُمَا فَقَدْ غَوَى. نَسْأَلُ اللَّهَ رَبَّنَا أَنْ يَجْعَلَنا مِمَّنْ يُطِيعُهُ وَ يُطِيعُ رَسُولَهُ وَ يَتَّبِعُ رِضْوَانَهُ وَ يَجْتَنِبُ سَخَطَهُ.

امام زہری سے یہ روایت بھی مروی ہے، کہ ایک دفعہ آپ نے مندرجہ ذیل



خطبہ دیا :- کُلُّ مَا هُوَ آتٍ قَرِيبٌ، لَا بَعْدَ لِمَا هُوَ آتٍ. يُؤَيِّدُ اللّٰهُ اَمْرًا  
وَيُؤَيِّدُ النَّاسَ اَمْرًا. مَا شَاءَ اللّٰهُ كَانَ وَلَوْ كَرِهَ النَّاسُ. وَلَا تُبْعِدُ لِمَا  
قَرِيبَ اللّٰهُ وَلَا مُقَرَّبَ لِمَا اَبْعَدَ اللّٰهُ. لَا يَكُوْنُ شَيْءٌ اِلَّا بِاِذْنِ  
اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ -

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حجے  
کے دن خطبے میں خدا کی حمد کر چکے اور انبیاء علیہم السلام پر درود بھیج چکے تو فرماتے :-  
يَا أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّ لَكُمْ مَعَالِمًا، فَأَنْتَهُوْا إِلَى مَعَالِمِكُمْ وَإِنَّ لَكُمْ  
بِنَهَايَةِ فَأَنْتَهُوْا إِلَى بِنَهَائِكُمْ. إِنَّ الْعَبْدَ الْمُؤْمِنَ بَيْنَ مَخَافَتَيْنِ:  
بَيْنَ أَجَلٍ قَدْ مَضَى، لَا يَذِرِي مَا لِلّٰهِ قَاضٍ فِيهِ، وَبَيْنَ أَجَلٍ قَدْ  
بَقِيَ، لَا يَذِرِي مَا لِلّٰهِ صَاحِعٌ فِيهِ. فَلْيَأْخُذِ الْعَبْدُ مِنْ نَفْسِهِ، لِنَفْسِهِ  
وَمِنْ دُنْيَاهُ لِأَخْوَابِهِ وَمِنَ الشَّيْئَةِ قَبْلَ الْكِبَرِ وَمِنَ الْحَيَاةِ قَبْلَ الْمَوْتِ.  
وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، مَا بَعْدَ الْمَوْتِ مِنْ مُسْتَعْتَبٍ وَمَا  
بَعْدَ الدُّنْيَا مِنْ دَارٍ إِلَّا الْجَنَّةُ أَوْ النَّارُ. أَقُولُ قَوْلِي هَذَا  
أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ بِئِنَّ وَلَكُمْ حَضْرًا كَرِيمًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كِي نَمَازِ جَمْعٍ مَعْتَدِلٍ وَرَجَعِي  
هَوْتِي مَعِي، زَلَّ بِي زَجْحُوْنِي - اسی طرح خطبہ بھی۔ (مسلم، ابوداؤد میں ہے، حضور اکرم قرآن  
کی آیات پڑھ کر لوگوں کو نصیحت فرماتے۔

حضرت عمرو بن حریث سے روایت ہے، کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ  
دیا اور سیاہ رنگ کی پتھری جس کا ایک کنارہ دونوں کندھوں کے درمیان چھوڑ رکھا  
تھا۔ بانگ ہی ہوئی مٹی۔ (مسلم، علامہ ابن قیم الحدادی میں لکھتے ہیں جب لوگ مسجد میں اکٹھے  
ہو جاتے، تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اکیلے گھر سے نکلتے، نہ کوئی چادریں آپ کے آگے  
آگے، ہٹو چھو، کی صدا لگاتا، نہ آپ نے جبہ اوڑھا ہوتا۔ اور نہ کسی اور نمود و نمائش کا

اہتمام ہوتا جب مسجد میں داخل ہوتے تو سلام کہتے جب منبر پر چڑھتے تو لوگوں کی طرف منہ کر کے پھر سلام کہتے۔ بیٹھ جاتے، تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان بکتے۔ وہ فارغ ہوتے تو آپ کھڑے ہو کر خطبہ دیتے، اور اذان اور خطبے کے درمیان کسی قسم کی گفتگو نہ فرماتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس اثنا میں ہاتھ میں تلوار وغیرہ نہ پکڑتے بلکہ منبر بننے سے پہلے آپ مکان یا لاٹھی پر سہارا لیتے تھے۔ لوگوں کو قریب بلا لیتے اور خموشی سے سننے کی تاکید فرماتے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پہلی رکعت میں سورۃ الجمعہ اور دوسری میں اذاعاءک المضافون تلاوت فرماتے۔ نعمان بن بشیر کی حدیث میں مذکور ہے، کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عیدین اور جمعے کی نماز میں سبج اشم زبک اور صل اٹاک حدیث الغاشیہ پڑھا کرتے تھے۔ بیہقی، حضرت عبداللہ بن مسعود سے راوی ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مدینے میں جمعے کی نماز پڑھائی اور غازیوں کی تعداد چالیس تھی۔

تجدید نیند سے جاگنے کے بعد کی نماز کا نام ہے، پھر دوسری نماز دربارۃ نماز تہجد :- پھر تیسری نماز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، کہ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم اتنا طویل قیام فرماتے، کہ آپ کے پاؤں میں درم آگیا تھا میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! آپ ایسا کیوں کرتے ہیں، حالانکہ خدا نے آپ کی انگلی پھیلی تعصیرات معاف فرمادی ہیں۔ جواب دیا، کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ ہوں! حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا راوی ہیں، جب آپ کا بدن بھاری ہو گیا اور گوشت زیادہ ہو گیا، تو بیٹھ کر نماز پڑھتے، جب رکوع کرنا چاہتے تو کھڑے ہو جاتے، پھر قرأت کے بعد رکوع کرتے۔ (بخاری و مسلم)

نماز تہجد کا سیاق :- حضرت شریح، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے راوی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بعد از نماز عشا جب بھی میرے ہاں تشریف لاتے تو چار یا پھر رکعتیں ادا کرتے (ابوداؤد) بخاری اور مسلم میں ہے، کہ

جب مرغنا اذان دیتا، تو آپ نماز تہجد کے لیے اٹھتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ بھی مروی ہے، کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام رات کے پہلے جسے میں سو جاتے اور آخری جسے میں اٹھ کر نماز پڑھتے اور پھر بستر پر پڑھتے۔ جب مؤذن اذان دیتا، پھر اٹھ کھڑے ہوتے، اگر ضرورت ہوتی تو نہاتے درندہ و ضو کر کے مسجد کو چلے جاتے (بخاری) نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، کہ کبھی آپ اول شب غسل فرماتے اور کبھی آخر شب اسی طرح نماز وتر کبھی اول شب اور کبھی آخر شب پڑھتے۔ کبھی قرأت اونچی آواز سے کرتے اور کبھی دھیمی آواز سے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا راوی ہیں، کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے یہاں نماز پڑھتے، پھر اتنی دیر آرام فرماتے جتنی دیر تک نماز پڑھی تھی، پھر اٹھتے اور جتنی دیر نیند کی تھی، اتنی دیر تک نماز پڑھتے، علیٰ هذا القیاس۔ صبح ہو جاتی۔ (ابوداؤد) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، جب بھی ہم نے خواہش کی، کہ ہم رسول کریم علیہ السلام کو بجاالت نماز دیکھیں، اور جب بھی چاہا، کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بجاالت خواب دیکھیں تو آپ کو بجاالت نماز پایا۔ (نسائی)

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم خواب سے بیدار ہوتے تو لایالہ الا انت  
 سُبْحَانَكَ - اَللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَسْتَغْفِرُكَ لِذَنْبِيْ وَ اَسْأَلُكَ  
 رَحْمَتَكَ - اَللّٰهُمَّ زِدْنِيْ عِلْمًا وَلَا تَنْزِعْ قَلْبِيْ بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنِيْ وَ  
 هَبْ لِيْ مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً، اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ،  
 پڑھتے (ابوداؤد)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، کہ جب رات کو ٹھنڈی ہو جاتی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام دس بار اللہ اکبر، دس بار الحمد للہ، اور دس بار سبحان اللہ و بجدہ اور پھر سبحان الملک القدوس دس بار اور استغفر اللہ دس بار اور لایالہ

إِلَّا اللَّهُ دَسْ بَارًا وَأَخْرَجَ دَسْ بَارًا اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ حَنِيْقِ  
الدُّنْيَا وَحَنِيْقِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ پڑھتے۔ اس کے بعد نماز شروع کرتے۔  
(ابوداؤد)۔

امام بخاری ابو مسلم حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے  
حضور کا قیام :- راوی ہیں، کہ میں ایک رات اپنی خالہ حضرت میمونہ کے گھر سویا،  
حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس رات ان کے پاس تھے۔ آپ تھوڑی دیر تک ان سے باتیں  
کرتے رہے، پھر سو گئے۔ رات کا تیسرا حصہ گزرا ہو گا یا آدھی رات گزر چکی ہوگی کہ آپ  
اٹھے، آسمان پر نگاہ ڈالی اور اَنِّ فِیْ خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ، آخر  
سورت تک تلاوت فرمائی۔ پھر اٹھ کر پانی کی مشک کے پاس گئے، اس کا دھاگہ کھولا  
اور ایک کھلے برتن میں پانی انڈیلا، پھر اچھی طرح وضو کیا، اعتدال کو ملحوظ رکھا اور حد سے  
تجاوز نہیں کیا، لیکن عمدہ طریقے سے وضو کیا، پھر اٹھ کر نماز پڑھی۔ میں نے بھی اٹھ کر وضو کیا  
اور آپ کے بائیں ہاتھ کھڑا ہو گیا۔ مجھے کانوں سے پکڑ کر اپنے دائیں ہاتھ کھڑا کر دیا۔ اور  
تیرہ رکعتیں پڑھ کر اپنی نماز پوری کی پھر لیٹ گئے۔ غیند آگئی، اور خراٹوں کی آواز آنے لگی  
(یہ آپ کا معمول تھا) اتنے میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے آپ کو جگایا، آپ نے بغیر  
ازتجدید وضو نماز پڑھائی۔ آپ دعائیں مندرجہ ذیل کلمات ادا فرماتے :- اللَّهُمَّ  
جَعَلْ فِي قَلْبِي نُورًا، وَفِي بَصَرِي نُورًا، وَفِي سَمْعِي  
نُورًا، وَعَنْ يَمِينِي نُورًا، وَعَنْ شِمَائِي نُورًا، وَفَوْقِي  
نُورًا، وَتَحْتِي نُورًا، وَأَمَامِي نُورًا، وَخَلْفِي نُورًا، وَ  
أَجْعَلْ لِي نُورًا۔ اور بعض روایات میں فِي بَسَائِي نُورًا۔ بھی مذکور  
ہے اور نیز غصنی، الحمی، اومی، شعری اور بشری کا ذکر بھی ہے۔ پھر آپ نے تیرہ رکعتیں  
پڑھیں جن میں صبح کی دو رکعتیں بھی شامل تھیں۔ میں نے آپ کے قیام کا اندازہ لگایا،

ہر رکعت کا قیام سورہ مزمل کے برابر تھا۔ ایک روایت میں ہے، کہ دود دکر کے آپ نے آٹھ رکعتیں ادا کیں، پھر پانچ رکعت نماز وتر پڑھی، اور درمیان میں جلسہ نہیں فرمایا۔ سعد بن ہشام سے مروی ہے کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا اور درخواست کی، کہ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے اخلاق کے بارے میں مجھے مطلع فرمائیے، کہا، کیا تم قرآن نہیں پڑھتے! میں نے کہا، پڑھتا ہوں، انہوں نے کہا: کَانَ خُلُقَهُ الْقُرْآنَ میں نے عرض کیا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وتر کے بارے میں مطلع فرمائیے، کہا ہم آپ کا مسواک اور پانی تیار کر رکھتے تھے اور آپ رات کو جب خدا کی مرنی ہوتی اٹھتے، مسواک کر کے وضو کرتے اور نو رکعتیں ادا کرتے اور صرف آٹھویں رکعت کے بعد جلسہ فرماتے، اللہ کی حمد و ثنا کرتے، دعائے مانگتے اور سلام بھیجے بغیر اٹھ کھڑے ہوتے اور نویں رکعت پڑھتے، پھر قعود فرماتے، اللہ کی حمد و ثنا کے بعد دعائے مانگ کر سلام بھیج دیتے، پھر بیٹھے بیٹھے دو رکعتیں ادا کرتے، اسے میرے بیٹے! یہ گیارہ رکعتیں ہونیں جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر زیادہ ہو گئی اور ذرا جسیم ہو گئے، تو سات رکعتیں ادا فرماتے، اور آخری دو رکعتیں حسب سابق ادا فرماتے۔ یہ نو ہو گئیں میرے بیٹے! (مسلم، نسائی میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک روایت میں مذکور ہے، آپ چھ رکعتیں ادا فرماتے اور میرے اندازے کے مطابق ان کی قرأت، رکوع اور سجد میں مساوات قائم رکھتے پھر ایک رکعت وتر ادا فرماتے، بعد ازاں بیٹھ کر دو رکعتیں پڑھتے اور لیٹ جاتے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک اور روایت میں مروی ہے جب آپ رات کو اٹھتے، تو اپنی نماز دو مختصری رکعتوں سے شروع کرتے۔ (مسلم و امام احمد)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز عشا سے فراغت کے بعد نماز صبح تک گیارہ رکعتیں ادا فرماتے، اور ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیرتے۔ پھر نماز وتر کی ایک رکعت پڑھتے اور اس نماز میں اتنی دیر تک سجدے میں

پڑے رہتے جتنی دیر میں تم پسندہ آیات تلاوت کرو۔ جب مؤذن صبح کی افان کہہ چکتا اور سپیدہ سحر نووار ہوتا، تو آپ مختصری دو رکعتیں ادا فرماتے۔ پھر آپ دائیں ہیلو پر لیٹ جاتے، تا آنکہ مؤذن آپ کو قامت کے لیے جگاتا (ابو داؤد)۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک روایت میں مذکور ہے، کہ آپ تیرہ رکعتیں پڑھتے، جن میں پانچ رکعتیں وتر کی تھیں صرف آخری رکعت میں جلسہ فرماتے (بخاری و مسلم) اور بخاری میں حضرت مسروق سے مذکور ہے میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تہجد کے بارے میں دریافت کیا۔ انہوں نے جواب دیا، سوائے دو رکعت نماز فجر کے ان کی تعداد سات، نو اور گیارہ تھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایات سے اکثر لوگ القباس میں پڑ گئے، لیکن حق یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایات کا تعلق مختلف اوقات اور ممنوع حالات سے ہے۔ (قرطبی)

زید بن خالد سے مروی ہے، حضرت مسروق نے کہا، میں آج رات تمہارے سامنے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نماز تہجد کو ذرا پھیلا کر بیان کروں گا، چنانچہ انہوں نے دو مختصر رکعتیں ادا کیں، پھر دو لمبی رکعتیں ادا کیں، پھر دو رکعتیں ادا کیں، جو پہلی دو رکعتوں سے کمتر تھیں اور اسی طرح دو دو رکعتیں ادا کر کے مع ایک رکعت وتر کے کل تیرہ رکعتیں ادا کیں (مسلم) حضرت حذیفہ سے مروی ہے، انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دوران شب میں نماز تہجد پڑھتے دیکھا۔ آپ تین بار اللہ اکبر ذوالمکوت والنجبروت والکبریاء والعظمتہ کہتے۔ پھر نماز شروع کرتے، سورہ بقرہ کی تلاوت کے بعد رکوع کرتے اور رکوع بھی ایک طرح کا قیام ہوتا۔ اور رکوع میں سبحان ربی الاعظیم پڑھتے رکوع سے سر اٹھاتے اور بعد از رکوع قیام ایک طرح کا رکوع ہوتا، پھر فرماتے بر ربی الحمد۔ پھر سجدہ کرتے اور سجدہ ایک طرح کا قیام ہوتا۔ اور آپ سجدے میں سبحان ربی الاعلیٰ پڑھتے پھر سجدے سے سر اٹھاتے اور دونوں سجدوں کے درمیان کا وقفہ سجدے جتنا ہوتا۔ اور

ذٰبِ الْغَفْرِ لَيْتَ رَبِّ الْغَفْرِ لِيْ يُّرْثَنِيْ پڑھتے حضرت مسروق نے چار رکعتوں میں سورہ بقرہ، آل عمران، المائدہ یا الانعام پڑھی۔ (ابوداؤد)

صحیح مسلم میں یہ روایت ہے کہ ایسی الفاظ مذکور ہے، ایک رات میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز تہجد پڑھی آپ نے سورہ بقرہ شروع کی، میرا اندازہ تھا، کہ سو آیتوں کے بعد سجدہ کریں گے، مگر آپ آگے بڑھ گئے، میں سمجھا، آپ اسے پہلی رکعت میں ختم کر دیں گے، مگر آپ آگے بڑھ گئے۔ میں سمجھا، اب رکوع کریں گے، مگر آپ آگے بڑھ گئے آپ نے سورہ نسا شروع کر دی اور پڑھتے چلے گئے پھر آل عمران شروع کر دی، چنانچہ آپ ترتیل سے پڑھتے گئے، جب کوئی تسبیح کی آیت پڑھتے تو خدا کی تسبیح کہتے، اور جب دعا کی آیت پڑھتے، تو دعائیں مانگتے، اور جب تعوذ کی آیت پڑھتے تو خدا سے پناہ کے طلبگار ہوتے، پھر آپ نے رکوع کیا اور سبحان ربی العظیم پڑھا، آپ کا رکوع ایک طرح کا قیام تھا پھر آپ نے سمع اللہ لمن حمدہ۔ کہا۔ (ایک روایت میں ربنا و انک الحمد کا اضافہ کیا گیا ہے۔ پھر آپ دیر تک (باندازہ رکوع) کھڑے رہے، پھر سجدہ کیا اور سبحان ربی الاعلیٰ پڑھا اور سجدہ بہ قدر قیام طویل تھا، آپ تخریفات یا تعظیم کی جس آیت کو پڑھتے، اللہ کو یاد کرتے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی تین صورتیں تھیں ۱۰۔ زیادہ تر صورت نماز :- آپ کھڑے ہو کر نماز پڑھتے تھے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا

راوی ہیں کہ میں نے رسول کریم علیہ السلام کو وفات سے صرف ایک سال پہلے فضلی نماز کی آخری رکعتوں میں بیٹھے دیکھا (اسلم وغیرہ) آپ بیٹھ کر نماز پڑھتے تھے اور اسی حالت میں رکوع کرتے (بخاری وغیرہ) تیسری صورت یہ تھی، کہ جب بیٹھے بیٹھے قرأت کر چکے، اور کھوڑا سا حصہ باقی رہ جاتا تو اٹھ کھڑے ہوتے اور رکوع کرتے (اسلم) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے الفاظ میں یہ حدیث یوں بیان ہوئی ہے کہ رسول کریم علیہ السلام بیٹھے بیٹھے قرأت کرتے، جب آپ کی قرأت سے بعد تیس یا چالیس آیات کے زہ جانا تو اٹھ کھڑے

توتے اور باقی حصہ کھڑے کھڑے پڑھتے، پھر رکوع اور سجدہ فرماتے اور دوسری رکعت میں اسی طرح عمل کرتے۔ اور وارقطنی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ آپ چار چار رکعتیں پڑھتے تھے اور روایت میں یہ بھی مذکور ہے، کہ آپ وتر کے بعد بیان جواز کے لیے دو رکعتیں بیٹھ کر پڑھتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا  
 حضور اکرم کا قیام نصف شعبان کی رات کو :- مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ

علیہ وسلم اس رات کو نماز کے لیے اٹھے اور آپ نے اتنا طویل سجدہ کیا، کہ مجھے خدشہ ہوا کہ آپ فوت نہ ہو گئے ہوں۔ یہ حالت دیکھ کر میں اٹھی اور میں نے آپ کے انگوٹھے کو ہلایا۔ آپ نے حرکت کی تو میں لوٹ آئی۔ جب آپ نے سجدے سے سر اٹھایا اور نماز سے فارغ ہوئے، تو فرمایا اسے عائشہ! کیا تم یہ سمجھیں، کہ تمہارے نبی نے تمہیں دھوکا دیا ہے، میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! میں آپ کے غیر معمولی طویل سجدے سے یہ سمجھی، کہ آپ فوت ہو گئے ہیں۔ فرمایا، جانتی ہو، یہ کون سی رات ہے، عرض کیا، خدا اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا، یہ نصف ماہ شعبان کی رات ہے، خدا اس رات کو اپنے بندوں کی حالت سے آگاہ ہوتا ہے چنانچہ استغفار کرنے والوں کو معاف کرتا ہے، اور رحم طلب کرنے والوں پر رحم کرتا ہے اور اہل کینہ کو جیسے وہ ہیں، اسی حالت میں رہنے دیتا ہے (بیہقی)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، کہ ایک رات رسول کریم علیہ السلام کو میں نے ستر سے غائب پایا۔ تلاش میں نکلے تو آپ جنت البقیع میں تھے اور سر آسمان کی طرف اٹھا رکھا تھا، فرمایا، کیا تمہیں اس بات کا خدشہ تھا کہ خدا اور اس کا رسول تم سے ناانصافی کریں گے، میں نے عرض کیا، مجھے خیال تھا، کہ آپ کسی دوسری بیوی کے پاس تشریف لے گئے ہیں، فرمایا آج نصف شعبان کی رات ہے، جب اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر اتر آتا ہے، اور اتنے لوگوں کو معاف کرتا ہے، جن کی تعداد بنو کلب کی بکریوں



کے بالوں سے زیادہ ہوتی ہے۔

یہ نفل نماز تراویح کہلاتی ہے۔ حضرت عائشہ  
 ماہ رمضان میں حضور اکرم کا قیام :- رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، جب رمضان کا  
 آخری عشرہ آتا، تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رات کو جاگتے، گھر والوں کو جگائے رکھتے اور  
 مباشرت سے پرہیز رکھتے (بخاری و مسلم) مسلم میں یہ بھی مذکور ہے، کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام  
 ماہ رمضان میں جتنی محنت (عبادت) کرتے اور کسی پہینے میں اتنی محنت نہیں کرتے تھے  
 اور اسی طرح جتنی محنت آپ آخری عشرہ رمضان میں کرتے، اتنی باقی دنوں میں نہیں  
 کرتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد  
 میں نماز پڑھی، تو لوگوں نے آپ کے قیام میں نماز پڑھی، اگلی رات کو آپ نے پھر نماز  
 پڑھی اور لوگ کافی تعداد میں وہاں جمع ہو گئے۔ تیسری رات کو لوگ جمع ہو گئے مگر آپ  
 باہر تشریف نہ لائے جب صبح ہوئی، فرمایا میں نے تمہاری کارگزاری دیکھی تھی، مگر میں  
 اس لیے باہر نہ نکلا، مبادا یہ نماز رمضان میں تم پر فرض ہو جائے۔ (بخاری، مسلم وغیرہ)  
 حضرت نعمان بن بشیر راوی ہیں کہ ہم رمضان کی تیس تاریخ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے  
 ساتھ ثلاث شب تک نماز پڑھتے رہے۔ پچیس تاریخ کو یہ سلسلہ نصف شب تک جاری رہا۔  
 ستائیس تاریخ کو ہم یوں مصروف عبادت رہے، اور اندیشہ تھا، کہ شاید ہم صبح تک زندہ  
 نہ رہ سکیں۔ (نسائی)

ابو سلمہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا، کہ ماہ رمضان کے دوران  
 حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح نماز پڑھتے تھے۔ کہا، رمضان اور غیر رمضان میں آپ  
 کی نماز گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں ہوتی تھی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اول چار رکعت پڑھتے  
 ان کی خوبی اور طوالت کے بارے میں کیا پوچھتے ہو۔ اس کے بعد پھر چار رکعتیں ادا فرماتے

اور طوالت اور خوبی کا اتنا ہی خیال رکھتے، پھر تین رکعت پڑھتے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا، یا رسول اللہ آپ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں، فرمایا میری آنکھیں سوتی ہیں لیکن میرا دل جاگتا ہے (بخاری و مسلم)۔

رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم رمضان کی راتوں میں بمقابلہ اور دنوں کے طویل قرأت فرمایا کرتے چنانچہ رمضان کی ایک رات کو حضرت حدیث نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ نماز پڑھی، آپ نے اولاً سورۃ بقرہ پھر نسا، پھر آل عمران پڑھی، جب بھی کوئی ایسی آیت پڑھتے، جس میں اللہ کے عذاب سے ڈرایا جائے، تو آپ ٹھہرتے اور دعا مانگتے۔ آپ نے ہر مشکل دو رکعتیں پڑھی ہوں گی، کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ آگے اور آپ کو نماز صبح کے بارے میں بتایا (احمد و نسائی) نسائی میں یہ روایت بھی مذکور ہے، کہ آپ نے ہر مشکل چار رکعتیں پڑھی ہوں گی، کہ حضرت بلال نماز صبح کی دعوت دینے آگے۔

حدیث صبح میں آیا ہے، کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پانچ رکعت نماز وتر نماز وتر :- ادا فرماتے اور صرف آخری رکعت میں بیٹھتے تھے۔ حاکم نے حضرت عائشہ سے روایت کی ہے، کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی تین رکعتیں ادا فرماتے اور صرف آخری رکعت میں جلسہ کرتے۔ امام طحاوی سالم بن عبد اللہ بن عمر سے راوی ہیں، انہوں نے اپنے والد سے روایت کی، کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جنت اور طاق (وتر) کو بذریعہ سلام علیہ کر دیتے تھے اور حسب اطلاع آپ ایسا ہی کیا کرتے تھے۔ مسلم وغیرہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، کہ آپ کسی رات کو بوجہ تکلیف سو جاتے اور رات کو نہ اٹھ سکتے تو دن کے وقت بارہ رکعتیں پڑھتے۔ اور وتر کو قضا نہ کرتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا راوی ہیں، کہ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نماز وتر رات بھر یعنی بعد از عشا ابتدائے شب، نصف شب اور آخر شب میں ادا فرماتے رہتے اور وتر کا وقت طلوع سحر سے پہلے ختم ہوتا ہے بخاری و مسلم)۔

احتمال ہے، کہ نماز وتر کے وقت کا یہ اختلاف بوجہ اختلاف احوال ہو، زیادہ تر آپ اس نماز

کو آخر شب میں پابندی سے ادا کرتے تھے، امام احمد نے حضرت معاویہ سے ایک روایت بیان کی ہے، آپؓ فرمایا، خدا نے مجھے ایک زائد نماز ادا کرنے کی ہدایت فرمائی ہے جس کا وقت عشاء سے طلوع صبح تک ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے، کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز وتر کی تین رکعتیں ادا فرماتے تھے جن میں نو مفصل سویتیں تلاوت فرماتے تھے۔ ہر رکعت میں تین سویتیں پڑھتے، جن میں آخری سورت قل هو اللہ ہوتی تھی۔ (ترمذی) حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ پہلی رکعت میں آپؐ سبح اسم ربک الاعلیٰ، دوسری میں قل یا ایہا الکافرون اور تیسری میں قل هو اللہ احد اور معوذتین پڑھتے (ترمذی و ابو داؤد) جب سلام پھیرتے تو بسم اللہ القدوس پڑھتے۔ نسائی میں ہے کہ تین دفعہ یہ الفاظ دہراتے اور آخری دفعہ زور سے پڑھتے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم وتر کے آخر میں مندرجہ ذیل کلمات دہراتے :- **اللَّهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِرِضَاکَ مِنْ سَخَطِکَ وَ بِمُعَافَاتِکَ مِنْ عِقُوْبَتِکَ وَ اَعُوْذُ بِکَ مِنْکَ لِاِحْصَیْ شَاءَ عَلَیْکَ کَمَا اَنْتَ عَلَیْ نَفْسِکَ۔** (ابو داؤد)۔  
حضور صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی سنتوں اور نماز وتر میں **قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ** اور **قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْکٰفِرُوْنَ** پڑھتے تھے۔

عبد اللہ بن اوفی سے مروی ہے، کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز اشراق :- اشراق کی دو رکعتیں ادا کیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے کہ آپؐ چار رکعتیں پڑھتے اور جتنا چاہتے اضافہ کر دیتے۔ حضرت جابر اور مطہر بن عدی سے روایت ہے، کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چھ رکعتیں ادا کیں۔ حضرت ام لثانی اور حضرت انس کی روایت میں ہے، کہ آپؐ نے آٹھ رکعتیں پڑھیں۔ حضرت ام سلمہ کی روایت میں ہے کہ آپؐ بارہ رکعتیں ادا فرماتے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ حضور اکرم صلی اللہ  
 نماز نوافل :- علیہ وسلم ظہر سے پہلے دو رکعتیں اور اس کے بعد دو رکعتیں پڑھتے  
 تھے اور بعد از مغرب گھر میں دو رکعت نماز ادا کرتے۔ اسی طرح بعد از نماز عشا بھی ۔

نماز جمعہ کے بعد کچھ نہ پڑھتے، مگر گھر آکر دو رکعت نماز ادا کرتے۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا  
 سے مروی ہے۔ جب مؤذن صبح کی اذان سے فارغ ہوتا اور سپیدہ سحر نمودار ہوتا تو حضور  
 نماز سے پہلے دو مختصر سی رکعتیں پڑھتے (بخاری) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے  
 کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز ظہر سے پہلے گھر میں چار رکعتیں پڑھتے، پھر لوگوں کو جا کر نماز  
 پڑھاتے، پھر واپس آکر دو رکعتیں ادا کرتے۔ لوگوں کو مغرب کی نماز پڑھاتے، پھر واپس آکر  
 دو رکعت ادا فرماتے۔ پھر لوگوں کو نماز عشا پڑھاتے اور گھر واپس آکر دو رکعت نماز پڑھتے  
 اور حدیث کے آخر میں مذکور ہے، جب صبح طلوع ہوتی تو دو رکعتیں ادا فرماتے (مسلم)۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز نوافل  
 میں سے کسی عبادت کا اتنا اہتمام نہ فرماتے تھے، جتنا کہ صبح کی دو رکعتوں کا (بخاری، مسلم وغیرہ)  
 مسلم میں ان دو رکعتوں کے بارے میں مذکور ہے، کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ مجھے  
 تمام دنیا سے یہ دو رکعتیں عزیز تر ہیں۔ جب مؤذن اذان کہہ چکا، اور سپیدہ سحر نمودار ہوتا،  
 تو آپ یہ دو رکعتیں مختصر انداز میں پڑھتے۔ (بخاری، مسلم و نسائی) آپ بالعموم ان دو رکعتوں  
 کی پہلی رکعت میں قُولُوا آمَنَّا بِاللّٰهِ وَهَآءِ اَنْزَلْنَا اِلَيْنَا الْخُبْرَ اور دوسری میں قُلْ  
 تَعَالَوْا اِلَى الْكَلِمَةِ سَوَاءٌ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ تَلَاوت فرماتے (مسلم) حضرت  
 ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم صبح کی دو رکعتوں میں  
 قل یا ایہا الکافرون اور قل هو اللہ احد پڑھتے تھے (مسلم) ابن ماجہ میں حضرت عائشہ  
 سے مروی ہے کہ آپ صبح کی دو رکعتوں میں مذکورہ دو سورتیں پڑھتے تھے۔ اور جب یہ نماز  
 پڑھ چکے تو دائیں کروٹ لیٹ جاتے۔ (مسلم و بخاری)

ظہر کی سنت موکدہ :- حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ہے، کہ میں نے آپ کے ساتھ دو رکعتیں ظہر سے پہلے اور دو بعد میں پڑھیں بخاری حضرت عائشہ سے مروی ہے، کہ حضور اکرم چار رکعت نماز ظہر سے پہلے اور دو رکعت نماز فجر سے پہلے ضرور ادا فرماتے تھے۔ ابو جعفر طبری کہتے ہیں، کہ اکثر حالات میں حضور اکرم چار رکعتیں اور کبھی کبھی دو رکعتیں ادا فرماتے تھے۔ بزاز حضرت ثوبان سے راوی ہیں، کہ حضور بعد از زوال ادائے ظہر کو اچھا سمجھتے تھے حضرت عائشہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ میں دیکھتی ہوں، کہ آپ اس وقت ادائے نماز کو بہتر خیال فرماتے ہیں۔ فرمایا، اس وقت آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور خدا اپنی مخلوق کو رحمت کی نظر سے دیکھتا ہے، اور یہی وہ نماز ہے، جس پر آدم سے عیسیٰ تک تمام انبیاء نے مواظبت کی حضرت عبداللہ بن سائب سے مروی ہے، کہ زوال آفتاب کے بعد قبل از ظہر آپ چار رکعتیں ادا فرماتے تھے۔ نیز فرماتے، کہ یہ وہ وقت ہے جب آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور میری خواہش ہوتی ہے، کہ میرا نیک عمل بھی آسمان میں داخل ہو۔

حضرت علی سے مروی ہے، کہ آپ قبل از عصر دو رکعتیں ادا نماز عصر کی سنتیں :- فرماتے تھے (ابوداؤد) نیز مروی ہے، کہ آپ قبل العصر چار رکعتیں ادا فرماتے اور بلا تکہ مقرر ہیں اور اپنے پیروکار مسلمانوں اور مومنوں پر سلام بھیج کر ان میں فاصلہ ڈال دیتے تھے (ترمذی) نیز روایت ہے، حضور نے فرمایا، اللہ اس شخص پر رحم کرے، جو قبل از عصر چار رکعتیں ادا کرتا ہے۔ اور ابوداؤد میں حضرت عائشہ سے مروی ہے

کہ حضور بعد از عصر دو رکعتیں ادا فرماتے، لیکن لوگوں کو منع فرما دیا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے میں شمار نہیں  
مغرب کی موکدہ سنتیں :- کہ سکتا کہ آپ نے نماز مغرب کے بعد اور نماز صبح سے  
پہلے کی دو رکعتوں میں کتنی بار قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ اور قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ پڑھا  
(ترمذی) حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے، کہ حضور مغرب کی نماز کے بعد کی  
دو رکعتوں میں قرأت کو اتنا لمبا کرتے کہ اہل مسجد ایک ایک کر کے اٹھ جاتے (ابوداؤد)  
آپ نے قبل از مغرب دو رکعتیں نہیں پڑھیں، ہاں آپ کے صحابہ نے پڑھیں، اور آپ  
نے انہیں اس پر جسے رہنے کو کہا (ابوداؤد)

حضرت عائشہ سے مروی ہے، کہ حضور اکرم جب بھی  
نماز عشا کی موکدہ سنتیں :- بعد از اولے نماز عشا میرے پاس تشریف لاتے، تو  
چار یا چھ رکعتیں ادا فرماتے (ابوداؤد) اور مسلم میں حضرت عائشہ سے مروی ہے، کہ عشا کی  
نماز پڑھانے کے بعد میرے گھر تشریف لاتے اور دو رکعت ادا کرتے۔

حضرت عبداللہ بن عمر قبل از جمعہ نماز کو لمبا کرتے اور  
نماز جمعہ کی موکدہ سنتیں :- دو رکعتیں اپنے گھر میں پڑھتے اور کہا کرتے، کہ حضور  
اکرم ایسا ہی کیا کرتے تھے (ابوداؤد) اور حضرت سلیم النخعی نے جمعہ حضور کی خدمت  
میں اس وقت حاضر ہوئے، کہ آپ خطبہ دے رہے تھے دریاقت فرمایا تم نے نماز  
پڑھی ہے، عرض کیا نہیں، فرمایا، دو رکعتیں ادا کرو (بخاری و مسلم)۔

حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ حضور  
دو بارہ رکعات نماز عید :- اکرم نماز عید کے لئے نکلے اور آپ نے دو رکعتیں  
ادا کیں، جو اس سے پہلے کبھی پڑھی تھیں اور نہ اس کے بعد پھر حضرت بلال کے ساتھ  
عورتوں کے مجمعے میں گئے، اور انہیں صدقے کے لئے کہا پانچ عورتوں نے انگشتریاں

اور ہر صدقے میں دیتے۔

حضرت عائشہ سے مروی ہے، کہ حضور اکرم عید الفطر اور  
دیبا رہ تکبیرات عید :- عید الاضحیٰ کی پہلی رکعت میں تکبیر تحریر اور رکوع کے علاوہ  
سات زائد تکبیریں اور دوسری میں پانچ تکبیریں کہتے تھے (ابوداؤد)

حضرت ابوسعید خدری سے مروی ہے، کہ حضور اکرم صلی اللہ  
وقت و مکان :- علیہ وسلم عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے موقع پر، عید گاہ کو تشریف  
لے جاتے اور اول از ہم نماز ادا فرماتے (بخاری و مسلم)

حضرت جابر بن سمرہ سے روایت ہے، کہ میں نے رسول اکرم  
اذان و اقامت :- کے ساتھ عید میں سوائے ایک دفعہ کے ہمیشہ بغیر اذان  
واقامت نماز ادا کی (مسلم)

حضرت ابو واقد اللیثی سے مروی ہے کہ رسول کریم عیدین کے موقع پر  
قرأت :- رکعت اول میں ق، فالقُرآنُ الْمَجِید اور دوسری میں اِقْتَرَبَ  
السَّاعَةُ وَالنَّشَقُ الْقُمْرُ تلاوت فرماتے (مسلم وغیرہ) نعمان بن بشیر سے روایت  
ہے، کہ حضور عیدین اور جمعہ کی نمازوں میں سَبِّحْ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى اَوْ هَلْ  
أَتَاكَ حَدِيثُ الْغَاشِيَةِ پڑھتے۔

حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ہے، کہ رسول اکرم اور حضرت  
دربارہ خطبہ :- ابو بکر اور عمر نماز عید قبل از خطبہ ادا فرماتے (بخاری و مسلم وغیرہ) حضرت  
جابر سے مروی ہے۔ میں ایک عید کے موقع پر حضور اکرم کے ساتھ تھا، آپ نے بغیر  
اذان و اقامت نماز پڑھائی، پھر حضرت بلال پر سہارا لے کر اٹھے، لوگوں کو اللہ  
سے ڈرنے اور اس کی عبادت پر اکسایا، نیز لوگوں کو وعظ و نصیحت فرمائی پھر عورتوں  
کے مجمعے میں تشریف لا کر انہیں وعظ و نصیحت کی۔ فرمایا تم صدقہ کیا کرو، کہ تم سے اکثر جہنم

کا ایندھن میں ہی پران کے درمیان سے ایک سیاہ دانوں والی عورت اٹھی اور وجہ دریافت کی فرمایا اس لئے کہ تم اکثر شاکی رہتی ہو اور خاوندوں کی نافرمانی کرتی ہو، اس پر عورتوں نے اپنے زیور انگشتریاں اور کانوں کے کانٹے حضرت بلال کے کپڑے میں ڈالے۔ بخاری و مسلم، ابن خزیمہ سے مروی ہے، کہ حضور اکرم عید کا خطبہ دیتے وقت اپنے پاؤں پر کھڑے تھے، یعنی ابھی تک عید گاہ میں منبر نہیں لایا گیا تھا۔

حضرت انس سے مروی ہے، کہ حضور اکرم عید عید فطر کی نماز سے بیشتر کھانا نا۔ فطر کے دن بغیر خچہ کھجوریں کھانے کے گھرتے نہیں نکلتے تھے بخاری، نیز مروی ہے کہ کھجوروں کی تعداد بھاری ہوتی رہا حکم حضرت بریدہ سے مروی ہے، کہ عید فطر کے موقع پر حضور اکرم بغیر کھانے گھر سے نہیں نکلتے تھے اور عید الاضحیٰ کے موقع پر نماز سے پہلے نہیں کھاتے تھے (ترمذی) امام شافعی نے الامم میں امام زہری سے ذکر کیا ہے کہ حضور اکرم عیدین اور جنازے کے لئے سوار ہو کر نہیں جاتے تھے۔ ترمذی میں حضرت علی سے مروی ہے، کہ عیدین کے لئے چل کر جانا سنت ہے۔ حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے، کہ عید کے دن حضور اکرم جس راستے سے جاتے، واپسی پر وہی راستہ اختیار کرتے (ترمذی) حضور اکرم عیدین کے موقع پر چھوٹا عصا لے کر نکلتے اور اسی پر سہا لے کر خطبہ دیتے (نسائی) حضور اکرم نے ایک عید کے موقع پر دو سفید بنگ کے سینگوں والے مینڈھوں کی قربانی دی اپنے ہاتھ سے ذبح کیا اور تکبیر کہی۔ اور بخاری میں حضرت انس سے مروی ہے، کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے جبرے پر پاؤں رکھتے دیکھا اور بسم اللہ اکبر کہتے سنا حضرت عائشہ سے مروی ہے، کہ حضور اکرم نے ایک مینڈھ کے جس کی ٹانگیں سیاہ تھیں خریدنے کا حکم دیا۔ چنانچہ قربانی کے لئے ایک مینڈھ لایا گیا فرمایا، عائشہ مجھے چھری لاکر دو۔ پھر فرمایا، اسے پتھر پر گرڈو میں نے تعمیل کی پھر مجھ سے لے کر مینڈھ کو زمین پر لٹایا اور ذبح کر دیا اور یہ کلمات کہے: اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ



مِنْ مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَمِنْ أُمَّةٍ مُحَمَّدٍ (مسلم)

حضرت جابر سے مروی ہے کہ رسول اکرم نے قربانی کے دن دو مینڈھے سیخوں والے سیاہ اور سفید رنگ کے جو خسی تھے، ذبح کئے، جب انہیں قبلہ رخ لٹایا، تو مندرجہ ذیل کلمات ادا فرمائے۔ اِنِّیْ وَجْهْتُ وَجْهَیْ لِلذِّیْ قَطَرَ السَّمَوَاتِ وَالْاَرْضِ عَلٰی مِلَّتِ اِبْرٰهٖمَ حَنِیْفًا وَّمَا اِنَّمَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ۔ اِنِّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، لَا شَرِکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ اُمِّرْتُ وَاَنَا اَقَلُّ الْمُسْلِمِیْنَ۔ اَللّٰهُمَّ مِنْکَ وَرَکَّ مِنْ مُحَمَّدٍ وَاُمَّتِہٖ بِسْمِ اللّٰہِ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ۔ ان کلمات کے بعد ذبح فرمایا اور اوڈو وغیرہ اور امام احمد اور ترمذی کی روایت میں ہے، کہ آپ نے اپنے ہاتھ سے ذبح کیا اور فرمایا بِسْمِ اللّٰہِ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰهُمَّ هٰذَا عَنِّیْ وَعَمَّنْ لَّو یُفِیْعُ مِنْ اُمَّتِیْ۔

حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے

وَرَبَارَہٗ نَوَافِلُ بَابِتِ نَمَازِ غُضُوْفٍ ہر کہ ایک دفعہ آپ کے زمانے میں سورج کو گہن لگا آپ نے نماز نفل میں اتنا لمبا قیام فرمایا، کہ جتنی دیر میں سورہ بقرہ پڑھی جائے پھر آپ نے طویل رکوع کیا، پھر سر اٹھایا اور اول الذکر قیام سے کمتر قیام فرمایا، پھر پہلے رکوع سے کمتر رکوع کیا، پھر اٹھے سجدہ کیا، اور پھر قیام اول سے کمتر قیام کیا، پھر طویل رکوع کیا، لیکن رکوع اول سے کمتر، پھر سر اٹھایا، پھر سجدہ کیا اور نماز سے فارغ ہوئے تو سورج روشن ہو چکا تھا فرمایا، سورج اور چاند اللہ کی نشانیاں ہیں۔ جو نہ تو کسی کی موت سے متاثر ہوتے ہیں اور نہ حیات سے جب ایسی صورت پیش آجائے تو اللہ کو یاد کرو (بخاری)

حضرت اسماء بنت ابوبکر کی حدیث میں ہے جسے بخاری، مسلم، امام مالک اور نسائی نے ذکر کیا ہے، حضور نے فرمایا، بہت سی ایسی چیزیں جو میں نے نہیں دیکھی تھیں، میں اس

مقام پر اس کا مشاہدہ کر رہا ہوں، یہاں تک کہ جنت اور جہنم کا بھی۔ مجھے وحی کی گئی ہے، کہ تم اپنی قبروں میں نقتنہ و جال کی طرح فتنے میں ڈالے جاؤ گے۔ چنانچہ کہا جائے گا کہ تم اس آدمی کے بارے میں کیا جانتے ہو۔ مومن اور صاحب یقین آدمی کہے گا، کہ وہ محمد رسول اللہ ہیں۔ ہمارے پاس دلائل اور ہدایت لے کر آئے، ہم نے آپ کی بات مانی اور پیروی کی پھر وہ شخص تین دفعہ کہے گا، کہ آپ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اسے کہا جائے گا۔ آرام سے سوئے رہو ہمیں معلوم تھا کہ تم صاحب یقین آدمی ہو۔ لیکن منافق اور شکی مزاج والا کہے گا، میں آپ کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔ لیکن لوگوں کو جو کچھ کہتے سنا وہی کہہ دیا۔ امام احمد سے مروی ہے، کہ جب حضور اکرم نماز کسوف سے فارغ ہوئے، تو آپ نے خدا کی تعریف و ثنا کہی، پھر خدا کی وحدانیت اور اپنی عبودیت اور رسالت کی شہادت دی اور فرمایا: اے لوگو! میں تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں، اگر تمہیں معلوم ہو، کہ میں نے خدائی پیغامات کو تم تک پہنچانے میں کوئی کمی کی ہے، تو مجھے ضرور بتاؤ۔ اس پر ایک آدمی نے اٹھ کر کہا۔ ہم شہادت دیتے ہیں کہ آپ نے اللہ کے احکام ہم تک پہنچائے، اپنی امت کو نصیحت فرمائی اور جو بات آپ پر فرض تھی، وہ آپ نے پوری کر دی۔ فرمایا: بخدا جب سے میں نماز کے لئے کھڑا ہوا ہوں، جو کچھ تمہیں دنیا اور آخرت میں پیش آئے والا ہے، اس کا مشاہدہ کرتا رہا ہوں۔ واللہ قیامت اس تک نہیں آئیگی، جب تک کہ میں جھوٹے نبی آنے چکیں جن میں سے آخری جھوٹا نبی کا نادر جال ہوگا۔ جو شخص اس کی پیروی کریگا، اس کے اعمال صالحہ سے کوئی فائدہ نہ دیں گے۔ حضرت عائشہ سے مروی ہے، کہ جب حضور اکرم کے زمانے میں سورج کو گہن لگا، تو آپ نے الصَّلَاةُ جَامِعَةً کی منادی کرائی اور ابن جبان سے روایت ہے کہ حضور اکرم نے کسوف اور خوف کے موقع پر حسب معمول دو رکعت نماز ادا کی۔

نماز بارش کے لئے: نماز ہتھاکئی طرح کی ہوتی تھی کبھی آپ دو رکعت نماز ادا

فرماتے اور دو خطبے دیتے، مگر اس سے پہلے صدقہ دیتے، روزہ رکھتے، توبہ کرتے، پانچ کاموں کی ترغیب دیتے اور بڑے کاموں سے روکتے وغیرہ وغیرہ۔ ابو داؤد اور ابن حبان نے حضرت عائشہ سے روایت کی ہے، کہ لوگوں نے حضور اکرم سے بارش کے قحط کی شکایت کی، حکم دیا کہ عید گاہ میں منبر رکھا جائے، اور لوگوں کو بتا دیا، فلاں دن وہاں جمع ہو جائیں جب سورج کی روشنی پھیل گئی، تو آپ عید گاہ کو چلے، منبر پر بیٹھ کر خدا کی حمد ثنا بیان فرمائی، اے لوگو تم نے قحط سالی اور شروع سے بارش کی کمی کی شکایت کی ہے۔ خدا نے تمہیں حکم دیا ہے کہ تم اس سے دعا مانگو اور اس نے تم سے قبولیت کا وعدہ کیا ہے پھر فرمایا: الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، مَا لَيْكَ يَوْمَ السَّيِّئِ، اَلَّذِي لَا اِلَهَ اِلَّا هُوَ، يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ۔ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ اللّٰهُ لَا اِلَهَ اِلَّا اَنْتَ۔ اَنْتَ الْغَنِيُّ وَنَحْنُ الْفُقَرَاءُ اِيْكَ۔ اَللّٰهُمَّ اَنْزِلْ عَلَيْنَا الْغَيْثَ وَاجْعَلْ مَا اَنْزَلْتَ قُوَّةً وَبَلَاءً عَلٰى حَيِّينَ۔ پھر آپ نے ہاتھ اٹھائے تا آنکہ آپ کی نعلوں کی سفیدی نظر آنے لگی۔ پھر لوگوں کی طرف پیٹھ کر کے رخ قبلے کی طرف پھیرا۔ پھر آپ نے اپنی چادر کو اٹھا اور ابھی تک ہاتھ اٹھاتے ہوئے تھے پھر لوگوں کی طرف منہ کر کے نیچے اترے اور دو رکعت نماز ادا کی۔ اتنے میں خدا نے بادل اٹھاتے جو گر بے اور چمکے۔ پھر بارش شروع ہو گئی اور آپ ابھی واپس مسجد تک نہیں پہنچے تھے، کہ جل تھل کا عالم ہو گیا۔ جب حضور اکرم نے ان کی تیزی تندی اور گھروں کو بھاگتا دیکھا، تو آپ اتنا ہنسے، کہ آپ کی ڈاڑھیں دکھائی دینے لگیں۔ فرمایا: میں اس بات کا شاہد ہوں کہ خدا ہر چیز پر قادر ہے، اور میں اس کا بندہ اور رسول ہوں۔ بخاری میں حضرت عبد اللہ بن زید سے روایت ہے، کہ آپ نے دو رکعت نماز پڑھائی اور قرأت بلند آواز سے کی حضرت ابن حبان نے اس پر یہ اضافہ کیا ہے۔ کہ یہ نماز استسقا حضور نے ہجرت کے پھٹے برس رمضان کے مہینے میں ادا کی تھی۔ ابو داؤد میں عباد سے روایت ہے، کہ حضور نے نماز

استحقاقِ حانی اور آپ نے گرم چادر اوڑھ رکھی تھی۔ آپ نے چاہا کہ چادر کا دامن بکڑ کر اسے اوپر لے جا کر الٹ دیں چونکہ چادر بھاری تھی۔ اس لئے آپ نے اس کا دامن کندھے پر رکھ لیا۔

استحقاقِ دوسری صورت یہ ہے کہ آپ نے نماز جمعہ کے خطبے میں بارش کے لئے دعا فرمائی جیسا کہ ہم پیشتر ازیں آپ کے معجزات کے سلسلے میں بیان کر چکے ہیں۔

امام بیہقی نے الدلائل میں استحقاقِ ایک تیسری قسم بیان کی ہے کہ حضور اکرم نے منبر پر بیٹھ کر بارش کے لئے دعا کی۔ زید بن عبید اللہ سلمی سے مروی ہے کہ جب رسول اکرم غزوة تبوک سے واپس تشریف لائے۔ تو بنو فزارہ کا ایک وفد جس میں دس بارہ آدمی تھے۔ حاضر خدمت ہوئے۔ ان میں خارجہ بن حصن اور عرب بن قیس، جو سب سے چھوٹا تھا، بھی شامل تھے۔ رطب بنت حارث انصاری کے مکان میں اترے۔ یہ لوگ دبے اونٹوں پر سوار ہو کر آئے تھے اور قحط زدہ تھے۔ وہ آئے، تو اسلام کے اقراری تھے۔ رسول اکرم نے ان سے ان کی بستیوں کی حالت دریافت کی۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! ہمارے علاقے اور بستیاں خشک سالی کی زد میں ہیں۔ ہمارے بال بچے بھوکے ہیں اور ہمارے مویشی ہلک ہو گئے ہیں۔ اپنے رب کو بلانے کہ وہ ہماری امداد کرے۔ اور اپنے خدا سے ہماری شفاعت کیجئے۔ اور نیز اپنے رب سے کہئے کہ آپ سے ہماری سفارش کرے۔ حضور نے فرمایا: سبحان اللہ! تیرا بھلا نہ ہو۔ میں تو اپنے رب کے پاس سفارش کروں گا۔ لیکن وہ کون ہے جس کے پاس ہمارا رب سفارش کرے۔ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ وَبِشَيْءِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ يَنْظُرُ مِنْ عَظَمَتِهِ وَجَلَالِهِ كَمَا يَنْظُرُ الرَّحُلُ الْجَدِيدُ. حضور اکرم نے فرمایا خدا تمہاری اس شفقت اور نوری بارش پر ہنستا ہے۔ بدو نے کہا، یا رسول اللہ! کیا ہمارا خدا ہنستا ہے فرمایا: ہاں۔ بدو کہنے لگا۔ یا رسول اللہ! اس خدا کو جو یوں ازراہ لطف و کرم ہنستا ہے، ہاتھ سے نہیں جانے دینا چاہیے۔ حضور اکرم اس کی بات سن کر ہنس پڑے۔ اس

کے بعد منبر پر چڑھے چند کلمات ارشاد فرمائے اور دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور رسول اکرم  
سوائے بارش کے اور کسی مقصد کے لئے ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے۔ پھر حضور نے ہاتھ اٹھائے  
تا آنکہ آپ کی بغلوں کی سفیدی دیکھی گئی۔ آپ کی دعا کے جو الفاظ مجھے یاد ہیں وہ یہ تھے  
اللَّهُمَّ اسْقِ بَلَدَكَ وَبَهَيْمَتَكَ وَانْشُرْ رَحْمَتَكَ وَأُخِي بَلَدَكَ الْيَمِينِ.  
اللَّهُمَّ اسْقِنَا غَيْثًا مَغِيثًا مَسْرِيًّا مَرِيئًا طَبَقًا وَسَيْعًا عَاجِلًا غَيْرَ آجِلٍ  
نَافِعًا غَيْرَ ضَارٍ۔ اللَّهُمَّ سُقِيَا رَحْمَتَهُ لَا سُقِيَا عَذَابٍ وَلَا هَدَمٍ  
وَلَا غَرَقٍ وَلَا مَحَقٍ۔ اللَّهُمَّ اسْقِنَا الْغَيْثَ وَانصُرْنَا عَلَى الْأَعْدَاءِ۔

اس پر ابوبابہ بن منذر اٹھے اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ کھجوریں خشک کرنے کے  
لئے ذخیرہ گاہوں میں پڑی ہیں حضور نے کہا۔ اسے خدا بارانِ رحمت سے نوازے۔ ابوبابہ  
نے پھر کہا، یا رسول اللہ کھجوریں ذخیرہ گاہوں میں خشک کی جا رہی ہیں۔ ابوبابہ نے  
تین باریہ بات دہرائی اس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے اللہ تو ہمیں  
بارانِ رحمت سے نواز یہاں تک کہ ابوبابہ کو اپنے ذخیرے کے سوراخ کو اپنے ازار سے  
بند کرنے کے لئے ننگا ہونا پڑے۔ راوی کہتا ہے کہ نجد آسمان پر بادل تھا نہ بادل کا ٹکڑا اور  
مسجد اور پہاڑی کے درمیان نہ کوئی مکان تھا اور نہ کوئی عمارت تھی۔ اتنے میں پہاڑی کے  
پچھے سے ایک بادل جس کی شکل ڈھال کی سی تھی، اٹھا جب آسمان کے درمیان میں آیا،  
تو پھیل گیا۔ اور وہ دیکھ رہے تھے۔ پھر بارش شروع ہو گئی اور ہفتوں تک کسی نے سوج  
نہ دیکھا۔ اور ابوبابہ کو اپنی ازار ذخیرہ گاہ کا سوراخ بند کرنے کے لئے تاکہ کھجوریں بہ نہ  
جائیں ننگا ہونا پڑا۔ پھر اسی شخص نے جس نے حضور اکرم سے بارش کی درخواست کی تھی۔  
اتناس کی۔ یا رسول اللہ، مویشی ہلاک ہو گئے ہیں اور راستے کٹ گئے ہیں۔ حضور اکرم پھر  
منبر پر چڑھے اور دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے، تا آنکہ آپ کی بغلوں کی سفیدی نظر آنے لگی  
آپ نے دعا کی، اللَّهُمَّ حَوِّالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا۔ اللَّهُمَّ عَلَى الْإِكَامِ وَالنِّظْرَةِ حَبِ

وَبُطْنُونِ الْأُودِيَّةِ، وَفَنَابِتِ الشَّجَرِ۔ اس کے بعد بادل مدینے کی فضا سے اس طرح اتار لئے گئے جس طرح کپڑا اتار لیا جاتا ہے۔

حضرت انس بن مالک سے روایت ہے، کہ ایک بار حضور اکرم کی خدمت میں آیا کہنے لگا، یا رسول اللہ! نہ ہمارا کوئی بچہ سلامت ہے، جو بولے اور نہ کوئی اونٹ ہے، جو آواز نکالے پھر ایک شعر پڑھا جس میں خشک سالی کی وجہ سے اپنی بد حالی کا ذکر کیا۔ حضور اکرم اٹھے اور چادر گھیسٹے منبر پر چڑھے پھر آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی:

اللَّهُمَّ اسْقِنَا غَيْثًا مَغِيثًا مُرْتِعًا عِنْدَ قَاطِبِقَانَا فِعَاءً عَيْرَضًا  
عَاجِلًا عَيْرَ رَآئِثٍ تَمَلُّا الْفُرُوعَ وَتُنْبِتُ بِهَا السَّوْرَةَ وَتَحْيِي

بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا رَاوِي كِتَابِهِ كَهَذَا أَيْ حَضْرَةَ أَيْ فِي مَوْتِهَا رَاوِي كِتَابِهِ كَهَذَا أَيْ فِي مَوْتِهَا رَاوِي كِتَابِهِ كَهَذَا  
یعنی پر رکھے ہوں گے کہ آسمان پر بجلی چمکنے لگ گئی۔ اور وادیوں میں رہنے والے لوگ عرق عرق کہتے بھاگتے آئے۔ آپ نے دعا فرمائی: اللّٰهُمَّ حَوِّ الْيُنَا لَا عَلَيْنَا۔

بادل مدینے کی فضا سے ہٹ گیا۔ اور تاج کی طرح مدینے کو گھیر لیا حضور اکرم اس منظر سے بہت مخلوظ ہوئے۔ خدا ابو طالب کو جزائے خیر دے۔ اگر وہ اس وقت زندہ ہوتے تو انہیں کتنی خوشی ہوتی یہیں ان کے وہ اشعار کون سنائے گا! حضرت علی نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ کی مراد مندرجہ ذیل اشعار سے ہے۔

وَابْيَضُ يَنْتَفِي الْعِمَامُ بِوَجْهِهِ شِمَالُ الْيَتَامَى عِصْمَةٌ لِلْأَزْمَلِ

(توجہ دے، وہ سفید چہرہ انسان، کہ جس کے صدقے میں بادل سے بارش برساتی جا سکتی ہے وہ ذات مقدس تسمیوں کو کھانا کھلانے والی اور بچوں کی حفاظت کرنے والی ہے

تُطِيفُ بِهِ الْمَلَائِكُ مِنْ آلِ هَاشِمٍ وَهُمْ عِنْدَهُ فِي نِعْمَةٍ وَفَوَاضِلِ

(توجہ دے، نبو ہاشم کے قحط زدہ لوگ اس کے گرد طواف کرتے رہتے ہیں۔ چنانچہ وہ لوگ اس کے پاس آرام و آسائش میں زندگی گزار رہے ہیں۔

لَذُبُّنَّكُمْ وَبَيْتِ اللَّهِ يُبْزَىٰ مُحَمَّدًا ۖ وَلَمَّا نَطَّلَعُوا حَوْلَهُ وَنَضَّابِ  
 (توجہ لے کر) تم نے اس کی تکذیب کی۔ اور بیت اللہ کی قسم کہ محمدؐ کو دکھ نہیں پہنچا جب  
 ہم ان کے گرد نیزے چلا رہے ہیں اور تیر بٹا رہے ہیں۔

وَنُسَلِمُهُ حَتَّىٰ نَعْتَرَّعَ حَوْلَهُ ۖ وَنَذْهَلُ عَنْ أَيْمَانِنَا وَالْمَحَلَّاتِ  
 (توجہ لے کر) اور ہم انہیں دشمن کے حوالے نہیں کریں گے جب تک کہ ہم ان کے ارد گرد  
 پھار نہ دیئے جائیں۔ اور جب تک ہم اپنے اہل و عیال سے محروم نہ کر دیئے جائیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے، کہ جب  
 دعائے استسقا بغیر از نماز:- قریش نے قبولِ اسلام میں تباہل برتا۔ اس پر حضور اکرم  
 نے ان کے حق میں بددعا فرمائی چنانچہ انہیں قحط نے آیا، جس نے ان پر ہلاکت مسلط کر  
 دی اور لوگ مردار اور ہڈیاں کھانے پر مجبور ہو گئے۔ ابوسفیان حضور کی خدمت میں آیا  
 اور کہنے لگا محمدؐ! آپ لوگوں کو صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں، حالانکہ آپ کی قوم قحط سے تباہ ہو  
 گئی ہے۔ خدا سے دعا کیجئے۔ رسول کریم نے دعا فرمائی، خدا نے ان پر بارش برساتی۔ اور  
 سات دن تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ پھر لوگوں نے کثرتِ باران کی شکایت کی حضور نے دعا فرمائی  
 حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا اُوْبَابِلْ اٰپ کے سر سے ہٹ گیا اور اس پاس کے لوگوں پر برتا  
 رہا (بخاری)

حضور اکرم نے زوراء کے علاقے میں اجار الزیت کے پاس بابِ اسلام کے باہر  
 بارش کے لئے دعا مانگی۔ آپ نے دونوں ہاتھ اپنے چہرے کے سامنے اٹھا رکھے تھے اور سر  
 مبارک ہاتھوں کے محاذ میں تھا (ابوداؤد)

حضور اکرم نے ایک غزوے میں بارش کے  
 بارش کی دعا ایک غزوہ کے موقع پر:- لے دعا مانگی۔ جب شرکین نے پیشتر پیچ  
 کر پانی پر قبضہ کر لیا تھا اور مسلمان پاس کی گرفت میں آگئے تھے انہوں نے حضور کی خدمت

میں شکایت کی بلکہ بعض منافق یہ کہتے سنے گئے، مگر آپ نبی ہوتے تو جس طرح موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو پانی پلایا تھا، آپ بھی اپنی قوم کو پانی پلاتے حضور اکرم کو اس بات کا پتہ چل گیا۔ فرمایا اچھا، اگر انہوں نے یہ بات کہی ہے، تو اللہ جل جلالہ ہی تمہاری پیاس بجھا دے گا۔ آپ نے ہاتھ پھیلا کر دعا کی۔ ابھی ہاتھ واپس نہیں لائے تھے، کہ سیاہ بادل چھا گئے اور اتنی بارش ہوئی کہ واوی میں سیلاب آگیا، اور لوگوں نے خوب اچھی طرح پیاس بجھائی۔

حضرت سالم بن عبد اللہ اپنے والد سے راوی ہیں، کہ جب حضور دعائے استسقاء بارش کے لئے دعا مانگتے، تو مندرجہ ذیل کلمات ادا فرماتے۔

اللَّهُمَّ اسْقِنَا الْغَيْثَ وَلَا تَجْعَلْنَا مِنَ اتَّقَانِطِينَ۔ اللَّهُمَّ إِنَّ بِالْعِبَادِ وَالْبِلَادِ وَالْبَهَائِمِ وَالْمَخْلَاقِ مِنَ اللَّوَامِعِ وَالْجَبْهِدِ وَالضَّنْكِ مَا لَا تَشْكُوهُ إِلَّا إِلَيْكَ۔ اللَّهُمَّ آبَتْ لَنَا الزَّرْعَ وَآدَرْنَا الضَّرْعَ۔ وَاسْقِنَا مِنْ بَرَكَاتِ الْأَرْضِ۔ اللَّهُمَّ اذْفَعْ عَنَّا الْجَبْهَدَ وَالْجُمُوعَ وَالْعُسْرَى وَاكْشِفْ عَنَّا مِنَ الْبَلَاءِ مَا لَا يَكْشِفُهُ غَيْرُكَ۔ اللَّهُمَّ إِنَّا نَسْتَغْفِرُكَ إِنَّكَ كُنْتَ غَفَّارًا فَارْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْنَا مَدْرَارًا۔

ابو الجوزاء سے مروی ہے

بارش کی دعا حضور اکرم کے روضے کی وساطت سے یہ کہ ایک دفعہ مدینے

میں سخت قحط پڑا۔ لوگوں نے حضرت عائشہ سے شکایت کی، انہوں نے کہا، کہ رسول اکرم کی قبر پر جاؤ اور چھت میں ایک ایسا سوراخ بناؤ، کہ روضے اور آسمان کے درمیان کوئی رکاوٹ نہ بچھانہوں نے ایسا ہی کیا، پس بارش شروع ہو گئی گھاس اُگ آئی اور اونٹ اتنے موٹے ہو گئے کہ ان کے جسم چربی سے لد گئے۔ اسی وجہ سے اس سال کو فراوانی کا سال کہتے تھے۔

نماز سفر: قصر: حضرت انس راوی ہیں، کہ میں نے رسول اکرم کے ساتھ نماز ظہر چار



رکعت ادا کی۔ آپ کے ارادے سے روانہ ہوتے اور ذوالحلیفہ میں جو مدینے سے چار میل کے فاصلے پر ہے، عصر کی دو رکعتیں ادا کیں۔ جمہور فقہاء کی رائے یہ ہے کہ قصر دو مرحلے کے سفر میں جائز ہے اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک تین مرحلوں کی شرط ہے۔ حضرت انس سے مروی ہے، کہ ہم مدینے سے

قصر نماز پر صورت اقامت :- یہ ارادہ مکہ روانہ ہوئے۔ آپ اس دوران میں

واپسی تک دو رکعتیں ادا کرتے رہے۔ ان سے دریافت کیا گیا، کیا آپ نے مکہ میں کچھ دن قیام بھی کیا تھا۔ کہا، ہم دس دن ٹھہرے تھے (بخاری مسلم) حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے، کہ آپ نے وہاں انیس دن قیام کیا اور نماز میں قصر کیا (بخاری) ابو داؤد کی روایت میں ہے، کہ آپ نے سترہ دن قیام کیا اور عمران بن حصیب کی روایت کے مطابق اٹھارہ دن قیام کیا۔ بعض راویوں نے آنے اور جانے کے دنوں کو شمار کیا ہے اور بعض نے نہیں کیا۔

ترمذی میں حضرت معاذ بن جبل سے مروی ہے، کہ حضور اکرم

جمع بین الصلوٰتین :- نے غزوة تبوک کے موقع پر جب سورج زرد پڑ گیا، کوچ

سے تھوڑی دیر پہلے ظہر اور عصر کی نماز اکٹھی ادا کی۔ اور سورج کے زرد ہونے سے پہلے

کوچ فرماتے تو ظہر کو موخر کر کے عصر کے لئے اتر پڑتے، اسی طرح نماز مغرب کے بارے

میں عمل فرماتے، اگر کوچ سے پہلے سورج غروب ہو جاتا تو مغرب اور عشا کو جمع کر لیتے

لیکن اگر غروب آفتاب سے پیشتر کوچ فرماتے، تو مغرب کو موخر کر کے عشا کے لئے

اترتے۔ اور دونوں نمازیں اکٹھی ادا فرماتے۔

مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ حضور نے

مزدلفہ میں جمع نماز :- مزدلفہ میں مغرب اور عشا کو جمع کیا۔ مغرب کی تین رکعتیں

اور عشا کی دو رکعتیں ادا کیں حضرت جعفر نے اپنے باپ سے روایت کی، کہ آپ نے

عز میں ظہر اور عصر ایک اذان اور دو اقامتوں سے ادا فرمائی۔ اور درمیان میں تسبیح نہیں پڑھی اور اسی طریقے سے مغرب اور عشا بھی ایک اذان اور دو اقامتوں سے بغیر تسبیح ادا فرمائی۔

حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ہے، کہ میں نے حضور سفر میں ادا سے نوافل : اکرم، حضرت ابو بکر، عمر اور عثمان کے ساتھ سفر کیا، وہ ظہر اور عصر کی دو دو رکعتیں ادا کرتے تھے اور اول یا آخر اور کچھ نہیں پڑھتے تھے۔ ابن عمر نے کہا: اگر میں دو رکعت (فرض) سے پہلے یا بعد کچھ نوافل بھی پڑھتا ہوتا۔ تو اب بھی ضرور پڑھتا۔ (ترمذی) نیز حضرت عبداللہ سے مروی ہے، کہ میں نے رسول اکرم کے ساتھ حضور اور سفر میں ظہر اور عصر کی نماز ادا کی۔ آپ حضور میں ظہر کی چار رکعتیں ادا فرماتے اور بعد میں دو رکعت۔ اسی طرح میں نے سفر میں آپ کے ساتھ نماز ظہر ادا کی، ظہر کی دو رکعتیں اور بعد میں دو رکعتیں ادا فرماتے عصر کی دو رکعتیں پڑھتے اور بعد میں کچھ نہیں پڑھتے تھے۔ مغرب کی نماز سفر اور حضر میں تین رکعت تھی، جس میں کوئی کمی نہیں فرماتے تھے۔ یہ نماز ون کی تر شمار ہوتی ہے۔ فرض کے بعد دو رکعتیں ادا کرتے تھے۔ اور مسلم میں صبح کی نماز کے بارے میں قصہ خواب کے بارے میں مذکور ہے کہ حضور نے صبح سے پہلے دو رکعتیں پڑھیں، پھر حسب معمول صبح کی نماز ادا کی۔ ترمذی میں حضرت براء سے مذکور ہے، کہ میں نے حضور اکرم کے ساتھ اٹھارہ سفر کئے۔ لیکن آپ نے ظہر سے پہلے خواہ سورج زرد پڑ گیا ہو۔ دو رکعت نماز کبھی ترک نہیں کی۔

حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ نماز نفل چار پائے کی پشت پر : حضور اکرم، اپنی اونٹنی کی پشت پر نماز نفل پڑھتے رہتے تھے، خواہ اس کا رخ جدھر کو بھی ہوتا، ایک روایت میں ہے، کہ حضور کے سے دینے کو روانہ ہوتے اور جدھر بھی منہ ہوتا، نماز پڑھتے چلے جاتے۔ ابو داؤد میں

حضرت انس سے مروی ہے کہ حضور اکرم جب بھی سفر میں نماز نفل ادا فرمانے کا ارادہ کرتے تو اولاً اونٹنی کا منہ قبیلے کی طرف کر لیتے، پھر جس طرف چاہتی، پھرتی چلی جاتی۔ اور یہ اس شخص کی دلیل ہے، جو کہتا ہے، کہ ابتدائے نماز میں قبیلے کی طرف منہ کر کے تکبیر کہنا چاہیے۔ بخاری و مسلم میں صالح بن خوات سے مروی ہے، کہ غزوہ ذلت الرقاع نماز خوف میں آپ نے یہ نماز ادا فرمائی، ایک گروہ نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی اور دوسرا گروہ دشمن کی طرف منہ کئے کھڑا رہا۔ آپ نے پہلے گروہ کے ساتھ ایک رکعت پڑھی۔ آپ کھڑے رہے اور ان لوگوں نے اپنی نماز پوری کر لی۔ وہ چلے گئے اور انہوں نے دشمن کی طرف منہ کر کے صف باندھ لی، پھر دوسرا گروہ آیا، اور آپ نے اپنی نماز کی باقی ماندہ ایک رکعت ادا کی۔ آپ بیٹھے رہے اور اس گروہ نے بھی اپنی نماز مکمل کر لی۔ پھر آپ نے سلام پھیرا۔ امام مالک فرماتے ہیں کہ نماز خوف کے بارے میں یہ بہترین حدیث ہے جو میرے علم میں آئی ہے، امام شافعی اور امام احمد ان سے متفق ہیں۔ اس نماز کی اور بھی کئی صورتیں ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے، کہ جس دن نجاشی فوت ہوا حضور اکرم نے نماز جنازہ :- لوگوں کو اس کے متعلق بتایا۔ پھر صحابہ کو لے کر عید گاہ کو گئے، صفیں باندھ کر چار تکبیر نماز جنازہ ادا فرمائی (بخاری و مسلم)

حضرت سہل بن حنیف سے عبدالرزاق اور نسائی نے روایت کی قرأت اور دعائے ہے، کہ نماز جنازہ میں مسنون طریقہ یہ ہے، کہ تکبیر کہہ کر سورۃ فاتحہ پڑھی جائے، پھر رسول اکرم پر درود بھیجے، بعد میت کے لئے دعا مانگے۔ اور سوائے تکبیر اول کے اور کچھ بھی قرأت نہ کرے حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے، کہ حضور اکرم نے نماز جنازہ پڑھائی اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت فرمائی (ترمذی) حضرت عوف بن مالک سے مروی ہے، کہ حضور نے نماز جنازہ پڑھائی۔ میں نے آپ کی دعا یاد کر لی۔

اللَّهُمَّ اغْفِرْ لَهُ وَارْحَمْهُ وَعَافِهِ وَاعْفُ عَنْهُ وَآكِرِمْ نَزْلَهُ  
 وَوَسِّعْ مَدْخَلَهُ - وَاغْسِلْهُ بِالْمَاءِ وَالتَّلْحِجِّ وَالْبَرْدِ - وَنَقِّهِ مِنَ  
 الْخَطَايَا كَمَا نَقَّيْتَ الثَّوْبَ الْأَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ - وَابْنِدْ لَهُ دَارًا  
 خَيْرًا مِنْ دَارِهِ - وَأَهْلًا خَيْرًا مِنْ أَهْلِهِ وَزَوْجًا خَيْرًا مِنْ زَوْجِهِ  
 وَادْخِلْهُ الْجَنَّةَ وَاعِذْهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ عَذَابِ النَّارِ -

حضرت عوف کہتے ہیں کہ حضور کی اس دعا کو سن کر میرے دل میں یہ خواہش پیدا  
 ہوئی کہ کاش میں اس میت کی جگہ ہوتا مسلم،  
 حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم نماز جنازہ میں مندرجہ ذیل دعا  
 پڑھا کرتے تھے۔

اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِحَيَاتِنَا وَمَيِّتِنَا وَشَاهِدِنَا وَعَابِئِنَا وَصَغِيرِنَا وَكَبِيرِنَا  
 وَذَكَرِنَا وَأُنْثَانَا - اللَّهُمَّ مَنْ أَحْيَيْتَهُ مِنَّا فَاجِئِهِ عَلَى الْإِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَيْتَهُ  
 مِنَّا فَتَوَفَّهُ عَلَى الْإِسْلَامِ - اللَّهُمَّ لَا تَحْسِرْ مِنَّا أَجْرَةً وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهُ رَاحِدًا -

حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے، کہ ایک سیاہ فام عورت مسجد  
 نماز جنازہ برقعہ کی خدمت کرنی تھی۔ رسول کریم نے اسے غائب پایا، تو اس  
 کے بارے میں پوچھا، انہوں نے کہا، وہ فوت ہو گئی ہے۔ فرمایا، مجھے کیوں نہیں بتایا۔  
 انہوں نے جواب دیا، لوگوں نے اسے کوئی اہمیت نہ دی ہوگی۔ فرمایا، مجھے اس کی قبر بتاؤ  
 صحابہ نے بتائی، تو آپ نے اس کی نماز جنازہ ادا فرمائی (بخاری و مسلم)، ابن حبان نے  
 اپنی روایت میں ان الفاظ کا اضافہ کیا ہے حضور نے فرمایا کہ یہ قبریں اہل قبور کے  
 لئے اندھیرے سے بھری ہوئی ہیں اور اللہ تعالیٰ میری وجہ سے انہیں منور کر دیتا ہے  
 حضرت جابر سے مروی ہے حضور اکرم نے  
 غائب کے لئے نماز جنازہ :- فرمایا۔ آج جلشہ میں ایک نیک آدمی فوت ہو

گیا ہے۔ ان کی نماز جنازہ ادا کرو۔ حضرت جابر کہتے ہیں، ہم نے حضور اکرم کے پیچھے نماز جنازہ ادا کی (بخاری و مسلم) وہ آدمی بخاشی تھا۔

## فصل سوم

اس فصل میں دربارہٴ زکات آپ کا رویہ بیان کیا گیا ہے۔ جب بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کوئی شخص کھانا لاتا تو دریافت فرماتے، ہدیہ ہے یا صدقہ، اگر صدقہ ہوتا، تو صحابہ سے فرماتے کھاؤ اور خود نہیں کھاتے تھے، اگر ہدیہ ہوتا، تو آپ لے لیتے اور باقی لوگوں کے ساتھ مل کر کھاتے۔ (بخاری و مسلم)

جب کوئی جماعت حضور اکرم کے پاس صدقہ لے کر آتی، تو دعا فرماتے: اَللّٰهُمَّ  
مِنْ عَلٰی آلِ فُلَاٰنٍ۔ ابو اوفی آپ کے پاس صدقہ لے کر آئے۔ فرمایا: اَللّٰهُمَّ  
مِنْ عَلٰی آلِ اَبِيْ اَوْفٰی۔ (بخاری و مسلم)

اس بات میں اختلاف ہے، کہ پہلے پہل زکات کب فرض ہوئی۔ اکثر لوگوں کی رائے ہے، کہ زکات ہجرت کے بعد فرض ہوئی۔

حضور اکرم نے صدقہ فطر، جو کا ایک صاع مقرر فرمایا، جو ہر غلام اور آزاد، مرد اور عورت چھوٹے اور بڑے پر فرض تھا۔ اور حکم دیا تھا کہ نماز عید پڑھنے سے پہلے صدقہ فطر ادا کر دیا جائے۔ (بخاری و مسلم)

## فصل چہارم

اس بیٹے میں "نور ارم" بعض مخصوص عبادتیں ادا فرماتے تھے نیز  
صیام رمضان:- اس بیٹے میں آپ کا دست کرم اور کشادہ ہو جاتا تھا۔ رمضان کے

روز سے ہجرت کے دوسرے سال فرض ہوئے جب حضور فوت ہوئے تو آپ نو سالوں کے روزے رکھ چکے تھے حضور اکرم اس مہینے میں مختلف النوع عبادات، حصول سعادت کے لئے سرانجام دیتے تھے اور ایسی عبادات میں مشغول رہتے تھے جو صرف آپ کے لئے مخصوص تھیں نیز آپ اس مہینے میں مقابلہ زیادہ سخاوت فرمایا کرتے تھے۔

بخاری اور مسلم میں حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ حضور اکرم تمام لوگوں سے زیادہ کریم النفس تھے، بالخصوص ماہ رمضان میں، جب جبریل علیہ السلام آپ کو قرآن حکیم کا درس دیتے تھے یہ جذبہ اور زیادہ فروغ پا جاتا تھا اور آپ اس مہینے میں آزاد ہوا سے بھی زیادہ کشادہ دست ہوتے اور امام احمد کی روایت میں ہے، کہ ان دنوں آپ <sup>سیرت</sup> پتیرھی مانگی جاتی، آپ عطا فرمادیتے۔

نزول قرآن کی ابتداء رمضان میں ہوئی تھی اسی طرح آسمان دنیا پر اس کا بالقطع نزول بھی رمضان میں ہوا تھا۔ چنانچہ جبریل علیہ السلام ہر سال اس سلسلے میں آپ سے ملتے اور ایک رمضان سے لے کر دوسرے رمضان تک قرآن کا جتنا حصہ اترتا ہوتا اسے دہرا دیتے۔ جس سال حضور اکرم نے وفات پائی، جبریل علیہ السلام نے دو دفعہ قرآن دہرایا، جیسا کہ حضرت فاطمہ سے ایک حدیث میں مذکور ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ مذہب کا یہ عمل رات کو وقوع پذیر ہوتا تھا۔

حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے، کہ حضور اکرم صحابہ کو رمضان کی آمد کی خوش خبری دیا کرتے اور فرماتے، کہ رمضان کا مبارک مہینہ آیا ہے جس کے روزے تم پر فرض کر دیئے گئے ہیں۔ اس دوران میں آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں شیطانوں کو زنجیروں میں جکڑ دیا جاتا ہے اور اس میں ایک رات ہزار راتوں سے بہتر ہے جو آدمی اس ماہ کے فوائد سے محروم رہا۔ وہ عظیم فائدے سے محروم رہا۔ جب رجب اور شعبان کا مہینہ آتا، تو حضور یہ دعا مانگا کرتے اَللّٰهُمَّ

بَارِكْ لَنَا فِي رَجَبٍ وَشَعْبَانَ وَبَلَّغْنَا رَمَضَانَ (طبرانی) جب حضور اکرم رمضان کا چاند دیکھتے تو فرماتے: هِلَالٌ رُشِدٌ وَخَيْرٌ هِلَالٌ رُشِدٌ وَخَيْرٌ أَمْنٌ بِأَذَى خَلْقِكَ (نسائی)

حضرت عائشہ سے مروی ہے، کہ حضور اکرم شعبان کے مہینے کو نہایت رویت ہلال :- احتیاط سے گنتے تھے اور باقی مہینوں کے بارے میں ایسا اہتمام نہیں فرماتے تھے۔ اور جب رمضان کا چاند دیکھتے، تو روزہ رکھتے۔ اگر بادل چھایا، جوتا۔ تو شعبان کے تیسرے دن شمار کرتے اور پھر روزہ رکھتے (ابوداؤد)

حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے، کہ لوگ رویت ہلال بہ شہادت واحد :- رویت ہلال کر رہے تھے، میں نے حضور کی خدمت میں گزارش کی، کہ میں نے چاند دیکھ لیا ہے۔ حضور نے روزہ رکھ لیا اور باقی لوگوں کو بھی روزے کا حکم دیا (ابوداؤد) حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے، کہ ایک بدو نے حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ یا رسول اللہ! میں نے رمضان کا چاند دیکھا ہے فرمایا، کیا تم اللہ کو مانتے ہو، اس نے کہا، ہاں یا رسول اللہ! آپ نے پھر پوچھا، کیا تم محمد کو خدا کا رسول تسلیم کرتے ہو، اس نے جواب اثبات میں دیا، تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال کو حکم دیا، کہ لوگوں کو کہہ دو، کہ وہ روزہ رکھیں (ابوداؤد وغیرہ)

حضرت ابن عباس سے روزے کے دوران میں آپ کے اعمال و افعال :- مروی ہے، کہ حضور نے روزہ رکھا ہوا تھا، اور آپ نے نصد کرائی (بخاری و مسلم وغیرہ) حضرت عائشہ سے مزی ہے، کہ حضور روزے کے دوران میں اپنی ازواج مطہرات کے بوسے لیتے رہتے تھے حضرت عائشہ نے فرمایا، حضور اکرم تم سب لوگوں کے مقابلے میں اپنی خواہشات پر زیادہ قابو رکھ سکتے تھے (بخاری و مسلم وغیرہ) امام بیہقی راوی ہیں، کہ حضور ماہ رمضان میں آنکھوں

میں سرمد ڈالتے تھے حضرت اُم سلمہ سے مروی ہے، کہ حضور اکرم رضوان میں صبح کو بیدار ہوتے تو بوجہ جامع طبی ہوتے روزہ بوجہ اہتمام آپ ناشا افطار فرماتے نہ روزہ تضا کرتے۔  
بخاری و مسلم حضرت عامر بن ربیع سے مروی ہے، کہ انہوں نے حضور اکرم کو لا تخطوا باہ رمضان میں سواک کرتے دیکھا۔

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی سے مروی ہے کہ ہم ماہ رمضان میں حضور افطار کے ساتھ شریک سفر تھے جب صبح غروب ہوا، تو آپ نے حضرت بلال کو حکم دیا۔ بلال اترو اور کوئی پینے کی چیز تیار کر دو۔ انہوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! امی تو دن باقی ہے۔ آپ نے پھر وہی بات دہرائی۔ بلال اترے، ستوپانی میں ملائے اور حضور نے نوش جاں کئے پھر ہاتھ کے اشارے سے فرمایا، جب ادھر سورج غروب ہو جائے اور ادھر سے رات نمودار ہو، تو روزہ دار کو افطار کر لینا چاہیے (بخاری و مسلم)  
حضرت انس سے مروی ہے، کہ حضور اکرم ادائے نماز مغرب سے اشیائے افطار پیلے تازہ کجوروں سے اور اگر وہ نہ ملتیں تو خشک کجوروں سے افطار کرتے اور اگر یہ بھی میسر نہ ہوتیں، تو پانی کے چند گھونٹ پی لیتے (ابوداؤد)

حضرت ابن عباس سے روایت ہے، کہ کلمات جو آپ افطار کے وقت کہتے۔ جب آپ افطار فرماتے، تو مندرجہ ذیل کلمات پڑھتے: اَللّٰهُمَّ لَكَ صُمْتُ وَعَلَى رِزْقِكَ أَفْطَرْتُ فَتَقَبَّلْ مِنِّي إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ۔ طبرانی و ابن النبی حضرت ابن عمر سے روایت ہے، جب آپ افطار کرتے تو فرماتے: ذَهَبَ الظَّمَاءُ وَأَبْطَلَتِ العُرُوقُ وَثَبَتِ الأَجْرُ انشاء اللہ (ابوداؤد) اور زرین نے حدیث کے شروع میں الحمد للہ کا اضافہ کیا ہے ابن النبی کی کتاب میں معاذ بن زہرہ سے مروی ہے، کہ آپ بوقت افطار فرماتے: الحمد لله الذی اهانى فعممت ورزقنى فافطرت۔



بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ہے، کہ حضور اکرم نے روزے میں تسلسل :- ایک دفعہ روزے کو دوسرے دن سے ملا دیا یعنی درمیان میں اظہار نہ کیا، لوگوں نے بھی ایسا ہی کیا اور مشکل میں پڑ گئے حضور نے اس سے منع فرمایا انہوں نے کہا یا رسول اللہ! آپ بھی تو ایسا کرتے ہیں۔ فرمایا، میں تمہاری طرح نہیں ہوں۔ مجھے کھلا پلا دیا جاتا ہے حضرت انس سے مروی ہے کہ ماہ رمضان کے آخر میں آپ نے روزے کو دوسرے دن سے ملا دیا۔ اور بھی کئی لوگوں نے ایسا کیا۔ آپ کو معلوم ہوا تو فرمایا اگر اس مہینے کو کھینچ کر لیا جاسکتا۔ تو ہم روزوں کو اس طرح باہم ملا دیتے، کہ متعدد دن اپنے تشدد سے باز آجاتے۔ تم میری طرح نہیں ہو، کیونکہ میرا رب مجھے کھلا پلا دیتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ نے حضور اکرم کے ایک صحابی سے روایت کی ہے کہ دربارہ سحری :- وہ حضور اکرم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سحری کھا رہے تھے، فرمایا، یہ خدا کی نعمت ہے، جو اس نے تمہیں دے رکھی ہے، اسے مت چھوڑو نہ سائی، حضرت عرابض بن ساریہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم نے مجھے رمضان میں سحری کھانے کے لئے مدعو کیا، فرمایا، آؤ مہلک کھانا کھاؤ اور ابو داؤد و نسائی،

حضرت انس سے مروی ہے، کہ حضور اکرم نے سحری کے وقت فرمایا۔ اے انس! میں روزہ رکھنا چاہتا ہوں، مجھے کچھ کھلاؤ، میں کھوریں اور پانی لے کر آیا اور یہ آپ نے اس وقت کہا، جب بلال نے دورانِ شب میں اذان کہی تھی۔ فرمایا، انس کوئی آدمی ڈھونڈو لاؤ، جو میرے ساتھ کھانے میں شریک ہو جائے، میں زید بن ثابت کو بلا لایا۔ وہ آئے، تو کہنے لگے، چونکہ مجھے روزہ رکھنا ہے۔ اس لئے مجھے سو پلاؤ۔ رسول اکرم نے فرمایا، میں بھی روزہ رکھنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ اس پر حضرت زید بن ثابت نے آپ کے ساتھ سحری کھائی پھر آپ نے اٹھ کر دو رکعت نماز ادا کی پھر آپ نماز صبح کے لئے مسجد کو چلے گئے۔ (نسائی)، حضرت زید بن ثابت راوی ہیں، کہ ہم نے رسول اکرم کے ساتھ سحری کھائی، بعدہ ہم نماز کے

نے اٹھے حضرت انس نے دریافت کیا، دونوں میں وقفہ کتنا تھا۔ انہوں نے جواب دیا: پچاس آیتوں کا (بخاری و مسلم وغیرہ)

حضرت جابر سے مروی ہے، کہ رسول اکرم سال فتح کے رمضان روزہ اور افطار سفر میں :- میں مکے کو روانہ ہوئے اور روزہ رکھا۔ جب کراخ الغنیم کے مقام پر پہنچے اور لوگوں نے روزہ رکھا، تو آپ نے پانی کا ایک پیالہ منگوا کر اسے اوپر اٹھایا، تاکہ لوگ دیکھ سکیں اور پی لیا۔ اس کے بعد آپ کو بتایا گیا، کہ کچھ لوگوں نے روزہ رکھا ہوا ہے فرمایا، یہ لوگ باغی ہیں باغی، کیونکہ انہوں نے میرے خلاف عمل کیا۔ حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ رسول کریم سفر میں روزہ بھی رکھتے اور افطار بھی کرتے۔ ہم میں سے جو چاہتا روزہ رکھتا اور جو چاہتا افطار کرتا۔ بخاری و مسلم، حضرت ابوسعید خدری سے مروی ہے، ہم رسول کریم کے ساتھ رمضان میں غزا کرتے تھے، ہم میں روزہ دار بھی ہوتے اور بغیر روزے کے بھی اور کسی کو دوسرے سے کوئی پر خاشش نہ ہوتی۔

حضرت انس سے روایت ہے کہ بھی ایسا ہوتا کہ حضور اکرم روزہ ماہ رمضان کے علاوہ :- کسی مہینے میں کھاتے پیتے رہتے، اور ہمیں دیکھ کر خیال آتا، کہ اس ماہ میں کوئی روزہ نہیں رکھیں گے، پھر روزہ رکھنا شروع کر دیتے، اور دیکھنے والے کو خیال آتا، کہ اب اس میں روزہ رکھنا ترک نہیں کریں گے۔ ایسا بھی ہوتا کہ ہم آپ کو مصروف نماز نہ دیکھتا چاہتے، لیکن آپ نماز پڑھ رہے ہوتے۔ اسی طرح ہم چاہتے، کہ آپ سوتے ہوئے نہ ہوں۔ مگر آپ سوتے ہوتے (بخاری، حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ حضور اکرم سوائے ماہ رمضان کے اور کسی مہینے کے مکمل روزے نہ رکھتے۔ آپ کی عام عادت یہ تھی کہ روزے رکھنا شروع کرتے، تو دیکھنے والا کہتا بخدا اب افطار نہیں کریں گے۔ اور روزہ چھوڑ دیتے، تو دیکھنے والا کہتا، بخدا اب آپ روزہ نہیں رکھیں گے۔ (بخاری و مسلم)

حضور اکرم نے عاشورہ کا روزہ رکھا، تو صحابہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! عاشورہ کا روزہ :- یہ تو وہ دن ہے، جسے یہود اور نصاریٰ قابل احترام گردانتے ہیں آپ نے فرمایا، سال آئندہ انشاء اللہ ہم نو تائیس بخ کو روزہ رکھیں گے۔ راوی کہتا ہے مگر رسول اکرم دوسرا سال آنے سے پہلے فوت ہو گئے۔ حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ زمانہ جاہلیت میں قریش عاشورے کے دن روزہ رکھتے تھے اور جاہلیت میں رسول کریم بھی روزہ رکھا کرتے تھے، جب مدینہ میں آ گئے، تو خود بھی روزہ رکھا اور باقی لوگوں کو بھی روزے کا حکم دیا۔ جب ماہ رمضان کے روزے فرض ہو گئے، تو عاشورے کا روزہ چھوڑ دیا۔ اب جو چاہتا رکھ لیتا، اور جو چاہتا چھوڑ دیتا (بخاری و مسلم وغیرہ) امام مسلم نے ابو قتادہ کی حدیث میں بیان کیا ہے، رسول کریم نے فرمایا کہ عاشورے کا روزہ ایک سال کے گناہوں کا کفارہ اور عرفہ کا روزہ دو سال کے گناہوں کا کفارہ ہے۔

حضرت عائشہ سے مروی ہے، کہ حضور اکرم کے ماہ شعبان کے روزے :- رمضان کے علاوہ اور کسی مہینے میں مہینہ بھر روزے نہیں رکھے، اور سوائے شعبان کے اور کوئی ایسا مہینہ نہیں تھا جس میں آپ نے بہ کثرت روزے رکھے ہوں۔ (بخاری و مسلم) حضرت اسامہ بن زید سے مروی ہے میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! آپ کسی اور مہینے میں اس کثرت سے روزے نہیں رکھتے جیسا کہ شعبان میں فرمایا یہ وہ مہینہ ہے، کہ جسے لوگ رجب اور رمضان کے درمیان بھول جاتے ہیں۔ یہ وہ مہینہ ہے جس میں انسانوں کے اعمال خدا کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ میرے اعمال بھی خدا کے سامنے ایسے حال میں پیش کئے جائیں کہ میں نے روزہ رکھا ہو (ابوداؤد وغیرہ) حضرت عائشہ سے مروی ہے، کہ حضور اکرم ماہ شعبان میں اکثر روزے سے ہوتے ہیں نے دریافت کیا، یا رسول اللہ! آپ اس مہینے میں اکثر روزے سے ہوتے ہیں۔ فرمایا، یہ وہ مہینہ ہے، کہ جس میں ملک الموت کو

ان لوگوں کی فہرست دے دی جاتی ہے، جنہیں مزا ہوتا ہے میں چاہتا ہوں، کہ میرا نام اس  
 بھی لکھا جائے، اور میں روزے سے ہوں۔ دربارہ روزہ ماہِ رجب حضرت عطلت سے مروی  
 ہے، کہ حضرت عبد اللہ بن عمر سے عروہ نے دریافت کیا، آیا حضور اکرم رجب میں بھی  
 روزہ رکھتے تھے؟ کہا ہاں، آپ روزہ رکھ کر اسے بھی مشرف فرماتے تھے، ابو داؤد وغیرہ،  
 حضرت ابو قتلابہ سے روایت ہے کہ جنت میں ماہِ رجب کے روزہ داروں کے لئے  
 ایک خاص مقام ہے۔ نام یہی کہتے ہیں، کہ ابو قتلابہ کہتا ہے میں سے ہیں، انہوں نے  
 جو بات کہی ہے، وہ ضرور کسی سے سنی ہوگی۔

ہنیدہ بن خالد نے اپنی بیوی سے جنہوں  
 ذوالحج کے پہلے نو دنوں کے روزے نے ازواجِ مطہرات میں سے کسی سے سنا،  
 کہ حضور اکرم ذی الحج کے پہلے نو دنوں کے روزے رکھا کرتے (ابو داؤد) ان ایام کے روزے  
 بہت ہی متحسن سمجھے گئے ہیں، بالخصوص نویں تاریخ یعنی عرفہ کا روزہ۔ بخاری میں حضور اکرم  
 سے مروی ہے کہ سال کے باقی دنوں میں اعمالِ صالحہ کا وہ اجر نہیں ملتا، جو ماہِ ذی الحج کے  
 عشرہ اول میں ملتا ہے، اور روزہ بھی ایک عمل ہے۔

حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم سوموار اور  
 ایام ہفتہ میں روزہ :- جمعرات کا روزہ پسند فرماتے تھے (ترمذی و نسائی) حضرت  
 ابو قتادہ سے مروی ہے، کہ آپ سے سوموار کے روزے کے بارے میں پوچھا گیا، فرمایا  
 اسی دن میری ولادت ہوئی اور اسی دن مجھ پر وحی کی ابتدا ہوئی، مسلم حضرت ابو ہریرہ سے  
 مروی ہے، حضور نے فرمایا، کہ انسانوں کے اعمالِ خدا کے سامنے سوموار اور جمعرات کو  
 پیش کئے جاتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ میرے عمل پیش کئے جائیں، تو میں نے روزہ رکھا  
 ہوا ہوں (ترمذی) حضرت اُم سلمہ سے مروی ہے، کہ حضور اکرم ہر مہینے میں تین دن روزہ  
 رکھا کرتے تھے۔ پہلے ہفتے کے سوموار اور جمعرات کو اور دوسرے ہفتے کے سوموار کو۔ اور

کبھی ہینے کے پہلے سو موار کو پھر حجرات کو اور پھر اس سے اگلی حجرات کو (نسائی) یعنی کبھی آپ ایک طریقہ پر عمل کرتے اور کبھی دوسرے پر۔ حضرت عائشہ سے مروی ہے، کہ حضور اکرم پہلے ہینے میں ہفتے، ایت وار اور سو موار کو روزہ رکھتے اور دوسرے ہینے میں منگل وار پھر وار اور حجرات کو روزہ رکھتے (ترمذی) اور حضرت عبداللہ بن عباس کے غلام کرب ابی ہیں، کہ مجھے بعض صحابہ نے حضرت اُم سلمہ کے پاس بھیجا، کہ میں ان سے دریافت کروں، کہ حضور و درانی ہفتے میں کن کن دنوں کو اکثر روزہ رکھا کرتے تھے، انہوں نے کہا ہفتے اور ایت وار کو اور فرمایا کرتے، کہ یہ دو دن مشرکین کی عید کے ہیں، اس لئے میں ان کے خلاف عمل پیرا ہوتا ہوں (امام احمد اور نسائی) اور صرف جمعے کے دن روزہ رکھنے سے منع کیا ہے، ہاں مگر اس شرط پر کہ ایک دن پہلے یا ایک دن بعد بھی روزہ رکھا جائے۔ یہ وہ دن ہیں، جب چاند رات کی ابتدا سے آخر ایام بیض کے روزے ایک موجود رہتا ہے۔ یہ تیر ہویں، چودھویں اور پندرہویں راتیں ہوتی ہیں حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے، کہ حضور اکرم سفر ہو یا حضر ایام بیض میں روزہ رکھتے تھے۔ (نسائی) حضرت حفصہ سے مروی ہے، کہ حضور اکرم نے چار چیزوں کو کبھی ترک نہیں فرمایا تھا۔ عاشورے، ذوالحج کے پہلے عشرت اور ایام بیض کے روزے اور صبح کی دو رکعتیں (امام احمد) اصحاب سنن سے مروی ہے جس کی تصحیح ابن خزیمہ نے کی ہے۔ کہ رسول اکرم ہر ہینے کے پہلے تین دن روزہ رکھتے تھے۔

## فصل پنجم

رمضان کے سترے عشرے میں آپ زیادہ تر دربارہ اعتکاف رسول اکرم ﷺ عبادت میں مصروف رہتے اور لیلة القدر کی تلاش

فرماتے مسلم، بخاری میں ہے، کہ جب رمضان کا آخری عشرہ آتا، تو آپ اپنی ازار کو مضبوطی سے باندھ لیتے، راتوں کو جاگتے اور اہل خانہ کو جگاتے رکھتے حضرت عائشہ سے مروی ہے، کہ جب رمضان آتا، حضور نماز کو اٹھتے اور سوجاتے۔ جب رمضان کا آخری عشرہ آتا تو آپ اپنا بستر لپیٹ دیتے اور عورتوں سے علیحدگی اختیار کر لیتے اور دو اذانوں رعنا اور فجر کے درمیان غسل فرماتے اور رات کے کھانے کو سحری شمار کرتے راہن ابی عامر حضرت ابوسعید خدری سے مروی ہے۔ کہ حضور اکرم نے رمضان کے عشرہ اول میں اعتکاف کیا پھر دوسرے عشرے میں ایک چھوٹے سے خیمے میں اعتکاف فرمایا۔ پھر سرباہر نکالا اور فرمایا میں نے عشرہ اول میں بیۃ القدر کی تلاش میں اعتکاف کیا۔ پھر درمیانی عشرے میں اعتکاف کیا، بعد میں مجھے بتایا گیا، کہ یہ رات رمضان کے آخری عشرے میں ہے، جو شخص میرا ساتھ دینا چاہتا ہے۔ وہ رمضان کی آخری عشرے میں اعتکاف کرے۔ مجھے یہ رات دکھائی گئی تھی۔ لیکن میں بھول گیا، اور میں نے دیکھا تھا، کہ میں اس رات کی صبح کو کچھ نہیں سجدہ کئے تھا۔ تم اس رات کو عشرہ، آخر کی طاق راتوں میں ڈھونڈو۔ راوی کہتے ہیں، کہ اس رات کو بارش ہو گئی، اور مسجد کی چھت کھجور کے پتوں کی تھی، جس سے مسجد میں کچھ نہ ہو گئی، چنانچہ میری آنکھوں نے اکیسویں رات کی صبح کو آپ کے ماتھے پر کچھ کاشان دیکھا۔ بخاری و مسلم، بیۃ القدر کی کچھ علامات امام احمد نے بیان کی ہیں۔ عبادہ بن صامت نے حضور اکرم سے روایت کی، کہ وہ رات اتنی صاف اور روشن ہوتی ہے۔ گویا چاند نکلا ہوا ہے جس میں نہ گرمی ہے نہ سردی۔ اور نہ اس رات شہاب ثاقب چھوٹتے ہیں۔ اور اس کی ایک نشانی یہ ہے، کہ اس رات کی صبح کا سورج ہموار دکھائی دیتا ہے۔ اس میں کرنیں نہیں ہوتیں۔ گویا وہ چودھویں کا چاند ہے۔ اور اس دن شیطان اس کے ساتھ نمودار نہیں ہوتا۔ (بیہقی)

## فصل ششم

حضرت علی سے مروی ہے حضور نے فرمایا جس آدمی حضور اکرم کا حج اور عمرہ :- کے پاس سواری ہے اور اتنا زاد سفر کہ وہ کہتے تک پہنچ سکتا ہے، اور وہ حج نہیں کر سکتا۔ اس کی مرضی ہے یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر۔ (ترمذی) ابن ہاشم کہتے ہیں، کہ ہجرت سے پہلے ہر سال آپ حج ادا کرتے تھے اور امام مسلم حضرت جابر سے راوی ہیں، کہ حضور اکرم صلعم قیام مدینہ کے دوران میں نو سال تک حج ذکری کے پھر سویں سال لوگوں میں مناد جی کرانی گئی، کہ حضور اکرم حج پر جانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ نتیجتاً لوگوں کی کثیر تعداد آپ کی اقتدا میں حج کرنے اور آپ کے اعمال کی پیروی میں عمل کرنے کو جمع ہو گئی۔ ہم آپ کی معیت میں روانہ ہوئے اور ذوالحلیفہ کے مقام پر اترے اس مقام پر اسما بنت عمیس کے بطن سے محمد بن ابو بکر نے جنم لیا۔ اس کے رسول اکرم سے دریافت کیا، کہ میں اب کیا کروں فرمایا۔ نہا کر شرمگاہ کے سامنے اچھی طرح کپڑا رکھ لو اور لوہا باندھ لو۔ آپ نے مسجد میں نماز پڑھی اور اونٹنی پر سوار ہوئے۔ جب آپ کی اونٹنی کھلے میدان میں داخل ہوئی، تو جہاں تک میری نگاہ جاتی تھی آپ کے آگے پچھے، دائیں اور بائیں ہر طرف سوار تھے اور پیادے۔ رسول اکرم ہمارے درمیان تھے، آپ پر قرآن کا نزول ہو رہا تھا۔ آپ ہی اس کا مفہوم سمجھتے تھے، چنانچہ جو کچھ آپ نے کیا، ہم نے اس کا تتبع کیا حضور اکرم مدینے سے ظہر اور عصر کے درمیان روانہ ہوئے۔ سب ازواج مطہرات آپ کے ساتھ تھیں۔ آپ نے اس رات کو سب سے جماع کیا۔ پھر اعرام حج کے لئے آپ نے دوبارہ غسل فرمایا۔

بخاری و مسلم میں ہے، کہ حضرت عائشہ نے رسول اکرم کو عطر لگایا حضرت عائشہ سے

مروی ہے، کہ میں نے احرام سے پہلے آپ کو حطر لگایا، پھر آپ نے سب ازواج سے جماع کیا اور دوسری صبح کو احرام باندھا۔ صحیحین میں حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ہے، کہ حضور اکرم نے ذوالحلیفہ میں ود کعت مانا ادا کی۔ پھر جب آپ کی اونٹنی آپ کو لئے اٹھ کھڑی ہوئی۔ تو آپ نے مسجد ذوالحلیفہ کے پاس تلبیہ پڑھی۔

صحابہ کی روایات، اس بارے میں مختلف ہیں، کہ آیا آپ کا حج مفرد تھا یعنی صرف حج ادا فرمایا تھا، یا حج اور عمرہ اکٹھے ادا کئے تھے۔

حضرت عیاض بن عباس سے مروی ہے، کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز ذوالحلیفہ میں پڑھی، پھر اپنی اونٹنی کو حگوا کر اس کے کورمان کے دائیں جانب چاقو سے کاٹا جس سے لہو بہنے لگ گیا بعد آپ نے اس کے گلے میں علاوہ ڈال دیا تاکہ لوگوں کو معلوم ہو سکے، کہ یہ قربانی کا جانور ہے۔ اور حضور اکرم نے جس بوسیدہ پالان پوٹھ کر حج ادا کیا وہ بے شکل چادر ہم کا ہو گا (ترمذی)۔

جب آپ وادی عسفان سے گزرے۔ حضرت ابو بکر سے دریافت فرمایا، ابو بکر! یہ کن کی وادی ہے۔ عرض کیا، یا رسول اللہ! وادی عسفان فرمایا، یہاں سے ہو اور صالح علیہما السلام اگر چکے ہیں، جو دو ٹرخ اونٹوں پر سوار تھے، جن کی مہاریں کجور کی چھال کی تھیں اور ان کی دھوتیاں کجور کے پتوں کی اور ان کی چادریں اون کی تھیں۔ اور صحیح مسلم میں عبد اللہ بن عباس سے روایت ہے کہ جب حضور اکرم وادی ازرق سے گزرے تو فرمایا۔ گویا میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو گھائی ٹ سے اترتا دیکھ رہا ہوں، انگلیاں کانوں میں ڈالی ہوئی ہیں، اس وادی سے گزر رہے ہیں اور لبیک کہتے خدا کے قریب ہوتے جا رہے ہیں۔ جب آپ وادی ذی طوی میں زاہر کے چشموں کے لباس پہنچے، تو آپ نے دو گھاٹیوں کے درمیان رات گزار لی۔ جب صبح ہوئی، تو نماز ادا کر کے غسل فرمایا، بخاری، اور حضرت عبداللہ بن عمر کی حدیث میں مذکور ہے کہ حضور اکرم کے ہیں اس اونچی گھائی کی طرف سے داخل ہوتے تھے جس سے اتر کر آدمی کے



قبرستان (مُعَلَاة) میں پہنچ جاتا۔ جسے کرا اور عجوبن کہتے تھے۔

رسول اکرم کے میں ذی الحج کی پانچ تاریخ کو داخل ہوئے۔ اور دوپہر کے وقت کعبے میں  
 جو عید مناف کے دروازے سے، کہ کعبے کا دروازہ بھی اسی سمت میں واقع ہے، داخل  
 ہوئے اور طبرانی حضرت خذیفہ بن اسید سے راوی ہیں کہ جب حضور اکرم کی نگاہ کعبے پر پڑھی تو  
 فرمایا: اللَّهُمَّ زِدْ بَيْتَكَ هَذَا تَشْرِيفًا وَتَعْظِيمًا وَتَكْرِيمًا وَبِرًا وَمَهَابَةً  
 وَزِدْ مَنْ شَرَّفْنَا وَعَظَّمْنَا وَمَنْ حَجَّنَا وَاعْتَمَرَنَا تَعْظِيمًا وَتَشْرِيفًا  
 وَبِرًا وَمَهَابَةً۔ اور آپ نے وہاں دو رکعت نماز نفل (تحیۃ المسجد) ادا نہ فرمائی۔  
 بلکہ طواف کعبہ کیا، کیونکہ یہی عمل تحیۃ البیت شمار ہوتا ہے۔ پھر حضور اکرم نے ہاتھ کی پھڑی سے  
 حجر اسود کو مس کیا، اور امام شافعی حضرت عبد اللہ بن عمر سے راوی ہیں کہ حضور اکرم حجر اسود کے  
 پاس تشریف لے گئے اور آپ نے اپنے ہونٹ دیر تک اس پر رکے رکھے اور حضور جب  
 بھی حجر اسود کو مس کرتے تو بسم اللہ، اللہ اکبر کہتے۔ اور جب حجر اسود کے پاس آتے تو  
 اللہ اکبر کہتے (طبرانی) جب آپ حجر اسود کو مس کر چکے، تو دائیں طرف کو پھر گئے۔ تین دفعہ دلی  
 چلے اور چار دفعہ آہستہ آہستہ جب طواف کر چکے تو مقام ابراہیم پر آکر یہ آیت پڑھی۔ وَ  
 اتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّی۔ وہاں دو رکعت نماز ادا کی اور ان میں قُتِلَ  
 يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ اور قُتِلَ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ پڑھیں۔ پھر اس رکن، جس میں حجر اسود  
 نصب ہے، کی طرف تشریف لائے، اسے مس کر کے دروازے سے نکل کر صفا کی طرف چلے۔  
 اور قریب پہنچ کر اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ پڑھا۔ ابتدا صفا سے کی اور  
 چڑھ گئے اور جب بیت اللہ کو دیکھا تو خدا کی توحید اور تکبیر بیان کی اور فرمایا۔ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ  
 وَعَدَّةُ لَأَشْرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ قَهْوَةً عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيمًا  
 لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ أَتَجَزَّوَعَدَّةٌ وَلَمَّيْرَهْبَدَّةٌ، وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ  
 وَحْدَهُ يَكَلِمَاتٍ تَمِينَ وَفَعْدَهُ بَرَاءَةً بِرَأْسِهِ يَكَلِمَاتٍ تَمِينَ وَفَعْدَهُ بَرَاءَةً بِرَأْسِهِ يَكَلِمَاتٍ تَمِينَ  
 جب آپ مردہ پہاڑی کی طرف متوجہ ہوئے جب آپ

نے وادی کے اندر قدم رکھے۔ تو وہاں سے تیز تیز قدم اٹھائے اور اس وقت تک دوڑتے آئے۔ جب تک مروہ پر پہنچ نہ گئے۔

حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ لوگوں کا ہجوم حضور اکرم کے ارد گرد جمع ہو گیا اور ایک دوسرے کو بتاتے، کہ یہ محمد رسول اللہ ہیں، چنانچہ گردنیں گھروں سے باہر نکل آئیں اور حضور اکرم لوگوں میں بھنس کر رہ گئے۔ جب ہجوم بہت زیادہ ہو گیا، تو آپ سوار ہو گئے مگر سہمی بن الصفا و المروہ میں چلنا بہتر ہے، مسلم، اور حضور اکرم کے میں قیام کے دوران میں جہاں آپ صحابہ کے ساتھ بیرون شہر اترتے تھے۔ نماز میں قصر فرماتے تھے اور منیٰ جانے سے پہلے آپ کی مدت قیام چار دن تھی۔ اسی اثنا میں حضرت علی بن ابی طالب سے تشریف لائے۔ دریافت فرمایا، کہ تم نے تہلیل میں کیا الفاظ کہے تھے۔ عرض کیا جو آپ نے کہے۔ فرمایا، اگر میرے ساتھ قربانی کے اونٹ نہ ہوتے، تو میں احرام توڑ دیتا۔ بخاری و مسلم، اور قربانی کے اونٹوں کی تعداد بشمول ان کے حضور اپنے ساتھ لائے تھے اور جو حضرت علی بن ابی طالب سے لائے تھے، سو تھی۔ جب ذی الحج کی آٹھویں تاریخ کو رکعت جمعرات کا دن تھا، دوپہر ہو گئی، تو سوار ہو کر مسلمانوں کی معیت میں منیٰ کو روانہ ہوئے۔ چنانچہ جن لوگوں نے احرام توڑ دیا تھا۔ انہوں نے پھر احرام باندھ لیا۔ پھر حضور اکرم نے منیٰ ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور صبح کی نمازیں پڑھیں۔ تھوڑی دیر کے انتظار کے بعد سورج نکل آیا۔ حضور نے ہالوں کا خیمہ کھڑا کرنے کا حکم دیا، جو عرفہ کے ایک ٹیلے پر لگا دیا گیا۔ جب آپ کو اطلاع ملی، تو آپ اس میں آکر اتر پڑے۔ جب سورج روشن ہو گیا، تو آپ نے ازمنی منگوائی اور سوار ہو کر وادی میں تشریف لائے، اور مندرجہ ذیل خطبہ دیا۔

إِنَّ دِمَاءَكُمْ وَأَمْوَالَكُمْ حَرَامٌ عَلَيْكُمْ، كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا، فِي شَهْرِكُمْ هَذَا، فِي بَلَدِكُمْ هَذَا. الْأَكْلُ شَيْئٌ مِنْ أَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ تَحْتَ حَتْدِي مَوْضُوعٌ وَوَضِعُ دِمَاءِ الْجَاهِلِيَّةِ وَرِبَا هَذَا وَأَوْصِي بِالنِّسَاءِ

خَيْرًا وَفَدَّ شَرَكْتُ فَيَكْتُمَانِ تَفِيئُوا بَعْدَهَا اِنْ اِعْتَصَمْتُمْ بِهَا  
 كِتَابَ اللّٰهِ وَاَنْتُمْ تَسْئَلُونَ عَنِّي كَمَا اَنْتُمْ قَائِلُونَ۔ لوگوں نے جواب دیا،  
 یا رسول اللہ بلاشبہ آپ نے احکام الہی ہم تک پہنچائے۔ اور تبلیغ کا حق ادا کیا اور ہمیں  
 نصاب سے نوازا۔ پھر آپ نے شہادت کی انگلی اٹھائی اور آسمان کی طرف اشارہ کر کے میں  
 بار فرمایا، اے خدا گواہ رہنا۔ پھر حضرت بلال نے اذان دی، اقامت کے بعد آپ نے ظہر  
 کی نماز پڑھی۔ پھر اقامت کہی اور عصر کی نماز پڑھی۔ ان دو نمازوں کے درمیان آپ نے  
 اور کچھ نہیں کیا۔

جب حضور اکرم نماز سے فارغ ہوئے، تو سوار ہو کر موقف میں تشریف لائے تو  
 اذنی کا پیٹ ضمیرات کی طرف کر کے اور جبل المشاة کے سامنے کھڑے ہو کر قبلے کی طرف  
 منہ کیا۔ چنانچہ عرفہ کے دن آپ نے زیادہ تر دعائیں یہ مقام موقف مانگیں۔ اللّٰهُمَّ  
 لَكَ الْحَمْدُ كَالَّذِي نَقُولُ وَخَيْرًا حَمْدًا نَقُولُ۔ اللّٰهُمَّ نَكَ صَلَاتِي  
 وَنَسْكَي وَمَخْيَايَ وَمَمَاتِي وَوَالِيكَ مَا بِي وَنَكَ رَبِّ تَرَاتِي۔ اللّٰهُمَّ اِنِّي  
 اَعُوذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَوَسْوَاسَةِ الصُّنْدُرِ وَشَتَاتِ الْاُمْرِ  
 اللّٰهُمَّ اِنِّي اَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَا تَجِيئُ بِهِ الرِّيَاحُ وَاعُوذُ بِكَ مِنْ  
 شَرِّ مَا تَجِيئُ بِهِ الرِّيحُ (ترمذی) ترمذی میں ہے حضور نے فرمایا، عرفہ کے  
 دن وہ بہترین دعا جو آپ نے اور آپ سے پہلے انبیاء نے مانگی وہ یہ ہے: لَا اِلٰهَ  
 اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ۔ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى  
 كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔ حضور اکرم نے عرفہ کے دن جو دعا مانگی، حسب روایت طبرانی  
 یہ تھی اللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَعِيْزُ بِكَ وَنَسْتَعِيْزُ بِكَ وَنَسْتَعِيْزُ بِكَ وَنَسْتَعِيْزُ بِكَ  
 لَا تَخْشَى عَلَيْكَ شَيْءٌ مِنْ اَمْرِى۔ اَنَا الْبَائِسُ الْغَقِيْرُ الْمُسْتَغِيْثُ الْمُسْتَجِيْرُ  
 اَتُوْجِبُ الْمَسْنُوْقُ الْمَقْرَأُ الْمَعْتَرِفُ بِذُنُوْبِهِ۔ اَسْأَلُكَ مَسْئَلَةَ الْمَسْكِيْنِ

قَابَتِلْ اِيْتِكَ اِيْتِهَالِ الْمَذْنِبِ الذَّيْلِ، وَاذْعُوكَ دُعَاءَ الْجَانِبِ الضَّرِيءِ  
 مَنْ خَضَعَتْ لَكَ رَقِيَّتَهُ وَفَاضَتْ لَكَ حَبْرَتَهُ، وَذَلَّ لَكَ جِسْمُهُ وَرَفِعَ  
 لَكَ اَنْفَهُ - اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْنِيْ بِدُعَايِكَ رَبِّ شَقِيًّا اَوْ كُنْ بِيْ رَوْقًا  
 رَحِيْمًا - يَا خَيْرَ الْمَسْئُوْلِيْنَ وَيَا خَيْرَ الْمُعْطِيْنَ -

حضور اکرم ابھی عرفات میں تھے، کہ نجد کے کچھ لوگ حاضر خدمت ہوئے۔ اور حج کے  
 بارے میں دریافت کیا: آپ نے مناوی کراوی، کس حج قیام عرفات کا نام ہے، جو شخص بھی  
 مزدلفے میں قبل طلوع الفجر پہنچ گیا۔ اس نے حج پایا۔ ایام منیٰ میں ہیں، جو شخص پہلے دو دن  
 گزارے۔ یا تاخیر کر دے، کوئی حرج نہیں۔ (ترمذی، ابوداؤد) میں حضرت جابر سے مروی ہے  
 حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفہ میں فرمایا، کہ میں نے اس جگہ مقام کیا ہے اور عرفہ  
 سارے کا سارا موقف ہے۔ اور یہیں مجھ پر اَلْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنََكُمْ وَ  
 اَتَمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ نَازِل ہوئی یہی حدیث بخاری و مسلم میں حضرت عمر  
 سے مروی ہے۔

جب سورج غروب ہو گیا اور تھوڑی بہت زردی کسی قدر دور ہو گئی  
 اور سورج کی ٹکیہ اوجھل ہو گئی، تو حضور اکرم عرفات سے واپس لوٹے اور حضرت اسامہ  
 اونٹنی پر آپ کے پیچھے بیٹھے تھے حضور اکرم نے اونٹنی کی مہار کو اتنے زور سے کھینچا کہ  
 اس کا سر آپ کی رکاب سے چھو نے لگا حضور اپنے دانتیں ہاتھ کے اشارے سے  
 فرما رہے تھے، اے لوگو! آرام اور اطمینان سے چلو۔ جب بھی کوئی ریت کا ٹیلہ سامنے  
 آجاتا۔ تو مہار کو ذرا ڈھیلا کر دیتے تاکہ اسے اوپر چڑھنے میں آسانی ہو اور آپ مازین  
 کے راستے سے جو عرفہ اور شعر الحرام کے درمیان واقع ہے، واپس ہوئے۔ حضرت  
 عبداللہ بن عباس کی روایت میں ہے، کہ حضور اکرم نے اپنے پیچھے شور و غوغا اور  
 اونٹوں کو چھڑیلوں سے ہانکنے کی آواز سنی۔ آپ نے کورے سے اشارہ کر کے فرمایا۔ لوگو

اطمینان اور سکون سے چلو، کہ جلدی میں کوئی بھلائی نہیں۔ حضرت اسامہ بن زید سے بخاری اور مسلم میں مروی ہے، کہ حضور درمیانہ رفتار سے چلے آ رہے تھے۔ جہاں ہجوم کم ہوتا، رفتار کو ذرا تیز کر لیتے۔ حضور اکرم نے اثنائے راہ میں پیشاب کر کے مختصر سا وضو کیا۔ حضرت اسامہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! کیا وقت نماز ہے، فرمایا، نماز آگے پڑھی جائیگی۔ آپ سوار ہوئے اور مزدلفہ پہنچے، وہاں آپ نے نماز مغرب اور عشا، علیحدہ علیحدہ اقامت سے ادا فرمائی۔ اس رات کو آپ نے نماز تہجد ادا نہ فرمائی، اور صبح تک سوئے رہے، حالانکہ آپ کی شب خیزی کا یہ حال تھا، کہ کثرتِ قیام سے پاؤں مبارک متورم ہو گئے تھے۔ لیکن حضور اکرم نے وقوفِ عرفات کی تھکان اور قربانی کے دن پیش آنے والے حالات کو سامنے رکھ کر (آپ نے تریسٹھ اونٹ اپنے ہاتھ سے ذبح فرمائے تھے) آرام کر لینا مناسب سمجھا۔ وہاں سے آپ مکے کو گئے آخری طواف کے لئے اور پھر منیٰ کو واپس آ گئے۔

حضرت عباس بن مرداس سے مروی ہے، کہ حضور اکرم نے عرفہ کی شام کو اپنی امت کی مغفرت کے لئے دعا فرمائی۔ باری تعالیٰ نے جواب میں فرمایا، سوائے ظالم کے جس سے میں مظلوم کا انتقام لوں گا۔ سب کو بخشا ہوں۔ عرض کیا۔ اے خدا! اگر تو مناسب سمجھے تو مظلوم کا درجہ جنت میں زیادہ کر کے ظالم کو معاف فرما دے۔ یہ دعا اس شام کو منظور نہ ہوئی۔ دوسرے دن صبح کو مزدلفہ میں آپ نے پھر اس دعا کو دہرایا۔ چنانچہ درخواست منظور ہو گئی۔ اس پر حضور اکرم ہنسے یا آپ نے تبسم فرمایا۔ حضرت ابو بکر اور عمر نے عرض کیا، یا رسول اللہ! ایسے مواقع پر تو آپ ہنسا نہیں کرتے وہ کیا چیز ہے جس نے آپ کو ہنسایا خدا کرے۔ آپ ہمیشہ خوش و خرم رہیں۔ فرمایا، جب ابلیس کو علم ہوا، کہ خدا نے میری دعا قبول کر کے میری امت کو بخش دیا ہے، تو اس نے ٹٹی ٹھکرانے سر پر ڈالی اور رونے پٹنے لگ گیا۔ اس کی چیخ و پکار سن کر مجھے ہنسی آ گئی۔ (ابن ماجہ و ابوداؤد)

اس روایت کے برعکس بعض اور روایات میں اس طرح مذکور ہے، کہ امت سے مراد وہ گروہ ہے، جنہیں عرفات میں وقوف کی سعادت نصیب ہوئی۔ اور علامہ طبری لکھتے ہیں کہ مظالم والی بشارت کا تعلق ان لوگوں سے ہے، جو توبہ کریں اور ظلم کی تلافی نہ کر سکیں۔ صحیح ترمذی میں مذکور ہے، کہ جن حج کیا اور اس دوران میں نہ کسی سے گالی گلوچ کی، اور نہ کسی اور گناہ کا مرتکب ہوا۔ تو اس کے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں، جیسا کہ وہ ماں کے پیٹ سے آج ہی پیدا ہوا ہے۔ لیکن گناہوں سے مراد وہ گناہ ہیں، جن کا تعلق حقوق اللہ سے ہے نہ کہ حقوق العباد سے۔ جب صبح طلوع ہوئی، تو حضور اکرم نے سپیدہ صبح کے نمودار ہونے پر اذان اور اقامت سے نماز ادا فرمائی۔

سنن نسائی میں مذکور ہے۔ رسول اکرم نے فضل بن عباس سے، قربانی کی صبح کو، جب اونٹنی پر سوار تھے، فرمایا میرے لئے کنکرا اٹھا لاؤ۔ وہ چھوٹے چھوٹے کنکرا اٹھالاتے۔ جب آپ نے وہ کنکرا تھیں لئے، فرمایا، لوگو! دیکھو، تمہیں ایسے کنکرا مارنا چاہیں، اور دین میں غلو (انتہا پسندی) سے بچو، کیونکہ تم سے پہلے کئی امتیں انتہا پسندی کی وجہ سے ہلاک ہو چکی ہیں۔ اس کے بعد حضور اکرم اونٹنی پر سوار ہو کر مشعر الحرام پر تشریف لائے۔ اوپر چڑھے اور قبیلے کی طرف منہ کر کے اللہ کی حمد و ثنا کی، اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ کا ورد کیا، وہاں کھڑے رہے، تا آنکہ کافی روشنی پھیل گئی، چنانچہ طلوع آفتاب سے پہلے وہاں سے روانہ ہو پڑے۔ علامہ طبری نے حضرت علی سے یہ حدیث بیان کی ہے، کہ جب دوسرے دن مزدلفہ میں صبح طلوع ہوئی، تو آپ قزح پہاڑ پر چڑھے اور فضل کو پیچھے بٹھایا فرمایا یہ بھی موقف ہے، بلکہ سارا مزدلفہ موقف ہے، جب روشنی پھیل گئی۔ تو آپ وہاں سے چل پڑے حضرت عبد اللہ بن عباس کی روایت میں ہے، کہ حضرت اسامہ کہنے لگے کہ میں عرفہ سے مزدلفہ تک اور فضل مزدلفہ سے منیٰ تک حضور اکرم کے پیچھے اونٹنی پر سوار رہے، دونوں سے مروی ہے، کہ آپ جبرہ عقبہ تک تلبیہ پڑھتے چلے گئے۔ بخاری و مسلم

دیگرہ) اور حضرت جابر کی روایت میں ہے، کہ جب رسول اکرم وادیِ خمصر میں پہنچے، تو آپ نے اونٹنی کو ذرا تیز کر لیا۔ خمصر وہ مقام ہے، جہاں اصحابِ نبیل پر عذاب نازل ہوا تھا۔ پھر حضور اکرم وہاں سے نکل کر درمیانے راستے سے جبرہ کبریٰ کو روانہ ہوتے تھے تاکہ آپ اس جبرہ کے پاس پہنچے، جو ایک درخت کے پاس ہے۔ آپ نے اس پر سات ککریاں پھینکیں اور ہر ککری کے ساتھ بلبیہ پڑھی۔ آپ وادی کے اندر کھڑے وہاں سے ککریاں پھینک رہے تھے۔ کعبہ آپ کے بائیں طرف تھا اور منیٰ دائیں طرف اور جبرہ سامنے تھا۔ اور حضور نے قربانی کے دن دوپہر کے وقت رمی جمار کی رسم، اور ابو داؤد میں ام المصعبین سے مروی ہے، کہ انہوں نے حضرت اسامہ اور بلال کو دیکھا، کہ ایک نے اونٹنی کی ہمار تمام رکھی تھی۔ اور دوسرے نے آپ کو دھوپ سے بچانے کے لئے کپڑا تان رکھا تھا، اور آپ جبرہ عقبہ پر ککریاں پھینک رہے تھے ام جندب سے روایت ہے، کہ میں نے حضور اکرم کو بطنِ بوی میں جبرہ پر ککریاں پھینکتے دیکھا، آپ سوار تھے اور ہر ککری کے ساتھ اشدا کبر کہتے، اور فضل بن عباس نے آپ کو دھوپ سے بچانے کے لئے کپڑا تان رکھا تھا جب ہجوم بڑھ گیا، تو حضور نے فرمایا، لوگو! ایک دوسرے کو پاؤں تلے روند نہ ڈالنا، اور جب ککریاں پھینکو، تو چھوٹی چھوٹی ککریاں پھینکنا۔ مسلم اور ابو داؤد میں حضرت جابر سے مروی ہے، کہ حضور اکرم قربانی کے دن اونٹنی پر سوار ہو کر ککریاں پھینک رہے تھے اور فرمایا تھے۔ اے لوگو! حج سے عبادت کے طریقے سیکھ لو، میں نہیں کہہ سکتا۔ کہ اگلے سال میں حج کر سکو یا نہ حضرت قدامہ کی روایت میں ہے۔ کہ میں نے حضور اکرم کو اونٹنی پر سے رمی کرتے دیکھا اور کسی قسم کی تندی تیزی اور جلدی کا اظہار نہیں فرما رہے تھے۔

وہاں سے حضور قربان گاہ کو چلے اور تریسٹھ اونٹ ذبح فرمائے۔ پھر مہری حضرت علی کے حوالے کی اور باقی ماندہ اونٹ انہوں نے ذبح کئے۔ کل تعداد سو تھی۔ پھر حکم دیا کہ ہر اونٹ سے گوشت کا ایک ایک ٹکڑا کاٹ کر ہڈیا میں ڈالو۔ جب گوشت پک گیا

تو آپ نے اور حضرت علی نے گوشت کھایا اور شوربا پیا۔ حضرت جابر کی روایت میں ہے کہ حضور نے ازواج مطہرات کی طرف سے ایک گائے ذبح کی۔

اس کے بعد حضور اکرم منیٰ میں اپنے ٹھکانے پر تشریف لائے اور حجام کو حکم دیا کہ استرا پکڑو، اس نے پہلے دائیں حصے کو مونڈنا شروع کیا۔ اور حضور نے ایک ایک دو دو بال لوگوں میں تقسیم فرمادینے۔ پھر بائیں حصے کے مونڈنے کا حکم دیا، اور حسب سابق یہ بھی بانٹ دینے۔ پھر فرمایا، یہاں سے ابو طلحہ کو دو، چنانچہ وہ بال ان کے حوالے کر دینے۔ اور امام احمد کی یہاں مذکور ہے، کہ حضور اکرم نے ناخن اتروائے اور لوگوں میں تقسیم کر دیئے۔

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے، کہ حضور اکرم نے دعا فرمائی۔ اے اللہ! تو میرے منڈانے والوں کو معاف کر دے۔ لوگوں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! بال کتر دانے والوں کے لئے بھی دعا فرمائیے۔ حضور نے دو دفعہ پھر یہی فقرہ دہرایا۔ چوتھی دفعہ جب صحابہ نے مقصرین کے لئے دعائے مغفرت کی درخواست کی، تو حضور نے مقصرین کے لئے بھی دعائے مغفرت فرمائی (بخاری و مسلم)۔

حضرت عبداللہ بن عمر کی روایت میں مذکور ہے، کہ آپ حجۃ الوداع میں بہ مقام منیٰ کھڑے لوگوں کے سوالوں کا جواب دے رہے تھے۔ ایک شخص نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! مجھے علم نہیں تھا۔ اور میں نے قربانی کرنے سے پہلے سر کے بال منڈا ڈالے۔ فرمایا۔ قربانی کرو۔ کوئی حرج نہیں۔ ایک اور آدمی نے آکر عرض کیا۔ یا رسول اللہ! میں نے رمی جمار سے پہلے قربانی کر ڈالی۔ فرمایا کوئی حرج نہیں۔ اب رمی جمار کرو۔ جب بھی کوئی شخص مناسک حج کی تقدیم و تاخیر کے بارے میں دریافت کرتا، فرماتے کوئی حرج نہیں، جو کام رہ گیا ہے۔ اب کرو۔

حضرت ابوبکرہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم قربانی کے دن خطبہ دے کر فرماتے تھے۔



فرمایا، زمانہ اسی طرح چلتا چلا آیا ہے جس طرح کہ اس دن تھا جب زمین و آسمان پیدا ہوئے تھے۔ سال کے بارہ مہینے ہیں، جن میں چار مہینے مقدس ہیں جن میں مسلسل ہیں ذوق قدوس ذوالحجہ اور محرم۔ پھر تھا جب جو جمادی الاخریٰ اور شعبان کے درمیان ہے حضور نے دریافت فرمایا یہ کونسا مہینہ ہے صحابہ نے عرض کیا، اللہ اور آپ کو بہتر علم ہے۔ پھر آپ خاموش ہو گئے، ہم سمجھے، آپ اس کا کوئی اور نام بتائیں گے۔ فرمایا، کیا یہ مہینہ ذی الحجہ نہیں ہم نے کہا ٹھیک ہے یا رسول اللہ! پھر لو چھاپا یہ کونسا شہر ہے؟ ہم نے عرض کیا، اللہ اور اس کے رسول کو بہتر علم ہے آپ خاموش ہو گئے، ہم سمجھے آپ کچھ اور نام لیں گے، فرمایا کہ یہ مکہ نہیں؟ ہم نے کہا، درست ہے یا رسول اللہ! اسی طرح دن کے بارے میں جواب و سوال ہوئے۔ پھر فرمایا، کیا یہ قربانی کا دن نہیں ہم نے کہا، ایسا ہی ہے یا رسول اللہ! پھر فرمایا: اِنَّ دِمَاءَكُمْ وَاَمْوَالَكُمْ وَاَنْفُسَكُمْ عَلَيْكُمْ حُرَامٌ كَهَوْمَةِ يَوْمِكُمْ هَذَا، فِى بَادِيكُمْ هَذَا، فِى شَهْرِكُمْ هَذَا۔ وَاسْتَلْقَوْنَ رَبَّكُمْ فَيَسْأَلُكُمْ عَنْ اَعْمَالِكُمْ۔ اَلَا لَاتُوجِعُوْا بَعْدِي كُفَّارًا اَضَلًّا۔ لَا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ۔ اَلَا هَلْ بَلَغَتْ لَوْغُوْنَ نِيَّ عَرَضِ كَيْفَا، هَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ پھر فرمایا، اَللّٰهُمَّ اشْهَدْ، فَيُبَلِّغُ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ، رَبِّ مَبْلَغٍ اَوْ عَلٰى مِثْلِ سَامِعٍ۔ بخاری و مسلم، بخاری میں یہ بھی مذکور ہے کہ اس کے بعد لوگوں کو وداع فرمایا، ابو داؤد اور نسائی نے عبد الرحمان بن معاذ ثقفی سے روایت کی ہے، کہ حضور اکرم نے منیٰ میں خطبہ دیا۔ ہم اتنے متوجہ تھے کہ ہر بات سن رہے تھے۔ اور ہم اپنے ٹھکانوں پر تھے، آپ ان لوگوں کو مناسک حج سکھاتے رہے۔ جب حمار کے قریب پہنچے، تو پہلی دو انگلیاں اٹھائیں حکم دیا، کہ چھوٹی چھوٹی کلکریاں اٹھاؤ۔ پھر ماجرین کو حکم دیا، کہ مسجد کے سامنے اتریں۔ اور انصار کو مسجد کے پیچھے اترنے کا حکم دیا۔ باقی لوگ ان کے بعد اترے۔

اس کے بعد آپ ظہر سے پہلے سوار ہوئے اور بیت اللہ کے رخصتی طواف کو روانہ ہوئے۔ یہ طواف زیارت، رکن و صدر ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ جب تک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چاروں زمرم پر آئے اور حضرت عبدالطلب کے خاندان کے لوگ پانی پلا رہے تھے۔ فرمایا، اے ابو عبدالطلب کنوئیں سے پانی نکالو اور اگر مجھے یہ خطرہ نہ ہوتا کہ لوگ تم پر پانی کے لئے ٹوٹ پڑیں گے، میں بھی کنوئیں سے پانی نکالوں۔ انہوں نے آپ کو ڈول دیا، جس سے آپ نے پانی پیا حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت میں ہے کہ آپ نے یہ حالت قیام پانی پیا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دن نماز ظہر کے میں ادا کی اور ایک روایت میں ہے کہ منی میں ادا کی۔ پھر آپ منی کو واپس آگئے اور ایام تشریح میں بسر کئے جب دن کا زوال ہو جاتا، تو رمی جمار کے لئے تشریف لے جاتے، اور ہر جمرہ پر سات کنگریاں پھینکتے اور ہر کنگری کے ساتھ گبرہ کہتے پہلے جمرے کے پاس ٹھہرتے، پھر دوسرے کے پاس دیر تک ٹھہرتے اور تفریح دعا مانگتے۔ پھر تیسرے پر کنگریاں پھینکتے اور وہاں نہ ٹھہرتے۔ (ابوداؤد) ترمذی نے حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت کی ہے، کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چار فرماتے، تو ان کی طرف کبھی آتے کبھی جاتے۔ ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ پہلے دو جمروں کی رمی کے وقت آپ قبلے کی طرف منہ کرتے اور تیسرے کی رمی کے وقت بطن ولوی میں قیام فرماتے۔ پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دن بعد از ظہر ایام تشریح کی رمی کے بعد واپس لوٹے۔ اور پہلے دو دنوں میں وادی محصب کی طرف جانے میں جلدی نہیں کی۔ محصب کی حدود پہاڑوں کے درمیان قبرستان تک ہے۔ یہ بوکناض کی گھاٹی ہے۔ وہاں آپ نے ان کے آزاد کردہ غلام رافع کو دیکھا جس نے خیمہ لگایا ہوا تھا اور اپنے ساز و سامان کے ساتھ مقیم تھا۔ حضرت انس سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر تا عشا کی نماز میں

وہاں پڑھیں پھر محسب میں تھوڑی دیر تک آرام فرمایا۔ پھر سوار ہو کر کعبے کا دوہی طواف کیا بعد ازاں حضور اکرم نے مدینے کو مراجعت فرمائی اور کدہئی سے کوچ کیا یہ مقام باب شہیکہ کے پاس واقع ہے، حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت میں ہے کہ حضور اکرم مقام روحا میں سواروں کے ایک دستے سے ملے۔ دریافت فرمایا، کون ہو؟ انہوں نے کہا، مسلمان ہیں۔ انہوں نے پوچھا، آپ کون ہیں؟ فرمایا، اللہ کا رسول! ایک عورت نے اپنے ایک بچے کے بارے جو کجاوے میں تھا دریافت کیا، یا رسول اللہ، اس کا بھی حج ہو گیا، فرمایا۔ ہاں، اور تجھے بھی اس کا اجر ملے گا جب آپ بہ مقام ذی الحلیفہ پہنچے تو چونکہ آپ مدینے میں رات کو داخل ہونا نہیں چاہتے تھے، اس لئے آپ نے ات وہیں بسر کی جب مدینے پر نگاہ پڑی، تو آپ نے تین دفعہ تکبیر کہی اور فرمایا۔

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ. لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ  
وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ. أَيُّبُونَ مَا يُبُونَ، عَابِدُونَ، سَاجِدُونَ  
رَبِّنَا حَامِدُونَ. صَدَقَ اللَّهُ وَعْدَهُ وَنَصَرَ عَبْدَهُ، وَهَزَمَ  
الْأَخْرَابَ وَحْدَهُ۔

پھر آپ معرس کے راستے شہر کو روانہ ہوئے۔ معرس اور وہ درخت جہاں حضور اکرم نے مکے جاتے وقت رات گزاری تھی، مدینے سے چھ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔

بخاری اور مسلم میں مذکور ہے، کہ آپ نے کتنے عمرے ادا کئے، نے چار عمرے ادا کئے، حضرت قتادہ سے مروی ہے کہ میں نے انس سے پوچھا، کہ حضور نے کتنے حج کئے۔ کہا، صرف ایک لیکن ادا کردہ عمروں کی تعداد چار ہے۔ ایک عمرہ ذی القعدہ میں، دوسرا حدیبیہ کا، تیسرا وہ عمرہ جو حج کے ساتھ ادا کیا اور چوتھا عمرہ جعرانہ جب آپ نے غزوہ حنین کا

مال غنیمت تقسیم فرمایا تھا۔ (ترمذی)

## فصل، معنتم

اس فصل میں آپ کی بعض دعاؤں، نیز استجابت دعا، استغفار اور تلاوت کا ذکر ہے :-

حضور اکرم جامع دعاؤں کو پسند فرماتے اور ان کے ماسوا دعاؤں کو چھوڑ دیتے یا بول دیتے  
جامع وہ دعائیں ہیں جن میں نیک خواہشات اور جائز مقاصد جمع کر دیئے جائیں۔ نیز  
ان میں اللہ کی حمد و ثنا اور دعائے مانگنے کے آداب کا ذکر ہو، حضور اکرم اپنی دعاؤں میں فرمایا  
کرتے تھے: اَللّٰهُمَّ اَصْلِحْ لِيْ دِيْنِيْ الَّذِيْ هُوَ عِصْمَةٌ اَمْرِيْ وَاصْلِحْ  
لِيْ دُنْيَايَ الَّتِيْ فِيْهَا مَعَاشِيْ، وَاصْلِحْ لِيْ اٰخِرَتِيْ الَّتِيْ اِلَيْهَا مَعَادِيْ  
وَاجْعَلْ الْحَيَاةَ زِيَادَةً لِيْ فِيْ كُلِّ خَيْرٍ وَاجْعَلِ الْمَوْتَ رَاحَةً لِيْ  
مِنْ كُلِّ شَيْءٍ۔ (مسلم)

اسی طرح آپ دعا میں فرمایا کرتے اَللّٰهُمَّ اَنْفَعْنِيْ بِمَا عَلَّمْتَنِيْ وَعَلَّمْتَنِيْ  
مَا يَنْفَعُنِيْ وَزِدْنِيْ عِلْمًا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی كُلِّ حَالٍ وَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ  
اَهْلِ النَّارِ (ترمذی) حضور اکرم اس دعا کو زیادہ سے زیادہ بار پڑھتے تھے: رَبَّنَا  
اٰتِنَا فِيْ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِيْ الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ (بخاری  
مسلم) آپ سے یہ دعا بھی مروی ہے: رَبِّ اَعِنِّيْ وَلَا تَعِنِّ عَلَيَّ، وَاَنْصُرْنِيْ  
وَلَا تَنْصُرْ عَلَيَّ وَافْكُرْ لِيْ وَلَا تَكْفُرْ عَلَيَّ فَاَهْدِنِيْ وَانصُرْنِيْ عَلَيَّ مِنْ  
بِعْنِيْ عَلَيَّ رَبِّ اجْعَلْنِيْ نَكَرًا لِّمَا كَرِهْتَ لَكَ فَاصْبِرْ لَكَ رَاحَةً مِّنْ اَعْمَارِكَ  
لَكَ مَحَبَّتًا اِيْتِكَ اَوْ اَهْلًا مِّنْ بَيْتِكَ، رَبِّ اَقْبِلْ تَوْبَتِيْ وَاهْسِلْ حَسْرَتِيْ

وَأَجِبْ دَعْوَتِي وَثَبِّتْ مَجْتَبِي وَسِدِّي وَسَائِي وَاهْدِ قَلْبِي وَاسْئَلْ  
 سَخِيمَةَ صَدْرِي (ترمذی) رسولِ اکرم کی ایک اور دعا: اَللّٰهُمَّ لَكَ اسَلَمْتُ  
 وَبِكَ اَمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْكَ اَنْبَتُ وَبِكَ خَاصَمْتُ اَللّٰهُمَّ  
 اِنِّيْ اَعُوْذُ بِعِزَّتِكَ اِلَّا اِلٰهَ الْاٰنَتِ اَنْ تُضِلَّنِيْ، اَنْتَ الْحَقُّ لَا تَمُوْتُ،  
 وَالْحَيُّ وَاللّٰهُنَّ يَمُوْتُوْنَ (بخاری و مسلم) ایک اور دعا: اِنِّيْ اَسْأَلُكَ اَنْ تُهْدِيَ وَ  
 التَّقِيَّ وَالْعَفَاةَ وَالْغِنَى اَسْأَلُكَ اِنِّيْ اَسْأَلُكَ اَنْ تُغْفِرَ لِيْ  
 خَطِيئَتِيْ وَجَبِيئَتِيْ وَاسْرَافِيْ فِيْ اَمْرِيْ - وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهِ مِنِّيْ -  
 اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ جَدِيْ وَهَزْلِيْ وَخَطِيئَتِيْ وَعَمَدِيْ وَكُلَّ ذَلِكِ  
 عِنْدِيْ - اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اسْرَرْتُ  
 وَمَا اَعْلَنْتُ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهِ مِنِّيْ - اَنْتَ الْمَقْدِمُ وَاَنْتَ الْمُوْخِرُ  
 وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ - (بخاری و مسلم) حضورِ اکرم اکثر یہ دعا بھی پڑھتے  
 رہتے۔ يَا مَقْلِبِ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِيْ عَلٰى دِيْنِكَ (ترمذی) یہ بھی آپ  
 کی دعا ہے: اَللّٰهُمَّ عَافِنِيْ فِيْ جَسَدِيْ، وَعَافِنِيْ فِيْ سَمْعِيْ وَبَصَرِيْ  
 وَاجْعَلْهُمَا لِيْ نَوَارِثًا مِنِّيْ - لَا اِلٰهَ اِلَّا اَللّٰهُ الْعَلِيْمُ الْعَلِيْمُ - سُبْحَانَ  
 اَللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ - وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ (ترمذی)  
 حضور کی ایک اور دعا: رَبِّ اغْسِلْ خَطَايَايَ، بِمَاءِ التَّيْمَةِ وَالسَّبْرِ وَتَقِ  
 قَلْبِيْ مِنْ خَطَايَا كَمَا تَقِيْتُ الشُّوْبَ الْاَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ - (نسائی) حضور  
 اکرم فرمایا کرتے: اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْأَلُكَ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَتَرْكَ الْمُنْكَرَاتِ  
 وَحُبَّ الْمَسَاكِيْنِ - وَاِذَا اَرَدْتَ بِقَوْمٍ فِتْنَةً فَاَقْبِضْنِيْ اِلَيْكَ غَيْرَ مُفْتُونٍ  
 وَاِمَامٍ مَّاكٍ وَاَعَا: اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَالْحُبْنِ وَالْهَرَمِ  
 وَالْبُخْلِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا

وَالْمَمَاتِ (بخاری و مسلم) دعا: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ النَّهْمِ وَالْمَحْزَنِ  
 وَضَلَعِ الدِّیْنِ وَغَلَبَةِ الرِّجَالِ۔ دعا: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ  
 الْجُذَامِ وَالْبَرَصِ وَالْجُنُوْنِ وَسَيِّئِ الْاَبْتِقَامِ (ابوداؤد و نسائی) دعا:  
 اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا عَمِلْتُ وَمِنْ شَرِّ مَا لَسْتُ اَعْمَلُ۔  
 و مسلم) دعا: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ قَلْبٍ لَا یُخْشِعُ، وَمِنْ دَعَاٍ لَا یُسْمَعُ  
 وَمِنْ نَفْسٍ لَا تُسْبَعُ وَمِنْ عَلِيمٍ لَا یَنْفَعُ۔ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَذِهِ الْاَرْبَعِ (ترمذی  
 و نسائی) دعا: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ زَوَالِ نِعْمَتِكَ، وَتَحْوُلِ عَافِيَتِكَ  
 وَفَجَاةِ نِقْمَتِكَ وَجَمِیْعِ سَخَطِكَ (مسلم و ابوداؤد) دعا: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ  
 مِنَ الْفَقْرِ وَالْقِلَّةِ وَالذَّلَّةِ وَاَعُوْذُ بِكَ اَنْ اُظْلِمَ اَوْ اُظْلَمَ (ابوداؤد  
 دعا: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الشَّقَاقِ وَالنِّسَاقِ وَسَوْءِ الْاِحْتِلَاقِ  
 (ابوداؤد) دعا: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْجُوعِ فَاِنَّهُ یُثْسِرُ الْفَجِیْعَ وَ  
 اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْخِيَانَةِ فَاِنَّهَا یُثْسِرُ الْبِطَانَةَ (ابوداؤد و نسائی) دعا:  
 اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ غَلَبَةِ الدِّیْنِ وَغَلَبَةِ الْعَدُوِّ وَشَمَاتِ  
 الْاَعْدَاءِ (نسائی) دعا: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْهَدْمِ وَاَعُوْذُ بِكَ  
 مِنَ الشَّرِّیِّ وَمِنَ الْغَرَقِ وَالْمَحْرَقِ وَالْهَرَمِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ اَنْ  
 یَّتَخَبَّطَنِ الشَّیْطَانُ عِنْدَ الْمَوْتِ وَاَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَمُوْتُ حَیًّا  
 بِسَبَبِكَ مُدْبِرًا وَاَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَمُوْتُ لَسَدِیْعًا۔ (ابوداؤد و نسائی)  
 دعا: حضور اکرم جنوں اور انسانوں کی نظر بد سے بچنے کے لئے مختلف دعائیں فرماتے،  
 لیکن معوذتین کے نزول کے بعد باقی سب دعائیں چھوڑ دیں (نسائی) اسی طرح جب  
 حضور اکرم کو دشمن کا خطرہ ہوتا، تو آپ یہ دعا مانگا کرتے: اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَجْعَلُكَ فِی  
 خُبُورِهِمْ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ رِیْهِمْ (ابوداؤد) اسی طرح حضور اکرم امام حسن

اور حسین کو شیطان سے بچانے کے لئے فرماتے، اے بچو! تمہارے باپ (حضرت ابوہریرہ) حضرت اسماعیل اور حضرت اسحاق کو شیطان سے بچانے کے لئے فرماتے: اَعُوذُ بِالْكَوْنِ  
 اللَّهُ الشَّامَةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَةٍ وَمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَامَةٍ بَخَّارِي وَ  
 ترمذی، حضور اکرم ہر شکل پیش آنے پر مندرجہ ذیل دعا کرتے: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الْعَلِيمُ  
 الْعَلِيمُ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ رَبُّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيمِ  
 جب بھی حضور اکرم کوئی وقت پیش آتی، تو آپ آسمان کی طرف سر اٹھا کر سبحان اللہ  
 الْعَلِيمُ کہتے۔ ترمذی، اسی طرح جب آپ کو کوئی وقت پیش آتی تو بہ کثرت يَا حَيُّ  
 يَا قَيُّوْمُ بِرَوْحِكَ اسْتَفِيْتُ پڑھتے (ابوداؤد)۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بھی میں کسی مشکل میں ہوتا تو جبریل علیہ  
 السلام میرے سامنے آجاتے اور کہتے، مندرجہ ذیل کلمات ادا فرمائیے: تَوَكَّلْتُ عَلَى  
 الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي لَسْمُ يَخْذُ وَوَدَّاءُ وَوَكَيْفُ  
 لَهُ شَرِيكَ فِي الْمَلِكِ وَلَسْمُ يَكُنْ لَهُ فَيْئُ مِنَ الذُّلِّ وَكَيْفُ تَكْبِيرًا  
 (طبرانی) جب حضور اکرم کے کوئی اونٹنی گم ہو جاتی، تو آپ فرمایا کرتے اللَّهُمَّ زِدْنَا مَضَالَةَ  
 وَهَادِي الضَّالَّةِ أَنْتَ تَهْدِي مِنَ الضَّالَّةِ، أُرِدُّ عَلَى ضَالَّتِي بِعِزَّتِكَ  
 وَسُلْطَانِكَ فَإِنَّهَا مِنْ عَطَائِكَ وَفَضْلِكَ وَحُضُورِكَ أَسَى طَرَحِ أُنْبِيَّ تَهْلِيلِي  
 کویدھا اور نیزاٹا رکھ کر دعا فرماتے۔ آپ ہاتھ اٹھاتے، تو آپ کے بغلوں کی سفیدی  
 نظر آنے لگتی (ابوداؤد) حضرت ابو موسیٰ اشعری سے مروی ہے، کہ حضور اکرم نے  
 دعا کی، آپ نے ہاتھ اٹھائے اور بغلوں کی سفیدی نظر آنے لگی۔ امام احمد حاکم اور  
 ابوداؤد سے مروی ہے، کہ حضور اکرم نے اپنے ہاتھ کندھوں کے برابر اٹھائے اور ابن  
 ماجہ کی روایت میں ہے، کہ حضور ہاتھوں کو پھیلاتے تھے حضرت عبداللہ بن عباس  
 سے مروی ہے، کہ جب حضور اکرم دعا مانگتے، تو ہاتھوں کو قریب لے آتے اور تھیلیاں

عارض مبارک سے مس کرتیں۔ اور دعائے قنوت میں آپ ہاتھوں کا اٹا حصہ چہرے مبارک سے لگاتے۔ چنانچہ اس سلسلے میں ایک حدیث بھی مذکور ہے۔

حضرت انس سے مروی ہے، کہ حضور اکرم نے میرے لئے دُعا

قبولِ دعا۔ فرمائی اے خدا تو اس کے مال میں برکت دے۔ اس کے بال بچے زیادہ کر۔ اسے لمبی عمر دے اور اسے معاف کر دے۔ چنانچہ میں اب تک اپنی پشت سے ایک سو دو آدمی دفن کر چکا ہوں، میرے باغ کے درختوں میں دو دفعہ پھل آتا ہے۔ اب میں زندگی سے تنگ آ گیا ہوں، اور موت کی تمنا کرتا ہوں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مالک بن ربیعہ کے لئے دعا فرمائی اے

اللہ! تو اس کی اولاد میں برکت دے، خدا نے اسے اسی بیٹے دیئے (ابن عساکر)

حضور اکرم نے حضرت علی کو خیر کے دن بلایا۔ ان کی آنکھیں دکھتی تھیں۔ آپ

نے ان میں لعابِ دہن لگایا اور دعا کی: اے خدا! تو اسے سردی اور گرمی سے محفوظ رکھ۔ اس دن سے انہوں نے نہ تو سردی یا گرمی محسوس کی اور نہ کبھی آشوبِ چشم کی شکایت ہی ہوئی۔

حضور اکرم نے حضرت علی کو یمن میں قاضی بنا کر بھیجا۔ عرض کیا، یا رسول اللہ!

مجھے فصلِ مقدمات کا کوئی تجربہ نہیں، فرمایا میرے قریب آؤ، میرے سینے پر ہاتھ رکھ

کر دعا فرمائی۔ اے اللہ! تو اس کے دل کو ہدایت کر۔ اور اس کی زبان کو ثبات دے

حضرت علی کہتے ہیں۔ اس کے بعد مجھے متخاصمین میں فیصلہ کرتے وقت کبھی کوئی وقت

پیش نہ آئی۔ (راہِ بوداؤد)

ایک مرض میں آپ نے حضرت علی کے لئے دعا فرمائی۔ اے خدا! تو اسے

فتنا بخش اور عافیت عطا فرما۔ پھر حضرت علی سے کہا، اٹھو حضرت علی سے مروی ہے،

پھر مجھے اس تکلیف کی کبھی شکایت نہ ہوئی (حاکم)



حضرت ابوطالب بیمار تھے، آپ ان کی عیادت کو گئے، انہوں نے کہا۔ اے میرے بھتیجے تو جس خدا کی عبادت کرتا ہے۔ اس سے میری شفا کی دعا مانگ۔ فرمایا: اے خدا! میرے چچا کو شفا دے، ابوطالب یوں اٹھ بیٹھے گویا کسی نے رسی کھول دی ہو۔ کہنے لگے۔ اے بھتیجے! کیا تم اس لئے خدا کی عبادت کرتے ہو، کہ تمہاری بات مان لے۔ حضور نے فرمایا، چچا جان! اگر آپ بھی خدا کی اطاعت کریں گے، تو وہ آپ کی بات بھی مانے گا۔ (بیہقی)۔

حضور اکرم نے حضرت عبداللہ بن عباس کے لئے دعا فرمائی۔ اے اللہ! تو اسے دین کے نکات سمجھا، اور حکمت اور معانی قرآن سمجھنے کی قابلیت عطا فرما (بغوی) بخاری میں ہے۔ حضور نے دعا کی، اے خدا! تو اسے قرآن کا علم عطا کر، چنانچہ وہ امت کے زبردست فاضل بحر العلوم اور رئیس المفسرین تھے۔

حضور اکرم نے نابغہ جعدی کے حق میں جب انہوں نے حضور اکرم کو دو بیت سنائے۔ فرمایا، خدا تیرے دانت سلامت رکھے۔ چنانچہ وہ سو سال تک زندہ رہے اور ان کے دانت بہت مضبوط تھے۔ (بیہقی)

حضرت عمرو بن الخطاب نے حضور اکرم کو شیشے کے گلاس میں پانی پلایا۔ آپ نے ان کی ڈاڑھی میں ایک سفید بال دیکھ کر فرمایا۔ اے اللہ! تو اسے جمال عطا فرما۔ چنانچہ وہ تہتر برس کے ہو گئے اور ڈاڑھی اور سر میں ایک سفید بال بھی نہ آیا۔ امام احمد، حضرت معمر سے روایت ہے، کہ ایک یہودی نے حضور اکرم کو اونٹنی کا دودھ دہہ کر پلایا۔ دعا فرمائی۔ اے خدا! تو اسے حسن عطا کر۔ چنانچہ اس کے سارے بال سیاہ ہو گئے اور تہتر سال تک سیاہ رہا۔ (ابن ابی شیبہ)۔

ابن حنفی خزاعی نے حضور اکرم کو دودھ پلایا۔ دعا فرمائی، اے خدا! تو اسے جوانی سے برخوردار ہونے کا موقع دے۔ چنانچہ اسی سال تک اس کے سر اور ڈاڑھی

میں ایک سفید بال بھی نہ تھا (ابونعیم)

یعقوب اسفراینی سے مذکور ہے، ایک دفعہ حضرت فاطمہ حضور کی خدمت میں آئیں، اور بھوک سے ان کا چہرہ زرد ہو رہا تھا۔ حضور نے ان کے سینے پر ہاتھ رکھ کر دعا کی۔ اے بھوکوں کو سیراب کرنے والے، تو فاطمہ بنت محمد کو بھوکا نہ رکھ۔ عمران بن حصین سے مروی ہے کہ میں نے حضرت فاطمہ کے چہرے پر نگاہ ڈالی، تو ان کی زردی پر سرخی غالب آچکی تھی۔ بعد میں پھر ان سے ملا کہنے لگیں، اے عمران! بعد ازاں، ویسی صورت حال پھر بھی پیش نہ آئی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عروہ بن جعد الباقی کے واسطے دعا فرمائی: اے خدا تو اس کے دائیں ہاتھ کی خرید و فروخت میں برکت دے۔ وہ کہتے ہیں، میں نے جو چیز بھی خریدی، اس میں نفع ہوا۔

حضرت جریر گھوڑے کی پیٹھ پر بیٹھ نہیں سکتے تھے یعنی گر پڑتے تھے حضور اکرم نے ان کے سینے پر ہاتھ مارا اور دعا فرمائی: اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْهُ وَاَجْعَلْهُ هَادٍ يَّمْهَدِيًّا۔ اس کے بعد وہ کبھی بھی گھوڑے سے نہیں گرے۔

حضور اکرم نے سعد بن ابی وقاص کے لئے دعا فرمائی۔ اے خدا تو اس کی دعا قبول کر اس کے بعد وہ مستجاب الدعوات ہو گئے (بیہقی) اسی طرح حضور نے حضرت عبدالرحمان بن عوف کے لئے برکت کی دعا فرمائی۔ وہ کہتے، میری یہ حالت ہو گئی، کہ اگر میں پتھر بھی اٹھاتا، تو مجھے امید ہوتی، کہ اس کے نیچے سے سونا یا چاندی برآمد ہوگی۔ (بیہقی)

حضور اکرم نے قریش کے خلاف دعا کی، وہ قحط میں مبتلا ہو گئے۔ اور ان کی یہ حالت ہو گئی، کہ وہ خرگوشوں کا لہو پینے پر مجبور ہو گئے۔ چنانچہ قریش نے آپ سے دعا کی التجا کی۔

آپ نے عقیبہ بن ابواہب کے خلاف دعا کی: اے خدا تو اپنا ایک کتا اس پر مسلط فرما۔ چنانچہ ایک شیر نے اسے پھاڑ کھایا۔

حضرت مازن الطائی سے جو عمان میں رہتے تھے، روایت ہے میں نے رسول کریم کی خدمت میں عرض کیا، یا رسول اللہ! میں عیش و عشرت کا دلدادہ، شرابی اور عورتوں کا رسیا ہوں۔ عمان میں قحط پڑ گیا ہے۔ جانور مر گئے ہیں اور اہل و عیال بھوک سے لب مرگ ہیں۔ اور میرا کوئی بیٹا بھی نہیں۔ دعا فرمائیے، کہ ان عیوب سے میرا چھٹکارا ہو۔ اور خدا بارش برساتے اور مجھے بیٹا عطا کرے۔ حضور اکرم نے دعا فرمائی۔ اے اللہ تو عیش و عشرت کی جگہ اسے تلاوت قرآن اور حرام کی جگہ حلال کی توفیق عطا فرما۔ اور بارش برسا اور اسے بیٹا دے اللہ تعالیٰ نے بری عادتوں سے میرا چھٹکارا کر دیا۔ عمان میں بارش ہو گئی، میں نے چار عورتوں سے شادی کی اور خدا نے مجھے حیان بن مازن عطا کیا۔ (بیہقی)

جب حضور اکرم تبوک میں تھے، تو کھجور کے ایک درخت کو سامنے لکھ کر نماز کے نئے کھڑے ہوئے۔ دوران نماز میں ایک شخص آگے سے گزر گیا۔ فرمایا۔ اس نے ہماری نماز میں خلل ڈالا۔ خدا اس کا خاتمہ کرے۔ وہ بیٹھا اور پھر نہ اٹھ سکا۔ حدیث مشکوک ہے کیونکہ حضور اکرم رَحْمَةٌ لِّلْعَالَمِیْنَ ہیں (ابوداؤد اور بیہقی)

ایک شخص نے جس کا نام بُسْرِیْنِ رَاعِی تھا، حضور اکرم کے سامنے باتیں ہاتھ سے کھانا کھایا۔ فرمایا، وائیں ہاتھ سے کھا کہنے لگا۔ میں اس ہاتھ سے نہیں کھا سکتا۔ فرمایا خدا کرے ایسا ہی ہو۔ اس کے بعد وہ ہاتھ منہ کی طرف اٹھا ہی نہیں سکتا تھا۔ (یہ بھی مشکوک ہے)

ایک دن امیر معاویہ حضور اکرم کے پیچھے اونٹنی پر بیٹھے تھے، پوچھا، تیرے جسم کا کونسا حصہ مجھ سے مس کر رہا ہے۔ انہوں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! میرا پیٹ فرمایا،

اے اللہ! تو اسے علم اور حلم سے بھر دے۔ (بخاری)

حضور اکرم نے ابو ثروان کے خلاف دعا فرمائی۔ اے خدا تو اس کے مصائب اور عمر میں اضافہ فرما۔ وہ بوڑھا ہو گیا۔ سخت مصیبت میں مبتلا تھا۔ اور موت کی تمنا کرتا تھا۔ ابو ثروان اونٹوں کا چرواہا تھا۔ جب حضور اکرم قریش سے بھاگے تو اس کے اونٹوں میں جا گھسے، جہاں سے اس نے آپ کو نکال دیا تھا۔ بعد میں وہ مسلمان ہو گیا تھا۔ اور آپ نے اسے معاف کر دیا تھا۔ چنانچہ کوئی ایسی روایت منقول نہیں کہ آپ نے دعا کی ہو۔ اور قبول نہ ہوئی ہو۔

حضور اکرم دن رات میں ستر دفعہ استغفار پڑھتے تھے (بخاری) انسانی استغفار:- میں حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے، کہ ہم ایک محفل میں بیٹھے گن رہے تھے حضور اکرم نے سو دفعہ پڑھا:۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِیْ لَا اِلهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَ اَتُوْبُ اِلَیْهِ نِزِمٌ گنتے رہے، آپ نے سو بار پڑھا: رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَ تَبَّ عَلٰی اَنْتَ الْتَوَابُ الْغُفُوْرُ۔

حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے، کہ رسول اکرم نے لوگوں کو جمع کر کے فرمایا۔ اے لوگو! تم بھی توبہ کیا کرو۔ کہ میں دن میں سو دفعہ توبہ کرتا ہوں حضور اکرم کی توبہ امت کے لئے رہ نمانی تھی۔ اور اظہار عبودیت تھی۔

بخاری میں حضرت شداد بن اوس سے مروی ہے حضور اکرم نے فرمایا، یدلّا تَغْفِرًا یہ ہے کہ آدمی مندرجہ ذیل کلمات کہے:۔ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّيْ۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ، خَلَقْتَنِيْ وَ اَنَا عَبْدُكَ، وَاَنَا عَلٰی عَهْدِكَ وَ وَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ۔ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ۔ اَلْبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ وَ اَلْبُوْءُ بِذَنْبِيْ مَا غَفَرْتَ لِيْ، فَيَا نَسْءَةَ لَا يَغْفِرُ الذَّنُوْبَ اِلَّا اَمَّت۔ جو شخص دن کے وقت یقین سے پڑھے گا۔ اور اتفاق سے شام سے پہلے فوت ہو گیا۔ وہ جنتی ہے۔ اسی طرح جس

شخص نے یقین سے رات کو یہ کلمات پڑھے اور صبح ہونے سے پہلے مر گیا۔ تو وہ بھی بہشتی ہے اس سے یہ بات واضح ہو گئی، کہ یہ استغفار سب سے بہتر ہے

تلاوت کے دوران میں رسول اکرم بسم اللہ پھر الرحمن اور پھر تلاوت قرآن :- الرحیم کو مبارک کے پڑھتے تھے۔ (بخاری)

حضرت ام سلمہ نے حضور اکرم کی تلاوت کے بارے میں فرمایا ہے، کہ حضور اکرم ایک ایک لفظ کو واضح کر کے پڑھتے تھے (ابوداؤد) ان سے روایت ہے کہ آپ ٹھہر کر تلاوت فرماتے۔ مثلاً الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ پڑھ کر ٹھہر جاتے پھر الرحمن الرحیم پڑھتے اور ٹھہر جاتے (ترمذی)

حضرت حفصہ سے مروی ہے، کہ حضور انا ٹھہر ٹھہر کر پڑھتے، کہ سورت بہت ہی طویل ہو جاتی (مسلم)

حضرت براء سے روایت ہے، کہ حضور اکرم نماز میں وَاللَّيْلِ وَالنَّجْمِ پڑھتے۔ میں نے حضور اکرم سے بڑھ کر کوئی عکس آواز اور خوش قرأت آدمی نہیں دیکھا (بخاری و مسلم) حضور اکرم کبھی کبھی اپنی قرأت میں غنا اور حسن صوت سے کام لیتے جس طرح کہ صلح حدیبیہ کے دن آپ نے اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا تلاوت فرمائی تھی ایک رات حضور اکرم نے حضرت ابو موسیٰ اشعری کی تلاوت سنی جب حضور اکرم نے اسے نہیں بتایا تو انہوں نے کہا، یا رسول اللہ! اگر مجھے علم ہوتا، تو میں اور زیادہ بہنام بڑتا۔ اور خوب اچھی طرح بنا سنوار کر پڑھتا۔

حضرت عبد اللہ بن عباس سے مروی ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر چیز کا زیور ہوتا ہے اور قرآن حکیم کا زیور حسن صوت ہے۔

## باب دوم

”اسے باب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا ذکر ہے جس سے آپ پر اللہ کی نعمتوں کی تکمیل ہو گئی۔ مزید براں آپ کے روضہ مبارک اور مقدس مسجد کی زیارت کا بیان ہے اور نیز رسول کریم کی اس فضیلت کی وضاحت کی گئی ہے جو آخرت میں آپ کو انبیاء مرسلین کے سامنے خدائی قرب کی وجہ سے حاصل ہوگی۔ علاوہ ازیں اولین و آخرین کے مجمعے میں سے شفاعت اور مقام محمود کے لئے آپ کی تخصیص، اور جنت میں آپ کے بلند مقام کی تفصیل ہے۔ یہ باب تین فصلوں پر مشتمل ہے۔“

## فصل اوّل

اس فصل میں اس نعمت کا ذکر ہے، کہ جس کی تکمیل حضور اکرم کی وفات سے ہو گئی۔ نیز روضہ مقدس میں آپ کی تدفین کا ذکر ہے۔ یہ امر پیش نظر ہونا چاہیے، کہ چونکہ موت سے انسان کو طبعی نفرت ہے۔ اس لئے ہر نبی کو اس باب میں اختیار دیا جاتا ہے۔ چنانچہ حضور اکرم کو اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ کے نزول سے اپنے انتقال کا علم ہو گیا تھا روایت میں ہے کہ یہ آخری سورت ہے۔ جو حجۃ الوداع کے موقع پر جب حضور اکرم قربانی کے دن منیٰ

میں تھے، اتری۔ اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی حدیث میں ہے، کہ جب اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ اتری، تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ کو بلا کر فرمایا۔ مجھے موت کی اطلاع دی گئی ہے، حضرت فاطمہ رونے لگیں، فرمایا، مت روؤ، کیونکہ میرے خاندان سے تم سب سے پہلے مجھ سے آلوگی۔ اس پر حضرت فاطمہ خوش ہو گئیں۔ اطرانی، حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے، کہ جب یہ سورت نازل ہوئی، تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم ہو گیا، تو آپ نے سفر آخرت کے لئے زور شور سے تیاری شروع کر دی۔ حضرت جابر سے مروی ہے، کہ جب یہ سورت حاصل ہوئی، تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل سے کہا، آپ مجھے موت کی اطلاع دے رہے ہیں۔ انہوں نے جواب میں کہا:-  
 وَكَانَ خَيْرًا لَّكَ مِنَ الْاُولٰٓئِ

ابن رجب کی حدیث میں مذکور ہے، کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کثرت سے عبادت کی تھی، کہ آپ پرانی مشک کی طرح ہو گئے تھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ جبریل علیہ السلام کو قرآن شریف سنایا کرتے تھے مگر سال وفات کے دوران میں دو دفعہ سنایا۔ اسی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال رمضان کے عشرے میں اعتکاف میں بیٹھتے تھے مگر سال وفات میں بیس دن اعتکاف کیا اور کثرت سے ذکر و استغفار کی۔ حضرت ام سلمہ سے مروی ہے، کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری ایام میں لٹھتے بیٹھتے، آتے جاتے سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ اَسْتَغْفِرُ اللَّهَ وَاَنْتُوبُ اِلَيْهِ بہ کثرت پڑھتے تھے۔ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ آج کل جو دعائیں آپ مانگتے ہیں اس سے پہلے تو نہ مانگتے تھے۔ فرمایا، مجھے خدا نے بتا دیا ہے، کہ جلدی ہی میری امت میں افزائش ہوگی۔ چنانچہ جب سے مجھے اس کا علم ہوا ہے، میں خدا کے نام کی تسبیح کرتا ہوں اور استغفار پڑھتا ہوں۔ اس کے بعد آپ نے سورۃ اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ (ابن جریر)

حضرت عقبہ بن عامر سے مروی ہے، کہ حضور اکرم نے جنگ احد کے شہیدوں کے لئے آٹھ سال کے بیدیوں و عاتے مغفرت فرمائی، جیسے کوئی شخص زندوں اور مردوں کو اذیاء کہہ رہا ہو۔ پھر آپ منبر پر چڑھے اور فرمایا، میں تمہارا پیشرو اور نگران ہوں۔ اور ہم پھر عرض کوڑ پر اکتھے ہوں گے۔ اور میں یہاں بیٹھے اس منظر کو دیکھ رہا ہوں۔ اور مجھے دنیا کے فرائض کی کنجی دی گئی ہے۔ مجھے اس کا ڈر تو نہیں، کہ تم میرے بعد مشرک ہو جاؤ گے، لیکن مجھے اس امر کا ضرور خطہ ہے، کہ دنیا کی رعنائیاں تمہیں بھالیں گی۔

حضرت ابوسعید خدری سے مروی ہے، کہ حضور اکرم نے منبر پر بیٹھ کر فرمایا۔ کہ خدا نے ایک بندے کو اختیار دیا، کہ وہ دنیا کی شان و شوکت اور جو کچھ خدا کے پاس ہے، دونوں میں سے ایک چیز کا انتخاب کرے۔ حضرت ابو بکر و پڑے اور کہنے لگے، یا رسول اللہ! ہمارے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ لوگوں کو اس پر تعجب ہوا۔ کہنے لگے۔ اس بڑے کو دیکھو، کہ رسول اکرم آدمی کا ذکر فرماتے ہیں۔ جسے خدا نے دنیا کی زیب و زینت اور آخرت میں انتخاب کا حق دیا۔ اور یہ کہتا ہے، ہمارے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ سوال گنہم جواب چننا، راوی کہتے ہیں۔ کئی الحقیقت یہ حضور اکرم تھے، جنہیں انتخاب کا حق دیا گیا تھا اور بلاشبہ ابو بکر ہم سے زیادہ حضور اکرم کو سمجھتے تھے۔ پھر حضور اکرم نے فرمایا۔ بلاشبہ ابو بکر کی ذات اور اس کا مال میرے لئے بڑا ہی مفید رہا۔ اور اگر میں اہل عالم میں سے کسی کو دست بنانا تو ابو بکر کو بنانا۔ ہاں البتہ اسلامی بھائی چارہ تو ہے ہی۔ جتنے دروازے مسجد میں کھلتے ہیں، سوائے ابو بکر کے دروازے کے سب بند کر دیئے جائیں۔ بخاری و مسلم،

حضور اکرم نے یہ خطبہ مرض موت کے شروع میں دیا تھا۔ گو نیکو سب حضور اپنے حجرے سے باہر تشریف لائے۔ تو سر پر ٹپی باندھی ہوئی تھی۔ آپ منبر پر چڑھے اور خطبے کے بعد اتر آئے اس حالت میں آپ کو قیامت تک ظہور پذیر ہونے والی سب چیزیں دکھائی گئیں۔ آخر عمر میں حضور اکرم کو موت کے قریب آجانے کا اندازہ ہو چکا تھا چنانچہ جب حجۃ الوداع



کے موقع پر آپ نے خطبہ دیا تو فرمایا، لوگو! مجھ سے عبادت کے طریقے سیکھ لو کیونکہ شاید اس کے بعد میری ملاقات تم سے نہ ہو سکے۔ آپ ایک جگہ کھڑے لوگوں کو الوداع کہہ رہے تھے۔ اسی لئے اسے حج ووداع کہتے ہیں۔

جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوہِ مدینہ کو روانہ ہوئے، تو خیمہ کے تالاب پر چوکے اور مدینہ کے درمیان واقع ہے، لوگوں کو جمع کر کے خطبہ دیا اور فرمایا۔ اے لوگو! میں بھی تمہاری طرح انسان ہوں، جلدی ہی مجھے بلا لیا آئے گا، اور مجھے بیک کہنا ہوگی پھر لوگوں کو قرآن کو مضبوطی سے پکڑنے کا حکم دیا اور اہل بیت کے بارے میں وصیت کی۔

حافظ ابن رجب سے مذکور ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری ماہِ صفر کے آخر میں شروع ہوئی اور بقول خطابی سو موار کا دن تھا۔ آپ کی بیماری کی مدت تیرہ دن تھی۔ بخاری میں حضرت عائشہ سے مروی ہے۔ جب آپ کا مرض شدت اختیار کر گیا۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کمزور ہو گئے، تو آپ نے ازواجِ مطہرات سے میرے حجرے میں قیام کی اجازت طلب کی، جو انہوں نے دے دی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے اور آپ کو دادمی حضرت عباس اور حضرت علی دونوں طرف سے تھامے ہوئے تھے، اور حضور پاؤں کو گھسیٹ رہے تھے۔ ابن ابی ملیکہ حضرت عائشہ سے راوی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے حجرے میں سو موار کے دن تشریف لائے۔ اور دوسرے سو موار کو فوت ہو گئے۔ بخاری میں ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے حجرے میں تشریف لائے تو چونکہ انہیں دردِ سر کی شکایت تھی۔ کہنے لگیں۔ "ہائے میرے سر" حضور نے فرمایا، اگر میری زندگی میں تو فوت ہو گئی، تو میں تیری مغفرت کی دعا مانگوں گا۔ اس پر حضرت عائشہ کہنے لگیں۔ "ہائے میں مر گئی، آپ تو میری موت کے خواہش مند ہیں۔ اگر ایسا ہو گیا، تو آپ اپنی ازواج کے ساتھ عیش منائیں گے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بلاشبہ بات یہی ہے، حضرت عائشہ نے پھر کہا۔ "ہائے میرا سر! میری خواہش ہے، کہ مجھے میرے ابا اور بھائی کے پاس بھیج دیا جائے اور اس

طرح باتیں بنانے والوں اور خواہش کرنے والوں کی خواہشوں سے بچ جاؤں۔ اس کے بعد پھر میں نے کہا، اللہ اس سے بچائے، اور مومنوں کو اپنی حفاظت میں لے لے۔ جیسا کہ اللطائف میں مذکور ہے حضور اکرم کی بیماری و دوسرے شروع ہوئی بظاہر بخار بھی تھا کیونکہ دورانِ مرض میں بخار تیز ہو گیا تھا۔ حضور اکرم ایک شب میں بیٹھے اور آپ پر سات بھری مشکوں کا پانی انڈیلا جانا جس سے آپ کو سکون نصیب ہوتا۔ بخاری میں حضرت عائشہ سے مذکور ہے، کہ جب حضور اکرم میرے حجرے میں تشریف لائے اور درو شدت اختیار کر گیا۔ تو آپ نے فرمایا، کہ مجھ پر سات بھری مشکوں کا پانی انڈیلا۔ شاید میں لوگوں سے عہد لے سکوں۔ پھر ہم نے آپ کو حضرت حفصہ کے شب میں بٹھایا۔ اور آپ کے سر پر پانی ڈالنا شروع کر دیا۔ تا اسکہ آپ نے ہاتھ سے اشارہ کیا، کہ بس کرو۔ حضور اکرم نے اس آٹھ میں ایک چادر اوڑھ رکھی تھی۔ جو شخص اپنا ہاتھ حضور کے جسم پر رکھتا، تو آپ کے بخار کا اندازہ ہو جاتا۔ اور جب عیادت کرنے والے حضور اکرم سے اس کا ذکر کرتے، تو فرماتے، اسی طرح ہمیں دکھوں میں مبتلا کیا جاتا ہے اور اجرِ آخرت میں اضا فہ کیا جاتا ہے (ابن ماجہ وغیرہ)۔

حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے، میں حضور اکرم کی عیادت کے لئے گیا۔ آپ کو سخت بخار تھا۔ میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ۔ آپ کو نہایت سخت بخار ہے۔ فرمایا۔ ہاں درست ہے۔ مجھے دو آدمیوں کا بخار ہے، انہوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! آپ کو دو اجر ملیں گے۔ فرمایا ٹھیک کہتے ہو۔ اسی طرح جس مسلمان کو کوئی تکلیف پہنچے، خواہ کاٹنا ہی کیوں نہ چھے، خدا اس کے گناہ اس طرح معاف کر دیتا ہے۔ جس طرح درخت کے پتے جھڑ جاتے ہیں (بخاری)۔

حضرت فاطمہ بنت یمان سے روایت ہے، کہ میں بعض عورتوں کے ساتھ حضور اکرم کی عیادت کے لئے آئی۔ شدت بخار کی وجہ سے آپ پر پانی ڈالا جا رہا تھا۔ حضور نے

فرمایا۔ لوگوں میں سے انبیاء علیہم السلام کو سخت ابتلاؤں سے پالا پڑتا ہے۔ پھر ان لوگوں کو جو ان کے قریب تر ہوتے ہیں اور اسی طرح سلسلہ چلتا ہے۔

حضرت عائشہ کی حدیث میں مذکور ہے، کہ حضور اکرم کے پاس پانی کی ایک گڑوی رکھی ہوتی تھی آپ اس میں ہاتھ ڈالتے اور پانی چہرے پر چھڑکتے اور فرماتے: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، إِنَّ لِلْمَوْتِ سَكْرَاتٍ رِخَارِي،

اسی طرح حضرت عروہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم فرمایا کرتے، کہ میں ہمیشہ اس زہریلے کھانے کی تکلیف محسوس کرتا رہا، جو میں نے خیبر میں کھایا تھا۔ اور اس وقت میں نے یہ محسوس کیا تھا کہ اس زہر سے میرے دل کی رگ کٹ گئی ہے۔ اس رگ کے کٹنے سے آدمی مرجاتا ہے۔ اسی لئے حضرت عبداللہ بن مسعود کہتے تھے، کہ حضور اکرم کی موت شہید کی موت ہے۔

بخاری میں حضرت عائشہ سے مروی ہے، کہ جب حضور اکرم کو تکلیف ہوتی تو مسوذات پڑھ پڑھ کر اپنے اوپر چھونکتے اور ہاتھوں سے جسم کو چھوتے۔ اور جب آپ کی تکلیف زیادہ ہو جاتی تو میں خود مسوذات پڑھ کر آپ پر چھونکتی اور حضور اکرم کے ہاتھوں کو برکت کے لئے چھوتی۔

بخاری میں حضرت عائشہ سے مروی ہے، کہ عبدالرحمان ایک تازہ مسواک لئے وہاں آگئے حضور نے مسواک دیکھی، تو میں سمجھ گئی، کہ آپ کو اس کی ضرورت ہے۔ میں نے ان کے ہاتھ سے لے لی۔ اسے دانتوں سے نرم کیا۔ اور پھر آپ کو دے دی۔ آپ نے اس سے اچھی طرح اپنے دانت صاف کئے۔ پھر مجھے دے دی، اور اس طرح خدا نے حضور اکرم اور میرے لعاب دہن کو آپ کی دنیوی زندگی کے آخری دن اور آخری زندگی کے پہلے دن اکٹھا کر دیا۔ ایک اور روایت میں ہے، کہ جب عبدالرحمن میرے حجرے میں داخل ہوئے، تو حضور نے اپنا سر میری گود میں رکھا ہوا تھا حضرت عائشہ سے یہی مٹی

ہے حضور اکرم نے فرمایا اس سے موت مجھ پر آسان ہوگئی، کہ میں نے عائشہ کے ہاتھ کی سفیدی جنت میں دیکھی۔ اور ایک روایت میں ہے، کہ میں نے عائشہ کو جنت میں دیکھا۔ یہ بھی مروی ہے، کہ مرض موت کے دوران میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سات دینار تھے جن کے بارے میں آپ کا حکم تھا کہ نبی سبیل اللہ دے دیئے جائیں۔ پھر آپ پر ہوشی طاری ہوگئی اور لوگ آپ کی بیماری میں مصروف ہو گئے، جب ہوش میں آئے تو آپ نے دینار منگوائے اور ہاتھ میں لے کر فرمایا۔ کہ محمد صلعم، کاپنے خدا کے متعلق کیا خیال ہے۔ کہ وہ خدا سے ایسی حالت میں مل رہا ہے کہ اس کے پاس یہ دینار موجود ہیں۔ وہ سب اللہ کی راہ میں دے دیئے۔

بخاری میں مذکور ہے، کہ حضرت عمرو نے حضرت عائشہ سے روایت کی، کہ حضور اکرم نے حضرت فاطمہ کو مرض موت میں طلب فرمایا۔ ان کے کان میں کوئی بات کہی، جس وہ رو پڑیں۔ پھر بلا کر کان میں کوئی اور بات کہی اور وہ ہنس پڑیں۔ ہم نے ان سے اس بارے میں دریافت کیا تو کہنے لگیں، کہ حضور اکرم نے مجھے کہا، کہ میں اس بیماری میں فوت ہو جاؤں گا، تو میں رو پڑی۔ پھر بلا کر فرمایا، کہ میرے خاندان میں تو سب سے پہلے مجھ سے آٹے گی، تو میں خوش ہو گئی۔

حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ میں نے کسی شخص کو بھی فاطمہ سے بڑھ کر طور اظہار اور منانت اور وقار میں، حضور اکرم سے مشابہہ نہیں دیکھا جب حضور اکرم سے ملنے آئیں آپ کھڑے ہو کر انہیں چومتے اور اپنے پاس بٹھاتے جب آپ فاطمہ کے گھر جاتے تو ایسا ہی کرتے جب حضور اکرم بیمار ہوئے، تو فاطمہ آئیں اور حضور پر گر پڑیں اور میں نے انہیں بوسہ دیا۔ مسروق کی روایت میں ہے، کہ حضرت فاطمہ کی مسرت کی وجہ یہ تھی، کہ حضور نے انہیں خوش خبری دی تھی، کہ آپ جنتی عورتوں کی سردار ہیں اور میرے خاندان میں سے سب سے پہلے آپ مجھ سے آئیں گی۔ حضرت عائشہ کی ایک روایت میں ہے

کہ میں نے آج کے دن کی طرح کوئی غم ایسا نہیں دیکھا، جو خوشی کے اتنا قریب ہو۔ میں نے فاطمہ سے وجہ دریافت کی تو وہ کہنے لگیں کہ میں حضور اکرم کا لانا بھرا نہیں کر سکتی حضور اکرم فوت ہو گئے، میں نے پھر دریافت کیا تو کہنے لگیں، حضور نے فرمایا جبرئیل ہر سال مجھ سے ایک دفعہ قرآن سنا تھا۔ اس سال اس نے دو دفعہ سنا ہے جس سے میں سمجھ گیا، کہ میری موت قریب آگئی ہے۔ اور تم سب سے پہلے مجھے آلوگی طہراتی نے حضرت عائشہ سے روایت کی ہے کہ حضور اکرم نے حضرت فاطمہ سے فرمایا کہ مسلمان خواتین میں کوئی عورت بھی فضیلت میں تجھ سے زیادہ نہیں ہے۔ اس لئے تجھے صبر میں بھی ان سے کم نہیں ہونا چاہیئے۔ اور حدیث میں حضور اکرم سے جن امور کے وقوع کا ذکر ہے۔ اور وقوع پذیر ہوئیں۔ ان میں حضرت فاطمہ کی وفات شامل ہے جس پر پب کا اتفاق ہے کہ جناب فاطمہ اہل بیت میں سے سب سے پہلے فوت ہوئیں۔

حضور اکرم شدت مرض کی وجہ سے بیہوش ہو جاتے پھر ہوش میں آجاتے ایک بار بیہوش ہوئے تو لوگوں نے سمجھا، کہ آپ کو نمونیا ہو گیا ہے۔ چنانچہ آپ کے منہ میں دوا ڈالی گئی حالانکہ آپ اشارے سے منع کرتے رہے، مگر لوگوں نے یہ سمجھا کہ چونکہ مرض کو دوا سے نفرت ہوتی ہے اس لئے آپ ایسا کر رہے ہیں جب آپ ہوش میں آتے، تو فرمایا، کیا میں نے تمہیں دوا پلانے سے منع نہیں کیا تھا، فرمایا، گھر میں جتنے آدمی بوڑھے ہیں سب کو میرے سامنے دوا پلائی جائے۔ حضرت عباس زنج گئے۔ کیونکہ وہ اس وقت موجود نہ تھے (بخاری)

جب حضور اکرم کی تکلیف میں اضافہ ہو گیا۔ تو آپ نے فرمایا، ابو بکر کو کہو، کہ لوگوں کو نماز پڑھانے حضرت عائشہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اباجان رقیق القلب آدمی ہیں جب آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے، تو رونے کی وجہ سے ان کی آواز نہیں سنی جاسکے گی۔ فرمایا۔ ابو بکر کو کہو۔ نماز پڑھانے حضرت عائشہ نے پھر وہی بات دہرائی

آپ نے فرمایا، تم مصر کی وہ عورتیں ہو، جو یوسف علیہ السلام کو جھکائے آئی تھیں ابو بکر کو کہو، کہ وہ نماز پڑھاتے رہنمائی دے، وہ میاں سے منقول ہے، کہ صدیق اکبر نے سترہ نمازیں پڑھائیں۔

ناکہانی نے الفجر المنیر میں سیف الدین بن عمر کی کتاب الفتوح سے نقل کیا ہے، کہ جب انصار کو اندازہ ہو گیا کہ رسول اکرم کی تکلیف بڑھتی جا رہی ہے، تو اکثر مسجد نبوی کا طواف کرتے دیکھے جاتے۔ اس پر حضرت عباس حضور اکرم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انصار کی پریشانی سے آپ کو آگاہ کیا۔ پھر فضل بن عباس آئے۔ پھر حضرت علی آئے اور یہی بات کہی۔ یہ سن کر حضور اکرم ان تینوں حضرات کا سہارا لے کر اٹھے اور پافل گھیسٹے ہوئے مسجد کو چلے۔ آپ نے سر پہ پٹی باندھی ہوئی تھی۔ آتے اور منبر کے نچلے پائے پر بیٹھ گئے۔ تمام لوگ حضور کے ارد گرد جمع ہو گئے چنانچہ آپ نے خدا کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا: اے لوگو! مجھے معلوم ہوا ہے، کہ تم اپنے نبی کی موت کے بارے میں فکر مند ہو، لیکن کیا کبھی کوئی نبی جو گزشتہ اقوام کی طرف بھیجا گیا تھا۔ ہمیشہ زندہ رہا، تاکہ میں بھی تم میں ہمیشہ زندہ رہوں دیکھو، میں جلدی ہی اپنے رب سے ملنے والا ہوں، اور تمہیں بھی میرے بعد خدا سے ملنا ہوگا میں تمہیں سابقین مہاجرین کے بارے میں حسن سلوک کی وصیت کرتا ہوں، اور اسی طرح مہاجرین کو ان کے مابین معاملات کے بارے میں بھی وصیت کرتا ہوں۔ ارشاد خداوندی ہے: وَالنَّصْرُ لِلَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ۔ دنیا کا کاروبار خدا کے حکم سے چلتا ہے۔ اگر کسی بات کے پورا ہونے میں دیر لگ جائے تو تم عجلت مت کرو، کیونکہ کسی کی عجلت سے۔ خدا جلد بازی نہیں کرتا۔ جو خدا پر غلبے کی کوشش کرے، وہ خود مغلوب ہوتا ہے۔ جو اللہ کو دھوکا دینا چاہے۔ وہ خود دھوکا کھاتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے: فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوا فِي الْاَرْضِ وَتَقَطَعُوا اَرْحَامَكُمْ ط

اسی طرح تمہیں انصار سے بھلائی کی وصیت کرتا ہوں۔ کیونکہ وہ تم سے پہلے ایمان لائے اور مجھے جگہ دی۔ تم ان سے حسن سلوک سے پیش آنا۔ کیا انہوں نے تمہیں پیادار میں مسہ دار نہیں بنایا۔ کیا انہوں نے تمہیں اپنے گھروں میں جگہ نہیں دی۔ اور کیا انہوں نے تمہیں اپنی ذات پر ترجیح نہیں دی۔ حالانکہ وہ خود تنگی ترشی سے گزارا کر رہے تھے۔ کچھو تم سے جسے بھی حکومت عطا ہو۔ اسے چاہئے کہ ان کے اچھے لوگوں کا احترام کرے اور برے لوگوں سے درگزر کرے۔ نیز یاد رکھو تم اپنے آپ کو ان سے متبرہ گردانا۔ اس بات کو یاد رکھنا کہ میں تمہارے آگے جا رہا ہوں، اور تم بھی مجھے آٹو گے اور ہماری ملاقات حوض کوثر پر ہوگی اور جو شخص خواہش مند ہے، کہ مجھے کل یوم قیامت کو وہاں ملنا چاہے وہ بلا ضرورت ہاتھ کوروں کے اور زبان کو بند رکھے۔ اے لوگو! گناہ خدائی نعمتوں کے زوال کا باعث ہیں اور قسمت کو بدل دیتے ہیں۔ جب لوگ اچھے ہوں۔ تو ان کے حاکم بھی اچھے ہوتے ہیں۔ اور جب وہ برے اعمال کے مرتکب ہوں، تو پھر وہ حاکم انہیں دکھ دیتے ہیں۔

واحدی نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے یہ روایت بیان کی کہ رسول اکرم نے موت سے ایک ماہ پیشتر ہی اپنی وفات کی اطلاع دے دی تھی۔ جب یوم فراق قریب آیا۔ تو ہمیں حضرت عائشہ کے حجرے میں جمع کیا اور فرمایا: حَيَّاكُمْ اللهُ بِالسَّلَامِ، رَدِّكُمْ اللهُ، جَبَّرَكُمْ اللهُ، رَزَقَكُمْ اللهُ، نَصَرَكُمْ اللهُ، رَفَعَكُمْ اللهُ، أَوَّاكُمْ اللهُ، أَوْصِيَكُمْ بِتَقْوَى اللهِ، وَأَسْتَعْلِفُهُ عَلَيْكُمْ وَ أُحْذِرْكُمْ اللهُ۔ اِنِّي لَكُمْ نَذِيرٌ قَبِيْلٌ۔ اَنْ لَا تَعْلُوْا عَلٰى اللهِ فِيْ بِلَادِهِ وَعِبَادِهِ: فما فرماتا ہے: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عِلْوًا فِي الْاَرْضِ وَلَا فِسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ۔ نیز فرمایا: اَلَيْسَ فِيْ جِهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكَافِرِيْنَ۔

صحابہ نے دریافت کیا، یا رسول اللہ! آپ کی وفات کب متوقع ہے۔ فرمایا: جہاں کی گھڑی اور خداوند تعالیٰ کی طرف واپسی اور جنت المادامین داخلے کا وقت قریب آگیا ہے۔ صحابہ نے دریافت کیا، یا رسول اللہ! آپ کو کون غسل دیگا؟ فرمایا: میرے کنبے کے مرد حسب قرب رشتہ، پھر پوچھا، یا رسول اللہ! آپ کا کفن کیا ہو؟ فرمایا: انہیں کپڑوں میں دفنا دینا اور اگر چاہو تو مصر کے سفید کپڑے یا مینی چادر کا کفن بنا لینا۔ پھر دریافت کیا یا رسول اللہ! آپ کی نماز جنازہ کون پڑھائے گا؟ فرمایا: جب نہلا چکوا اور کفنا چکوا تو میری یہ چار پائی قبر کے کنارے رکھ دو۔ پھر تھوڑی دیر کے لئے وہاں سے نکل جاؤ کیونکہ سب سے پہلے میری نماز جنازہ حضرت جبرئیل پھر میکائیل، پھر اسرافیل اور پھر عزرائیل علیہم السلام مع فرشتوں کے پڑھیں گے، پھر سب گروہ درگروہ اندر آکر نماز پڑھو اور درود اور سلام بھیجو سب سے پہلے کنبے کے مرد پھر عورتیں، اور پھر تم سب مجھ پر درود اور سلام بھیجو۔ اور نیز میرے ان صحابہ پر جو فوت ہو گئے ہیں اور میری امت کے ان افراد پر بھی جو تاقیامت پیدا ہوتے رہیں گے۔ پھر دریافت کیا، یا رسول اللہ! آپ کو قبر میں کون اتارے گا۔ فرمایا: میرے خاندان کے مرد۔ (اطرانی)

حضرت عائشہ سے مروی ہے، کہ حضور اکرم ابھی تندرست تھے، کہ فرمانے لگے، کہ ہرنی جب فوت ہونے لگتا ہے، تو اسے جنت میں اپنا مقام دکھا دیا جاتا ہے، اور اسے انتخاب کا موقع دیا جاتا ہے۔ جب آپ بیمار ہوئے۔ اور موت کا وقت قریب آ گیا اور آپ کا سر میری ران پر رکھا تھا، تو آپ پر غشی طاری ہو گئی۔ جب ہوش میں آئے تو آپ نے ٹھنکی باندھ کر چھت کو دیکھا اور فرمایا اللہم فی السوفیق الاعلیٰ میں نے دل میں کہا، کہ حضور اکرم ہمیں منتخب نہیں کر رہے۔ اس وقت مجھے آپ کی وہ حدیث یاد آگئی، جو آپ بحالت تندرستی ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ ایک حدیث میں ہے، کہ حضرت عائشہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے پہلے جب آپ پیٹھ کے بل لیٹے ہوئے



تھے، کان لگا کر سنا تو آپ فرما رہے تھے: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ وَارْحَمْنِيْ وَارْحَمْنِيْ  
بِاَسْرِ قَيْنِقِ الْاَعْلَىٰ وَبِخَارِيْ مَا مَامَ اَحْمَدُ نَعْنِيْ اَبُو مُوَيْبِيَهٗ سے روایت کی ہے، کہ حضور نے  
فرمایا، کہ مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں اور زندگی و دوام پیش کی گئی، اور پھر جنت پیش کی  
گئی، اور مجھے انتخاب کا موقعہ دیا گیا، چنانچہ میں نے اپنے رب سے ملاقات اور جنت کو  
ترشح دی، عبدالرزاق نے طاؤس سے روایت کی ہے، حضور اکرم نے فرمایا، کہ مجھے اختیار  
دیا گیا تھا، کہ میں اس وقت تک دنیا میں ٹھہرا رہوں، کہ اپنی امت کی فتوحات کو دیکھ  
سکوں اور یارِ دائمی میں جلدی کروں، میں نے دوسری بات کو بہتر جانا۔

حافظ ابن رجب سے مذکور ہے، حضور اکرم نے فرمایا۔ اے خدا! تو تمہوں، ہڈیوں  
اور انگلیوں سے روح کھینچ لیتا ہے۔ اس بارے میں میری امداد فرما اور مجھ پر یہ مرحلہ  
آسان کر جب حضور اکرم پر تکلیف کی وجہ سے غشی طاری ہو گئی، تو حضرت فاطمہ حضور کے  
کرب کی وجہ سے سخت بے چین ہوئیں، حضور نے فرمایا، جان پدر! آج کے بعد تیرے  
باپ کو کوئی تکلیف نہ ہوگی، بخاری، علمائے امت کے خیال کے مطابق حضور کے بس کرب  
و تکلیف کی وجہ سے آپ کو بلندی مرتبہ عطا ہوگی۔

بخاری میں حضرت انس سے مروی ہے، کہ سو موار کے دن مسلمانوں کو حضرت ابو بکر  
نماز فجر پڑھا ہے تھے۔ کہا چنانک حضور اکرم حضرت عائشہ کے حجرے کا پردہ ہٹا کر  
نہوار ہوئے اور صحابہ کی صفوں کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے، ابو بکر نمازیوں کی صف  
میں شامل ہونے کے لئے، اس خیال سے پیچھے بیٹھے کہ حضور نماز میں شامل ہونا چاہتے  
ہیں۔ صحابہ کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی، کہ حضور اکرم کی صحت کی خوشی میں نماز توڑ  
دیں۔ لیکن حضور نے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ نماز کو مکمل کرو۔ آپ حجرے میں واپس چلے  
گئے اور پردہ لٹکا دیا۔ پھر اسی دن فوت ہو گئے۔

جعفر بن محمد نے اپنے والد سے روایت بیان کی۔ کہ جب رسول اکرم کی وفات کو

تین دن رہ گئے، تو جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور کہنے لگے، اے محمد! خدا نے مجھے آپ کی طرف خاص از روئے اکرام و احترام بھیجا ہے، کہ آپ کا حال دریافت کروں، حالانکہ وہ خود ان معاطات سے بخوبی واقف ہے۔ فرمایا، اے جبرئیل! میں منعم ہوں اور تکلیف میں ہوں، دوسرے دن پھر آئے اور یہی سوال کیا اور آپ نے بھی وہی جواب دیا۔ تیسرے دن پھر یہی صورت حال پیش آئی۔ اتنے میں ملک الموت نے داخلے کی اجازت طلب کی۔ جبرئیل نے حضور کو بتایا کہ ملک الموت طلب کار اجازت ہے، نہ پہلے ایسا ہوا ہے، نہ آئندہ ایسا ہوگا۔ آپ نے داخلے کی اجازت دے دی اور ملک الموت اندر آ کر آپ کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ کہنے لگے یا رسول اللہ! مجھے خدا نے اس لئے بھیجا ہے، کہ اگر آپ چاہیں، تو آپ کی روح قبض کر دوں ورنہ چھوڑ دوں، حضرت جبرئیل نے کہا، یا رسول اللہ! خداوند تعالیٰ آپ کی ملاقات کا مشتاق ہے حضور اکرم نے فرمایا اے ملک الموت، خدا نے تجھے جو حکم دیا ہے، اس کی تعمیل کر۔ اس پر جبرئیل کہنے لگے، یا رسول اللہ! دنیا میں یہ میرا آخری چکر ہے، کیونکہ میں صرف آپ کے لئے آیا کرتا تھا۔ اس کے بعد آپ فوت ہو گئے۔

جب رسول اکرم وفات پا گئے۔ تو گھر کی طرف سے رونے کی آواز آئی، اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، ہر نفس نے موت کا مزا چکھنا ہے، قیامت کے دن تمہیں پورا پورا اجر دیا جائے گا۔ خدا کے یہاں ہر مصیبت کا اجر ہے اور ہر مرنے والے کا جاننشین مقرر ہے۔ اور ہر ضائع ہونے والی چیز کا بدلہ ہے۔ اس لئے اللہ پر اعتماد رکھو اور اسی سے بھلائی کی امید رکھو۔ کیونکہ فی الحقیقت مصیبت زدہ وہ شخص ہے، جو ثواب سے محروم ہو۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، حضرت علی نے کہا، جانتے ہو، یہ خضر علیہ السلام تھے وہ یہی تھی،

طبرانی نے حضرت عبد اللہ بن عباس سے روایت بیان کی کہ ملک الموت

حضور اکرم کی خدمت میں آئے حضور کا سر مبارک حضرت علی کی گود میں تھا۔ اس نے اجانت طلب کی اور سلام کہا۔ حضرت علی نے کہا، تم واپس چلے جاؤ۔ کہہ میں فرصت نہیں۔ حضور اکرم نے فرمایا۔ یہ ملک الموت ہیں۔ خوشی سے آسکتے ہیں۔ اندر آکر کہنے لگے، کہ خدا نے آپ کو سلام کا تحفہ بھیجا ہے۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ نہ اس سے پیشتر اور نہ بعد میں ملک الموت نے کبھی بھی اہل بیت کو سلام کہا۔

حضرت عائشہ سے مروی ہے، کہ رسول اکرم نے میرے حجرے میں وفات پائی اور آپ کا سر میرے سینے اور گردن کے درمیان رکھا تھا، بخاری، امام سہلی سے مروی ہے، کہ میں نے واقعہ کی کسی کتاب میں پڑھا ہے، کہ حضور اکرم کی زبان سے جو پہلا لفظ نکلا، جب عظیم سعید یہ کے پاس دو دھپیتے تھے، اللہ اکبر تھا اور آخری کلمہ جو آپ کی زبان سے نکلا، وہ الرفیق الاعلیٰ تھا۔ اور حاکم نے حضرت انس سے روایت کی ہے۔ کہ حضور اکرم کی زبان سے جو آخری کلمہ نکلا وہ جَلَّالُ رَبِّیَ الرَّفِیْعُ تھا۔

سالم بن عبید اللہ سے مروی ہے، کہ حضور اکرم کی وفات پر سب سے عزع فزع کرنے والے حضرت عمر تھے۔ انہوں نے تلوار کا قبضہ ہاتھ میں لے لیا۔ اور کہنے لگے، خبردار اگر کسی نے کہا، کہ رسول اکرم فوت ہو گئے ہیں، تو میں اس کا سراڑا دوں گا۔ لوگوں نے حضرت سالم سے کہا، کہ حضور اکرم کے ساتھی کو بلا لاؤ میں نے مسجد نبوی کے پاس ابو بکر کو آتے دیکھا، تو میں رونے لگ گیا۔ انہوں نے کہا، کیا رسول اکرم فوت ہو گئے ہیں میں نے کہا، عمر کہہ رہے، اگر کسی نے کہا، کہ رسول اکرم فوت ہو گئے ہیں۔ تو میں اسے قتل کر دوں گا۔ اس پر ابو بکر حضور اکرم کے پاس گئے۔ آپ آرام سے چار پانی پر دراز تھے۔ ابو بکر نے حضور کے چہرے سے چادر ہٹائی۔ اپنا منہ آپ کے منہ پر رکھا، آپ کی خوشبو سونگھی اور چادر پھر آپ کے چہرے پر ڈال دی اور ہماری طرف متوجہ ہو کر

وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَرَأَيْتُمْ لَو كُنْتُمْ

جو لوگ رسول کریم کی عبادت کرتے تھے، وہ تو فوت ہو گئے ہیں، لیکن جو شخص خدا کی عبادت کرتا تھا، وہ تو خدا سے لایوت ہے، حضرت عمرؓ کہتے ہیں جب میں نے یہ بات سنی تو مجھے ایسا معلوم ہوا، گویا میں نے یہ آیت کبھی تلاوت کی ہی نہ تھی (ترندی)۔

ابن المینر سے مروی ہے، کہ جب حضور اکرم فوت ہوئے، تو صحابہ کی عقلیں چکرا گئیں بعض ایسے تھے، جن پر دیوانگی کی کیفیت طاری ہو گئی۔ بعض ایسے تھے، جو بیٹھ گئے اور اٹھ نہیں سکتے تھے۔ بعض گونگے ہو گئے، جو بول نہیں سکتے تھے، بعض بیمار ہو گئے، حضرت عمران لوگوں سے تھے، جو توازن کھو بیٹھے۔ حضرت عثمان خاموش ہو گئے۔ ادھر ادھر ہر جگہ لگا رہے تھے۔ مگر بول نہیں سکتے تھے۔ حضرت علیؓ بیٹھ گئے۔ اور اٹھ نہیں سکتے تھے۔ عبداللہ بن انیس بیمار پڑ گئے اور غم سے فوت ہو گئے۔ سب سے مضبوط اولیٰ والے ابو بکر الصدیق تھے جب آئے، تو آنکھوں میں آنسو تیر رہے تھے، ہونٹ کانپ رہے تھے۔ اور سچ والہ و مہذب بڑھ رہا تھا۔ وہ حضور اکرم کے حجرے میں داخل ہوئے آپ پر جھکے حضور کے چہرے سے پردہ ہٹایا، کہا یا رسول اللہ آپ کی زندگی اور موت کتنی پاکیزہ رہی ہے۔ آپ کی وفات سے وہ سلسلہ منقطع ہو گیا، جو کسی نبی کی وفات سے منقطع نہیں ہوا تھا۔ اس سلسلے میں آپ ہر وصف سے بے نیاز ہیں۔ اور آپ کا مقام آہ و زاری سے بلند تر ہے، اگر آپ کی وفات پر ہمارا بس چلتا، تو ہم اپنی جانیں دے کر آپ کو موت سے بچا لیتے۔ اور ہم خدا کے حضور میں اتجا کرتے۔ اور اس طرح ہم آپ کے قریب تر ہو جاتے۔

امام احمد کے یہاں حضرت عائشہ سے مروی ہے، کہ حضرت ابو بکر، حضور اکرم کی چار پانی کے سر ہانے آ کر کھڑے ہوئے۔ نیچے جھکے اور آپ کے ماتھے کو چوم کر کہنے لگے ذَا نَبِيَّاهُ پھر سر اٹھایا جھکے۔ آپ کی پیشانی کو چوما اور کہنے لگے ذَا صَفِيَّاهُ۔ پھر آپ کے ہاتھ پر بوسہ دیا اور کہنے لگے ذَا خَلِيْلَاهُ۔ جب حضور اکرم فوت ہو گئے۔ تو حضرت فاطمہ نے

روتے ہوئے کہا یا ایتاہ۔ اور عالم بالا سے جواب آیا۔ ہائے اس خاتون کے ابا جو بہشت میں قیام پذیر ہے۔ ہائے اس بیٹی کے باپ کہ جس کی موت کی خبر جبریل نے ہی بخلائی، طبرانی کی روایت میں یہ الفاظ بھی درج ہیں: یا ایتاہ من ربه ما اذناہ دایے میرے ابا جو اپنے رب کے اتنے قریب ہیں،

حضرت فاطمہ حضور اکرم کی وفات کے بعد صرف چھ مہینے زندہ رہیں، پچاس پچاس عرصے میں وہ کبھی بھی نہ ہنسیں اور بلاشبہ انہیں یہی بات زیب دیتی تھی۔ ابو نعیم حضرت علی سے راوی ہیں، کہ جب حضور اکرم وفات پا گئے، عزرائیل روتے ہوئے آسمان کو واپس ہوتے، اس خدا کی قسم جس نے آپ کو نبی بنا کر بھیجا تھا، کہ میں نے آسمان سے یہ آواز سنی وَ اَلْحَمْدُ لَہُ کُلِّ الْمَصَابِیْہِ تَهْوُونَ عِندَہُ الْمَصِیْبَۃِ: افسوس رسول کریم فوت ہو گئے ہیں۔ اس مصیبت کے بعد کسی اور مصیبت کی کوئی حقیقت نہیں۔

سنن ابن ماجہ میں مذکور ہے، حضور اکرم نے اپنے مرض موت کے اٹھارہ فرطاً اے لوگو! اگر کوئی عام انسان یا کوئی مومن کسی بیماری میں مبتلا ہو جائے، تو اسے اس بیماری کو جو مجھے لاحق ہے، اس بیماری کو جو میری بیماری سے مختلف ہے، قیمت ملنا چاہیے، کیونکہ میرے بعد کوئی شخص بھی کسی ایسی بیماری میں مبتلا نہیں ہوگا، جو اسے میری بیماری سے سخت تر معلوم ہوگی۔ ابو الجوزاء سے مروی ہے۔ مدینے میں ایک شخص تھا جب بھی وہ کسی تکلیف میں ہوتا تو اس کا بھائی آکر اس سے مصافحہ کرتا۔ اور کتکے بندہ خدا، تو خدا سے ڈر، کیونکہ رسول کریم کی ذات میں عمدہ نمونہ موجود ہے۔

مروی ہے کہ جب حضرت بلال آپ کی وفات کے بعد اودون سے پہلے کے درمیانی عرصے میں اٹھائے اذان میں اَشْہَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰہِ کہتے، تو مسجد میں آہ و زاری سے کہرام مچ جاتا۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین ہو چکی،

تو حضرت بلال نے اذان کہنا چھوڑ دی۔

حضور اکرم کی وفات بالاتفاق سو موار کو اس وقت ہوئی، جس وقت آپ بعد از ہجرت جب دوپہر تپ چکی تھی داخل مدینہ ہوئے تھے، آپ کی تدفین مشکوار اور برساتی بدھ وار کی رات یادن کو ہوئی۔ اور دیر کی وجہ وہ اختلاف تھا، جو حضور کی وفات کے بعد بارہ خلافت اور بارہ تدفین اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

ابن عساکر ابو ذویب ہذلی سے راوی ہیں۔ وہ کہتے ہیں ہمیں معلوم ہوا، کہ حضور اکرم علیل ہیں۔ چنانچہ ہمارا قبیلہ فکر مند ہو گیا۔ میں ایک طویل رات کے دوران میں جاگتا رہا جب صبح قریب آگئی، تو میں سو گیا اور ہاتھ کو کہتے سنا۔

خَطْبٌ أَجَلٌ أَسَاحَ بِأَلْسَانِ - بَيْنَ النَّجِيلِ وَمَقْعَدِ الْوَطَانِ  
قَبْضَ النَّبِيِّ مُحَمَّدٌ وَعَمِيؤُنَا - شِدِّي السَّدِّ مَوْجَعٌ عَلَيْهِمَا الْقَبْأَمِ

دسوجملہ، انجیل اور آطام کے درمیانی خطہ زمین میں اسلام پر ایک سخت مصیبت نازل ہوئی ہے۔ ۲۰ رسول کریم فوت ہو گئے ہیں۔ اور اس صدمے کی وجہ سے ہماری آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔ میں اس خواب سے گھبرا کر اٹھ بیٹھا۔ میں نے آسمان کی طرف دیکھا، تو سعد ذابح دسارے کا نام، پر نظر پڑی، میں سمجھ گیا، کہ حضور اکرم فوت ہو گئے ہیں۔ مدینے آیا۔ دیکھا، تو اہل مدینہ یوں رو رہے تھے جس طرح حاجی بَئِيكَ اللَّهُمَّ بَيْتِكَ کہتے وقت روتے ہیں۔ پوچھا کیا معاملہ ہے کہنے لگے حضور اکرم فوت ہو گئے ہیں حضرت حسان بن ثابت نے حضور اکرم کی وفات پر کیا خوب کہا ہے

كُنْتُ السَّوَادَ لِنَاظِرِي، كَعَمِيؤُنَا عَلَيْكَ الشَّاطِرُ

مَنْ شَاءَ بَعْدَكَ فَلْيَمُتْ فَعَلَيْكَ كُنْتُ أَحَاذِرُ

دسوجملہ، یا رسول اللہ! آپ میری آنکھوں کے نور تھے میری آنکھیں آپ پر آنسو بہا رہی ہیں۔ آپ کے بعد جس کی مرضی ہے مرنا پھرے، مجھے تو صرف آپ کی موت



بارے میں معلوم نہ ہو سکا کہ وہ کون تھا، آواز آئی، کہ رسول اللہ کو کپڑوں سمیت نہلاؤ۔ چنانچہ آپ کو آپ کے کرتے سمیت نہلایا گیا۔ قیصر پر پانی ڈالا جاتا اور قیصر سے جسم کو ملا گیا۔ (بیہقی)

ابن ماجہ میں حضرت علی سے مروی ہے، حضور اکرم نے فرمایا، کہ جب میں فوت ہو جاؤں تو مجھے سات مشکوں سے نہلانا، جو غرس کے کنویں سے بھر کر لائی جائیں حضور اکرم کو تین دفعہ غسل دیا گیا۔ پہلی دفعہ خاص سحرے پانی سے۔ دو بارہ اس پانی سے جس میں بیر کے پتے ڈالے گئے تھے اور سہ بارہ اس پانی سے جس میں کافور ڈالا گیا تھا حضور اکرم کو نہلانے والے، حضرت علی، عباس امدان کے بیٹے غسل تھے، جو ان کی امداد کر رہے تھے، حضرت قثم اسامہ اور شقران آنکھوں پر پٹی باندھ کر پانی ڈال رہے تھے، تاکہ آپ کی شرمگاہ پر نظر نہ پڑے۔ کیونکہ حضور اکرم نے حضرت علی کو فرمایا تھا کہ مجھے غسل تم خود دینا، تاکہ کوئی شخص میری شرمگاہ کو نہ دیکھ سکے۔  
ورنہ آنکھیں کھو بیٹھے گا، بزار (بیہقی)

بیہقی شعبی سے مروی ہے، کہ حضرت علی حضور اکرم کو غسل دیتے جلتے اور کہتے یا رسول اللہ آپ زندگی اور بعد از موت دونو حالتوں میں کتنے صاف سحرے ہیں، جو داؤد میں حضرت علی سے مروی ہے، کہ میں آپ کو غسل دے رہا تھا اور ادھر ادھر دیکھ رہا تھا مگر حضور اکرم کے جسم پر کوئی ایسی چیز نظر نہ آئی، جو عام طور پر مرنے والوں کے جسموں پر ہوتی ہے، حضور اکرم ماشاء اللہ کتنے صاف سحرے تھے۔ ابن سعد کی روایت میں ہے، کہ حضور کے جسم مبارک سے نہایت دل آویز خوشبو آرہی تھی، اور پہلے کبھی ایسا اتفاق نہ ہوا تھا۔ ایک روایت میں ہے، کہ حضرت علی نے ہاتھ پر ایک کپڑا پیٹ رکھا تھا، جسے وہ حضور کی قمیص کے نیچے داخل کرتے۔ بعد میں اُسے پھوڑ دیا جاتا۔ اس کے بعد آپ کی پشانی اور جوڑوں پر خوشبو لگائی گئی، اور اس سے آپ کے بازو، چہرہ ہاتھ اور پاؤں



دھونے گئے اور پھر آپ کو عود اور گوگل کی دھونی دی گئی۔

ابن جوزی نے جعفر بن محمد سے روایت کی ہے کہ جو پانی حضور اکرم کی پلوں میں جمع ہو جاتا حضرت علی اسے پی لیتے۔ حضرت عروہ حضرت عائشہ سے راوی ہیں، کہ حضور اکرم کو یمن کے تین سفید سوتی کپڑوں کا کفن دیا گیا تھا، جن میں نہ بگڑی تھی اور نہ تھیس بھاہا میں نے اس حدیث کو تھوڑی بہت کمی بیشی کے ساتھ بیان کیا ہے۔

ابن ماجہ میں عبداللہ بن عباس سے مروی ہے، کہ جب صحابہ کرام حضور اکرم کی تجہیز و تکفین سے منگوار کے دن فارغ ہوئے، تو آپ کو چار پائی پر لٹایا گیا۔ پھر لوگوں کو نماز جنازہ کے لئے اندر آنے کی اجازت دی گئی۔ جب وہ فارغ ہوئے، تو عورتیں داخل ہوئیں۔ جب وہ بھی فارغ ہو گئیں، تو لڑکوں کو اجازت ملی۔ اس نماز جنازہ میں کسی نے نماز جنازہ نہیں پڑھائی ایک روایت میں ہے، کہ سب سے پہلے فرشتوں نے پھر اہل بیت نے پھر باقی لوگوں نے گروہ درگروہ نماز ادا کی۔ آخر میں عورتوں کی باری تھی۔

اس مرحلے پر یہ سوال اٹھایا گیا، کہ آپ کو کہاں دفن کیا جاتے حضرت ابو بکر نے کہا، میں نے رسول کریم سے سنا کہ نبی کو اسی مقام پر دفن کرنا چاہیے۔ جہاں وہ فوت ہو۔ حضرت علی نے بھی اس کی تصدیق کی۔ حضرت ابو طلحہ نے جس مقام پر آپ کی وفات ہوئی تھی، قبر کھودی

اس بات میں اختلاف ہے، کہ حضور اکرم کو قبر میں کس نے اتارا۔ صحیح روایت یہ ہے، کہ حضرت علی اور حضرت عباس اور ان کے دو بیٹے قبر میں اتارے۔ اور تھم ان لوگوں سے تھے جو آپ پر سب سے بعد ایمان لائے تھے۔

مروی ہے، کہ آپ کی قبر میں نو اینٹیں رکھی گئیں اور نیچے نجرانی کپڑا بچھایا گیا تھا۔ یہ وہ کپڑا تھا، جسے حضور اپنے بستر پر بچھاتے تھے۔ اسے جناب شقران نے قبر میں بچھا دیا تھا۔ تاکہ کوئی دوسرا آدمی اسے استعمال نہ کرنے پائے۔ علامہ ابن عبد البر نے تحقیق النصوص میں

لکھا ہے، کہ جب حضور کی قبر میں نو اینٹیں رکھی جا چکیں۔ تو کپڑا نکال لیا گیا تھا۔  
جب حضور اکرم ودفن کئے جا چکے، تو حضرت فاطمہ تشریف لائیں اور کہنے لگیں۔ اے  
لوگو! تمہارا دل کیسے گوارا کرتا ہے، کہ تم رسول کریم پر مٹی ڈال رہے ہو۔ پھر انہوں نے قبر مبارک  
سے مٹی اٹھائی۔ اور آنکھوں سے لگا کر ذیل کے شعر پڑھے۔

مَا ذَا عَلِيٍّ مِنْ شَرِّ تُوْبَةٍ اَحْمَدٍ      اَنْ لَا يَشْرَفَ مَدَى الزَّمَانِ خَوَالِيَا  
صُبَّتْ عَلَيَّ مَصَائِبُ نَسْوَانَهَا      صُبَّتْ عَلَيَّ الْاَيَّامُ حِينُونَ نَيَا كَيَا

دقوجملہ، جو شخص رسول کریم کی قبر کی مٹی سونگھے، اسے پھر زندگی بھر خوشبو میں  
سونگھنے کی ضرورت نہ رہے گی۔

مجھ پر اتنے مصائب ڈال دیئے گئے ہیں، کہ اگر وہ روشن دنوں پر ڈال دیئے جاتے  
تو وہ سیاہ راتیں بن جاتے۔

دائری کی روایت میں حضرت انس سے مروی ہے، کہ جس دن حضور اکرم بعد از  
ہجرت مدینے میں داخل ہوئے۔ اس دن سے خوبصورت اور روشن دن میں نہ کبھی  
نہیں دیکھا تھا اور جس دن حضور اکرم فوت ہوئے، اس سے زیادہ مکروہ اور بدنام دن  
نگہبھی میں نے نہیں دیکھا تھا۔ ترمذی میں مروی ہے کہ جس دن رسول اکرم مدینے میں  
تشریف لاتے تھے، تو حضور کی آمد سے ہر چیز جگمگا اٹھی تھی۔ اور جس دن حضور اکرم  
فوت ہوئے تھے، ہر چیز پر پاندھیرا چھا گیا تھا اور ابھی تک آپ کی تدفین کے دوران  
میں ہم نے ہاتھوں سے مٹی بھی نہیں جھاڑی تھی کہ ہم اپنے ہوش و اس گم کر بیٹھے۔  
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جو عجیب واقعات ظہور پذیر  
ہوئے۔ ان میں ایک یہ تھا، کہ آپ کا گدھا اتنا غمناک ہوا، کہ کنوئیں میں گر کر مر گیا  
اور اسی طرح آپ کی ناقہ نے کھانا پینا چھوڑ دیا اور مر گئی۔ اور زین سے مروی ہے  
کہ حضور اکرم کی قبر پر حضرت بلال نے سرمانے کی طرف سے مشک سے پانی جھڑکا۔ ابن

عساکر اور سرخ اور سفید رنگ کے چھوٹے چھوٹے پتھر رکھ دیتے۔ اور قبر کو زمین سے بالشت بھر اوپنچا کر دیا۔

حضرت عائشہ سے بخاری میں مروی ہے، کہ حضور اکرم نے مرض موت کے دوران میں فرمایا، یہود اور انصاری پر خدا کی پٹھکار ہو کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا۔ اگر یہ بات نہ ہوتی، تو آپ کی قبر کو اور اوپنچا کر دیا جاتا۔ لیکن اس ڈر سے ایسا نہ کیا گیا۔ مبادا لوگ اسے مسجد (سجدہ گاہ) سمجھ لیں۔ اور بخاری میں ابو بکر بن عیاش نے سفیان الثمار سے روایت بیان کی کہ اس نے رسول اکرم کی قبر کو زمین سے اٹھا ہوا دیکھا۔ ابو نعیم نے المستخرج میں ان الفاظ کا اضافہ کیا ہے۔ کہ ابو بکر اور عمر کی قبریں بھی زمین سے اوپنچی تھیں۔

ابو داؤد اور حاکم محمد بن ابی بکر سے مروی ہیں، کہ وہ حضرت عائشہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور گزارش کی، کہ مجھے حضور اکرم کی قبر دکھائیے۔ انہوں نے تینوں قبروں سے کپڑا اٹھایا۔ وہ نہ اوپنچی تھیں نہ نیچی تھیں، بلکہ مٹیائے رنگ کی زمین سے ہلار تھیں۔ حاکم کی روایت میں ان الفاظ کا اضافہ ہے، کہ رسول اکرم آگے تھے اور حضرت ابو بکر کا سر حضور اکرم کے کندھوں کے محاذ میں تھا۔ اور حضرت عمر کا سر حضور کے پاؤں کے متوازی تھا۔ یہی حالت امیر معاویہ کے زمانہ خلافت تک رہی گویا وہ پہلے پہل زمین کے ساتھ ہموار تھیں۔ بعد میں جب عمر بن عبدالعزیز، ولید بن عبدالملک کی طرف سے مدینہ کے حاکم ہوئے۔ اور قبروں کے ارد گرد دیوار بنا دی گئی، تو قبروں کو زمین سے اوپنچا کر دیا گیا۔

ابو بکر آل اجری نے ہشیم بن نکاس مدنی سے دربارہ قبر رسول کریم بیان کیا، کہ میں نے عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ امارت میں آپ کی قبر کو زمین سے بعد چار انگشت بلند دیکھا۔ حضرت ابو بکر کی قبر حضور اکرم کی قبر سے اور حضرت عمر کی قبر ابو بکر کی قبر

سے پست تھی۔

ہشام بن عروہ اپنے والد سے راوی ہیں، کہ جب ولید بن عبدالملک کے زمانے میں حضور اکرم کے حجرے کی دیوار گر پڑی۔ اور از سر نو تعمیر شروع کی، تو انہیں ایک پاؤں نظر آیا۔ وہ گھبرا گئے، کہ مبادا یہ حضور کا پاؤں ہو۔ مگر کوئی آدمی ایسا نہ ملا جو صورتحال سے واقف ہو۔ حضرت عروہ نے انہیں بتایا۔ کہ یہ رسول کریم کا پاؤں نہیں ہے، بلکہ حضرت عمر کا پاؤں ہے (بخاری)۔

ابوبکر آلہ جبری نے رجا بن حیوہ سے روایت کی، کہ حضرت ابوبکر، حضور اکرم کی مکر کے محاذیہ، اور حضرت عمر کا سر حضرت ابوبکر کی مکر کے محاذ میں ہے۔ یہ حدیث محمد بن ابوبکر کی حدیث سے مختلف ہے۔ اگر تطبیق ممکن نہ ہو، تو اول الذکر حدیث زیادہ درست ہے۔

سیرت نگار، حضرت سعید بن حبیب سے راوی ہیں، کہ حضور اکرم کے حجرے کے مشرقی حصے میں ایک قبر کی جگہ خالی ہے، جہاں حضرت عیسیٰ بن مریم دفن کئے جائیں گے۔ علامہ ابن جوزی المنتظم میں لکھتے ہیں حضرت عبداللہ بن عمر سے حضور اکرم سے روایت کی ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ زمین پر اتریں گے، شادی کریں گے، ان کی اولاد ہو گی اور پینتالیس سال کے بعد فوت ہو جائیں گے اور میرے ساتھ قبر میں دفن ہوں گے قیامت کے دن میں اور حضرت عیسیٰ لکھے اٹھیں گے اور ایک طرف ابوبکر ہوں گے اور دوسری طرف عمر۔

## فصل دوم

اس فصل میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک اور مسجد نبوی کی زیارت کا ذکر ہے، قاری کو معلوم ہونا چاہیے، کہ رسول کریم کی قبر کی زیارت، قرب الہی کا بہترین ذریعہ عمدہ ترین عبادت اور اعلیٰ درجات تک پہنچنے کا نہایت اچھا راستہ ہے جس کا اعتقاد اس سے مختلف ہو۔ وہ دائرہ اسلام سے نکل جاتا ہے۔ اور اللہ رسول کریم اور جیل القدر علما کی صریح مخالفت کا مرتکب ہوتا ہے تقاضی عیاض لکھتے ہیں، کہ یہ عمل زیارت روضہ مبارک، مسلمانوں کی ایسی سنت ہے، جس پر سب کا اتفاق ہے اور یہ ایسی فضیلت ہے، جس کے حصول کی ہر شخص کو خواہش ہوتی ہے حضرت عبداللہ کے فر سے مروی ہے، حضور اکرم نے فرمایا میں شخص نے میری قبر کی زیارت کی، مجھ پر اس کی شفاعت لازمی ہوگی۔ علامہ طبرانی سے مروی ہے حضور نے فرمایا، کہ جو شخص بھی صرف میری قبر کی زیارت کے لئے آئے گا اور اس سفر سے اس کی کوئی اور حاجت وابستہ نہ ہوگی، تو مجھ پر فرض ہو جائے گا، کہ میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں اور ابن سکن نے اس کی تصحیح کی ہے، کتاب الاحیاء میں مذکور ہے، حضور اکرم نے فرمایا، جس شخص کو مالی وسعت حاصل ہے، اور وہ میرے لئے قربانی نہیں کر سکتا۔ بلاشبہ ایسا شخص ظالم ہے، ابن تیمیہ، حضرت انس سے راوی ہیں حضور اکرم نے فرمایا، کہ ایسا آدمی کہ جسے مالی وسعت حاصل ہو اور بلا کسی معقول وجہ کے میری زیارت کو نہ آئے سو وہ میری امت میں شامل نہیں ہے۔ دارقطنی وغیرہ نے حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت کی ہے حضور اکرم نے فرمایا، جس شخص نے حج ادا کیا اور میری زیارت کو نہ آیا۔ وہ مجھ سے بے انصافی کا مرتکب ہوا۔ جناب حاطب سے مروی ہے۔ آپ نے فرمایا جو شخص میرے انتقال کے بعد میری زیارت

کو آیا وہ یوں سمجھے، گویا اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی۔ اور جو مکے اور مدینے میں سے کسی ایک مقام پر وفات پا گیا۔ اس کی بعثت نجات یافتہ لوگوں میں ہوگی، بہت ہی، حضرت عمر سے مروی ہے، حضور اکرم نے فرمایا، جس نے میری قبر کی زیارت کی، یا میری زیارت کو آیا، میں قیامت کے دن اس کا گواہ ہوں گا اور نیز اس کی شفاعت کروں گا۔ (بہت ہی وغیرہ) حضرت انس بن مالک سے مروی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جو شخص میری زیارت کو مدینے آئے اور کافی دن بسر کرے، وہ قیامت کے دن میری ہمسایگی میں ہوگا۔ (بہت ہی) علامہ زین الدین مراغی لکھتے ہیں، کہ ہر مسلمان کا یہ اعتقاد ہونا چاہیے کہ عبادت کی روشنی میں وہ آپ کی زیارت کو قرب الہی کا وسیلہ سمجھے۔ اسی طرح قرآن مجید میں مذکور ہے

وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ جَاؤُكَ فَاسْتَعْفَرُوا اللَّهَ وَاللَّهُ وَاسْتَعْفَرَ كُنتَ السَّرْسُولَ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا اور رسول اکرم نے سب کے لئے دعائے مغفرت مانگی، ارشاد باری ہے

وَاسْتَعْفِرُوا لِي ذُنُوبِكُمْ وَيَتُوبُوا لِي وَإِلَى اللَّهِ الْمُنْتَهَى

جب ان کا آنا اور استغفار ثابت ہوگئی، تو قبول تو بہ اور رحمت خداوندی کی تینوں شرطیں پوری ہو گئیں۔ اور جو شخص آپ کی زیارت کا ارادہ کرے اسے اپنی مسجد شریف کی زیارت اور اس میں اولتے نماز کا ارادہ بھی کرنا چاہیے، کیونکہ حضور اکرم کی مسجد ان تین مساجد میں سے ایک ہے جن کے بارے میں حضور اکرم نے سفر کی اجازت دی، اور امام مالک کی راستے میں یہ مسجد سب سے عظیم المرتبت ہے۔ اور روایت میں آیا ہے، کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز، حضور اکرم تک سلام پہنچانے کے لئے تیز رفتار قاصد استعمال کرتے تھے۔

اسی طرح جو شخص، حضور اکرم کی زیارت کا ارادہ کرے اسے چاہیے، کہ راستے میں بہ کثرت درود و سلام پڑھے۔ اور جب اسے دور سے مدینے کی علامات اور نشانات نظر آئیں تو حضور اکرم پر بہ افراط صلوة و سلام پڑھے، اور خدا سے دعا کرے، کہ اللہ اسے اس زیارت سے نفع بخشے اور سعادت داری میں سے ہر افران فرمائے۔ اس موقع پر زیارت کرنے والا غسل

جھکا کر اتلانے پر رکھا اور فوت ہو گیا۔ ابو الفضائل اس کے جنازے میں موجود تھے۔

اس کے بعد زائر حضور قلب سے آنکھیں جھکا کر خوشی، سکون اور اطمینان سے

کہے اَسْلَامٌ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ، اَسْلَامٌ عَلَيْكَ يَا نَبِيَّ اللَّهِ، اَسْلَامٌ

عَلَيْكَ يَا حَبِيبَ اللَّهِ، اَسْلَامٌ عَلَيْكَ يَا خَيْرَةَ خَلْقِ اللَّهِ، اَسْلَامٌ

عَلَيْكَ يَا صَفْوَةَ اللَّهِ، اَسْلَامٌ عَلَيْكَ يَا سَيِّدَ الْمُرْسَلِينَ وَخَاتَمَ

النَّبِيِّينَ، اَسْلَامٌ عَلَيْكَ يَا قَائِدَ الْغُرِّ الْمَجْلِينَ۔ اَسْلَامٌ عَلَيْكَ

وَعَلَى أَهْلِ بَيْتِكَ الطَّاهِرِينَ الطَّاهِرِينَ، اَسْلَامٌ عَلَيْكَ وَعَلَى سَائِرِ

الْإِنْبِيَاءِ وَسَائِرِ عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ، جَزَاكَ اللَّهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ

أَفْضَلَ مَا حَزَى نَبِيًّا وَرَسُولًا عَنْ أُمَّتِهِ، وَصَلَّى اللَّهُ عَلَيْكَ كُلَّمَا

ذَكَرَكَ الشَّاكِرُونَ وَغَفَلَ عَنْ ذِكْرِكَ الْخَافِلُونَ۔ أَشْهَدُ

أَنَّ لَإِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، أَشْهَدُ أَنَّكَ عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، وَأَمِينُهُ وَ

خَيْرُ شَيْءٍ مِنْ خَلْقِهِ، وَأَشْهَدُ أَنَّكَ قَدْ بَلَغْتَ الرِّسَالَاتِ

وَأَدَّيْتَ الْأَمَانَاتِ، وَصَحَّحْتَ الْأَقْبَاتِ، وَجَاهَدْتَ فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ

جس شخص کے پاس اتنا وقت نہ ہو۔ یا وہ یہ ساری عبارت یاد نہ رکھ سکے، تو جو کچھ ممکن

ہو، وہی کہہ دے، یا ایسے الفاظ کہے جس سے یہ مقصد پورا ہو جائے۔

ابن عساکر تحفة الزائر میں لکھتے ہیں، کہ حضرت عبداللہ بن عمر اور ابنہ کان سلف

اس باب میں کافی اختصار اور ایجاز سے کام لیتے تھے۔ اور امام ابن مالک سے روایت

ہے، کہ جو شخص اس باب میں مبالغہ کرتا ہے، یہ اس امر کی دلیل ہے، کہ وہ حضور اکرم

کی عظمت سے واقف ہے۔ ابن وہب کی روایت میں ہے، کہ زائر روضہ مبارک

پر اسلام علیک ایہا النبی ورحمة اللہ وبرکاتہ کہے۔ جناب نافع حضرت عبداللہ بن

عمر سے راوی ہیں، کہ جب وہ کسی سفر سے واپس آئے، تو مسجد میں داخل ہو کر روضہ

مبارک پر حاضر ہوتے، تو السلام علیک یا رسول اللہ، السلام علیک یا ابا بکر اور السلام علیک یا ابناہ کہتے بڈاڑ کو چاہیے، کہ وہ خلوص دل سے دعا کرے۔ اور سچ کا خیال نہ رکھے کیونکہ اس سے خشوع میں نقص واقع ہوتا ہے۔

ایک گروہ نے علامہ عینی سے۔ جن کا نام محمد بن عبید اللہ تھا اور جنہوں نے ۲۲۸ ہجری میں وفات پائی، ایک حکایت بیان کی ہے، کہ میں حضور اکرم کے روضے پر زیارت کے لئے حاضر ہوا اور وہاں بیٹھ گیا۔ اتنے میں ایک بدو آگیا کہنے لگا۔ یا رسول اللہ، خدا نے آپ پر ایک سچی کتاب اتاری ہے۔ جس میں ارشاد فرمایا ہے: **وَسَوَّانَهُمْ اِذْ ظَلَمُوا اَنْفُسَهُمْ جَاؤُكَ فَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ كُتُبُ الرِّسُولِ لَوْ جَدُّوا اللّٰهَ تَوَابًا رَّحِيمًا**: یا رسول اللہ! میں آپ کے پاس اپنے گناہوں کی معافی مانگنے آیا ہوں اور آپ کو اللہ کے یہاں اپنا شفیع بناتا ہوں، اس کے بعد اس نے مندرجہ ذیل اشعار پڑھے۔

يَا خَيْرٍ مِنْ دَفَنْتَ بِاَنْفَاعِ اَعْلَمُهُ - فَطَابَ مِنْ طَيِّبِيهِمْ نَفَاعُ وَالْاَكْمَرُ

اسے وہ مقدس ذات جس کی بڑیاں اس ہوا زمین میں دفن کر دی گئی ہیں، اور جن کی خوشبو سے میدان اور ٹیلے معطر ہونگے ہیں۔

نَفْسِي الْفِئْدَاءُ بِفِيْرَانَتْ سَاكِنْتُمْ فِيْهِ الْعِيقَاتُ وَفِيْهِ الْجُوْدُ وَالْمَكْرَمُ

۲۔ میں اس قبر پر قربان جاؤں، جس میں یا رسول اللہ آپ مدفون ہیں، اور جس میں معرفت سخاوت اور کرم کو جمع کر دیا گیا ہے۔

اس بدو نے استغفار کی اور چلا گیا۔ اتنے میں مجھے میندا گئی۔ میں نے حضور اکرم کو خواب میں دیکھا فرمایا۔ اعرابی کی تلاش کرو، اور اسے بشارت دو۔ کہ خدا نے میری شفاعت سے اسے معاف کر دیا ہے۔ میں جاگ اٹھا، بدو کی تلاش میں ادھر ادھر بھاگا لیکن نہ مل سکا۔ ایک بڈو آپ کی قبر مبارک پر آکھڑا ہوا۔ کہنے لگا۔ اے خدا تو نے غلام کی آزادی کا حکم دے



رکھا ہے، میں تیرہ بندہ ہوں اور یہ تیرا حبیب ہے، تو مجھے اپنے حبیب کے صدرتے میں آگ سے آزاد کر دے، اتنے میں ہاتھ لے آواز دی، اے بدو! تم صرف اپنے لئے ہی آگ سے آزادی چاہتے ہو، تجھ ساری دنیا کے لئے یہ آزادی طلب کرنا چاہیے تھی۔ جاؤ۔ تم آزاد ہو۔

حضرت حسن بصری سے مروی ہے، کہ حاتم الامم حضور اکرم کے روضے پر آیا۔ کہنے لگا۔ اے خدا ہم تیرے نبی کی قبر کی زیارت کو آتے ہیں، امید ہے تو میں نامراد واپس نہیں کرے گا۔ اتنے میں ندا آئی۔ اے حاتم، ہم نے تمہیں اپنے محبوب کی قبر پر آنے کی اجازت ہی اس وقت دی، جب ہم نے تمہاری خواہش منظور کر لی تھی، تم اور تمہارے ساتھی واپس جاسکتے ہو، ہم نے تمہیں معاف کر دیا ہے۔

ابن ابی ندیک سے مروی ہے، کہ میری ایک ایسے شخص سے ملاقات ہوئی، اس نے مجھے بتایا، کہ جو شخص حضور اکرم کے روضے پر کھڑے ہو کر یہ آیت پڑھے: اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلَائِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلٰی النَّبِيِّ، يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ، وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔ پھر وہ اس کے بعد صَلِّی اللّٰهُ عَلَیْكَ يَا مُحَمَّدٌ کہے اور ان الفاظ کو مترفعہ و ہر اے۔ اتنے میں اسے فرشتہ کہے گا، اے فلاں تجھ پر خدا کی رحمت ہے، تیری ہر حاجت پوری ہو جائے گی۔ شیخ زین الدین مراغی سے مروی ہے کہ حضور اکرم کا نام لینے کی بجائے یا رسول اللہ کہنا بہتر ہے۔ اگر کوئی شخص کسی سے حضور اکرم تک سلام پہنچانے کی درخواست کرے، تو اسے چاہیے، کہ روضہ مبارک پر حاضر ہو کر کہے یا رسول اللہ فلاں شخص کی طرف سے میں سلام عرض کرتا ہوں۔

پھر زائر وہاں سے ایک ہاتھ کے فاصلے پر اپنے دائیں کو پھر جائے اور حضرت ابو بکر کو سلام کہے۔ کیونکہ ان کا سر حضور اکرم کے کندھے کے محاذ میں ہے، وہاں زائر کو کہنا چاہیے: السَّلَامُ عَلَیْكَ يَا خَلِیْفَتَا سَيِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ۔ السَّلَامُ

عَلَيْكَ يَا مَنْ أَيْدَى اللَّهُ بِهِ يَوْمَ السَّوْدَةِ الَّذِينَ جَزَاكَ اللَّهُ عَنِ  
 الْإِسْلَامِ وَالْمُسْلِمِينَ خَيْرًا اللَّهُمَّ ارْضُ عَنْهُمْ وَارْضَ عَنْنَا بِهِ۔  
 پھر اپنے دائیں طرف ایک ہاتھ کے برابر اور آگے بڑھے۔ اور حضرت عمر بن خطاب  
 کو سلام کہہ کر یوں مخاطب ہوا السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ۔ السَّلَامُ  
 عَلَيْكَ مَنْ أَيْدَى اللَّهُ بِهِ الَّذِينَ جَزَاكَ اللَّهُ عَنِ الْإِسْلَامِ  
 وَالْمُسْلِمِينَ خَيْرًا، اللَّهُمَّ ارْضَ عَنْهُمْ وَارْضَ عَنْنَا بِهِ۔ پھر اپنے پہلے  
 مقام پر آجائے اور رسول اکرم کے سامنے کھڑا ہو۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد  
 حضور اکرم پر درود پڑھے اور بہ کثرت دعا اور التجا کرے، اور توبہ کی تجدید کھے  
 اور حضور اکرم کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ سے توبہ النصوح کی توفیق طلب کرے  
 اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کثرت سے صلوة اور سلام بھیجے اور ایسے  
 طریقے سے درود پڑھے گویا کہ حضور اکرم سن رہے ہیں اور جواب دے رہے ہیں  
 سنن ابوداؤد میں حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے حضور اکرم نے فرمایا جب  
 کوئی مسلمان مجھ پر درود بھیجتا ہے۔ تو خداوند تعالیٰ میری روح میرے جسم میں واپس  
 بھیج دیتا ہے، تاکہ میں اس کے سلام کا جواب دوں۔ اور روح کی واپسی سے  
 تاکہ حضور اکرم مسلمان کے سلام کا جواب دے سکیں۔ حالانکہ آپ قبر میں زندہ  
 ہیں، مراد خاص توجہ اور مخصوص نوازش ہے، جو ایسے آدمی کو حضور اکرم کی طرف سے  
 مرحمت ہوتی ہے۔ اور اس توجہ خاص کی ہمہ گیری کی یہ حالت ہے۔ کہ اگر ایک  
 وقت میں لاکھوں کروڑوں انسان حضور اکرم پر درود پڑھ رہے ہوں، تو آپ کی  
 یہ التفات خاص اور روحانی توجہ سب کو اپنی آسوش میں لیتی ہے۔ علامہ  
 شہاب الدین احمد القسطلانی فرماتے ہیں، کہ میں نے اس باب میں جو کچھ مشاہدہ کیا  
 ہے، وہ ایسی کیفیت ہے، جس کو الفاظ بیان کرنے سے قاصر ہیں۔ جس شخص نے یہ سوال

کیا کہ جب دنیا بھر میں لاکھوں انسان صبح و شام درود بھیجتے ہیں، آپ ان کا جواب کیسے دیتے ہیں؟ اس کا کیا اچھا جواب دیا گیا ہے۔ جیسا کہ ابو الطیب نے کہا ہے۔

كَاشْمَنِسٍ فِي وَسْطِ السَّمَاءِ وَنُورًا - يُعْشَى الْبِلَادَ وَمَشَارِقًا وَمَغَارِبًا

(ترجمہ) آپ کی مثال اس سورج کی طرح ہے جو آسمان کے وسط میں ہے،

اور آپ کا نور مشرق و مغرب میں ہر طرف پھایا ہوا ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں، کہ عالم

برزخ میں حضور کی حالت فرشتوں کی حالت سے بدرجہا بہتر اور مکمل ہے۔ مثلاً عزرائیل

علیہ السلام آن واحد میں لاکھوں آدمیوں کی رو میں قبض کرتے ہیں، اور انہیں کوئی وقت

پیش نہیں آتی۔ اور بائیں ہمدہ خدا کی تسبیح و تقدیس میں بھی مصروف رہتے ہیں۔ ابن ابی

ثیبہ حضرت ابو ہریرہ سے راوی ہیں حضور اکرم نے فرمایا، جو شخص میری قبر پر آکر صلوٰۃ و سلام

پڑھتا ہے، میں سن لیتا ہوں اور جو دوسرے مجھ پر درود پڑھتا ہے، وہ مجھے پہنچا دیا جاتا ہے

سیمان بن مجہیم سے روایت ہے کہ میں نے حضور اکرم کو خواب میں دیکھا اور دریافت

کیا، یا رسول اللہ! جو لوگ آپ کے روضے پر آکر درود و سلام پڑھتے ہیں، کیا آپ اسے

سمجھتے ہیں؟ فرمایا، ہاں میں سمجھتا ہوں اور جواب بھی دیتا ہوں، اس سے ثابت ہوتا ہے

کہ حضور اکرم قبر میں زندہ ہیں اور باقی انبیاء کی طرح عبادت میں مصروف رہتے ہیں، جیسا کہ امام

صحیح میں مذکور ہے۔

ابن نجار حضرت سعید بن مسیب سے راوی ہیں، کہ جب یزید کا لشکر مدینہ منورہ پر حملہ آور

ہوا اور مسجد نبوی میں اذان زدی گئی، تو میں نے ظہر کے وقت حضور کے روضہ مبارک سے

اذان کی آواز سنی، اس پر میں نے دو رکعت نماز ادا کی! پھر اقامت کی آواز آئی، تو میں نے

ظہر کی نماز ادا کی، پھر روضہ مبارک سے اذان ادا اقامت کی آواز ہر نماز کے لئے سنی گئی

تا آٹھ تین دن و چہنیں ایام الحمرہ کہتے ہیں، گزر گئے یعنی تین دن رات کے دوران میں

ہر نماز کے وقت، اذان اور اقامت کی آواز آتی رہی (واللہ اعلم)

یہ بات ثابت شدہ ہے کہ حضور اکرم کی وفات بطور شہید کے وقوع پذیر ہوئی کیونکہ آپ نے فتح خیبر کے موقع پر ایک ایسی بکری کا گوشت کھایا تھا جس میں زہر قاتل ملا یا گیا تھا جس سے حضرت بشر بن براؤ فوت ہو گئے تھے، حضور اکرم کا بچ جاننا آپ کا معجزہ تھا چنانچہ زہر کی یہ تکلیف وقتاً فوقتاً آپ کو ستاتی رہی تا آنکہ آپ فوت ہو گئے۔ علمائے امت کا اس پر اجماع ہے کہ خدا نے آپ کی ذات میں نبوت اور شہادت کو جمع کر دیا اور شہید کے بارے میں قرآن کا ارشاد ہے۔ وَلَا تَجْسُنَ الَّذِينَ قَتَلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا، بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ حضور اکرم کی حیات بعد الموت کی دو وجہیں ہیں نبوت اور شہادت، بلکہ آپ تمام انبیاء اور شہداء سے افضل ہیں اور اس بنا پر آپ کی زندگی کامل ترین زندگی ہے۔

حدیث شریف میں مذکور ہے کہ مومن اسی مٹی میں دفن ہوتا ہے جس سے اس کا خیر اٹھایا جاتا ہے۔ اس لحاظ سے مدینے کی مٹی اسی طرح افضل شمار ہوگی جس طرح خود حضور اکرم افضل ہیں۔ اسی وجہ سے بقول ابن بطال مدینے کی ہوا میں تمام شہروں کے مقابلے میں عمدہ خوشبو پائی جاتی ہے۔ اس لئے زائر کو چاہیے کہ وہ کمال حجر، تواضع اور انکس سے حضور اکرم سے دعا، التجا اور التماس سے آپ کی توجہ، توسل اور شفاعت کی تمنا کرے۔ اور جو شخص اس طریقے سے آپ سے شفاعت طلب کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو قبول کرتا ہے۔ کیونکہ جیسا کہ تحقیق النصرۃ اور مصباح النظم میں مذکور ہے کہ جو شخص بھی آپ سے امداد، وسیلہ، شفاعت اور توجہ کا طلب گار ہوتا ہے، یہ برکات ہر حال میں، آپ کی پیدائش سے پہلے، بعد از ولادت دنیا میں اتعال کے بعد عالم برزخ میں اور میدان حشر میں، وقوع پذیر ہوتی رہتی ہیں۔ اول الذکر قبل از پیدائش، کے وہ مثال کافی ہے، جو باب اول میں حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں جب وہ جنت سے نکالے گئے تھے، مذکور ہے، خدا نے آدم علیہ السلام سے کہا تھا۔ اے آدم! اگر تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے

سے تمام اہل زمین و آسمان کے لئے طالبِ معافی ہوتا، تو بھی ہم مان لیتے، تو نے اپنے لئے معافی مانگی ہے۔ پس ہم تمہیں معاف کرتے ہیں۔

بعد از ولادت، آپ کے توسل سے جو واقعتاً پیش آیا، اسے نسائی اور ترمذی نے بائیں الفاظ بیان کیا ہے، کہ ایک اندھا حضور کی خدمت میں حاضر ہوا کہنے لگا۔ دعا فرمائیے، کہ خدا مجھے اندھے پن سے شفا بخشے، فرمایا۔ اچھی طرح وضو کرو، اور مندرجہ ذیل الفاظ میں دعا کرو: اے خدا میں تجھ سے تیرے نبی رحمت کے توسل سے التجا کرتا ہوں، اور توجہ کا طالب ہوں اور اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں آپ کی وساطت سے اپنے رب کی طرف توجہ ہوتا ہوں، تاکہ میری خواہش پوری ہو جائے، آخر میں آپ نے فرمایا۔ اے خدا تو اسے شفا بخش، اور صحت عطا فرما۔ یہی نے اس واقعہ کی تصحیح کی ہے اور ان الفاظ کا اضافہ کیا ہے، کہ وہ آدمی اٹھ کھڑا ہوا۔ اور بالکل تندرست ہو گیا۔

حضور اکرم کے انتقال کے بعد عالم برزخ میں توسل اور توجہ کی اتنی مثالیں ہیں، کہ انہیں شمار نہیں کیا جاسکتا۔ شیخ ابو عبد اللہ بن نعمان نے اپنی کتاب صلیح اللغلام میں کئی ایسے لوگوں کا ذکر کیا ہے، جو حضور اکرم کے وسیلے سے اپنے مقاصد میں کامیاب ہوئے۔ علامہ قسطلانی لکھتے ہیں، کہ میں ایک ایسے مرض میں مبتلا ہو گیا، کہ اطباء اس کے علاج سے عاجز آگئے۔ چنانچہ کئی برس تک میں اس میں مبتلا رہا۔ آخر کار جمادی الاولیٰ کی اٹھائیس تاریخ کو ۸۹۳ ہجری میں بہ مقام مکہ، حضور اکرم کے توسل سے صحت کی دعا کی، اس اشیا میں مجھے نیند آگئی، میں نے ایک شخص کے ہاتھ میں ایک کاغذ دیکھا، جس میں مرقوم تھا۔ کہ یہ احمد بن قسطلانی کی بیماری کی دوا ہے، جو میں دوبار رسالت سے حضور اکرم کی اجازت سے لایا ہوں۔ اس کے بعد میں جاگ اٹھا تو مرض کا نام نشان بھی باقی نہ تھا اور میں آپ کے توسط سے کلی طور پر شفا یاب ہو گیا۔

رہا میدانِ حشر میں آپ کے توسل کا سوال، سو اس باب میں امت کا اجماع ہے اور دوبارہ شفاعت حضور اکرم بہ تو ایسی اعادیت کا ذکر آیا ہے۔ پس وہ شخص جو سعادت کا طلب گار ہے۔ اور بحالتِ غیب و شہادت حُسنِ حال کا خواہش مند ہے اسے چاہیے کہ حضور اکرم کے دامنِ لطف و کرم کو مضبوطی سے پکڑ رکھے۔ آپ کے دستِ خوانِ نعمت کا امیدوار ہو۔ آپ کے منصبِ جلیل کو وسیلہ اور آپ کی شانِ عظیم کو اپنا شیخ بنائے، کیونکہ حضور اکرم ہی حصولِ عزت اور تکمیلِ مقاصد میں کامیابی کا ذریعہ ہیں۔ اور حشر کے بزغ و فزغ کے موقع پر تمام انبیاء علیہم السلام کی پناہ گاہ ہوں گے تجھے چاہیے کہ جب تجھ پر مصائب کا نزول ہو تو حضور اکرم کی ذات کو اپنی سپر بنا اور خدا کا قرب اور مقام حاصل کرنے کے لئے آپ کی اقتدا کر کیونکہ اس طرح سے تو اپنی مراد کے پالنے میں کامیاب ہو جائے گا اور اس ذاتِ مقدس کی رضا اور خوشی کو پالے گا جسے ہر چیز کا علم اور اندازہ ہے۔ اور جب تک تجھے مدینہ منورہ میں سکونت کی سعادت نصیب ہو، تو اپنی استطاعت کے مطابق اللہ کے قرب کے حصول کی کوشش کر، اور سعادت کے دروازوں پر اپنی جستجو سے متواتر دھک دیتا رہ۔ عبادت کے مختلف مدارج طے کر، اپنی خواہشوں اور مرادوں کے سراپدوں میں داخل ہو اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں فرض اور نفل ادا کر اور بالخصوص اس مقام پر جسے حضور اکرم نے رَفُوضَاتُ مَوْتِ رِيَاضِ الْجَنَّةِ کہا ہے (بخاری)، اس میں حکمت یہ ہے، کہ خدا نے حضور اکرم کو تمام مخلوق پر فضیلت دی ہے۔ اور تمام و ماضیا جو کسی لحاظ سے بھی حضور کی طرف منسوب ہیں انہیں اس قسم کی تمام اشیاء پر فضیلت حاصل ہو جاتی ہے جیسا کہ تمام ان امور سے جو آپ کی پیدائش سے آپ کی وفات تک جاہلیت اور اسلام میں ظہور پذیر ہوتے رہے۔ واضح ہوتا ہے۔ ان واقعات کی پہلی مثال، حضور اکرم کی والدہ ماجدہ جناب آمنہ کی ہے جن پر آپ کی وجہ سے برکات کا نزول ہوا۔ دوسری مثال آپ کی دودھ پلانی جناب حلیمہ اور

ان کی گدھی اور اس جگہ کی ہے، جس پر وہ پاؤں رکھتی تھی، کیونکہ وہ گدھی جس جگہ پر پاؤں رکھتی، وہاں بیزہ آگ آتا۔ اور جیسا کہ مشہور ہے حضور اکرم کی برکتیں حشا و معشا، جہاں بھی آپ اپنا مبارک ہاتھ رکھتے، مشاہدہ کی جا سکتی تھیں، ظاہر ہے کہ جب منبر اور گھر کے درمیان حضور اکرم کی آمد و رفت بہ کثرت رہتی تھی۔ اور وفات تک آپ نے روزانہ بارہا آمد و رفت رکھی ہوگی، تو ضرور ہے، کہ اس قطعہ زمین کا احترام مقابلہ کئی ہزار گنا زیادہ ہوگا، اور زمین کے اس ٹکڑے کا اس سے بڑھ کر اور کیا مقام ہو سکتا ہے، کہ وہ جنت کا باغ ہے، اور اسے لوٹ کر وہیں جانا ہے۔ اور اگر ہم یہ کہیں کہ سارے مدینے کو یہ بخرق حاصل ہے، تو یہ بھی غلط نہ ہوگا، کیونکہ آپ برسوں اس کی گلیوں میں گھومتے پھرتے رہے۔ نیز یہ بھی کہہ سکتے ہیں، کہ مدینہ کو وہ فضیلت حاصل ہے، جو دنیا بھر میں اور کسی مقام کو حاصل نہیں۔ کیونکہ اس کی مٹی میں شفا ہے، جیسا کہ رسول کریم نے فرمایا ہے، نیز حضور کا ارشاد ہے کہ اس مقدس شہر میں دجال کو داخلگی اجازت نہیں ہوگی اور حضور اکرم پہلے وہ انسان ہیں، جو قیامت کے دن اہل مدینہ کی شفاعت کریں گے، اور آپ کے آنے سے پہلے مدینے میں وبا اور بخار کا عارضہ تھا، وہ اٹھا لیا گیا ہے، اور مدینے کی کھانے پینے کی اشیاء میں حضور کی وجہ سے برکت پیدا ہو گئی ہے اور ایشیائے خورد و نوش کی کثرت ہے، اس بنا پر اس مقام کو حضور اکرم کی آمد و رفت کی وجہ سے برکت حاصل ہے اور چونکہ مسجد میں آپ کی آمد و رفت، شہر کی آمد و رفت کے مقابلے میں زیادہ رہی ہے، نیز منبر اور گھر کے درمیان آمد و رفت بمقابلہ مسجد زیادہ ہے، اس لحاظ سے مدینہ تمام شہروں سے اور مسجد نبوی تمام مساجد سے اور وہ مقام باقی تمام مقامات سے بہتر ہے، یہ بات اس لئے واضح ہے اور جو دلیل ہم نے پیش کی ہے، وہ بالکل واضح ہے۔

ابن جبیب سے مروی ہے، حضور اکرم نے فرمایا۔ میری مسجد میں ایک نماز کا

ثواب باقی مساجد کی ہزار نمازوں کے ثواب سے زیادہ ہے۔ اسی طرح آپ نے فرمایا میری مسجد میں ایک جمعہ باقی مساجد میں ایک ہزار جمعہ کی نمازوں کے برابر ہیں۔ اسی طرح مسجد نبوی میں ایک رمضان باقی مساجد میں ہزار رمضانوں کے برابر ہے۔ علمائے امت میں اس بات کے بارے میں اختلاف ہے، آیا مکہ افضل ہے یا مدینہ۔ صحابہ اور علمائے امت کی ایک ایک جماعت کے اور مدینے کی فضیلت کی قائل ہے، مگر اس بات پر سب کا اتفاق ہے، کہ جس مقام میں حضور کے تمام اعضاء دفن ہیں وہ دنیا کے تمام ان مقامات سے جس میں کعبہ بھی شامل ہے، بہتر اور افضل ہے۔ لیکن تاج الدین اسپکی نے علی بن عقیل الخبلی سے یہ روایت بیان کی ہے، کہ وہ مقام جہاں حضور دفن ہیں عرش سے بھی بہتر ہے اور فاکہانی نے بالتصریح لکھا ہے، کہ وہ مقام آسمانوں سے بھی افضل ہے۔ قاضی عیاض لکھتے ہیں، کہ اس مقام کو جہاں حضور اکرم دفن ہیں وہ جوہ سے فضیلت حاصل ہے۔ پہلی وجہ یہ ہے، کہ ہر آدمی وہیں دفن ہوگا جہاں سے اس کا خیر اٹھایا گیا تھا۔ دوسری وجہ یہ ہے، کہ وہاں فرشتے اترتے ہیں اور خدائی برکات نازل ہوتی ہیں۔

ابو یعلیٰ حضرت ابو بکر سے راوی ہیں حضور اکرم کے فرمایا، ہر شخص کی روح اسی مقام پر قبض ہوتی ہے، جو اسے پسند ہوتا ہے، اور بلاشبہ حضور اکرم کو وہی مقام پسند آئے گا، جو اللہ کو پسند ہے۔ کیونکہ حضور کی پسند، اللہ کی پسند کے تابع ہے، اور جو مقام اللہ اور رسول کو پسند ہے، وہ کیوں افضل نہ ہو۔ حضور اکرم نے فرمایا۔ اے اللہ! ابراہیم علیہ السلام نے مکے کے لئے دعا مانگی تھی۔ میں مدینے کے لئے اسی طرح کی دعا مانگتا ہوں۔ جس طرح ابراہیم نے مکے کے لئے دعا مانگی تھی۔ اور بلاشبہ حضور اکرم کی دعا، ابراہیم علیہ السلام کی دعا سے بہتر ہے کیونکہ دعا کی فضیلت کا دار و مدار داعی کی فضیلت پر ہے، اور یہ بات بالکل درست



ہے، حضور اکرم نے فرمایا، اے خدا تو مدینے کی محبت اس طرح ہمارے دل میں ڈال، جیسی محبت مکے کی ہمارے دلوں میں تھی۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ اور بلاشبہ مدینے کی محبت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں ڈال دی گئی تھی، چنانچہ جب بھی سفر سے واپسی پر حضور کی نظر مدینے پر پڑتی۔ تو سواری کو تیز چلانا شروع کر دیتے۔ حاکم سے مروی ہے، حضور اکرم نے فرمایا، اے اللہ تو نے مجھے اس مقام سے نکالا جسے میں پسند کرتا تھا، اب مجھے وہاں سکونت بخش، جسے تو پسند کرتا ہے حضرت عمر سے مروی ہے۔ انہوں نے عبد اللہ بن عباس المخزومی سے کہا، تم کہتے ہو، کہ مکہ مدینے سے بہتر ہے۔ انہوں نے جواب دیا، کہ مکے کو خدا کا حرم ہونے، نیز جاتے ہی ہونے کا شرف حاصل ہے اور علاوہ ازیں وہاں خدا کا گھر ہے۔ حضرت عمر نے کہا، مجھے ان باتوں کے صحیح ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ حضرت عمر نے اس سوال کو تین دفعہ دہرایا۔ اور عبد اللہ بن عباس مخزومی نے وہی جواب تین دفعہ دیا آخر کار انہوں نے حضرت عبد اللہ کو اشارہ کیا۔ اور وہ چلے گئے۔ طبرانی نے ایک حدیث بیان کی ہے، جس میں مذکور ہے۔ کہ مدینہ مکے سے بہتر ہے۔ لیکن اس حدیث کا راوی کمزور ہے۔ بخاری اور مسلم میں حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے، حضور اکرم نے فرمایا۔ مجھے ایسے شہر میں رہنے کا حکم دیا گیا ہے، جو باقی شہروں کو کھا جاتا ہے۔ کہتے ہیں وہ شہر شرب یعنی مدینہ ہے جو خبیث لوگوں کو یوں نکال باہر کرتا ہے، جس طرح لوہاروں کی بھٹی خبیث الحدید کو نکال باہر کرتی ہے۔ عارف بن عمر نے حضور اکرم کا وہ قول نقل کیا ہے جو بخاری میں بایں الفاظ مذکور ہے۔ کہ مکے اور مدینے کے بغیر، وہاں دنیا بھر کے شہروں میں جاسے گا۔ بظاہر اس حدیث سے یہ بات واضح ہوتی ہے، کہ از روئے فضیلت دونوں شہر برابر ہیں۔ اور اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ جس طرح مدینے کو آپ کا مدفن مسجد نبوی اور آپ کی

قیام گاہ ہونے کی خصوصیت حاصل ہے، مکہ آپ کا مولدہ ہے، وہیں آپ کی لعنت ہوئی۔ وہیں آپ کا قبلہ ہے۔ اس لحاظ سے مکہ آپ کی ذات مقدس کا مشرق اور مدینہ مغرب ہے۔

مسلم میں حضرت سعد سے مروی ہے، حضور اکرم نے فرمایا، ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ لوگ اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کو وسعت اور آسودگی کی طرف بلائیں گے، حالانکہ اگر انہیں علم ہو تو مدینہ ان کے لئے بدرجہا بہتر ہے، بخدا مدینے سے جو کوئی شخص بھی بد رغبت نکلنا پسند کرے گا، خدا اس کی جگہ اس سے بہتر آدمی بھیج دیگا۔ اسی طرح سلم میں حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے، حضور اکرم نے فرمایا میری امت سے جو شخص بھی مینے کی تکالیف اور گرنگی پر صبر کرے گا، میں قیامت کے دن اس کا شفیع یا نگراں ہوں گا بخاری میں حضرت ابو ہریرہ کی ایک حدیث میں مذکور ہے، کہ ایمان، مدینے کی طرف ہیں طرح کھپا آئے گا، جس طرح سانپ، سکرہ کر اور سمٹ کر بل کی طرف لوٹ آتا ہے۔ بلاشبہ مدینہ ہی وہ مقام ہے، جہاں سے ایمان کی شعاعیں تمام دنیا میں پھیلی گئیں۔ نیز ہر مومن ہر حالت میں دلی طور پر دارالسلام مدینے کا شیدائی ہوتا ہے، کیونکہ اسے حضور اکرم سے بے پناہ محبت ہوتی ہے۔

ترمذی وغیرہ نے حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت بیان کی ہے، حضور اکرم نے فرمایا تم سے جو شخص مدینے میں مرے، اسے کوشش کرنا چاہیے، کہ اس کی وفات یہیں ہو، کیونکہ جو شخص یہاں فوت ہوگا، میں اس کی شفاعت کروں گا اور بخاری میں حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے، حضور اکرم نے فرمایا، کہ مدینے میں تو دجال داخل ہو سکے گا اور نہ طاعون۔ اسی طرح بخاری میں ابو بکرہ سے روایت ہے، حضور اکرم نے فرمایا، کہ دجال مدینے میں داخل نہیں ہو سکے گا۔ اس موقع پر شہر کے سات دروازے ہوں گے اور ہر دروازے پر حفاظت کے لئے دو فرشتے تعین ہوں گے، امام نووی وغیرہ سے مروی

۱۷۔ کہ طاعون کبھی بھی مدینے میں داخل نہیں ہو سکا۔ بعض لوگوں کا خیال ہے، کہ یہ رسول اکرم کا معجزہ ہے۔ کیونکہ سب طبیب طاعون کو شہروں اور قصبوں سے نکلنے میں ناکام ہو گئے تھے۔ حالانکہ مدینہ زمانہ دراز سے اس وباء سے محفوظ چلا آ رہا ہے۔ اور مدینے کی خصوصیت یہ ہے بلکہ اس کی مٹی جذام، برص، جگر، ہیر، بیماری کا شافی علاج ہے۔ جیسا کہ زین نے حضرت سعد کی حدیث میں بیان کیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر کی حدیث میں ہے، کہ مدینے کی کجور زہر کا علاج ہے، اور علامہ بغوی نے حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت کی ہے کہ قرآن کی اس آیت میں لَنْبُوتَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةٌ سے مراد مدینہ ہے۔ اور ابن بخاری نے حضرت عائشہ سے روایت کی ہے، حضور اکرم نے فرمایا کہ تمام شہر تلوار سے فتح ہوئے ہیں، مگر مدینہ قرآن سے فتح ہوئی ہے۔ طبرانی نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کی ہے حضور اکرم نے فرمایا، کہ مدینہ اسلام کا قبہ، ایمان کا گہرا دریا، بحرین کی پناہ گاہ اور حلال و حرام کا سرچشمہ ہے، فی الجملہ مدینے کی مٹی، راستے، کشادہ اور کھلی جگہیں، مکانات اور سارا مال حضور اکرم کی برکت سے مالا مال ہے۔ کیونکہ اہل مدینہ حصول برکت کے لئے حضور اکرم کو اپنے گھروں میں مدعو کرتے تھے اور گھروں میں نماز کے لئے بلاتے تھے۔ اسی وجہ سے حضرت امام مالک نے مدینے کی گلیوں میں سواری پر چڑھنے سے منع کر دیا تھا، کہتے تھے: جن گلیوں میں حضور اکرم پیادہ پاپتے رہے ہیں۔ وہاں کسی جانور کو اپنے سم نہیں رکھنا چاہئیں۔ اور نماز کو چاہئے کہ مسجد قبا کی زیارت اور اوائلے نماز کے لئے بھی جاتے، کیونکہ حضور اکرم وہاں زیارت کے لئے چل کر بھی جاتے تھے۔ اور سوار ہو کر بھی۔

۱۸۔ مسلم کی ایک روایت میں ہے، کہ حضور پیادہ پا زیارت کو جاتے اور دو رکعت نماز ادا کرتے۔ ایک روایت یہ بھی ہے، کہ حضرت عبداللہ بن عمر ہر مہلے کو جاتے اور کہتے تھے کہ میں نے حضور اکرم کو وہاں ہنفتے کے دن جاتے دیکھا تھا۔ اسید بن ظہیر اللصادی سے روایت ہے۔ آپ نے فرمایا، مسجد قبا میں نماز کا ثواب عمرے کے ثواب کے برابر ہے۔ اور

حضور کے مزار کی زیارت کے بعد نازک کو چاہیے کہ حصول برکت کے لئے تمام مزاروں اور مبارک مقامات اور ان مساجد کی زیارت کرے، جہاں حضور اکرم ﷺ نمازیں ادا کی ہیں۔ اسی طرح جنت البقیع کی زیارت کے لئے بھی جائے، کیونکہ اکثر وہ صحابہ جو حضور اکرم کی زندگی کے دوران میں اور آپ کی وفات کے بعد فوت ہوئے، وہاں مدفون ہیں۔ اسی طرح سادات اور تابعین بھی۔ امام مالک سے روایت ہے کہ مدینے میں ۱۱ ہزار صحابہ فوت ہوئے، اسی طرح ازواجِ مطہرات بھی وہیں دفن ہیں۔ سوائے حضرت خدیجہ کے جو مکے میں مدفون ہیں اور حضرت میمونہ کے جو بمقام سرف دفن ہیں، حضور اکرم رات کے آخری حصے میں بقیع کو جایا کرتے تھے، اور فرماتے: اَسْلَمُ عَلَيْنَا دَارَ قَوْمٍ مُؤْمِنِينَ۔ (مسلم)

ابن بخار سے مروی ہے، حضور اکرم نے فرمایا جس طرح آسمانوں میں بنے والوں کے لئے سورج اور چاند روشن نشانیاں ہیں، اہل دنیا کے لئے بقیع اور عقلمان کے مقبروں کی حیثیت ویسی ہی ہے۔ حضرت کعب الاحبار سے مروی ہے، کہ ہم نے تورات میں مدینے کے بارے میں یہ لکھا دیکھا ہے، کہ اس کی مثال اس قبے کی طرح ہے، جو کجیوروں کے درمیان گھرا ہوا ہو، جس پر فرشتے مقرر ہیں۔ جب وہ بھرتا ہے، اسے اٹھا کر جنت میں رکھ دیتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر کی حدیث میں مذکور ہے حضور اکرم نے فرمایا، سب سے پہلے میری قبر شق ہوگی۔ پھر ابو بکر کی پھر عمر کی۔ پھر میں بقیع میں جاؤں گا، اور سب قبروں سے اٹھ کھڑے ہوں گے، پھر میں اہل مکہ کا انتظار کروں گا اور ہم سب لوگ مکے اور مدینے کے درمیان اکٹھے ہو جائیں گے۔

## فصل سوم

اسے فصل میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس فضیلت کا ذکر ہے جو بہتر اوصاف کی وجہ سے آپ کو آخرت میں حاصل ہوگی۔ نیز یہ حیثیت شافع روز جزا آپ کو منفرد مقام حاصل ہوگا۔ علاوہ ازیں تمام مخلوقات میں سے مقام محمود، سے صرف حضور اکرم ہی مختص ہوں گے۔ مزید برآں غیر محدود و تکریمات اور تشریفات کے علاوہ آپ کو جنت میں اعلیٰ اور افضل درجات عطا ہوں گے۔

قاری کو معلوم ہونا چاہیے، کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے ابتدائے تخلیق رانل میں حضور اکرم کو تمام کائنات پر فضیلت عطا کی، اور تمام مخلوق میں انہیں سب سے پہلے نبوت عطا کی۔ اور یوم الست کو سب سے پہلے آپ نے بیٹا کہا، اور جب آخرت کی طرف واپسی ہوگی، تو سب سے پہلے آپ کی قبر شوق ہوگی۔ نیز اولین شافع اور اولین مشفق بھی آپ ہوں گے، سب سے پہلے آپ کو سجدہ کرنے کی اجازت ملے گی۔ اور جب تمام مخلوق سے خدا کی ذات حجاب میں ہوگی، تو آپ پہلے انسان ہوں گے جنہیں خدائی دیدار حاصل ہوگا، اور آپ پہلے نبی ہوں گے۔ جن کی امت کا حساب کتاب پیشتر از ہمہ چکا دیا جائے گا۔ نیز آپ اپنی امت کی معیت میں اول از ہمہ پل صراط عبور کریں گے سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے اور اسی طرح آپ کی امت کو سب سے پیشتر بہشت میں داخلہ ملے گا۔ اس کے علاوہ حضور اکرم کو مختلف طرح کے ایسے ایسے انعام و اکرام سے نوازا جائے گا جن کی کوئی حد ہے نہ شمار۔

اسی طرح حضور اکرم کا حشر ایسی حالت میں ہوگا کہ آپ سوار ہوں گے نیز مقام محمود

اور اس علم سے آپ کی تخصیص جس کے نیچے حضرت آدم سے لے کر حضور اکرم تک آنے والے سب انبیاء کھڑے ہونگے۔ اسی طرح عرش کے سامنے آپ کا سجدہ اور اس دوران میں آپ پر ان روز و اسرار کا انکشاف، جو نہ تو اس سے پہلے کسی پر منکشف ہوئے ہیں اور نہ آئندہ ہوں گے۔ یہ آپ کے قرب خداوندی اور احترام پر دال ہے۔ اسی طرح جب خدا آپ سے بہ حالت سجدہ کہے گا، اے محمد! سر اوپر اٹھاؤ، جو کہو گے، اس پر غور کیا جائے گا، جو مانگو گے، وہ دیا جائے گا۔ آپ جس کی شفاعت کریں گے، اسے معاف کر دیا جائے گا۔ دیدار خداوندی سے بڑھ کر اور کوئی ایسا اعزاز نہیں، جو ان نوازشات سے بلند تر ہو، حضور اکرم اس موقع پر بار بار شفاعت کریں گے اور بار بار خدا کے سامنے سجدہ ریز ہوں گے اور ہر دفعہ خداوند تعالیٰ فرمائے گا، يَا مُحَمَّدُ ارْ فَعَّ رَأْسَكَ وَ قُلْ يَسْمَعُ نَكَ وَ سَلِّ تَعَطُّ، وَ اشْفَعْ تُشْفَعُ. اور اسی وجہ سے آپ عرش کے دائیں طرف کھڑے ہوں گے، اور یہ ایسا مقام جلیل ہے، کہ سب اگلے پچھلے لوگ، حضور اکرم سے، اس سلسلے میں رشک کریں گے۔ باقی انبیاء علیہم السلام اور ان کی امتوں کے بارے میں حضور اکرم شہادت دیں گے، کہ انبیاء نے اپنی اپنی امتوں کو خلتی پختا پہنچایا۔ نیز وہ لوگ آپ سے شفاعت کی درخواست کریں گے، تاکہ انہیں عظم و الم، میدانِ حشر کے سینے اور طویل قیام سے نجات مل سکے۔ نیز وہ لوگ بھی آپ سے شفاعت کی التجا کریں گے جنہیں جہنم کا حکم مل چکا ہوگا۔

اسی طرح حوض کوثر ہے۔ جہاں لوگوں کو بے عرصے تک دقوت کرنا پڑے گا۔ اور مومنوں میں سے کوئی شخص بھی حضور اکرم کی شفاعت کے بغیر بہشت میں داخل نہ ہو سکیگا۔ اسی طرح حضور اکرم ان لوگوں کے رفیع درجات کے لئے شفاعت فرمائیں گے، جو اپنے اعمال کی کیفیت و کیفیت کی وجہ سے وہاں تک نہ پہنچ سکتے ہوں۔ حضور اکرم جنت میں اس مقامِ عظیم پر فائز ہوں گے جسے وسیلہ کہتے ہیں۔ علاوہ انہیں آپ کی تعظیم و تکریم میں، اولین

وآخرین اور ملائکہ مقربین کے اجتماع میں سب کے سامنے بے پناہ اضافہ کیا جائیگا  
ذَالِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ۔  
رہی حضور اکرم کی یہ فضیلت، کہ سب سے پہلے آپ کی قبر شق ہوگی، اس کے  
بارے میں صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے۔ حضور اکرم نے فرمایا۔ میں  
قیامت کے دن تمام انسانوں کا سردار ہوں گا۔ سب سے پہلے میری قبر شق ہوگی اور  
میں ہی پہلا شافع اور پہلا مشفع ہوں گا۔ حضرت ابو سعید کی حدیث میں مذکور ہے  
آپ نے فرمایا۔ میں قیامت کے دن تمام انسانوں کا سردار ہوں گا، اور یہ نافر  
نہیں، بلکہ حقیقت ہے۔ میرے ہاتھ میں لوٹے حمد ہوگا، اس میں بھی کوئی غزنی  
بات نہیں۔ اور قیامت کے دن حضرت آدم اور باقی انبیاء میرے علم کے نیچے ہونگے  
اور سب سے پہلے میری قبر شق ہوگی (دولافخر) (ترمذی) حضرت عبداللہ بن عمر سے  
مروی ہے۔ حضور اکرم نے فرمایا کہ قیامت کے دن سب سے پہلے میری قبر شق ہوگی  
پھر ابوبکر کی اور پھر عمر کی۔ پھر میں جنت البقیع کو جاؤں گا اور وہ لوگ اٹھ کھڑے  
ہونگے۔ پھر میں اہل مکہ کا انتظار کروں گا اور پھر ہم حرمین کے درمیان اکٹھے ہوں گے  
حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ایک موقع ایسا بھی  
آئے گا کہ تمام لوگ بیہوش ہو جائیں گے، سب سے پہلے میں اٹھوں گا، اچانک کھڑا ہوں گا  
کہ موسیٰ علیہ السلام عرش سے لگے کھڑے ہیں، میں کہہ نہیں سکتا، کہ وہ بھی بیہوش تھے  
اور مجھ سے پہلے ہوش میں آگئے۔ یا خدا نے انہیں مستثنیٰ قرار دیا تھا۔ (بخاری)  
حضرت انس سے مروی ہے، حضور اکرم نے فرمایا۔ کہ جب حشر ہوگا۔ تو پہلے میں  
اٹھوں گا۔ اور جب وہ جمع ہوں گے۔ تو میں ان کا قائد ہوں گا اور جب وہ خاموش  
کھڑے ہوں گے۔ تو میں ان کا خلیف ہوں گا، اور جب ان کا محاسبہ ہوگا، تو میں شفیع  
ہوں گا، اور جب مایوس ہوں گے، تو میں مبشر ہوں گا! اعزاز اور کریم کی کنجی اور علم حد

میرے ہاتھ میں ہوگا، اور خدا کے نزدیک میں تمام انسانوں سے زیادہ معزز ہوں گا اور ہزار صاف ستھرے غلام جو انڈوں کی طرح سفید اور موتیوں کی طرح تابدار ہوں گے میری خدمت پر مامور ہوں گے (دوامی)، اور عادی الارواح کے مصنف نے ایک حدیث میں بیان کیا ہے، کہ جب قیامت کے دن حضور اکرم قبر سے اٹھیں گے، تو حضرت بلال آپ کے ساتھ ہوں گے اور اذان کہتے جائیں گے۔ حاکم اور طبرانی حضرت ابو ہریرہ سے راوی ہیں، کہ تمام انبیاء حشر کے دن گھوڑوں اور اونٹوں پر سوار ہوں گے، مگر میں براق پر سوار ہوں گا اور بلال جنت کی ایک اونٹنی پر سوار ہوگا۔ اور اس کا کام صرف اذان کہنا ہوگا۔ اور جب وہ اشہد ان محمد رسول اللہ کہے گا، تو اگلے پچھلے سب مومن اس کی تصدیق کریں گے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ جب باقی انبیاء اور ان کی امتیں یہ آواز سنیں گی، تو وہ بھی اس کی تصدیق کریں گے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ صالح علیہ السلام اپنی اونٹنی پر سوار ہوں گے اور حضرت فاطمہ کے دو بیٹے قصوا اور رضیاء پر سوار ہوں گے۔

حضرت کعب الاحبار سے روایت ہے کہ میں ایک دفعہ حضرت عائشہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضور اکرم کا ذکر چھڑ گیا۔ اس موقع پر حضرت کعب کہنے لگے، کہ جب بھی صبح طلوع ہوتی ہے، ستر ہزار فرشتے آسمان سے اترتے ہیں جنور کے مقبرہ کا اعاطہ کر لیتے ہیں، اور اپنے پروں سے اسے صاف کرتے ہیں۔ اور آپ پر درود پڑھتے ہیں۔ جب شام ہوتی ہے، تو وہ اوپر چڑھ جاتے ہیں اور ستر ہزار فرشتے رات کے لئے اتر آتے ہیں اور مقبرے کو گھیر کر پروں سے اسے صاف کرتے ہیں اور حضور اکرم پر درود بھیجتے ہیں۔ اور یوں ستر ہزار فرشتے دن کو اور ستر ہزار رات کو حضور کے روضے پر موجود رہتے ہیں۔ چنانچہ جب آپ کی قبر حشر ہوگی، تو ستر ہزار فرشتوں کے جلو میں آپ میدان حشر میں آئیں گے۔



اور نو اور الاصول میں حکیم ترمذی نے حضرت عبداللہ بن عمر سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ ایک دفعہ حضور باہر نکلے اور حضرت ابو بکر ان کے دائیں طرف اور عمر بائیں طرف تھے حضور نے فرمایا قیامت کے دن ہمارا حشر اسی طرح ہوگا۔ حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے حضور اکرم نے فرمایا کہ سب سے پہلے میری قبر شق ہوگی۔ اور مجھے بہشتی کپڑوں کا ایک سبز سوٹ پہنایا جائیگا۔ پھر میں عرش کے دائیں طرف کھڑا ہوں گا۔ جہاں میرے بغیر اور کوئی نہ ہوگا ترمذی یہ بتاتی ہے مروی ہے کہ سب سے پہلے جنت کے کپڑے ابراہیم علیہ السلام کو پہنائے جائیں گے۔ اور انہیں ایک کرسی پیش کی جائے گی جو عرش کے دائیں طرف بچھائی جائیگی پھر حضور اکرم کو بلایا جائے گا اور آپ کو بھی جنتی کپڑے پہنائے جائیں گے اور آپ کی کرسی بھی عرش کے دائیں طرف بچھائی جائیگی۔

عبداللہ بن عمرو بن عاص سے بخاری اور مسلم میں مروی ہے حضور اکرم نے فرمایا میرے حوض کا طول ایک مہینے کا سفر ہے۔ اس کا پانی دودھ کی طرح سفید اور اس کی خوشبو کستوری کی طرح ہے اور اس کے آنچور سے ستاروں کی طرح ہیں جو شخص ایک دفعہ اس سے پانی پیئے گا، وہ کبھی بھی پیاسا نہیں ہوگا۔ اور مسلم کی روایت میں ہے، کہ اس حوض کے تمام زاویے ایک سے ہیں اور طول و عرض برابر ہے اور ابوامامہ کی حدیث میں ہے کہ جو شخص حوض کوثر سے پانی پی لے گا اس کا منہ کبھی سیاہ نہیں ہوگا۔ اور جسے اس حوض کا پانی لعیب نہ ہوا، وہ ہمیشہ پیاسا رہے گا۔ اور ترمذی میں جناب ثوبان کی حدیث میں جس کی حاکم نے تصحیح کی ہے مذکور ہے کہ حوض کوثر پر زیادہ تعداد ان لوگوں کی ہوگی جو ہاجرین میں سے نادر تھے۔

علامہ قرطبی نے تذکرہ میں لکھا ہے، کہ صاحب القوت وغیرہ کی رائے ہے، کہ حوض پل صراط کے بعد آئے گا۔ اور بعض لوگوں کی رائے اس کے برعکس ہے۔ اور مسلم میں حضرت ابو ذر سے مذکور ہے، کہ حوض کوثر میں جنت کے دو پرناے گرتے رہیں گے حضرت انس سے روایت ہے، کہ میں نے حضور اکرم سے درخواست کی، کہ آپ قیامت کے دن خدا کے سامنے

میری شفاعت کریں حضور اکرم نے فرمایا، میں انشاء اللہ تمہاری شفاعت کروں گا۔ میں نے دریافت کیا۔ یا رسول اللہ میں آپ کو کہاں تلاش کروں۔ فرمایا، اولاً مجھے پل صراط پر ڈھونڈنا میں نے عرض کیا۔ اگر وہاں ملاقات نہ ہو سکے۔ فرمایا، تو میزان پر تلاش کرنا۔ میں نے پھر پچھا مگر وہاں بھی ملاقات نہ ہو۔ فرمایا، تو حوض کوثر پر تلاش کرنا۔ کیونکہ میں ان تین مقامات پر ضرور موجود ہوں گا۔ (ترمذی، قرطبی نے المفہم میں لکھا ہے کہ ہر مکلف مسلمان پر فرض ہے کہ وہ اس حوض کے بارے میں جانتا ہو۔ اور اس امر کی تصدیق کرے، کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے رسول کو اس نام کا حوض عطا کر کے آپ کو مخصوص فرمایا۔ اور احادیث صحیحہ میں اس کا نام نیز خوبی اور وصف مذکور ہے۔ ان احادیث سے حوض کے بارے میں قطعی علم حاصل ہوتا ہے۔ کیونکہ تقریباً تیس سے زیادہ صحابہ نے حضور اکرم سے اس سلسلے میں روایا بیان کی ہیں۔ جن میں سے بیس روایات کا ذکر بخاری اور مسلم میں ہے اور باقی روایات دوسری کتابوں میں مذکور ہیں۔ پھر ان صحابہ سے تابعین کی اتنی ہی تعداد نے اور ان کے بعد کسی گنا لوگوں نے ان روایات کو بیان کیا۔ اور یہ سلسلہ بڑھتا چلا گیا، چنانچہ تمام سلف اور اہل سنت اس پر متفق ہیں، کہ حوض کوثر ایک حقیقت ہے۔

مسلم میں حضرت ابو ہریرہ سے روای ہے، حضور اکرم نے فرمایا، کہ حوض کوثر پر میری امت میرے پاس آئے گی اور میں انہیں حوض کوثر سے اس طرح پلاؤں گا جس طرح کہ کوئی آدمی اپنی اونٹنی کا دودھ پلاتا ہے۔ ہم نے عرض کیا، یا رسول اللہ کیا آپ ہیں پہچان لیں گے۔ فرمایا، ہاں۔ کیونکہ تمام ان لوگوں میں سے، جو وہاں میرے پاس حوض پر آئیں گے۔ سوائے تمہارے اور کوئی بھی ایسا نہیں ہوگا۔ جن کے چہرے اور ہاتھ پاؤں وضو کی وجہ سے سفید ہوں، حضرت انس کی حدیث میں ہے، کہ میرے حوض کے چار ممبر ہیں، ابو بکر، عمر، عثمان اور علیؓ۔ اگر کوئی شخص ابو بکر کو اچھا جانتا ہے اور عمرؓ سے بغض رکھتا ہے، اسے ابو بکر پینے نہیں دیگا۔ اور جو علیؓ کا محب ہے اور عثمانؓ کا مخالف

ہے۔ اسے علی نہیں پینے دے گا۔ (ابوسعبد)

ارشاد باری ہے **هَسْبِيَ اَنْ يَنْبَعَثَكَ رَبِّكَ مَقَامًا**  
**شَفَاعَتًا** اور **مَقَامًا مَحْمُودًا**۔ تمام مفسرین اس امر پر متفق ہیں، کہ غسی  
 بمعنی واجب ہے۔ مقام محمود کی تفسیر میں اختلاف ہے۔ اس بارے میں کئی اقوال ہیں  
 قول اول، جسے امام فخر رازی نے قابل ترین قرار دیا ہے اور جس پر تمام مفسرین کا  
 اتفاق ہے، یہ ہے کہ اس سے مراد جیسا کہ واحدی کی رائے ہے منصب شفاعت  
 ہے، اور اس سلسلے میں کئی صحیح احادیث وارد ہیں۔ مثلاً بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمر سے  
 روایت ہے، کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مقام محمود کے بارے میں دریافت کیا  
 گیا، تو آپ نے فرمایا، کہ اس سے مراد منصب شفاعت ہے۔ اسی طرح حضرت عبداللہ  
 بن عمر سے روایت ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن لوگ گروہوں میں بٹ  
 جائیں گے اور ہر امت اپنے اپنے نبی کے پیچھے چل رہی ہوگی، اور شفاعت کی دعوت  
 کرتے پھریں گے۔ تا آنکہ آخر کار لوگ میرے پاس آئیں گے۔ اسی کا نام مقام محمود  
 ہے اور **وَالْبَعْثُ مَقَامًا مَحْمُودًا** کی مشہور دعا سے اس کی تائید ہوتی ہے اور یہ  
 وہ چیز ہے جس پر اگلے پھلے سب رنگ کریں گے۔

دوسرا قول حضرت حذیفہ سے مروی ہے، کہ اللہ تعالیٰ تمام لوگوں کو ایک کھلے  
 میدان میں اکٹھا کرے گا۔ کوئی آدمی بوسنے کی جرات نہیں کرے گا۔ سب سے اول حضور  
 اکرم کو بلایا جائے گا۔ چنانچہ آپ دربار خداوندی میں حاضر ہو کر فرمائیں گے۔

رَبِّكَ وَسَعْدَيْكَ، وَالْخَيْرُ فِي يَدَيْكَ ، وَالشَّرُّ لَيْسَ اِيْنِكَ ، وَالْمُهْتَدِيْ مِنْ  
 يَدَيْكَ ، وَعَيْنُكَ بَيْنَ يَدَيْكَ ، وَبِكَ وَاِيْنِكَ وَلَا مَلْجَا مِيْنَكَ اِلَّا  
 اِيْنِكَ ، تَبَارَكْتَ وَتَعَالَيْتَ ، سُبْحَانَكَ رَبَّ الْجَبِيْنِ

اس کے بعد آپ نے فرمایا، کہ مقام محمود سے یہی مراد ہے۔ (طبرانی، ابن مندہ کی

رائے ہے، کہ اس حدیث کے اسناد اور راویوں کے ثقہ ہونے پر سب کا اتفاق ہے۔  
تیسرا قول یہ ہے، کہ مقام محمود سے مراد عاقبت بالینز ہے۔

چوتھا قول یہ ہے، کہ آپ کو عرش پر اور بروایتے کرسی پر بیٹھنے کا موقع ملے گا  
حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے، کہ اللہ تعالیٰ آپ کو کرسی پر بیٹھنے کا شرف  
عطا کرے گا۔ اس بات میں اختلاف ہے، کہ محمود کا فاعل کون ہے، اکثر لوگوں کی رائے  
یہ ہے، کہ اس سے مراد وہ سب لوگ ہیں جو اس مقام پر کھڑے ہوں گے۔ جیسا کہ  
حضرت عبداللہ بن عمر کی حدیث میں مذکور ہے، کہ تمام وہ لوگ جو وہاں موجود ہوں گے  
حضور اکرم کی تعریف بیان کریں گے۔

مگر کوئی شخص دریافت کرے، کہ احادیث میں جس شفاعت کا ذکر ہے، وہ کون  
سی شفاعت ہے۔ اس کا جواب یہ ہے، کہ احادیث میں مقام محمود کے سلسلے میں جس  
شفاعت کا ذکر ہے، اس کی دو قسمیں ہیں۔ پہلی وہ عام شفاعت ہے، جس کا تعلق  
مقدمات کے فیصلے سے ہے۔ دوسری قسم وہ ہے جو گناہ گاروں کو جہنم سے نجات دلانے  
کے لئے کی جائے گی۔ لیکن شفاعت عامہ ایسے تمام اقوال کی تردید کرتی ہے۔ کیونکہ  
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کی طرف سے علم حمد کا ملنا اور خدا کے سامنے آپ  
کا اس کی حمد و ثنا کرنا اور خدا کے حضور میں کرسی پر بیٹھنا ایسا اعزاز ہے جس کا تعلق  
اس مقام محمود سے ہے جہاں بندوں کا حساب کتاب چکایا جائے گا۔ رہی وہ شفاعت  
جو گناہ گاروں کو جہنم سے چھڑانے کے لئے کی جائیگی۔ وہ شفاعت عامہ کا ایک شعبہ  
ہے۔ اور ایسی احادیث کی تعداد تو اتنی تک پہنچ جاتی ہے۔ جن میں مومن گناہ گاروں  
کی شفاعت کا ذکر ہے۔

حضرت ام حبیبہ سے روایت ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا، کہ میرے بعد میری امت  
کو جن حالات سے سابقہ پڑے گا، اور جس طرح وہ ایک دوسرے کا خون بہائیں گے

وہ سب کچھ مجھے دکھا دیا گیا، جس پر مجھے بہت افسوس ہوا، چنانچہ انہیں وہی کچھ پیش آئیگا، جو گذشتہ امتوں کو پیش آچکا ہے۔ اس پر میں نے اللہ سے درخواست کی، کہ وہ مجھے قیامت کے دن ان کی شفاعت کی اجازت دے۔ چنانچہ خدا نے میری یہ التجا منظور کر لی حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے حضور نے فرمایا کہ ہر نبی جو دعا بھی مانگے وہ قبول کر لی جاتی ہے۔ اگر مجھے بھی انتخاب کا موقعہ دیا گیا، تو میں اپنی امت کی شفاعت کروں گا۔ حضرت انس کی روایت میں ہے، کہ میں نے خدا سے اپنی امت کی شفاعت کی دعا کی اور قبول ہوئی۔ چنانچہ یہ عمل ہم پر حضور اکرم کی مزید شفقت اور کرم فرمائی کی دلیل ہے کہ آپ نے نہایت اہم موقعوں پر بھی ہماری ضرورت کا خیال رکھا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔

حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے، میں نے رسول اکرم سے دریافت کیا، یا رسول اللہ! دربارہ شفاعت آپ کو خدا نے کیا وحی کی ہے۔ فرمایا، میں ہر اس شخص کی شفاعت کروں گا جس نے صدقِ دل سے لا الہ الا اللہ کہا۔ نیز حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے، حضور اکرم نے فرمایا، میں قیامت کے دن تمام انسانوں کا سردار ہوں گا۔ کیا تم سوچ سکتے ہو کہ اس کی کیا صورت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ سب اگلے پھلے لوگوں کو ایک کھلے میدان میں جمع کرے گا۔ پھر دیکھنے والا انہیں دکھائے گا اور بلانے والا بلائیگا۔ اور سورج لوگوں کے سروں کے قریب آجائے گا اور انسان غم و الم کی وجہ سے اس حالت میں ہوں گے، کہ یہ صورت حال نابتِ ابل برداشت ہو جائے گی، پھر وہ ایک دوسرے سے کہیں گے۔ دیکھو! ہم کس حال میں ہیں، اور ہماری کیا گت بن رہی، کیا کوئی ایسا آدمی ہے۔ جو خدا کے دربار میں ہماری شفاعت کرے۔ کوئی بول اٹھے گا، آدم ہم سب کے باپ ہیں۔ لوگ ان کے پاس جائیں گے اور کہیں گے۔ اے آدم! آپ تمام انسانوں کے باپ ہیں،

خدا نے آپ کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا، اپنی روح چھوڑ کی، فرشتوں کو آپ کے سجدے کا حکم دیا اور رہنے کے لئے جنت عطا کی۔ ہماری حالت آپ دیکھ ہی رہے ہیں، کیا آپ ہماری شفاعت نہیں کریں گے۔ وہ جواب میں کہیں گے کہ آج اللہ میاں اتنے ناراض ہیں کہ نہ اس سے پہلے کبھی تھے اور نہ آئندہ کبھی ہوں گے۔ اس نے مجھے درخت کا ٹبر کھانے سے منع کیا تھا، مجھے اپنی جان کے لئے پڑے ہیں، بہتر ہے کہ نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ، چنانچہ لوگ ان کے پاس جائیں گے اور عرض کریں گے، یا حضرت! آپ دنیا میں خدا کے پہلے رسول ہیں اور خدا نے آپ کو عبد شکور کے لقب سے یاد کیا ہے، کیا آپ ہماری شفاعت نہیں کر سکتے۔ ہمارا حال تو آپ دیکھ ہی رہے ہیں حضرت نوح بھی وہی جواب دیں گے، جو حضرت آدم نے دیا تھا۔ نیز کہیں گے، کہ مجھے اپنی قوم کو دعوت کا فرض سونپا گیا تھا، لیکن میں نے قوم کے خلاف بددعا کی اور وہ غرق ہو گئے اس لئے مجھے تو اپنی پڑی ہوئی ہے۔ اس لئے بہتر ہے، کہ تم ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ وہ لوگ حضرت ابراہیم کے پاس آکر درخواست کریں گے، کہ آپ اللہ کے نبی اور اس کے خلیل ہیں، ہماری حالت کے پیش نظر، آپ اللہ سے ہماری شفاعت کریں، وہ بھی انہیں ویسا ہی جواب دیں گے اور کہیں گے کہ میں نے تین غلط بیانیوں کی تھیں۔ اس لئے مجھے اپنے مواخذے کا ڈر ہے۔ مناسب ہو گا، کہ تم موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ چنانچہ وہ ان کے پاس جا کر وہی التجا دہرائیں گے۔ اور وہ انہیں وہی جواب دیں گے، جو پہلے پیغمبر دے چکے ہیں۔ اور کہیں گے کہ میں نے ایک آدمی کو قتل کیا تھا، مجھے تو خدا کے سامنے جانے سے ڈر لگتا ہے۔ بہتر ہے، کہ تم عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ وہ ان کے پاس آکر کہیں گے۔ یا حضرت! آپ اللہ کے رسول۔ اس کا کلمہ اور روح ہیں۔ اور آپ نے بچپن میں لوگوں سے گفتگو کی تھی، ہماری حالت کو دیکھئے اور خدا سے شفاعت کیجئے۔ عیسیٰ علیہ السلام بھی وہی جواب دیں گے، جو پہلے انبیاء علیہم السلام نے دیا تھا اور وہ بھی نفسی نفسی پکار اٹھیں گے۔

اور لوگوں کو مشورہ دیں گے، کہ تم محمد رسول اللہ کے پاس جاؤ۔ لوگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے، یا حضرت! آپ اللہ کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں اور خدا نے آپ کے اگلے پچھلے تصور معاف کر دیئے ہیں۔ ہماری حالت آپ پر عیاں ہے اس لئے ازراہ کرم ہماری شفاعت فرمائیے حضور چل کر خدائی عرش کے نیچے اکھڑے ہوں گے اور سجدے میں گر پڑیں گے اس دوران میں آپ پر ایسے ایسے رموز و اسرار کا انکشاف ہوگا، جو اس سے پہلے کسی پر بھی نہیں ہوا تھا۔ پھر خدا کی طرف سے آواز آئے گی: يَا مُحَمَّدُ اِرْفَعْ رَأْسَكَ، سَلِّ تَعَطُّفًا، وَاشْفَعْ تَشْفَعُ بِحُضُورِ سِرِّ اُمَّتَيْهِمْ گے اور عرض کریں گے، يَا رَبِّ اُمَّتِي، يَا رَبِّ اُمَّتِي اس پر حکم ہوگا، اے محمد! آپ اپنی امت کے ان لوگوں کو، جن کے غلات کوئی الزام نہیں ہے، باب الامین کے راستے بہشت میں لے جائیئے۔ ان کے سوا باقی لوگ دوسری امتوں کے لوگوں کے ساتھ، دوسرے دروازوں سے بہشت میں داخل ہوں گے بخاری و مسلم، یہ شفاعت اس شفاعت عامہ کے بعد وقوع پذیر ہوگی جس میں عام لوگوں کے مقدمات کا فیصلہ کیا جائے گا۔

مسند بزاز میں ہے، حضور اکرم دربار خداوندی میں عرض کریں گے۔ اے خدا، تو زودتر لوگوں کا حساب لے، اور حضرت عذیفہ کی حدیث میں ہے، کہ جب لوگ ابراہیم علیہ السلام کے پاس جائیں گے، تو وہ کہیں گے، کہ میں اس میدان کا مرد نہیں ہوں، میں غلیل منزر ہوں، لیکن میرا مقام حبیب کے مقابلے میں پست تر ہے۔ اس سے ان کی مراد رسول کریم ہیں جنہیں براہ راست خدا کو دیکھنے اور اس سے گفت و شنید کا موقع ملا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف جن تین غلط بیانیوں کا انتساب کیا جاتا ہے ان کی حیثیت معارضے کی سی ہے، لیکن چونکہ بقول بیضاوی بظاہر وہ غلط بیانی معلوم ہوتی ہیں۔ اس لئے حضرت ابراہیم خدائی ہوا خدا سے ڈر گئے، کیونکہ جو شخص خدا سے بقنا قریب

ہوگا۔ اتنا ہی زیادہ اسے ڈر ہوگا۔ حضرت عبداللہ بن عباس کی حدیث میں آیا ہے، کہ حضرت عیسیٰ اس لئے شفاعت کی ذمہ داری قبول نہ کریں گے، کہ انہیں لوگوں نے خدا تسلیم کر لیا تھا اس لئے وہ بھی مواخذے سے ڈرتے تھے،

نصر بن انس اپنے والد سے راوی ہیں، حضور اکرم نے فرمایا، میں پل صراط کے پاس کھڑا اپنی امت کا انتظار کر رہا ہوں گا، کہ حضرت عیسیٰ آکر کہیں گے، اے محمد! انبیاء کی یہ جماعت اس لئے آپ کے پاس آئی ہے، کہ ان امتوں کے بارے میں جو یہاں جمع ہیں اور گرفتار بنائیں، آپ خدا سے فیصلے کی درخواست کریں۔ اس روایت سے یہ بات متعین ہو جاتی ہے، کہ اس موقع پر حضور اکرم کہاں تشریف فرما ہوں گے، اور نیز اس سے یہ بھی واضح ہوتا ہے، کہ یہ صورت حال پل صراط عبور کرنے کے بعد اس وقت پیش آئے گی۔ جب کفار پل صراط سے گزر کر جہنم رسید ہو چکے ہوں گے! اسی مقام پر عیسیٰ علیہ السلام حضور اکرم سے مخاطب ہوں گے اور انبیاء علیہم السلام آپ سے درخواست کریں گے۔

ابن ابی شیبہ سے حضرت سلمان کی حدیث میں مذکور ہے، کہ لوگ حضور اکرم سے درخواست کریں گے، یا رسول اللہ! خدا نے آپ سے دنیا کی ابتدا کی اور آپ پر ہی اسے ختم کیا نیز آپ کی تمام اگلی بھلی فرودگزاشتیں معاف فرمادی ہیں۔ آپ ہماری حالت تو دیکھ ہی رہے ہیں، خدا کے یہاں ہماری شفاعت فرمائیے، آپ فرمائیں گے، ہاں میں یہ کام کر سکتا ہوں، چنانچہ حضور لوگوں کی صفوں کو چیرتے جنت کے دروازے تک پہنچ جائیں گے۔

ابو یعلیٰ نے حضرت کعب کی حدیث میں بیان کیا ہے، حضور نے فرمایا، میں خدا کے سامنے سجدے میں گر پڑوں گا اور جب تک اس کی مرضی ہوئی۔ سجدے میں پڑا ہوں گا اور جس طرح وہ پسند کرے گا، اس کی حمد بیان کروں گا۔ اور جناب



قتادہ کی حدیث میں، جو انہوں نے حضرت انس سے بخاری میں روایت کی ہے، مذکور ہے، حضور نے فرمایا، میں خدا سے شفاعت کروں گا۔ اور وہ ایک دم مقرر کر دیگا میں انہیں جہنم سے نکال کر جنت میں لے آؤں گا۔ اور امام احمد نے حضرت ثابت سے روایت کی ہے۔ حضور فرمائیں گے، یا سب امتی۔ امتی، جواب ملے گا۔ جس کے دل میں رانی قینا ایمان بھی ہے، اسے جہنم سے نکال لے جاؤ۔

امام نووی کہتے ہیں، کہ شفاعت کی پانچ قسمیں ہیں، اول میدانِ حشر میں قیامت کی ہیبت سے سکون۔ دوم، ایک خاص گروہ کا بغیر از حساب داخلہ جنت۔ سوم، سزا یافتہ لوگوں کو عذابِ جہنم سے چھڑانا۔ چہارم، جو گناہگار جہنم میں سزا بھگت رہے ہیں، انہیں نجات دلانا۔ پنجم، رفع درجات۔

حضرت بریدہ سے روایت ہے حضور اکرم نے فرمایا، میرا اندازہ ہے، کہ قیامت کے دن جن لوگوں کی شفاعت مجھے کرنا پڑے گی۔ ان کی تعداد زمین کے درختوں اور لکڑوں سے زیادہ ہوگی، حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے، حضور اکرم نے فرمایا۔ ہم اگرچہ آخری امت ہیں، لیکن ہمارا حساب سب سے پہلے ہوگا۔ قیامت کے دن پوچھا جائے گا۔ امتِ امیہ اور اس کا نبی کہاں ہے۔ اس لحاظ سے گو ہم آخر میں آتے ہیں لیکن مرتبہ سب سے آگے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس کی ایک حدیث میں جسے ابو داؤد نے بیان کیا ہے، مذکور ہے، حضور اکرم نے فرمایا۔ جب خدا لوگوں کا حساب لینے لگے گا، تو ایک منادی پوچھے گا، کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی امت کہاں ہیں؟ میں اٹھ کھڑا ہوں گا اور میری امت کے لوگ، جن کے چہرے اور ہاتھ پاؤں وضو کی برکت سے سفید ہوں گے میرے پیچھے چل پڑیں گے۔ حضور نے فرمایا، ہم ہی آخری امتوں میں سے ہیں اور سب سے پہلے ہمارا حساب ہوگا۔ دوسری امتیں احتراماً ہمارے راستے سے ہٹ جائیں گی اور وہ آپس میں کہیں گی، عجیب نہیں کہ اس امت کے سارے آدمی نبی بنا دیئے جائیں۔

حافظ ابو نعیم، حضرت عبدالقدوس بن عمر سے راوی ہیں۔ حضور اکرم نے فرمایا۔ جس نے اپنے کسی بھائی کی حاجت روائی کی، میں قیامت کے دن میزان کے پاس کھڑا ہوں گا۔ اگر اس کی نیکیوں کا پلڑا بھاری ہو تو فہما، ورنہ میں اس کی شفاعت کروں گا۔ حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے، حضور اکرم نے فرمایا، کہ قیامت کے دن جہنم کے اوپر پل صراط کو معلق کر دیا جائے گا اور اولاً مجھے اور میری امت کو اسے عبور کرنے کی اجازت ملے گی۔ اور سوائے انبیاء کے اور کسی کو بولنے کی اجازت نہیں ہوگی اور ان کی زبان سے بھی صرف **سَلِّمُ سَلِّمُ** کا لفظ نکلے گا اور جہنم میں بھی بول کی طرح خاردار درخت ہیں، جن کے کانٹوں کا خدا کے بغیر اور کسی کو کوئی اندازہ نہیں بعض لوگ ان کے چبھنے سے ہلاک ہو جائیں گے، کچھ لوگ گر پڑیں گے اور پھر انہیں نجات مل جائیگی۔ بخاری، حضرت حذیفہ کی حدیث میں مذکور ہے حضور اکرم نے فرمایا کہ میں پل صراط پر کھڑا **سَلِّمُ سَلِّمُ** کہہ رہا ہوں گا، ابن جوزی کی حدیث میں ہے، کہ جب پل صراط پر امت محمدیہ کا ہجوم ہوگا، تو وہ زور زور سے پکاریں گے، وا محمد، وا محمد، رسول اکرم فوراً ان کی امداد کو پہنچیں گے، اور جبرئیل علیہ السلام اپنی ازار کا پلواٹھائے ہوئے ہوں گے۔ اس پر حضور بہ آواز بلند فرمائیں گے، اے خدا! میری امت کو معاف فرما۔ میں تجھ سے نہ تو اپنے لئے کچھ مانگتا ہوں اور نہ اپنی بیٹی قاطمہ کے لئے۔ فرشتے پل صراط کے دائیں بائیں کھڑے ہوں گے اور سب **رَبِّ سَلِّمُ سَلِّمُ** کہہ رہے ہوں گے۔ قیامت کی ہیبت اور خطرات کی کوئی حد نہیں ہوگی چنانچہ گنہگار دائیں بائیں سے جہنم میں گر رہے ہوں گے اور جہنم کے نگراں فرشتے انہیں زنجیروں اور بیڑیوں میں جکڑ رہے ہوں گے۔ اور پکار پکار کہیں گے، کیا تمہیں ازکاب گناہ سے منع نہیں کیا گیا تھا، کیا اللہ کے عذاب سے نہیں ڈرایا گیا تھا۔ اور کیا تمہارے پاس اللہ کا کوئی برگزیدہ نبی نہیں آیا تھا۔

علامہ قرطبی نے حضرت عبدالقدوس بن سلام سے روایت کی ہے، کہ قیامت کے دن

تمام انبیاء اپنی اپنی امتوں کے ساتھ حاضر ہوں گے، اور جہنم کے اوپر پل کو معلق کیا جائیگا اور منادی کی جائے گی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم، اور ان کی امت کہاں ہیں۔ اس پر حضور اکرم اٹھ کھڑے ہونگے اور آپ کی امت (اچھے اور بُرے) ساتھ ساتھ چل پڑگی جب یہ لوگ پل پر پہنچیں گے۔ تو اللہ تعالیٰ اس امت کے دشمنوں کی بصارت سلب کر یگا۔ اور وہ دائیں بائیں سے جہنم میں گرنا شروع کر دیں گے اور رسول کریم اور امت کے صلحا آپ کے ساتھ پل عبور کر جائیں گے، راستے میں فرشتے دائیں بائیں سے انہیں رہبری کر کے خدا تک لے جائیں گے۔ آپ کے لئے عرش کے دائیں طرف ایک کرسی رکھ دی جائے گی۔ پھر اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام وہاں آئیں گے اور پھر باقی انبیاء بھی۔ صلوات اللہ علیہم۔

مسلم میں حضرت انس  
حضور اکرم سے پہلے جنت پر دستک دینگے  
اور اندر داخل ہوں گے! کہ قیامت کے دن  
میرے پیروکاروں کی تعداد سب سے زیادہ ہوگی۔ اور سب سے پہلے میں ہی جنت  
کے دروازے پر دستک دوں گا۔ یہ حدیث بھی حضرت انس سے مروی ہے، کہ جب  
میں جنت کے دروازے پر آکر دستک دوں گا۔ تو خازن دریافت کرے گا۔ آپ  
کون ہیں۔ میں جواب میں کہوں گا۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم، ہوں اس پر خازن کہے گا  
مجھے آپ ہی کی وجہ سے یہ حکم دیا گیا ہے، کہ آپ کے بغیر کسی اور کے لئے دروازہ  
نہ کھولوں۔ بطرانی نے اس حدیث میں ان الفاظ کا اضافہ کیا ہے، کہ خازن حضور  
کا نام سن کر تعظیماً اٹھ کھڑا ہوگا۔ اور کہے گا۔ کہ اس کے بعد میں کسی اور آدمی کے  
لئے تعظیماً نہیں کھڑا ہوں گا۔

حضرت انس سے روایت ہے، حضور اکرم نے فرمایا۔ میں پہلا آدمی ہوں گا۔

جو جنت کے دروازے پر دستک دیگا (ولافخر) حضرت ابوسعید کی روایت میں ہے، حضور اکرم نے فرمایا، میں قیامت کے دن تمام انسانوں کا سردار ہوں گا، لوائے حمد میرے ہاتھ میں ہو گا۔ تمام انبیاء، آدمؑ سمیت میرے مہنڈے کے نیچے ہوں گے اور سب سے پہلے میری قبر شق ہوگی (ولافخر) اس دن لوگوں پر قین خطرے مسلط ہوں گے۔ چنانچہ وہ آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے۔ انہوں نے اس حدیث کو بالتفصیل بیان کیا ہے، تا آنکہ وہ سب سے آخر حضور کی خدمت میں حاضر ہونگے اور حضور اکرم ان کے ساتھ چل پڑیں گے۔ حضرت انس کہتے ہیں میں اب بھی یوں محسوس کر رہا ہوں، گویا حضور میرے سامنے کھڑے ہیں، اور جنت کے دروازے پر دستک دوں گا۔ پوچھیں گے کون ہیں آپ؟ جواب میں کہا جائے گا: محمد رسول اللہ ہیں، دروازہ کھول دیں گے اور مجھے خوش آمدید کہیں گے۔ اس پر میں سجدے میں گر پڑوں گا اور خدا مجھ پر اپنی حمد و ثناء کے رموز و اسرار واضح کر دے گا۔ اور مجھے سراور پرائیگا کی اجازت ملے گی۔ (ترمذی)

اور حدیث میں مذکور ہے کہ جب مومن جنت کے دروازے پر پہنچیں گے تو باہم مشورہ کریں گے، کہ بہشت میں داخلے کی اجازت کون لے کر دے گا۔ چنانچہ لوگ حضرت آدمؑ، نوحؑ، ابراہیمؑ، موسیٰؑ، عیسیٰؑ اور پھر رسول کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہوں گے۔ جبکہ وہ پہلے میدانِ حشر میں، بارہ شفاعت حاضر چکے تھے جس سے یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ حضور اکرم کو تمام انسانوں پر ہر منزل میں فضیلت حاصل ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس کی حدیث میں مذکور ہے، کہ ایک دن صحابہ کرام اکٹھے بیٹھے باتیں کر رہے تھے اور حضور کے انتظار میں تھے۔ آپ گھر سے نکلے۔ قریب پہنچے تو ان کی باتیں سن لیں۔ کیونکہ صحابہ تا حال مصروف گفتگو تھے۔ کوئی کہہ رہا تھا، یہ کتنی عجیب بات ہے، کہ خدا نے اپنی مخلوق سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا۔ دوسرے نے کہا، موسیٰ

علیہ السلام سے کلام کر کے انہیں کلیم بنایا۔ اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام کو روح اللہ اور آدم علیہ السلام کو صغی اللہ کا لقب عطا فرمایا۔ اتنے میں حضور اکرم پہنچ گئے اور بعد از سلام فرمایا میں نے تمہاری گفتگو سنی ہے۔ بلاشبہ خدا نے حضرت ابراہیم کو خلیل، حضرت موسیٰ کو کلیم، حضرت عیسیٰ کو روح اور حضرت آدم کو صغی کہا۔ لیکن میں اللہ کا حبیب ہوں۔ قیامت کے دن علم حمد میرے ہاتھ میں ہوگا۔ میں پہلا شافع اور پہلا مشفع ہوں۔ میں ہی سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھٹکھٹاؤں گا اور پھر کھول دیا جائیگا (دولافخر) میں بہشت میں داخل ہوں گا۔ اور میرے ساتھ غریب مسلمان داخل جنت ہوں گے۔ نیز میں اولین اور آخرین میں سب سے بلند مرتبہ ہوں (دولافخر)

حضرت انس سے روایت ہے، حضور اکرم نے فرمایا۔ میں سب سے پہلے قبر سے اٹھونگا اور جب وہ خاموش کھڑے ہوں گے، تو میں ان کا خطیب ہوں گا اور جب وہ کٹھے ہونگے تو ان کا لیڈر ہوں گا۔ اور جب وہ گرفتار بلا ہوں گے تو میں شفیع ہوں گا اور جب ٹاپوس ہوں گے۔ تو میں انہیں بشارت دوں گا۔ جنت کی کبھی اور علم حمد میرے ہاتھ میں ہوگا اور تمام انسانوں میں بلند مرتبہ ہوں (دولافخر) اور اس دن ہزار خوبصورت غلام میری خدمت میں حاضر ہونگے (ترمذی، بیہقی، حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے، حضور اکرم نے فرمایا۔ ہم قیامت کے دن الآخرون الاولون ہونگے اور ہم ہی جنت میں پہلے داخل ہوں گے (مسلم، یہ امت سب سے پہلے قبروں سے نکلے گی، اور میدان حشر میں بہترین مقام پر جا کھڑی ہوگی، عرش کے سامنے کیسے سب سے پہلے اسے جگے گی۔ اور اس کا حساب کتاب پہلے چکایا جائیگا اور پل صراط سے پہلے گزرے گی اور جنت میں پہلے داخل ہوگی اور زیادہ یہی لوگ جنت میں ہوں گے۔

عبداللہ بن امام احمد سے حضرت ابوہریرہ کی حدیث میں مروی ہے کہ جب قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی ثَلَاثًا مِّنَ الْأُولِيْنَ وَثَلَاثًا مِّنَ الْآخِرِيْنَ بہ حضور اکرم

نے فرمایا، تم اہل جنت کا تیسرا حصہ ہو، تم نصف ہو، بلکہ تم دو تہائی ہو۔ بہزبن حکیم کی حدیث میں مذکور ہے، آپ نے فرمایا، کہ اہل جنت کی ایک سو بیس صفیں ہوں گی۔ ان میں اسی صفیں بہاری ہوں گی۔ اور حضرت عمر بن الخطاب سے مروی ہے، حضور اکرم نے فرمایا، کہ جنت کا داخلہ، میرے داخلے سے پہلے تمام انبیاء پر حرام ہے اور اسی طرح امت محمدیہ کے داخلے سے پہلے باقی امم کو داخلے کی اجازت نہیں ہوگی۔ ابن ابوشیبہ نے حضرت ابوہریرہ کی حدیث میں بیان کیا ہے۔ حضور اکرم نے فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے۔ میرا ہاتھ پکڑ لیا اور مجھے جنت کا وہ دروازہ دکھایا جس سے میری امت بہشت میں داخل ہوگی۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا، یا رسول اللہ! میرا دل چاہتا ہے، کاش میں آپ کے ساتھ ہوتا۔ تاکہ میں بھی دیکھتا۔ آپ نے فرمایا، ہاں ابو بکرؓ، تم میری امت میں سے سب سے پہلے داخل جنت ہو گے۔ ترمذی حکیم نے جنت کے دروازوں کا ذکر کیا ہے ان میں اس نے باب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بھی کیا ہے، جسے باب الرحمة اور باب التوبہ کہا جاتا ہے۔ دارقطنی نے ابو امامہ سے روایت کی ہے، حضور اکرم نے فرمایا، میں اپنی امت کے برے لوگوں کے لئے کیا عمدہ شفیع ہوں۔ انہوں نے دریافت کیا، یا رسول اللہ! اچھے لوگوں کا فیصل کون ہوگا۔ فرمایا وہ تو اپنے اعمال کے طفیل داخل بہشت ہونگے لیکن گناہ گار میری شفاعت کے بل بوتے پر داخل ہوں گے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول کریم کو اپنی امت سے کتنی شفقت تھی۔

جنت میں حضور اکرم کو حوض کوثر عطا ہوگا :- امام مسلم وغیرہ نے حضرت انس سے یہ روایت بیان کی ہے، کہ ایک دفعہ حضور اکرم مسجد میں ہمارے درمیان بیٹھے ہوئے تھے، کہ آپ پر غنودگی سی طاری ہو گئی، جب آپ نے سر اٹھایا، تو مسکرا رہے تھے، ہم نے مسکراہٹ کی وجہ پوچھی، فرمایا مجھ پر ابھی ابھی یہ سورت نازل ہوئی ہے: **إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ فَصَلِّ**

لِيَرْبِكَ وَانْحَسِرْ، إِنَّ شَأْنَكَ هُوَ الْأَبْتَوَانُ. پوچھا کیا تم جانتے ہو، کہ کوثر کیا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا، اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں فرمایا، وہ ایک نہر ہے، جس کا خزانے بچھ سے وعدہ فرمایا ہے۔ بخاری میں حضرت انس سے روایت ہے حضور نے فرمایا جب معراج ہوگی۔ تو میں ایک ایسی نہر پر اکھڑا ہوا، جس کے دو کناروں پر مجوف موتیوں کے گنبد نما قبے تھے۔ میں نے جبریل سے پوچھا، یہ کیا ہے کہا یہ کوثر ہے ابن جریر نے حضرت انس سے یہ روایت بیان کی ہے، کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم معراج پر تشریف لے گئے، تو جبریل علیہ السلام آپ کو ایک نہر پر لے آئے۔ جس کے کناروں پر موتیوں اور زبرجد کے محلات تھے۔ آپ نے اس کی مٹی کو سونگھا، تو اس سے کستوری کی خوشبو آ رہی تھی حضور اکرم نے جبریل سے پوچھا۔ اس نہر کا کیا نام ہے۔ فرمایا یہی وہ نہر کوثر ہے جو خدانے آپ کو عطا کی ہے۔

امام احمد حضرت انس سے راوی ہیں، ایک آدمی نے حضور اکرم سے دریافت کیا، یا رسول اللہ! کوثر کیا ہے؟ فرمایا، جنت کی ایک نہر کا نام ہے، جو خدانے مجھے عطا کی ہے جو دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھی ہے۔ ابو عبیدہ، حضرت عائشہ سے راوی ہیں۔ میں نے دریافت کیا، اِنَّا اَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ سے کیا مراد ہے؟ کہا، یہ وہ نہر ہے جو خدانے نبی اکرم کو دی ہے، جس کے کنارے مجوف موتیوں کے اور آنجور ہے ستاروں کی طرح تابدار ہیں، بخاری، اور نسائی میں یہ روایت اسی طرح مذکور ہے۔ حضرت عائشہ نے جواب دیا، یہ ایک نہر کا نام ہے جو جنت کے وسط میں ہے اور اس کے کناروں پر موتیوں اور یاقوت کے محل ہیں، جس کی زمین کستوری کی اور جس کے کفر موتی اور یاقوت ہیں حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ہے، رسول اکرم نے فرمایا کوثر جنت کی ایک نہر ہے، اس کے کنارے سونے کے ہیں۔ اور اس میں جو پانی بہتا ہے۔ اس کی تہ میں موتی ہیں اور پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ہے۔

احمد ابن ماجہ، ترمذی، حضرت انس راوی ہیں، حضور اکرم سے کوثر کے بارے میں دریافت کیا گیا۔ فرمایا، یہ جنت کی اس نہر کا نام ہے، جو خدا نے مجھے بہشت میں عطا کی ہے، جو دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھی ہے۔ اس میں ایسے پرندے ہیں جن کی گردنیں بختی اونٹوں کی طرح ہیں۔ حضرت عمر نے کہا، کہ یہ پرندے انسانوں کی خوراک ہیں اور رسول اکرم نے فرمایا، کہ میں نے ان میں سے بہتر قسم کے پرندے کھائے ہیں۔ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں، کہ اس نہر اور حوض کا ذکر، احادیث میں اس تواریخ سے آیا ہے، کہ آدمی کو ان کی حقیقت کا یقین ہو جاتا ہے۔

الوسیلہ، درجہ، رفیعہ اور فضیلت کا مفہوم :- عمرو بن عاص سے مروی صحیح مسلم میں عبداللہ بن ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب مودن کی اذان سنو، تو تم بھی اس کے کلمات کو دہراؤ۔ اور پھر بچہ پر درود بھیجو، کیونکہ جو بچہ پر ایک دفعہ درود بھیجے گا، اللہ اس پر دس دفعہ درود بھیجے گا۔ پھر خدا سے میرے لئے الوسیلہ کی التجا کرو، وسیلہ جنت میں ایک مقام کا نام ہے، جو اللہ کے کسی خاص بندے کو عطا ہوگا۔ میں چاہتا ہوں، کہ وہ مقام مجھے عطا ہو۔ جو شخص بھی میرے لئے یہ دعا مانگے گا، اس کی شفاعت مجھ پر لازم ہو جائے گی۔

حافظ ابن کثیر کہتے ہیں، کہ الوسیلہ، جنت کی بلند ترین منزل پر ایک محل ہے، جو حضور اکرم کا مقام رہائش ہے اور جنت کا یہ مقام عرش الہی سے قریب ترین جگہ ہے جب حضور اکرم اللہ کے عابد ترین بندے ہیں، اور آپ امر اور موزعہ وندی سے سب سے زیادہ واقف ہیں، اللہ سے زیادہ ڈرتے اور اس سے زیادہ محبت کرتے ہیں، تو ضروری ہے، کہ آپ کی قیام گاہ خدا کے بہت قریب ہو اسی لئے حضور اکرم نے اپنی امت کو حکم دیا ہے، کہ آپ کے لئے دعا قیامت، اس مقام قریب الوسیلہ کی



دعا مانگی جاتی رہے، تاکہ حضور اس مقام کو حاصل کریں۔ خدا نے اس مقام تک حضور اکرم کی رسائی کو، آپ کی امت کی دعاؤں اور التجاؤں سے منسلک کر دیا ہے۔ کیونکہ امت کو حضور اکرم کے ذریعے ہی سے ہدایت اور ایمان نصیب ہوا ہے۔

لفظِ فضیلت سے مراد وہ خاص رتبہ ہے، جو آپ کو باقی مخلوق کے مقابلے میں زائد عطا ہوا ہے، یہ احتمال بھی ہے، کہ اس سے مراد کوئی اور مقام خاص ہو جس کا ہمیں علم نہیں، ابن مردویہ، حضرت علی سے راوی ہیں، حضور اکرم نے فرمایا، جب تم اللہ سے کچھ مانگو، تو میرے لئے اوسیلہ کی دعا کرو۔ حضرت علیؑ نے دریافت کیا، یا رسول اللہ وہاں آپ کے ساتھ اور کون ہو گا، فرمایا، علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ اور حسینؑ۔

ابن ابی حاتم، حضرت علیؑ سے راوی ہیں۔ انہوں نے کوفہ کے منبر پر فرمایا: اے لوگو! جنت میں دو موتی ہیں، ایک سفید اور دوسرا زرد۔ سفید عرش کے درمیان واقع ہے اور مقام محمود سفید موتی سے بنایا گیا ہے۔ جس میں ستر ہزار محل ہیں اور ہر محل تین میل طویل ہے اس کی کھڑکیاں دروازے، دیواریں اور پھتیس ایک ہی اصل سے بنی ہوئی ہیں اور اس میں رسول کریم اور اہل بیت قیام پذیر ہوں گے۔ اسی کا نام اوسیلہ ہے۔ زرد رنگ کا موتی بھی ایسا ہی ہو گا جس میں حضرت ابراہیم اور ان کی اولاد سکونت اختیار کرے گی۔

عبداللہ بن عباس نے <sup>۱</sup>وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ کی تفسیر کی ذیل میں لکھا ہے، کہ خدا نے حضور اکرم کو جنت میں ہزار محل عطا کئے ہیں، اور ہر محل، ازواج اور غلاموں سے بہترین طریقے سے آراستہ ہے۔ ابن جریر و ابن ابی حاتم، ایسی بات وہی آدمی کہہ سکتا ہے، جسے علم ہو۔

## خاتمہ

بخاری اور مسلم میں حضرت انس سے مروی ہے، ایک شخص نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا، یا رسول اللہ! قیامت کب آئیگی حضور نے پوچھا، تم نے قیامت کے لئے کیا تیاری کی ہے؟ اس نے جواب دیا، یا رسول اللہ! تیاری دیاری تو کچھ نہیں، ہاں البتہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہوں۔ فرمایا تم دنیا میں جن سے محبت کرتے ہو۔ آخرت میں ان کی رفاقت ہی میں ہو گے حضرت انس نے اس پر کہا، میں اللہ کے رسول سے اور آپ کے بعد ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما سے محبت کرتا ہوں مجھے امید واثق ہے، کہ میں قیامت کے دن ان کی معیت میں ہوں گا۔

ایک عورت کو جو اپنی ذات پر بے الضافی کی مرتکب رہی تھی، مرنے کے بعد کسی نے خواب میں دیکھا، پوچھا، کہ تجھ سے خدا نے کیا برتاؤ کیا، کہنے لگی، کہ مجھے معاف کر دیا گیا، پوچھا، کیوں کہنے لگی، کیونکہ مجھے حضور اکرم کی ذات مقدس سے محبت تھی لَطُوفِي لَهُمْ وَحُسْنُ مَا بَ كِي آيْتِ پَر غُورِ كَرِ وَ طُوبِي اِيْكَ وَرِخْتِ كَا اب ہے۔ جسے خدا نے اپنے ہاتھ قدرت سے لگایا ہے جس کے ساتھ زیور اور ریشمی سوٹ لگتے ہیں۔ اور جس کی ٹہنیاں فصیل جنت کے باہر بھی دکھائی دیتی ہیں اس درخت کی جڑ تو حضور اکرم کی قیام گاہ میں ہے اور ایک ایک ٹہنی ہر مومن کے گھر میں ہے جنت کے تمام درجات میں اسی طرح کا درخت طوبی اگا ہوا ہے تاکہ یہ بہشت کی ہر نعمت کی روح (بہترین حصہ) ہو اور ہر متوسل کو رسول کریم کے برگزیدہ حصے (حصہ) سے حصہ ملے۔ اور رسول اکرم کی ذات مقدس ہی سے جنت معمور ہے اور کوئی متوسل بھی جنت میں کسی ایسی نعمت سے متمتع نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ وہ رسول

کریم اس سے متمتع نہ ہوں کیونکہ کوئی متوسل جنت کی جس نعمت سے خط اندوز ہوتا ہے وہ حضور اکرم کے اتباع کی وجہ ہی سے ہوتا ہے اور اس طرح تسریہ موت، اس کی خط اندوزی میں پایا جاتا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جس طرح کہ شیطان نے جہنم کو اپنی شیطنیت سے آباد کر رکھا ہے۔ چنانچہ ساکنانِ جہنم میں سے جس کو بھی عذاب دیا جاتا ہے شیطان ہی اس کی تعذیب کا ذمہ دار اور حصہ دار بنتا ہے۔

ابن حبان نے قرآن کی اس آیت رَعَيْنَا نَشْرَبُ بِهَا عِبَادَ اللَّهِ وَيَجْزِيهِمْ وَنَهَا نَفْسًا کی تفسیر میں لکھا ہے کہ یہ چشمہ بہشت میں رسول کریم کی قیامگاہ میں ہوگا جس کی نہریں تمام مومنین اور انبیاء کے گھروں میں پہنچانی جائیں گی۔

تمہیں معلوم ہونا چاہیے، کہ جنت کی سب سے بڑی نعمت اللہ تعالیٰ کا دیدار اور رسول کریم کی زیارت ہے۔ اسی طرح مومنوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور رسول کے قرب کے علاوہ "رِضْوَانٌ مِّنَ اللَّهِ" بھی ہے جسے بہشت سے بھی بڑی نعمت کہا گیا ہے۔ "رِضْوَانٌ مِّنَ اللَّهِ" اور بلاشبہ رضائے خداوندی اتنی بڑی نعمت ہے، کہ نہ تو کسی کے دل میں آسکتی ہے اور نہ خیال میں ساکتی ہے بالخصوص جب کہ چاہنے والوں کو روضۂ اُنس اور بارگاہِ قدس میں اپنے محبوب کی معیت و جو اس کی سب سے بڑی تمنا ہے، نصیب ہو جائے۔ چنانچہ کوئی لذت، کوئی مسرت اور کوئی کامیابی بھی اس معیت کی خوشی اور سرور کا مقابلہ نہیں کر سکتی، بلکہ اس مسرت کے مقابلے میں، کسی اور مسرت کو مسرت کہہ بھی نہیں سکتے، بخدا دنیا کی کوئی چیز اتنی عظیم، جلیل، کامل، جمیل و عمدہ، شیریں، اعلیٰ اور قیمتی نہیں ہو سکتی جتنی کہ محبوب کی معیت، کہ جہاں انعام و اکرام کی بارش ہو رہی ہو۔ اور جہاں ان کا سچا مبودر جل جلالہ، صرف ایک لطیف پردے کی اوٹ میں ہو۔ اور اپنے چاہنے والوں پر ایسے انوار کی برکھا برسار رہا ہو جس کے اثرات ان کے دل و دماغ پر چھا گئے ہوں۔ اور مجالِ الہی کی تجلیوں نے انہیں

بہوت کر دیا ہو۔ اور حضور اکرم کے حضور میں ان کے دل انوار الہی سے جگمگا اٹھے ہوں  
 بعد میں اللہ تعالیٰ اپنے مجال مقدس سے مجاہد اٹھائے، اور اس کی تجلی کو دیکھ کر سب لوگ  
 سجدے میں گر پڑیں۔ اس پر خدائے تعالیٰ حکم دے۔ اے میرے بندو! سجدے سے  
 سزا تھاد، کہ اب سجدے کا موقع نہیں ہے۔ میں نے تمہیں اس لئے بلایا ہے، تاکہ تم  
 میرے دیدار سے خطا نڈوز ہو سکو۔ میں تم سے اتنا خوش ہوں، کہ بعد میں بھی کبھی تم سے  
 ناخوش نہیں ہوں گا۔ ان الفاظ سے بڑھ کر اور انہیں کیا چاہیے اور اس سے بڑھ کر اور  
 کوئی بشارت نہیں ہو سکتی۔ اسی مبارک موقع پر یہ لوگ ان آیات کو تلاوت کریں گے:

اَللّٰهُمَّ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَذْهَبَ عَنَّا الْخُزْنَ وَاَحْلٰنَا دَارَ الْمَقَامَةِ  
 مِنْ كُضَلِهِ، لَا يَسْتَا فِيْهَا نَصَبٌ وَلَا يَمْسُنَا فِيْهَا نُجُوْبٌ،  
 اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرٌ۔

۲۔ اَللّٰهُمَّ لِلّٰهِ الَّذِيْ صَدَقْنَا وَهَدَا وَاوْرَثَنَا الْاَرْضَ،  
 نَسْبُوْهُ مِنْ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَاءُ، فَنِعْمَ اَجْرُ الْعَامِلِيْنَ۔

۳۔ دَعُوْا هُمْ فِيْهَا، سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَيْثُهُمْ فِيْهَا سَلَامٌ۔  
 وَاٰخِرُ دَعْوَاهُمْ اِنَّ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔

۱۰۱

نعم شہ

